

# اذکارِ ابرار

اُردو ترجمہ

# گلزارِ ابرار

نفس

جہانگیری عہد کے ایک غیر مطبوعہ تذکرے کا نایاب ترجمہ

مُصَنَّف

محمد غوثی شطاری ماٹومیؒ

مترجمہ

فضل احمد جویری

ناشر

سید احمد شہید اکادمی

نفیس مَنزل

۳/۱۷۷ کریم پارک ○ لاہور

فون: ۷۷۲۸۱۹۰



نام کتاب	گلزارِ ابرار (فارسی)
مصنف	محمد غوثی شطاری ماندوی
سن تصنیف	۱۰۱۴ ھ
اردو ترجمہ	اذکارِ ابرار
مترجم	فضل احمد جیوری
سن اشاعت	۱۳۲۷ ھ
ناشر	دارالمنقائس
مطبع	۳/۱۷۷ کریم پارک ○ لاہور اولمپیاء آرٹ پریس
صفحات	۶۷۲
قیمت مجلد	





اولیاء اللہ کے مقدر حالات کا تذکرہ یعنی  
گلزار ابرار کا اردو ترجمہ موسوم بہ

# اَدَاکَا اَبْرَارِ

حسب مائیش جناب نشی الہ یار خان صاحب پیرا جین  
محمد قادر علی خان صوفی کے



# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## حرفِ نفیس

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبى بعده  
برصغیر پاک و ہند میں مشائخ کرام کے جو تذکرے لکھے گئے ان میں حسب ذیل تذکرے  
نہایت درجہ معلومات افزاء ہیں:

- ۱- حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات: ”فوائد الفتاویٰ“  
مرتبہ امیر حسن علا سبزی ۷۷۰ھ-۱۳۰۷ھ
- ۲- اکابر مشائخ چشت کے حالات و ملفوظات: ”سیر الاولیاء“  
مرتبہ امیر خرد کرمانی ۷۹۰ھ
- ۳- حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے ملفوظات: ”خیر المجالس“  
مرتبہ حمید شاعر
- ۴- حضرت خواجہ برہان الدین غریب کے ملفوظات: ”نفائس الانفاس“
- ۵- حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری کے ملفوظات: ”جامع العلوم“
- ۶- حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز کے ملفوظات: ”جامع الکلم“  
مرتبہ سید محمد اکبر حسینی ۸۰۱ھ تا ۸۰۴ھ
- ۷- سوانح حضرت خواجہ گیسو دراز: ”سیر محمدی“  
از مولانا محمد علی سامانی ۸۳۱ھ
- ۸- ”تاریخ حبیبی و تذکرہ مرشدی“  
از علامہ عبد العزیز ملک شیر و اعظمی تالیف- ۸۴۹ھ

۹۔ ”محبت نامہ“ ملفوظات شاہ ید اللہ (م ۸۵۲ھ) نسیرہ خواجہ گیسو درازؒ

جمع کردہ سید محمود فضل اللہ

۱۰۔ ”شواہل الجمل در شمائل الکمل“ ملفوظات: خواجہ ابوالفیض شاہ من اللہ حسینی (م ۸۷۹ھ)

نسیرہ حضرت خواجہ گیسو درازؒ

۱۱۔ سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی کے حالات و ملفوظات: ”لطائف اشرفی“

۱۲۔ ”سیر العارفين“ مرتبہ مولانا جمالی ۹۳۷ھ۔ ۱۵۳۰ء

۱۳۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ”اخبار الاخیار“ ۹۹۹ھ۔ ۱۵۹۰ء

۱۴۔ محمد عنوثی مانڈوی شطاری کی ”گلزارِ ابرار“

”گلزارِ ابرار“ کا نقشِ اول ۹۹۸ھ۔ ۱۵۹۰ء میں تیار ہوا پھر ۱۰۱۰ھ۔ ۱۶۰۲ء

تک اس میں اصلاح و اضافہ ہو کر اس کی دوسری صورت تیار ہوئی۔

”گلزارِ ابرار“ کے مترجم جناب فضل احمد نے ۱۳۲۶ھ۔ ۱۹۰۸ء میں اسے اردو زبان

میں ڈھالا، ترجمہ کی زبان سلیس اور لائق تحسین ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ”اذکارِ ابرار“ کے نام

سے ۱۳۲۶ھ میں مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہوا، دوسرا ایڈیشن ۱۳۹۵ھ میں لاہور سے

شائع ہوا۔ اب پیشِ نظر نسخہ ۱۳۲۷ھ میں مکتبہ سلطان عالمگیر، اردو بازار لاہور سے شائع ہو رہا

ہے۔

# فہرست اذکار برابر

## مضامین کی فہرست

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۷	بیان در التزام صحبت و انایان فنون	۱۳			
۱۸	بیان در تقسیم و ترتیب کتاب	۱۴	۵	دیباچہ مترجم	۲
۲۰	بیان در تعین انقاب مشائخ	۱۵	۱	حمد و لغت	۳
	آغاز چمن اول در بیان حالات علما	۱۶	۳	اتسی اسما کی جنگ	۴
۲۳	عرفا ساکنان و مجذوبان پنجم صدی	۱۷	۷	تمہید اور تصنیف کتاب کا باعث	۵
۷۳	خاتمہ چمن اول	۱۷		کتاب کا عنوان بنام شہنشاہ جہانگیر	۶
	ابتداءے چمن دوم در بیان حالات	۱۸	۸	بنوید غیبی	۷
۷۴	علما عرفا ساکنان و مجذوبان ششم صدی	۱۸		دولت جہانگیری کی تعریف اور زمانہ کی	۷
۱۳۱	خاتمہ چمن دوم	۱۹	۱۱	آراستگی کا بیان بہ برکات در جہانگیری	۸
	ابتداءے چمن سوم در بیان حالات	۲۰		دعا تیبہ اور تقدس در زنی کے کلمات	۸
۱۳۵	علما عرفا ساکنان و مجذوبان ہفتم صدی	۲۱		ہمراہ نام مشائخ نہ لکھنے کی معذرت	
۱۶۴	وجہ تسمیہ لفظ احرار	۲۱		اور اولیاء اللہ کو بیغیرہ واحد یاد کرنے	
۱۹۹	خاتمہ چمن سوم	۲۲	۱۳	کی وجہ	
	ابتداءے چمن چہارم در بیان حالات	۲۳	۱۵	کردار اور رفتار کے انجام کا بیان	۹
	علما عرفا ساکنان و مجذوبان دہم صدی	۲۴	۱۵	تسری کتاب	۱۰
۲۰۳	تاسنہ یک ہزار و بست و دو	۲۴		گفتار در بیان آنکہ معنی ہر عالم را صورتی	۱۱
	سلسلہ شطاریہ کی ابتدا اور	۲۴	۱۶	ست مناسب آن	
۲۸۴	وجہ تسمیہ	۲۴	۱۶	بیان در تشبیہ و تعجب الہیات	۱۲

نمبر شمار	مضمون	صفحه	نمبر شمار	مضمون	صفحه
۲۵	معذرت در باب ننوشتن حالات			خاک و حصول توفیق تحریر حالات	
	اکثر اصحاب - - -	۲۹۱		زنده دلان بساط زندگانی -	۵۰۶
۲۶	ترانه شکر گذاری بابت حصول		۲۷	ضمیمه کتاب متضمن حالات مصنف	
	فراغ از تحریر حالات آسودگان			بشمول دیگر زندگان - -	۵۷۶



# اصحابِ ذکر کی اسم و از فہرست

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدن	صفحہ
	<b>الف</b>						
۱۷۵	مولانا ابو سعید ادبی	-	۱۷				
۱۹۵	شاہ ابدال -	زنت ہنوبہ	۱۸	۲۵	ابوالحسن علی بن ابوعلی	لاہور	۲۵
	شیخ ابوالفتح ہدیہ السدرت		۱۹	۵۵	مولانا احمد حافظ دہلوی	ص	۵۵
۲۲۳	ابن شیخ قاضی شطاری	حاجی پور	۲۰	۶۲	شیخ الہداد احمد آبادی	-	۶۲
	شیخ ابوبکر قریشی	جوگی پور	۲۰	۷۱	شیخ احمد نروالہ	برالین	۷۱
۲۲۶	شیخ احمد نازولی	اقصا آگرہ	۲۱	۷۲	امام الدین ابدال دہلوی	-	۷۲
۲۲۷	شیخ ابراہیم ابن عمر سندھی	ناگور	۲۲	۸۷	خواجہ ابوبکر صاحب درید		۸۷
۲۲۶	شیخ احمد مدنی گوشہ گزین	برہان پور	۲۳	۹۱	نظام الاولیا - -	دہلی	۹۱
۲۲۴	نانوتہ - -	-	۲۴	۹۳	امیر خسرو -	دہلی	۹۳
۲۲۵	شیخ امین الدین -	-	۲۴	۱۱۰	امیر حسن علا سبخری -	دیوگیر دکن	۱۱۰
۲۵۷	شیخ احمد بن نعمتہ السد	قلعہ حین	۲۵		خواجہ ابوبکر مصلی بردار	-	
۲۶۶	شیخ امان السد پانی پتی	پانی پت	۲۶	۱۱۶	شیخ ابراہیم امام شیخ	کاپلی	۱۱۶
۲۷۲	شیخ آدہو حصاری	قلعہ فیروزہ	۲۷		جراغ دہلی - -	-	
۲۷۲	شیخ ابراہیم کلہو راستدھی	-	۲۸	۱۱۸	بی بی آرام حضور ہمشیرہ	نروالہ	۱۱۸
۲۷۲	سید ابو سعید ابن سید راجو	کاپلی	۲۹	۱۲۵	سید حسین نروالہ	ایرج	۱۲۵
۲۷۳	خطیب ابوالفضل شیرازی	-	۳۰	۱۲۷	سید احسن -	مانڈو	۱۲۷
	شیخ ادہن ابن شیخ بہلولہ	-	۳۱	۱۲۸	مخدوم قاضی اسحق -	-	۱۲۸
۳۱۲	جونپوری - -	جونپور	۳۱	۱۳۵	مولانا محمد امین -	-	۱۳۵
۳۳۹	شیخ ابوالنصر طبیلادی مصری	مصر	۳۲	۱۴۵	بابا اسحق مغربی -	کچھوچہ	۱۴۵



نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۳۳	شیخ ابو جیو ابن خضر	قلعہ آسیر	۳۲۲	۵۰	شیخ اسحق قلندر سندی	-	۳۲۵
۳۴	شیخ اولیا ابن شیخ سراج	مکہ معظمہ	۳۲۷	۵۱	شیخ افضل محمد	آگرہ	۳۲۷
۳۵	شیخ احمد ابن شیخ جلال	-	-	۵۲	قاضی ابراہیم ابن قاضی محمد	بنوری	۳۳۲
۳۶	جانپانیری - -	بڑودہ	۳۴۸	۵۳	شیخ الہ بخش لیمتوری	لیمتور علیہ	۳۴۰
۳۷	شیخ ابراہیم قاری شطاری	-	-	۵۴	خواجہ اسحق ابن مولانا	سازنگپور مالوہ	۳۴۰
۳۸	سندی - -	برہان پور	۳۵۹	۵۴	خواجہ اسحق ابن مولانا	-	۳۴۰
۳۹	شیخ اولیا مرید شیخ شاکر	-	-	۵۵	خواجہ سگی -	سمرقند	۳۴۶
۴۰	عارف - -	-	-	۵۵	شیخ ابوالفتح ابن جمال الدین	-	۳۴۹
۴۱	شیخ میان آبا ابراہیم نام	برہان پور	۳۸۴	۵۶	مکی عباسی -	آگرہ	۳۴۸
۴۲	حاجی ابراہیم سرسندی	رت بنور	۳۸۴	۵۶	شیخ ابوالفیض فنضی فنضی	-	۳۵۳
۴۳	شیخ احمد متوکل اجینی	اجین	۳۸۷	۵۷	شیخ ابوسعید ابن شیخ جبکن	-	۳۵۳
۴۴	مولانا اسمعیل سندی	-	-	۵۷	کسندوق -	کابلی	۳۶۶
۴۵	سید ابراہیم بسکری	برہان پور	۳۹۲	۵۸	شیخ امین ابن احمد نزلہ	برہان پور	۳۸۳
۴۶	شیخ ابوزید ابن شیخ	-	-	۵۹	ہسانی اسحق حضور -	میسرہ	۳۸۵
۴۷	شکر محمد عارف -	-	-	۶۰	شیخ ابوالفتح دہلوی -	-	۳۹۱
۴۸	شیخ الہداد مارہرہ -	-	-	۶۱	شیخ الہداد صالح	-	۳۹۲
۴۹	شیخ الہ بخش چشتی	-	-	۶۲	مولانا اسمعیل مرید میر عبد	لاہور	۳۹۸
۵۰	شیخ آدم صوفی -	-	-	۶۲	مولانا الہداد و مولانا شمس الدین	-	۳۹۸
۵۱	شیخ امان الہد ابن شیخ	-	-	۶۳	شیخ احمد سہرندی -	-	۵۰۰
۵۲	کمال الدین سلیمانی	-	-	۶۵	شیخ احتیاء الدین سارانی	-	۵۰۱
۵۳	حاجی ابراہیم محدث قادری	آگرہ	۳۲۳	۶۶	شیخ احمد ابن شیخ عبدالاحد	-	۵۳۷
۵۴	شیخ امان الہد افغان	-	-	۶۷	سید ابراہیم نوری	-	۵۵۵

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۶۸	شیخ الہداد ساکن مانڈو	.	۵۷۱	۸۲	قطب عالم سید برہان الدین	.	
۶۹	شیخ اویس بن غوث الیاد	.	۶۰۶		نیرہ مخدوم جہانیاں سید	.	
	<b>ب</b>				جلال بخاری	.	۱۴۷
۷۰	شیخ بہا الدین محمد سیکری	.		۸۳	مولانا برہان الدین خٹلانی	.	۱۷۳
	وال زینل شیخ فرید الدین	.		۸۴	شیخ بہار الدین گنج روان محمد آباد قریب	.	
	گنج شکر	.	۵۵		کاپلی	.	۱۹۲
۷۱	شیخ بہا الدین زکریا	.		۸۵	شیخ بدین شطاری	.	۲۰۸
	ابن مولانا وجیہ الدین	.		۸۶	شیخ بہار الدین شاہ جہاں برہان پور	.	۲۱۲
	خوارزمی	ملتان	۵۵	۸۷	شیخ بختو	.	۲۲۴
۷۲	شیخ بہر و ملتان ازینل	.		۸۸	شیخ بول مرید شیخ ظہور	.	
	بسائیہ	کرہ	۵۸		حاجی حمید حضور	قصیدیاں	۲۳۴
۷۳	شیخ برہان الدین محمود	دہلی حوض		۸۹	خواجہ بہا الدین محمد ابن	.	
	ابن ابی الخیر اسعد بلخی	شمسی	۸۱		مولانا خواجگی کاشانی	.	۲۷۴
۷۴	شیخ برہان الدین غریب	.	۹۰	۹۰	پیر باجر مانڈو والہ	.	۲۷۶
۷۵	شیخ بدر الدین سمرقندی	دہلی	۹۶	۹۱	شیخ برہان الضاری	کاپلی	۳۰۵
۷۶	شیخ بدر الدین عزیزی	.	۹۸	۹۲	مولانا پاسبندہ	.	۳۱۲
۷۷	مولانا برہان الدین صوفی	.		۹۳	شیخ بہا الدین مفتی ابن	.	
	ابن جمال الادلیا ہنسوی	.	۱۰۸		شیخ شمس الدین محبوب طیبانی	آگرہ	۳۱۴
۷۸	شیخ بابو چشتی	کنبات	۱۱۰	۹۴	شیخ برہان مرید شیخ	.	
۷۹	شیخ برہان الدین نندوالہ	۴	۱۲۳		صدر الدین محمد ذاکر	اجمیر	۳۶۰
۸۰	مخدوم قاضی برہان الدین	مانڈو	۱۲۶	۹۵	شیخ بازید شروانی	آگرہ	۳۶۱
۸۱	شیخ بنان برہان پور	بانار برہان پور	۱۳۰	۹۶	مخدوم بازید لاکر	.	۳۷۵

نمبر شمارہ	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمارہ	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۹۷	مخدوم بلال سندھی	.	۳۷۵	۱۱۷	شاہ تاجو ابن شیخ کمال	.	۳۳۹
۹۸	سید بدرالدین ابن سید جلال	آگرہ	۳۸۳	۱۱۸	سید تاج الدین قادری نرولہ	پٹن	۳۴۲
۹۹	شیخ بیارہ نور ظہور -	اجین	۳۹۱	۱۱۹	شیخ تاج الدین ابن شیخ	.	
۱۰۰	شیخ ہول مجذوب	.	۳۹۹		ہبار الدین زکریا -	.	۳۵۲
۱۰۱	سید پیر ابن سید علی	قلعہ آخیر پیر	۴۳۹	۱۲۰	شیخ تاج العاشقین ابن	.	
۱۰۲	شیخ بابو جیو ابن شیخ جیو	پٹن	۴۴۱		عبدالمد سندھی -	لاہور	۴۶۵
۱۰۳	بابا بہرنگ -	مانڈو	۴۴۴	۱۲۱	شیخ تاج زاد بوم فتح آباد	.	۵۶۹
ش							
۱۰۴	شیخ برہان علوی -	برہان پور	۴۵۴				
۱۰۵	شیخ پیر محمد ابن عبدالحکیم	برہان پور	۴۶۹	۱۲۲	میان شمس شہید -	جانگلی نواح	
۱۰۶	مولانا بدرالدین اسحق	.	۴۹۶			سندھ	۷۰
ج							
۱۰۷	شیخ بدرالدین سہرندی	.	۴۹۹				
۱۰۸	شیخ بابو ابن جیون -	.	۵۶۵	۱۲۳	شیخ جمال الدین احمد	.	
۱۰۹	شیخ بزورداد گجراتی -	.	۵۷۲		خطیب ہانسوی -	.	۵۴
۱۱۰	شیخ بابو سندھی	برہان پور	۵۹۱	۱۲۴	سید جلال سرخ بخاری اچھ	اچھ	۵۷
۱۱۱	شیخ بدھا طیب بخاری	.	۵۹۳	۱۲۵	شیخ جلال الدین تبریزی	دیو محل	
۱۱۲	شیخ بدھا حقانی جوئی پوری	.	۵۹۴			دار الملک بنگا	۶۶
ت							
۱۱۳	توغان شہید -	قصبہ بویلا		۱۲۶	مولانا جمال الدین	.	۸۷
		علاقہ سندھ	۷۰	۱۲۷	مولانا جلال الدین اودھی	.	۸۷
				۱۲۸	شیخ جلال الدین جد شیخ	.	
۱۱۴	خواجہ تقی الدین نوح	.	۱۱۰		حسام الدین -	.	۱۰۵
۱۱۵	سید تاج الدین سوہی نرولہ	.	۱۴۷	۱۲۹	مخدوم جہانیاں سید جلال	.	
۱۱۶	شیخ تاج الدین محمد دہلوی	.	۱۹۷		بخاری -	.	۱۱۲

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۱۳۰	شیخ جلال الدین مجرور کستانی	.	۱۲۴	۱۵۰	قاضی جلال الدین ملتانی	بیجا پور کٹن	۲۰۹
۱۳۱	شیخ جلال بن شیخ عبدالعزیز	آگرہ	۲۶۸	۱۵۱	میان جموجی ابن ملک چاند	عادلپور	
۱۳۲	مخدوم شیخ جمال الدین احمد کٹسو	احمد آباد	۱۴۳		برہانپور	۲۳۸	
۱۳۳	مولانا جعفر - -	.	۱۴۲	۱۵۲	شیخ چندن لاہوری	.	۵۶۷
۱۳۴	شیخ حبیب اساولی	.	۱۹۱	۱۵۳	شیخ جمال سیابانی	.	۵۷۰
۱۳۵	شیخ جبار اللہ کی	مکہ معظمہ	۲۱۰	۱۵۴	شیخ جلال محمد تانمیری	.	۵۷۹
۱۳۶	شیخ جلال متو -	برہان پور	۲۱۸	۱۵۵	شیخ جلال داصل کاپوی	.	۵۹۱
۱۳۷	شیخ چندن قریشی -	آگرہ	۲۲۶	<b>ح</b>			
۱۳۸	شیخ جلال محمد قادری دہلوی	برہان پور	۱۱	۱۵۶	شیخ حمید الدین دہلوی	.	۳۷
۱۳۹	شیخ جمال بٹھری -	احمد آباد	۲۳۰	۱۵۷	قاضی حمید الدین ناگوری		
۱۴۰	ملک چاند والد میان جموجی	مکہ معظمہ	۲۴۲	۱۵۸	ابن خواجہ عطاء اللہ	دہلی	۴۷
۱۴۱	شیخ چندن مند سوری	مند سور	۲۶۰	۱۵۹	شیخ حسین کاہر	ملتان	۵۸
۱۴۲	شیخ حکیم کھنڈوتی -	کھنڈوت			شیخ حمید الدین صوفی		
۱۴۳	شیخ جلال بن طیب جانی پوری	سرکار کالی	۲۶۸		سعیدی ناگوری سواہلی		
۱۴۴	امیر سید جلال ابن سید	.	۲۷۸	۱۶۰	ملقب بے سلطان اتارکین	ناگور	۶۳
۱۴۵	صمد الدین -	آگرہ	۲۷۹	۱۶۱	ذکر اولاد سلطان اتارکین	.	۶۵
۱۴۶	شیخ جمال بن شیخ الاسلام	مانڈو	۳۴۶	۱۶۲	مولانا حسام الدین ملتانی	نروال	۱۰۲
۱۴۷	شیخ چاوند ابن عمر ہشتی	مانڈو	۳۵۱	۱۶۳	مولوی حسام الدین نروال	نروال	۱۰۳
۱۴۸	مخدوم جعفر - -	موضع ٹوبہ	۳۷۴	۱۶۴	مولانا حسام الدین بانک پوری	.	۱۰۶
۱۴۹	شیخ جنید مفتی -	آگرہ	۳۹۰	۱۶۵	شیخ سعید -	.	۱۰۹
۱۵۰	سید جمال مدرس مسجد	برہانپور	۴۹۹		شیخ حسن محمد اساولی	احمد آباد محلہ	
					اساول		۱۵۳

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۱۶۶	شیخ حبیب تاجرتاشقزی	.	۱۷۷	۱۸۱	سید حبیب	.	۳۹۵
۱۶۷	سید حامد حسنی چشتی	مزدراہ		۱۸۲	شیخ حمزہ ابن شیخ سدا	ویسا پور پلوہ	۴۲۰
	برادرزادہ سید حسین نردالہ		۱۹۴	۱۸۳	شیخ حمید پسا	.	۴۸۳
۱۶۸	بابا سید رابدال	.	۲۱۰	۱۸۴	شیخ حاجی چراغ ہنسہ		
۱۶۹	شیخ ظہور حاجی حمید				سید اسد الدین	.	۴۹۴
	حصور گوالیاری	بہار و سارن	۲۲۰	۱۸۵	مولانا حسام الدین سبزی		
۱۷۰	شیخ حسین	مانڈو سے ۱۲ کوس پر موضع اکرارہ			مولانا حسام الدین سرخ	لاہور	۴۹۶
	شیخ حسن خطاط ابن شیخ		۲۴۵	۱۸۶	شیخ حسن ابن موسیٰ پسر مصنف	.	۶۰۸
۱۷۱	محمود انصاری	آگرہ	۲۶۵	۱۸۷	مولانا خواجہ ابن شیخ		
۱۷۲	شیخ حسن بدلہ دہلوی	دہلی	۲۷۷		جلال الدین	.	۱۰۵
۱۷۳	شیخ حسین ابن ملک محمد	سکندرہ بفاصلہ		۱۸۸	خواجہ خانون علاناج ناگوری	گوالیار	۴۲۳
	شیخ حسین بغدادی	احمد آباد محلہ	۳۱۰	۱۸۹	مخدوم اعظم مولانا خواجگی		
۱۷۴	شیخ حسن محمد ابن میاں بی احمد	رسول آباد	۳۱۳	۱۹۰	احمد ابن جلال الدین	.	۲۵۹
۱۷۵	شیخ حمید لار	برہان پور	۳۲۱		خواجہ کلان ابن خواجہ		
۱۷۶	شیخ حسن محمد خواہر زادہ	احمد آباد	۳۲۵	۱۹۱	جوئباری	.	۳۷۳
	شیخ صدر الدین محمد ذاکر	جانپانیر		۱۹۲	خواجہ عبدالم	بیر پور	۴۰۳
۱۷۷	شیخ حسن ابن شیخ عبدالعزیز	کالیپی	۳۵۲		خواجہ وہبیدی ابن مولانا		
۱۷۸	شیخ حسن چشتی		۳۵۳	۱۹۳	خواجگی	بخارا	۴۳۹
۱۷۹	سید حیدر		۳۷۱		خواجہ کلان ابن مولانا		
				۱۹۴	خواجگی	بلخ	۴۴۲
۱۸۰			۳۷۹	۱۹۴	شیخ خدا بخش منڈوی	.	۵۴۵

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۱۱۰	خواجہ رفیع الدین بارون	•	۳۹				
۱۲	شیخ رکن الدین سوہودکان		۲۱۰	۷۱	حدود مکتبہ		۱۹۵
۱۳۸	شکر نروالہ	•		۱۹۵	•		۱۹۶
۱۳۶	مولانا رکن الدین خوانی	•	۲۱۱		شیرگڑھ و صوبہ		۱۹۷
۲۰۴	شیخ رحمۃ اللہ بن شیخ عزیز اللہ	•	۲۱۲	۲۰۷	لاہور		
۲۱۱	مولانا روح اللہ	•	۲۱۳				۱۹۸
	شیخ راجے محمد عینی ابن		۲۱۴	۲۷۱	مانڈو		
۳۱۸	شیخ خان	اجین		۳۸۹	بلخ		۱۹۹
۳۵۲	مولانا روح الدین	برہانپور	۲۱۵	۴۴۹	مانڈو		۲۰۰
۳۷۰	شیخ رکن الدین ابن محمود	مانڈو	۲۱۶	۴۷۵	سانہر		۲۰۱
۳۸۳	شیخ راجے محمد پرودہ	•	۲۱۷	۴۸۰	•		۲۰۲
				۵۸۰	•		۲۰۳
							۲۰۴
۱۹۸	مولانا زین الدین تاجبادی	•	۲۱۸				
۲۶۲	سید زہید بن شاہ بدایا	تھبھارن	۲۱۹	۵۹۵	منیر		
	شیخ زائر اللہ ابن شیخ عمر		۲۲۰				۲۰۵
۳۴۱	مانڈو والہ	مانڈو		۶۰۵	•		
۴۴۹	شیخ زکریا	دہار	۲۲۱				
۴۱۳	شیخ زین الدین ابن شیخ نواز	آگرہ	۲۲۲				۳۰۶
۵۶۶	زندہ حاجی	•	۲۲۳	۲۶	سرندیپ		
							۲۰۷
							۲۰۸
							۲۰۹
۷۸	سید محمد کرانی	•	۲۲۴	۵۸	•		
۷۹	مولانا سراج سہاج	•	۲۲۵	۹۷	دہلی		

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۲۲۶	شیخ سراج الدین عثمان	بنگالہ	۱۰۳	۲۲۵	شیخ سعد بن بدہن		
۲۲۷	امیر سید احمد بن سید محمد کرانی		۱۱۲		خیر آبادی		۲۸۲
۲۲۸	سید حسین نردوالہ	نردوالہ	۱۱۶	۲۲۶	شیخ سراج ابن شیخ		
۲۲۹	شیخ سالار		۱۲۹		عبد الملک		۳۰۳
۲۳۰	مولانا سید احمد بن محمد تانیری	کاپی	۱۳۶	۲۲۰	شیخ سعد الدہلوی حشتی	برہان پور	۳۷۸
۲۳۱	سید محمد گیسو دراز	گلبرگ	۱۳۹	۲۲۸	سید حسین زاد بوم سون بتا	اجمیر	۴۱۲
۲۳۲	شیخ سراج سوختہ	کاپی	۱۴۶	۲۲۹	شیخ سراج محمد بینانی	خاندیس	۴۵۹
۲۳۳	سید احمد ابن محمود	نردوالہ	۱۵۵	۲۵۰	سید حسین ابن شیخ جمال	محمد پور بکرا	
۲۳۴	مولانا سعد الدین کاشغری		۱۶۱		سازنگ پور		۴۵۹
۲۳۵	مولانا حسین		۱۶۱	۲۵۱	مولانا سمار الدین جوہوری		۴۹۳
۲۳۶	مولانا سلطان		۱۶۶	۲۵۲	سید حسین شہدی	بروج گجرات	۵۰۲
۲۳۷	حاجی شیخ سلیمان بنی انزل		۱۹۹	۲۵۳	سید شیخ ابن شیخ عبدالمد		۵۰۳
۲۳۸	امیر سید علی قوام	جوہور	۲۰۸	۲۵۴	سید احمد افغان ابن شیخ محمد		۵۴۹
۲۳۹	شیخ سمار الدین دہلوی ابن			۲۵۵	سید احمد قادری		۵۶۴
	شیخ فخر الدین	دہلی	۲۰۹	۲۵۶	سید حسن حسینی		۵۶۴
۲۴۰	شیخ سالار ناگوری		۲۳۰		<b>ش</b>		
۲۴۱	سید حسینی	منڈیور	۲۳۱	۲۵۷	شیخ شہاب الدین حق گو		
۲۴۲	شیخ سلیمان ابن عفان				ابن شیخ فخر الدین زاہدی	کنہ دہلی	۴۶
	حاجی مانڈوالہ	دہلی خوشی	۲۴۳	۲۵۸	شیخ شمس الدین دادو		
۲۴۳	سید حسین ابن سید محمد	محمود آباد بغاصد پور کردہ از احمد آباد			کاپی		۵۵
			۲۵۲	۲۵۹	مولانا شہاب الدین امام		
۲۴۴	سید محمد ابن سید معظم	کاپی	۲۶۰		سلطان نظام الادیسیا		۹۱

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۲۶۰	شیخ شرف ابن شیخ بچھی	بہار مسجد کابلہ	۹۷	۲۶۸	سید شاہ میر	آگرہ	۲۸۰
۲۶۱	شیخ شرف پانی پتی ابو علی قلندر	.	۱۰۰	۲۶۹	شیخ شاہ علی احمد آبادی	احمد آباد	۳۰۶
۲۶۲	شیخ شمس الدین محمد	.	۱۰۷	۲۸۰	شیخ شکر	بہمدی	۳۰۷
۲۶۳	مولانا شیخ مانک پوری	.	۱۰۷	۲۸۱	شیخ جوئیاری	.	۳۲۱
۲۶۴	مولانا شمس الدین بھٹی	.	۱۰۸	۲۸۲	شیخ شمس الدین زندہ دل	.	
۲۶۵	شیخ شمس اوتادہ	دہلی	۱۰۹	۲۸۳	شیرازی	بیجا پور کن	۳۵۴
۲۶۶	خواجہ شمس الدین دہلوی خواہر	.		۲۸۴	شیخ عربی دیانہ سندھی	.	۳۷۸
	زادہ امیر سرد	.	۱۱۱	۲۸۴	شیخ شہاب الدین واصل	.	۴۰۰
۲۶۷	سید شمس الدین خاموش	.	۱۱۲	۲۸۵	شرف شیخ	احمد آباد	۵۰۴
۲۶۸	شیخ شہاب الدین عاشق	دہلی	۱۲۴	۲۸۶	شیخ شرف محمد	.	۵۰۶
۲۶۹	شیخ شہر الدین شیخ غریزہ	.	۱۳۰	۲۸۷	شیخ شمس الدین جالندھری	.	۵۸۸
۲۷۰	قاضی شہاب الدین عمر زابلی	.		<b>ص</b>			
	دولت آبادی جوئیاری	جوئیاری	۱۲۴	۲۸۸	شیخ صفی الدین ابراہیم ولد	.	
۲۷۱	شیخ الاسلام چاہلہ نام	مانڈو	۱۲۸		عبداللہ رازی	.	۳۸
۲۷۲	ملک شرف الدین شاہ شہباز	.	۱۵۱	۲۸۹	شیخ صوفی بدہنی	.	
۲۷۳	شاہ عالم گجراتی ابن قطب عالم	احمد آباد			باشندہ کپیتل	.	۶۷
	مولانا شیخ	محلہ رسول آباد	۱۶۰	۲۹۰	شیخ صدر الدین عارف	.	
۲۷۴	مولانا شمس الدین	.	۱۷۴		ابن شیخ بہاؤ الدین زکریا	.	۷۹
۲۷۵	مولانا شمس الدین	.	۱۹۸	۲۹۱	شیخ صدر الدین ذاکر ابن	.	
۲۷۶	مولانا شمس الدین محمد ترک	.	۲۲۴		شیخ شمس	بڑودہ	۳۲۹
۲۷۷	شاہ محمد ابن حسن طاہر	.		۲۹۲	شیخ صدیق بڑودہ	بڑودہ	۳۷۶
	قادری	.	۲۷۶	۲۹۳	قاضی صدر الدین لاہوری	بروج	۴۱۰



نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۲۹۴	شیخ صدر جهان ابن			۳۰۸	مولانا علاء الدین نیلی	دہلی	۸۶
	ابوالفتح -		۴۸۰	۳۰۹	خواجہ شیخ علی شاہ ابن شیخ		
۲۹۵	شیخ صالح حافظ ابن خان محمد		۵۶۳		محمد وجاندار		۸۹
۲۹۶	امیر سید صبیحۃ السدہ برچی	مدینہ منورہ	۵۸۶	۳۱۰	شیخ عمر اسعد لاہوری	پنڈوہ	۱۰۴
ض				۳۱۱	خواجہ عزیز الدین ابن خواجہ		
۲۹۷	مولانا ضیاء الدین جلد بلخی		۳۷		ابوبکر - - -		۱۱۱
۲۹۸	خواجہ ضیاء الدین برنی		۱۳۷	۳۱۲	قاضی علم الدین ابن قاضی	ص	
۲۹۹	شیخ ضیاء الدین چشتی	سندھ	۲۵۰		عین الدین - -		۱۲۲
ط				۳۱۳	شیخ عماد الدین دہلوی		۱۲۴
۳۰۰	میر ابوالنجیب شاہ طیب		۱۹۸	۳۱۴	مولانا علم الدین شرف جهان		۱۳۰
۳۰۱	شیخ طیب -	برہان پور	۳۷۷	۳۱۵	شیخ عبد الملک قاری -	آگرہ	۱۳۱
۳۰۲	شیخ طاہر ابن یوسف	برہان پور	۲۲۶	۳۱۶	شیخ علی پروا بن احمد -	ہمایم	۱۳۱
ظ				۳۱۷	خواجہ عبد السدہ امامی صفہانی		۱۳۲
۳۰۳	شیخ ظہور الدین محمود بن			۳۱۸	خواجہ علاء الدین غجدوانی		۱۳۸
	جلال - -		۳۸۰	۳۱۹	سید علاء الدین راٹھی	راٹھ مگر	
ع				۳۲۰	شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ	کابل	۱۳۸
۳۰۴	شیخ عبد العدرازی -		۳۸		ابن شیخ یحییٰ -		۱۵۸
۳۰۵	شیخ عارف ملتانی -	حجاز	۵۴	۳۲۱	فرزندان شیخ عزیز اللہ -		۲۰۵
۳۰۶	شیخ عماد الدین اسمعیل			۳۲۲	قاضی عطاء اللہ چشتی -	مانڈو	۱۶۰
	ملتانی ابن شیخ صدر الدین		۶۱	۳۲۳	شاہ عبد اللہ شطاری ابن		
۳۰۷	شیخ علم الہدی برادر عم زاد				حسام الدین -	مانڈو	۱۶۱
	شیخ زکریا الدین ابوالفتح		۶۲				

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۳۲۴	میر عبد الاول	-	۱۷۲	۳۲۹	شیخ علاء الدین دہلوی ابن		
۳۲۵	مولانا خواجہ علی تاشقندی	.	۱۷۷		شیخ نور الدین	قلعہ دہلی	۲۲۷
۳۲۶	محمد عبدالعزت مولانا زادہ			۳۳۰	شیخ علاء الدین ابن شیخ		
	اترازی	-	۱۷۸		بدر الدین سلیمان	اجودہ	۲۲۸
۳۲۷	مولانا علاء الدین محمد			۳۳۱	شاہ عبدالرزاق جنجما نوی	.	۲۲۸
	مکتب دار	-	۱۹۰	۳۳۲	شیخ علاء الدین مجذوب		
۳۲۸	مولانا عبدالعزیز	.	۱۹۰		مشورہ علاء بلاول	آگرہ	۲۵۲
۳۲۹	شاہ عبدالعزیز ابن شاہ یوسف	.	۱۹۷	۳۳۳	شیخ عبدالملک قاری		
۳۳۰	شیخ محمد علاء بنگالی عزت				ابن شیخ عبداللہ	آگرہ	۲۶۲
	شیخ قاضی شطاری	-	۲۰۳	۳۳۴	شیخ عبدالحکیم ابن شاہ	روضہ شاہ	
۳۳۱	مولانا عبدالرحمن کاروگر	.	۲۰۸		باجن	باجن پانچ	۲۶۵
۳۳۲	میر علانی آہری ابن مولانا			۳۳۵	مولانا حامد طارمی	.	۲۶۲
	نظام الدین حسین	-	۲۱۵	۳۳۶	سید عبدالاول دولت آبادی	دولت آباد کن	۲۷۵
۳۳۳	شیخ عطن	-	۲۲۵	۳۳۷	شیخ عبدالوہاب عزت شیخ بدایا		
۳۳۴	شیخ عبدالسبب بانی ابن				ابن شیخ ابوالفتح مکی	آگرہ	۲۸۲
	شیخ سہار الدین دہلوی	مانڈو کوڑہ	۲۲۵	۳۳۸	شیخ عبدالمومن ابن شیخ محمد	آگرہ	۳۰۲
۳۳۵	شیخ عبدالوہاب بخاری			۳۳۹	مخدوم عباس ابن جلال سندھی	سندھ	۳۰۶
	ملتان	-	۲۳۰	۳۴۰	شیخ علی شیر بنگالی	احمد آباد	۳۰۸
۳۳۶	شیخ علاء الدین عیسیٰ دہلوی	پرائی دہلی	۲۳۲	۳۴۱	شیخ عبدالملک بنیانی	احمد آباد	۳۱۱
۳۳۷	مولانا عبدالکریم ابن عطاوا	.	۲۳۷		شیخ عبدالغزیز نقب بہ		
۳۳۸	شیخ عبدالقدوس حنفی	کنکو پیکار			عزیز الحق ابن شیخ کمال الحق		
		دہلی	۲۳۹		جونپوری	دہلی	۳۱۱

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب فکر کا نام	مدفن	صفحہ
۳۵۳	شیخ عبدالحکیم -	کابل	۳۱۷	۳۶۷	شیخ عبدالمقدیمی نام		
۳۵۴	حافظ عبدالحکیم بصیر -	آگرہ	۳۲۰		بیکہ جی	مانڈو	۳۹۳
۳۵۵	شیخ عبدالرزاق عرف			۳۶۸	شیخ عبدالحلیل ناگوری		۳۹۵
	شیخ لہرہ -			۳۶۹	شیخ عبدی ساکن آگرہ		۴۰۰
۳۵۶	سید عبداللہ آندی	بہتر قریب		۳۷۰	شیخ عبدالملک ابن شیخ		
	ملتان -	دیپال پور	۳۲۲		ابراہیم -	کابل	۴۰۱
۳۵۷	فقیر علی -	بندر سورت	۳۲۵	۳۷۱	شیخ علی متقی ابن		
۳۵۸	قاضی عبدالقادر ابن علی	کاتہ علاقہ			حسام الدین جوہوری -	کدھنڈ	۴۰۲
	خواجہ محمد عبدالسدر عرف خواجہ	دیپال پور	۳۲۶	۳۷۲	شیخ عبدالحی عرف		
۳۵۹	کا خواجہ - ابن خواجہ				شیخ جیوا -	بدولی	۴۰۴
	احرار الاولیاء -	تاشقند	۳۲۶	۳۷۳	شیخ عبدالغفور ابن		
۳۶۰	انجمن فرزند ان خواجہ محمد			۳۷۴	داؤد -	اجین	۴۱۲
	عبداللہ -				شیخ عبدالرحیم -	عادل پور	
۳۶۱	خواجہ عبدالشہید ابن		۳۲۹	۳۷۵	شیخ عبدالکریم ابن شاہ	قریب پور	۴۱۳
	خواجہ محمد عبداللہ -	سمرقند	۳۳۳		شہباز -		۴۳۶
۳۶۲	شیخ علی تدرسی -			۳۷۶	شیخ علار الدین ثانی		
۳۶۳	مولانا عبدالحلیل جوہوری			۳۷۷	مجدوب -	آگرہ	۴۴۰
۳۶۴	شیخ عبدالوہاب افغان	مانڈو	۳۵۶	۳۷۷	حکیم عثمان ابن شیخ عیسیٰ	حدو خاندین	۴۴۵
۳۶۵	شیخ عبدالرحمن صوفی			۳۷۸	شیخ عثمان ابن لادن	مانڈو	۴۴۷
	سرہندی -			۳۷۹	قاضی عبدالعفی	برمان پور	۴۵۱
۳۶۶	شیخ عبدالمدکنہ واسن	آگرہ	۳۸۹	۳۸۰	شیخ عبدالرزاق طانی	پٹن	۴۵۱

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۳۸۱	شیخ عبدالصوفی شطاری				شیخ خیر الدین سارنی		۵۰۰
	ابن کمال الدین ببول -	آگرہ	۴۵۴	۳۹۶	شیخ عبدالمعطی -		۵۰۴
۳۸۲	قاضی عبدالقادر ابن			۳۹۷	شیخ عبدالسدر شیخ رحمتا	شیخ عبدالسدر مدینہ مظفر	۵۰۴
	قاضی محمود - -	سازنگ مالود	۴۶۱	۳۹۸	سید عطاء محمد -	احمد آباد گجرات	۵۰۴
۳۸۳	شیخ علم الدین مجذوب			۳۹۹	شیخ عیسیٰ ابن شیخ قاسم		
	ساکن رہتک - -	رہتک	۴۶۳		بسندهی - -		۵۰۸
۳۸۴	شیخ علی افغان -	اجین	۴۶۳	۴۰۰	شیخ عبدالقادر ابن ابی محمد		۵۴۸
۳۸۵	شیخ عبداللطیف ابن			۴۰۱	شیخ عبداللطیف ابن		۵۰۴
	ملک شاہ غوری -	پڑودہ	۴۶۸		شیخ نور محمد - -		۵۵۷
۳۸۶	شیخ عبدالسد ابن شیخ دبیہ			۴۰۲	شیخ عبدالستار ابن شیخ		
	احمد آبادی - -		۴۷۰		عیسیٰ بیچ الاولیا -		۵۶۰
۳۸۷	شیخ عبدالواحد تارک الما	سندھ	۴۸۷	۴۰۳	شیخ عبدالسدر مجذوب		
۳۸۸	شیخ عبداللہ عرف شیخ				قادری بغدادی - -		۵۶۶
	بدایا ابن غوث الاولیا -	گوالیار	۴۸۷	۴۰۴	شاہ عمر خوشت گری -		۵۷۰
۳۸۹	مولانا عالم دہلوی -		۴۹۲	۴۰۵	سید عبدالواحد ابن سید		
۳۹۰	مولانا عبدالسد ابن مولانا				ابراہیم - - -		۵۸۶
	شمس الدین انصاری لاہوری	احمد آباد	۴۹۵	۴۰۶	شیخ عبدالحق حقی دہلوی		۵۹۸
۳۹۱	مولانا عبدالرحمن -	لاہور	۴۹۵	۴۰۷	خواجہ علی مسیحی ابن حسین		
۳۹۲	مولانا عبدالسلام -	لاہور	۴۹۶		رومی - - -		۶۰۳
۳۹۳	میاں علی شیر سہندی -		۴۹۹				
۳۹۴	شیخ عبدالاحد سہندی		۵۰۰	۴۰۸	مولانا غیاث الدین احمد		
۳۹۵	شیخ علاء الدین سارنی				ابن مولانا محمد مکتب دار		۲۱۵

صفحہ	مدفن	صاحب ذکر کا نام	نمبر شمار	صفحہ	مدفن	صاحب ذکر کا نام	نمبر شمار
		شیخ فخر الدین ابن شیخ	۲۲۳	۲۱۵	•	شیخ غیاث الدین انگور	۲۰۹
۲۸۱	آگرہ	داؤد				مولانا غوثی حسن مصنف	۲۱۰
		شیخ فضل اللہ ابن	۲۲۲	۶۱۱		گلزار	
۳۰۸	مانڈو	شیخ حسین چشتی ملتانی					
۲۲۳	•	شیخ فتح السراج گدھی	۲۲۵	۲۵	لاہور	شیخ فخر الدین حسین زبجانی	۲۱۱
۲۳۵ ۲۲۵	•	شیخ فتح السد بڑوچی	۲۲۶	۳۸	•	شیخ فخر الدین احمد اجیری	۲۱۲
۵۶۱	•	شیخ فیض اللہ ناروولی	۲۲۷	۲۵	میرٹھ	شیخ فخر الدین زاہدی	۲۱۳
		شیخ فرید ابن شیخ	۲۲۸			شیخ فرید الدین گنجشکر ابن	۲۱۴
۶۰۳	•	عبدالحمکیم		۲۸	پٹن	سلیمان	
						انجمن فرزانگان و خلفاء	۲۱۵
						شیخ فرید الدین گنجشکر	
						شمار خلفاء گنجشکری	
۳۹	دہلی	موسی	۲۲۹	۲۹	•	شیخ فخر الدین ثانی ابن	۲۱۶
		کاکلی اوشی ابن شیخ کمال اللہ		۵۲	•	شیخ شہاب الدین حق گو	
		انجمن فرزانگان و خلفاء	۲۳۰	۵۷	•	مولانا فصیح الدین	۲۱۷
۲۲	•	خواجه قطب الدین بختیار		۸۵	•	مولانا فخر الدین مروزی	۲۱۸
		شیخ قطب الدین منور	۲۳۱	۹۰	•	مولانا فخر الدین زراوی	۲۱۹
۹۶	شہر ٹنسی	ابن شیخ برہان الدین		۱۰۹	•	مولانا فتح اللہ	۲۲۰
۱۷۲	•	مولانا قاسم	۲۳۲	۱۵۷	•	شیخ فخر الدین گنج اسرار	۲۲۱
		مولانا قاضی خان ابن	۲۳۳			جونپوری	
۲۶۲	•	یوسف ناصحی		۱۹۱	جونپور	•	
۲۷۵	•	قاضی قاضی سمنہری	۲۳۴			شیخ فضل اللہ	۲۲۲
		قاضی قطب مجذوب	۲۳۵	۲۲۰	رہتک	•	
						بجراتی	

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۲۳۶	ابن قاضی کدن -	.	۳۰۳	۲۵۲	شیخ کمال محمد عباسی	اجین	۲۶۴
۲۳۷	قاضی قطب مجرد -	صوبہ	۳۰۴	۲۵۳	شیخ کبیر برہنہ مالوی دیپال دولت آباد		
۲۳۸	شیخ قطب جہان ذاکر نورانی	.	۳۱۰	۲۵۴	شیخ کلیم الدین موسیٰ گجراتی احمد آباد		۵۰۵
۲۳۹	شیخ قاسم -	.	۳۹۰	۲۵۵	شیخ گدائی پانی پتی -	.	۵۴۱
<b>ک</b>							
۲۴۰	خواجہ کریم الدین سمرقندی	.	۸۸	۲۵۶	شیخ کمال الدین کمال		
۲۴۱	شیخ کمال الدین یعقوب			۲۵۷	مالوہ -	دہلی	۵۸۱
۲۴۲	نہروال -	نہروال	۹۱	۲۵۸	شیخ کاجا السداد نام	.	۶۰۴
۲۴۳	مولانا کمال الدین زاہد	.	۹۹	<b>ل</b>			
۲۴۴	شیخ کالو -	کرہ	۱۰۶	۲۵۸	مولانا لطف اللہ خٹکانی		
۲۴۵	شیخ کمال الدین حسین ابن			۲۵۹	مرید خواجہ علیہ اللہ احرار	.	۱۴۴
۲۴۶	خالد اجیری ناگوری -	.	۱۹۳	۲۶۰	مولانا لطیف اللہ مرید مولانا		
۲۴۷	شیخ کبیر -	.	۲۱۹	۲۶۱	خواجگی کاشانی -	.	۲۶۳
۲۴۸	شیخ کمال الدین قریشی	.	۲۵۴	۲۶۰	شیخ شکر محمد عارف ابن		
۲۴۹	شیخ کمال الدین ابن سلیمان	مانڈو	۳۰۷	۲۶۱	ملک راجن -	برہان پور	۳۶۱
۲۵۰	شیخ کتین لاکہ -	.	۳۷۹	۲۶۱	شیخ لاہوری سندھی	برہان پور	۴۴۳
۲۵۱	شیخ کرم اللہ مرید سید			<b>م</b>			
۲۵۲	جمن جتی -	مانڈو	۴۳۶	۲۶۲	خواجہ معین الدین حسن		۷
۲۵۳	شیخ کرم اللہ ملتان	.	۵۴۱	۲۶۳	حصینی سنجرى اجیری -	اجیر	۲۷
۲۵۴	شیخ کمال ابن شیخ			۲۶۳	انجمن فرزند ان و خلفاء		
۲۵۵	ابراہیم -	پاپان قلعہ کبیر	۴۵۰	۲۶۴	خواجہ معین الدین حسن	.	۳۱۹۲۹
				۲۶۴	شیخ محمد الدین سنجرى -	.	۳۸

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۲۶۵	شیخ محمود نبروالہ -	نبروالہ گجرات	۲۴	۲۸۴	مولانا محمد قاضی	.	۱۷۶
۲۶۶	حاجی محمد الدین جاگری	.	.	۲۸۵	مولانا محمد رومی	.	۱۹۱
۲۶۷	دہلوی - - -	.	۲۴۷	۲۸۶	درویش منصور سبزواری	.	۱۹۱
۲۶۸	شیخ محمد ترک نارفولی -	نارفولی	۶۳	۲۸۷	مولانا محمد تابا دکانی	.	۲۰۶
۲۶۹	مولانا سعید الدین عمرانی	.	۶۸	۲۸۸	مولانا محمد حرانی	.	۲۰۸
۲۷۰	سید معروف شہید -	سندھ پور	۶۹	۲۸۹	خواجہ مرتضی تائبادی	.	۲۱۰
۲۷۱	سید مولہ عرب زاد دہلی	.	۷۰	۲۹۰	مولانا سعید الدین واعظ	.	۲۱۱
۲۷۲	شاہ مار لقب بیدیع الدین اکمن پور	.	۷۲	۲۹۱	مولانا محمود کما نگر ابن کتب دار	.	۲۱۶
۲۷۳	انجمن خلفائے شاہ مدار	.	۷۴	۲۹۲	شیخ میر جان	.	۲۱۸
۲۷۴	شیخ مبارک گوپاموسی -	.	۷۵	۲۹۳	شاہ میا بنجو چشتی ابن	.	۲۱۹
۲۷۵	خواجہ سید الدین کرنی -	.	۸۶	۲۹۴	شیخ نجم الدین	مانڈو	۲۱۹
۲۷۶	خواجہ سید الدین ثانی -	دہلی	۸۸	۲۹۵	شیخ محمد ابن خواجہ	.	۲۱۹
۲۷۷	مولانا سفیث الدین دہلی	انجمن	۱۰۲	۲۹۶	تاج الدین محمد	احمد آباد	۲۳۳
۲۷۸	شیخ محمد نبروالہ معروف	.	۱۱۱	۲۹۷	شیخ محمد سودو دلاری	پانی پت	۲۳۳
۲۷۹	شیخ حاجی -	نبروالہ	۱۱۴	۲۹۸	سید معظم -	کاپی	۲۳۵
۲۸۰	سید سعید الدین ایربی	.	۱۱۹	۲۹۹	شیخ مبارک بالادست	جنجھانہ	۲۳۶
۲۸۱	خواجہ سید بیہتہ -	.	۱۲۵	۳۰۰	قاضی محمود ابن چایلدہ	تصنیف بریلو	۲۳۶
۲۸۲	شیخ محمد ابن شیخ ابراہیم	.	۱۲۸	۳۰۱	مولانا محمد مجاہد	منشا قافلہ	۲۳۶
۲۸۳	ملتان - - -	.	۱۲۸	۳۰۰	شاہ منصور	دہلی	۲۶۰
۲۸۴	سید محمود ابن سید سما خور	مانڈو	۱۳۰	۳۰۱	شیخ محمد عینی	بران پور	۲۶۳
۲۸۵	شیخ محمد ابن عیسی -	.	۱۳۸	۳۰۱	شیخ محمد عینی	احمد آباد	۲۶۴

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۵۰۲	قاضی نیا ابن یوسف	.	۲۵۳	مبارک	.	۲۵۳	
۵۰۳	مبارک خان ہروی	مہو بہر کار	۲۶۶	شیخ منور ابن شیخ نور اللہ	آگرہ	۲۵۶	
۵۰۴	شیخ محمود چشتی رنت بنوری کجھاون	کاپی	۲۶۹	قاضی محمود سوہنی	.	۲۶۹	
۵۰۵	انجمن اصحاب سلسلہ شطاری	.	۲۸۶	شیخ محمد حیات	.	۲۶۱	
۵۰۶	شیخ محمد غوث گوالیاری	گوالیار	۲۹۰	شاہ منجم ابن عبداللہ	قصبہ شٹ	۲۶۱	
۵۰۷	شیخ مبارک سندھی	برہانپور	۳۱۵	مولانا کاسہ کرانی	.	۲۶۷	
۵۰۸	سید مرشد الدین ولد	آگرہ	۳۱۷	مولانا خرد دیوانہ	بلخ	۲۶۵	
۵۰۹	میر رفیع الدین	.	۳۲۱	شیخ محسن کمانہ	کمانہ	۲۶۹	
۵۱۰	میرزا شاہ	.	۳۲۱	شیخ محبت	سازنگ پور	۲۸۱	
۵۱۱	شیخ محمد ابن طاہر نروال	نروال	۳۳۲	شیخ معروف ابن قاضی	.	۲۸۶	
۵۱۲	شیخ محمد ابن شیخ عبداللہ	آگرہ	۳۳۰	سعد اللہ	خاک شہر	۲۸۶	
۵۱۳	شیخ محمد ابن ابی اللطف	قدس خلیل	۳۳۶	شیخ مبارک مجذوب	آگرہ	۳۹۷	
۵۱۴	شیخ معروف و شیخ عثمان	صیت پور	۳۳۱	ملک محمود بیارہ	احمد آباد	۳۹۷	
۵۱۵	شیخ محمد رفیقہ	سرحدستان	۳۴۰	سید مصطفیٰ محبوب اللہ	احمد آباد	۳۹۶	
۵۱۶	سیان سیانجی ابن داؤد	.	۳۴۰	شیخ محمد نابلسی	مصر	۳۹۶	
۵۱۷	خال مصنف گلزار	.	۳۴۱	شیخ محمود نیجارہ	.	۴۰۰	
۵۱۸	شیخ مہوسی باشندہ اجین	.	۳۴۲	ملک شیر خلوتی	بودور	۴۱۱	
۵۱۹	راہبہ سید مصطفیٰ ابن سید	.	۳۴۲	شیخ محمد ابن شیخ ابوالحسن	.	۴۱۵	
				شیخ محمود ابن عبداللہ	برہان پور	۴۳۳	
				شیخ ماکو	برہان پور	۴۵۸	
				شیخ مبارک صدیقی	.	۴۵۸	
				شطاری	مانڈو	۴۶۲	



صفحہ	مدفن	صاحب ذکر کا نام	نمبر شمار	صفحہ	مدفن	صاحب ذکر کا نام	نمبر شمار
		انجمن خلفائے سلطان	۵۵۱			شیخ مرتضیٰ ابن سید	۵۲۷
۸۴	.	نظام الاولیا		۴۶۶	برہان پور	محمی الدین	
		شیخ نظام الدین ابوالموید	۵۵۲	۴۷۲	لاہور	شیخ منور ابن عبد الجید	۵۲۸
۹۵	.	نیرۃ شمس العارفین				مولانا خواجہ محمد باقی ابن	۵۲۹
۹۷	حوض شمش	شیخ نجیب الدین فردوسی	۵۵۳	۴۷۷	دہلی	قاضی عبد السلام	
۶۰۱	دہلی	شیخ نظام الدین شیرازی	۵۵۴		قصبہ تعلیمہ	شیخ محمود ابن سید ملک	۵۳۰
۱۰۴	پنڈوہ	شیخ نور قطب عالم	۵۵۵	۴۸۴	قریب ماٹوہ		
		شیخ نصیر الدین محمود دہلی	۵۵۶	۴۸۶	احمد آباد گڑھا	شیخ محمد حمی برہنہ سر	۵۳۱
۱۱۵	.	جراغ دہلی		۴۹۱	.	مولانا مسعود بیگ	۵۳۲
		سید نور الدین مبارک	۵۵۷			شیخ محمد ابن شیخ عارف	۵۳۳
۱۱۸	.	ابن سید محمد کرمانی		۵۸۲	.	چشتی	
۱۴۲	.	مولانا نظام الدین خاموش	۵۵۸	۵۹۷	.	شیخ محمد ابن فضل اللہ	۵۳۴
۱۵۰	.	مولانا نظام الدین نروال	۵۵۹	۶۰۰	.	مولانا محمد رضا شکیبی تخلص	۵۳۵
	قصبہ تعلیمہ	شاد نجم الدین منڈوی ابن	۵۶۰	۶۲۴	.	میرزا خان خانمان	۵۳۶
۱۵۳	قریب ماٹوہ	سید نظام الدین					
		خواجہ ناصر الدین عبید اللہ	۵۶۱	۳۸	.	شیخ نظام ناگوری	۵۳۷
۱۶۶	.	عرفت خواجہ احرار		۶۷	.	شیخ نور الدین دہلوی	۵۳۸
۱۶۱	.	انجمن ضحای احرار				شیخ نور الدین ملک یار	۵۳۹
۱۷۰	.	مولانا نور الدین تاشقندی	۵۶۲	۸۰	دہلی	پران	
۱۷۸	.	مولانا ناصر الدین اتراری	۵۶۳			سلطان نظام الدین اولیا	۵۵۰
		مولانا نور الدین عبدالرحمن	۵۶۴			ابن احمد ابن علی بخاری	
۱۷۹	.	جامی		۸۲	دہلی	برایونی	

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۵۶۵	شیخ نور الدین احمد				ابراہیم	برہان پور	۲۵۱
۵۶۶	شہوی		۱۹۵	۵۸۱	شیخ نصیر خان ابن قریش		
۵۶۷	شاہ نعمان		۱۹۶		خان		۲۶۴
۵۶۸	شاہ نعمت اللہ چشتی		۱۹۷	۵۸۲	شیخ نور محمد خلیل جانی پوری	احمد آباد	۲۹۰
۵۶۹	مولانا نظام الدین حسین			۵۸۳	شیخ نور الدین و شیخ		
	ابن مولانا علاء الدین				شمس الدین		۲۹۸
	مکتب دار		۲۱۲	۵۸۴	شیخ نصیر جمال	نوساری	۵۰۵
۵۶۹	مولانا نور اللہ ابن مولانا			۵۸۵	شیخ نعمت اللہ شیخ پوری		۵۶۲
	حسین واعظ		۲۱۷	۵۸۶	شیخ نظام انبیسٹی	انبیسٹ	۵۷۷
۵۷۰	شیخ نصیر الدین تمیمی			۵۸۷	شیخ نظام تانیسری		۵۸۰
	انصاری		۲۲۱				
۵۷۱	شیخ نصیر الدین ہندوئی		۲۲۲	۵۸۸	شیخ وجیہ الدین بھٹی دہلی	دہلی	۲۵
۵۷۲	سید نظام متوطن ٹانڈہ		۲۵۱	۵۸۹	مولانا وجیہ الدین پاملی	دہلی	۸۷
۵۷۳	مولانا صرقتی		۳۱۲	۵۹۰	شیخ وجیہ الدین یوسف		
۵۷۴	شیخ نجم الحق جاہلہ		۳۲۶		چندیری	چندیری	۱۰۱
۵۷۵	شیخ ناہر بیابانی		۳۲۳	۵۹۱	مولانا ولی میان کاپی		۲۷۲
۵۷۶	شیخ نظام نارنولی		۳۹۰	۵۹۲	شیخ و بیان سندھی	برہان پور	۳۰۷
۵۷۷	مخدوم نوح مالاکندی		۳۹۵	۵۹۳	شیخ ولی محمد	برہان پور	۳۲۵
۵۷۸	شیخ نظام مجذوب		۳۹۵	۵۹۴	شیخ دو دوالہ شطاری		
۵۷۹	شیخ نور الدین ضیاء اللہ				ابن شیخ معروف		۳۸۵
	ابن غوث الاولیا		لاہور	۵۹۵	میان وجیہ سندھی		۳۸۶
۵۸۰	شیخ نظام مرید سید			۵۹۶	شیخ وجیہ الدین احمد علوی	احمد آباد	۳۰۵

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ	نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۵۹۷	شیخ ولی ابن ملک شاہ	چترتھالی	۲۳۵	۶۰۴	شیخ یحییٰ ابن شیخ اسرئیل	منیر	۷۸
۵۹۸	شیخ ولی محمد ابن قاضی زبیر	برہان پور		۶۰۵	خواجہ یعقوب ابن خواجہ		
		خاندین	۲۵۸		ابن خواجگی	نرفالہ	۱۲۱
		۵		۶۰۶	شیخ یوسف بدما ایرجی	ایرج	۱۴۱
۵۹۹	سید پتہ الدرف			۶۰۷	مولانا یونس لاکہ		۲۶۴
	شاہ میر	احمد آباد	۲۳۰	۶۰۸	شیخ یوسف بنگالی	برہان پور	۲۵۸
۶۰۰	شیخ ہانسا بخاری	احمد آباد	۲۱۹	۶۰۹	شیخ یوسف قادری		۳۷۰
۶۰۱	سید ہبیبہ اللہ مرید خواجہ			۶۱۰	شیخ یوسف ابن شیخ		
	حسن	چولی میسر	۲۳۴		عبداللہ	آگرہ	۳۷۳
۶۰۲	شیخ ہمایون مجرب		۵۶۹	۶۱۱	شیخ یوسف تنگ ابن شیخ		
		۵			داؤد ملتانی	آگرہ	۴۱۴
۶۰۳	شاہ یوسف ملتانی		۲۳۳	۶۱۲	شیخ یحییٰ کبیر بختیار		۵۰۲



مصنف کے مختصر حالات اصل کتاب موسوم بہ گلزار ابرار کے مصنف کا نام مولوی محمد غوثی ابن حسن  
ابن موسیٰ شطاری ہے مصنف نے کتاب کے آخرین حصہ میں جہان پر اپنے والد ماجد شیخ حسن کا بیان  
لکھا ہے۔ وہیں بلکہ اسی ضمن میں اپنے حالات اور واقعات بھی۔ بالتفصیل تحریر فرمائے ہیں۔ مگر اجمالاً بیان  
اس طرح پر ہے۔ کہ مولانا ہجری سنہ نو سو باسٹھ میں قصبہ مانڈو کے اندر پیدا ہوئے تھے۔ مانڈو کو زمانہ قدیم میں منڈو  
کہتے اور لکھتے تھے۔ یہیں پرورش پائی۔ اور یہیں بود و باش بھی رکھی تحصیل علوم میں شیخ وجیہ الدین محمد  
علوی احمد آبادی کے شاگرد تھے۔ اور طریقت میں سلسلہ بیعت غوث الاولیا۔ شیخ محمد غوث گوالیاری قدس سرہ  
تاک پہنچتا ہے۔ اکبری سلطنت کا خاتمہ۔ اور جہانگیری عہد کا آغاز۔ آپ کے ہی زمانہ میں ہوا ہے چونکہ  
یہ زمانہ۔ علم۔ فضل۔ معرفت۔ ثروت۔ اور اعزاز و وقار کے اعتبار سے اہل اسلام کے حق میں گویا  
خورشید نصف النہارت تھا۔ اس واسطے فقرا۔ صلحا۔ اولیا۔ علما۔ فضلا۔ اور امرا وغیرہ وغیرہ بڑے  
اچھے اچھے لوگ اس بے نظیر قدر شناس زمانہ میں رونق بخش بزم حیات تھے مصنف کا علمی تیج معمولی  
اور صرف عقلی و نقلی علوم میں منحصر نہ تھا۔ بلکہ عرفانی و وجدانی کمالات بھی حاصل تھے۔ اگر کوئی اندازہ شناس  
طبیعت مصنف کا زور قلم اور عرفانی و وجدانی معلومات کا صحیح اندازہ دریافت کرنا چاہے۔ تو اس کو  
اصل کتاب گلزار کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کیونکہ صنّاع کی دستگاہ کا صحیح اندازہ۔ خود صنعت سے ہی ہو سکتا  
ہے۔ تاہم اس کی کچھ جہلاک۔ ناظرین ترجمہ گلزار سے بھی دیکھ سکیں گے۔

مصنف کے مسکن مانڈو کسی زمانہ میں مانڈو ایک عجیب پر نفا شاہی اور اولیا اللہ کا شہر رہ چکا ہے۔ یہ کے مخقر حالات۔

بستی ملک مالوہ میں شہر دہار سے بارہ کوس کے فاصلہ پر جنوبی سمت میں واقع ہے زمانہ قدیم۔ اسی بستی کے قلعہ میں ایک مدت دراز تک سلاطین خلجی اور غوری کا پایہ تخت رہا تھا کہتے ہیں۔ آب بے شمار بڑی بڑی عالیشان عمارتیں۔ اس اجڑی ہوئی بستی میں دیران پڑی ہوئی بہائین بہائین کر رہی ہیں۔ اور زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہیں۔ بیت

از نقش و نگار و دیوار شکستہ  
آثار پدیدست صنایع عجیب را

تمام بستی میں اب چند مفلس بے سر و سامان آدمی آباد ہیں۔ انوس۔ وہ ذی ثروت اصحاب کمان گئے جنہوں نے یہ محلات اپنے اور اپنی جانشین اولاد کے آباد رہنے۔ اور عیش و آرام پانے کے واسطے بے شمار روپیہ لگا کر تعمیر کرائے تھے۔ اب نہ وہ لوگ ہیں۔ نہ ان کی اولاد ہے۔ اور نہ کوئی اور نام لیا ہے واہ عجیب خداوند جل شانہ کی شان بے نیازی ہے۔ کیسی آباد اور سبز بستی۔ کس تباہ حالت میں جا چکی

کتاب کے مخقر حالات اس کتاب کا اصلی نسخہ فارسی زبان میں ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار چودہ اور ایک ہزار پانچ

کے درمیان میں یہ کتاب تصنیف ہوئی تھی۔ اُس وقت میں جہانگیری سلطنت کا دور دورہ تھا۔ اسی مرحوم شاہنشاہ کے نامی نام پر کتاب معنون بھی کی گئی ہے اولیا اللہ کے حالات میں یہ عجیب و غریب کتاب ہے۔ اولیا اللہ کے تذکرے اور وہی موجود زمانہ ہیں۔ مگر یہ کتاب یہی کتاب ہے۔ اس کے اندر ضمن حالات۔ جا بجا تقریب تقریب اور موقع موقع سے تصوف کے نکات بلکہ وحدۃ وجود کے اقوال بھی بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف نے حمد و نعت کے بعد۔ الہی اسما کی جنگ کی داستان عجیب

دل چسپی کے ساتھ لکھی ہے۔ اس میں شک بنین۔ اللہ تعالیٰ عز اسمہ کی مقدس ذات۔ قدیم ہے۔ نہ اُس کی ابتداء ہے۔ نہ انتہا ہے۔ ہمیشہ سے تھی۔ اور ہمیشہ ہمیشہ (ابدالاً بابد) تک رہے گی۔ اور جس طرح اُس کی ذات قدیم ہے۔ اُسی طرح اُس کی صفات بھی قدیم ہیں۔ اس بنیاد پر مصنف نے ثابت کیا ہے۔ کہ زمین۔ آسمان۔ شمس۔ قمر۔ نیز دیگر کواکب۔ حیوانات۔ نباتات۔ جمادات۔ غرض کہ تمام عالم کا طور جو کچھ بھی ہوا ہے۔ باقضا

کمالات اسمائی ہوا ہے۔ اور اس داستان میں ظاہر۔ باطن۔ قابض۔ باسط۔ اول۔ آخر۔ ضار نافع۔ حیم کریم۔ عدل وغیرہ وغیرہ اسما کے افعال نہایت خوش نشان میں بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب سن اولہ الی آخرہ انوکھے استعارات اور اچوتی تشبیہات سے مالا مال ہے۔ سچ ہے۔ بیت

خوشتر آن باشد کہ سردلبدن | آگفته آید در حدیث دیگران

یہ کہنا غالباً ناموزون نہیں ہے۔ کہ اس کتاب کی جان یا روح جو کچھ ہیں۔ یہ استعارات اور تشبیہات ہی ہیں۔ ایک تو اولیاء اللہ کے حالات۔ دوسرے ان حالات کے اداکار رنگ۔ بالکل زمانہ سے نرالا جس نے اصلی کتاب کا حسن دوبالا کر دیا ہے۔ آج کل کا تو کیا ذکر ہے۔ غالباً اپنے زمانہ تصنیف میں ہی یہ کتاب اپنی آپ ہی نظیر ہوگی۔ اس کتاب میں ہجری ساتویں صدی کے آغاز سے لیکر سنہ ایک ہزار بائیس تک چار سو بائیس برس کے اولیاء اللہ کے حالات۔ جہاں تک ہی مصنف کو بہم پہنچے ہیں۔ چارچہن اور ایک ضمیمہ (خاتمہ) میں طبع کئے ہیں۔ ہر ایک صدی کے حالات جداگانہ چہن میں اور بائیس برس کے حالات کچھ تو چوتھے چہن میں شامل کئے ہیں۔ اور کچھ ضمیمہ میں۔ انہیں میں وہ بزرگ ہی ہیں۔ جن کے مبارک وجود سے بزمانہ تصنیف بزم حیات میں زیب و زینت تھی۔

ترجمہ کا خیال پیدا ہونے کی بنیاد۔۔۔۔۔ یہ کتاب اب تک طبع نہیں ہوئی۔ بلکہ روز تصنیف سے آج تک سوائے معدودے چند قلمی نسخوں کے۔ نقل کے ذریعہ سے ہی اس کی اشاعت کا ہونا پایا نہیں جاتا ہے۔ اور بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ ایسی بے نظیر کتاب، اس طرح کنج گناہی میں پڑی رہے اتفاق وقت سے اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ تقریباً دو سو برس کا لکھا ہوا۔ مکرمی و محترمی مجمع خوبی ہائے بیکران خان ذی شان جناب منشی محمد الہ یار خان صاحب کو دستیاب ہوا۔ منشی الہ یار خان صاحب۔ اور منشی خدا یار خان صاحب دونوں حقیقی بہائی۔ شہر اُجین کے دولت مند امرا میں سے ہیں۔ صاحب اخلاق۔ صاحب ہروت۔ عالی درجات۔ ستودہ صفات۔ سراپا نیک۔ اور نیک سیرت ہیں۔ ان دونوں بھائیوں کو اگر نیرین برج سعادت کما جاوے۔ تو ناموزون نہیں ہے۔ اور شہر اُجین وہی پرانی اُجین نگری ہے۔ جو زمانہ قدیم میں راجہ راجگان بکرماجیت کا پایہ تخت رہ چکی ہے۔ غرض کہ جب اس کتاب کا قلمی نسخہ۔ منشی الہ یار خان صاحب کو دستیاب ہوا۔ تو صاحب مدوح نے ازراہ دریا دلی و عام فیض رسانی چاہا۔ کہ یہ کتاب طبع کر اگر عام طور پر شائع کی جاوے۔ لیکن چونکہ اس کی دقیق عبارت۔ زمانہ قدیم کے رنگ میں بلاغت اور فصاحت کے حسن سے سرشار ہے۔ اور زمانہ حال کی جدت پسند طبیعتیں اس رنگ سے مانوس نہیں۔

اس واسطے ارباب مطالع کے انکار پر یہ خیال میں آیا۔ کہ چونکہ عام طور پر سب لوگ اصل کتاب سے  
حفاظت نہیں اٹھا سکتے ہیں۔ لہذا اس کا اردو ترجمہ ہو کر شایع کیا جاوے۔ اس بنیاد پر خان صاحب  
مدوح نے ازراہ حسن۔ ظن۔ ترجمہ کے واسطے یہ کتاب حوالہ فقیر مترجم کی۔

ترجمہ کے آغاز اور انجام کا بیان [ یہ بہتم بالشان کام مجہد بیچ مدان کی طاقت سے بہت زیادہ تھا۔ اس واسطے  
باوجود یکہ سات آٹھ برس تک اصل نسخہ میرے پاس رہا۔ مگر میں کچھ کام نہ کر سکا۔ اور اس عرصہ میں اظہار  
عجز و معذرت چند بار میں نے معافی ہی چاہی۔ مگر وہ مقبول نہیں ہوئی۔ بلکہ بجائے اس کے  
خان والا شان کا اصرار شروع ہوا۔ مجبور ہو کر اس کام پر دل نہاد ہونا پڑا۔ اللہ تعالیٰ صل شانہ کو یہ کام  
مجہد ناچیز سے لینا تھا۔ اور کچھ ان بزرگوں کا تصرف تھا۔ جن کے حالات زینت بخش کتاب ہیں۔  
کہ اس کام پر میری ہمت ہوئی اور زمانہ کی طرف سے بھی موقع فرصت کافی طور پر ملا۔ لہذا حق سبحانہ کا  
نام لیکر میں نے ہجری سنہ تیرہ سو چھپیس میں ترجمہ کا کام شروع کیا۔ اور اسی سال میں محض عنایت  
الہی سے ختم ہی کر دیا۔

ترجمہ کے متعلق حق سبحانہ [ یہ بھی حق سبحانہ کی عنایت اور اولیاء اللہ کے روحی تصرف کا فیضان تھا۔ کہ دوران  
کی عنایت اور اولیاء اللہ کے ترجمہ میں فقیر کو جو مشکلات اور دشواریاں پیش آئیں۔ وہ وقتاً فوقتاً ادنیٰ توجہ سے  
روحی فیضان کا بیان - حل ہوتی گئیں۔ نیز خان والا شان کے دل میں اولاً ترجمہ کرانے۔ اور اس کے  
بعد بھرت زہ کثیر چھپوانے کا خیال پیدا ہوا۔ اور بالآخر چھپوا ہی دیا۔ اور یہ بھی کچھ اللہ جل شانہ کی عنایت  
اور فیضان مذکور کی برکت ہے۔ کہ اصل کتاب کا نام گلزار ابرار ہے۔ اس ردیف کو ساتھ لئے ہوئے  
ترجمہ کا تاریخی نام۔ مناسب مضمون کتاب اور بے نظیر اوکار ابرار برآمد ہوا جس کو عزیز قاضی عزیز الدین  
رخشان جیوری سلمہ نے تجویز فرمایا ہے۔ بارے اللہ تعالیٰ صل شانہ کا بے انتہا شکر ہے۔ کہ یہ کام ہو گیا۔ اور  
خوش اسلوبی کے ساتھ ہو گیا۔

حق سبحانہ کی عنایت کا شکر [ یادگار دن میں بہترین یادگار تصنیف اور تالیف ہے۔ اور تصنیف و تالیف میں ہی  
اور مستحکم کی دعا۔ وہ حصہ جس کا موضوع حمد یا نعت یا اولیاء اللہ کے مقدس اور بابرکت حالات  
ہوں۔ میں اپنے حقیقی منعم حق سبحانہ کا شکر یہ کیوں کر ادا کروں۔ کہ اس نے مجہد ناچیز کے ہاتھ سے ایسی  
لے ضلع بلند شہر قسمت میرٹھ میں جیور نامی ایک قصبہ ہے۔ قاضی عزیز الدین رخشان اور مترجم اسی قصبہ کے باشندے ہیں

مقدس کتاب کے ترجمہ کی خدمت کی۔ اور محض اپنی عنایت سے پورا ہی کرادیا۔ اب بکمال ادب  
 اُس کے حضور میں اس عاجز کی دست بستہ یہ دعا ہے۔ کہ جس طرح ترجمہ کے کام میں اُس نے بلا استحقاق  
 مجھ کو ادا ددی ہے اسی طرح محض اپنے فضل۔ احسان سے اس ہدیہ محقر کو مقبول عام ہی فرما دے۔ نیز  
 ناظرین کو اس کے فیض و فائدہ کا کامل حصہ عطا کرے۔ نیز اس خدمت کے صلہ میں زمین۔ بلکہ محض اپنے  
 انعام و اکرام سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء کرام کے لصدق میں اس رو سیاہ  
 خاکسار مترجم کے گناہوں کو معاف فرما دے۔ اور جناب دالاکان صاحب کو جو خالصتاً مخلصاً  
 توجہ اللہ ترجمہ اور اشاعت ترجمہ کا باعث ہوئے ہیں۔ اُن کی خلوص نیت کے صلہ میں دینی اور دنیاوی  
 مرادوں میں کامیاب کرے۔ آمین۔ **وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝**

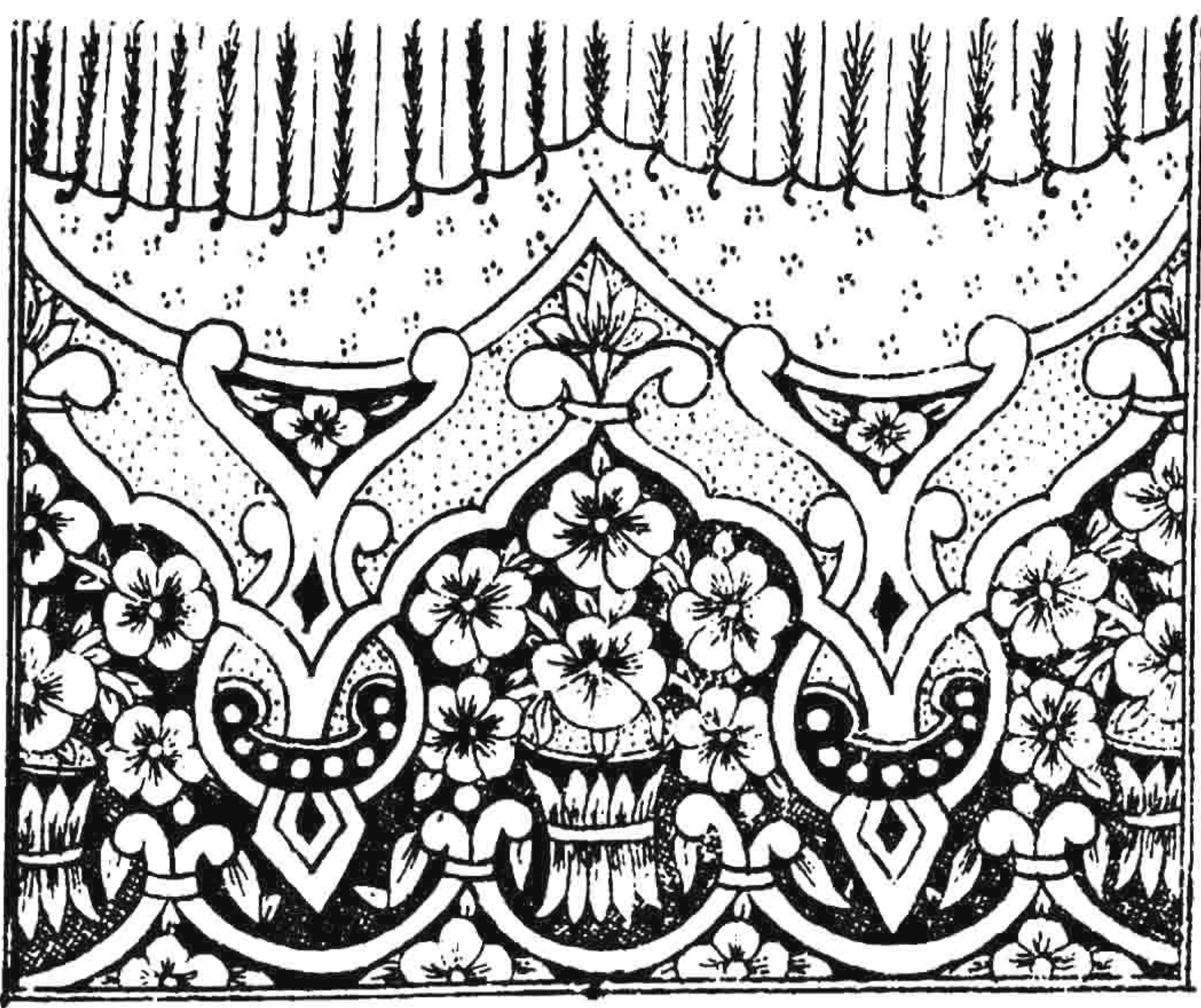
ذرہ ناچینہ

فضل احمد عفاعنہ

مترجم







# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

این شاہی من شان الہی دارد  
 کین نامہ بے زلف نگاہی دارد

این خطبہ من سکہ شاہی دارد  
 کارے نہ کشا پذیر ہوئی نگہ سان

وَ اِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا لَيْسَ بِحَسْبِهَا كَيْفَ تَبِيحُ خَانَهُ مِنْ تَامِ كَانَاتٍ اَوْ مَوْجُودَاتٍ  
 کے افراد پر وہ علم (عدم) سے بزم عین (وجود) میں آکر سخن سرائی کر رہے ہیں۔ بعض سان حال سے  
 اور بعض زبان قال سے۔ تاکہ ہر ایک فرد جس حرف کو بے زیادہ عالی مرتبہ سمجھے۔ اُس کو اپنے لیے  
 تجویز کر کے خداوند متعال اور آفریدگار بہیماں کی ستائش اور شکر گزاری کے لائق قرار دے۔ اگرچہ ایسے  
 حرف کے آفریدگار عالم کی حمد کا کمال تو ظاہر ہوتا نہیں ہے۔ اور نہ آواز کو اَلْاِحْصٰی تَنَاءً عَلَیْكَ کے  
 سوا کوئی اور بات گوشِ امامِ نبوت میں پہنچتی ہے۔ لیکن باہینہ جس حرف کی آواز میں دستِ کا آہنگ ہوتا ہے  
 وہ درجہ قبولیت پاتی ہے۔ اہمیزا اُس کو وحدت کے باصفا اور عالی شان محل میں الہی توازش کا شرف  
 حاصل ہوتا ہے۔ اور جو قول صدق و صفا کے نغمے سے معرا ہوتا ہے۔ وہ ہمیں حالتِ پستی میں رہ جاتا

۱۵۔ جتنی چیزیں ہیں۔ سب اوس کی حمد و ثنا کے ساتھ اوس کی تسبیح و تقدیس کر رہی ہیں ۱۲

۱۵۔ اسے پروردگار عالم جو فائز ہے واسطے سزاوار ہے کہ وہ اس کا میں احاطہ نہیں کر سکتا ہوں۔ ۱۲

اور اُس کو رحمانی سرود خانہ میں قاقون طرقت پر جگہ نہیں ملتی۔

جس طرح حمد الہی کے تسبیح خانہ میں تسبیح و تقدیس کا دور جاری ہے۔ اسی طرح **اِنَّ اللّٰهَ وَطَاعَتُكَ**  
**يُصَلُّونَ عَلٰى النَّبِيِّ** کی خاتقہ میں مواید ثلاثہ - آباے ثنہ - اور امہات اربعہ غرض سب نے

خط فرمان برداری پر سر رکھ چوڑا ہے۔ بعض لفاظ کے ذریعے سے۔ اور بعض معنی مثل پرکار درود خوانی کے

چکر میں ہیں۔ تاکہ ہر ایک۔ اس درود خوانی کے پر وہ میں۔ اپنی دعا اور ستائش کا اظہار کر کے سرمایہ درود کو بانی

شریعت و طرقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگشتری کا نگینہ اور حلقہ کر کے مانے گو نگینہ ہو یا حلقہ ہو۔

کوئی ہی ایسی قابلیت نہیں رکھتا ہے۔ کہ انگشت نبوت اور دست رسالت کے واسطے موزون

ہو۔ تاہم جو حلقہ اخلاص کے نگینہ سے مرصع ہوتا ہے۔ وہ ضرور انگشت قبول میں جگہ پاتا ہے اور جس

حلقہ میں غرض کے میل کا میل ہوتا ہے۔ وہ پینک دیا جاتا ہے۔ اور نیز آہنی کروون کی طرح۔ نام مقبول

در مازون پر آویزان کرو یا جاتا ہے۔

**عَلِيٍّ نِّزَاقِيَّاسِ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاٰخِلَافِ الْيُسْرِ وَالنَّهَارِ**

کے ہنگامہ میں انواع و اقسام کے کوئی و مکانی مظاہر اور جواہر۔ کمالات اسمائی کے فرمان سے وجود میں

آئے ہیں۔ جن میں سے بعض نے طریق ہدایت قبول کیا ہے اور بعض غار مگر اہی میں اوندھے منہ جا پڑے

ہیں۔ مگر کیا باعتبار ترکیب۔ اور کیا باعتبار بساطت سب سے ہستی کی دورنگی قبا اولٹی زیب بدن کر رہی ہے

تاکہ ہر ایک فرد۔ ایک جداگانہ مظہر کی پیروی اور پرستش اختیار کر کے عنصری اور فلکی نمائش گاہ کی اصلی

غرض سمجھے نیز علمی اور عینی تعینات کی علت غائی معلوم کرے۔ اور نیز انتظام عالم کو اسکی قدرتی رفتار

کے بموجب قائم رکھے۔ باوجودیکہ نفس لامری حقیقت اور اصلی کیفیت مخفی ہی رہتی ہے۔ لیکن جس

خدمت کا سبب خدا طلبی ہوتا ہے۔ اُس خابستہ کا انجام دینے والا بالآخر اُس خدائی اسم کو پہنچ جاتا

ہے۔ کہ جس اسم کی خصوصیت کے ساتھ (جس اسم کی بصفت کے ذریعے سے) وجود مطلق اس فرمان بردار

کی ماہیت میں مقید ہوا ہے۔ اور نیز وہ **اِنَّ اللّٰهَ جَنَّٰتٍ** کی وسیع اور پرفضا آبادی میں خرامان خرامان پرتا ہے۔

اور جس بندگی کا باعث دنیاوی نمود و نمائش ہوتا ہے۔ اُس کے کرنے والہ کو بجاالت بیداری۔ اوس کی

لے لے اور اُس کے فرشتے پیغمبر پرورد و بھیجتے رہتے ہیں ۱۲۔ بیشک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور

دن کے آمد و شد میں ۱۲۔ بیشک جنت اللہ کی ہی ہے ۱۲۔

آنر و اون کی شکلوں میں چند خواب نظر آتے ہیں۔ اور وہ اپنی کوتاہ بینی سے فوری فائدہ پر راضی ہو کر  
 مَالَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلْقٍ كَلِمَاتٍ کے لقب و لقب میدان میں سہ گردان اور پریشان رہ جاتا ہے  
 اِيْهَا الْعَاشِقُوْنَ اسی صفات کی باہمی رنگارنگ صلیح و جنگ کا رنگین قصہ ایک عظیم الشان  
 داستان ہے اور ایزدی اسما کی شلخ و شلخ منازعت ایک عجیب باغ ہے۔ خالق کائنات کی  
 شانیں اور قابلیتیں ایک مرد آزماعہ کر ہے۔ اور خدائی تجلیات کی کشاکش سے دل کو صحیح و سالم بجا لجانا  
 ایک جاودانی بہت ہے۔ یہ گفت و گو عجب اول آویز گفت گو ہے۔ اس کا مختصر بیان اس طور پر ہے۔  
 یعنی باطن کا اندیشہ یہ کہ گنت گنت کترا کے بے با جو اہر کو ظاہر کا ہاتھ تک نہ لگنے پاوے۔ اور ظاہر  
 کی فکر یہ۔ کہ اَنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خِرَافَةٌ نَفْسٍ خزانے باطن کے تہ خانہ میں مخفی نہ رہیں۔ اور علی ہذا  
 قَابِضٌ وَبَاسِطٌ۔ اول و آخر مضار و نافع یہ سب آویز بیکر تمام اسما جو باہم متقابل یک دیکر  
 ہیں۔ خواہان کا رہوئے۔ اور ہر ایک اپنی ذاتی خصوصیات پر ناز کر کے خلافت اور سلطنت کا طلب گار  
 ہوا۔ پس چاروں ناچار نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سب نے اپنا تفسیہ مدار المہام مالک کی بارگاہ میں رجوع کیا مالاہم  
 نے آنے والوں کو ملک کے پائے تخت میں حاضر کر دیا۔ وہاں پر سلطان الاسمانے ارباب  
 تنازع کو اپنی نوازش اور خاص توجہ سے خوش کر کے اولاً دولت خانہ جمال و جلال میں ٹھیرایا۔ اور بعد  
 یہ توسط سار پرودہ دار فرمان وہی عطا فرمانے کا عہد و پیمان ہر واحد کے ساتھ علیحدہ علیحدہ اس طرح کیا  
 کہ ایک سے عہد و پیمان سے دوسرے کو بالکل آگاہی نہ ہوئی۔ اس کا آخرین نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سب کے  
 دماغوں میں آرزوے فرمان روائی کا ایک جوش پیدا ہو گیا۔ جب اس طرح سے آمادگی جنگ ہو کر علم کمل  
 گئے۔ تو خمیر جاسوس نے شاہنشاہ ذات کے حضور میں اسما اور صفات کی باہمی جنگ جمال کا  
 حال اس طرح پر ظاہر کیا۔ کہ اسما۔ صفات۔ اور افعال کے شکروں میں کمال کش مکش اور دارو گیر  
 پیدا ہو گئی ہے۔ اُس وقت سلطان احدیت کا حکم صادر ہوا جس کے بموجب تمہارا نقیب نے  
 سب کے ہاتھ باندھ کر حضور ذات میں حاضر کر دیا۔ حضور سے نور و زبر کو حکم دیا گیا۔ کہ صلیح  
 کراوی جاوے۔ اس طرح کہ پیمان شکنی نہ ہو۔ اور ہر ایک کی آرزو پوری ہو جاوے۔ نور نے

۱۵۔ دو آخرت میں۔ بے نصیب ہے ۱۲ ملہ اور جتنی چہیزین ہیں۔ ہمارے ہاں سب کے خزانے رکے

خزانے بہرے پڑے ہیں ۱۲۔

مختار پیشکار کے مشورہ سے حکیم اور عدل کو منتخب کیا۔ اور کہا۔ کہ اسمانی شورش ایسی تدبیر سے  
 فرو ہونی چاہیے۔ کہ سلطان الاسما کے اقرار و اد میں یقین نہ آوے۔ اور باہنہ سب کی  
 خواہش پوری ہو جاوے۔ ان دونوں برگزیدہ اصحاب نے یہ باہمی مصالحت کا کام علیہم و خالق  
 کے سپرد کیا۔ اور ان دونوں صاحبان دانش و نبش نے مبدع اور مبدعہ کے اتفاق سے  
 مظاہر کی بہت سنی اقلیدین۔ ہر ایک اسم کے مناسب حال علم کے وحدت خانہ اور عین کی بزمگاہ میں  
 ترتیب دیں۔ اس تجویز سے ظاہر و باطن کا شور و غوغا ایک بارگی مبدل بہ سکوت ہو گیا۔ اور  
 جس قدر تقاضائی تے۔ سب کے سب کسی جگہ آم اور کسی جگہ مامور ہو کر اپنے اپنے حصہ ملک  
 میں فرمان روا ہو گئے۔

القصد ایک روز جامع کے دلکش مکان میں۔ صفات جلید کے بہت سے گروہ  
 فراہم ہوئے۔ اور اس بات کے شکرانہ میں۔ کہ تنازع کا گروہ غبار فرو ہو گیا۔ جشن کے نام سے ایک  
 انجمن منعقد کی۔ اور اس میں باہم استحکام کے ساتھ عہد و پیمان کیا۔ کہ ہم اس صاحب صلح کل کے  
 بہشت نامکان سے ہرگز جنبش نہ کریں گے۔ جامع نے یہ حال ذات مقدس کے حضور میں  
 عرض کیا۔ حضور ذات نے قبول کر کے تخت و جوب پر اجلاس فرمایا اور اذن عام دیا۔ اس وقت  
 یکایک اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً کِیٰ مَنَادِیْ ہُوئی اور آدم خاکی کا کالبہ بنایا گیا۔

### بیت

دوش دیدم۔ کہ ملائک در میخانہ زدند  
 اکل آدم بسیر شتند و بہ سپانہ زدند

یہ حال دیکھ کر صلح کرنے والوں نے اور نیز صلح کرنے والوں نے غرض کہ سب نے اس لڑہت آباد مقام  
 پر ترم کنان ایک مجلس حقائق ترتیب دی۔ اور اس میں ازراہ اُلفت و محبت باہم وحدت کا دور چلا۔  
 اور عالم مدہوشی میں ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق کر کے راحت یاب ہوئے۔ اور ذات اقدس  
 کی حمد و ثنا کر کے اپنا اعتبار پیدا کیا۔ خلاصہ یہ۔ کہ صاحبان جمال و جلال نے جب جامع نامی مجروحہ  
 قابلیت کا تماشا خانہ اچھی طرح دیکھ لیا۔ تو ہر ایک کے دل میں ہوس اور سابقہ عہد و پیمان کے  
 خیال سے یہ جوش پیدا ہوا۔ کہ ایسی آباد اقلیم کا صاحب تاج نہا میں ہی بنوں۔ اس واسطے نسل آدم سے

بے شمار انسانی مظاہر پیدا کیے گئے۔ اور چہرہ نویں مصہور نے اون کی فہرست کے اوراق کو حوالہ  
 مٹھی کیا۔ اور بفرمان کسٹ برقیہ اور باتمال قالوا بلے ہر ایک انسانی منظر کو منجملہ اسما ایک  
 اسم کے تحت میں لکھ کر انسانی منظر کو اس اسم کی حکومت کی قلم رو قرار دیا۔ لیکن جو صوبہ دار قائم ہو چکے  
 تھے۔ وہ بوجہ سابقہ عہد و پیمان کے جامع اور احدیت کی دار السلطنت سے اپنے اپنے حصہ ملک  
 کو جو انہیں دار الملک شہود میں ملا تھا۔ کوچ کر نہیں سکتے تھے۔ لہذا چاروں ناچار اپنے آثار و احکام  
 یعنی گماشتوں کو مقرر کیا۔ کہ ہر ایک مالکانہ حیثیت کے اپنے مقام پر سلوک کرے۔ حکیم اور عدل نے  
 جو حکمت و عدالت کو امین الملکی کا عہدہ عطا فرما کر صدر الذکر حکام کے گماشتوں کے عقب میں  
 روانہ کیا۔ چونکہ سلطان وجود کے قرب اور نیز تہر کے سبب اسما کے شہر میں آثار تقابل سر نہیں  
 اڑھا سکتے تھے۔ اس واسطے حکام صوبہ دار نے ستار و عفارہ کو درمیان میں ڈال کر حضرت سلطان  
 اسما سے اس طرح خفیہ اجازت حاصل کر لی۔ کہ عدل کو خبر ہی نہیں ہوئی۔ جو گروہ بہم تقابل  
 اور صدیک دیگر تھے۔ اب انہوں نے اختلاف اور تباہی کے خاندان ناسوتی اقلیم و عالم  
 اجسام المین مقرر کیے۔ آثار و احکام یعنی صوبہ داروں کے گماشتے بھی ان معافی (تقابل) کو اپنی  
 حکام میں مخفی سمجھے ہوئے تھے۔ اس لیے انہوں نے آنے والوں کو ہاتھوں ہاتھ لیکر اپنے دار اعلیٰ  
 میں ہر ایک کے واسطے جو مکان مناسب سمجھا۔ نام زد کر دیا۔ اس اثنا میں یکایک شاہنشاہ احمدیت کی بارگاہ  
 سے دوری پیدا ہو گئی اور عقل و نفس کے بارہ میں۔ اور نیز یہ کہ جو اس پر و اعراض جداگانہ صورت میں کس  
 منشا سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اس کے بارہ میں اختلافات جو ظاہر ہوئے۔ وہ الگ رہے پس میں قدر  
 خرابی ملک میں پیدا ہوتی گئی اسی قدر صفات حمیدہ بیان سے سامان اقامت اور مآثر ظالم  
 ملکوت کو ہجرت کرتی گئیں۔ اوصاف ذمیرہ کے سبب و سامان فراہم ہو گئے ملک کی کارروائی نفس  
 کے ہاتھ میں آئی۔ روح جس کو رب مطلق کا نائب کنا چاہیے۔ اس کے خانہ دہان کی رونق جاتی رہی  
 اور خاندان نفس کی آبادی شروع ہو گئی۔ امین الملک کو معزول کر کے۔ قید کر دیا۔ اس سبب اکثر متخاصم  
 کو یہ کہ شہر تالیخ۔ اور ہبک انسان تباہ ہو گئے۔ مگر جو لوگ کوشش کر کے ازراہ اخلاص امین کے  
 عدالت خانہ میں پہنچ گئے۔ اور امین کا ارشاد گوش قبول سے سکر اپنے دل کا دامن آہستہ آہستہ

کارکنان نفس کے ہاتھ سے کہنچ لیا۔ اور جس طرح کہ امین نے راستہ بتایا۔ اسی طرح منزل در منزل  
 قافلہ ہدایت کے ہمراہ چلکر حد تک دارالسلطنۃ میں جا پہنچے تو اون کو راہبر یعنی امین نے صاوی  
 کی بارگاہ میں حاضر کر دیا۔ اس حقیقی رہنما یعنی صاوی نے دادخواہان عالم خاکی کی حقیقت حال کا ترجمہ  
 اپنی زبان میں بحضور اقدس عرض کر کے التماس کیا۔ کہ نفس کے دستِ ظلم سے رہائی دیجیو۔ ارشاد ہوا  
 کہ جو لوگ بارگاہ وحدت میں حاضر آئے ہین۔ یہ سب حفیظ اور منغیث کی حمایت میں سپرد کر دئے  
 جاوین۔ تاکہ آئندہ پہر اس نالائق نفس کی بداندیشی سے ان کو اذیت نہ پہنچے۔ اور جو شیوہ صلح  
 کل کا اسما و صفات کے لشکرون میں حکیم و عدل کی تدبیر سے قائم ہو گیا ہے۔ وہ ہی طریقہ صلح کا  
 بیان ذریعہ فرمان امین الملک جاری کر دیا جاوے۔ ان دونوں صاحبوں نے باہم موافقت اور  
 مصالحت کر لینے کے واسطے حکم صاوی فرما کر جو مظلوم تھے۔ ان کو کہاں سے فراری واپس کیا۔ اس  
 حال پر جب سادیاں عالم ناسوت کو آگاہی ہوئی۔ تب دواسپہ اسٹے پائون بہانگے اور اسفل اسفلین  
 میں آکر دم لیا۔ اور انسانی دربار میں جا بجا گوشہ گزین ہو گئے۔ اس کے بعد پھر ملکوت اعلیٰ کے قافلہ  
 والوں کی آمد و رفت کا سلسلہ اس عالم میں شروع ہوا۔ اور عالم جبروت کے سوداگروں کا داد و ستد عالم شہود  
 کے باشندوں کے ساتھ از سر نو آغاز ہوا۔ غرض کہ جہان و جویب نے صحراے امکان کے ساتھ اتصال  
 پیدا کیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو افراد بارگاہ الہی میں گئے تھے۔ ان میں سے بعض افراد نبوت و  
 رسالت کے معزز تخت پر جلوں فرما ہوئے۔ اور بعض کو ولایت و امامت کی اقلیم کشائی کا مرتبہ عطا ہوا۔  
 اور اس طور پر سب نے طریقہ رہنمائی اختیار کر کے خود شناسی کے چہرہ کو خدا دانی کے رنگ سے رونق  
 دی۔ اور منجملہ کار فرمایان بارگاہ الوہیت کسی نہ کسی کے ساتھ۔ ہر ایک نے نسبت پیدا کر کے صوبہ انبیا  
 میں اپنی اپنی باری سے درود فرمایا۔ اور تذکرہ نویسون کا گروہ جو عقب سے پہنچا۔ اس نے اپنی قلم کو ان  
 اصحاب کے حالات لکھنے میں رطب اللسان کیا۔ جو بَاطِنٌ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ  
 کے سُنَّانِ جَنَگَلٍ مِیْنِ بَیْطِیْہِ ہونے اپنے دلوں کی تعمیر اور صفائی میں مصروف ہین۔ اور اوراق تحریر کو  
 ارباب بصیرت کے لیے عبرت نامہ بنایا۔ یہ مختصر حالات جو گزارش ہوئے۔ ازل سے ابد تک کی

ملے۔ جو دروازہ کے اندرونی طرف ہے۔ (جدہر سلمان ہین) اوس سے تو (خدا کی) رحمت ہوگی اور اس کے بیرونی طرف

(جدہر سناق ہین) عذاب (الہی) ہوگا۔ ۱۲

سرگزشت کا ایک مزینہ ہیں۔ کیونکہ حال جو گزر رہا ہے وہ ایک ہی طریقہ پر گزر رہا ہے۔ ماضی و مستقبل زمانہ کے صرف اعتباری نام ہیں۔ درویشوں کی معلومات جس صیغہ میں کہ قلم تعبیر سے ادا ہوگی۔ اس کو تغیر و تبدل نہیں ہے۔ معنی بس حاصل بالمصدر ہے۔ اس کے سوا کچھ ہی نہیں۔

### بیت

ہر چار کے بود تو سردا

امروز پری ودی و سردا

### بیت

باز چون فردا شود شخصے و گرتکلم است

انچہ ما گفتیم دی امروز میسگوید کے

## تمہید فراہم آمدن این نامہ و شمار از بیان با عث

اما بعد۔ حیران انجمن دانش و نبیش۔ سرگردان بادیہ عجز و نادانی۔ نو آموز و بستان عقل و نقل  
یچھدان صومعہ کشف و تحقیق محمد غوثی ابن حسن ابن موسی شطاری جعلہ اللہ منہم و احبہم  
عرض کرتا ہے۔ کہ جب حسب فرمان امر ایجادی۔ اس بچھدان کی نوبت آئی۔ حافظ۔

ہر یکے پنج روز نوبت اوست

ارد مجنون گزشت و نوبت مات

تو دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ مثل خ قدس اللہ اسرارہم کے حالات ترتیب اور تالیف کرنے  
چاہئیں۔ یہ آرزو میرے دل میں ہجری سنہ نو سو اٹھانوین کے آغاز سے آتی تھی۔ اور جاتی تھی۔ جب  
ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ شروع ہوا۔ اور اولیائے ہند کے کچھ حالات۔ کتاب اکبر نامہ میں نظر سے  
گزرے۔ تو آرزو سے مذکورہ دل میں جاگزیں ہو گئی۔ لیکن خلدیجانہ دل سے باہر نکل کر میدان عبارت  
میں نہیں آتی تھی۔ حتیٰ کہ ہجری سنہ ایک ہزار و نول آ گیا۔ اور کشور کاشا شنشاد اکبر شاہ نے بارود  
فتح دکن و خاندیس کوچ فرما کر دالاسلام برہان پور میں مقام کیا۔ یہاں شکر کے ہمراہ امرا اور فضلا بھی تھے  
جن میں سے بعض کو متاخرین ادب ہم عصمہ بزرگون کے احوال و اطوار کے مطالعہ کا شوق تھا اور  
میرے ارادہ سے بھی واقفیت تھی۔ ایک روز ان اصحاب کے جلسہ میں مجھے دریافت کیا گیا۔ کہ  
جو خیالات تمہارے ضمیر میں ہیں۔ ان کو قدیم قلم میدان عبارت میں اب تک کیوں پیش نہیں کیا۔ اس کے  
جواب میں مجھ کو حیرت ہوئی۔ اگر یہ کہتا ہوں۔ کہ زمانہ کی کوچ رفتاری دنا سوافقت اور

میری غفلت و کم استعدادی نے مجکو باز رکھا۔ تو یہ جواب معمولی اور عادیہ عام ظاہرین لوگوں کا ہے۔ اور اگر یہ کہتا ہوں۔ کہ کارخانہ الہی میں حکم لایسئل<sup>۱</sup> عما یفعل<sup>۲</sup> و شنید کی گنجائش نہیں۔ تو یہ گفت و گو ان یکتا لوگوں کی ہے جنہوں نے گوشہ وحدت اختیار کر رکھا ہے۔ چونکہ کوئی طرز جواب کے واسطے موزون معلوم نہیں ہوئی۔ لہذا چار و ناچار خاموشی اختیار کی۔ اس بنیاد پر سو اسے بے توجہی کے کوئی مانع نہیں سمجھا گیا۔ اور ادھر اصحاب موصوف کی خواہش اور آرزو حد درجہ کی بڑھی ہوئی تھی۔ پس جہاں تک ہو سکا۔ کمال کوشش اور ترغیب کام میں لائی گئی۔ اور نامہ و پیام کے ذریعہ سے اہتمام سابق کی تجدید کی گئی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کو منظور تھا۔ کہ جو بات اندیشہ میں تھی۔ وہ ظہور پذیر ہو گئی۔ اور قلم نے تحریر کرنا شروع کیا۔ خدا شناسوں کے برگزیدہ احوال و اوصاف ہجری ساتویں صدی کے آغاز سے لیکر ایک ہزار سے کچھ زیادہ تک فراہم کیے گئے۔ اور یادداشتوں کی نوہار سے ارباب زمانہ کے دلوں میں بے انتہا شگفتگی پیدا کی گئی۔ خدا کرے۔ دوستوں کا معرفت پذیر دماغ یقین و عبرت کی خوشبو سے معطر ہو۔

## سخن در آرایش نامہ بنامی کہ بنویدیبی و شہ آید

زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ سخن کے تصویر خانہ کا نقش و نگار سے سجانے والا جس کو آریبا علم نفس ناطقہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ پیدائش کے اولین روز سے اس وقت تک اپنی فصاحت و بلاغت کی قلم سے سابقہ تصویر خانوں میں یعنی معرفت و کرامت کی تصنیفات و تالیفات میں گونا گوں رنگ آمیزی اور چہرہ کشائی کام میں لاجچکا ہے۔ اور افسانہ نگاری میں کمال صفائی پیدا کی ہے۔ تاکہ عروس الفاظ کی زیب و زینت اور شاہد معانی کا حُسن و وبالا ہو۔ پس سنی طرح اس نے راقم کے رسالہ کی طرف ہی توجہ فرمائی جس میں بالکمال مشائخ کے احوال کی صورتیں دکھائی گئی ہیں۔ عبارت کے قالب کو یوسفی حسن سے آرایش دی۔ اور اشارات کے کالہد میں عیسوی نفاس پہونک کر جان ڈالی۔ اور معاً اسی وقت یہ خیال ہی پیدا ہوا ہر گاہ ان چند یادداشتوں کو مجھ جیسے شخص کی قلم نے ترتیب دیا ہے۔ جو زمانہ کے نزدیک محض نا آشنا ہے لہذا یہ رسالہ اس قابل نہیں ہے۔ کہ اس کا ویجاہ شہنشاہ زمانہ کے نام حجت فرجام سے معنون کرنے کی ویجاہ کی جاوے۔ پس بہتر یہ ہے۔ کہ بارگاہ خلافت میں جو اصحاب۔ ظاہری و معنوی دولت کے اعتبار سے برگزیدہ



ہیں۔ ان میں سے کسی ایسے عالی درجہ صاحب کو اپنی امتیازی نظر سے منتخب کر دین جو ہر ایک گفتار و کلام کے رنگ و روش اور طرز ہیئت سے واقفیت رکھتے ہوں۔ اور پھر ان کی بزم نشاط میں باغچہ درویشی کے اس گلہ ستم کو ہدیہ پیش کر دین۔ اس ارادہ سے جن عالی رتبہ اصحاب کی ذاتی و صفاتی خوبیاں مجکو ذریعہ عقل و نقل معلوم ہوئی تھیں۔ ان کے محاورہ و محاسن۔ خصوصیت کے ساتھ ذہن میں مستحضر رکھے۔ اور چمن خیال میں سب کو مدعو کر کے ایک محفل ترتیب دی۔ اور بہت کچھ غور و فکر کو کام میں لایا۔ کہ اس جو سرشت عروس کا خطبہ کس کے نام نامی سے نام زد کروں۔ بعد غور یہ مناسب معلوم ہوا۔ چونکہ یہ ناطقہ کی حسین و جمیل خستہ نسل خرد سے ہے۔ لہذا خیالی انجمن میں جو اصحاب تشریف رکھتے ہیں۔ ان میں سے خرد ہی جس کسی کو منتخب کرے۔ اسی کے نام سے یہ دختر نام زد کر دی جاوے۔ مگر اس فیصلہ پر حضرت اصفیاء گوشہ اول سے اور قوت دہرینی کنارہ باطن سے۔ گہرا کر پریشان حال دونوں اوٹھ کٹری ہوئیں اور کہنے لگیں کہ اس کا خیمہ کا اختیار تمہا خرد کو نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ ایسا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بارہ میں مشورہ ان اصحاب سے لیا جاوے۔ جو اس کاغذی خانقاہ میں گوشہ گردین ہیں۔ اور جب اجازت ان کی طرف سے حاصل ہو جاوے تب ولی مدعا ظاہر کرنا چاہیے۔ اس قرار داد پر دل نہاد ہو کر چند سال تک انتظار کرتا رہا۔ لیکن جو اصحاب عالم خاک سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ان کی طرف سے کسی قسم کا ایمانہ ہوا۔ ایک دفعہ رات کا ذکر ہے۔ کہ دل بلول تپا اور حالت غم میں سر پہ زانو بیٹھا ہوا تھا۔ نسبت نامقبولیت نام طرح طرح کے خیالات تارہے تے۔ اسی اثنا میں غنودگی جو مقدمہ مدہوشی ہے۔ پیدا ہوئی۔ جو اس جو غم نا امیدی سے نصف کے قریب جا چکے تے۔ تمام کمال رہے سے ہی باطل ہو گئے۔ اور روح جو قائل لفظ انا (میں) اور اس ویرانہ کاشحنہ ہے۔ بجا **اللہ بیوقوفی** **الانفس حین موتھا والی کرممت فی منامہا فیک الفی قفی علیہا الموت و یوسل الاخری** عالم مثال میں جا پہنچی۔ جب راستہ میں ایک سایہ دار درخت کے قریب پہنچی۔ تو وہاں پر درخت کے نیچے ایک نورانی شکل پیر کو دیکھا کہ ایک آراستہ تخت پر ٹھکن ہیں۔ صاحب تخت کی کمال ہیئت اور حسن ہیئت کے مشاہدہ نے مجکو آگے بڑھنے سے باز رکھا۔ ناچار ازراہ امید واری و ادب ہاتھ باندھ کر خادمانہ سایہ کے ایک گوشہ میں کھڑا ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ یکا یک ایک پرند نے جو طوطی کی طرح سبز رنگ اور ایک شاخ درخت پر بیٹھا ہوا

۱۰ لوگوں کے مرنے وقت اللہ ان کی روحوں کو (اپنے پاس) بلا لیتا ہے۔ اور جو لوگ مرے نہیں (ان کی روحیں بھی) ان کے سوتے وقت (خدا کے ان بلاں جاتی ہیں) تو جن کی نسبت (خدا) موت کا حکم صادر فرما چکا ہے۔ ان کو (اپنے ہاں) رو کے رکھتا ہے۔ باقی (سوتے) (انوں) کو (پھر دنیا میں) بھیج دیتا ہے۔ ۱۲۔

تما پنا سر او پنا کر کے۔ ایک پٹا ہو گا غذا اپنی منقار کے تحت پر چھوڑ دیا۔ اُس وقت اُس روحانی شکل تحت نشین نے بار از اُس و محبت مجکو پکارا۔ جب میں دو تین قدم آگے بڑھا۔ تو دل میں یہ خلش پیدا ہوئی کہ اس وقت موقع گفتار تو حاصل ہے۔ لیکن دریافت کے واسطے زبان کس طرح کہو لوں۔ کیونکہ تحت نشین کا رعب بیان تک غالب ہو گیا تھا۔ کہ دیکھنے کی آنکھ میں اور نام پوچھنے کی۔ زبان میں بلکہ جان میں ہی۔ طاقت نہیں رہی تھی۔ صاحب تحت نے یہ کیفیت میری موجودہ حالت سے معلوم کر لی۔ اور فرمایا۔ کہ میرا نام عبد اللہ ہے۔ اور نامہ لانے والا پرندہ تمہاری صورت علیہ کی مثال ہے۔ یہ ارشاد سنتے ہی مجکو یقین ہو گیا۔ کہ شاہ عبد اللہ شطاری ہیں۔ قدسنا اللہ باسراہ المقدمہ اس کے بعد وہ پٹا ہوا کاغذ میرے سپرد کیا۔ اور فرمایا۔ کہ پڑھو۔ مضمون مندرجہ کاغذ یہ تھا۔ جو سترائے شہادت تھا۔ کہ ملک کتاب جو عبارت اور الفاظ ہیں۔ اگر اسپر تم کو اعتماد نہیں ہے۔ تو مضائقہ نہیں۔ لیکن کتاب کے ملکوت پر جو احوال شائع کا بیان ہے۔ تکیہ کر کے شہنشاہ زمانہ کے عظیم الشان نام پر کتاب کو معنون کرنا چاہیے اور تو واضح کو جس کا ثمرہ اس خاص جگہ پر نمودی ہے۔ کسی دوسرے مقام پر کام میں لانا۔ جہاں تو واضح کا نتیجہ التفات ہو۔ تم کلامہ الحاصل یہ جامع کلام منکر فوراً یہ بات ذہن میں نقش ہو گئی۔ کہ درحقیقت الفاظ تو لفظ ہیں معانی نفسیہ کا۔ عبارت ڈبہ ہے مفہومات کے جواہر کا۔ اور کاغذی نقوش عزیمت ہے معشوقان مدلولات کی تسخیر کا۔ نظر اور فکر کو صرف لفظ۔ ڈبہ۔ اور نقوش تک قاصر۔ اور نفائس۔ جواہر۔ اور جمال کے نظارہ سے محروم رکنا گویا ایسا ہے۔ کہ جیسے دقیقہ شناسی کو معطل کر کے ظاہر بینی کو مد نظر رکنا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ جب اس خیال کی تائید فرودہ غیبی نے کی۔ تو میںی قلم کو دلیری کے ساتھ جنبش دی۔ اور دیرینہ مطلوب۔ جس کے چہرہ کو اس کے کمالات اور استغنائے میری تو واضح اور عجز کے برقع میں اہل کتاب کی نظر سے چھپا رکھا تھا۔ اس پر عرصہ کے بعد میں کامیاب ہوا۔ امان الفاظ میں جناب باری عز اسمہ کا شکر یہ ادا کیا **اللّٰهُمَّ اِنزِلْ عَلٰى عَبْدِ الْكِتَابِ ط**  
**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ ط** **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقًا ط**  
**سُبْحٰنَ هَدٰی ط** اور جو اصحاب اس نامہ کے ختم کا انتظار فرما رہے تھے۔ ان کو یہ غیبی مژدہ سنا کر خوش کیا۔

بے اختیار صاحبان دانش و نبش ارباب کشف و یقین اصحاب جذبہ و بیخودی کو جو حضور

ﷺ ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے جس نے اپنے بندہ (محمد) پر قرآن اتارا **اِنَّ اَكْبَرُ شُكْرٍ لِّكَ** خدا کا شکر ہے جس نے (ہر طرح کا) بیخ و ختم ہم سے

دور کر دیا **اِنَّ اَكْبَرُ شُكْرٍ لِّكَ** ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے۔ جس نے ہر مخلوق کو اُس کی اخص طرح کی (بناوٹ عطا فرمائی۔ بہراں کو

(اُن اغراض خاص کے پورا کرنے کی) راہ دکھائی۔ (جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے)۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَقُولُونَ  
 اور نبیؐ کے ساتھ ہی ہو۔ وہ تمہارے ساتھ ہے۔ ۱۳۔

رکتے تھے۔ تشریف آوری کی تکلیف دی رباعی

مردانِ حسد آمدہ از گنجِ حضور	کردند برینِ روضۂ جان بخش عبور
اکوست کر حشر تا نایم بعیان	آن محشر موعود بہ چشم مغرور

تاکہ تفکری برقع میں تشریف ازان فرما کر نذر لے گویائی و شنوائی اپنے تعبیری وجود کے فیض بخشی فرماوین جس طرح کہ اوس وقت اپنی نمود نمائش سے حس باصرہ کو فیضان نور فرماتے تھے۔ جب کہ عنصری ترکیب کا جامہ زیب بدن کئے ہوئے تھے اور عبارت کے آب حیات سے جسکو روح القدس کی رشحات کنازیا ہے۔ اور کلمات کی سیوا سے جو نفسِ رحمانی کی باونیم ہے حیات جاوید حاصل کریں۔ اور اس گلزارِ ابرار کی فضا میں اپنے قیام کے لئے انجمن بنائیں۔ تاکہ ماقم کی مراد باحسن الوجوہ حاصل ہو جو بجز عیبی اس معنوی مجلس کا ترتیب دینا ہی اس شخص سے کہ وارث یکتای فرمان وہان با استحقاق خلف یگانہ جہان دالانِ سعادت ہم وثاق۔ رائف با دیا سے بینائی و نبی ش۔ مرکز دائرہ فطرت و آفرینش۔ جامع مراسم خلافت نشاتین مجموعہ لوہزم کمال صورت و معنی۔ پرتو مریای تلوپ۔ عراۃ مرادات انا منوی ضمیر خاص و عام۔ سایہ الطاف پروردگار۔ سرمایہ بقاے روزگار۔ گوہر فردوس و بیہم صاحبقرانی۔ زلف آراے چین مملکت مغفوری۔ چہرہ نامے آئینہ تصرف سکندی۔ بادہ گسار جامِ حشرت جمشیدی۔ آئین بند مقصدت انوشیروانی۔ ناوک انداز کمان نیروی رستمی۔ رونق افزاے سر پر سلطنت کیخسروی۔ نقش نگین ملک سلیمانی۔ تیش معجزہ انفاس عیوی۔ صورت گفزار فصیح جبریلی۔ پیکر حکمت صحیح تنزولی۔ ابوالمظفر نور الدین محمد جب انگیر بادشاہ غازی ابن ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ اس کے شاہد اور مطالعہ فرماوین <sup>۱۴</sup> خَلْدَةَ اللَّهِ مَلِكًا وَسُلْطَانًا وَأَقَامَ عَلَى الْعَلَمِينَ بَرَّةً وَاحْسَانًا ابْنِ الْأَمِينِ

ششمہ از گزارش پیراشکی زمانہ و آراشکی زمانیان برکات دور دولت برواوم  
 خداے تبارک و تعالیٰ کا کمال احسان اور شکر ہے۔ کہ اس شہنشاہ کونین جہانگیر خلد ملک و مظلہ کے

۱۴ اور تم لوگ کہیں ہی ہو۔ وہ تمہارے ساتھ ہے۔ ۱۳۔

۱۵ جبکہ اللہ جل شانہ کے ساتھ ایک وقت خاص ہوتا ہے۔

۱۶ اللہ تعالیٰ اس بادشاہ کے ملک اور حکومت کو ہمشہر رکھے۔ اور نیز اس بادشاہ کی بہلائیان اور احسان تمام مخلوق

کو ہمیشہ پہنچا دے۔ یا اللہ تو ایسا ہی کر۔ ۱۲۔

زبان میں اس کی حکمت - معدت - مبارک صورت - نیک عادت - عمدہ فکر - اور سلیم راے کی بدولت تمام  
 کاشائے اوصاف و افعال - ناپسندیدہ حالات و معاملات - اور اندر و فریاد و اذیتا جملہ نبی آدم کی سرشت سے  
 یک لخت نکل گئے اور ایسے مقام پر جا گزین ہوئے ہیں جہاں وہ خوبی اور عمدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔  
 اس اجمال گزارش کی تفصیل تو بے نہایت ہے۔ مگر مکمل ایک کلاہ کلاہ کلاہ کلاہ کسی قدر نمونہ کے طور پر باب  
 اعتبار اور اصحاب قیاس کی خدمت میں عرض کرتا ہوں وہو ہذا۔

(۱) پریشانی زلف میں اور سنبھل میں	(۱۵) تیسری تلوار میں	(۲۶) جہنا اگر میں لکڑیوں میں اور
(۲) کچی ابرو میں اور ماہ نو میں	(۱۶) مارڈالنا صید میں	چورون میں
(۳) تنگی ماہ و شون کے دہن میں اور	(۱۷) دوہم جنس کی جدائی ناک	(۲۷) جوش کمانا قوارہ میں دیگر میں
غنجہ میں	ادغام میں	اور پانی کے چشمہ میں
(۴) لاغری کمر میں اور بالوں میں	(۱۸) عالموں کا تنازعہ نحو میں	(۲۸) نیستی افلاس میں اور اسباب
(۵) کمی بد کرداری میں اور عمر	(۱۹) منع و معارضہ آداب بحث میں	محنت میں
دشمن میں	(۲۰) اختلاف روایات فقہ میں	(۲۹) نایابی ستم میں زبان میں اور
(۶) تیسرگی ابرو میں	(۲۱) دروغ تاریخ کے انسانوں	شکایت میں
(۷) رونا باران میں	میں اور اشعار کے مضامین میں	(۳۰) سوال گور میں اور قیامت میں
(۸) نالہ کرنا عید میں	(۲۲) فریب جاو کے افسولوں میں	(۳۱) عذاب طبقات دوزخ میں
(۹) زود رفتاری برقی میں اور دشمن	اور دلبروں کے وعدوں میں	(۳۲) بیماری حالت خواب میں
کے نام میں	(۲۳) تلخی ناصح کے پند ناموں میں	(۳۳) گرانی طلب میں اور التماس میں
(۱۰) سرنگونی قلم میں	اور اطبا کی دواؤں میں	(۳۴) از زانی عطا میں اور الغام میں
(۱۱) جھپٹدگی نامہ میں	(۲۴) ہانگنا اعدا کی صفوں میں اور	(۳۵) زنجیر ہاتھی کے پانوں میں
(۱۲) شکست کی خط میں	لوگوں کی آمیزش سے صلی میں	اور دہلیز میں
(۱۳) کشاکش کمان میں	(۲۵) سرگردانی آسمان میں چکی میں	(۳۶) بیماری نرگس میں اور راے
(۱۴) نفرت تیر میں	اور دولا ب (رہٹ) میں	مخالف و دباؤ شاہ اور تیاری جنگ میں

۱۵ جو فے تمام کماں اور اک میں نہیں آسکتی ہے۔ وہ سب کے سب چوڑی ہی نہیں جاسکتی ہے۔ ۱۲۔

(۳۶) خانہ خالی بساط شطرنج	(۳۸) شمار کرنا نقش کعبتین میں نہ	(۲۹) خواہش دولت سلطان کی
میں نہ روئے زمین میں -	لوگوں کے نقد و جنس میں -	دوام میں نہ دیگر تمام اشیاء میں -

(۴۰) آرزو شہنشاہ کی جاودانی حیات میں نہ دوسرا مورین

غرض کہ عینی و علمی - اور خارجی و ذہنی تمام موجودات کیا جوہر اور کیا عرض کچھ باعتبار محل اور کچھ باعتبار حالات زشتی کے ساتھ منسوب تھیں - لیکن اس شاہی عہد میں محل اور حالات تبدیل ہو کر لباس خوبی سے آراستہ ہو گئی ہیں اور اب خلقت کی آسائش و آرام کا باعث ہیں - لہذا بہتر یہ ہے کہ اب قلم کے برق رفتار گھوڑے کو نمونہ نویسی میں تیز رفتار - اور گرم جوبلان نہ کروں - بلکہ عثمان قلم کھینچ کر دوسرے راستے پر ڈال دوں -

گفتار و پوزش آنکہ دعائے قدس اللہ سرہ در پائے نام مشائخ تنوشتہ و ہر ایک بصیغہ وحدت یاد کردہ

جو ضمیر الوار قدسی سے روشن - اور رسمی قیدیوں سے آزاد ہیں - وہ سمجھتے ہیں - کہ الفاظ رضی اللہ عنہ اور قدس اللہ سرہ اور نیز دیگر تین و تبرک کے کلیات جو کتاب ہدایہ میں ان اصحاب کے مبارک ناموں کے ساتھ نہیں لکھے گئے ہیں - جنہوں نے اس کتاب کے عبارتی حروف میں گوشہ نشین ہو کر شرف سعادت بخشا ہے - یہ فرود گذاشت کچھ از راہ رعوت نہیں ہے - بلکہ جس طرح انصح العرب و اعجم علیہ السلام نے بضمون **لَا اُحِیُّ تَنَاؤًا عَلَیْكَ** اپنے تین ذات باری جَلَّتْ صِفَاتُہَا عَنْ شَاہِ عَاجِزِ تَقْویرِ زَاکِرِ اَوْسِ کی توصیف کا حوالہ لقبولہ **اَنْتَ کَمَا اَنْتِیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ** اسی کی پاک ذات پر کہاتا اسی طرح راقم نے بھی اس ادب آموز کلام سے عجز و تواضع کی تعلیم حاصل کر کے - اس تصور میں کہ فرود

مردان حسد اہل باشندہ | لیکن زحمت اہل باشندہ

اپنے تین ان ناموروں کی دعا اور ثنا سے جن کے تقدس اسما ہر ایک کی یاد میں مذکور ہیں - یہ لکھ کر قاصد ہر فرود

بمچو آوئے سز و معرفت او | ابن زمان در حبان چو اوئے کو

۱۲ جو ثنا تیرے واسطے سزاوار ہے - اُس کا احاطہ میں نہیں کر سکتا ہوں ۱۲

۱۳ تو ایسا ہے جیسے تو نے اپنی ثنا خود کی ہے ۱۳

اور صدر الذکر مقدس کلمات کو داخل سطور کتاب نہ کیا۔ اس میں شک نہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ترکِ شائے ایزدی کو نظر میں لیکر سوائے گزشتہ صورتوں (یعنی بزرگانِ دین کی نسبتِ شائیہ اور دعائیہ الفاظ ترک کرنے) کے اتباعی دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ نہ یہ کوئی ادب کی بات ہے۔ اور نہ ایسا اتباعِ امت کی طاعت ہے۔ دوسرے جو طبیعتیں رعوتِ غرور اور خشونت کے عبا سے پاک و صاف ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتی ہیں۔ کہ ولایت و فضیلت کے اقطاب (اولیاء اللہ) جن کے حالات اس گلزار کے چمن اور ہر چمن میں گزارش ہوئے ہیں۔ ان کو بصیغہ واحد جو یاد کیا گیا ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے۔ کہ تعظیم میں کچھ کمی کیجاوے۔ بلکہ ہنگامِ تحریر حالات اس بلند مرتبہ گروہ کی یکتائی بیان تک اس دل میں جاگزیں ہوئی کہ لفظ واحد اور مفرد کے سوانا طق نے زبان کو اور زبان نے قلم کو کوئی نفظ حوالہ نہ کیا۔ ہر گاہ کہ اس طرح پر ایک شخص کا بطریق مفرد یاد کرنا کہ واقع میں ہی ایسا ہی ہے۔ فرورگشت تعظیم کا نقصان دور کر کے کمال وحدت پر دلالت کرتا ہے۔ اور اختصار کتابت کے نویندہ اور نویساندہ کے حال پر ہی ایک قسم کی مہربانی نکل آتی ہے۔ تو اس طریق کے اختیار کرنے سے کیسے اعتراض لازم آویگا۔ اگر کوئی کہے۔ کہ کتابت کا اختصار۔ اور اختصار کی وجہ سے نویندہ اور نویساندہ کے حال پر مہربانی بہ نسبت ترک تعظیم کے سہل ہے۔ اور اصلی غرض ہی یہ نہیں ہے۔ تو میں یہ جواب دون گا۔ کہ اس طرز تحریر میں جو نقصان سمجھا جاتا ہے۔ یہ اولین توجیہ سے دور ہو گیا ہے۔ جس سے ہر ایک کی وحدت کا ثبوت ملتا ہے۔ بائیمہ اگر اختصار کتابت اور مہربانی کی رعایت ہی اولین توجیہ کے علاوہ پیدا ہو جاوے۔ تو بیانِ عذر میں ایک قسم کی قوت ہی حاصل ہو جاوے گی۔ دوسرے یہ کہ سہل سمجھنا طاقت در جوانوں کا خیال ہے۔ اور مہربانی پیران ناتوان سے تعلق رکھتی ہے۔ بیشک جس کسی کے پائوں میں ہباگ دوڑ کی قوت ہوتی ہے وہ اونچے اونچے ٹیلوں پر ہی ہموار زمین کی طرح چلتا ہے۔ اور جس کسی کا پائوں آبلوں سے زخمی ہوتا ہے وہ ہموار زمین پر ایک قدم اٹھانا ہی ایک گھاٹی کا طے کرنا سمجھتا ہے۔ اب ناظرین کے التفات اور حسنِ اخلاق سے التماس یہ ہے۔ کہ جب کتابت ہذا کی لکھی ہوئی عبارت کو مطالعہ فرماوین۔ تب صدر الذکر کلمات ترضی و تقدیس کو اور تعظیمی کلمات جمع کو لکھا ہوا تصور کریں۔ اور اپنی نالوشہ خوان زبان کو ایسی عبارت سے شیرین کام فرماوین۔ جس کو طرفین کے اعتبار سے مناسب جائیں اور اس گدائے ادب کے قلم کو عبارت مذکورہ نہ لکھنے کے الزام سے بری الذمہ تصور کریں۔ اور اگر ازراہ عنایت چشم انصاف سے دیکھیں گے۔ تو ذکر کا میدان صحرا تقدیر کی بہ نسبت زیادہ تنگ معلوم ہوگا۔ قصہ جن اصحاب کو یہ عذر اور اصلیت معاملہ پسند نہ آوے۔ ان کے

داسٹے اس کے سوا کوئی علاج نہیں ہے۔ کہ کتاب ہڈ کے گریبان میں جو عیب کا چاک آ گیا ہے۔ اُس کو ازراہ عقلمند  
 فرماوین اور ایسا نہ کریں کہ مذکورہ بالا نہ لکھے ہوئے کلمات زبان سے نہ نکال کر اس چاک کو تابدامن ہو چاویں  
 اور اپنے تئیں عیب و عار میں راقم کے شریک نہ کریں۔ میں نہیں جانتا۔ اس کے سوا اور کیا کہوں۔ اور کیا لکھوں  
 جس سے نکتہ چین لوگوں کی خاموشی اور تسکین ہو راقم کی فراست اور حقیقت حال کے موافق کوشش جو  
 کچھ ہے۔ پس اسی قدر ہے۔ اور عذر خواہی کے بارہ میں جو بات زیادہ قابل پسند ہو سکتی ہے۔ وہ لائق معترین  
 کے نزدیک ہوگی۔ امید ہے کہ جس فکر سے اعتراضات چھانٹنے میں کام لیا جاسکتا ہے اُس فکر سے بجائے  
 اعتراضات کے تحسین و افزین کی توجیہات پیدا کرنے میں کام لیا جاوے گا وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی

### گفتار در سرانجام سراسر کردار و رفتار

یہ بالکل سچ ہے۔ اگر تعینات کا برقع جو حقیقی وجود کے چہرہ پر پڑا ہوا ہے۔ اٹھا دیا جاوے۔ تو عیب  
 اور ہنر دونوں ایک درجہ میں ہو جاوین۔ اور امکانی نسبتیں اور امکانی اعتبارات۔ واجب الوجود کے  
 خاص افعال کی طرف منسوب ہو جاوین۔ بہلانی اور بُرائی کے ساتھ اشیا کی تمیز اسی وقت تک ہے  
 کہ جس وقت تک وہ اشیا جمال و جلال کے پر وہ میں مخفی ہیں۔ بیشک دونی اور دینی پر دل ہنسا ہونے  
 کا آخرین نتیجہ سرزنش ہوتا ہے۔ اور کسی غیر کی طرف سے بہلانی اور بُرائی دیکھ کر آدم اور نفرت ہونا۔ شرمندگی  
 پیدا کرتا ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے۔ کہ میں آج خیالات اور اوہام کے شکنجہ سے آزادی حاصل کر کے نہ تو عیب  
 نکالنے والے انصاف کی خواہش کروں۔ اور نہ ہنر میں کسی امید افزین کہوں۔ بلکہ خود اپنی ذات کو  
 این و آن کا آئینہ سمجھ کر باصفا ایک رنگ ہو جاؤں بیت

واند کہ ستاع من کجائی ست

آن کس کہ رشود آشنائی ست

کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے۔ حریف بیگانہ وار کی خاطر میں جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ اوپر آجاتا ہے۔ کیونکہ وہ  
 بات اوس کے باطن کی فرستادہ ہوتی ہے۔ نہ کہنے والے کا مافی الضمیر اور نہ لکھنے والے کے قلم کی تحریر پر مصحح

خدا پایا از دونی بکیت ایم بخش۔

### گفتار در التماس تشبیہ این مجموعہ

ایک روز میں اپنے ہم نشینوں کے ساتھ انجمن یک جہتی منعقد کی تھی جس میں کتاب ہڈ کے مندرجہ

۱۵ جس شخص نے راہ ہدایت کی پیروی کی۔ اُس کی سلامتی ہے ۱۶

حالات بیان ہو رہے تھے۔ مینے عرض کیا ایسا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آج کی رات سامعین کے عالم مثال میں جو نام ظاہر ہو۔ یا قلب میں ذریعہ الہام القا ہو۔ وہی نام ان چند فراہم شدہ یا دو فاشتون کا رکھ دیا جاوے۔ اس کے دو سکر روز منجہ سامعین شیخ قطب عالم پنواری نے بیان کیا۔ گزشتہ شب کو مینے شیخ قطب عالم ابن سید جی کو جو سید علاء الدین راتھی کے بیرون میں سے ہیں۔ خواب میں دیکھا کہ سفر مجاز سے واپس تشریف لائے ہیں۔ اور راتم کے مکان میں اترے ہوئے ہیں۔ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو شیخ نے مالک خانہ کے حالات دریافت فرمائے۔ مینے جواب دیا غولی حسن آج کل مشائخ قدسنا اللہ باسراہم کے کچھ حالات معرفت لکھ رہے ہیں۔ اور نام کی تلاش ہے۔ ارشاد فرمایا۔ ہمارا سلام کنا۔ اور یہ مصرع پڑھ دینا مصرع ننادم نام این گلزار ابرار امید ہے کہ اس مبارک نام کی نوید پا کر ناموران جہان میں جلد اس کو شائع اور عالمگیر کر دیں گے۔

## گفتار و تمہید آنکہ معنی ہر عالم را صورتی است مناسب آن

واضح ہو کہ مراتب وجود میں کوئی مرتبہ ایسا نہیں ہے۔ کہ جہاں حصول مقاصد (بیان ماہیت) کے واسطے خاص اسم اور رسم معین نہ ہو۔ اس واسطے اسما اور صفات کے آثار و احکام جو کائنات کے اصول ہیں۔ مناسب مناسب طور پر ہر ایک عالم میں جلوہ گرہیں۔ پس تمام معانی تین قسم سے باہر نہیں ہیں۔ عام مشترک اور خاص عام کے واسطے تمام عالموں میں۔ اور مشترک کے واسطے مقامات اشتراک میں۔ خاص صورتیں اور رسمیں مقرر ہیں۔ لیکن جس طرح ہر ایک عالم کی نسبتیں مختلف ہیں۔ اسی طرح مذکورہ بالا صورتیں اور رسمیں بھی مختلف ہیں۔ رہا خاص اس کا حال اور شان اوسے عالم کے طریقہ پر۔ کہ جس کا یہ خاص ہے۔ ایسا قرار دیا گیا ہے۔ کہ اوس کی ماہیت اگر مناسب کشف و مشاہدہ۔ رسم و عبارت کا تو کیا ذکر ہے۔ اشارات کے ذریعہ سے ہی دوسرے عالم میں آشکار کرنا چاہے۔ تو نہ کر سکے۔ مگر مانند اور مثال کے ساتھ جس کا نام دوسرے الفاظ میں اصطلاح ہے۔

## گفتار و تشبیہ و تمثیل الہیات

اصطلاح محققان بالکل اس طرح ہے۔ کہ جیسے کوئی شخص صحرا میں پیدا ہوا۔ وہیں اوس نے



پردش بانی اور وہین بڑا۔ بہوہ کسی آباد شہر میں گیا۔ اور چند روز وہاں رہ کر انواع و اقسام کے کماؤن سمجھ رہا۔ اور خوش فضا عمارتوں سے مستفید ہوا اس کے بعد جب وہ اپنے مسکن صحرائین جاویگا تو صحرا و اے اُن چیزوں کا حال اس سے دریافت کریں گے۔ جو مخصوصات شہر میں سے ہونگی پیا پیا نہ ہونگی۔ اور نہ صحرا والوں کی زبان میں بمقابلہ اُن چیزوں کے کوئی لفظ موضوع ہوگا۔ تو ایسی صورت میں وہ صحرائی شہر کی عجیب و غریب اشیاء کی خصوصیات کس طرح بیان کر سکیگا۔ سوائے اسکے کہ اسی صحرائین سے تلاش کر کے ایسی چند چیزیں ہم پہنچا دے گا جو فی الجملہ شہر کی موجودہ اشیاء سے مشابہ ہوں گی اور اُن مشابہ منتخب چیزوں کے ناموں کے ذریعہ سے شہر کے عجائبات کو جواب میں بیان کرے گا۔ اور یہ طریقہ بیان کا شہر جانے والوں کو صحرائین واپس آنے پر خصوصیات شہر بیان کرنے کے واسطے اور نیز جو دوسرے صحرائی جو شہر میں جاتے آتے ہیں۔ اون کو ماہیت اشیا جاننے کے واسطے دستور العمل ہو جاوے گا۔ بس اسی طرح پر ہر ایک فن کی اصطلاحات کی وضع۔

## گفتار در التزام ملازمت دانایان فنون

واضح ہو کہ ہر ایک فن کا استاد اُس فن کی جزئیات کو اچھی طرح پہچانتا ہے۔ لہذا جو شخص کسی فن کا طالب ہو۔ اُس کو استاد فن کی تعلیم گاہ کی حاضر باشی ضروری ہے۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ نو آموز جب تک راز شناسان فنون کے مدرسہ تعلیم میں ایک مدت تک حاضر رہ کر کتاب علم نہیں کرتا ہے۔ الفاظ سے آگے بڑھ کر معانی مصطلح پر عبور نہیں پاتا ہے۔ گولغات و الفاظ کی بندش اپنے مقامات کے اعتبار سے کتنی ہی چست اور درست ہو۔ لیکن گو ہر ادما تہ نہیں آتا ہے۔ اُس شخص کو ہوشیار سمجھنا چاہیے جو یہ خیال نہ کرے۔ کہ میں نے جو کچھ استنباط کیا ہے۔ یہی مراد قوم ہے۔ بالخصوص صوفیوں کی اصطلاح میں اپنی لغت دانی پر ہرگز فریفتہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ لفظی مفہومات اور اصطلاحی معانی میں بے نہایت بعد ہوتا ہے فرد

چشمہ حیوان کجا لعل لب جانان کجا	ہر دو جان غشند اما این کجا و آن کجا
---------------------------------	-------------------------------------

یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ کتب تصوف کے پڑھنے والے یہی اہل کشف ہیں۔ نہ اہل کتاب۔ اور نہ وہ لوگ جنہوں نے صرف ظاہری علوم تحصیل کیے ہیں پس جو شخص بتان دے علمناہ منزلنا علمناہ

نو آسوز طالب علم ہے۔ اس کو مناسب یہ ہے کہ خود دانی پر گہمنہ نہ کرے۔ اور اگر الفاظ کے ذریعہ سے مراد قوم معلوم نہ کر سکے۔ یا اپنی رفتار سے کسی طرف راستہ نہ نکال سکے۔ تو نفس کو اپنا پیشوا نہ بناوے۔ جو غیرت دلانے والا ہے۔ بلکہ جبین نیاز خاکساران طریقت کے پانون پر رکے۔ کیونکہ یہ شاہپازان عرش پرواز میں اولان سے ہمت اور توجہ کی درخواست کرنی چاہیے۔ اور اس اہل حقیقت خدائی گروہ کی ہدایت و تلقین سے سلوک و طریقت کا فائدہ اٹھانا چاہیے۔ پھر اس کے بعد چاہیے۔ کہ کمر ہمت باندہ کر توفیق آئی کی مدد سے اس راہ میں قدم رکھے۔ اور عدم حصول سے دل تنگ نہ ہو کر صبر و سکون کے ساتھ توجہ اور کوشش کرے۔

## گفتار در انگارہ فرست نامہ

کترین بندہ آفریدگار گوناگون الفاظ و نگارنگ معانی۔ فرمان پذیرا و امر و نواہی پیام آوران کیش آرا آند و مند آستان بوس صفا سگالان حقیقت پڑوہ۔ زرفیتہ گہر نشانی دانشوران شکل کشا ہوس پیرائے ہمدردی عقیدت اندوزان خلاص نمود۔ دیوانہ دیدار فرشتہ منشان یوسف رو ہم روز گروہ گرفتاران یعقوب اندوہ۔ شیدی سخن سنجی فصاحت و روان جلا و دکار شیفہ غنزل سہرائی داؤدی نوایان دل نواز۔ مومیائی جوی شکستہ دلان خرابہ نشین جاروب فرست مشاعر بہرہ بیان باویہ پیا۔ نگارندہ احوال ناموران فرودس خسرام یعنی عوثی حسن نے خدا اس کو بھی کسی قدر ابدی معرفت نصیب کرے۔ جب قلم و زبان سے اس پر ہزار اور کسب بزرگوار کی آرایش اور نخل بندی کی۔ تو اولین مسودہ میں بدین تفصیل پانچ قسم کے اصحاب کی یادداشتوں سے پودے لگانے تھے۔ ایک وہ لوگ جنہوں نے ظاہری و باطنی صفائی حاصل کی ہے۔ اور جن کو زمانہ سابق کے تاریخ نگار اصحاب تحقیق اور مالکان ہر دو عالم کہتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو صاحب علم ہیں۔ اور وہ تاریخ قدیم میں دانشمند اصحاب کے نام سے یاد کئی گئے ہیں۔ تیسرے وہ گروہ جو پہلوشین دشمن (نفس) کے مقابلہ میں فوج آرائی کر رہے ہیں۔ اور جن کو مورخان سابق بلفظ سالوک لکھتے ہیں۔ چوتھے وہ قوم جو شریعت و سنت کی راہ راست پر گرم رفتار ہے۔ اور جس کے افراد کو زبان قدیم میں نہاد کہتے ہیں۔ پانچویں وہ جماعت جس کا اندرون آباد اور بیرون دیران ہے اور جس کا نام اہل اصطلاح کے

نزدیک مجاویبے۔ گرازاہ احتیاط و اہتمام تصحیح کے وقت نامہ شاخین کاٹ چھانٹ کر دوسرے نسخہ اور  
دوسرے نسخہ سے تیسرا نسخہ مرتب کیا۔ اور اس تیسرے نسخہ کے مقدس زمین میں پانچون قسم کے سرسبز پودوں  
کو چار چمن میں تقسیم کیا۔ اور ہر ایک چمن میں شائستہ انجمنین قائم کیں۔ رباعی

کاراستہ نو بہار ہر سو چمنے

غوثی قلمے سر کن و سر کن سخنے

در ہر چمنے فراہم آرا سخنے

بریا دگر گزشتگان گلزار درون

مذکورہ بالا صورت کے ساتھ ترتیب و تقسیم اس غرض سے کی گئی ہے۔ تاکہ اُس دل آویز چمن اور دلستان  
انجمن کے تماشا ہی۔ اپنے باعبرت دلون کو نور نیش سے۔ اور احوال آنکھوں کو دست بیدنی کے سرمہ سے  
روشن کریں۔ اور اپنا اندر اور باہر یعنی تمام جسم و جان ایک ہی کے خیال میں مصروف کر کے حُسن۔ اخلاق  
اور مبارک عادات اختیار کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ عالم عقبی میں صدر الذرین کا اخلاق اور عادات  
صورت عروسی قبول کر کے زینت بہشت کا سرمایہ اور آئی صفات کا مظہر ہو جائینگے۔

پرانے کشف و کرامات سے بہرہ ہونے تاریخی حقائق ناموں کی جن صاحبوں نے ورق گردانی کی ہے  
وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بہشت اور جو کچھ بہشت میں ہے۔ دل دار کے رویت۔ دل آرام کا دیدار۔ دل کش

مکانات۔ دل کشا کھڑکیاں۔ دل فروز جالیان۔ دل آرا تخت۔ دل نشین فروش۔ دل پسند طعام

دل فریب لباس۔ دل آواز نغمہ۔ دل آویز درخت۔ دل خواہ پہولون کی کلیان۔ اور دل

بننے ہوئے چشمے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب آدم زاد کے افعال و اخلاق کی صورتیں ہیں۔ جو مجر و نفس و

عقل کے بیابان میں۔ مرکب اجسام کے ذریعہ سے نمایاں ہوئی ہیں۔ عالی ہذا القیاس دوزخ اور صافیہا

من اسباب العذاب یہ بھی صورتیں ہی ہیں۔ جنہوں نے انسانی افعال کے طلسم میں حلول کیا ہے۔

دوستوں کو واضح ہو۔ کہ محقق قدما کی یہ دریافت اور کشف بمنزلہ ایک آئینہ کے ہے۔ جو ہر فرد کے ہاتھ میں ہے

تاکہ وہ اپنے دوسرے عالم کی حالت کو اپنی پیش بین آنکھ سے دیکھ سکے۔ پس جس شخص کا وجود ظاہر میں تجلیا

جمالی کا مقتضی ہے۔ اُس کو چاہیے کہ وہ اپنے تین ظاہر ظہور معنوی فردوس میں سمجھ کر خدا کے پاک کا

شکر بجالا دے۔ اور جس کی صورت علیہ خارج میں اسمائے جلالی کی مظہر قرار دی گئی ہے۔ اُس کو اپنے تین حکمی

دوزخ میں شمار کر کے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ سے پناہ مانگنی چاہیے۔ اور پھر ہر ایک کو اس نفس لامری معرفت کی امداد

سے چاہیے۔ کہ خدا شناسی کے بلند مرتبہ کو پہنچ کر یہ بات دریافت کر لیوے۔ کہ مطلق خلافت ہم شکل سمجھنے کا ذریعہ۔ اور ہم سری کا نمونہ ہے۔ اور اس معما کو اس طریقہ سے حل کرنا چاہیے۔ کہ ناسوتی عالم صورت۔ خداوند تعالیٰ کی ازلی صفات کے علم و آثار ہیں۔ اور جہان قدسی۔ انسان کے افعال و احوال کی تصویر۔ کیونکہ ملکے ملکوت کی پیدائش۔ واجب الوجود کے اسما و صفات سے اور بہشت و دوزخ کی آفرینش۔ انسان کے اعمال اور اخلاق سے ہے۔ لیکن جب تک انسانی آنکھوں کو خاک گور کا سرمہ۔ ناسوتی رمد سے نجات۔ اور اخروی زندگانی کا کل الجواہر۔ لطافت میں روشنی نہیں بختا ہے۔ تب تک وہ آنکھیں بیداروں کی طرح۔ جاوید باغوں اور آتشکدوں کا تماشا نہیں کر سکتی ہیں۔ جس طرح کہ صفات و جوہر قدیمہ کا اقتضا جب تک وجود مطلق کو تعینات کی امداد اور اعیان ثابتہ کی اجازت سے امکانی صورتوں کا لباس نہیں پہناتا ہے۔ تب تک وجود مطلق کو آسمان بیچونی و بیچگونگی سے ملک و ملکوت کے میدان میں (جس میں چون و چند کی گنجائش ہو سکتی ہے) نزول نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے موجدانہ کلام اور حرف و صوت سے بیگانہ مفہوم کی تمہید و تفصیل کے لیے فی نفسہ جداگانہ دفتر چاہیے۔ جو لوح محفوظ کی مثل ہو۔ ایسی عظیم اور عظیم الشان تمہید و تفصیل کتاب ہذا کے دیباچہ میں تاویل کے ذریعہ سے کیوں کر آ سکتی ہے۔ جو کوتاہی کلام کے ساتھ نام زد ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ تمام فہرست جس قدر کلام سے انجام کو پہنچ جاوے۔ بس وہی پراکتفا کروں۔ اور زبان و قلم کو بزرگان دین و یقین کی یاد نگاری میں مکفول کروں۔ باصفا گروہ کی دوستی کی بدولت اپنے نامہ اعمال سے گناہوں کی سیاہی دور کر کے۔ اس کی جگہ التماس کے قلم سے یہ عقیدہ لکھ دوں **مصرح** بدان را بہ نیکان بخشد کریم۔ اور کہاں ادب یہ ناکہ مصرع اشفاعہ اشفاعہ اے بزرگان عاصم۔ معنوی قیامت میں بلند کروں۔ کہ عبارت اپنے احوال اور افعال کے معنی ہے۔ **اللَّهُمَّ لَسْرُؤُنَا مَا أَعْطَيْتَ نِي عَلَيْكَ بِأَعْمَلٍ مِّنْ أَعْمَلٍ لَّعَلَّ حَقِيقَةَ قَوْلِنَا بِأَمْرِكَ قُلْ لَنْ يَصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا**

## گفتار و تعین القاب

خدا کرے۔ دانش آبادوں کی عمارت۔ جہالت کی خرابی سے۔ اور آزاد خاطر کی بے تعلق کی نو بہار۔

۱۵۔ یا اسد تو ہم کو وہ شے عطا فرما۔ جو تو نے ہمارے لیے بلا ہمارے عمل کے اپنے علم میں عطا فرمائی ہے تاکہ میرے ارشاد قُلْ لَنْ يَصِيبَنَا لَحْرٌ مِّنْ جَوْهَرٍ قَوْلٌ ہے۔ اس کی حقیقت ہم جان لیں۔ اور وہ قول یہ ہے۔ اے پیغمبر تم ان لوگوں سے کہو۔ کہ جو کچھ خدا نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور مصیبت تو ہم کو پہنچ سکتی نہیں ہے۔ ۱۲۔

علاقہ کی خزان سے محفوظ رہے۔ یہ چند باتیں جن کو میرا قلم لایفٹ گا۔ یہ ہے۔ اس بارہ میں ہیں۔ کہ اس کتاب کے مطالعہ کے وقت جس شخص کا دل زود فہمی اور سرعت انتقال کا مشاق ہو۔ اس کو کسی لقب اور خطاب کے معلوم کرنے میں یہ تامل اور فکر پیدا نہ ہو۔ کہ فلان لقب اور خطاب کس کا ہے۔ اور مرجع اس کا کون بزرگ ہیں۔ اس لئے ایک معین صفحہ میں قلم صراحت سے لکھتا ہوں۔ (۱) معین الاولیا سے مراد سلطان کشور کشاے ولایت وکرامت خواجہ معین الدین حسن بھری چشتی ہیں۔ جنکی خوابگاہ جمیر میں ہے۔ (۲) قطب الاشراخ یا قطب الاولیا مراد۔ خداوند خلافت عظمیٰ خواجہ قطب الدین بختیار راشی کی بابرکات ذات ہے (۳) نظام العرفیا نظام الاولیا سلطان مشائخ عارف اطوار کاشف اسرار شیخ نظام الاولیا کا مبارک لقب ہے۔ یہ دونوں بزرگ خاندان چشت کے چراغ ہیں۔ اور شہر دہلی میں ان کے مقدمات منورہ ہیں۔ (۴) بہار الاسلام یا بہار الاولیا سے مقصود قافلہ سالار بہر وان طریقت۔ رہنماے سالکان شاہراہ حقیقت مخدوم شیخ بہار الدین زکریا ملتانی ہیں۔ (۵) غوث الرحمن یا غوث الاولیا۔ شاہنشاہ اقلیم جامعیت ابوالموید عمید الدین شیخ محمد غوث کا خطاب پاک ہے۔ جن کا فرار مبارک شہر گوالیار میں ہے۔ (۶) لفظ وجیہ الملت سے مراد۔ دانش آموز صوری و معنوی۔ بنیش اندوز حقیقی و مجازی استاد شیخ وجیہ الدین احمد ابن نصر السہلوی احمد آبادی ہیں۔ (۷) اور کلمات مسیح القلوب یا مسیح الاولیا سے مراد۔ حافظ الاوقات رافع الدرجات شیخ عیسیٰ ابن قاسم سندھی کی ذات فیض آیات ہے۔ نظر۔





اس حمن میں ساتویں صدی کے صوفیوں - علم والوں - پرہیزگاروں - خدا پرستوں - مجذوبوں کے احوال و افعال کا بیان ہے - اے خرد - اٹھ بیٹہ - اور کچھ ذوق سے کام لے - دیکھ اس حمن کی ہر ایک یاد بجاے خود ایک مثال ہے - جس کو طوبیٰ کہہ سکتے ہیں - اور جس میں ہر ایک طرح کے دلخواہ میوے موجود ہیں - ان میووں کے ہر نام اور کامیاب دونوں کو اُس خداوند تعالیٰ شانہ کے شکر و سپاس کا فرہ حاصل ہوتا ہے - جس نے انسان کا عجیب و غریب پودہ اولیٰ علم اور بعدہ عین کے بلوغ میں لگایا - اور جب تک قیامت کی خزان نہ آوے گی تب تک وہ اُسکی نوعی تنہ سے افراد اور احوال کی گونا گون شاخیں اور پتے اس طرح پیدا کرتا رہے گا - کہ اگر سابقہ شلخ یا پتہ ٹوٹ جاوے - تو بجائے اُسکے فوراً دوسری شاخ یا پتہ قائم ہو جاوے - اور غرض اس سے یہ ہے - کہ حقیقی وجود کے درخت کی مشابہت اس میں نمایاں ہو - جس کا عظیم الشان تنہ وحدت ذاتی

ذالیان صفات - اور پتے تجلیات ہیں - ایدہر آؤ ایدہر مصرع

بوستان از دوستان سازیم مستی ہا کینم

یاوشاہ یوسف ملتانی

پیدائش تو کر ویز علاقہ کابل میں ہوئی تھی - مگر آپ نے ہجری سنہ پانسو چاس میں بہ ترک سکونت ملتان میں آکر قیام فرمایا - آپ کے زمانہ زندگی کے واقعات عجیب و غریب اور بے شمار ہیں - جو تمام و کمال بیان میں نہیں آسکتے ہیں - رحلت فرمائی کے بعد بھی بہت سی کرامتیں آپ کی ظاہر ہوئی ہیں - سب سے زیادہ عجیب یہ بات ہے - کہ جب کوئی شخص بارادہ بیعت آپ کی قبر کے پاس جانا تھا - تو آپ فرار کے اندر سے ہتھ پڑکال دیتے

تھے۔ اور ہدیہ کے ہاتھ پر رکم کبیل اللہ فوق ایدل یہم کے آثار کا ثبوت دیتے تھے۔ شیخ صدر الدین ابن  
 شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس سرہا کے مبارک زمانہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ چونکہ صدر الملتہ کی کوشش اس  
 بارہ میں زیادہ رہتی تھی۔ کہ آنجہانی معاملات مخفی رہیں۔ لہذا آپ کی یہ روش صدر الملتہ کی طبیعت کے  
 خلاف واقع ہوتی تھی۔ ایک روز صدر الملتہ شاہ یوسف کی قبر پر پونچے اور فرمایا۔ یوسف۔ ہاتھ اندر کیلیج لو۔  
 اور دراز دستی چوڑو دو۔ اس کے جواب میں قبر کے اندر سے آواز آئی۔ صدر۔ آج درویش کا ہاتھ تم نے کوتاہ کیا  
 تو تمہارا نام درویش نے ہی لوح زمانہ سے مٹا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ بہاؤ الدین کے بعد شیخ رکن الدین کا نام  
 لوگوں کی زبانوں پر روان ہے۔ اور صدر الاسلام کا نام درمیان میں نہیں آتا باوجودیکہ صدر الاسلام۔ رکن الملتہ  
 کے پند بزرگوار ہیں۔ قدس سرہم۔ شاہ یوسف کے پیر شاہ قسور جنیدی علوی کروری ہیں۔ یہ اویسی تھے۔  
 اویس صوفیوں کی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں۔ جس کو پیر ہدایت کے واسطہ کے بدون  
 خاص مبدوء الیہ سے فیض ولایت پونچے اور بس۔ بعض کی رائے یہ ہے۔ کہ جو شخص قول میں فعل میں اور  
 اعتقاد میں سنت رسول کا اتباع کرے۔ اور اسی پر چلے۔ اور اس طرح پر جناب خاتم النبوة والشریعیہ علیہ السلام  
 کے باطن اقدس سے فیض پاوے وہ اویسی ہوتا ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام سے جس کو  
 فیض پونچے۔ وہ اویسی ہے۔ بعض کا خیال یہ ہے۔ کہ جو صاحب ولایت جامع محمدیہ کے سجادہ نشین ہیں۔  
 علی صلی علیہا افضل الصلوٰۃ اون کے باطن سے جس شخص کو فیض حاصل ہو بغیر اسکے۔ کہ وہ ظاہر میں  
 ملازمت کرے۔ وہ اویسی ہوتا ہے اور بعض کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ جس شخص کو اولیاء امت میں سے کسی کے  
 ہی باطن سے بدون توسط بھی بیعت کے فروغ ہدایت حاصل ہو۔ اس کو اویسی کہتے ہیں۔  
 یہ مرتبہ اکثر اصحاب گو گزشتہ زمانہ میں حاصل تھا۔ اور اب ہی حاصل ہے (۱) بابا حاجی روز بہ یہ زمانہ  
 سلف کے اولیاء کے وہلی میں سے ہیں۔ مشہور یہ ہے۔ کہ بزمانہ راجہ پتھورا قلعہ کی خندق میں گوشہ گزین  
 تھے۔ آپ کی بدولت ہزاروں آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے (۲) پیر علی اجوری غزنوی جن کی خواب گاہ لاہور  
 میں ہے (۳) شیخ جلال الدین پورانی جن کا حال مولانا جامی قدس سرہ نے ہی کتاب نفحات الانس  
 میں لکھا ہے۔ (۴) شیخ حسین زنجانی۔ (۵) سید ابراہیم اویسی (۶) شیخ موسیٰ آہنگر لاہوری۔ (۷) شیخ  
 محمد نو مسلم بنگشی افغانوں کے پیر (۸) شیخ احمد متوکل اجینی۔ اور نیز ان کے سوا اور بزرگ بھی اویسی ہو چکے

ہیں۔ قدس سرہم چنانچہ ہر ایک کی یاد میں یہ ذکر کیا گیا ہے مصرع مست شو واسطی ادیسی کیت

## یاد شیخ ابوالحسن علی

آپ ابوعلی عثمان ہجویری جلاّبی غزنوی کے فرزند ہیں۔ خواہگاہ لاہور میں ہے۔ عارف۔ عالم۔ موحد۔ محقق۔ اہل تصنیفات اور صاحب اشعار تھے۔ کشف المحجوب میں لکھا ہے۔ میں نے ایک دیوان ترتیب دیا تھا۔ جس کی غزلوں کے مقطع میں تخلص نہیں کیا تھا۔ ایک چوری پیشہ شخص نے کیا گیا۔ ان غزلیات میں اول سے آخر تک اپنا تخلص دخل کر دیا۔ لہذا میں اس خوف سے رسالہ بڑا کے اندر ہر ایک مقام پر تقریب نکال کر اپنا نام وضاحت اور صراحت کے ساتھ لکھا ہوں بعض کا خیال ایسا ہے کہ شیخ آغاز سلوک میں اویسہ تھی۔ لیکن شیخ نے خود لکھا ہے۔ کہ طریقت میں میرے پیر شیخ ابوالفضل محمد ابن حسن جیلانی ہیں۔ جو ابوالحسین خضرمی کے بزرگ خلیفہ ہیں۔ اور ابوالحسین۔ ابوبکر شبلی کے شاگرد ہیں قدسنا اللہ باسراہم۔

تواریخ مشائخ کے سابقہ مصنفین کا خیال ہے۔ کشف المحجوب کے مصنف وہ بزرگ ہیں۔ جن کا مبارک فرار لاہور میں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ مصنف کشف کی خواہگاہ غزنین میں ہے۔ لیکن اولین بیان۔ دو کے بیان کی بہ نسبت قریب صحت زیادہ ہے مصرع گریگویم درنگویم نام اونا می بود

## یاد شیخ فخر الدین حسین زنجانی خواہگاہ لاہور

آپ کے موحدانہ اقوال میں سے ہے۔ اَلْفَقِیْرُ عِنْدِیْ مَنْ لَا قَلْبَ لَہٗ وَ لَا رِبَّ لَہٗ  
توحید ذاتی کی تجلیات کے جہان اور کشف ہیں۔ انہیں میں سے ایک یہ کشف ہی ہے۔ اور نہایت بلند مرتبہ کشف ہے اس کے عالی مقام کو ہر ایک سالک نہیں پہنچ سکتا۔ شیخ جمال دہلوی نے سیر العارفین میں لکھا ہے۔ کہ شیخ سعد الدین جموی اگرچہ شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید ہیں۔ قدس سرہم لیکن سلوک اور توحید کے مدارج۔ پیر زنجانی کی ہدایت سے طے کر کے کمال حاصل کیا تھا۔ اور جب خواجہ معین الاولیا چشتی اجمیری ہند کو تشریف لائے تھے تو اس وقت چند روز لاہور میں پیر زنجانی کی

لے میرے نزدیک فقیر وہ ہے۔ جس کا قلب نہ ہو۔ اور نہ اس کا کوئی رب ہو ۱۲۶۱



مصاحبت میں ہی قیام فرمایا تھا۔ باہم رازداری اور خدا شناسی کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ قدسنا اللہ  
 باسمہما۔ مصحح فقراہم نگہت الفقر فخری میدہ۔

## یاد بابا حاجی رتن ابن نصرندی

آب کی کنیت ابو ارضابہ۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ آپ اولیائے اُمت میں سے ہیں۔ اور بعض کہتے  
 ہیں۔ اصحاب میں سے ہیں۔ ایک بزرگ شیخ رضی الدین علی ابن سعید لالا ابن عبد الجلیل غزنوی تھے۔ جو  
 حکیم سنانی کے چچا زاد بھائی تھے۔ اور حکیم سنانی شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید۔ اور ایک جوہیس مردان حسد  
 کے خلیفہ تھے۔ یہ بزرگ لکھتے ہیں۔ کہ میں ہجری سن چھ سو بیس میں ہندوستان کے اندر آیا اور بابا سے  
 ملاتا۔ اُس وقت بابا نے حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کا خاص شانہ مبارک جو میرے نام زد تھا  
 مجھ کو عطا فرمایا تھا اور نیز سرور انبیاء علیہ السلام کے جلسہ کی چند باتیں فرمائی تھیں۔

شیخ علاء الدین سمنانی نے ایک کتاب لکھی ہے فصل الخطاب جس میں انہوں نے احادیث رتنیہ  
 کی تصدیق کی ہے۔ اور نیز اُس میں خواجہ محمد پارسا بخاری نقشبندی کی بھی روایت لکھی ہے اس کتاب  
 میں لکھا ہے۔ کہ میں شیخ علی لالا کی خدمت میں پہنچا۔ اور بابا کے ہاتھ سے شانہ ملنے کا معاملہ میںے سنا۔ اور وہی  
 شانہ آج مجھ کو پہنچا ہے۔ لیکن محدثین کی جماعت ان پر طعن کرتی ہے۔

کہتے ہیں۔ سکتگین کا بیٹا سلطان محمود۔ حدیث نبوی ایسے شخص سے سنا چاہتا تھا جس نے بلا واسطہ  
 خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہو۔ اس اثنا میں خبر ملی۔ کہ ہند میں ایک بڑے معمر  
 شخص موجود ہیں۔ جو اپنے تین صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ سلطان نے کمال عزت اور التجا کے ساتھ  
 آپ کو غزنین میں آنے کی تکلیف دینی چاہی۔ مگر آپ نے انا قبول نہیں کیا۔ جب تک بہت سامان و متاع  
 آپ کے پاس نہیں پہنچا۔ جب آپ کہ پیر فرقت تھے دار الخلافہ میں پہنچے۔ تو سلطان نے استقبال  
 کیا۔ اور طلائی و نقرہ پبول آپ کے گوارا پر نثار کیے آپ نے اپنے ہاتھ سے اُن منتشر سنگ ریزوں کو فراہم  
 کیا یہ حال دیکھ کر سلطان اور نیز تمام امرا سخت متعجب ہوئے اور دریافت کیا۔ کہ اولاً اس قدر علما اور مشائخ  
 آپ کی طلب میں گئے۔ مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ جب تک ہم نے مال نہیں بھیجا۔ اور بیان ہی آپ کی طرف  
 سے حجرات و فراہم کرنا دیکھا گیا۔ یہ اصحاب فنا کا کام نہیں ہے۔ آپ نے جواب میں یہ دو حدیثیں روایت

کین۔ ایک یہ اِنْسَانٌ عَبِيدٌ اِلْحْسَانِ دوسری یہ يَشِيبُ ابْنُ اَدَمَ وَ يَشَيْبُ فِيهِ  
 خَصْلَتَانِ الْكِرْمُ وَ طَوْلٌ اَلَا صِلَ یہ دو حدیثیں سن کر آپ نے سلطان اور تمام اکابر کی دیرینہ  
 آرزو پوری کی۔ راقم کے خیال میں یہ بات آتی ہے۔ کہ جب سوال اس قسم کا تھا کہ ہمچو نعل کار تکاب منصب  
 درویشی کے مناسب نہیں ہے۔ تو مجیب نے مقام جواب میں یہ دو حدیثیں بیان کرنے سے تین کام کے  
 اول آرزو کے سلطان پوری کی جو صحابہ کی زبانی حدیث کا سنتا تھی۔ دوسرا ذراہ کسر نفسی اپنے  
 تین عوام میں سے شمار کر کے۔ دونوں حدیثوں کو بظاہر سوال مذکور کا جواب بنایا۔ تیسرے اشارہ سے بتا دیا  
 کہ ہاتھ آلودہ کرنا حرص اور احتیاج سے نہیں ہے۔ بلکہ روایت حدیثیں کی تقریب سے ہے۔

شیخ ابن حجر عسقلانی نے کتاب اِلْصَابَةِ فِي تَعْرِيفِ الصَّحَابَةِ میں بابا کا ذکر لکھا ہے اور آپ کے  
 حالات کے متعلق بہت سی یاقین تحریر کی ہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ وہ بہرتی کے شاہ سے خالی  
 نہیں ہیں۔ مختصر یہ ہے۔ کہ بابا کے نفس قدسی نے زمانہ جاہلیت میں عنصری لباس پہناتا۔ ایک قصبہ متعلقہ وہلی  
 یا لاہور میں۔ اور آخاز ہوش میں اپنے ایک قافلہ کے ساتھ عربستان کا سفر کیا۔ عربستان کی میر کے بعد معاودت کی  
 جب ہند میں واپس آئے تو خبر ملی۔ کہ پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کی بعثت ہوئی ہے۔ چنانچہ پہر دریا کے راستے سے  
 مکہ معظمہ کو کوچ کیا۔ اور سعادت صحبت سے سرفرازی حاصل کی۔ چند روز خدمت میں قیام کر کے پہر جانب ہند  
 سعادت فرمائی۔ اور اپنے مکار نفس کے ساتھ بہت سی ادا بیان اور کار بالآخر فتح پائی۔ اور تمام جہان کو مشرق سے یکسر مغرب  
 تک ناپا ڈالا۔ عجیب عجیب خونخوار مقامات میں چلے پکشان کہیں۔ اور جو نہ پڑ پڑیاں بنائیں۔ چھٹی صدی میں جو اب باب  
 سعادت تھے۔ وہ بابا کی بدولت تابعین۔ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِينَ کے شرف سے شرف ہوئے اور  
 بابا نے ساتویں صدی میں رحلت فرمائی۔ ہوشیار ساج کہتے ہیں۔ کہ سرانڈیب میں عنصری علی نبینا وعلیہ السلام  
 کے قدم گاہ کے نزدیک آپ کی قبر ہے۔

## یاد خواجہ معین الدین حسن حسینی سنجری قدس سرہ

ہجری سنہ پان سو بیستیس میں آپ کی علمی صورت نے عنصری خلعت پنکر قصبہ سنجر میں جو علاقہ سجستان میں ہے  
 پر وہ غیب سے عالم شہود میں درود فرمایا۔ لیکن پرورش آپ کی صوبہ خراسان میں ہوئی۔ آپ کے پدر بزرگوار عنایت الدین  
 حسن نے آپ کو گیارہ سال کی عمر میں یتیم چھوڑا۔ اسی اثنا میں ایک روز مجذوب الہی ابراہیم نام کا بچہ بلخ میں گزر چکا

۱۵ انسان۔ اسان کا غلام ہوا ہوا ہے۔ ۱۶ آدم زاد بڑا ہوجاتا ہے۔ مگر اس کے اندر دو عاقلین جوان ہوجاتی ہیں۔ ایک حرص دوسرے طولی ال ۱۷

آپ نے انکو رکھا ایک خوشہ نہایت ادب اور انکسار کے ساتھ مجذوب کے آگے پیش کیا۔ مجذوب کے ہاتھ میں ایک ٹکڑا  
 تتالی کی کسل کا۔ وہ اپنے دانتوں سے چا پ کر آپ کے منہ میں ڈالا۔ جب وہ پیٹ میں پہنچا۔ تو اندرون جسم ایسا روشن  
 ہو گیا۔ کہ جس سے تمام علاقے یک لخت نیست و نابود ہو گئے۔ لہذا اگلے تعلقات سے دل ہٹا کر حقیقی رہنمائی جستجو  
 میں چلے۔ اور تقدیر کی رہنمائی سے اولاً ہرون میں پہنچی۔ جو نیشاپور کے اعمال میں سے ہے۔ بیان پر قدوة الاولیا  
 خواجہ عثمان ہرونی کی ملازمت حاصل کی۔ اور مہاجر بیعت ادا کر کے ڈہائی سال برابر پونشنین دشمن یعنی نفس کی  
 اصلاح میں کمر بستہ رہے۔ اور بالآخر کامیاب ہوئے جب بیان سے خرقہ خلافت عطا ہوا۔ اور سزا مل گئی۔ تو دیگر خدا  
 شناسان ملک کی ملاقات کے ارادہ پر جہان گردی شروع کی مشائخ قدس سرہم کی ملازمت سے بہت کچھ فیض پایا  
 اولاً کوہ جو دی کے دامن میں جو بغداد سے سات منزل دور ہے اسوۃ العرفا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے  
 حضور میں پہنچے۔ اور جو کچھ ازلی حصہ نصیب میں لکھا تھا۔ وہ حاصل کیا۔ اسی طرح برسنجار میں نجم الاولیا شیخ نجم الدین  
 کبریٰ کو۔ بغداد میں شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی۔ شیخ اوصد الدین کرمانی۔ اور شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر  
 سہروردی کو۔ ہمدان میں شیخ یوسف ہمدانی کو۔ تبریز میں شیخ ابوسعید۔ اور شیخ جلال الدین تبریزی کو۔ استرآباد میں  
 شیخ ناصر الدین کو۔ غرین میں شمس العارفین عبدالواحد پیر شیخ نظام الدین ابوالموہد کو اور لاہور میں شیخ حسین  
 زنجانی مرشد شیخ سعد الدین حمویہ کو دیکھا۔ ان باخبر مقبولان بارگاہ ایزدی میں سے ہر ایک کی خدمت میں  
 توڑے توڑے روز حاضر رہ کر ملازمت کی۔ رازداری کی باتیں ہوتی رہیں۔ اور بہت کچھ معرفت الہی کا سرمایہ  
 بہم پہنچایا۔ گویا خدائی معرفتوں کا آپ خزانہ ہو گئے تھے۔

آپ کے حالات کا مختصر بیان اس طرح پر ہے۔ کہ لوگوں سے بہت کم ملتے تھے۔ پہاڑ اور صحرا کے دہن  
 میں بود و باش رکھتے تھے۔ ہمیشہ تیر و کمان پاس رکھتے تھے۔ اپنی خورش شکار سے بہم پہنچاتے تھے۔ پرانی چندیان  
 پیوند لگا لگا کر بیٹے تھے۔ کم کمانے کی عادت تھی۔ صبح کے وضو سے عشا کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور دن میں دو دفعہ  
 قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ آپ سبزوار میں ایک ستم پیشہ شخص کے بلغ میں اترے ہوئے تھے باغبان نے حاضر ہو کر  
 مالک باغ کی ناقابلیت سے کچھ گزارش کیا۔ آپ نے اس پر کچھ خیال نہ فرمایا۔ اور بلغ سے باہر نہیں گئے۔ اسی اثنائیں  
 مالک باغ اپنے تو نگرانہ ساز و سامان کے ساتھ آگیا جب خواجہ معین الاولیا کے نزدیک پہنچا۔ تو اس کے جسم پر ہر مگر  
 موہن لزرہ پیدا ہوا۔ اور چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا۔ ناچار تو نگرانی شوکت کا ساز و سامان تھے کر کے خادمانہ ہاتھ باندھ کر

کھڑا ہوا۔ خواجہ نے ایک بے پروایانہ نگاہ سے اُس کو دیکھا۔ اُس کے ہوش جاتے رہے۔ جب باغبان نے  
 حسب ارشاد خواجہ۔ بیہوش کے منہ پر پانی چھڑکا۔ تب بیہوشی دور ہو کر ہوش میں آیا۔ اور نیاز مندانہ زمین پر سامنے  
 گر پڑا۔ ارشاد ہوا۔ نالائق حرکات سے باز آؤ۔ چنانچہ باز آیا۔ اور بیعت ہوا۔ اوس کے سب ہمراہیوں نے  
 ہی فرمان برداری قبول کی۔

کہتے ہیں۔ کہ جس سال معز الدین سام نے دہلی فتح کر کے قطب الدین ایبک کے سپرد کی۔ اور ہنگام  
 واپسی غزنین کے راستہ میں دنیا سے رخصت ہوا اسی سال خواجہ کے قدم مبارک سے خاک دہلی نے شرف حاصل کیا  
 ہے۔ چونکہ بیان پر لوگوں کی آمد و رفت زیادہ ہوئی۔ اور یہ عجم آپ کو پسند نہیں آیا۔ لہذا اپنے جمہیر کی طرف عزم  
 فرمایا۔ حاکم دکن نے سید حسین شہدی کو جمہیر کا فوجدار مقرر کر کے خواجہ کے ہمراہ روانہ کیا۔ فوجدار کمال دل آوری  
 اور شجاعت کام میں لایا جس کے سبب سے بعض اہل زمین مسلمان۔ اور بعض مطیع اسلام ہوئے۔ بالآخر  
 فوجدار نے شہرت شہادت پیا۔ اور وہیں ایک پہاڑ پر ہمیشہ کے واسطے جا سویا۔

کہتے ہیں۔ خواجہ دو دفعہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے دیدار  
 کے لیے دہلی میں تشریف لائے تھے۔ اور جس مکان میں اب شیخ رشید علی کی خواہنگاہ ہے۔ اُس میں اتر کر تے تھے  
 پہلی بار جو دہلی سے اجمیر کو گئے تھے۔ تو سید حسین شہدی فوجدار کے عم بزرگوار سید وجیہ الدین حسینی کی لڑائی کے ساتھ  
 نکاح کر کے ہمراہ لے گئے تھے۔ ستائیس سال اوس پر وہ نشین با عصمت بی بی کے ساتھ بہ خوشی و خورجی زندگی  
 گزاری۔ اور پیری اولاد بھی ہوئی۔ ستائیس سال کی عمر اپنے پائی۔ بعد چھٹی رجب ہجری سن چھ سو تینتیس روز  
 شبہ کو عالم آخرت کی جانب کوچ فرمایا۔ اور اجمیر میں خواہنگاہ تیار ہوئی۔ آج اوس کی عمارت نہایت عالیشان  
 ہے۔ اور ہر سال لوگ گردہ کے گردہ ہر ایک ملک سے عرس کے موقع پر اکڑ جمع ہوتے ہیں۔ اور جس قدر  
 مشائخ چشت ہند میں مدفون ہیں۔ سب اپنی خلافت کے سلسلہ کو حضرت خواجہ تک منتهی کرتے تھے  
 قدس اسرار ہم سوائے ایک سلسلہ شیخ عزیز اللہ منڈو (مانڈو) والہ کے۔ کہ وہ شیخ رکن الدین نہروالہ سے  
 ملتا ہے۔ اور شیخ رکن الدین اپنے تین چہرے واسطے سے خواجہ ہودو چشمی تک پہنچاتے ہیں۔  
 انشاء اللہ العزیز یہ حال اُن کی یاد میں لکھا جاوے گا۔

### انجمن

یہ انجمن اہل خدا میں ذی بصیرت اصحاب کے با فروغ حالات کے بیان میں ہے جنہوں نے اپنی نسبت کے

ہاتھ سے معین الاولیا قدس سرہ کی بیعت کا دامن پکڑا۔ اور آپ کی رہنمائی سے خدا طلبی کے راستہ میں قدم رکھا ہے۔ بعض نے خرقہ خلافت حاصل کر کے زندہ ولی حاصل کی۔ اور ان کے سلسلہ پر ارباب دانش گروہ کے گروہ جلے۔ اور بعض نے اس طریقہ پر چلنے کی آرزو ہی نہیں کی۔ اور ہمیشہ اپنے حجرہ وحدت میں تنہا نشین رہے۔ قصہ کوتاہ جن معانی کا چہرہ واضح کے رنگ آمیز قلم نے الفاظ کے صفحہ پر کھولا ہی نہیں ہے۔ ان معانی کا راستہ اور حیاں۔ سوائے تمثیل کے پاؤں کے کیسے چل سکتے ہیں اس لئے اس ذی معرفت گروہ کے پر حقیقت حالات کی تعریف صراحت کے ساتھ نہیں لکھ سکا۔ اور چونکہ تشبیہ سے دل ناخوش اور رسیدہ تھا لہذا تشبیہ سے بھی کام نہ لیا۔ ناچار ہر ایک کے نسب و حسب۔ وطن و مرقد۔ اور سعیت و سلسلہ کے متعلق چند باتیں ایسے قلم سے لکھی ہیں جو بالکل سادہ اور صنایع و بدائع کے زبور اور آرایش سے برہنہ ہے۔ تاکہ سنیے والہ کو آگاہی ہو۔

باد جو دیکھ تمثیل اصل کی چہرہ پر ایک نقاب ہوتا ہے۔ تاہم تمثیل اپنی چمک دمک دکھانے سے۔ روحانی چہرہ کو آئینہ کی طرح جسمانی عکس کی شکل کر دیتی ہے۔ تمثیل دور بیٹھے ہوئے۔ گوشہ نشینوں کو ویسے ہی جلوہ کا سلمان ہم پہنچاتی ہے۔ جیسا کہ نزدیک والوں کو نظر آتا ہے۔ تمثیل معنی کی پر وہ نشین عروس کی صورت کشادہ رو شاہد کے طور پر دکھلاتی ہے اور نیز جن منور چہروں پر مثل آفتاب کے نگاہ دشواری سے پڑ سکتی ہے تمثیل ان چہروں کو آسانی کے ساتھ نظر آنے والے ماہ و شون کے سلسلہ میں عیان کرتی ہے۔ لیکن اگرچہ نکتہ آفرین طبیعت ان ساکنان شہر کشف کو تشبیہ و تمثیل کی امداد سے محسوسات کی آبادی میں پہنچاتی ہے اور نیز ان کو کشفی مکان سے نکال کر خیالی سنہرے اس طرح لا بٹھاتی ہے۔ کہ جو کچھ شاہ جادو سے اقرب بہ فہم ہو۔ باہمہ اگر ناظرین غور سے دیکھیں گے۔ تو عالم غیب کے ستورون کا حال ٹھیک طور پر اس طرح معلوم نہ کر سکیں گے کہ جس طرح ان لوگوں کا حال معلوم کر سکتے ہیں۔ جو حواس اور عقول کے مینخانہ میں مست پڑے ہیں۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے قیاس غائب کا شاہد پر ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر عالم کے ادراک کے واسطے جداگانہ رسم معین کی گئی ہے۔ ایک عالم کی اشیا کا۔ دوسرے عالم کی رسموں کے ذریعہ سے ادراک۔ صرف انہیں اشیا تک پہنچ سکتا ہے۔ جو دونوں عالم میں مشترک ہیں۔ اس سے آگے خصوصیات تک نہیں پہنچتا مابہ الاختلاف جو عالم کثرت کی آفرینش کا سبب ہے۔ معرفت کے سلسلے ظاہر نہیں ہو سکتا۔ ہر موجود اور ہر منظر جس کو آسمانی کمالات اور تفصیلی حسن حاصل ہے اس کی ماہیت کی شناخت ہاتھ نہیں آتی۔ کائنات کے ذرے ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا نہیں ہو سکتے۔ اور راستہ چلنے والا۔ اس طرح کی رفتار سے منزل تحقیق کو نہیں پہنچ سکتا۔ پس ایسے مقام پر چپ رہنا۔ سخن کا

مغز پوست سے جدا نہ کرنا۔ اور راست گوئی سے کام نہ لینا۔ دورنگی کی علامت ہے۔

سنوچی۔ وہ شخص دانا ہے۔ جو ہستی کی تعریف کو جس کو ارباب ظاہر نے پرانی حکمت و فلسفہ کی کتابوں میں مکرہی کے تھے ہوتے تانے بانے کی طرح تنا ہے چند پست آواز لگس طینتون کا جال سمجھے۔ مکھی کی طرح اپنی ہمت کا بیجہ اوس میں نہ پنساوے۔ مانند طفل رنگین باتوں کے فریب میں نہ آوے۔ اپنے تئیں اس توڑی سی طبع شناسی پر حقیقت اشیا کا جاننے والا تصور نہ کرے۔ وہم میں ڈالنے والے کاغذی نقوش کو نگینہ کی طرح صفحہ دل پر جگہ نہ دیوے۔ جن نقوش نے جگہ بکھری ہے۔ اون کو مٹ جانے والا سمجھ کر زرا موشی کی امداد سے صفحہ دل کو سادہ بنا زمین کو شش کرے

شم دیوانگی می باید و نادانیم | مولفہ تیرگی بخشید دل را حکمت یونانیم |

اس بلند مرتبہ گروہ کی پیروی سے عرفان کا راستہ اختیار کر کے صفائی قلب والذین جاہدوا فینا لہدینہم سبلنا کی جیسی ریاضت سے حاصل کرے۔ کشف کی آنکھیں اصحاب خلوت اور ارباب جلوہ دونوں کا تماشا کرے۔ ناشناسی اور وہم پرستی کے کوچہ سے نکل جاوے۔ اور باطنی ادراک کی روشنی میں حقیقت کے باغون کی سیر فرما کر جامعیت کے تحت پر بحیثیت خلیفہ متمکن ہو۔ تاکہ اُس کے قوی ادراک کے سامنے دوسرے ضعیف ادراک والوں کی لچر اور پوچھ اصطلاحین۔ عمدہ حیثیت سے فروخت نہ ہونے پاویں۔ اور سب کی استعداد کا ذاتی جوہر۔ جس قدر قیمت کا ہو۔ اسی اہلی قدر و قیمت پر خرید جاوے۔ اُس وقت مفہوم لَوْ كَشَفَ الْغَطَاءَ مَا زِدَّتْ يُقِينَا کا نقد اُس کو حاصل ہوگا۔ اور اُس کا یقین ایسے بلند درجہ پر پہنچ جاوے گا۔ جہاں نہ افزونی کو گنجائش ہوگی۔ اور نہ کم و کاست کو۔ اب میں اُن چند اصحاب کا حال لکھتا ہوں۔ جو اس خوبی اور حسن شمائل کے ساتھ موصوف ہیں۔

## یا دارحمند فرزندان معین الاولیاء قدس اللہ سرار ہم

بعض کہتے ہیں کہ آپ کے کوئی فرزند نہ تھا۔ آپ حضور تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک سید وجیہ الدین شہدی کی دختر۔ دوسری ایک راجہ کی بیٹی جو خواجہ کے مرید ملک خطاب کی قید میں لگی تھی۔ اُس کو مرید مذکور نے پیر کی خدمت میں بیچ دیا تھا۔ علی بن القیاس سلطان التارکین ناگوری کا بیٹا ہے۔ اور جن لوگوں نے ہمارے دین کے کام میں کوششیں کیں۔ ہم سبھی اُن کو ضرور اپنے رستے دکھائیں گے۔ اگر پر وہ کس جاوے۔ تو میں یقین کے اعتبار سے کچھ زیادہ نہ ہو جاؤنگا۔ ۱۲۔

بھی خواجہ کے عیال دار ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جس کو ان کے فرزند شیخ فرید نے کتاب سرور الصدور میں لکھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ ایک روز خواجہ معین اولایا نے عیال دار اور صاحب اولاد ہونے کے بعد مجھ سے کہا جمید پیشتر جوانی اور تہجد کے زمانے میں جو بات دل میں آتی تھی بطلب یا بلا طلب ظہور پذیر ہو جاتی تھی۔ اور اب اس زمانہ میں۔ کہیری اور عیال داری دونوں ہو گئی ہیں۔ دل میں آئی ہوئی کوئی بات بھی علم سے عین میں نہیں آتی ہے۔ مینے جواب میں عرض کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے حضرت مریم علیہا السلام کا حال یہ تھا کہ **مَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْكُرْبَانَ وَجَدَ عِنْدَهَا سُرُطًا** اور ولادت کے بعد یہ وجہ ہو گیا **هَذِي إِلَيْكَ بِجَذَعِ النَّخْلَةِ** آپ یہ جواب سکر بہت خوش ہوئے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جو بعض اصحاب خواجہ معین اولایا کو حضور سمجھتے ہیں۔ یہ ان صدر الذکر بیانات کے بموجب محض خیال ہی خیال ہے۔ بی بی حافظ جمال خاص خواجہ کی دختر ہیں۔ عام شہرت واقعی اور نہیں ہے۔ شیخ رضی کے نکل میں تین۔ جن کی قبر منڈلا کے حوض کے کنارہ پر ہے۔ جو مصافقات ناگورین سے ہے۔ اور بی بی در کی قبر حضرت خواجہ کی پائین ہے۔ سید محمد گیسو دراز دوسرے فرزندوں کو بی بی عصمت سمجھتے ہیں۔ اور خواجہ شمس الدین طاہر کو امہ اسد کبیر سے کہتے ہیں **مصرع** بجز خدا سے نذا نہ کسی حقیقت حال چند اصحاب کا خیال یہ ہے۔ کہ آپ کے اولاد تو ہوئی۔ مگر خرد سالی سے کوئی بچہ آگے نہیں بڑھا۔ سب خرد سالی میں ہی عالم قدس کو کوچ فرما گئے۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ آپ کے فرزندوں میں سے چند کس عمر میں پاکر درجہ پہنچائی پر پونچے تھے۔ اور یہ بیان بہت ہی درست ہے کہ آپ کے تین فرزند رشید تھے۔ جو مرشد بھی تھے۔ سب بڑے خواجہ فخر الدین محمد جمیری ہیں۔ دونوں علم کے کمالات سے آراستہ تھے اور صاحب تصرف بھی تھے۔ پدربزرگوار کے بعد شیخی اور ہدایت کی مسند کو انہیں کے وجود سے آرائش ہوئی تھی۔

جب خواجہ فخر الدین تاریخ پانچویں شعبان ہجری سنچہ سو اکتھ کو دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تو ان کے منجملے بہائی خواجہ ضیاء الدین ابوالخیر جانشین ہوئے۔ بعض کے نزدیک آپ کی کنیت ابو سعید ہے۔ بڑے صاحب کمال اور صاحب حال تھے۔ یہ بھی ہجری سنچہ سو پچانوین میں عالم صورت سے رحلت فرما گئے۔

۱۵ جب جب زکریا مریم کے دیکھنے کو ان پاس ان کے رہنے کے حجرے میں جاتے تو مریم کے پاس میوہ جات کی قسم میں سے (کچھ نہ کھا) کھانے کی چیز موجود ہوتے ۱۲ کھجور کی جڑ کو دیکھ کر اس کی اپنی طرف کو ہلاؤ ۱۳ تنہا اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے۔ شاید حضرت خواجہ کو تہجد کے زمانہ میں قرب فرائض کا رتبہ حاصل تھا۔

تیسرے بہائی شیخ حسام الدین صدر الذکر دونوں بہائیوں سے چھوٹے تھے۔ یہ لوگوں کی نظر سے غائب ہو کر ابدال اور رجال الغیب کے گروہ میں جا ملے تھے۔ اس واسطے سجادہ نشینی پوتوں اور نواسوں کی طرف منتقل ہوئی سلسلہ اور خانوادہ کا اجرا خود مشرب چشت کے مالک خواجہ معین الاولیاء نے خواجہ قطب الاولیاء کے سپرد فرما دیا تھا۔

شیخ رفیع الدین یارید اور شیخ نور الدین محمد اجمیری خواجہ معین الاولیاء کے پوتوں میں سے تھے۔ یہ دونوں بزرگوار تصوف اور سلوک کے طریقہ میں ظاہر و باطن سے آراستہ تھے۔ بہت برسوں تک آبائے کرام کے سجادہ پر طالبان خدا کی رہنمائی کرتے رہے۔

شیخ حسام الدین سوختہ۔ خواجہ فخر الدین اجمیری کے فرزند ہیں۔ آپ کا سینہ سوز مجسکے داغدار تھا اور آنکھیں درد طلب کے اشکبار رہتی تھیں۔ سلطان نظام الاولیاء کی صحبت میں جا پونچھے تھے۔ ان کی قبر قصبہ ساہنہ میں جانب مشرق اجمیر کے راستہ پر ہے۔ ان کے پدر بزرگوار نے گم شدہ بہائی کی یاد میں ان کے نام پر ان کا نام رکھا تھا۔ ان کے دو فرزند تھے۔

ایک خواجہ معین الدین خرد آپ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید اور خلیفہ ہیں بیعت ہونے سے پہلے ہی۔ نفس نافر جام کو لڑائی میں زیر کر لیا تھا۔ اور خواجہ معین الاولیاء کے باطن سے آپ کو فیض حاصل تھا۔ دوسرے شیخ قیام الدین بابر بابل آپ خوب صورت۔ دلاور۔ دلیر۔ اور بزرگ طینت تھے ان دونوں صدر الذکر فرزندان شیخ حسام الدین کے ہی فرزندان نامور ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ وحدت اور وجوب کی جانب کثرت اور امکان کی جانب پرخا ہونا۔ اس صورت میں حق عیان ہوتا ہے۔ اور خلق مختلف جس شخص کو یہ قرب حاصل ہوتا ہے۔ وہ تمام افعال بلکہ احوال کو حق کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور اپنے تئیں بمنزلہ آلہ کے سمجھتا ہے۔ اور حضرت خواجہ عیال داری کے زمانہ میں قرب نوافل سے متصف ہو گئے تھے جس کا مطلب یہ ہے۔ جانب کثرت کا ظاہر ہونا۔ اور جانب وحدت کا مخفی ہونا۔ اس صورت میں خلق فاعل نظر آتی ہے۔ اور حق اس کا آلہ۔ بی بسر دلی سمیع کی حدیث میں اشارہ اسی مرتبہ کی طرف ہے یہ بات میرے ذہن میں آئی ہے۔ ۱۲ راجی محمد غوثی۔

۱۵ بال معنی عظمت و شان ۱۲۔



شیخ قطب الدین - آپ خواجہ معین الدین خرد کے بیٹے ہیں - اجمیر سے آغاز ہوش میں ہی منڈو (مانڈو) کو چلے آئے - سلطان محمود خلجی نے زمانہ شباب میں ہی - آپ کو خطاب چشت خانی دیکر بارہ ہزار سوار کا افسر کر دیا تھا - جب ایک مدت کے بعد سلطانی قوت کے اثر سے اجمیر میں اسلام تازہ ہوا - تو سلطان نے اجمیر چشت خان کو دینا چاہا چشت خان کو کچھ پی منڈو (مانڈو) سے ہو گئی تھی اسو استقبال کیا شیخ قیام الدین کے بیٹے شیخ بایزید بزرگ ہیں - آپ صاحب علم تھے - خواجہ معین الاولیا کے روضہ میں برسوں درس دیا - شیخ احمد مجد - اور نیز دوسرے بزرگ آپ کے شاگرد ہیں - جب حکومت دہلی میں ہل چل پیدا ہوئی - تو پیکر پرستوں کا غلبہ ہوا - اُس وقت شیخ بایزید بغداد کی طرف کوچ کر گئے - اور اسی سرزمین میں ایک عمر گزاری جب خبر ملی - کہ اجمیر میں اسلام کو رونق ہوئی - تو پھر آپ اُن اطراف سے منڈو (مانڈو) میں آئے - سلطان نے اپنے حُسن عقیدت میں - شیخ بایزید کو چشت خان کا شریک کر لیا - چشت خان کو یہ شرکت ناگوار گزری - کسی اہم کام کے بہانہ سے شیخ بایزید کو دور ہینیک دینا چاہا اور حضور سلطان میں عرض کیا - کہ میرے بہائی شیخ بایزید بزرگ پیشتر مدرس اجمیر تھے - وہاں کے اسلام میں سُستی آگئی تھی - اس وجہ سے اُنہوں نے جہان گردی کو مناسب سمجھا تھا - اب چونکہ اس شاہی عہد میں بمقام اجمیر بنیاد اسلام از سر نو قائم ہو گئی ہے - لہذا ایسا سمجھ میں آتا ہے - کہ اگر صاحب موصوف اجمیر میں بھیج دئے جائینگے - تو اس جدید بنیاد میں غالباً صورت استحکام پیدا ہو جاوے گی - چشت خان کی اس گفت و گو پر - شیخ بایزید کو اجمیر میں رہنے کی اجازت دی گئی - اسی زمانہ میں بعض لوگوں نے حضور سلطان میں یہ بھی عرض کیا کہ شیخ بایزید بزرگ - خاندان عینیہ میں سے نہیں ہیں - اس پر سلطان نے اپنی قلم برد کے پڑانے اور وقفہ حال عالموں - درویشوں - اور بزرگوں کو فراہم کر کے دریافت حال کیا - مخدوم شیخ حسین ناگوری - اور مولانا رستم نے جو اجمیر کے علما اور مشائخ میں کیٹا تھے - اور نیز دیگر اللہ والوں نے شیخ بایزید بزرگ کی درستی نسب پر گواہی دی - شیخ حسین ناگوری نے شیخ بایزید کے فرزندوں کے ساتھ پیوند خویشی ہی پیدا کر لیا تھا یہ معاملہ ہی ایک عادل گواہ ہے -

## یاوچندے از خلفائے معین الاولیا

مولانا ضیاء الدین حامد - آپ حکیم - صاحب علم ریاضیات و طبیعیات تھے - بلکہ اکثر فنون

لد - مانڈو زبان قدیم میں ایک عظیم الشان شہر آباد تھا ریاست دہار کے پاس مالوہ میں - اب بالکل ویران ہے - سنگین محلات اور

مدونہ کو تھیح کے ساتھ جانتے تھے۔ لیکن مشایخ کے انکار سے آپ کا دل سیاہ تھا۔ جب صفائی کا وقت آیا۔ تو خواجہ کی خدمت سے اعتقاد کے چراغ نے آپ کے دل کو روز روشن بنا دیا۔

ایک امیر ظالم اور فاسق تھا۔ اُس کو خواجہ کے دیدار کی بدولت تو بہ نصوح نصیب ہوئی۔ اور جب وہ راہِ نقیصہ میں راسخ ہو گیا۔ تو اُس کو خوانِ ولایت کی چاشنی ملی۔ اور اپنے وطن بلخ کو اُس نے چھوڑ کر میرپور پیر اختیار کی جس وقت حصار میں پہنچا۔ تو اہل کے لشکر نے اُس کی عمر کا حصار توڑ پھوڑ کر تباہ کر دیا۔ اسی مقام میں اس کی قبر بھی ہے۔

اجمیر کے کوہستان میں ایک شخص بہ لباس جوگیان اجیپال نامی تھا۔ ریاضت کی بدولت صاحبِ استدراج تھا۔ طلسمی علموں کی نمود و نمائش بہت کچھ جانتا تھا۔ اور بہت سے مرید اوس کی خدمت میں جان بسایا کو حاضر رہتے تھے ان میں سے اکثر مریدوں کو اجیپال نے سانپ بنا کر حضرت خواجہ کے تکیہ گاہ پر متعین کیا تھا۔ حضرت خواجہ نے موسوی معجزہ کو کام فرمایا۔ چند سانپوں کو عصا سے مار ڈالا۔ اور بعض کا سر بکڑ کر زمین میں گاڑ دیا۔ کہتے ہیں۔ اُس مقام سے ایک قسم کی گھاس گتی ہے۔ جو بجلک کماڑ ہوئے سانپ کی شکل کی ہوتی ہے۔ اور لوگ اُس کا نام چتر اول کہتے ہیں۔ یہ ایک لکڑی ہے ظاہر میں سیاہ اور اندر سے سفید۔ اجمیر کے مہر بنانے والے اسکی تسبیح بناتے ہیں۔ مشہور ہے۔ کہ یہ تسبیح جس کے پاس ہوتی ہے۔ یہ سانپ وغیرہ کے آزار سے امن میں رہتا ہے۔

سید حسین مشہدی آپ سلطان قطب الدین ایبک کے امیرین سردار۔ اور سرکارِ اجمیر کے لشکر میں افسر تھے۔ حضرت خواجہ کے خاص مریدوں میں سے ہیں۔ اس زمانہ میں جنگ سوار کر کے مشہور ہیں۔ یہیں ایک پہاڑی کے پشت پر آپ کی قبر ہے۔

مولانا احمد خا دم اپنے ہمیشہ خدمت گزار میں عمر بسر کی۔ رازدو جہانی کے محرم تھے۔ اجمیر میں قبر ہے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی۔ آپ کا ظہور مثل آفتاب کے روشنی بیان کا محتاج نہیں ہے سلطان اتارکین شیخ حمید الدین صوفی سعیدی سوالی۔ آپ خواجہ کے بزرگ خلفائے میں سے ہیں۔ عارفانہ اشعار کہنے کا ذوق تھا۔ یہ رباعی آپ ہی کی ہے رباعی

درباغِ وفا کے تو لو اے تو گرفت

اے دوست دل خستہ ہواے تو گرفت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴ - عمارات - حالت تباہی میں ہیں - ان میں کچھ پہلے بادہیں - سابقہ زمانہ میں اس کو منہ دینے لگی

ہر چیز کے بگڑنے پر غصہ برائے تو گرفت

ہر چیز کے بگڑنے پر غصہ برائے تو گرفت

شیخ نظام ناگوری آپ کا کلین غاب خاب پر عمل تھا۔ ہمیشہ اپنے پیر کے آستانہ پر محکم رہتے تھے۔ اسی طرح پر آپ کی گزران تھی۔ اور جدائی پر ایک لحظہ ہی سہین کر سکتے تھے۔

شیخ مجد الدین سجری آپ خواجہ کے سفر اور حضرین رفیق اور ہم نشین تھے خواجہ کی خدمت اور ملازمت سے۔ جو آپ کی خاص عادت حمیدہ تھی۔ دینی مراد کو پہنچ گئے۔

غوثی فیض ثمرہ ہوتا ہے عقیدت۔ رغبت۔ اور صدق کے بارور درختوں کا۔ جس زمانہ میں ہم عدم سے وجود میں آئے ہیں۔ اس زمانہ میں ان بارور درختوں کو لوگوں کی بد نصیبی سے پانی نہیں پہنچا۔ جس کی وجہ سے یہ تمام درخت خشک ہو کر ایندھن ہو گئے۔ شیخ عزیز فرید ابن شیخ عزیز سعید بن سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی سواالی ناگوری نے ایک کتاب سرور الصدور تصنیف کی ہے جس میں مذکورہ بالا مضمون کو اس طرح پر درج کیا ہے۔ ”ایک روز پد بزرگوار۔ زبان حقائق بیان سے اس قسم کی حسرت ناک گفت گو فرماتے تھے۔ کہ“

مجھ کو یہ فرمان ایزدی مشیت اہل زمانہ کو پسند و نصیحت کرتے ہوئے کم پیش تین ترن گزر گئے۔ ہر ایک قرن میں لوگوں کے حالات کے اندر جداگانہ کیفیت دیکھنے میں آئی۔ اول قرن میں ایسا پایا۔ کہ جس وقتیا منبر پر چڑھ کر بے مثل و بے مانند اللہ تعالیٰ جل شانہ کے مقدس نام کے متعلق حکمت اور بیان کا آغاز کرتا تھا۔ تو منبر کے دونوں جانب حاضرین مجلس گریہ و نالہ شروع کر دیتے تھے۔ پھر دوسرے قرن میں یہ حالت دیکھی گئی۔ کہ اُس اندرونی آگ سے شعلہ بڑھنے کی کیفیت تو جاتی رہی۔ مگر تاہم اتنی گرمی اور اخگری اثر ضرور باقی تھا۔ کہ اُس کی حرارت۔ واعظ کے قلب سے متجاوز ہو کر سامعین کی بے رغبتی کی سردی کو دور کر دیا کرتی تھی۔ اور تیسرے قرن میں یہ کیفیت ہو گئی۔ کہ تمام حاضرین جن کی طبیعتیں چنگاری کی طرح گرم تھیں۔ مثل کوندہ کے باہر سے سیاہ اور اندر سے افسردہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ مجاز یہ حادثہ کے سوا۔ مسجد میں آنے کے واسطے کوئی باعث باقی نہیں رہا۔ اور اب اہل زمانہ کے دلوں میں بجائے رغبت کے میں سر اسر نفرت اور کراہت پاتا ہوں۔

اور یہ بھی پد بزرگوار نے فرمایا۔ کہ“

جس طرح خاتم النبوة علیہ السلام کے مبارک عمیدین پتھر سے دل کی خوشبو آتی تھی۔ اسی طرح

اب ایسا زمانہ آگیا ہے۔ کہ دل سے پتھر کی بو آتی ہے۔ لہذا اس زمانہ میں جس شخص کی ملاقات سے اہل دل ہونے کی خوشبو تم پاؤ۔ اُس کو اس طرح غنیمت جانو۔ کہ جس طرح سامان ارث بے رنج و مشقت مل جاتا ہے۔ اور مال غنیمت کی مانند مفت سہم کر غیر ترقبہ نعمت تصور کرو۔ کیونکہ اس زمانہ میں جو ہر دل۔ مٹی میں بڑی ہوئی کوڑی کا حکم رکھتا ہے۔

## یا وحکیم ضیاء الدین حامد بلخی

آپ۔ گوناگون علم حکمت سے آراستہ تھے۔ کیا اکہیات اور کیا طبیعیات۔ لیکن سیاہی باطن سے لقصوف کی اصطلاحات کو راہی تباہی باتیں سمجھ کر نریمان رہتے تھے۔ ایک روز تقدیر سے آپ کا گور ایک صحرا میں ہوا جس میں خواجہ معین الاولیا اپنے رفیق کے ساتھ ایک کلنگ کا شکار کر کے کباب سینک رہے تھے۔ معین کو تاہ حکیم کو ہو کہ نہیں اتک مجبور کیا کہ ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں جانا پڑا۔ جب اُس شکار کا لقمہ حلق کے نیچے اُترا۔ تو تمام فلسفی حروف بھولی گئے اور اُن کی آواز یاد سے جاتی رہی اور انکار کا سرمایہ نقد اعتقاد کے عوض فروخت کر دیا۔ آپ مع اپنے تمام شاگردوں کے بیعت ہو گئے۔ اور پر درجہ ولایت سے ہی سرفراز ہوئے۔ مصروع ولایت باسعادت ہم قرین شد۔

## یا د شیح حمید الدین دہلوی رحمہ اللہ

جس سال اور ہینے میں سلطان شہاب الدین محمد سوم غوری کی ہیبت سے راجہ پتھورانے ملک ہم کارا ستہ لیا۔ اور دارالسلطنت دہلی فتح ہوا۔ اُنہیں ایام میں خواجہ معین الاولیا غزنین سے لاہور میں تشریف لائے۔ اور لاہور سے دہلی میں۔ اثنائے راہ میں ایک روز ایک بتخانہ کے آگے۔ سات آدمیوں کو دیکھا کہ تمام آسائش و آرام سے درگزر کر چہ تراشیدہ پتھروں کی پرستش میں مصروف ہیں۔ جو شخص سب میں بڑا تھا۔ اُس کے ساتھ خواجہ نے ایسی رہنمائی نہ گفت گوئی۔ اور ایسا نصیحت آمیز کلام فرمایا۔ کہ وہ اسلام کا عاشق ہو گیا۔ اور اُس نصیحت کی بدولت سب کے سب صورت پرستی کی قید سے نکل کر صورت آفرین خدا کی پرستش کرنے لگے۔ خواجہ نے سب بڑے شخص کا نام حمید الدین رکھ کر وہ سون کے نام رکھنے کا ارادہ کیا ہی تھا۔ کہ اُن سب نے التماس کیا۔ ہم نے جس طرح کفر میں اور نیز اسلام میں شرکت ہاتھ سے نہیں

جانے دی۔ اسی طرح بہتر ہے۔ کہ نام میں بھی ہم سب فریاد ہی رہیں۔ اس سبب ساتوں اشخاص اسی  
 نام کے ساتھ نام زد تھے۔

## یاد شیخ محمد الدین بخاری

آپ نے۔ پیر کی جہان پیمائی کے زمانہ میں۔ پیر کی ہمراہی اور کمان برداری سے اپنے تین کسی وقت  
 بازنسین لکھا اس سبب آپ کی رسائی کا تیر ملازمت پیر کی بدولت۔ مراد کے نشانہ پر جا لگا۔

## یاد شیخ نظام ناگوری قدس سرہ

آپ نے اپنی گوشہ نشینی کے واسطے۔ اپنے پیر بزرگوار کے عالیشان آستانہ پر ایک گوشہ اختیار کر رکھا تھا۔ درگاہ  
 کی خاک سے کبھی سر نہیں اٹھایا۔ اور پیر کی خدمت سے ایک لحظہ کی جدائی کو بھی کمال نقصان کا باعث سمجھتے تھے  
 اور اکثر پیر کی زبان مبارک پر یہ کلمات اہجائے تھے۔ ہمارا فخر فخر الدین کے ساتھ۔ اور ہمارا نظام نظام الدین کے ساتھ  
 ہے۔ مصروع۔ ناوک اہل وفا بادا ہمیشہ برہمن۔

## یاد شیخ فخر الدین احمد جمیری رحمہ اللہ

آپ کو پیر کی خدمتگاری اور پرستاری میں درجہ غلامی حاصل تھا۔ اور پیر کے ناصیانہ کلام کو قلم سے  
 لکھا کرتے تھے۔ تمام اپنی زندگی۔ عبادت۔ اور ریاضت میں وقف کر رکھی تھی۔

## یاد شیخ عبد اللہ رازی

آپ اولاً ایک آتش پرست تھے۔ خواجہ عثمان ہرونی سے مثل خلیل اللہ کرامت دیکھ کر اسلام قبول  
 کیا تھا۔ مع خاندان آپ کے اسلام لانے کا قصہ طویل طویل ہے۔ سابقہ کتب تواریخ میں لکھا ہوا ہے۔ دیکھ لیا جاوے  
 آخر کا خواجہ معین اللہ لادویا کی نظر معرفت سے ولایت اور کمالات کی چاشنی حاصل کر کے درجہ حق شناسی پر فراز ہو گئے۔

## یاد شیخ صفی الدین ابراہیم پور عبد اللہ رازی

آپ وہی طفل ہیں جس کو کندہ پر ہٹا کر خواجہ عثمان ہرونی قدس سرہ مشعل آگ میں گس گئے تھے

گئے تھے اور فرودی آگ والہ ابراہیمی جلوہ دکھا کر صبح و سائے نکل آئے۔ کتھن آپ بہ تلاش پیر ہندوستان میں آئے تھے۔ جب جمیر میں پہنچے تو خواجہ معین اللادویا کی ملازمت سے شرف حاصل کیا۔ اور خواجہ کی خدمت کے واسطے کمر باندھ کر کھڑے ہو گئے آخر کار بہت کے ہاتھ سے ولایت اور سعادت کا دامن پکڑ ہی لیا۔ اور رحلت کے بعد آپ کے روضہ کی دیوار کے نیچے قبر کو جگہ ملی۔

طالبان ہدایت کو واضح ہو۔ کہ صاحبان ارشاد کی تلاش کا خیال ایک تخم ہے۔ جس کو نہ معلوم۔ تقدیر کو نئے دل کی میا زمین میں بو کر اُس دل والہ کے ہاتھ اور بانوں میں ایسا دہقانی حوصلہ اور کاشنکارانہ سلیقہ عطا کرے۔ جس کے ذریعہ سے تخم خیال کی پرورش ہو سکتی ہے۔ تاکہ وہ اہل دل اُس بوئے ہوئے تخم کو شائستہ عمل کے ساتھ سرسبز کر کے نشوونما میں لاوے۔ اور اُس کے محصول سے خود فائدہ ادا کر دی احتیاج خوشہ چینوں کو یہی اُن کی استغداد کے موافق روزی پہنچاوے۔

## یاد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

آپ شیخ کمال الدین احمد موسیٰ اوشی کے فرزند ہیں۔ اوش مادرا براہنہر میں ایک قصبہ ہے۔ کتھن۔ ڈہانی برس کی عمر تھی۔ کہ آپ یتیم ہو گئے۔ جب پانچ سال کے ہوئے۔ تو آپ کی ماں نے ایک مہربان ہسایہ کے سپرد کیا۔ کہ کسی ہی عالم معلم کے مکتب میں پڑھا آوے اثنائے رات میں ایک نورانی شکل پر ہمراہ ہو گئے۔ ان دونوں بزرگوں نے بالاتفاق آپ کو مولانا حفص کے سپرد کیا۔ اور اُس خضر صورت پیر نے استاد سے سفارش کی۔ کہ یہ لڑکا اولیائے کرام میں سے ہوگا۔ اس کی تعلیم میں کابل میں جاوے۔ غالباً یہ نورانی شخص خضر علیہ السلام تھے آپ کو آغاز ہوش میں پیر طریقت کی تلاش ہوئی۔ چاہا۔ کہ شیخ محمود کے مرید ہو جاوین۔ کہ اسی اثنائے میں خواجہ معین اللادویا اوش میں تشریف لائے۔ آپ پہلی ہی ملازمت میں بیعت ہو گئے۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں خلعت خلافت پہنکر سر فرازی حاصل کی بیس سال کی عمر میں ہدایت دہی کی استعداد ہم پہنچا کر بہت سے ارباب سعادت کو دونوں عالم کمالات پر پہنچانے میں اُس زمانہ میں آپ کا وظیفہ شبانہ روز کا یہ تھا ڈہانی سو رکعت نماز اور تین ہزار بار ورد۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو بقید تامل پابند کر دیا تھا۔ اس سبب سے تین روز تک معینہ محتاد ادا نہ ہو سکا۔ تیسری شب رئیس احمد کو جو آپ کے خاص مریدوں میں سے ہیں۔ خاتم الانبیاء علیہ السلام کا شرف ملازمت خواب میں حاصل ہوا۔ فرمایا احمد۔ ہمارا سلام قطب الدین کو پہنچاؤ۔ اور یہ کہو۔ تین راتیں ہوئیں۔ اُن کا تحفہ ہمارے پاس نہیں آتا ہے جب

یہ پیغام خواجہ کے کان میں پہنچا۔ تو خواجہ قطع علاقہ کر کے پیر نرگوار کی تلاش میں وطن سے چلے۔ اور بغداد کا راستہ لیا۔ جب بغداد میں پہنچے۔ تو شیخ الشیوخ شہاب العرفان سہروردی شیخ اوصد الدین کرمانی۔ اور نیز اس شہر کے دیگر مشائخ قدس سرہم کی ملازمت حاصل کر کے استفادہ کیا۔ ایک روز خبر ملی کہ خواجہ معین الاولیاء شہر دہلی میں تشریف رکھتے ہیں جو ہند کا پائے تخت ہے۔ لہذا وہاں سے شیخ جناب الدین تبریزی کی رفاقت میں ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ملتان میں پہنچے۔ تو شیخ بہاؤ الدین زکریا کی محبت کی وجہ سے بیان چند روز توقف فرمایا۔ اس زمانہ میں ترکوں کے لشکر نے خطا و ختن سے آکر ملتان کے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ قباجہ بیگ۔ وہاں کا حاکم تھا۔ اس نے دھاکے واسطے التجا کی۔ کہ دشمنوں کی آفت اور ایذا دور ہو جاوے۔ خواجہ نے اس کو ایک تیر عنایت کر کے فرمایا۔ کہ رات کے وقت برج سے ترکین کے لشکر کی طرت چوڑو دینا۔ چنانچہ جیسا ارشاد تھا تعمیل کی گئی۔ حکم خدا کے لایزال صبح تک دشمن کے لشکر میں سے اطراف قلعہ میں ایک تنفس ہی باقی نہیں رہا۔

**القصة** خواجہ نے دہلی کے دل کشا خطہ میں پہنچ کر کیلو کھری مقام میں قیام فرمایا۔ دہلی کے شیخ الاسلام شیخ جمال الدین محمد بٹھامی۔ اور قاضی حمید الدین ناگوری جن کا نام محمد ابن عطا ہے۔ ان اصحاب کی آمد و رفت ہمیشہ آپ کی محبت میں رہتی تھی۔ لیکن بوجہ زیادہ مسافت ہونیکے دیر دیر سے پہنچتے تھے۔ اور اس سبب سے دل تنگ رہتے تھے۔ لہذا سلطان قسطنطین الدین التمش کی خدمت میں عرض معروض کر کے خواجہ کو شہر میں لے آئے اور طلب اعزاز الدین کی مسجد کی برابر میں آپ کے اترنے کے واسطے ایک مکان تجویز کیا۔ خواجہ نے چند روز بعد خواجہ معین الاولیاء کی خدمت میں عرض بھیجا کہ اجازت حاضری چاہی۔ جواب پہنچا۔ کہ **الْمَنْ مَعَنَا مِنْ أَحَبِّ** دین ٹھیرو۔ کیونکہ ملاقات کا مقام دہلی ہی قائم ہو چکا ہے۔ و در شہر ہی انشاء اللہ وہیں آنا ہے ناچار قیام پر راضی ہونا پڑا۔ چند روز بعد پیر نرگوار دہلی میں تشریف لائے۔ اور ان کی ملازمت سے خواجہ نے دل ہرا دیا۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ جب طلب الاولیاء اپنے جلد دوستوں اور تعلقین کے ساتھ بھرا ہی پیر رواد اجمیر ہوئے اور سلطان اقلیم قسطنطین الدین التمش نے مع تمام علم اور شرفائے شہر کے عقب سے نالان اور حیران پہنچ کر کہاں منت اور حاجت سے خواجہ کو لوٹانا چاہا۔ تو اس وقت خواجہ معین الاولیاء نے بھی فرمایا۔ تسبب الدین۔ ایک شہر بہر کا دل شکستہ کرنا درست نہیں ہے۔ اور ہمارا فیض کچھ قرب مکان پر منحصر نہیں۔ لہذا جاؤ۔ اور خوش رہو۔ ہم اور تم ہمیشہ لے ہوئے ہیں۔ اور اس جگہ فرمایا **لَنْ مَعَنَا مِنْ أَحَبِّ** نہ کہ خطا میں۔

ایک روز قاضی حمید الدین ناگوری - خواجہ محمود پوسٹین دوز - شیخ عبد الدین غزنوی - اور شیخ تاج الدین منور دہلی آپ کی ملازمت میں حوض شمس کے کنارہ پر ایک مسجد کے دالان میں جمع تھے۔ اور باہم حقائق کی گفتگو ہوتی تھی ناگاہ ایک شتر سوار جو کبوتر پوش تھا۔ اُس حوض کے کنارہ سے غسل کو نکلا۔ اور شیخ تاج الدین منور کو کہا۔ کہ ابو سعید دمشقی جو دیرینہ نیاز مندوں میں سے ہے۔ اُس کا سلام خواجہ کی خدمت میں عرض کرو۔ جب شیخ تاج الدین نے ابو سعید کا نام سنا۔ فوراً اڑھ کھڑے ہوئے۔ جب تک شیخ تاج الدین اُس کنارہ تک پہنچے۔ تب تک وہ نظر سے غائب ہو گئے۔

خواجہ کی بعض عمارت کراہتیں لکھتا ہوں۔ شیخ نظام الاولیا کہتے ہیں۔ ایک روز اٹھارہ راہ میں جس مقام پر آپ کی خواجہ گاہ ہے۔ بہت دیر تک کھڑے رہے۔ اور روتے رہے۔ اور فرمایا۔ کہ اس زمین کے ولہاے سوختہ افرختہ کی بواقی ہے۔ اُس کے مالک کو بلایا۔ اور کچھ روپیہ دیکر زمین مذکور خرید لی۔

نیز شیخ نظام الاولیا کہتے ہیں۔ چونکہ خواجہ کسی کے دئے ہوئے روپیہ کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ ناپا مستعلقین کو روز مرہ کے خرچ کے واسطے قرض لینا پڑتا تھا۔ ایک روز ایک قرض خواہ نے اپنا قرضہ مانگنے میں آپ کے لوگوں پر بڑائی جتائی۔ **لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ** ان لوگوں نے دل تنگ ہو کر عہد کیا۔ کہ قرض نہ کرینگے اگر چہ فاقہ سے مر جاویں۔ آپ کو اس کیفیت پر اطلاع ہوئی۔ تو تمام لوگوں کو جو خانہ نشین تھے۔ فرمایا۔ کہ اس طاق سے فی کس ایک ساک (رو یعنی روٹی) گرم روزانہ سے لیا کریں۔ چنانچہ لیا کرتے تھے۔ اس سبب سے آپ کا نام کلکی ہو گیا۔

نیز شیخ نظام الاولیا کہتے ہیں۔ کہ ایک روز میں قطب الاولیا کے مرقد مبارک کی زیارت کر رہا تھا۔ اُس وقت یکایک میرے دل میں یہ خطرہ گزرا۔ کیا صاحب روضہ کو زائر کی آمد رفت سے آگاہی ہوگی ناگاہ زبان غیب سے یہ بیت میرے کان میں پہنچی۔ جس نے مجھ کو آگاہ کیا۔ نظامی

من ایم حبان گر تو آئی بہ تن

حازندہ سپندار چون خویش تن

کہتے ہیں۔ کہ شیخ علی حسینی کی خانقاہ میں۔ ہجری سنہ چہرہ تینتیس تھا۔ (اور مثل خجست کے بعض تذکروں میں پینتیس لکھا ہے۔ اور یہی بیان صحیح اور درست ہی ہے) کہ ایک توہاں یا پور بیت گائی بیت

ہر زمان از خمیب جانے دیگر است

کشتگان خنجر سلیم را



خواجہ قطب پر سیوشی طاری ہوئی۔ اور تین روز تک یہی حالت رہی۔ جب ہوش ہوا۔ اور حال دگرگون دیکھا گیا۔ تو قاضی حمید الدین نے جانشین کے لیے التماس کیا۔ فرمایا۔ پیر بزرگوار کا فرقہ خاص مع مصلیٰ۔ عصا۔ اور لغلیں کے شیخ فرید الدین مسعود کو پونچا دینا چاہیے۔ کیونکہ خانوادہ حشت کا چراغ انہیں سے روشن ہوگا۔ بعد ازاں روز جمعہ تاریخ چودہ ہجرت ۱۰۰۰ بصری الاول کو آپ واصل محبوب حقیقی ہوئے۔ خواجہ بگاہ دہلی۔

## انجمن فرزندان و خلفائے کامگار خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کالی

انسانی مخصوصات اور اوصاف کے دائرہ کام کر۔ شیوہ سخن دانی اور معرفت ربانی ہے۔ اور ان دونوں عالی قدر جوہر و ن کامعدن۔ ذی فیض عالمون۔ اور صاحب ارشاد خدا شناسون کی مجلس علیہم رحمۃ اللہ الرحمن نعلیک بلادوام للکلام کتے ہین۔ آپ کے دو بیٹے تے۔ ایک خواجہ محمد۔ یہ خود سالی میں ہی دنیا سے کوچ کر گئے۔ دوسرے خواجہ تہماچی۔ ان کو رحمانی جذبات اور سکرو صحو کے حالات زیادہ رہتے تے۔ ان کی خواجہ بگاہ ان کے پیر بزرگوار کے مقدم کی برابر میں ہے۔ آپ کے خلفائے کرام بہت سے ہین۔ میں بعض کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) اشرف الخلفاء شیخ الاسلام مخدوم شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ ہین۔ آپ کے حالات شہرت میں مثل آفتاب ہین۔ یہ چند فقرے آپ کے دل پذیر کلام میں سے ہین۔ یعنی فنا۔

(الف) مرتبہ ممکنات میں عبارت ہے اس سے۔ کہ سالک اپنے حول و قوت سے باز آوے۔

(ب)۔ مقام تحقق صفات میں عبارت ہے اس سے۔ کہ سالک جلا مور کی نسبتیں اپنی طرف سے

ساقط کر دے۔ اور

(ج) مقام شہود ذات میں عبارت ہے اس سے۔ کہ اپنی ہستی سے فراموش اور غائب ہو جاوے

اور بقا۔

(الف)۔ اولین درجہ فنا میں عبارت ہے اس سے۔ کہ انسان کامل موجودات ممکنہ میں تصرف کرے

حق سبحانہ کے حول و قوت سے۔

(ب)۔ دوسرے درجہ فنا میں عبارت ہے اس سے کہ انسان کامل اپنے عقلمند متصف باخلاق آئی کرے ملو

۱۲۔ ان پر رحمانی رحمت نازل ہو۔ پس تمہارے اوپر۔ دوام ملازمت لازم ہے۔ ۱۲۔

ج۔ تیسرے درجہ فتانین عبارت ہے اس سے۔ کہ انسان کمال اپنے تین ذات باری تعالیٰ پر محیط کر دے۔

جو صوفی باقی بعد انصاف ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ ظاہر میں خیریت کے لباس سے آراستہ۔ عالم صفات میں

مراجم طریقت ادا کرنے والا۔ اور ہنگام تجلی ذات۔ حقیقت قائم کرنے کے ساتھ متصف ہوتا ہے۔

(۲) شیخ محمود نذیر والہ آپ اپنے پیر کے جمال یا کمال پر عاشق تھے۔ ہنگام دیدار کبھی پلک نہیں ماری

اور خدمت حضوری سے دوری کبھی پسند نہیں کی۔ برخلاف شیخ گنج شکر کے۔ کہ وہ دوری کو نزدیک کے مقابلہ

میں پسند کرتے تھے۔ اور اس باب میں ذی ارادت صوفیوں کے دو مشرب ہیں۔ بعض کا خیال یہ ہے۔ کہ مبادا

بمقتضای بشریت پیر کے حضور میں خادم سے کوئی ایسا امر سرزد ہو جاوے جس میں سوراہا کا لگا دیا جاوے

اور یہ بات مخدوم کے تکرر خاطر کا باعث ہو۔ لہذا دور رہنا۔ اور پیر کے عادات کا تصور باندہ کر اپنے تئیں اس میں

قافی کرنا بہتر ہے اور بعض نے حضور اور نزدیک رہنے کو اولیٰ سمجھا ہے۔ اور بعد پر قرب کو فضیلت ہونے کے

بارہ میں بہت سی دلیلین بیان کی ہیں۔ اور دوری پسند کرنے والوں کی دلیل کو رو کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ

توڑے سے ضرر کے احتمال سے فوائد کثیرہ کو جو بڑا عیناً عقلاً اور نقلاً مستحسن نہیں ہے **وَلِلنَّاسِ فِيهَا مَنَافِعُ**

(۳) شیخ معز الدین دہلوی۔ آپ اولاً تخت دہلی کے سلاطین کے نائب رہ چکے ہیں مگر

بعد میں قطب الاولیاء کے نقر اور کرامات نے آپ کو درویشی کی طرف کیجھ بیا۔ لہذا تو نگری لباس کو فقیری فرقہ سے

بدل ڈالا۔ اور پیر کی خدمت میں بیعت ہو گئے۔ اور معنوی کامیابی حاصل ہوئی۔

(۴) شیخ حامد الدین احمد نذیر والہ۔ آپ گجرات کے نامور عالموں میں سے تھے۔ خدا شناسی

کا شوق تھا جب قطب الاولیاء کی رہنمائی کا شہرہ منوار آپ کے کان میں پہنچا۔ تو عزم دہلی کر کے شرف ملازمت

حاصل کیا۔ مرید ہو گئے اور بیعت کے بعد ضعف خلافت پاکر مرادین کامیاب ہو گئے۔

(۵) قاضی سعد قاضی عمو ان دونوں صاحبوں کا تعصب بناے بدعت منہدم کرنے

میں حد سے زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ ایک روز سماع روکنے کے ارادہ سے قطب الاولیاء کی خانقاہ میں پہنچے۔

**رُوحُ الشُّرُوءِ** چونکہ صوفیوں کے سماع میں جفانی نشر اور بے اختیاری نشان تھا۔ اس واسطے آنے سے

ہی جن کی طبیعت میں منع کرنا داخل تھا۔ فضل ہا ہا تہلانے میں شامل ہو گئے اور پیر مرید ہی ہوئے بیعت۔

دعویٰ زہد تو ان روز مسلم  
کہ روی برسہ آن کو چہ و ہشارائی  
لے جس شے کے ساتھ لوگ عشق رکھتے ہیں۔ اس کے بارہ میں ادن کے جہاگانہ طریقے ہوتے ہیں ۱۲۔

## نئیاریا کی یاد شیخ محمود سہروردی

آپ قطب الاولیاء کے مرید ہیں۔ قدس سرہ ہمیشہ پیر کی ملازمت میں رہ کر ایک پلک مارنے کی بھی جدائی اپنے واسطے پسند نہیں کی۔ اس میں شک نہیں۔ خداوندان ارادت یعنی مریدین کا دستور و طرح پر ہوتا ہے بعض مرید ہمیشہ مرشد کے دیدار پر گویا آنکھیں ہی دیتے ہیں۔ اس خیال سے کہ حقیقی جمال کا شاہدہ اسی خدا نما آئینہ میں ہوتا ہے۔ اور اس ذریعہ سے تمام ظلمات اور نورانی حجاب جو ہستی مہیوم اور وجود حق کے درمیان میں ہوتے ہیں۔ اٹھا دیتے ہیں۔ اور جدائی کا نام زبان پر لانے کو طریقت کے اندہ ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور بعض مرید۔ پیر کے ساتھ یک جہتی اور محبت مستحکم طور پر قائم کر کے ہمیشہ دوری میں پیر کا حلیہ نظر کے سامنے رکھتے ہیں۔ اور ان کو جو جو عیش و عشق ہوتا ہے۔ غائبانہ ہوتا ہے۔ ملازمت اور صحبت پیر سے گوشہ تنہائی کی طرف ہٹا گئے ہیں۔ خوف یہ ہوتا ہے۔ کہ مبادا از روئے بغیرت کوئی بات خلاف ادب سنو دہو جاوے۔ کتے ہیں۔ کہ فریاد الحق گنج شکر ہی خیال کر کے ایک دفع کے بعد خدمت پیر میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور مجلس سے جلدی ہی اٹھ کر اپنے حجرہ میں چلے جایا کرتے تھے۔ اور محمود الدہر نر والہ نے یہ رفتار پسند نہیں کی۔ اور پیر کی خدمت سے اپنی زندگی میں کبھی دور نہیں ہوئے۔ اور پیر کی اجازت سے پیر کی رحلت کے بعد گجرات کو چلے گئے۔ نر والہ میں قیام کیا۔ اور وہیں خواہنگاہ ہی اختیار کی۔

## یاد حاجی مجدد الدین جاجری دہلوی رحمہ اللہ

آپ سبھی علوم کے عالم تھے۔ مگر سلوک کا قدم۔ علم ظاہر کے تنگ کوچہ سے باہر نکال کر شوق اور عشق کے میدان میں کبھی نہیں ڈالا تھا۔ ہمیشہ صاحب سماع صوفیوں کی سرزقش کیا کرتے تھے۔ بالخصوص قطب الاولیاء اور قاضی حمید الدین کی مجلس سماع کے انکار پر تو آپ کی زندگی تھی۔ آخر کار جب وقت آیا۔ تو آپ کی قابلیت نے صوفیوں کے عالی مرتبہ گروہ کی طرف اعتقاد پیدا کیا۔ واقفکار راستہ چلنے والوں۔ صاحب قیاس درویشوں اور کامیاب عارفوں کی امداد سے مجلس رقص سرود پر فریاد ہو گئے۔ آپ کی ایک دلچپ بات ہے۔ کہ محبت کے ساتھ لاکھ مقام ہیں۔ ان میں پہلا مقام یہ ہے۔ کہ محبوب کے ساتھ موافقت ہو۔ اور اس مقام کا چھوٹے چوٹا درجہ یہ ہے۔ کہ محبوب کے فرمان پر سر جھکا دیا جاوے۔ جب تک کسی کو یہ مقام حاصل نہیں ہوتا۔ آگے کو

قدم اٹھانا دشوار ہوتا ہے۔ لیکن جس وقت محبت میں جوش آتا ہے۔ صبر۔ آرام۔ خواب۔ خورش۔ ہوش۔ اور خردیہ سب کے سب کوچ کر جاتے ہیں۔ اور نالہ۔ فریاد۔ بے خودی۔ بیدلی۔ گریہ۔ اور شیفتگی۔ یہ تمام صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس وقت میں اگر حکم کے دائرہ سے فرمان برداری کا قدم کسی شخص کا باہر جا پڑے۔ اور وہ سماع میں دست افشانی کرنے لگے۔ تو معذور ہوگا۔ کہتے ہیں۔ قاضی سعد اور قاضی عماد۔ سماع کے انکار میں قاضی جلیجری کے شریک غالب تھے ایک روز قطب لاولیاء کی مجلس سماع گرم تھی اور صوفیوں کی جماعت نالہ و فغان کر رہی تھی۔ اس مجلس کے برہم کرنے کا ارادہ کر کے دونوں قاضی مجلس کی عین گرمی کے وقت چلے آئے مگر بیان پونچ کر یا بندی شریعت کی طاقت ایک بارگی جاتی رہی۔ اور صوفیوں کی طرح دست افشانی کرنے لگے۔ جب پر اپنی اصلی حالت پر آئے۔ تو اس عجیب و غریب حرکت سے سخت متعجب ہوئے۔ آخر کار منصب قضا چھوڑ کر صوفیانہ مجنون میں آ بیٹھے۔ اور کمالانِ زمانہ ہو کر درجہ شہادت حاصل کیا۔

## یاد شیخ و حبیب الدین حکیمی دہلوی رحمہ اللہ

صفائی۔ پرہیزگاری۔ ریاضت کا فروغ۔ اور آشنائی کی شعاع۔ یہ صفات آپ کے اقوال اور افعال میں موجود تھیں۔ ہمیشہ آنکھوں میں آنسو جی میں شوق۔ لبوں میں نالہ و ولولہ۔ اور دل میں غم و بے آرامی رہتی تھی زمانہ پرست لوگوں کے ملنے سے کنارہ رہنا۔ اور تمام و کمال زمانہ زندگی۔ خاموشی کے ساتھ بسر کرنا۔ آپ کی عادت میں داخل تھا۔ رحلت کے بعد دہلی میں خواجہ بگاہ بنائی گئی۔

## یاد شیخ فخر الدین زاہدی

مولد اور جناب بگاہ دونوں بیٹھہ میں ہیں۔ اسکندر فیلقوس کے خاندان میں اور خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کے ہم عصرتے کہتے ہیں۔ ایک سال مال و متاع سے بہری ہوئی ایک کشتی دریائے جہنا میں ڈوب گئی جن مال و اون کو نقصان پہنچا تھا۔ انہوں نے اپنا حال درو خواجہ کی خدمت میں عرض کیا۔ خواجہ نے فرمایا۔ دریا کا یہ کنارہ اس درویش کے پیر ہے۔ اور وہ کنارہ برادر فخر الدین سے تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ کشتی اس کنارہ پر ڈوبی تھی لہذا آفت زدہ لوگ شیخ فخر الدین کے آستانہ پر حاضر ہو کر روئے جہنم کے شیخ نے اس مضمون کا رقعہ لکھ کر دریا میں ڈالا۔ کشتی کو صحیح دسار کنارہ پر پہنچا دیوے۔ رقعہ نیچے بیٹھ گیا۔ اور کشتی مع مال و متاع پانی کے اوپر اٹھی

کہتے ہیں۔ ایک روز چالیس آدمیوں میں سے ایک آدمی نظر آپ کے پاس آیا جس کی پیشانی پر کاپٹیبہ کے حروف لکھے ہوئے تھے۔ اسے کہا۔ کلاسمانی آفت اس ملک کے واسطے بھی گئی ہے۔ لیکن یہ شہر اس زاہد کے ظلِ حماہ میں ہے۔ لہذا خرابی سے محفوظ رہے گا۔ اس بنیاد پر آپ کا سلسلہ زاہدی لفظ کے ساتھ مشہور ہوا۔ مہر صبح

## قبولِ بندگی مخصوصاً و باد یاد شیخ شہاب الدین حق گو

آپ شیخ فخر الدین زاہدی کے فرزند ہیں۔ اور اپنے پدر بزرگوار کے ہی مرید ہی ہیں۔ جہاں گروی کا خیال پیدا ہوا تو باپ سے اجازت چاہی۔ مگر وہ قبول نہیں ہوئی۔ چونکہ باپ کی ناخوشی سے ہی آپ کا ارادہ نسخ نہیں ہوا۔ تو باپ نے دعادی۔ کہ جس کو تم سر بر آوردہ کرو خدا کرے وہ تمہارے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جیسا تم میرے ساتھ کرتے ہو۔ بات ختم ہوئی۔ جب آپ دہلی میں پہنچے۔ تو شروع شروع میں کسی نے ازراہ قبول آپ کی عزت نہیں کی۔ اپنے غصہ میں آکر فرمایا۔ کہ میں اس قلیم کی سلطنت فروخت کرتا ہوں۔ خریداری کی تلاش ہو محمد شاہ راستہ میں جا رہا تھا جو تعلق شاہ کا بیٹا۔ اور شیخ نظام الاولیا کا مرید تھا۔ اس کے کان میں یہ آواز پہنچی۔ نیاز مندانہ۔ آواز دینے والے کے پاس آ بیٹھا۔ اور نرمی کے ساتھ عرض کیا۔ اس متاع کا خریدار مجھ کو سمجھیے۔ آپ نے فرمایا۔ تیری منکرانہ گزارش پر تجھ کو مفت دیدی گئی۔ تعلق شاہ کو یہ واقعہ ناگوار گزرا۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ داد و ستد اسی کے بیٹے کے ساتھ ہوا ہے۔ تو خدائے لایزال کا شکر بجا لایا۔ جب ہسب کی تکمیل قبضہ کے ساتھ ہو گئی۔ تو اس کو حکمرانی کے نشہ میں بدستی پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ اس زمانہ کے عالموں کو اپنی بارگاہ میں فراہم کر کے۔ ازراہ نالائقی زبان پر لایا۔ کہ ولایت کے خاتمہ کی طبع۔ نبوت کے خاتمہ کو عقل تسلیم نہیں کرتی ہے۔ اس یہودہ بات کے جواب میں علماء و درویشانہ اندیشہ میں جا پڑے۔ اور بالآخر عرض کیا۔ کہ شیخ شہاب الدین زاہدی ہم سب سے زیادہ بزرگ اور دنیا و آخرت دونوں سے بہرہ ور ہیں۔ اس محرکہ میں ماون کا موجود ہونا ضروری ہے تاکہ امن کے اتفاق سے اس بارہ میں گفتگو کی جاوے۔ جب شیخ شہاب الدین۔ اس پریشان مجمع میں پہنچے۔ اور حکمران کا مایہ نجویا بیان میں آیا۔ تو شیخ کو غصہ آ گیا۔ چونکہ کوئی ہتھیار اس وقت ہم نہیں پہنچا۔ ناچار جوتہ اپنے پانوں سے نکال کر حکمران کے منہ پر مارا۔ تاکہ خواری کے ساتھ قتل نہ کیے جاویں۔ اور راہ شہادت میں برہنہ پا جانا نصیب ہو۔ محمد شاہ یہ حال دیکھ کر برہم ہوا۔ حکم دیا۔ کہ اس سخت سست کئے والے شخص کو قتل کے اوپر سے خندق میں ڈال دو و دفعہ اوپر سے نیچے ٹالنے میں تو کوئی اذیت نہیں

پونجی۔ مگر تیسری دفعہ گرنے کی حالت میں آپ کے پدر بزرگوار کی مثالی صورت نظر آئی۔ اور آپ کو ہدایت کی۔  
 کہ خود داری سے پرہیز کر کے سراسر نیستی سے ملک ہستی کو کوچ کر جاؤ۔ لہذا اپنے اپنے تئیں ایزدی مشیت کے حوالہ کر کے  
 ولایت کو شہادت کے ساتھ شامل کیا۔ اور حسینی درجہ پایا۔ پڑانی دہلی میں آپ کی قبر بنائی گئی۔ اُس وقت سے  
 آپ بلفظ حق کو نام زد ہیں۔ مصرع جزا سے کار او دیدار حق باد

## یاد قاضی حمید الدین ناگوری

آپ کا نام محمد ہے۔ اپنے باپ خواجہ عطاء اللہ کے ساتھ۔ یزمانہ سلطان معز الدین سام۔ دہلی میں آئے تھے  
 آپ کو سہمی علوم میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ پدر بزرگوار کی دفاع کے بعد قصبہ ناگور کا عہدہ قضا آپ کے نام سے نام زد  
 ہوا۔ کمال جرأت کو کام فرما کر منصب کی رعایت کرتے تھے۔ تیسرے سال خواب میں خاتم الانبیا علیہ السلام نے  
 آپ کو اپنی طرف بلایا۔ بیع ہوئے ہی عہدہ قضا ترک کر کے خشکی کے راستے سے حرمین شریفین کو روانہ ہوئے۔  
 زاد ہما اللہ شرفاً۔ بغداد میں شہاب لاویا سہروردی کی ملازمت میں حاضر ہوئے۔ آنکھوں نے اور دل نے  
 پایا۔ اور خدا سے تڑپے ہی دنوں میں فرقہ خلافت حاصل کیا۔ اُن ایام میں خواجہ قطب الدین اوشی  
 بغداد میں تشریف رکھتے تھے۔ ان دونوں صاحبوں کے درمیان میں دوستی اور رازداری کا عہد و پیمانہ استحکام  
 کے ساتھ ہوا۔ جب قاضی صاحب۔ اُس شہر ولایت (بغداد) سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ میں پہنچے۔ تو ایک  
 روز طواف کے اندر ایک درویش کے پیچھے پیچھے ہوئے۔ پیش اور درویش نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ فرمایا۔  
 یہ روئی فی الحقیقہ اچھی بات ہے لیکن جب تک صورتہ اور معنی دونوں ہم رنگ نہ ہوں۔ کچھ سود مند نہیں۔  
 میں ہر قدم میں ختم قرآن اکھڑے داناس تک کرتا ہوں۔ تم ایسا نہیں کرتے ہو۔ عریقت میں ایسا اتبلع درست نہیں ہے۔  
 یہ سکر قاضی صاحب کا حال دگرگون ہوا۔ القصہ ایک سال مدینہ منورہ میں مجاور رہی اسکے بعد پھر دہلی میں تاکر  
 قطب لاویا سے ملاقی ہوئے۔ باہم ایک کو دوسرے کے دیدار سے خوشی ہوئی۔ وہی دیرینہ دوستی بڑھنے لگی۔  
 کہتے ہیں۔ اُن ایام میں دہلی کے فتویٰ نویسون اور کاغذی علوم کے عالموں نے رگ کی حرمت اور سننے والوں  
 کے تعزیر کے بارہ میں فتویٰ لکھے تھے۔ ان کے باہر کے دستخطوں سے اُن کو فریق کیا تھا۔ اور قاضی حمید الدین کا حال تھا۔  
 کہ سرد و سماع پر فریفتہ تھے۔ جب یہ حضرات آپ کے کان میں پہنچا۔ تو شیخ جمال الدین داؤد سے فرمایا۔ (جو آپ کے  
 عمر دوستوں میں سے تھے۔ اور مذکورہ بالا فتوے پڑان کی ہی مہر تھی) داؤد۔ جو جماعت ہنوز قید طبیعت

سے آزاد نہیں ہوئی ہے وہ اگر ایسا فتویٰ لکھے۔ تو چندان تعجب کی بات نہیں ہے۔ لیکن تعجب تم سے ہے۔ کہ درویشوں کی توجہ کی بدولت۔ مردانِ خدا میں سے ہو گئے ہو۔ اور ابھی تک طفلانہ دہول مٹی سے کیلتے ہو۔ شیخ جمال الدین داؤد نے پشیمان ہو کر قاضی صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا۔

سخندان اور سخنوری میں آپ کو بہت کچھ کمال تھا۔ اور آپ کی تصنیفات آپ کی سخندان کی گواہ ہیں جیسے لوائح۔ طوائع الشمس و شرح اسماء الحسنی مشتمل بر دو مجلد۔ بہت سی حقائق اور معرفت کی بامین ابن دولون کتابوں میں اپنی تسلیم سے صفحہ بر صفحہ لکھی ہیں۔

ایک روز شیخ برمان الدین بلخی۔ اور شیخ کبیر خوارزمی عربی گھوڑوں پر۔ اور آپ ایک چوٹے سے فخر پر سوار تھے۔ شیخ کبیر نے فرمایا۔ حمید۔ تمہارا مرکب صغیر ہے۔ اپنے جواب میں۔ بیشک لیکن رفتار میں کبیر سے بڑھ کر ہے۔ کہتے ہیں۔ تاریخ اوتیسویں رمضان ہجری سنہ چہ سو تینتالیس میں ایک بار گی آپ کو بارگاہ مولیٰ کا اشتیاق حد سے زیادہ ہوا۔ اور اس ناپائیدار دنیا سے ملول ہوئے۔ تریوح اور وتر سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ میں سر رکھ دیا۔ اور وصل حق ہوئے۔ حال آنکہ کسی قسم کی بیماری لاحق حال نہ تھی۔

## یاد شیخ فرید الدین گنج شکر

آپ کا نام سعد ابن سلیمان ابن قاضی شعیب ابن حمد ابن یوسف ابن شہاب الدین ابن فرخ شاہ کاٹلی ہے کہ دہلی واسطے سے سلسلہ نسب حضرت فاروق اکبر سے جا ملتا ہے۔ آپ کے تیسرے دادا یوسف چنگیزی عہد میں ہندوستان آئے تھے۔ اور قصبہ کوتوال میں قیام فرمایا تھا۔ اسی مقام میں آپ کی باسعادت ولادت بھی ہوئی تھی آغاز جولائی میں رسمی علوم کی تحصیل کرتے رہے۔ پھر بلقان میں آ کر ایک مسجد میں گوشہ اختیار کیا۔ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی۔ سمرقند سے سیاحت گمان۔ پیر بزرگوار کی ملازمت کے اراد پر۔ دہلی کی طرف جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں اس مسجد پر ہی گزر ہوا۔ اور آپ کو ملاقات فیض آثار نصیب ہوئی۔ ایک کتاب سامنے تھی۔ خواجہ نے دریافت فرمایا۔ کیا کتاب ہے۔ جواب دیا۔ نافع فرمایا۔ نافع ہو۔ عرض کیا۔ درویش کا نفع تو خدمت میں تھا۔ بعض کہتے ہیں۔ خواجہ اسی وقت اپنے ہمراہ دہلی کو بیگئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اپنے اثنائے راہ میں سے بارادہ تحصیل علم قندھار اور سیستان جانے کی اجازت لے لی۔ اور تحصیل فارغ ہو کر دہلی میں آئے۔ اور خواجہ کے پیرو ہو گئے۔ چونکہ اس شہر میں لوگوں کے ہجوم سے تشویش پیدا ہوئی۔ اور فراغ عبادت حاصل نہیں ہوا۔ اس واسطے ہانسی کی طرف روانہ

ہو گئے۔ وہاں ہی اسی طرح خلائق کا ازواج ہوا۔ اور وقت یوں ہی غارت جاتا تا۔ ناچار اجودہن میں آہو پئے۔  
 چونکہ اس موضع کو لوگ ملنا رادرویش دوست نہیں تھے۔ لہذا ہمیں قیام فرمایا۔ اور نفس کی لڑائی میں کمال  
 کوشش کی۔ چند سال تک جو کی ٹکلیا پیٹ پر باندھ کر پلو نشین دشمن (نفس) کو فریب دیتے رہے۔ اور آخر کار  
 فتح مند ہوئے۔ ہند کے تمام مشائخ متفق اللفظ کہتے ہیں کہ ریاضت اور پرورش روح میں گنج شکر کی مانند کوئی  
 ورویش پیدا نہیں ہوا۔

گنج شکر خطاب ہونے کی وجہ میں کئی قسم کے بیانات دیکھنے میں آئے ہیں زیادہ تر مشہور یہ ہے۔ کہ بنجاروں  
 کا ایک قافلہ سرراہ ملا۔ دریافت کیا تمہارے پاس کیا سامان ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ نمک ہے۔ فرمایا۔ نمک ہوگا  
 آپ کے فرمانے کے اثر سے شکر کی بوریاں نمک کی بوریاں ہو گئیں۔ قافلہ وائے بنجارے پشیمان ہوئے۔ اور اصلیت  
 معاملہ حاضر ہو کر ظاہر کی۔ فرمایا۔ غم نہ کرو۔ اگر شکر ہی۔ تو شکر ہو جاوے گی۔ القصد آپ کی عجیب و غریب باتیں  
 سابقہ تواریخ کی کتابوں میں بہت کچھ لکھی ہوئی ہیں۔ راقم کو ان کے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک روز شیخ نظام الاولیاء نے نمک قرض لیکر فقرا کے کمانے میں ڈال دیا تھا جب آپ نے اس میں سے لقمہ اٹھایا  
 تو ہاتھ میں وزن معلوم ہوا۔ فرمایا۔ لقمہ کے وزنی ہونے کا کیا سبب ہے۔ کیفیت حال عرض کی گئی۔ ارشاد ہوا۔ صوفی  
 کو قرض لینا جائز نہیں ہے۔ جو کچھ ملے۔ اوسے پر قناعت کرنا چاہیے۔ اور فرمایا <sup>المفقود</sup> فی الصوم من غیر ما لم یوجوب ولا یسبب طلب

عوارضنا سرور دید پر عمدہ عمدہ حاشیے اور اونچی اونچی باتیں لکھی ہیں۔ جو مطالعہ سے تعلق رکھتی ہیں۔  
 شیخ بدرالدین اسحق کو شب رحلت میں فرمایا۔ شیخ نظام الاولیاء کو سلام کے بعد کہنا۔ کہ دوستوں کی  
 جدائی کا رنج اور ملاقات کا شوق۔ فرید اپنے ہمراہ لیچلا۔ اور پیر بزرگوار کا خرقہ تمہارے واسطے بھیجا ہے۔ مبارک ہو  
 تاریخ پانچویں محرم ہجری سنہ چہ سو چونسٹھ کو پچانوین سال کی عمر کے بعد۔ عالم ظاہری سے قیدی وطن کو  
 بازگشت فرمائی۔ جو غیب الغیوب کی بارگاہ ہے۔

انجمن زندان چند اذخلفائے شیخ الاسلامی محمد م شیخ فریدالدین گنج شکر اجودہنی کابلی

کہتے ہیں شیخ الاسلام کے کنار عاطفت میں پانچ فرزند تین لڑکیاں تھیں۔ انہیں آٹھوں کے احوال اخلاق  
 اور افعال۔ آٹھوں بہشت کے لیے سامان سرسبز ہی ہیں۔ ان آٹھوں بار ورا اور سایہ دار پودوں کی برکت سے دنیا کے

۱۲۔ اب پٹن کے نام سے نام زد ہے ۱۳۔ صوفی وہ شخص ہے۔ جو موجود پر راضی ہو۔ اور عدم موجود کی تلاش میں کوشش نہ کرے ۱۲۔



بلغ میں ولایت اور ہدایت کے بہت سے ثریسے ہم پہنچے۔ جن کی شان کا مقطوعہ ولا صرفو عتہ  
ہے۔ اور جن سے ارباب زمانہ کو کمال فیض اور فائدہ پہنچا ہے۔

پہلے فرزند کا مبارک نام شیخ نصیر الدین نصر اللہ ہے آپ کے بھی ایک لڑکے تھے۔ شیخ باقر  
نام۔ درویشوں کی خواہر بوبالکل انہیں موجود تھی۔ شیخ نظام الاولیا کے خلیفہ۔ شیخ کمال مالوہ۔ جن کا  
روضہ قصبہ دہار میں ہے۔ انہیں شیخ بایزید کے فرزند ارجمند ہیں۔ اس زمانہ میں مالوہ کے اندر شیخ کمال کی نسل  
ایک جماعت کی جماعت ہے۔ اٹھ جل شانہ اس جماعت کو اس کے آباء کرام کی نیک عادتیں عطا فرماوے۔  
دوسرے فرزند شیخ شہاب الدین تھے۔ آپ درسی اور حقیقی علوم کے عالم۔ اور شاہراہ تقویٰ  
تحقیق کے سالک تھے۔ عوارف کے درس میں شیخ نظام الاولیا کے ہم سبق رہ چکے ہیں۔ شیخ نظام الاولیا کا بیٹا  
چونکہ گنجشکر والہ نسخہ باریک قلم سے لکھا ہوا۔ اور کسی قدر غیر صحیح تھا۔ اسوجہ سے درس کے وقت تامل اور دیر لازم  
ہوتی تھی۔ ایک روز عرض کیا گیا۔ کہ شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس جو کتاب ہے۔ اس کی عبارت صحیح ہے اور خوش خط  
یہ بات طبع مبارک پر شاق گزری۔ اور توڑی دی غور کیا۔ پھر غصہ میں آکر کئی دفعہ فرمایا۔ شاید درویش کو غیر صحیح کی تصحیح کی  
طاقت نہیں ہے۔ فقیر نے سرنسنگار کے قدم مبارک پر رکھ دیا۔ اور عذر کر کے معافی تقصیر چاہی۔ قبول نہیں ہوئی۔ میں  
تنگ دل ہو کر جنگل کی طرف چلا آیا۔ اور جان و ایمان کے سلب ہو جانے کا خوف تھا۔ جس کے سبب حیران و مقہور  
ہر تاتا۔ اتنے میں شیخ شہاب الدین کو یہ حال معلوم ہوا۔ اپنے میری شرمندگی اور گلینی اس خوبی کے ساتھ اپنے پدربزرگوار  
کے حضور میں بیان کی۔ کہ مقبول ہو گئی۔ چنانچہ پدربزرگوار نے اپنے حضور میں مجھ کو طلب فرما کر قصور معاف کیا خوف اور  
نامیدی کا میل کچھیں۔ اندوگہن خاطر سے دور کر دیا اور پریشان دل کو امیدوار کر کے اطمینان دلایا۔ دوسرے روز ارشاد کیا کہ  
پیر۔ مرید کی مشاطہ ہوتا ہے۔ اور اسی روز خلافت کا خلعت عطا فرما کر سرفرازی بخشی۔

تیسرے فرزند شیخ بدر الدین سلیمان تھے۔ چونکہ انوار الہی کی چمک دمک آپ کی سیرت اور صورت  
نمایان تھی۔ لہذا آپ اپنے پدربزرگوار کے جانشین ہوئے۔ اور گنجشکری سجادہ کا بچانا۔ اور شیخ الاسلامی راستہ کا  
چلنا آپ کو نصیب ہوا۔ کہتے ہیں۔ خواجہ زور اور خواجہ غوریہ دونوں بزرگ چشت سے اجودہ میں آئے ہوئے تھے۔  
حضرت گنجشکر نے سجادہ نشین کو ان دونوں بزرگوں کا مرید کرنا آپ کو کلاہ خلافت و لوادی تھی۔ جب آپ کی بہن  
کی باری تمام ہوئی تو اپنے باپ کے حظیرہ منورہ میں خواجہ بگاہ تجویز کر کے سو رہے۔

چوتھے فرزند خواجہ نظام الدین تھے۔ آپ کے مہربان باپ۔ آپ کو اپنا یوسف سمجھ کر آپ کے ساتھ

یعقوبی برتاؤ کیا کرتے تھے۔ اور آپ اپنا احوال حقیقت بہا ہیانہ وضع میں چھپائے رکھتے تھے۔ ایک ذمہ شکر کون کے ساتھ جنگ غور کا اتفاق آہڑا۔ تو تنہا چند آدمیوں کو روانہ دوزخ کر کے خود ذریعہ شہادت عازم بہشت ہوئے۔

کہتے ہیں۔ آپ کا کالبد لڑائی کے مقام پر باوجود تلاش دستیاب نہیں ہوا۔ آپ کے ایک فرزند تھے صاحب کیا لات خواجہ ابراہیم نام اور خواجہ ابراہیم کے بھی ایک لڑکے تھے۔ خواجہ عزیز الدین نام۔ جن کو شیخ نظام الاولیا کی ملازمت ظاہری اور باطنی فضیلت اور ولایت حاصل ہوئی تھی۔ اور روضہ نظامیہ میں ہی آپ کی ہی قبر ہے۔

پانچویں فرزند شیخ یعقوب تھے۔ آپ سب سے چوٹے تھے۔ سید امیر خرد کرانی اپنے والد ماجد کے زبانی روایت کرتے ہیں۔ کہ وہ فرماتے تھے۔ میں شیخ یعقوب کی خدمت میں کمال دستیابی رکھتا تھا۔ اپنے ملازمت اور خرابا نشینی کو اپنے درویشانہ مراتب کا بقیع بنا رکھا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ رات کا ذکر ہے جس شہر میں آپ رہتے تھے۔ وہاں کے حاکم کے پیٹ میں ایسا سخت درد ہوا۔ کہ گویا اُس نے ملک زندگان کے عارت کرنے پر کمر ہی باندھ لی تھی۔ حاکم کے ملازمین شیخ یعقوب کی جست و جو میں بہرنے لگے۔ کہ شاید آپ کی جان فرادعا کی برکت سے ہی یہ ملک آباد رہے۔ کمال تلاش کے بعد سرنگا اور بال اُلبھے ہوئے۔ اس حیثیت کے ساتھ ایک میخانہ میں پڑے ہوئے ٹے۔ حاکم کے درد کی کیفیت عرض کی گئی۔ فرمایا۔ ہمارا یومیہ خرچہ تمام ہو گیا تھا۔ وہاں سے اوٹھے اور حاکم کے مکان میں پہنچے۔ اور اپنے دست مبارک سے شکم حاکم کو مس کیا۔ اُسی وقت فوراً صحت ہو گئی۔ حاکم نے بہت کچھ جنس اور نقد نذر کیا۔ کہتے ہیں۔ صبح تک تمام خیرات کر دیا۔ آفتاب نکلنے نکلنے ایک کوڑی بھی باقی نہیں رہی۔ آپ کو قصبہ امر وہہ کے حدود میں رجال الغیب اپنے ساتھ لے گئے۔ اور لوگوں کی نظروں سے چھپا دیا۔ آپ نے دولہ کے چوڑے جن کے عادات اور اطوار بزرگان سلف کی مثل تھے۔ اور نیز ظاہری و باطنی فضیلتیں ہی رکھتے تھے۔ ایک خواجہ معز الدین جنہوں نے مقام دیوگیر میں شہادت پائی۔ دیوگیر کو اس زمانہ میں دولت آباد کہتے ہیں۔ دوسرے خواجہ قاضی انہوں نے دہلی میں رحلت کی۔

پانچویں فرزندوں کا تو بیان ہو چکا۔ اب سنئے کہ کیوں کا حال اس طرح ہے کہ بڑی بڑی کا نام بی بی مستورہ تھا۔ جنہوں نے اپنی تمام عمر عصمت و عفت کے ساتھ گزاری۔

دوسری بی بی شریفہ جو زہر و عبادت میں اپنے زمانہ کی رابعہ تھیں۔ اور حضرت گنجشکر آپ کے بارہویں اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر عورتوں کو خلیفہ کرنا جائز ہوتا تو میں شریفہ کو اپنا خلیفہ اور سجادہ نشین کرتا۔

تیسری بی بی فاطمہ جو مولانا بدر الدین اسحق کے نکاح میں آکر خالو زادہ مشیخت کی دوسری بی بی بنیں۔

اولین دختر مستورہ کے ایک فرزند تھے خواجہ عزیز صوفی نام تھا۔ ابوالآبا آدم صفی اللہ کی خلافت کے تمام اطوار آپ میں پائے جاتے تھے۔ اپنی قلم سے مختلف طرح کے خطوط نہایت خوبصورتی سے لکھتے تھے۔ تحفۃ الابرار فی کرامۃ الاخیار شیخ نظام الاولیاء کے مناقب میں اور نیز ان کی عمدہ عمدہ باتوں کے بیان میں آپ کی تصنیف ہے۔ آپ کے ایک لڑکے تھے خواجہ قطب الدین حسن ان کو خلافت کا خلعت چراغ دہلی شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت سے حاصل ہوا تھا۔

تیسری دختر بی بی فاطمہ جو تین۔ ان کے شوہر بدر اسحق جب عالم بقا کو کوچ فرما گئے۔ تو شیخ نظام الاولیاء نے دہلی میں بلالیا۔ اور کمال پورہ خدمت گزاری کی۔ آپ سے دو فرزند یادگار رہے۔ خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ خواجہ احمد نیشاپوری شیخ الاسلام کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ انہوں نے باتفاق رائے شیخ نظام الاولیاء ان دونوں عالی قدر گوہروں کی پرورش فرمائی۔ اور کمالات انسانی کو پہنچایا جس کے معنی یہ ہیں "بازگشت کرنا اس علم خاک سے عنصری لباس میں وحدت کے جہان پاک کو" جب عنصری علائق سے علیحدہ ہو کر کوچ کرنے کا وقت آیا۔ تو روضہ نظامیہ میں خوابگاہ بنی۔

## شمارہ برگزیدہ خلفاء گنجشکری

شیخ جمال الدین احمد ہانسوی چونکہ طریقت اور حقیقت کا جمال اور جمال کی چمک و مکھڑا کے حلال کے عیان تھے۔ اندام پیر کی قلبی اور نظری توجہ کے اثر سے آپ کا صدق و صفاحد کمال کو پہنچ گیا تھا۔ مولانا بریلوان الدین ابن شیخ جمال ہانسوی۔ کہتے ہیں۔ جب شیخ جمال کی روح بدن کے مستعار لباس سے مجرہ ہو کر رحلت کر گئی۔ تو خلافت کا فرقہ اور عصا جو شیخ جمال کے پاس تھا۔ باشادہ پیر منجمد تمام فرزندوں کے مرنے پر بریلوان الاولیاء کو عنایت ہوا۔

شیخ علی صابری جب آپ کی سند جمال الخلفا نے چاک کر دی۔ تو آپ کی مان نے جو حضرت گنجشکر کی ہمیشہ رہتیں۔ کیفیت حال بہائی کی خدمت میں عرض کی۔ فرمایا جمال کے چاک گئے ہوئے کو فرید نہیں ہی سکتا ہے جب صابری نے جواب کا مضمون سنا۔ تو اپنے اسم اور رسم کے مطابق اپنی مان کو بھی تلقین صبر کی۔ اور کہا۔ کوئی غم کی بات نہیں ہے اگر جمال کے مضطرب ہاتھ نے صابری کی خلافت کی سند چاک کر دی۔ تو صابری کے صبر کے ہاتھ نے بھی

جمال کی سند کا دق پہاڑ ٹالا۔ اب کوئی بزرگ جمال کی رہنمائی سے حضرت گنجشکر کے سلسلہ کو نہیں پہونچے گا کہتے ہیں شیخ جمال کی خلافت شیخ جمال پر ہی ختم ہو گئی۔ اور کوئی شخص ان کے ذریعے سے سلسلہ داری کے درجہ کو نہیں پہونچا۔

شیخ علاء الدین محمد بن شیخ عبداللہ بن سلیمان ابن شیخ الاسلامی۔ اپنے باپ کے بعد دو قرن تک اپنے موروثی سجادہ پر سلسلہ داری کی۔ اور سجدہ شکرگزاری ادا کرتے رہے۔ جب آخرین سفر پیش آیا تو اپنے جد امی کی جیو کی زمین میں خواہنگاہ اختیار فرمائی۔ سلطان محمد تغلق نے ایک بلند کرسی کا گنبد آپ کے مرقد پر تعمیر کرایا۔ اور آپ کے فرزند شیخ معز الدین کو معز الملک کا خطاب دیکر گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا۔ شیخ معز الدین نے گجرات میں ہی رحلت کی۔ شیخ علاء الدین کے دو سے فرزند شیخ علم الحق والدین تھے۔ شیخ الاسلامی کے منصب پر سرفراز ہو گئے تھے۔ اور نیز آپ کو دونوں عالمین تشریف حاصل تھا۔

شیخ محمد تاج پسر خواجہ تاج الدین محمد۔ آپ کے حالات میں ایک بزرگ شان پیدا ہوتی تھی اپنے سلطان مظفر گجراتی کے عہد میں تاج العلماء کا خطاب پایا تھا۔

شیخ نور الدین احمد منڈو (مانڈو) والد آپ بھی حضرت گنجشکر کی پاک نسل سے ہیں۔ ہمیشہ شکر کی حالت میں رہتے تھے۔

شیخ فخر الدین گنج اسرار جو پنپوری۔ آپ کا باصفادول۔ انوار اور اسرار کا خزانہ تھا فرمایا کرتے تھے۔ کہ درویشانہ کمال نے میرے باطن میں بدون کسی مظہری (انسانی) منت کے خود از طرف رب ظہور کیا ہے۔ اور شیخ نظامی گنجوی کی ابیات اپنے حال سے منطبق کر کے پڑھا کرتے تھے۔ یہ ابیات آپ کے جداگانہ بیان میں ملھی جائیں گی۔ آپ کے مرید بہت ہیں۔ خواہنگاہ جو پنپور۔

شیخ علاء الدین عرف فیلمست۔ آپ بلفظائیل مست نام زد تھے۔

شیخ نور الدین۔ آپ حضرت گنجشکر کی اولاد میں سے ہیں۔ اپنے دادا شیخ تاج الدین ابن شیخ عبداللہ ابن شیخ منورا جو دہلی کے مرید ہیں۔ جن کو لوگ فرید ثانی۔ اور اپنے وقت کا گنجشکر کہا کرتے تھے۔ تاریخ پندہ ہون بیچ اثنائی

ہجری سنہ نو سو سینتالیس کو عالم فانی سے کوچ کیا۔ قلعہ دہلی کے میدان میں آپ کی قبر ہے۔

القصد۔ ہند اور سندھ کے تمام شہر اور اطراف تمام کمال شیخ الاسلام کی اولاد کو سکھانے اور قدم کی برکت کے دارالولایت بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنی عنایت سے اس فریضے کو افزونی اور استمرار عطا فرمادے الی یوم التمام

# یاد شیخ جمال الدین احمد خطیب انسوی

آپ حنفی النسل ہیں۔ حضرت گنجشکر آپ کو بہت دوست رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی محبت میں بارہ سال کامل مانسی میں قیام فرمایا۔ اور یہ بات قرار پاگئی تھی۔ کہ میرے خلیفوں میں مجھ سے کسی کو میرا جمال مناسب جائے۔ اُس کی خلافت مجھ کو تسلیم ہے۔ شیخ جمال الدین جس کسی کا اجازت نامہ چاک کر دیتے تھے۔ تو اس کے بارہ میں حضرت گنجشکر فرمایا کرتے تھے۔ جمال کے چاک کیے ہوئے کو فرید نہیں سی سکتا ہے۔ یہ شیخ جمال کے سراپا نصیحت کلمات ہیں سے ہیں۔ ”گفتار بے کردار زیب نہیں دیتی ہے۔ جس کی سی رفتار تم نہ چل سکو۔ اُس کی گفتار چوڑ دو۔ کیونکہ ایسی گفتار بالکل غیر موثر ہوتی ہے“ جب آپ کی ملاقات شیخ بہاء الدین زکریا سے ہوئی۔ تو شیخ زکریا نے آپ کو اپنے جملہ خلفا پر ترجیح دی تھی۔ اور جو دعویٰ از روئے محبت۔ حضرت گنجشکر کی خدمت میں حاصل تھا۔ اہم بنیاد پر لکھ بیجا تھا۔ کہ میں اپنی تمام مریدوں اور خلفا کو تنہا شیخ جمال الدین کے بدلہ میں آپ کے رو برو میں کرتا ہوں۔ مروت کی بات یہ ہے کہ سو اور ہم برہم نہ کیا جاوے۔ حضرت گنجشکر نے جواب میں لکھا۔ ”جمال میرا جمال ہے۔ معاوضہ مال میں ہو سکتا ہے نہ جمال میں“ شیخ جمال الدین کی ایک نظم ہے۔ جس میں اولیاء خدا کے مراتب اور جمال اللہ کے حالات نظم کیے ہیں۔ اس نظم کے پڑھنے سے آپ کی عمر دھوا اور عرفان کی کیفیت کسی قدر ظاہر ہوتی ہے۔

## یاد شیخ عارف ملتانی رحمہ اللہ

آپ حاکم ملتان کے پیشوا نام تھے۔ کہتے ہیں۔ حاکم ملتان نے ایک دفعہ کچھ نقد آپ کے ہاتھ حضرت گنجشکر کی خدمت میں بیجا تھا۔ آپ کا زر وے حرص و طمع آدھوں آدھ کر کے ایک حصہ نظر عالی میں پیش کیا حضرت گنجشکر نے فرمایا۔ عارف۔ تم نے براورانہ حصہ چھا کیا۔ آپ یہ سن کر خجالت میں ڈوب گئے۔ اور جو کچھ بچا لیا تھا۔ سامنے لا کر رکھ دیا اور نوکری کو اولاد لکھ کر حضرت گنجشکر کی ملازمت اختیار کی۔ چند روز بعد آپ کے کام میں شائستگی پیدا ہو گئی۔ لہذا حضرت گنجشکر نے خرقہ خلافت اور اجازت نامہ آپ کو دیکر قند ہار اور سیستان جانے کا حکم صادر فرمایا۔ کہ وہاں کے باشندوں کی رہنمائی کرنا اپنے نامہ کو بوسہ دیکر خدمت میں رکھ دیا۔ اور عرض کیا۔ کہ رہنمائی بہت بڑا کام ہے۔ مجھ جیسے شخص سے خوبی اور شائستگی کے ساتھ انجام نہیں پاسکتا ہے۔ بہتر یہ ہے۔ کہ سفر حجاز کی مجھ کو اجازت فرمائی جاوے۔ تاکہ باقی ماندہ زندگی کافی ابراہیمی مقام میں بسر کروں۔ القصدہ دونوں طرف سے آخرین بات پر قرار دوا ہو کر عمل درآمد صحیح سعاد و بر سعادت و برینا و

## یاد شیخ شمس الدین داؤد پالھسی

پالھسی - روہلی کے دیہات میں سے ایک دیہ ہے۔ آپ حضرت گنجشکر کے خاص مرید۔ اور شیخ نظام الاولیاء کے ہزار اور ہم سفر تھے کہتے ہیں۔ ہر روز صبح گوگر سے نکل کر جنگل میں چلے جایا کرتے تھے۔ جنگل کے تمام جالوز آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ اور کسی درندہ اور چرندہ میں کسی قسم کی آزار رسانی اور خوف باقی نہیں رہتا تھا۔ منتظرانہ آپ کے جمال میں نظر کرتے رہتے تھے۔ اور آپ حالت مراقبہ میں مستغرق ہوتے تھے جب رات ہو جاتی تھی۔ تو اپنے گھر آ جاتے تھے۔ اسی حالت سے زندگی گزار دی مصرع دل رباے نفس و آفاق بود۔

## یاد مولانا محمد حافظ دہلوی

آپ ربی اور حقیقی علوم کا خزانہ۔ اور پرنہنگاری اور معرفت کی کان تھے۔ شیخ نظام الاولیاء کے روایت سے فرماتے تھے۔ میں ایک بار حضرت گنجشکر کے مقدس روضہ کی آستانہ بوسی کے لیے جا رہا تھا۔ سرسی موضع میں آپ سے ملاقات ہوئی جب آپ کو معلوم ہوا۔ کہ میں کمان کا غم رکھتا ہوں۔ تو پیغام فرمایا۔ امید ہے۔ کہ تم جلد پوچھو گے۔ روضہ مقدس کو میل سلام کہنا۔ اور التماس کرنا۔ کہ دنیا کے طالب۔ آخرت کے طالب۔ اور نیز دونوں کے طالب۔ روے زمین پر برسے ہیں۔ لیکن بس نیاز مند کی آرزو سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ اوس کی دعائے توفیقے مسیلاً وَالْحَقُّ بِالصَّالِحِينَ قبول ہو جاوے۔

مصرع رفیق جان تنہا یا واد باد

## یاد شیخ بہا الدین محمد سیکری وال

آپ شیخ الاسلام گنجشکر کی پاک نسل سے ہیں۔ نازمان نفس کی جنگ میں۔ فقر اور تنگ دستی کے قبول کرنے میں اور مال و منال چھوڑ دینے میں۔ اپنے بزرگوار آباؤ اجداد کی مثل تھے۔ اور بہت کچھ شائستگی کے آثار آپ کی پیشانی سے نمایان تھے رحمہ اللہ۔ مصرع دلش بود از مواہب بحر سوانح۔

## یاد شیخ بہا الدین زکریا پور مولانا حبیب الدین ابن علی شاہ قرشی خوارزمی

آپ کی والدہ ماجدہ۔ مولانا حسام الدین ترمیزی کی دختر ہیں۔ آپ کی ولادت کوتا کوٹ اور میں ہوئی۔ جو قلعے سکتگین کے بیٹے ہندین فتح کیے تھے ان میں پہلا قلعہ ہے۔ آپ کی خواہگاہ ملتان میں ہے۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اور قروت بھی حاصل کر لی تھی باپ نے دریکدانہ کی طرح آپ کو تیم چھوڑا۔ خراسان میں جا کر کتابی علم سیکھا۔ اور بخارا میں

۱۰۔ تو محکوبانی فرمان داری کی حالت میں (رویا سے) اور ٹھاسے۔ اور محکوب (ایسے) نیک بندوں میں لے جا داخل کرے۔

پونچکر درجہ اجتہاد میں قدم رکھا۔ اخلاق میں ایسی شائستگی جو پونچائی۔ کہ اہل زمانہ آپ کو بہادر الدین فرشتہ کہتے تھے بہر  
 عمر میں کی خاک بوسی کے لیے بنیارسے جنبش فرما کر اور صومالیہ شرفاً پانچ سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ اس  
 زمانہ میں شیخ کمال الدین محمد مینی موجود تھے۔ جو عرب کے محدثین میں سے تھے۔ ان سے احادیث صحیحہ کی تفہیم کے لئے  
 حاصل کی اور ہر سال ان کی تہراہی میں جمع کو آتے تھے۔ پھر بغداد میں شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کی ملازمت  
 میں پونچکر حقیقۃً بیعت ہو گئے۔ اور سترہ روز کے اندر فرقہ خلافت حسب فرمان خاتم الانبیاء علیہ السلام بیکراہی  
 ملتان کی اجازت لی۔ جو صوفی لوگ سابق سے حاضر خدمت کے انہوں نے اس حال پر خشک کیا۔ اور شیخ کو فروغ  
 باطن سے حال معلوم ہو گیا۔ فرمایا۔ کہ تمہاری لکڑیوں میں مسکان کی نمی ہی باقی ہے۔ اس سبب سے آگ جلد تر نہیں کرتی  
 ہے۔ اور بہادر الدین کی لکڑیاں خشک ہو گئی ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے جلد شعلہ بکریا۔ حضرت گنجشکر فرماتے ہیں۔ ایک روز  
 میں شیخ بہادر الدین کے نام خط لکھنا چاہتا تھا یہ تامل تھا کہ عنوان القاب کیا لکھوں۔ اتنے میں لوح محفوظ پر نگاہ جا کر  
 وہاں آپ کا لقب شیخ الاسلام لکھا ہوا دیکھا۔ چنانچہ یہی لقب لکھ دیا۔ کہتے ہیں۔ دونوں جہان کا کمال آپ کو حاصل  
 تھا۔ اور خرق عادات یعنی کرامتیں انواع و اقسام کی واپسین نفس تک آپ کے ساتھ ہوئیں۔ ساتویں صفر ہجری سنہ  
 ۶۶۵ھ کو ایک روشن ضمیر مرو آیا۔ اہل شیخ صدر الدین عارف کبر سے ہوا تھا۔ اور کہا۔ اپنے پد بزرگوار کے پاس پونچکر  
 چنانچہ پونچکر آیا گیا۔ محبوب کے خط کا پڑھتا تھا۔ کہ عمر گرامی کا زمانہ پورا ہوا۔ شیخ صدر الدین باہر سے **قَالَ الْحَبِيبُ لِلْحَبِيبِ**  
 کی آواز سنی۔ جب اندر پہنچے۔ تو باپ کو حاصل بحق پایا۔ اور کہنے والا کوئی موجود نہ تھا جس طرح بفرجائے **وَقَدْ تَرَكْنَا**  
**السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحِ** دنیاوی آسمان کو ستاروں کے چراغوں سے آراش ہے۔ اسی طرح آپ کی  
 نسل کے آسمان کو سات اختر سے آراش حاصل ہوئی تھی۔ (۱) شیخ کمال الدین (۲) شیخ صدر الدین عارف (۳) شیخ شمس الدین  
 (۴) شیخ علاء الدین بھٹی (۵) شیخ محبوب مجزوب (۶) شیخ بربان احمد (۷) شیخ ضیاء الدین جادو قدس اللہ اسرارہم  
 ایک روز چند صوفی آپ کے نزدیک تو نگری کی خدمت کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ دنیا توڑی سی چیز ہے جو تمام دنیا  
 والوں میں تقسیم ہے۔ پس ایک چھوٹے سے حصہ کی مقدار کتنی ہوگی۔ نیز فرمایا کرتے تھے۔ مال معنوی سانپ ہے  
 جو شخص سانپ کا افسون جانتا ہے اس کو سانپ کا قرب نقصان نہیں پہنچاتا ہے۔ اور کہی یہ بھی فرمایا کرتے تھے  
 کہ دنیا داری کو درویش کے رخسارہ پر نیل کا نشان سمجھنا چاہیے۔

## یاد شیخ فخر الدین ثانی

آپ شیخ شہاب الدین حق گو کے فرزند خلیفہ اور جانشین ہیں۔ کہتے ہیں۔ فیروز شاہ کے عہد میں سید جلال  
مخدوم جہانیاں آپ کی ملاقات کے واسطے اوجھ سے پہلی میں تشریف لائے تھے۔ سلطان فیروز نے استقبال کیا۔  
جب مخدوم کا دیدار دیکھا۔ تو سلطان کو سعادت حاصل ہوئی۔ اور اعتقاد زیادہ ہوا بیعت ہو گیا۔ دو سو روڈ  
مخدوم جہانیاں۔ آپ کی خانقاہ میں آئے۔ آپ کی عادت تھی۔ کہ ہمیشہ بے لکھے ہوئے چند ورق مسائے رکھا کرتے تھے۔  
اور ہر ایک کام کے آغاز میں ان کو کہوں کر دیکھا کرتے تھے۔ اگر لفظ **افعل** نکلتا تھا۔ تو وہ کام کیا کرتے تھے اور اگر لفظ  
**لا تفعل** نکلتا تھا۔ تو اس کام سے باز رہتے تھے گویا اس ترزو سے۔ خدائے پاک کی رضا مندی کا اندازہ کر لیا کرتے  
تھے۔ جب اپنے مخدوم کی ملاقات کے لیے ورق کشائی کی۔ تو ہر بار لفظ **لا تفعل** برآمد ہوا۔ لہذا مجبوراً عذر کیا۔  
اور کہا کہ آج کے روز حکم خدا ملاقات کے واسطے نہیں ہے۔ انشاء اللہ الغریز پیر کسی روز میں اپنی آنکھ اور دل آپ کے دیدار  
سے منور کروں گا۔ ہر چند باہر سے دلیری کی زنجیر دروازہ پر ملاتے تھے۔ لیکن اندر سے امتناع کی زنجیر نہ کھلی پر نہ کھلی۔  
ناچار مخدوم نے سعادت فرمائی چونکہ شیخ کو بھی از حد زیادہ شوق ملاقات تھا۔ اس واسطے پانچویں دفعہ پھر فال کہولی۔  
اس دفعہ صیغہ امر نکل آیا۔ فوراً جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مخدوم کو بھی خبر ہوئی۔ کہ شیخ عقب سے پیادہ پا آ رہے ہیں۔ ٹھیک  
اور پالکی سے اتر آئے۔ اور شیخ کی رفتار میں متحیرانہ نظر کی۔ اور کہا۔ درست اور است! اور ویش کو ایسا ہی چاہیے۔ کہ بے  
فرمان خدا ایک قدم بھی نہ اٹھاوے۔ جب باہم دست بوس ہو چکے۔ تو مخدوم نے قصد معانقہ کیا۔ شیخ کو مخدوم کی خفیہ  
کارروائی معلوم تھی۔ کہ جس کسی سے معانقہ کرتے ہیں جو کچھ اس کے پاس از قسم معرفت ہوتا ہے۔ سب سلب کر لیتے ہیں  
اس سبب شیخ نے اپنے تئیں چورایا۔ اور ازراہ عذر خواہی کہا۔ میرے فرزند بہت ہیں۔ اور نعمت کم ہے۔ اور یہ آیت پڑھی  
**هَذَا اخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْبَةً لِي نَعْبَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفَلْتَهَا مَخْدُومًا هُوَ نَوْنٌ**  
ہی ہونٹوں میں تبسم فرما کر انہی نعمتوں سے فرزند ان شیخ کو کامیاب کیا اور ہر ایک کو ایک مناسب سمت کے ساتھ نام زد فرمایا۔ شیخ  
بہار الدین گنج رومان کو سرکار کا پبی عطاکے۔ شیخ صدر کو صوبہ جوہر روایا۔ شیخ بد کا تقریر سرکار بہار میں کیا۔ اور کہا۔ ابن جہان  
ہمت کار تبتہ اتنا بلند ہے کہ بیان میں نہیں آتا ہے۔ مصرع باد لطف خدا قرین ہے۔

## یاد سید جلال شیخ بخاری

آپ شیخ بہار الدین زکریا کے مرید۔ اور مخدوم جہانیاں کے دادا ہیں قدس سرہم کہتے ہیں۔ تقدیر الہی آپ کو

۱۰۔ پیر ابائی ۶ (۱۱) کے (۱۲) قیادہ کتبیاں ہیں۔ اور میر (۱۳) مر (۱۴) ایک ہی دینی ہے (۱۵) کتابتیں ہیں جو ہر دو ماں ۱۰



بخالا سے بہکریں کہنچ لائی تھی۔ اس کے چند روز بعد آپ غیبی اشارہ کے بموجب سید عبدالدین بہکری کی دختر کے لیے خواستگار ہوئے سید عبدالدین نے الہامی اجازت کا انتظار کیا۔ او اس سبب سے جواب دینے میں کسی قدر توقف فرمایا۔ جب سید عبدالدین کے باطن میں بھی اسی مضمون کا الہام ہوا۔ تو عقد کرویا۔ خانہ اور خاندان دونوں لگے۔ مگر آخر کا وسمانی گردش سے بہائیوں کے دلوں میں حسد اور کینہ پیدا ہوا۔ اس سبب سے جلال الدین بہتر ک سکونت اوجھ میں آکر گوشہ گزین ہوئے۔ بہت مدت تک خدا پرستی میں مشغول رہے۔ اور رحلت کے بعد ہی یہی شہر تپ کی خواہنگاہ بنا مصرع جہان از نسل او آیا بود

### یاد شیخ حسین کاہر

آپ کی خواہنگاہ ملتان میں ہے۔ قدوۃ الاولیاء شیخ بہار الدین زکریا کے ہم عصر تھے۔ زمانہ ہوش میں گھاس کہوٹے سے معاش جو پہنچاتے تھے۔ جب حالت جذبہ پیدا ہوئی۔ تو فریاد میں جا بیٹھے۔ ایک روز عنقریب جوانی میں شیخ زکریا فریاد نشین شیخ کے پاس نکلے۔ شیخ حسین نے ہاتھ پر پیالہ رکھ کر سامنے کیا۔ شیخ زکریا نے ازراہ ادب لیکر گویاں میں اولٹ لیا جب گھر آئے۔ تو پیرہن اپنی دیرینہ دایہ کے سپرد کیا۔ چونکہ پیرہن کا داغ دہونے سے دور نہیں ہوا۔ تو دایہ نے جس مقام کو منہ سے جو نس لیا۔ پس پہنچ گئی جہاں پہنچ گئی۔ کتے ہیں۔ دایہ عارف زلمن ہو گئی۔ اور اکثر اسکی تہن ایزدی تقدیر کا پیغام ہوتی ہیں مصرع روحش مدام جرحہ کش بزم وصل باد۔

### یاد شیخ بہر دولتانی

آپ بہائیت نسل میں سے ہیں۔ تخرید اور آزادی کے گویا دریا تھے۔ قرآن۔ شیخ محمد مغربی کا دیوان۔ اور پیوند لگا ہوا خرقہ۔ ان چیزوں کے سوا کوئی چیز پاس نہیں رکھتے تھے۔ ملتان سے نکل کر۔ کئی سال گجرات کے جنگوں میں بسر کیے۔ آخر الام کرہ میں آکر گوشہ اختیار کیا۔ جب آخرین سفر کا وقت آ پہنچا۔ تو خواجہ کرک کی قبر کی برابر میں سو رہے مصرع شیخ بہر در جہان بہر بود۔

### یاد شیخ رکن الدین ابو الفتح

آپ شیخ صدر الدین کے بیٹے۔ اور شیخ صدر الدین۔ شیخ بہار الدین زکریا کے فرزند تھے۔ قدس اسرار ہم خلافت کا خرقہ۔ اپنے جد بزرگوار سے پایا تھا۔ کتے ہیں۔ سلطان قطب الدین ابن علاء الدین کے دل میں اس کی تالیقی سے شیخ نظام الاولیا قدس سرہ کی طرف سے عبا رسید ہو گیا تھا۔ لہذا سلطان نے کمال منت و سماج کے ساتھ شیخ رکن الدین کو ملتان سے دہلی میں بلایا اس ارادہ پر کہ شیخ رکن الدین کی درویشی کے کروفر سے شیخ نظام الاولیا کی خانقاہ کی رونق جاتی رہے۔ جب شیخ رکن الدین کی تشریف آوری کی خبر آئی۔ تو سلطان ایشایخ۔ علانی حوض تک

استقبال کے واسطے گئے۔ اور دونوں بندگانِ خدا ایک دوسرے کے دیدار سے خوش ہو کر اللہ عزوجل کا شکر بجالا  
 اور جب بساطِ رازداری پر بیٹھے۔ تو معرفت کی باتیں کیں۔ شیخ نظام الاولیا کے مکان میں ایک انجمن منعقد ہوئی  
 تمام اربابِ نظر اور اصحابِ باطن حاضر تھے۔ منجملہ ان کے مولانا عماد الدین اسمعیل نے ملتان سے وہلی میں آنے  
 کی وجہ اس پردہ میں دریافت کی۔ کہ مکہ سے مدینہ کو خاتم الانبیاء علیہ السلام کی ہجرت کا سبب کیا تھا۔ شیخ زکریا  
 نے جواب دیا۔ کہ خاتمیت کے متعلق بعض کمالات کا۔ اور نبوت کے متعلق بعض مراتب کا حاصل ہونا۔ زمین مدینہ  
 کے ساتھ وابستہ تھا۔ شیخ نظام الاولیا نے فرمایا۔ نہیں۔ وجہ موجود یہ ہے کہ بہت سے مقامی ناتوان لوگوں کو مکہ معظمہ  
 میں جانا میسر نہیں ہوتا تھا۔ ان کی تکمیل کے واسطے آنحضرت نے مدینہ منورہ میں نزول فرمایا۔ اس قسم کی دلچسپ  
 اور لطیف باتوں سے دونوں نے یکے با دیگرے کو اذیت کا اظہار کیا۔ دوسرے روز سلطان قطب الدین شیخ زکریا  
 کی خدمت میں حاضر آیا۔ اور دریافت کیا۔ شہر والوں میں سے کس کے چلنے والا سعید کون ہے۔ شیخ زکریا  
 نے فرمایا۔ وہ شخص ہے۔ جو اس دارالامان میں بہترین خلائق ہے۔ اور اس قسم کے اشاروں کے ذریعہ سے  
 جاہا۔ کہ جو سو سے سلطان کے خیال میں جیسے ہوئے ہیں۔ میں ان کو دور کر دوں۔ اور جو بیوہ خواہش میری نسبت  
 سلطان رکنتا ہے۔ اس کے بارہ میں اپنی طرف سے ناامیدی دلاؤں۔ مگر سلطان کے دل میں بدباطنی سے کچھ اثر  
 نہیں ہوا۔ اسکے بعد ایک روز سلطان قطب الدین کا گزر۔ نظامیہ خانقاہ پر سے ہوا۔ اس وقت خلائق کا ہجوم  
 اور ازدحام شمار اور حد سے زیادہ تھا دریافت کیا آج۔ کن بزرگوار کا عرس ہے۔ بدباطن وزیر نے ایسے طرز سے جواب دیا۔ کہ  
 دریافت کرنے والے کے دل میں از سر نو کینہ اور غیرت کا غبار پیدا ہوا جب سلطان اپنے دولت خانہ میں واپس آیا تو  
 لکھ بیجا۔ کہ صاحب خانقاہ ہماری قلم رو سے اپنا سامان اقامت اٹھالی جاوے۔ رقعہ حجرہ میں پہنچا۔ آستانہ میں  
 گمولا۔ صحن میں پڑھا۔ اور اس کی تعمیل راہ میں ہوئی۔

القصة۔ رات کے وقت فرمان روا کے پیٹ میں درد پیدا ہوا۔ اور اطباء نے جس قدر دوا کی۔ اسی قدر درد میں  
 زیادتی ہوتی چلی گئی۔ اس وقت جانا۔ کہ یہ اس گستاخی کا طمانچہ ہے۔ پس سلطان نے عالمیوں اور عارفوں کو  
 شفیع بنایا۔ اور شیخ نظام الاولیا کی خدمت میں بیج کر غدر خواہی کی معاوہ کے واسطے اور حصولِ صحت کی دعا کیو  
 اتنا س کیا۔ فرمایا نظام کو خدائی کارخانہ میں کیا دخل ہے اور دوا اور درد و دونوں تقدیری حرف ہیں۔ چونکہ صرف شفیعوں  
 کی علی الاضطرار آمد و رفت سے بدون علاج کے کسی قسم کا نتیجہ پیدا نہیں ہوا تو بیمار کی والدہ نے حاضر  
 حضور ہو کر بساطِ بوسی کی اور بہت کچھ درد آمیز لہجہ میں روئی جینکی۔ شیخ نظام الاولیا نے فرمایا۔ اس شرط پر

علاج کروں گا۔ کہ سلطنت دہلی کا کاغذ خاص مہر اور ارباب مناصب کی مہر و سچ مرتب کر کے پیشاب کے قارورہ  
 کے ہمراہ بیچ دیں۔ تاکہ تجویز نسخہ کی جاوے۔ یہ شرط قبول کر کے نہایت جلد تسک و قارورہ حاضر کیا گیا۔ شیخ  
 نظام الاویانے اسی وقت تبار کو پیٹ کر اسی پیشاب کے شیشہ میں ڈال دیا۔ اور فرمایا۔ کہ دہلی کی سلطنت  
 درویش کے نزدیک بیمار کے پیشاب کی برابر ہے۔ آخر کار دعا کرتے ہی فوراً صحت حاصل ہو گئی۔ اور ہریکاپنی  
 اپنی جگہ لوٹ گئے۔ کتھن۔ جب سلطان غیاث الدین تغلق شاہ سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کے  
 بعد دہلی کا فرمان روا ہوا۔ اور ہجری سنہ سات سو پچیس میں۔ بنگالہ سے دہلی میں معاونت کر کے ایک عالی شان  
 محل میں اتر آجواؤس کے نام سے تعمیر کیا گیا تھا۔ تو شیخ رکن الدین اور نیز دیگر روساے زمانہ وہاں مسند پر تشریف  
 رکھتے تھے۔ شیخ نے وہاں سے جلد اٹھنے کے واسطے بارہا عبارت اور اشارت دونوں طرح سے کہا۔ مگر کارگر نہیں  
 ہوا۔ جب دسترخوان بچھایا گیا۔ تو شیخ تھوڑی دیر بیٹھے۔ اور اس سے پہلے۔ کہ دسترخوان زیادہ کیا جاوے۔  
 اٹھ کر باہر چلے آئے۔ دو سرے اصحاب بھی آپ کے پیچھے اٹھ آئے۔ اتفاق سے ہاتھ دہوہی رہے تھے۔ کہ عمارت  
 مذکورہ مٹی ہو گئی۔ سلطان مع اپنے چند مقررین کے اس کے نیچے دب گیا۔ اور مر گیا۔

دیکھو تقریب کی تحریک۔ یہ تحریک کیونکر دل میں چبے ہوئے واقعات کو افشائے راز کرنے والی زبان کے حوالہ  
 کر کے واقعہ نگار قلم کے ذریعہ سے کتابت میں لاتی ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار سورہ بیع الاول کے مہینے میں۔ مرزا  
 ابراہیم ابن مرزا سلیمان حاکم بدخشان کے بیٹے مرزا شاہ رخ نے جو اکبر شاہ کے زمانہ میں صوبہ مالوہ کا حاکم تھا۔ اٹھین  
 امین عالم علوی کو کوچ فرمایا تھا۔ راقم تعزیت کے واسطے مرحوم کے فرزند مرزا فتح پوری کے پاس جن کا مبارک نام  
 بی بیع الزمان مرزا ہے۔ اپنے مسکن منڈو (مانڈو) سے گیا تھا۔ بڑے بڑے امیر اور سردار مرزا شاہ رخ کے زمانہ میں بد بیع الزمان  
 کے برتاؤ سے ناخوش تھے۔ خراب فکر اور نالائق اندیشہ سے اس وقت کو بدل لینے کے واسطے موزوں سمجھ کر مشورہ  
 کے پردہ میں دورنگی کو کام میں لائے۔ اور عبداللہ خان کے نزدیک جو جہانگیر شاہ کا نوازش یافتہ تھا۔ ہر ایک سے  
 کروڑوں سے بہرے ہوئے خطوط لکھا کر بھیجے۔ کہ ہمارے صاحبزادہ کے دماغ میں خود سری کی ہوا بھری ہوئی ہے۔  
 اور شہنشاہی ملازمت کا اندیشہ اس کے دل میں قطع ہے ہی نہیں۔ یہ مخفی فتنہ ظہور میں آنے سے پہلے ہی  
 اسکی مشکین باندہ کر رہا۔ معالیٰ میں بی بیع دنیا چاہیے۔ فقیر کو اس کام کی اصلیت پوری آگاہی ہے۔ کہ یہ آفت  
 بھری ہوئی گفزار مرزا کے بارہ میں صرف تہمت اور محض بتان ہے۔ آخر کار زمانہ کی بدیشانی پر نظر رکھنے میں مرزا  
 سے بصد خون جگر رخصت ہوا۔ اور بوجہ سابقہ دہشتگی کے۔ جو ناہر خان کے جمال یا کمال کے ساتھ تھی۔

موضع محمد پور میں گیا۔ یہ موضع ناہر خان کی جاگیر میں ہے۔ اپنے مکان کو بلاگشت کا ارادہ تھا۔ مگر اس شورش کے فرو ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ الحاصل مکتوب الیہ عبداللہ خان نے ایک مدت تک تو اپنی نیک عادت اور فرشتہ منشی سے ان نوشتوں کو تامل میں ڈلے رکھا۔ مگر چونکہ اس طرف کا اصرار ہدے زیادہ گزر گیا تھا۔ اس واسطے ناچار اس طرف روانہ ہونا پڑا اور صوبہ جاگیر داروں کے نام بلاسنے کے واسطے پروانہ جات بھیجے۔ کہ جہاں اس کے سپاہ فراہم ہو کر حاضر آوے۔ آخر کار عبداللہ خان وسط جمادی الاول میں اجین آ پہنچا۔ صاف دل جوان (مبلغ الزمان) سیاہ باطن سفید پیش والوں کی پر فریب باتوں پر ہر وسہ کر کے آنے والے کے استقبال کو واسطے باہر نکلا۔ عبداللہ خان سرزاکو اپنے خیمہ گاہ (کیمپ) میں لے گیا۔ اور پھر والوں کے سپرد کر دیا۔ اسی روز تجیل پور ناہر خان اجین میں پہنچ کر عبداللہ خان کے لشکر میں جا ملا چند روز بعد راقم بھی اجین میں آیا۔ اور دولت خانہ ناہر خان کی برابر میں اپنا خیمہ نصب کیا۔ عبداللہ خان نے حکم دیا کہ سرزاکو سپاہ لشکر کے گرد چاروں طرف قلعہ تیار کر لیوں۔ اس بنیاد پر ناہر خان نے بھی اپنی سپاہ کے گرد اگر و ایک حصہ کنچوایا۔ اور جوہلی بنالی فرزندوں کو بھی بلا بھیجا کیونکہ نزدیک تھے۔

ایک روز دیوار جوہلی کے سایہ میں ناہر خان چند درویشوں کے ساتھ خاص طور پر بیٹھا ہوا تھا۔ چونکہ مٹی کی دیوار اٹھانے والوں نے دیوار اٹھانے میں مضبوط کام نہیں بنایا تھا۔ اس واسطے دیوار جبک گئی تھی۔ اور اس سبب اس کے گرنے کا خیال راقم کے دل میں پیدا ہوتا تھا۔ ہر چند راقم نے اپنا ولی خیال صراحت کے ساتھ بیان کیا۔ مگر ہم نشینوں نے بعید سمجھا کہ اتفات نہیں فرمایا۔ اس شان میں کہانے کے واسطے دسترخوان بچھایا گیا۔ اور جب کہانے سے فراغت پا کر زیادہ کیا گیا۔ تو راقم بدون ہاتھ دھوئے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہنوز اپنے خیمہ میں پہنچنے نہیں پایا تھا۔ کہ دیوار کے گرنے کی آواز آئی۔ ناہر خان خود جگہ کی کہ اور میان میں سے نکل آیا۔ اور ہاتھ بڑھا کر شیخ عبداللطیف کو جو ایک زاہد شخص ہے۔ مصیبت میں نکالا۔ اپنے پنجسالہ لڑکے کا کچھ خیال نہ کیا۔ جس کا نام دلاور خان ہے۔ اور سامنے کہیل رہا تھا۔ وہ خاک میں اور ڈیلیوں میں پڑا رہا۔ کچھ دیر بعد اس کو بھی نیچے سے نکالا۔ نیک کرداری اور درویش دوستی کی بدولت ہی لاکھوت نے بیٹے کو از سر نو زندگی بخشی۔

یاد شیخ حماد الدین اسماعیل ملتانی

آپ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے چھوٹے بہائی ہیں لیکن ان کی ماں کینین۔ آپ کو دین ماوردیہ

یعنی دونوں جہان کی سعادت مندی حاصل تھی۔ بزرگوار داوا۔ صاحب لایت باپ اور بابرکت بہائی سے بہت کچھ فیض مدفاندہ پایا تھا۔ فقہ کے علم میں یہاں تک تحقیق کو بڑھایا تھا۔ کہ درجہ اجتہاد حاصل ہو گیا تھا۔ جس مسئلہ میں سلطان کے تمام فقیہ اور مفتی عاجز ہو جاتے تھے۔ وہ سلا آپ کی توجہ سے حل ہو جاتا تھا۔ آخر کار درسی علوم کو اودھ لکھنے پڑے بہائی کی خدمت میں داخل ہو گئے تھے۔ اور ان کی خدمت کے طفیل سے جب بہاؤ نشین دشمن (مفسد) کے ساتھ لڑائی شروع کی۔ تو فتح پائی۔ جب رکن الاولیا کا آخرین وقت آیا۔ اور ان کے کوئی فرزند تہانین۔ اور نیز پد پد بزرگوار نے فرمادیا تھا۔ کہ چھوٹا بہائی بڑے بیٹے سے بہتر ہوتا ہے لہذا رکن الاولیا نے اپنا بیٹا چھوٹے بہائی کے سپرد کر کے ان کو رہنما زمانہ بنایا۔ آپ کے بعد شیخ صدر الدین حلیم ابن شیخ عماد الدین سند پر بیٹھے۔ شیخ صدر الدین حلیم کے بعد شیخ صدر الدین شہر اللہ ابن حلیم قائم مقام ہوئے صلح چچرا سجادہ نشینی عمادینیل میں رہی مصرع۔ عماد الدین عماد قصہ دین بود۔

## یاد شیخ علم الہدی

آپ شیخ رکن الدین الواصل کے چچا زاد بہائی ہیں۔ جد امجد کے زندگی میں ہی جہان بیانی کی ہوا سر میں بر گئی تھی۔

ماوراء النہر خراسان۔ اور پارس میں جا کر نقلی علوم اور عقلی فنون تحصیل کیے۔ اور کمال تبحر ہم پہنچا کر ہجرت سے ساتھ سو جا گیا۔ میں جب کہ سلطان محمد تعلق شاہ کا عہد تھا۔ دہلی میں آئے۔ سیاہ باطنی سے اپنے چچا زاد بڑے بہائی کی خدمت میں مناظرہ کرنا چاہا چونکہ رکن الاولیا کے ظاہری علم کو روشنی قلب کی قوت سے استحکام حاصل تھا۔ علم الہدی کی بڑائی مناظرہ کے اندر پیش نہیں گئی۔ بلکہ باعث خجالت ہوئی۔

واضح ہو۔ کہ عالم صورت کا پہلوان۔ عالم معنی کے پہلوان کے ساتھ مقابل نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ بساط ادب کے کنارہ پر کھڑا ہو کر اس اندیشہ میں ڈوب جاتا ہے۔ کہ نمود میں آنے والی موجودات حقیقہ الحقائق کا عکس ہے۔ اور عکس معنی سے عاری ایک صورت ہوتی ہے۔ اور اصل عالم ظاہر میں ایک ملک ہوتا ہے جو ملکوت یعنی عالم ارواح کی برابر ہوتا ہے۔ **سُبْحٰنَ الَّذِیْ بَدِیْہِ مَلٰکُوتِ کُلِّ شَیْءٍ وَّالِیہِ رُجُوعٌ وَّہٗ بُدِیْت**

بادرد کشان ہر کہ در افتاد برافتاد

بس تجر بہ کردیم درین دیر مکافات

## یاد شیخ الہدایہ احمد آبادی

آپ سہروردیہ سلسلہ میں سے ہیں۔ اپنے وقت کے پرنسز گار اور خدا پرست تھے۔ حقیقی اور درسی علوم میں جلیق تھے

پاک ہے (مذہبات) جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا کامل اختیار ہے۔ اور (مے پھیں) تم سب) اوس کی طرف لوٹنا کر دے جاؤ گے ۴

تھے تمام کمانے کی چیزیں چوڑ دین تھیں۔ صرف ایک پیارو دودھ سے بہوک کا علاج کرتے تھے خواہ وہ کہیں سے بھی بہم پہنچاتے تھے معرفت دانی میں دو سکر معرفت فہمون پر بقت رکھتے تھے۔ جو عمدہ مضامین اور ان کے نئے نئے حل خاص آہکی طبیعت اور فہم بہم پہنچاتی تھی۔ ان کا فیضان درس دیتے وقت سننے والوں کو بہنچا تے۔ شریعت کی رعایت کر کے سرود و سماع کی مجلس میں نہیں جاتے تھے شیخ زین الدین خوانی کے سلسلہ سے کمال دستگی تھی۔

## یاد شیخ موسیٰ

آشکارا کرامتیں آپ سے اکثر ظاہر ہوئی ہیں۔ صاحب موسوی ولایت تھے۔ کہتے ہیں۔ تہ سے قدوۃ الاولیاء شیخ بہاؤ الدین زکریا کی ملاقات کے واسطے ملتان کو آتے تھے۔ جب دریائے راوی کے کنارہ پر پہنچے۔ تو طالع نے کشتی لگانے میں توقف کیا۔ آپ اس دریا کا تمام پانی ایک ابریق میں اٹھا کر شیخ کی خدمت میں لے گئے۔ شیخ نے فرمایا۔ اس پانی سے لوگوں کو فیض پہنچتا ہے۔ بدستور سابق چوڑ دو۔ آپ نے کہا۔ نہیں یہ پانی آستانہ بوسی کے مشافون کو روکتا تھا۔ اور اس مزاجت کے ان کو نقصان پہنچاتا تھا۔ اب اس شرط پر چوڑا جاوے گا۔ کہ شہر کے کنارہ سے بہت دور بیٹھے لگے۔ اس روز سے دریائے راوی ملتان سے دور بہتا ہے۔ ان دونوں صاحبوں کی بدولت چند روز انجمن حقیقت بیانی ایسی عمدہ طور پر ہوتی رہی۔ کہ اسکی خوبی بیان میں نہیں آسکتی ہے۔  
مصرع۔ طور دیدار باد میقتا اش۔

## یاد شیخ حمید الدین صدونی سعیدی ناگوری سوالی

آپ کا لقب سلطان التارکین ہے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مرید اور خلیفہ میں قدس سرہما بعض کہتے ہیں کہ آپ موضع سوال کے باشندہ ہیں۔ جو مضائقہ اجمیر سے ہے۔ اور بعض کا یہ خیال ہے۔ چونکہ تصوف کی مشکلات کے بارہ میں آپ سوال و جواب بہت کیا کرتے تھے۔ اس واسطے سوالی لفظ کے ساتھ شہرت ہو گئی کہتے ہیں۔ کہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں جب دہلی کے شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغری نے شیخ جلال الدین تبریزی کے نام پر ایک بہتان لگایا۔ تو سلطان نے حقیقت تہمت معلوم کرنے کے واسطے بزرگان وقت کو ہر ایک شہر سے بلا کر ایک مجمع کیا تھا۔ اس درمیان میں شیخ حمید الدین نے تعرض کے طور پر شیخ بہاؤ الدین زکریا سے دریافت کیا کہ مال کے ساتھ سانپ کس مناسبت سے تعلق رکھتا ہے۔ فرمایا کہ دونوں ہلاک ہیں اور تعلق کا سبب دونوں کا ہلاک کرنے میں اشتراک ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی کہا۔ کہ وہ شخص عقل مند ہے۔ جو

مملکت شے سے دور دور ہے۔ نہ اُس کی دوستی کی طرف مائل ہو۔ اور نہ اُس کی نزدیکی سے خوش ہو۔ بہا والا دنیا سے  
 جواب دیا کہ جو شخص افسون جانتا ہے۔ اُس کو سانپ کے زہر۔ اور مال کی مستی سے نقصان نہیں پہنچتا ہے۔  
 اسپر حمید العرفانے کہا کہ سانپ کو افسون کے ذریعے سے ہی پاس رکھنا اچھی بات نہیں ہے۔ بہا الحق نے اس بات  
 کے جواب میں توقف کیا۔ تو ناگاہ اپنے پیر شیخ الشیوخ کو دیکھا۔ کہ وہ فرماتے ہیں۔ بہا الحق۔ یون کیوں نہیں کہتے  
 ہو۔ کہ دنیا۔ اہل کمال کے جہاں کے رخسارہ پرنیل کا داغ ہے۔ جس طرح حسینان صورت کی ابرو پر دمہ۔ رخسارہ پرنیل  
 اور بنا گوش پر خالیہ۔ نظر بد سے بچاتا۔ اور زیبائش کو بڑھاتا ہے۔ اسی طرح معنوی محبوبون کو دنیاوی اسباب نیلہ  
 رنگ کا کام کر کے خود بینی کی نظر بد سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور اس کے اندر یہ حسن بھی موجود ہے۔ کہ دوسروں کے ساتھ  
 احسان کرنے کا بیج پھلتا ہے۔ لکھا ہے کہ حمید العرفانے ایک خطا بہا والا ولیا کی خدمت میں بھیجا تھا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ بہت  
 سی قرآنی آیات۔ احبار۔ اور آثار اس مضمون کی شہادت دیتی ہیں۔ کہ دنیا کو دوست رکھنے والے اور ان کے دوست  
 خدا کو نہیں پہنچتے ہیں۔ اور واقعی حال یہ ہے۔ کہ بہت سے ارباب ثروت اور اصحاب دولت قطبیت اور غوثیت  
 کے عالی درجہ کو پہنچ چکے ہیں۔ **حَسْبُكَ اللَّهُ** اور **سَرُّ حَمَّةٍ عَلَى الْفَقِيرِ** اس مشکل کو حل فرمائے۔ تاکہ  
 آپ کے رنگین خطا کو اپنا امام بنا کر اطمینان حاصل کروں۔ اور اُس معجون حقیقت سے صلاح باطنی عمل میں لاؤں نیز  
 جو ایک بات ہے۔ کہ دنیا ہاتھ میں ہو۔ تو دوا ہے۔ اور دل میں ہو۔ تو درد ہے۔ اس بنیاد پر اُس شخص کو تو فائدہ ہے  
 جس کے واسطے دنیا دوا ہے۔ اور اُس شخص کو نقصان ہے جس کے واسطے دنیا درد ہے۔ اور نیز سلطان سہرورد کا جو ایک  
 یہ فقرہ ہے کہ شیخ اسپ در گل زدہ ام نہ در دل، اس فقرہ سے تسلی نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ مذمت کی بنیاد ظاہر دنیا  
 پر ہے۔ نہ نیت پر جو مخفی چیز ہے۔ بہا والا ولیا نے جواب نامہ بھیجے کہ امام پر موقوف رکھ کر دو سال تک توقف فرمایا  
 اور حمید العرفا جو اب کے انتظار میں دعا کر کے امیدوار قبولیت ہے۔ اس کش مکش میں تھے۔ کہ ایک روز ایک  
 حریری مدق پٹا ہوا عالم غیب سے مصلے کے نیچے نکلا۔ اُس میں جو کچھ لکھا تھا۔ اُس کا حاصل یہ ہے۔ کہ راہ حق کے  
 چلنے والے تین گروہ پر تقسیم ہیں۔ ایک گروہ بالکل مجرب ہے۔ جس کو غایت استخراق سے اور جو بی صفات میں  
 امکانی رسوم کو حد درجہ کم کر دینے سے کونین کی بالکل خبر نہیں۔ دوسرا گروہ اُس جماعت کو سمجھنا چاہیے۔ جو ظاہر  
 کو محض ممکن ہے۔ امکانی لوازم کے ساتھ مخصوص کرتی ہے۔ اور باطن کو کہ عین واجب ہے۔ خاصاً یزدی  
 تجلیات کے مشاہدہ میں مشغول رکھتی ہے۔ اور تیسرا گروہ وہ ہے۔ جو کہ دنیا اور مافیہا کا ترک بہت اور آنجہانی  
 درجات کے واسطے کرتا ہے۔ اور یہ تمام موجودہ معانی اور آئین تینوں گروہوں میں علمی صورتیں کا اقتضا ہے

جو واجباً وجود کا خاص فعل ہے اسما اور صفات کے اقتضا کی رو سے لا یسئل عما یفعل سئلک اور تصوف کے علم میں بہت سے رسالے آپ کے تصنیف کردہ ہیں۔ اشعار اور دیگر نظم کو اپنے نصاحت اور مقبولیت کی کرسی پر سوز و گداز کے رنگ میں پہنچایا تھا۔ یہ آپ کی ہی رباعی ہے رباعی

تاکے غم آن خوری کہ بار دیانے	یا تخم بر وید و برار دیانے
رودر غم آن باش کہ محبوب ترا	اندو حرم و مسل گزاردیانے

بعض کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ آپ شیخ احمد تارک لاہوری کے بیٹے تھے۔ شیخ احمد تارک۔ ابراہیم کے۔ ابراہیم محمد کے۔ اور محمد۔ سعید فاروقی کے بیٹے تھے۔ جو فاروق اعظم کی نسل میں سے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اس بنیاد پر آپ کو سعیدی کہتے ہیں۔ تاریخ اُنٹیس بیج الاخریٰ سنیہ چہ سوتتر کو اور بعض کے نزدیک ہجری سنہ اونسٹھ کو اصل حق ہوئے۔ قبر ناگور میں بزار و سترک بہر الیٰ یومنا ہلا۔

## یا و اولاد سلطان التارکین قدس سرہم

آپ کے بیٹے شیخ عزیز اور شیخ مجیب۔ بڑے کے تین فرزند تھے شیخ حید الدین ماہر۔ شیخ فرید الدین محمود۔ اور شیخ نجیب الدین قاسم۔ شیخ حسین بن خالد۔ تین واسطہ کے شیخ حید کو پانچویں

## مختصر حالات شیخ فرید

آپ اپنے جد بزرگوار کے مرید۔ خلیفہ۔ اور جانشین ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ کتاب سرور الصدور آپ کی ہی تالیف دی ہوئی ہے۔ سلطان محمد تغلق کے عہد میں ناگور سے دہلی میں آئے۔ اور شرق کی طرف بے مثل میں جو قدیمی شہر میں ہے۔ سکونت اختیار کی اور رحلت کے بعد اسی کو چہ میں خواہنگاہ ہی بنی۔ مقام قطب لادلیا کے راستہ میں قدس سرہ۔ شیخ فرید کے سات فرزند تھے۔ ان میں سے ایک شیخ عزیز ہی تھے۔ بعض کے نزدیک سرور الصدور۔ نور البدر۔ آپ کی ہی تصنیفات میں سے ہے۔ اور بعض شیخ احمد کی تالیف سے سمجھتے ہیں۔ جو شیخ عزیز سے بڑے تھے۔ بعض شیخ سعید کی تالیف کا کہتے ہیں۔ جو شیخ عزیز کے چوٹے بھائی ہیں بہر تقدیر کتاب مذکور لکھی ہوئی شیخ فرید الدین کی یا ان کے فرزندوں میں سے کسی ایک کی ہے۔ بہت خاص خاص قلمندے اور لطیفے جو اپنے بزرگوار باپ کا ستائیس برس کے عہد میں سنئے تھے۔ اس کتاب میں فراہم کیے ہیں۔ اور یہ بھی



لکھا ہے۔ کہ میں نے خردسالی میں جد اعلیٰ سلطان التارکین کی ملازمت کی ہے۔ اس بنیاد پر آپ کی عمر قریب تلوہس کی ہوگی۔ اس کے بعد لکتے ہیں۔ تاریخ دوسری ربیع الاول ہجری سنہ سات سو پچیس کو پدر عزیز نے حدیث اور دعوت کا اجازت نامہ عطا فرمایا۔ جد اعلیٰ کا خرقہ پہنایا۔ اور اپنی خاص کلاہ میرے سر پر رکھی اور اچھی اچھی دعائیں دیکر فرما کر فرمایا۔ مصحح۔ اولاد حمید و صفات حمید بودند۔

## یاد شیخ جلال الدین تبریزی

آپ شیخ ابو سعید تبریزی کے مرید ہیں۔ اور زاد بوم تبریز ہے۔ دیونچل بندر میں جو دار الملک بنگالہ میں ہے آپ کی خواہگاہ ہے۔ جب آپ کے پرنیہ کے تنگ و تاریک کوچے سے فرودس برین کی سیرو سیاحت کے واسطے تشریف لے گئے۔ تو آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کی ملازمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی شایستہ خدمات کا دل میں جگہ پیدا کر کے فائدہ اٹھایا۔ ملتان میں شیخ مبارک الدین زکریا سے کمال دوستی اور یک جہتی ہو گئی تھی۔ خواجہ قطب الدین اوشی کی ملاقات کے شوق میں دہلی آئے۔ شیخ چشت کے تذکرہ سے کچھ آپ کے حالات معرفت معلوم ہو سکتے ہیں۔ شیخ نجم الدین صغریٰ نے (جن کا مقصد دہلی میں مولانا برہان الدین بلخی کی خواہگاہ کے برابر میں ہے) سیاہ ولی اور خیال فاسد سے آپ کو ایک مطربہ عورت کے ساتھ دستگی میں ناشائستہ حرکات کے ساتھ متہم کیا تھا۔ اور ایسی شورشاں و ہٹائی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ کو دہلی جیسے شہر ولایت سے بنگالہ کی طرف سفر کرنا پڑا۔ ایک روز آپ ایک دریا کے کنارہ کنارہ چلے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے خود بخود کھنکھنے لگے۔ کہ شیخ الاسلام نے اگرچہ درویشوں کو اپنے شہر سے نکال دیا۔ مگر درویشوں کے خدا نے آج شیخ الاسلام کو جہان سے نکال دیا۔ اور جنازہ کی نماز بھی پڑھ لی گئی۔ خبر آنے پر تحقیق ہوا۔ کہ شیخ الاسلام کی رحلت کا وہی روز تھا کہتے ہیں۔ دیونچل میں آبادی سے دور ایک جنگل تھا۔ وہاں پر اپنے جگہ پسند کی جاہا کہ اس زمین کو خرید لیا جاوے چونکہ جنگل تھا۔ اور اس کا کوئی مالک ہی نہیں تھا۔ لہذا باشندگان شہر نے خوش طبعی سے قیمت میں اتنا زیادہ نقد مانگا۔ کہ وہ مقدار۔ سوائے شاہی خزانوں کے دوسری جگہ گمان میں ہی نہیں آسکتی ہے اپنے قبول فرمایا۔ اور مریدوں کو ارشاد کیا۔ فلان جگہ بنجاستون کا اور گو گو بر کا تودہ ہے۔ اس میں آگ لگا دو۔ چنانچہ تعمیل کی گئی۔ خالص در کامل العیاد سونا ہو گیا۔ زمین کی قیمت میں دیکھنا یہ عظیم الشان کرامت دیکھ کر وہاں کے لوگ اکثر اسلام کے احاطہ میں۔ اور آپ کی بیعت کے سلسلہ میں داخل ہوئے اور دونوں جہان کی کامیابی حاصل کی۔ حافظ

آیا لودر گو شہ چشمی بمانند

آہنان کہ خاک را منظر کیس کند

## یاد شیخ صفوی بدھنے

شیخ نظام الاولیا قدس سرہ سے روایہ ہے۔ فرماتے تھے۔ ایک جڑے پرانے معمر شخص موضع کیتھل میں رہتے تھے جن کا باطن تجربہ اور تفریق کے زیور سے آراستہ تھا۔ وہاں کے باشندے آپ کو شیخ بدھنے کہا کرتے تھے اکثر لوگوں کی زبانوں پر یہ قصہ اس طرح سے روان ہے۔ کہ ساتویں صدی کے آغاز میں جب سپاہ مغل ہند پر قابض ہوئی۔ مال و اسباب سب لٹ گیا۔ اور چھوٹے بڑے سب قید ہو گئے۔ تو اس علم بلوہ میں خواجہ قطب الدین اور شیخ صفوی جو بے تمیزانہ حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہ دونوں بھی گرفتار ہوئے۔ دو تین روز بعد گرفتاروں کو بھوک اور پیاس بہت شدت سے معلوم ہوئی۔ ناچار خواجہ ایک کاک (روغنی روٹی) خرقد کے اندر سے نکال کر ہر ایک شخص کو دیتے تھے اور صفوی بدھنے سے (کہ ایک مٹی کے ظرف کا نام ہے) سب کو پانی پلا کر سیرا کرتے تھے کہتے ہیں۔ کہ خواجہ کا خطاب کالکی اور صفوی کا لقب بدھنے جو ہوا۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ شیخ عثمان ابن لاون ہی یہ حکایت بارہا بیان کیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ یہ حال میں اپنے پیر شیخ فضل اللہ ابن شیخ حسین چشتی کی زبانی سنایا ہے القصد۔ سوائے اس قدر بیان کے جو اوپر لکھا گیا کسی کاغذ میں کوئی بات آپ کے حالات کے متعلق دیکھنے میں نہیں آئی ہے۔ زابل زمانہ کے زبانی کوئی حرف آپ کی مانند بود (رہنے سننے) کے متعلق سننے میں آیا ہے۔ اور ایسا شخص جس کے سینہ میں آپ کے حالات مخفی ہوں۔ اب بہشت کے سوا کہیں بہم نہیں پہنچ سکتا ہے۔ مصرع۔ کیست کز دی باز جویم حال او۔

## یاد شیخ نور الدین دہلوی

درسی علوم میں آپ کا دل تو نگر تھا۔ اور مسائل کے بیان کرنے میں زبان طاقت ورتی۔ آپ سلطان ناصر الدین ابن سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں علمائین سے تھے۔ کتاب جامع الحکایات آپ کی ہی تصنیف ہے۔ عمدہ کتاب ہے۔ اس میں ہر ایک طرح کا نمونہ اور ہر ایک قسم کی نمائش موجود ہے۔ زمانہ کے کامکار شیخ اور اولیا کی آپ پر نظر تھی۔ صفوی گروہ کے ساتھ کمال عجز و انکسار سے پیش آیا کرتے تھے۔

القصد۔ اس عمدہ زمانہ میں ہر ایک فن کے استاد اور ہر ایک قسم کے بزرگ موجود تھے۔ جن کا وجود زیبا کوش

زمانہ کا باعث تھا۔

(۱) سید تاج الدین ابن سید جلال الدین بدایونی۔ آپ کو علم۔ تقویٰ۔ وجدان۔ انتقال ذہن خوشخوئی خوش باشی۔ اور ریاضت میں بڑا مرتبہ حاصل تھا۔

(۱۳) سید مغیث الدین مصطفیٰ اور سید منتجب سید دستار و دوزن بھائی تھے۔ کتے ہیں۔ نش  
 دیانت۔ امانت۔ دہش۔ مہربانی۔ خوش خلقی۔ اور گوشہ نشینی یہ تمام حمیدہ صفات ابن دوزن بھائیوں کی  
 شہرت میں گویا خمیر تین با انیمہ کسی شخص سے کسی قسم کی تند و غیرہ نہیں میا کرتے تھے۔  
 (۱۴) سید علاء الدین اور سید قطب الدین یہ دونوں بھائی بھی ترک و تجرید۔ اور تصوف  
 و توحید میں یگانہ روزگار تھے۔ کتے ہیں۔ شیخ نظام الاولیا۔ حضرت خاتم النبوة علیہ السلام کو سید اللہ الدین  
 کی شکل میں خواب کے اندر دیکھا کرتے تھے۔

(۶) مولانا حمید الدین مخلص گویا دریکدانہ تھے۔ جو اُس زمانہ کے دانشمندوں کی لڑی میں ممتاز تھے۔  
 ہر ایہ فقہ پر ایک بڑی لمبی شکل کا شرح لکھی ہے۔

(۷-۸-۹-۱۰-۱۱) مولانا عماد الدین حسام واعظ مولانا جمال الدین شاطبی قاری مولانا  
 کبیر الدین عراقی مورخ تاریخ جہانگیری جو سلطان علاء الدین کے نام پر ترتیب دی گئی ہے۔ مولانا بدر الدین  
 دمشقی طبیب اور مولانا حمید الدین بن بانی بنجم۔ یہ تمام سادات اور علماء سلطان غیاث الدین  
 بلبن۔ سلطان جلال الدین خلجی۔ اور سلطان علاء الدین خلجی کے زمانہ میں وہلی اور پرگنات وہلی میں۔  
 ملک کی زینت تھے۔ بعض حضرت گنجشکر کی خدمت میں اور بعض بزرگوار خلفاء حضرت گنجشکر کی  
 خدمت میں بیعت تھے۔

غوثی جب تم زمانہ کے حالات۔ اور مشائخ کے واقعات لکھنا چاہو۔ تو دیکھو ہوش سے لکھنا۔ کیونکہ  
 آسودگانِ جہان کے حالات بالخصوص بزرگوں کے سرتاپا معرفت سے بہرے ہوئے حالات ایسی عجیب و غریب  
 سیگاہ ہے کہ نہ تو جنگلون جنگلون پہرنے سے پانوں میں کوئی لگان آتی ہے۔ اور نہ وطن کی جدائی سے دل میں کوئی  
 تکرہ پیدا ہوتا ہے۔ اس بنا پر مناسب ہے کہ سفرِ دروہن کے فقرہ کی توجیہ خوش طبعانہ۔ اور آیہ قُلْ سِیِّئْرُوْا فِی  
 الْاَرْضِ کی وجہ۔ عارفانہ بیان کی جاوے۔ عبرت کا چراغ۔ سینہ کے برآمدہ میں جلایا جاوے۔ اور ہدایت  
 کا قلم۔ دل کے میدان میں نصب کیا جاوے۔ کیونکہ جہان پیمالوگوں کے دلوں میں بس اس کے سوا کوئی خیال اور  
 کوئی آرزو نہیں ہے۔

یاد شیخ محمد ترک نار نولی

آپ مجرود۔ متوکل اور حضور تھے۔ ترکستان سے ہند میں آئے۔ اور نار نول میں حوض کے کنارہ گوشہ ختمیا

کر لیا تھا۔ یہ حوض اب مٹی سے بہ گیا۔ اور آبادی میں آ گیا ہے۔ اپنی زندگی میں کسی کو مرید نہیں کیا۔ کہتے ہیں۔ اُس زمانہ میں غیر مسلموں کا گروہ خدا پرستوں پر غالب تھا۔ جمعہ کے روز مسلمان لوگ جامع مسجد میں جمع تھے موقع پا کر ہنود کی ایک جماعت تنگی تلوار میں لیکر آہنچی۔ اور بت سے لوگوں کو شہید کیا۔ اسی عام بلوہ میں شیخ محمد ترک نے بھی غزوات اور شہادت دونوں درجے پائے۔ اسی جو پٹوہ میں قبر بنائی گئی۔ جس میں آپ رہتے تھے۔ اُن لوگوں میں سے جو شہید ہوئے۔ دو صاحب اور بھی ہیں۔ پشتہ کے اوپر جو صاحب مدفون ہیں اُن کو اور پورا شہید کہتے ہیں۔ اور پشتہ کے نیچے جو صاحب مدفون ہیں۔ اُن کو نیچے والا شہید کہتے ہیں۔ یہ بھی لوگ کہتے ہیں کہ دونوں حافظ تھے۔ اور اب بھی اُن کی قبر سے تلاوت کی آواز آتی ہے۔ روایت ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کو بادشاہ وقت کے ناخوش ہو کر تہ کی طرف جانے کا حکم دیا تھا۔ جب آپ حدود نارنول میں پہنچے۔ تو سواری سے اتر پڑے۔ اور پیادہ پاشیخ محمد ترک کے روضہ پر آئے۔ اولاً ایک پتھر کی طرف جو وہاں تھا۔ دیر تک متوجہ رہے۔ بوجہ اسکے۔ کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کی مقدس روح کو اُس پتھر کے اوپر پایا تھا۔ بعد کاشیخ محمد کی تربت کی طرف منہ کر کے مراقبہ میں مستغرق ہوئے۔ جب سر اٹھایا۔ تو فرمایا۔ جس کسی کو دشواری پیش آوے اُس کو چاہیے۔ کہ وہ جبین نیازان حضرت کی خاک پر گرے اور اپنی اڑی ہوئی مشکل کی کشائش چاہے۔ ایک کوتہ اندیش بول اٹھا۔ اب حضور کو مشکل در پیش ہے فرمایا۔ اس بارہ میں عرض کر دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں۔ ابھی تین روز نہیں ہوئے تھے کہ بادشاہ ایک ہول ننگ واقعہ میں مبتلا ہوا۔ چراغ دہلی نے معاودت فرما کر پیر دہلی کو اپنے مقدم سے مستفیض کیا۔ وہ پتھر ابھی تک کاشیخ محمد کی قبر کی برابر بستور موجود ہے۔ آنے والے اُس پتھر کا بوسہ لیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد فرار شیخ کی زیارت کرتے ہیں۔

### یاد مولانا معین الدین عمرانی

آپ سلطان محمد ابن تغلق شاہ کے عہد میں۔ عالم اور استاد شہرتے۔ کنز۔ حسامی۔ اور مصباح پر آپ کے حاشیے ہیں۔ شاہ وقت نے آپ کو قاضی عہد کے لانے کے واسطے بے شمار مال اور خلعت دیکر شیراز کو بھیجا تھا۔ کیونکہ یہ کام ہم تھا اور یہ آرزو کی تھی۔ کہ موافق کے متن کا حاشیہ میرے نام پر لکھ دیکھے۔ باوجودیکہ شہر شیراز علم کا گہر ہے مگر عمرانی کا علم اور دانش اس دارالعلم میں ہی اپنا جلوہ دکھا بغیر نہیں رہا۔ اور میان کے لوگ بھی آپ کی فیض رسانی سے متمتع ہوئے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جب شاہ شیراز کو معلوم ہوا۔ کہ شاہ دہلی نے

مولوی عمرانی کو قاضی صاحب کی طلب میں بھیجا ہے۔ اور قاضی صاحب بھی سفر کا سامان میا کر رہے ہیں۔ تو قاضی صاحب کی خدمت میں خود پہنچ کر عرض کیا۔ اگر جہاں دنیاوی طمع سے ہے۔ تو عورت اور فرزندوں کے سوا۔ تخت۔ رخت۔ ملک۔ مال۔ سپاہ۔ اور رعیت وغیرہ جو کچھ میرے پاس ہے۔ یہ سب میں آپ کے سامنے پیش کر کے اپنے اوپر حرام کیے لیتا ہوں۔ جب قاضی صاحب نے اپنے بادشاہ کی اس درجہ جو ائمہ زدی اور گرم جوشی دیکھی تو ہنڈانے کے واسطے ان کی مردت نے اجازت نہ دی۔

## یاد سید معروف شہید

کہتے ہیں۔ آپ سید حسین مشہدی کے یاروں میں سے تھے۔ جن کا لقب خنگ سوار ہے۔ ساتویں صدی میں شاہ دہلی کی طرف سے ایک بڑا لشکر اس ملک کی فتح کے لیے نام زد ہوا تھا۔ جہاں آپ کی خوابگاہ ہے۔ کیونکہ یہ ملک پیکر پرست راجپوتوں کے قبضہ میں تھا۔ شکر نے بڑی لڑائیاں لڑیں۔ اور اللہ کا بول بالا کرنے میں بہت جہاں نثار کر کے ملک کو پیکر پرستوں کے قبضہ سے نکالا۔ اس لڑائی میں سید معروف۔ اور نیز آپ کے سوا بہت سے نیک آدمی شہید ہوئے۔ روایت ہے۔ کہ آپ کی قبر کا ایسا فیض جاری ہے۔ کہ خوش اعتقادی کی بدولت ارباب نذر و نیاز اپنی مراد میں امداد و یمن پاتے ہیں۔ شیخ چندن حشتی دسور (مندسور) سے قصبہ ٹڈہ میں آپ کی قبر پر ہمیشہ جایا کرتے تھے۔ اور انواع و اقسام کے کمانے پکوا کر دیوشون کو اور ہو کون کو کھلایا کرتے تھے۔ اپنی خوش اعتقادی اور دوستی کا اظہار اس طرز سے کیا کرتے تھے۔

انہیں شہید امین سے ایک توغان شہید بھی ہیں۔ آپ کی قبر قصبہ ٹڈہ (نواح مندسور) میں ہے۔ سب سے زیادہ تعجب انگیز آپ کی یہ خرق عادت ہے۔ کہ جو شخص درست نیت اور نجاست سے پاک ہوتا ہے۔ وہ غرار کے پاس رات کا وقت رہ سکتا ہے۔ اور جس شخص کی عادتیں خراب اور ظاہرنا پاک ہوتی ہیں۔ اُس پر اس قدر پتیر آسمان سے برستے ہیں۔ کہ وہ لاچار ہو کر ہباگ کھڑا ہوتا ہے۔

انہیں شہید امین سے ایک میان شمن شہید بھی ہیں۔ جو موضع چانگلی میں قصبہ ٹڈہ کے نزدیک سوئے ہوئے ہیں اس سرکار جاگیر دار سید راجوہن۔ سید راجو کے خوش سید ابراہیم نے بہ زمانہ ناما میدی دل میں مستحکم وعدہ کر لیا تھا۔ کہ اگر میرے لڑکا پیدا ہوگا۔ تو ان شہید مرد کے نام سے ایک نذر کروں گا۔ کہتے ہیں۔ بہت جلد امید ہوئی اور لڑکا پیدا ہوا۔

اب اس قصبہ کو افضل پور کہتے ہیں۔ مندسور سے ۵-۶ کوس ۱۲۰ میل چانگلی کانوں مندسور تقریباً ٹڈہ دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے ۱۲

انہیں شہدائین سے ایک شیخ دودھن شہید ہیں۔ حدود دوسرے (مندر سور) میں۔ آپ کی قبر کا نشان باقی نہیں رہا تھا۔ سید اچو کے زمانہ میں ایک دو تمند نے چاہا۔ کہ جو گان بازی کے واسطے میدان صاف کر لیں چاہئے۔ آپ نے ان کی خواب میں آکر اپنی حقیقت حال سے آگاہی دی۔ مشارالہ نے خواب کا بیان سید سے کیا۔ سید نے فرمایا۔ آپ کی قبر کی عمارت بنا دی جاوے۔ چنانچہ بنا دی گئی۔ اور شہید کے فرمانے کے بموجب گھوڑے کی بھی قبر بنا دی گئی۔ **مصروع**۔ کشتہ دشمن بہت زندہ دوست۔

### یاد شیخ احمد نیر والہ بدایونی

لعبض کے نزدیک آپ کا لقب حامد الدین ہے۔ قاضی حمید الدین ناگوری کے مرید ہیں۔ خواب گام بدایون۔ پیران سہرورد کا مشرب تھا۔ روایت ہے شیخ بہار الدین زکریا نے۔ صفونیون میں سے ایسی تعریف کسی کی کمتر کی ہے۔ یعنی آپ کے بارہ میں فرمایا ہے۔ اگر آپ کی معرفت۔ حقیقت۔ اور استعداد تولی جاوے اور نیز آپ کے افکار۔ اشغال۔ اور افکار۔ ترازو میں وزن کیے جاوین۔ تو اس خدا شناس صفونیون کے ستر پہی آپ کا سرمایہ غالب اور وزنی ہوگا۔

اس دلکش تقریر میں تحت الذکر حدیث نبوی علیہ السلام کی خوشبو آتی ہے۔ ایک روز امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی کثرت حیات کے بارہ میں حضور ارشاد فرماتے تھے۔ کہ عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں سے آسمان اور زمین پر ہو گئے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس وقت موجود تھیں۔ یہ اتفاق بہرا ہوا کلام سکر اپنے فرمایا مَا بَقِيَتْ لِيْ بِيْكَرِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَمَا يَبَا عَمْرُو حَسَنَاتٍ حَسَنَةً مِنْ حَسَنَاتِ اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا۔ جمعہ کے روز حکم اِذْ اُقْبِيَتْ الصَّلٰوةُ فَاَنْتَشِرُوْا اَجْبِرُوْا جِلْبَانَكُمْ۔ تو آپ اپنے مریدوں اور دوستوں کو ہمراہ لیکر شام تک شہر کے کوچوں اور صحرا کے گوشوں کی سیر کرنے پر کرتے تھے۔ ان ایام میں ایک مجذوب تھا۔ جو جماعت باندہ کراپ کے گشت کرنے سے سخت تعجب کیا کرتا تھا۔ ایک روز اپنے دیکھا۔ چند طاقت ور ظالموں نے ایک نہایت ناتوان عاجز گروہ پر دست درازی کر کے مجبور کر رکھا ہے۔ آپ نے صفونیون کی جماعت کے ذریعہ سے امداد کر کے ناتوانوں کو سیاہ دل ظالموں کے پنجہ ظلم سے رہائی دی۔ اتفاق سے تعجب کرنے والا مجذوب بھی کہیں اس محر کہ کو دیکھ رہا تھا۔ سامنے آگیا۔ سب متفق اللفظ بول اڑے۔ ہاں درست

۱۷۔ رسول اللہ حضرت ابوبکر کے واسطے کیا باقی رہا ۱۲ھ حضرت عمر اور ان کے جملہ حیات۔ منجھ حیات حضرت ابوبکر کے ایک نیکی سے اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہو ۱۳ھ۔ جب نماز ہو چکے تو تم کو اختیار ہے۔ کہ اپنی اپنی راہ لو ۱۲۔

جماعت ایسے ہی پوشیدہ کاموں کے واسطے ہے۔ وگرنہ درویشوں کو کسی کے ساتھ کیا سرکار ہے۔

## یاد امام الدین ابدال دہلوی

آپ شیخ ضیاء الدین مرد غیب کی بہن کے بیٹے بابر بن ہیں۔ خرقہ خلافت تو شیخ بدر الدین عزنوی کی خدمت سے ملا تھا لیکن بہت سا زمانہ اپنے خواجہ قطب الاولیاء اوشی قدس سرہ کی غلامی میں بسر کیا تھا۔ اس عرصہ میں نفس نام فرجام ساتھ لڑائیوں میں اور بالآخر فتح پائی۔ اور اس بات کی بڑی خوشی مانی کہ مشدے آپ کا عمل پذیرائی کی نگاہ سے دیکھا جبکہ اپنے سلوک کے راستہ میں قدم رکھتا تب سے جس وقت تک زندہ رہے اُس وقت تک گوشہ نشینی کے ذریعے خواہش کو قیدی بنا کر رکھا۔ شیخ نظام الاولیاء قدس سرہ قوالی کی مجلس آپ کے بدون بہت کم کیا کرتے تھے۔ بڑی عمر پائی۔ اور بہت بلند تھی ہجری سنہ سات سو اسی میں عالم قدس کو کوچ فرما گئے مصر ع خرامان مشد بکوئی قدس تا دیدار او بنید۔

## یاد سید مولہ عرب زاد دہلی آباد

آپ جیسے بلند مرتبہ تھے۔ ویسی ہی روز افزون آپ کی ریاضت بھی تھی۔ گیسوں کی روٹی اور گوشت کو ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے۔ باوجودیکہ ہر روز خانقاہ کے رہنے والوں اور نیز دوسرے لوگوں کے واسطے خسر دانہ کھانا پکواتے تھے خود چانول کو آٹے کا خشک کچھ شہد کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ یہ آپ کی غذا تھی۔ اس کے سوا کچھ نہیں کھاتے تھے۔ نذر و نیاز کا نقد و جنس کسی سے نہیں لیتے تھے۔ سلطان جلال الدین خلجی کے اولین زمانہ میں آپ کی شیخی کو رونق ہو گئی تھی۔ اور نیز سلطان کا بیٹا خانخانان مرید ہو گیا تھا۔ یہ امر زیادہ تر باعث لوگوں کی فریفتگی اور دل بستگی کا تھا۔ بالآخر لوگوں کے متوجہ ہونے سے آپ کے سوائی دماغ میں۔ سلطنت دہلی کی ہوا سا گئی۔ اور کچھ لوگ متفق ہو کر کام بنانے کی فکر میں روانہ ہوئے۔ اتنے میں یہ خفیہ سازش سلطان کے کان میں پہنچی۔ غصہ اور غضب میں بہ گیا اور فرمایا خود آپ اور آپ کے دوست اور یار تمام آگ میں گسین۔ شاید اُس وقت ہر ایک کا نیک و بد معلوم ہو جاوے گا۔ فتویٰ نویس عالموں نے کہا۔ آگ راست کو دروغ سے جدا نہیں کر سکتی ہے۔ القصد جب تک درویش اور دیگر ارباب دانش تاخیر اور بہا بہ جونی سے فرمان روالی آتش غضب کو فرو کرین ہی کرین تب تک دشمن مزاج اور خراب باطن لوگوں نے جلدی کر کے خود سید کو بالکل فرد کر دیا۔ یعنی مست ہاتھی کے پانوں میں ڈال دیا۔ ضیاء برنی لکھتے ہیں کہ آپ کا قتل سلطان کو سازگار نہیں ہوا۔ اور بہت کچھ خراب باتیں اُس کے زمانہ میں پیدا ہوئیں۔ یہیں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مذکورہ بالا بتان اُس کا سنگار شہید پر ناحق باندھا تھا۔

## خاتم چمن اول

عنوان کے شکر فی حروف کو اور غوانی پول بچنا چاہیے۔ جو نکتہ پوری کے چمن میں۔ خام عقل کے درخت پر کھلے ہوئے ہیں۔ اور معنون جس کا یہ عنوان ہے۔ اسکی شکیں سواد کو خاکستری رنگ کی بلبلیں تصور کرنا چاہیے جو سخنوری کے باغیچہ میں۔ ہمت اور فطرت کے آشیانے سے۔ پرواز کر رہی ہیں۔ غرض یہ ہے۔ کہ رنگین پول۔ اپنی اجمالی خوشبو برکوبیدہ دماغوں میں بونچاویں۔ اور بلبلیں اپنا تفصیلی ترانہ۔ جو گلشن کی رنگینی کی نسبت ہم گوش حکمت کو سناویں۔ اور نیز زبان افر سے یہ نغمہ گاویں۔ کہ ہر ایک نامہ بجائے خود۔ نقش و نگار کا ایک محل ہے دانش کے بہشت نامہ محل میں سے۔ جس کی استحکم بنیاد۔ خدا سے ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ستائش ہے۔ اور جس کا دل آویز کمرہ ایسے فن کے مقاصد کا بیان ہے۔ جو ہنوز صاحب عمارت کے ضمیر میں پردہ نشین ہے۔ اور اس بنیاد کی تعمیر سے مطلب یہ ہے۔ کہ بانی کے معنوی جسم کے واسطے ایک عمدہ آرام گاہ تعمیر کی جاوے۔ تاکہ جب دانش و فن کے تماشائی۔ اس محل میں آویں۔ اگر ان میں سے کسی کے دل میں۔ ایسے گروہ کے ساتھ جو عنصری مکان سے رخصت ہو چکے ہیں۔ روحانی ماز و نیاز کی باتیں کرنے کی آرزو پیدا ہو۔ تو ان فطرت کے مکانوں میں راجن کو دوسرے الفاظ میں نگارین نامے کہہ سکتے ہیں) جس دروازہ سے چاہے۔ اِقْرَبُ بَابٍ سُمِّيَ بِرَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ كُنْجِي سے کہوں کر اندر آجاوے۔ اور اپنے اور اک کو اس میں زبان کی مہمان سے میں شیرین کام کرے۔ جس کے بیان ما حاضر ہر تیار رہتا ہے۔ اور معلوم کرے۔ کہ اس کتابی عمارت کا ہر ایک قطعہ۔ جداگانہ حیثیت کے ساتھ۔ شہروں کے مکانات اور عمارت کی وضع پر ہے اس طرح سے کہ جیسے شہروں کے مکانات اور عمارت کے لئے طور پر۔ بنانے والہ کی دنیاوی استطاعت ظاہر کرتے ہیں۔ ایسے ہی یہ کتابی عمارت۔ سنجیدہ عبارت کے ساتھ خداوند عمارت کی عقل و دانش کا رتبہ۔ لوگوں کے ذہن نشین کرتی ہے۔ بہت اچھا ہے وہ صاحب توفیق زندہ دل۔ جو حمد و نعت کی صرخی سے۔ فطرت کا خاکہ دکھانے والا منظر کی بنیاد ڈاٹے۔ اور اس کو تمہیدات اور مسائل کی (جن کو علمی عمارت کا طاق اور برآمدہ بچنا چاہیے) ترتیب تمام کرنے میں ایزدی تقدیر پوری دیوے اور یہ منظر طبع آزمائی کرنے والوں کے واسطے۔ اسخان کا ذریعہ۔ اور حقیقت کی تلاش والوں کے واسطے آسائش کا وسیلہ ہو۔ اللہ جل شانہ جو کن فیکون کا ایجاد کرنے والا ہے۔ اس کے خزانہ سے بہت کچھ امید ہے۔ کہ سخن آفرینی کا خوان بچانے کی جن اصحاب نے بنیاد ڈالی ہے۔ ان کے طفیل میں وہ غوثی حسن کی اس کوڑھ کرکٹ سے بے بسی خانقاہ کو

۱۲۔ (ایسے پیغمبر قرآن جو دنیا و تسمائم پر نازل ہوگا۔ اس کو) اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑھ چلو جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا ۱۳



نذر لعیہ پر داخت۔ اتمام کے زیور سے زیب و زینت بخشے گا۔

## ابتداء سے دومی چمن

یہ چمن اُن اصحاب کے حالات اور معارف کے بیان میں ہے۔ جو ہجری آٹھویں صدی میں عربی و فارسی کی کتابوں کے پڑھنے والے تھے۔ انفس و آفاق یعنی عالم ارواح اور عالم اجسام کے رموز سے آگاہ تھے۔ خدائی پرستش اور معرفت میں ہمہ تن مصروف تھے۔ اور الہی جذبات اور شاہدہ تجلیات میں بالکل مستغرق تھے اب اسے دل ہوشیار ہو جا۔ ایک دماغ درکار ہے۔ دیکھو ہر فرد کا ذکر۔ گویا ایسے گلشن کی نسیم ہے۔ جس کے ہر ایک درخت سے نسیم نواز و اقسام کے دل فریب ہول کھلا کر ہر ایک سونگنے والے کے دماغ میں۔ اس آفریدگار کی سپاس و ستائش کی خوشبو پونچاتی ہے۔ جو عجیب و غریب نئی نئی چیزیں ظہور میں لاتا ہے۔ اور جس نے ان اللہ خَلَقَ اَدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ کے افسون سے آدمی کو بصورت تم۔ اور جہان کو شکل درخت پیدا کیا۔ تاکہ جہان بمقتضائے سُرِّيْمٍ اٰتِنَا فِي الْاَفَاقِ وَ فِي الْفَسِيحِ مَا يَنْبَغِي لِحَمَلِ الْاِنْسَانِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِي اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ اپنے جمال کے اعتبار سے۔ اور آدمی عجوبے لہے لہے میں صین کے اعتبار سے اجمالی طور پر چہا ہوا ہے۔ اور کوئی امکانی درخت کا چہرہ مع اپنے جملہ اجزا کے۔ حضرت حق میں۔ علم کے اعتبار سے۔ مخفی ہے۔ دیکھو دیکھو۔ مصرع شلخ گلے بصورت انسان برآمدہ۔

## یا دشاہ مدار

آپ کا لقب بدیع الدین ہے۔ اور سرکار قنوج میں ایک مقام ہے مکن پور۔ وہاں خواجگاہ ہے۔ آپ کے حالات تذکرہ نویسون نے امکان عقلی پر مبنی کر کے لکھے ہیں۔ مگر راقم نے ان میں سے جو حکایتیں عاودہ ممکنات سے نہیں تھیں۔ اور جن سے عقل جو مقیدہ بتووع ہے گریز کرتی تھی نہیں کہی ہیں۔ جیسے آپ عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت میں رہتے تھے۔ ابدی زندگی کا آپ کو اختیار حاصل تھا۔ پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کی ملازمت سے آپ مشرف ہوئے تھے۔ اور مسیحا کا سلام حضور نبوی میں پونچایا تھا۔ آپ کی خلافت کا سلسلہ (۱) شیخ طیفور شامی (۲) شیخ یحییٰ الدین شامی (۳) امام عبد اللہ علم دار۔ (۴) اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم ان چار واسطوں سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے۔ اولین تین صاحبوں کی گرامی عمر دوسو برس سے

لے بیگ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے ۱۲ لے عنقریب ہم ان لوگوں کو اپنی قدرت کی خانیان (دنیا کے) اطراف میں بھی دکھائیں گے۔ اور ان کے اپنے درمیان میں ہی ۱۲ لے ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا ۱۲۔

زیادہ ہی بیان کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں۔ کشف اسرار۔ دلون کے حالات پر وقوت۔ اور ادراک معانی میں بچہ  
 مرتبہ حاصل ہوتا۔ اور آپ کے جمال میں نورانی کی جہلک نظر آتی تھی۔ جس کی وجہ سے دیکھنے والے ارادہ  
 سجدہ میں گر پڑتا تھا۔ اس سبب سے آپ ہمیشہ چہرہ پر نقاب رکھا کرتے تھے۔ مگر دربار عام کے روز۔ خلایق کی  
 فائدہ رسانی کی غرض سے چہرہ سے نقاب اٹھا دیتے تھے۔ اور ارباب زمانہ میں سے جس کسی کو کسی علم میں  
 دشواری اور الجھن پیش آتی تھی۔ وہ اسی دربار عام کے روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اس وقت آپ  
 بدون دریافت کرنے کے ہر ایک قسم کی باتیں فرمایا کرتے تھے۔ اسی ضمن میں حاضرین دربار اپنی مراد کے  
 موافق جواب پا کر۔ اور اپنی مشکل حل کر کے واپس چلے جایا کرتے تھے۔ یہ امور آپ کی کرامات میں سے ہیں (۱) مردہ کو  
 زندہ کیا (۲) مدتوں اور برسوں کچھ نہیں کہایا۔ (۳) آپ کے کپڑے بغیر دھلنے کے سفید رہتے تھے۔ بدیر بدینے  
 سے میلے نہیں ہوتے تھے۔ (۴) ایک روز خضر علیہ السلام نے بزم اسرار میں آپ سے کہا۔ میں نے سنا ہے۔  
 کہ آپ کو حاکم حمی و محی نے مختار کر دیا ہے۔ جب تک آپ خود نہ چاہیں گے، تمیث کا حکم آپ پر نہ چلے گا اور خلعت  
 خاص میرا ہے۔ بہتر ہے۔ کہ اس کو آپ عام نہ کر دیں۔ اور اپنے تئیں میرے ساتھ شریک نہ بنا دیں۔ چونکہ آپ  
 کی طبیعت۔ خواہش پذیر واقع ہوئی تھی۔ لہذا اس التماس کو قبول کیا۔ اور اسی سال عالم ظاہر سے سفر گئے  
 ہجری سنہ آٹھ سو تھے۔ مصحح ظاہر شریک پاک بود و باطن صاف

### انجمن

یہ انجمن اُن پاک اصحاب کے بیان میں ہے۔ جو سلسلہ مدار یہ طیفوریہ کے راستہ پر گم ہفتار ہیں۔ اور نیز  
 اس انجمن میں اُس جماعت کے حالات کی بھی تحقیق ہے۔ جو مدار یہ شریک کی مقلد ہو کر احتیاج اور انتظام  
 آفرین رکھتی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ اس سلسلہ کے سر حلقہ امام عبد اللہ علم دار ہوئے ہیں۔ اور بعض اصحاب کی  
 روایت سے آپ کا سلسلہ حضرت خاتم النبوة علیہ السلام کو توسط حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ  
 اور بعض کی روایت سے بموسط شاہ مردان شیر نژادان حضرت علی کرم اللہ وجہہ پوچھا ہے لیکن دونوں  
 روایتوں میں صحیح روایت پہلی ہے۔ شیخ بدیع الدین مدار۔ شیخ محمد طیفور شامی کے مرید۔ اور شیخ محمد طیفور۔ شیخ  
 یحییٰ مال دین شامی کے مرید ہیں۔ جو امام علم دار کے خاص خلیفہ تھے۔ اس سلسلہ میں چونکہ وسائل کا توڑ ہے ہیں۔ لہذا  
 یہ سلسلہ از رو سے عدد و سب سلسلوں میں قریب تر ہے۔ اور اس خاندان کے لوگ توحید کشفی کے بیان میں  
 غلو (حد سے زیادہ مبالغہ) رکھتے ہیں۔ اور وحدت وجود کا اعتقاد بلند آواز سے بیان کرتے ہیں۔ اور ظاہر شریک

کے امتناعی حکم سے اُن کو چند ان خوف نہیں ہے۔ سخن کوتاہ یا لکل برہنگی اور بے مجاہبی اس گروہ کے مشرب میں دسویں صدی کے آخرین نصف حصہ سے جوش کے ساتھ پیدا ہو گئی ہے۔ وگرنہ بدیع الدین شاہدار کے پر معرفت زمانہ میں راز وحدت کے ظاہر کرنے سے نہایت روک ٹوک تھی۔ اور نطسا ہر شریعت کی مخالفت سے غایت درجہ کا خوف دلون میں سایا ہوا تھا۔ اور طریقت میں سابقہ بااوپہ ساکون کے ساتھ موافقت رکھتے تھے۔

اب ابتدا اس تازہ بدعت کی سیئیے۔ اس سلسلہ میں ظاہر تجرید۔ مقبولیت کی شرط اور اجازت کا جزو قرار دی گئی تھی۔ اس خاندان کے اکثر بزرگانِ خلافت اپنے تئیں صرف ستر عورت اور اُس قدر طعام کا نیاز مند سمجھتے تھے۔ جو اسی ایک روز کے اندر کھایا جاوے۔ باقی جملہ انواع پوشاک اور جمیع اقسام خوراک سے دست کش اور مرفہ الحال رہتے تھے۔ اوقات زندگی کو رازق العباد کی یاد میں بسر کرتے تھے۔

کَلِمَةُ كُلِّ يَوْمٍ جَدِيدَةٌ وَرِزْقٌ جَدِيدٌ اَوَّلُ كَلِمَةٍ تَرَكْتُ الدُّنْيَا يَوْمَ ذَلِكَ لَنَا فِيهَا صَوْمٌ كَوَافِعِهَا لِيُجِزَّ

پر ثبت کر رکھتا۔ اور مذکورہ بالا مایحتمل کے سوا اگر اسیاناً کچھ باتہ لگ جاتا تھا۔ تو اسی وقت مثل غزال اپنے دل میں سے اور باتہ میں سے نکال دیتے تھے۔ باستثناء اُس مقدار کے جو اشد درویشوں کی رفع ضرورت کے لیے کافی ہو۔ جب حالت تجرید اس درجہ کو بڑھی ہوئی تھی۔ تو میان سے چند بار ادا ت سقلہ دن نے ظاہری تجرید کو بھی اپنے پیشواؤں کی اصل طریقت۔ اور پسند خاطر سمجھا کر اس شیوہ میں انماک اور استغفار کو غایت درجہ پسند کیا اور جو تجرید صوفیوں کی مختار ہے۔ اُس کی حدود سے دو تین قدم آگے بڑھ کر مشروع ازار کو چار انگشت کی ننگولی طے سے بدل لیا۔ جس سے بمشکل فقط اندام نہانی چھپ سکتا ہے۔ اور رات کے وقت پہاڑ کی طرح آگ مشتعل کی۔ جس سے سر کے لحاف کا کام لیا۔ صبح کو لباس کی جگہ بدن پر لاکھ مل لی۔ یہ شعار جو سراپا ہمارا ہے۔ اختیار کر کے ادب کے دائرہ سے وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ کی طرح باہر نکل گئے۔ اور سوا کرنے والا اجتہاد کو کام میں لانے سے یہ روز افزون تقلید عام ہوتی چلی گئی۔ بیت

مجردان طریقت جماعتے دگر اند | چنان صفت کہ تو داری بدان صفت نبرند

خداوند تعالیٰ جو مالک بخشایش ہے۔ مغفرت کرے۔ اور حضرت شاہ مدار کے نامدار نملفا اور سلسلہ دارون کو

۱۵۔ نیادن اور نیا نذق ۱۲ ۱۵ دینا گو یا ایک ان ہے۔ اور اسپین ہمارا روزہ ہے ۱۲ ۱۵ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی پابندی ہے ہونے حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔

جو مشہور ہیں۔ اور جن کے حالات میں تحت میں لکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی خوشنودی نصیب ہو۔

اول اور مسند خلافت کے صدر نشینوں میں اکمل سید جس بن بہاری ہیں جو ارباب تجرید۔ تفرید اور توحید کے معلم تھے۔ سوائے ایک تختہ چادر کے جو تر عورت کا کام دیتی تھی۔ قبا اور عبا کی قسم سے کوئی تکرار کپڑا اختیار نہیں کیا۔ آپ کی بابرکت ذات کے اکثر مکاشفے اور خرق عادات ظہور میں آئے ہیں۔ وند بہار کے علاقہ کے اندر ایک قصبہ میں آپ کی قبر ہے۔

دوسرے قاضی محمود۔ آپ اپنے زمانہ کے تمام عالموں سے زیادہ فاضل۔ کامل۔ عالم۔ اور عارف تھے۔ آپ کی قبر کنٹور میں جو علاقہ لکنؤ میں ہے۔ اہل زمانہ کی زیارت گاہ ہے۔

تیسرے قاضی شہاب الدین۔ آپ پر کالہ آتش کر کے نام زد تھے۔ جذبہ ایسا قوی تھا۔ کہ عقل کے پر جلتے تھے۔ اور بڑے صاحب جلال تھے۔ آپ کی قبر ایک موضع کے اندر سرکار لکنؤ میں ہے۔

چوتھے قاضی مسطہر کلا شیر۔ آپ کو ولایت کے بیابان میں آہو چشم شیر پیر۔ اور توحید کی شکار گاہ میں مفتوح العین باز کنا زیا ہے۔ ایک مقام ماور مضافات کالپی میں ہے۔ وہاں آپ کی قبر ہے۔ پانچویں قاضی عبدالملک بھڑاچی۔ آپ کے زمانہ کے تمام اہل دولت شاہ سے لیکر سپاہی تک دوام دولت اور قیام سلطنت کے بارہ میں آپ کی مراد بخش دعا کے نیاز مند تھے۔ اور نیز آپ کی فاتحہ کو خاتمہ بخیر کے بالکل ساتھ ساتھ پاتے تھے آپ کی تربت بھڑاچ میں ہے۔

چھٹے سید خاصہ۔ حضرت شاہ مدار ہمیشہ آپ کو کہا کرتے تھے ”درون خاصہ بردن خاصہ“ کہتے ہیں آپ کو شاہ صاحب کی خدمت میں بہت کچھ خصوصیت تھی۔ اور شاہ صاحب کے راز و نیاز اور سوز و گداز کے محرم تھے۔ آپ کے روضہ کا مقام راقم کو معلوم نہیں ہوا۔

ساتویں سید راجے دلہوی۔ آپ درویشوں کے عمدہ اوصاف اور صوفیوں کے سنجیدہ اخلاق سے موصوف تھے۔ اور انہیں امور کی رعایت مد نظر رکھنے سے عالی مدارج حاصل کیے تھے۔ بزرگان عہد کی رجوعات آپ کی طرف بہت کچھ تھی۔ آپ کی بانیض قبر دہلی میں ہے۔

اٹھویں شیخ ہیکہا مجدوب اور نوین شیخ ہیکہا ثانی یہ دونوں شخص نام۔ مقصد۔ جذبہ۔ اور عشق میں متماثل بلکہ باہم عین تھے ہمیشہ حالت بیہوشی میں رہتے تھے۔ ان دونوں صاحبوں کی کرامتوں کی داستانیں لوگوں کی زبانوں پر بہت کچھ ہیں۔ اولین شیخ کی قبر قنوج کے قلعہ میں ہے۔

دسویں شیخ الّا۔ اس سلسلہ کے بعض فضیح اللسان لوگ آپ کو شیخ اعلیٰ ہی کہتے ہیں۔ لیکن عوام کے نزدیک آپ شیخ الّا کے نام سے ہی نام زد ہیں۔ آپ ہی انہیں مجذوبوں میں سے ہیں۔ جو مشہور دنیا ہیں۔ آپ کو انہی جذبہ اور حقیقی جنون کی لہریں کی لہریں آیا کرتی تھیں۔ آپ کی گورگور میں ہے۔ گیارہویں شیخ محمد جہندہ۔ آپ کی پیدائش بدایون کی ہے۔ عجیب و غریب اسرار الہی اور امور غیبی آپ سے ظاہر ہوا کرتے تھے۔ آپ کی قبر زاد بوم میں ہی ہے۔

بارہویں شیخ محمد یائین پانوں۔ اس خطاب کے ساتھ آپ کے ملقب ہونے کی وجہ لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں مگر اپنے رات اور دن برابر یائین پانوں پر کپڑے رہ کر بارہ سال گزار دئے۔ اور اس عرصہ میں داہنا پانوں قطعی زمین پر کہا ہی نہیں۔ اس طرح کی ریاضت میں آپ نے عجیب و غریب بات پیدائی تھی۔ آپ کا پیرا نواہزار کھریہ کے حد و زمین ہے۔

صدرالذکر بزرگواروں کے سوا۔ ان میں سے ہر ایک کے جانشین ہی علی الاقوال ہر ایک عہد میں ہوئے ہیں جو ہمیشہ اپنے پیشواؤں کے افعال اور احوال کے ساتھ متصف تھے۔ اور کارگزاری اور رسم سلسلہ داری ادا کیا کرتے تھے۔ امید ہے کہ کوئی اور شوقین مزاج صاحب۔ ان اصحاب کا تذکرہ (جن کے حالات پر راقم کو علم حاصل نہیں ہے) لکھ کر اپنی اخروی نجات کے واسطے سعادت نامہ فرین بہ مہر فرما دینگے۔

## یاد شیخ یحییٰ ابن شیخ اسرائیل منیری

خدائی معرفت میں آپ کا مرتبہ نہایت بلند تھا۔ آپ چشتی سلسلہ کے سرگروہ اور فردوسی خانوادہ کے سر دفتر تھے حضرت فرید الحق گنجشکر کی خدمت میں ہی آپ کو ایک حق حاصل ہے۔ میرید علی بہرانی نے جب سیاحت کنان ہند میں گزر فرمایا۔ تو یکے با دیگرے دیدار دیکھ کر باہم فیض خدا شناسی سے کامیاب ہوئے تھے۔ آپ کے خطوط جن کو اہل طریقت اور اہل سلوک کا دستور العمل کہہ سکتے ہیں۔ اکثر قاضی شمس الدین سوہتپہی کے نام ہیں۔ جو اکابر زمانہ میں تھے اور نیز پیر بزرگوار آپ کے معتقد تھے۔ آٹھویں صدی کے آغاز میں دنیا سے کوچ فرما کر بمقام منیر اپنے بزرگوار باپ کے مقبرہ میں خوابگاہ قبول کی۔

## یاد سید محمد کرمانی رحمہ اللہ

آپ ایک مدت دراز تک حضرت گنجشکر کی خدمت میں شاد کام رہے۔ اسی اثنا میں شیخ نظام الاولیاء کی ہی فرمان برداری کرتے تھے۔ اور اس ذریعہ سے دل میں دوستی اور برادری کا ربط بڑھاتا تھا۔ اتفاقاً زمانہ کی

کچ رفتاری سے ان دونوں بزرگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے عبا پیدا ہوا۔ اور ایک مدت اسی حالت میں گزر گئی۔ ایک روز رات کے وقت خواب میں حضرت خاتم الانبیا علیہ السلام نے شیخ نظام کو فرمایا۔ سید محمد ہزارا فرزند خاص ہے۔ اُس کی دوستی کو ناخوشی کے ساتھ بدلنا نہیں چاہیے۔ علی الصباح شیخ سید کے نزدیک گئے۔ اور عذر معذرت کر کے صلح کرنی چاہی۔ سید مسکرائے۔ اور کہا۔ کیوں۔ جب تک بیجے نہیں گئے۔ نہیں آئے۔ یہ کمر کماں خوشی اور صفائی کا اظہار کیا۔ اور پھر دوستی تا بہ زندگی قائم رکھی۔ ہجری سنہ سات سو ایک میں عالم ملکوت کو رخصت ہوئے مصرع۔ پیوستہ باد مکرمت مصطفیٰ براو

## یاد مولانا سراج منہاج

ہجری سنہ چہ سو ایک سے لیکر چہ سو پچاسی تک یعنی سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ سے سلطان ناصر الدین محمود کے زمانہ تک واعظ۔ صدر۔ قاضی۔ اور محتسب ان عہدوں پر آپ مامور ہے۔ بعد کے سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں صدر جہان کا لقب ملا۔ طبقات ناصری آپ کی ہی تصنیف ہے شمسہ نسل سے لیکر ناصر یہ نسل تک تمام فرمان رواؤں کی تعریف۔ ظاہری اور باطنی کمالات کے ساتھ آپ نے لکھی ہے یہ زیادہ تر تعجب کی بات ہے۔ کہ مشایخ زمانہ کو قطعی یاد نہیں کیا۔ لہذا یہ بات گروہ مشایخ کے نزدیک ہٹک گئی۔ کہ یہ صورت۔ عدم محبت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ خدا دشمنی کے نتیجے سے محفوظ رکھے۔

خدا شناسوں سے اور اس ماجرا کے جاننے والوں سے راقم کی التماس یہ ہے۔ کہ دعا کے ساتھ امداد کر کے آپ کی محفرت چاہیں۔ اور قیامت کے روز بھی وہی درخواست کریں۔ مصرع خدا بنقد بیا مزدوش کہ یارے بود۔ اگرچہ یہ خیال ہو سکتا ہے۔ کہ درویشوں کے حالات معرفت نہ لکھنے کا کوئی اور ہی سبب ہوگا۔ جیسے یہ کہ کتاب میں بادشاہوں کے حالات کا بیان تھا۔ درویشوں کے حالات کا ذیل میں لکھنا تو مناسب معلوم نہیں ہوا اور صدر میں ان اصحاب کے ملاحظہ نے اجازت نہیں دی۔ جن کے حالات کتاب مذکور میں لکھے گئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کی کتاب تاریخ کی وضع پر ہی نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے اولین دل خراش گمان کی خلش پیدا ہو۔

## یاد شیخ صدر الدین عارف بن شیخ بھاوالدین زکریا قدس سرہ

آپ کا مولد ملتان ہے۔ کتابی اور کشفی دونوں قسم کے علم آپ جانتے تھے۔ اچھی اچھی کرامتیں جو عادت خلاف ہیں۔ آپ سے اکثر ظاہر ہوتی تھیں۔ ایک روز خرد سالی میں آپ کے فرزند ارجمند شیخ رکن الدین بن شیخ

کا دل صحرائی ہرن کے بچہ کی طرف مائل ہوا۔ لڑکوں کی طرح رونے لگے۔ صدر الاولیاء نے گریبان کی طرف سر جھکیا۔ اور عراق میں مستشرق ہوئے۔ آپ کی قوت کشش سے ایک ہرنی مع اپنے بچہ کے خانقاہ میں کہنچی چلی آئی۔ بالآخر وہ ہرنی کا بچہ رکن الاولیاء سے مانوس ہو گیا تھا۔ اور ساتھ ساتھ پراکرتا کرتے ہیں۔ عجب آزادہ ولی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ کسی شے کے ساتھ دلچسپی نہیں تھی۔ پھر بزرگوار کے متروکہ سے ستر لاکھ کی مالیت ملی تھی۔ اسی روز درویشوں اور محتاجوں کو اذن عام دیدیا۔ اور فرمایا۔ غالب حریف یہ قوت رکھتا ہے۔ کہ اپنے دشمن کو بغیر طوق و زنجیر کے حراست میں رکھے۔ لیکن جو مغلوب ہوتا ہے۔ اس کو یہی بہتر ہے۔ کہ اس کا دشمن قید خانہ میں رہے۔ آپ کے فرزند شیخ بدرالدین۔ مولانا جمال الدین احمد اندجانی کی دختر سے ہیں اور شیخ عماد الدین اسمعیل ترک کی کنیز سے ہیں۔ لڑکپن میں شیخ اسمعیل کی سفارش آپ نے رکن الاولیاء سے کر کے فرمایا تھا کہ چوٹا بہان بڑے بیٹے سے بہتر ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہتا تھا۔ کہ تمہارے خاندان کا چراغ اسی سے روشن ہوگا۔ آخر کار چونکہ رکن الاولیاء کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ اس واسطے جانشینی کی نوبت شیخ عماد الدین اسمعیل کو پہنچی۔ ہجری سنہ سات سو نو آپ کا سال رحلت ہے اور شمار میں صدر دین عارف اس کی برابر ہے۔

مصراع صدر دین صدر عارفان بود۔

## یاد شیخ نور الدین ملک یار پرن

آپ کی پیدائش لار میں ہوئی۔ اور آپ مرید ہیں شیخ دانیال جنجی کے۔ شیخ دانیال مرید ہیں شیخ علی خضرمی کے۔ اور شیخ علی خضرمی مرید ہیں شیخ ابوالفتح گارونی کے رحمہم اللہ آپ بہ اجازت پیر لار سے دہلی میں تشریف لائے اور بابا ابوبکر طوسی حیدری کے تکیہ کی برابر میں گوشہ گزین ہوئے۔ اس وقت سلطان عنیاش الدین طہین کا زمانہ تھا۔ چونکہ آپ کی ملازمت میں لوگوں کی آمد و رفت کثرت سے ہوئی۔ تو آپ پر حیدری قلندر رشک کرنے لگے۔ اور باہر نکال دینے پر کمر بستہ ہوئے۔ ہر چند عجز و انکسار کے ساتھ جواب دیا۔ ایک نہ سنا۔ جب کہا۔ کہ میرے پیر نے بیان یہ کیا ہے۔ تو پیر کی سند مانگی۔ باوجودیکہ لار دہلی سے کوسوں کے فاصلہ پر اور بہت دور ہے۔ مگر اپنے اتنے تھوڑے دنوں میں سند لادی۔ کہ جتنے دنوں میں وہ سے لوگ عادت اتنی دور جا کر واپس نہیں آسکتے ہیں۔ حیدری قلندر نے اس کو بد باطنی سے قبول نہ کر کے یہ بہانہ پیش کیا۔ کہ ملک تو سلطان کا ہے۔ لہذا سلطان کی سند چاہیے۔ کہتے ہیں۔ اُن ایام میں سلطان اپنا شکر تہ اور بکر کی طرف لے گیا تھا۔ جو دہلی سے ایک سو تیس کوس دور ہے۔ آپ دہلی سے اتنی جلدی جا کر سلطان کی طرف آئے۔ کہ عقل میں

نہیں آسکتا ہے۔ یہ اندرونی قوت دیکھ کر آپ کو ملک یا پران کتے ہیں شیخ نظام الاولیا فرماتے ہیں ایک بار  
 میں جمعہ کی نماز کو جا رہا تھا۔ پیادہ پا چلنے سے تکلیف ہوئی۔ دل میں خیال آیا۔ کیا اچھا ہوتا۔ اگر سواری ہوتی  
 اور پھر یہ خیال فوراً ہی رفع ہو گیا۔ دو شنبہ کے روز ملک یا پران کا جانشین گھوڑی میرے پاس لایا۔ اور کہا۔ میں تاز  
 سے متواتر میرے پیر اس جانور کے پیش کش کرنے کے واسطے فرما رہے تھے۔ شیخ نظام الاولیا فرماتے ہیں  
 میں نے قبول نہیں کیا۔ اور کہا۔ کہ جب تک میرے پیر کا اشارہ نہ ہوگا۔ میں نہیں لوں گا۔ مجبوراً جانشین مذکور چلا گیا  
 اور دو سکر روز پیر لایا۔ میں نے دیکھا۔ کہ نہ لینے سے آپ بے رغبت تھے۔ ہر ناچار میں نے قبول کر کے آپ کا دل خوش  
 کر دیا۔ فرمایا۔ آئندہ خانہ بدوش بے اسپ نہیں رہے گا۔ آپ کی خواہ گاہ دریا سے جہنا کے کنارے شیخ طوی  
 کی خانقاہ کی برابر میں ہے۔ قدس سرہ۔ مصحح درود و مسل یا پران بود۔

### یاد شیخ برہان الدین محمود ابن ابی النخیر بلخی

سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں جو ارباب علم اور اصحاب معرفت تھے۔ انہیں میں سے ایک آپ  
 ہی تھے۔ دونوں عالم کے عالم اور حقائق سے آپ کو واقفیت تھی۔ طبیعت ہی صوفیانہ اور موزون واقع ہوئی  
 تھی۔ صوفیانہ فارسی اشعار کہا کرتے تھے۔ مشارق حدیث کی سند اصل مصنف کے حاصل کی تھی۔ کہتے ہیں۔ آپ  
 فرماتے تھے۔ جب میں لڑکا تھا۔ تو ایک روز پدربزرگوار کے ساتھ ایک راستہ میں جا رہا تھا۔ مولانا برہان الدین مرغینانی  
 مصنف ہدایہ فقہ کی آمد سننے میں آئی۔ پدربزرگوار جلدی سے ایک دو سکر کوچہ میں گس گئے۔ اور مجھ کو وہیں تاز  
 پر چھوڑا۔ جب مولانا آپہونچے۔ تو میں آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ فرمایا۔ میں بکلم ازلی کہتا ہوں۔ کہ یہ لڑکا عالم  
 عامل۔ اور عارف کامل ہوگا۔ حتیٰ کہ سلاطین کشور بھی اس کی آستانہ بوسی کو نیاز مند انہ آویں گے۔ دوسرے  
 آپ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں کسی کبیرہ گناہ کے عوض میں بکرا نہیں جاؤں گا۔ البتہ ایک کبیرہ کے  
 عوض میں۔ کہ وہ چنگ اور نی کا سننا ہے۔ اور میں باوصف جاننے کے سنتا ہوں۔ اور سننے کا شوق  
 رکھتا ہوں۔ واہ عجب دستگی تھی۔ آپ کی قبر حوض شمس کی شرقی سمت میں ہے۔ جو تختہ نور کے نام سے  
 نام زد ہے۔ وہاں کے باشندے علم و فہم زیادہ ہونے کی امید پر آپ کی قبر کی خاک چھوٹے چھوٹے نادان بچوں  
 کو کھلاتے ہیں۔ کئی دفعہ آپ کی قبر کی اطراف تعمیر ہو چکی ہیں۔ لمولفہ

عجب نباشد اگر خاک من شکر گردد

چنین کہ نام بیت کردہ کام من شیرین



## یاوسلطان المشائخ نظام الدین ولیاقدس سرہ

آپ کا نام محمد بن احمد بن علی نجاری ہے اور آپ شیخ فرید الدین گنجشکر کے مرید ہیں قدس سرہم آپ کے دادا اور آپ کی والدہ کے باپ خواجہ عرب دونوں بخارا سے آئے تھے۔ اولاً لاہور میں چند روز بود و باش رکھی تھی۔ پھر وہاں سے ایزدی مشیت قصبہ بدایون میں لے آئی۔ اور یہاں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ یہاں پر پچھری سنہ چہشتویں میں عمصری جسم کے ساتھ آپ کی روح مبارک کا پیوند ہو کر صحراے غیب کے عالم شہود میں ظہور ہوا۔ فوراً پھر بزرگوار کو طلبی کا فرمان آیا۔ اس واسطے آپ کی پرورش مادر مہربان نے کی۔ چار سال کی عمر میں آپ مکتب میں داخل ہوئے۔

آپ فرماتے تھے۔ ایک روز استاد ابو بکر کے پاس ملتان کا ایک قوال آیا تھا۔ اسے شیخ بہار الدین زکریا قدس سرہ کے سماع کی رونق اور اس کی کیفیت نہایت تعریف کے ساتھ بیان کی۔ لیکن کوئی بات دل میں نہیں جمی۔ پھر اس نے بیان کیا۔ کہ میں اجودہن میں شیخ فرید گنجشکر کی خدمت میں بھی حاضر ہوا تھا۔ اور سرود و سماع کی مجلس منعقد ہوئی تھی۔ عجب سوز اور وجد تھا جس کی رقت سے درود پورا رقص کرنے لگے تھے۔ یہ خرد سونہ حقیقت سنتے ہی دل میں ایک آگ سی لگ گئی۔ اور کسی طرح اسکی سوزش فرو نہیں ہوئی۔ جس قدر چلتا پھرتا تھا۔ اسی قدر سوزش زیادہ بڑھتی جاتی تھی القصہ میں سلطان عنیث الدین بلبن کے زمانہ میں رسمی علوم تحصیل کرنے کے واسطے دہلی آیا۔ اور مولانا علاء الدین اصولی کی شاگردی سے فیض حاصل کیا۔ ویرینہ خلش اور علاقہ خاطر کا بقیہ دل میں بدستور تھا۔ اور آئندہ طاقت ضبط نہیں رہی تھی۔ ناچار براہ اجودہن چل نکلا۔ تقدیر نے مدد دی کہ حضرت گنجشکر کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت عمر بیس سال کی تھی۔ حضرت گنجشکر نے اپنا التفات اور انتظار ظاہر کرنے کے واسطے زبان مبارک سے یہ بیت فرمائی بیٹ

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ | سیلاب اشتیاق جاہنا خراب کردہ

حضرت گنجشکر نے جو اس طرح سے التفات فرمایا۔ اور بیت میں لفظ دلہا۔ اور جاہنا بصیغہ جمع ارشاد کیا۔ اس میں ایک ماجرا کی طرف اشارہ ہے۔ جو تحت میں بیان ہوگا۔ کہتے ہیں۔ یہاں پر اپنے از سر نو تجوید قرآن کی۔ اور عوارف کے چند باب اور تمہید عین القناتہ کی چند فصلیں ہی مطالعہ کیں۔ اس عرصہ میں پیر کے باطن کی صفائی کا یہ اثر ہوا۔ کہ بزرگی کے صدر میں آپ مندر نشین ہو گئے۔ فرقہ خلافت ملا۔ اور دوسروں کی تکمیل کی اجازت بھی حاصل ہوئی۔ اور پھر دہلی میں تشریف لے آئے۔

اب میں بیان پر تفصیل کے ساتھ ان حالات کو بیان کرتا ہوں جو اجمالی عنوان کے اندر پچ در پچ ہیں بہت توڑے عرصہ میں آپ کی درویشی و مرید پروری - رہنمائی و رہبری کا شہرہ تمام دنیاوی آبادی کے ہر ایک گوشہ میں اور ہر ایک کے کان میں پہنچ گیا - اور ناقصوں کی تکمیل اور کاملوں کی تائید کے واسطے ہر ایک سمت میں اور ہر ایک صوبہ میں آپ کے ہادی اور ولی خلفائے میں سے ایک خلیفہ پہنچ گئے - جن کا حال اس تذکرہ میں جب مقام گزارش کیا جاویگا - شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے ملفوظات میں لکھا ہے - خطاب آیا - اے فضیل عیاض - شیخ محمد بن کا ستودہ نقب نظام الدین اولیا ہوگا - ہماری درگاہ کے خاصوں میں سے ہیں - ان کو ہتے تھارے پیرانہ طریقہ میں سے کیا ہے - رہنمائی کے معاملہ کو یہ اس طرح کرسی نشین کرینگے - کہ ان کے فیض صحبت سے کئی ہزار کامل خدا شناس ہونگے - خواجہ فضیل یہ الہامی فرودہ شکریت خوش ہوئے اور واپسین دم تک انتظار کرتے رہے - بالآخر اپنے خلیفہ کو وصیت فرمائی - کہ اگر تمہاری بیعت کے دام میں کوئی ایسا مبارک ہما پندس جاؤ تو میرا سلام پہنچا کر دعا کی التماس کرنا القصہ اسی طرح پر یہ وصیت درجہ بدرجہ شیخ فرید گنجشکر تک پہنچی - جب سلطان المشائخ شیخ گنجشکر کے حضور میں حاضر ہوئے - تو حضرت گنجشکر نے نور باطن سے معلوم کر کے فرقہ خلافت پنا اور آغاز اپنی ذات سے کر کے صعودی ترتیب سے صاحب لہام تک سب کے منتظر رہنے کا ماجرا بیان کیا - ہر ایک کا سلام اور قبول سلطان المشائخ کو پہنچا کر ہر ایک کے نام سے جدا جدا دعا اور ثنا چاہی - دریاے حیا کے غریق سلطان الاولیاء نے فرمان پر سر جھکا کر آداب نیاز کے مراسم ادا کئے -

کہتے ہیں - سلطان علاء الدین کے دل میں ہمیشہ یہ غلش رہتی تھی - کہ شیخ نظام الاولیاء سلطنت اور حکمرانی کا خیال اپنے دل میں بہتے ہیں - اور فرصت اور موقع کے انتظار میں ہیں اس واسطے سلطنت کے استیصال کے لیے - ملکی امور کے متعلق چند دقیقہ باتیں بطور استصواب لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیجیں - اور التماس کیا کہ جو اب باصواب ان لکھی ہوئی مشکلات کو حل فرمائے - تاکہ اور سیر عمل کرنے سے یہ وقتوں کی تنگی رفع ہو جاوے - اور حصول مراد نصیب ہو - جب یہ امتحانی پرچہ آپ کے روبرو پڑا گیا - تو فرمایا - کہ بوریان نشین درویشوں کو تخت کی ریب وزینت دینے والے پادشاہوں کے کاروبار کی کیا خبر بہتر ہے - کہ اس قسم کے مقدمات کے متعلق دریافت حال فرمانے سے - بچا روں کا وقت غارت نہ کیجئے - اور فقر کے ضمیر کا امتحان نہ فرمائے - القصہ جب سلطان کا اندوہ زخم اس پر حقیقت جواب کے مرحم سے اندال پذیر ہوا تو آستانہ بوسی کے لیے التماس کیا - شیخ نظام الاولیاء نے قبول نہیں کیا - اور فرمایا - درویش کے انس کو ایک پرند سمجھنا چاہیے - جس کے لیے وحشت پیدا کرنے والا

سلطانی کرد فر شکاری باز ہے۔ لہذا یہی بہتر ہے۔ کہ مرنا دعا اور سلام سے جو توسط پیغام ہو۔ باہم آسنا رہیں۔  
 شیخ نظام الاولیا۔ کا بیان ہے۔ کہ جب حضرت گنجشکر کی ملازمت حاصل ہوئی۔ اور مرید ہو کر سرفراز  
 ہو گیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ فقیر کو تحصیل علم سے دستگیری ہے۔ اگر علم کے شغل اور تمام میں ناخوشی ہو۔ تو یہ شغل  
 ترک کر کے جس شغل۔ ذکر۔ خدمت۔ یا کام کے واسطے ارشاد فرمایا جاوے۔ مشغول ہو جاؤں۔ فرمایا تحصیل  
 علم سے باز رکنا اس درویش کا شیوہ نہیں ہے۔ کیونکہ سالکان طریقت کو ظاہری علم کے چارہ نہیں ہے  
 لیکن میری نصیحت تم کو یہ ہے۔ کہ اس کے بعد جو صورت غالب آجاوے۔ اسی کے ہو جانا۔ بالآخر  
 نہ کسی کو غالب دیکھا۔ اور نہ کسی کو مغلوب پایا۔ یوں ہی درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ اور ظاہری و باطنی دونوں  
 قسم کے علم حاصل ہو گئے۔

صدرالذکر دونوں مقولے اور نیز دیگر عرفانی واقعات لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔ اور اوراق پر بھی لکھے  
 ہوئے ہیں۔ خدا کرے ارباب ذوق کے قانون میں پہنچیں۔ اور ان کی نظروں سے گزریں۔ تاریخ ایشیا ہون  
 بیع الثانی ہجری مسات پوچھیں کو آپ کی روح کا بیش بہا جو ہر وہ ما جعلتہم حسداً لایا کلون  
 الطعاقم و ما کانوا خلدین کے عنصری خزانہ سے نکلے۔ ان میں شئی و الا عندنا  
 خزانہ کے صدر خزانہ میں داخل ہو گیا جو عبارت ازیدی اسما و صفات کے مخزن سے ہے۔

## انجمن

اس انجمن میں ان اصحاب کے حالات دکھائے گئے ہیں۔ جو تنگدلی اور جان نوازی کے جنگل میں گرم رفتار  
 ہیں۔ خود شناسی کے دریا۔ اور خدا دانی کے عمیق پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور سلطان مثل شیخ نظام الاولیا  
 قدس سرہ کی رہنمائی کی امداد سے شاہراہ طریقت پر چلے جا رہے ہیں۔ جنہوں نے آپ کی تلقین سے سعادت دیدار  
 اور شرف تحقیق حاصل کیا۔ اور آپ کی کمال ہدایت کی بدولت بعض تو اپنے تئیں مثل طلا آرائش دیکر اپنی  
 استعداد سے عارف ہو گئے۔ اور بعض نے صورت اکسیر اختیار کر کے۔ اکثر دوسرے مس طبیعت آدمیوں کو کھنڈ  
 بنا دیا۔ کہتے ہیں۔ ان ایام میں زمین ہند کو عجیب زمانہ حاصل تھا۔ کیونکہ آپ کی بارگاہ خلافت سے وقتاً فوقتاً  
 جوئے نئے خلیفہ روانہ ہوتے تھے۔ ان کی فیض پاشی سے ہند کا ہر مکان۔ اور ہر قطعہ زمین ہدایت آباد تھا۔ ایک

۱۵۔ اور ہنسنے ان کے لیے جہنم بنائے تھے۔ کہ کمانا نہ کھاتے ہوں۔ اور نہ وہ لوگ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے ہی تھے ۱۲۔ اور جتنی

چیزیں ہیں ہمارے ہاں سب کے خزانے (کے خزانے بہرے پڑے) ہیں ۱۳

روایت ہے۔ کہ اپنے بڑے بڑے شہر دن میں بڑے بڑے مرتبہ اور بڑی بڑی کرا متوں و آسمات موخلیفہ کے  
روانہ کیے تھے۔ کہ ہر شخص کے سینہ سے گویا عرفان کا آفتاب طلوع کرتا تھا۔ اور نیز ان سینوں سے بزرگوں اور پھر  
کے اسرار عیان ہوتے تھے۔

یہ بالکل سچ ہے۔ جب کسی شخص کو کسی بزرگ کی خدمت سے معرفت کا سرمایہ ہاتھ آجاتا ہے۔ اور کسی  
منزل دوسری منزل کو اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اور فنا کے درجے کا عبور  
کر کے بقا کے اصلی کے مقام کو پہنچ جاتا ہے۔ تو اس وقت میں نام اور صورت کے فرق کے سوا معنی کسی قسم کی  
دوئی کی شکل ان دونوں شخصوں میں قائم نہیں رہتی ہے۔

جس طرح کوئی طفل تقدیر اور تدبیر کی پرورش سے بلوغ کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو باپ کے تمام حالات  
اور پیرنکشف ہو جاتے ہیں۔ اور اگر نسبت باہم ملحقہ نام نہ رکھی جاوے تو دیگر معنوی ماہی الا متیاز  
کل در میان میں سے اٹھ جاتا ہے۔ اور رحل کی تعریف جو یہ ہے <sup>لہ</sup> ذکر من بی ادم جادونا  
صَدِّ الصِّغْرِ اس تعریف میں دونوں داخل ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ عوا سمہ اُس کو بھی کوئی رُبا  
عطا فرمادیتا ہے تو وہ ابوہ کی وصف سے بھی متصف ہو کر جمیع مراتب میں اپنے باپ کی برابر ہو جاتا ہے۔  
اور وہ دوئی جو اعتباری اختلاف کے سبب سے غیریت اور اثنینیت کے  
اشتبہ کا باعث ہوتی تھی۔ اب یک رنگی اور یک روئی پیدا ہو جانے کے سبب سے بالکل دور ہو جاتی  
ہے۔ بس جب تعینات کا حجاب در میان میں سے اُٹھا دیا جاوے گا۔ تو ممکنات کی وحدت وجود کا حال ہی  
اسی طرح پر نظر آوے گا۔ اب دیکھو۔ ہر طرح سے گزارش ذیل کے حروف۔ وحدت وجود کا ثبوت۔ موجودات  
محموسہ کے وہ رہے ہیں۔

واقعان اسلام حقیقت کے باخبر اور نوز توحید سے منور ضمیر پر اچھی طرح روشن ہے۔ کہ تمام ثبوت اور  
سارے آسمانی طبقات کے اندر۔ نورانی چمک دمک میں، آفتاب کی شرکت کا دم بہرتے ہیں۔ لیکن جب آفتاب  
طلوع کرتا ہے۔ تو وہ اپنے آثار اور انوار سے جو شرکت کا ذریعہ ہیں بالکل معرا ہو جاتے ہیں۔ اور کائنات کے دیگر اجرام  
ذرتے اور پھاڑ وغیرہ جن کو خاص مرتبہ میں آفتاب کی ہم سری کا دعویٰ نہیں ہے۔ ان کے احکام و آثار قوی ہو جاتے  
ہیں۔ اسی طرح جب حقیقی وجود کا جہان افروز شمس جو ہمیشہ کمال ارتفاع میں ہے۔ جمالی اور جلالی صفات کے  
آسمان پر طلوع کرتا ہے۔ تو حقائق میں سے جن اشیاء میں دعویٰ الوہیت کا شائبہ ہے۔ وہ امتناع اور عدم مطلق  
کے حجاب میں چھپ جاتی ہیں۔ اور جو اشیاء اہل شہود کی نظر میں اس مرتبہ کی نہیں ہوتی ہیں۔ وہ اسی خورشید وجود

کی چمک دمک اور اُس کے کون و مکان میں ساری ہونے کی بدولت۔ تعین اور تشخیص کے ساتھ۔ امتیازی اور  
 حدودی شکل سے اپنے حال پر بدستور قائم رہتی ہیں۔ پس اشیاء کی فراوانی سے ہستی مطلق کی وحدت میں منافات  
 لازم نہیں آتی ہے۔ جیسے بساط محسوسہ اور مرکبات عنصری کے ظہور سے آفتاب کی یکتائی میں اُس کے طلوع  
 ہونے پر کوئی نقصان نہیں آتا ہے۔ کیونکہ طلوع ہونے والوں میں ایسا کوئی موجود نہیں ہے جو خورشید  
 کی وحدت شکست کر کے اُسکی چمک دمک میں شرکت پیدا کرے۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ باوجودیکہ موجودات  
 میں بے انتہا کثرت۔ اور مخلوقات میں بے غایت نوعین پائی جاتی ہیں۔ مگر کسی فرد کی ہستی کی استخوان  
 میں ایسا مغز نہیں ہے کہ وجود کی خصوصیات میں مشارکت۔ مساواة۔ مماثلت۔ اور مشاکلت کا دم  
 مار سکے۔ جس سے کمال وحدت میں کوئی نقصان پیدا ہو۔ جب اس تمشیل کے بیان کرنے سے ہر ایک  
 ذہنی عقل نے سمجھ لیا۔ کہ ایسا موجود۔ عالم امکان کی نمایان بساط پر ظاہر نہیں ہے۔ لہذا اس معنی میں  
 وجود کو یقیناً واحد تسلیم کرنا چاہیے وَاللّٰہُ اِلٰہٌ یُّعْبَدُ وَحِدًا ۙ وَحَدِیْقَةُ الْحَقِیْقِیْ اِلَّا ہُوَ ۗ وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْمَعْرِفَةِ  
 یَقُوْلُوْنَ اٰمَنًا ۙ وَحَدِیْقَةُ سُبْحٰنَہٗ

یا دُخْلَفَاکَ شَیْخِ نَطَامِ الْاَوْلِیَا قَدِیْسِ الشَّرِیْفِ

یا مولانا علاء الدین نیسلی

آپ اپنے وقت کے زبردست عالموں میں سے تھے۔ باوجودیکہ پیر بزرگوار کی اجازت تھی۔ بلکہ تاکید تھی۔ مگر  
 آپ ذراہ کفر سی اپنے تین مسند شیخی سے اور مرید کرنے سے دور رکھتے تھے۔ آخر میں تو یہاں تک گیا تھا۔ کہ کتابوں  
 کا دیکھنا۔ بلکہ کاغذ کو ہاتھ تک لگانا ترک کر دیتا تھا۔ صرف فوائد الفواد کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔ اور فرمایا  
 کرتے تھے۔ کہ معافی اور معاملہ جو سب جگہ ہے۔ اس جگہ بھی ہے۔ اور جو اس جگہ ہے۔ سوہ کسی ورق اور  
 کسی خط میں نہیں ہے۔ بیت

اگرچہ است زلف تو مشک خطا کی است نہایت

اگرچہ است زلف تو مشک خطا کی است نہایت

رحلت کے بعد پیر کے روہی میں قبر بنائی گئی۔

لہذا وہ اُس کی حقیقی توحید سواے اُس کے کوئی نہیں جانتا ہے۔ اور جو لوگ معرفت میں راسخ ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم تو خدا کے

سبحانہ کی وحدت پر ایمان لائے ہیں ۱۲۔

## یاد خواجہ ابوبکر

آپ سلطان نظام الاولیا کے دوست مصاحب - ہمدوم اور ہمنشین تھے - اور یہ عہد تھا - کہ جب آپ کی ذات شریفین میں ابوبکر کے اعتقاد سے - انسان کامل کے آثار ظاہر ہو جاویں گے - ابوبکر بیعت ہو جاویں گے بالآخر جب سلطان الاولیا ملازمت حضرت گنجشکر سے رخصت ہو کر دہلی میں واپس آئے - اور بزرگی کے آثار عام و خاص لوگوں نے ان کی پیشانی میں اپنی نظر سے دیکھ لیے -

تو خواجہ نے اپنا وعدہ وفا کیا مات فی دہلی و دفن فی حظیرة شیخہ

## یاد مولانا وجیب الدین پائلی

چونکہ فقہ دانی میں دخل زیادہ تھا - اس واسطے لوگ آپ کو ابوحنیفہ ثانی کہا کرتے تھے - اپنے وطن سے اپنے اجداد میں جا کر حضرت گنجشکر کے روضہ کی زیارت کی - اور اس زیارت کے طفیل میں - حضرت خضر علیہ السلام کا دیدار فیض آثار بھی حاصل ہوا - جس سے چشم بصیرت کی روشنی بڑھ گئی - اور یہ فرمان حضرت خضر آپ دہلی میں آکر شیخ نظام الاولیا کے مرید ہوئے - چونکہ آپ دنیاوی کاروبار کے اندر کمال بے نیاز اور بے پروا تھے - اس واسطے لوگ آپ کو دیوانہ کہا کرتے تھے - یہ بالکل سچ ہے (ایک میل ایمان المؤمنین علیہ السلام) مجنون جب آپ زندگانی کا سامان باندھ کر عالمِ صہب کو چلے گئے - تو آپ کی قبر حوض شمس کی ایک طرف بنا دی گئی

## یاد مولانا جمال الملہ والدین دہلوی

آپ کو کمال استغراق رہتا تھا - اور آپ نے گویا اپنے تئیں بالکل ہلاک کر دیا تھا - سلطان نظام الاولیا آپ کے بارہ میں اکثر فرمایا کرتے تھے - کہ ہمارے جلال کو کوئی وقت ایسا پیش آتا ہے - کہ حق کے سوا کوئی چیز نہ ان کی ظاہری اور باطنی نظریں میں آتی ہے - اور نہ دل کے کسی گوشہ میں رہتی ہے -

## یاد مولانا جلال الدین اودھی

آپ کا فقر - آپ کی بہمت - آپ کی گزشتگی - آپ کی وارستگی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی - آپ نے تمام گرفتاریوں سے آزاد ہو کر اپنے تئیں پر بزرگوں کی ملازمت کا اسیر بنا لیا تھا -

## یاد شیخ مبارک گوپاموی

ابتداءً احوال میں آپ سلطان علاء الدین کے میر عدل تھے - میر خورج جامع سیر الاولیا ولد اسو علیہ السلام کی مافی بیان کرتے ہیں مجھ کو آپ کے ساتھ اور آپ کو میرے ساتھ خاص خصوصیت تھی - اکثر اوقات آپ کی

ذہن سے یہ بائین نکلا کرتی تھیں۔ کہ مبارک آپ کے پدربزرگوار کا مسلمان کیا ہوا ہے۔ اس طرح کہ میں درویشوں کے احوال کا شکر کرتا۔ ایک روز آپ کے پدربزرگوار مجھ کو سلطان نظام الاولیا کی خدمت میں لے گئے۔ اور انکا کے شکنجہ سے رہائی دلا کر میرا اعتقاد اور اخلاص درست کرادیا۔ اور انکی با عظمت ملازمت سے دنیاوی سانسامان کے ترک کی استعداد میرے قلب میں پیدا ہوئی۔

### یاد خواجہ موید الدین کرنی

آپ تحت سلطنت پر جلوں فرمانے سے پہلے سلطان علاء الدین کے ہراز۔ اور ہم نشین تھے جب زلی عنایت سے شیخ کی خدمت میں پہنچنا نصیب ہوا۔ تو اوصاف درویشی کا زیور ہنکر بن سنور گئے اور حصول دولت کے راستہ میں ہانگے دوڑنے سے فارغ ہوئے۔ جب سلطان نے تحت سلطنت پر جلوں فرمایا۔ تو آپ کو یاد کیا۔ ایک مقرب سلطان نظام الاولیا کی خدمت میں بھیجا کہ خواجہ موید کو اجازت دیجئے سلطنت کے کام میں مشغول ہوں۔ فرمایا۔ کہ موید کو ایک اور کام پیش آ گیا ہے۔ بادشاہ کا بھیجا ہوا شخص جس سے جواب ناخوش ہوا۔ اور ازراہ جرات عرض کیا۔ مخدوم۔ کیا آپ سب کو اپنی مثل بنا نا چاہتے ہیں۔ جواب دیا۔ اپنی مثل بنا لینا بہت سہل ہے۔ نہیں۔ اپنے سے بہتر بنا نا چاہتا ہوں۔ اگر یہ مجھے سازگاری رکھیں جرقہ میں کے تمام کمال سلطان عمل ان کو فقیری کے جو پتھرہ سے دنیا داری اور حکومت کی عشرت گاہ کی طرف کینچ کر نہیں بھیجا سکتے ہیں۔

### یاد خواجہ کریم الدین سمرقندی

آپ اپنے ملک میں سلاطین کے وزیر رہ چکے ہیں۔ جب زلی سعادت نے زنجیر پلائی۔ تو آپ نے سب چیزوں کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے ملک ہند میں آکر شیخ فرید گنجشکر کی خدمت۔ تمام دو جہانی کاموں پر اختیار کی۔ اور نسبت مہارت (خسر و ادا ہونا) آپ کو نصیب ہوئی۔ وہاں سے جب سامان اقامت دہلی میں لے آئے تو خلافت کا خلعت۔ سلطان نظام الاولیا سے ملا۔ امیر خسرو۔ اور خواجہ حسن مہیشہ آپ کی فیض بخش صحبت سے خوش ہوا کرتے تھے۔ اور مولانا صنیا، الدین برنی بھی اپنی تالیفات کو بغرض اصلاح آپ کے روبرو پیش کیا کرتے تھے سلطان نظام الاولیا کی رحلت کے بعد سلطان محمد تعلق نے آپ کو دہلی کا شیخ الاسلام کر دیا تھا۔ اور انوار الملک خطاب عطا فرمایا تھا۔ آپ کے دو فرزند نزار و جہند تھے شیخ احمد اور خواجہ نظام الدین ہر ایک حسب و نسب سے درست اپنے وقت کے امام تھے۔

## یاد خواجہ شیخ علی شاہ ابن شیخ محمود جاندار

آپ سلطان نظام الاولیا کے پرانے مریدوں میں سے ہیں۔ ہمیشہ حلقہ کی طرح ملازم درگاہ رہتے تھے۔ نظامیہ ارشادات اور تمام اپنی سموعات کو ایک رسالہ کے اندر فراہم کر کے در نظامی نام رکھاتا۔ تصوف کے بست حقائق اور اسرار ان اوراق میں تحریر ہیں۔ اسی رسالہ میں لکھا ہے کہ۔ سلطان ابوسعید ابوالخیر۔ خیرات کرنے میں حد سے زیادہ سبالغہ اور کوشش کیا کرتے تھے۔ ایک صاحب نے اثنائے گفت و گو میں کہا۔ لآخر فی الاسراف۔ آپ نے فوراً جواب دیا۔ لا اسراف فی الخیر ستنے والے متحیر رہ گئے۔ اسی در میں لکھا ہے صوفیوں کے نزدیک بدترین گنہگار یہ ہے۔ کہ سالک ایسے مقام اور ایسے حال کی خبر دیوے۔ جو اس کو حاصل نہیں ہے۔ ابیات

مگذر بہ دلائیے کہ اوزان تو نیست  
وصف گہرے کنی کہ درکان تو نیست

از درد نشان مرہ۔ کہ در جان تو نیست  
از بیم ہنری بود کہ با جو صہ سریان

نیز اسی رسالہ میں لکھا ہے ایک مرید نے بیعت ہونے کے وقت اپنے پیسے نصیحت کے لیے عرض کیا۔ فرمایا۔ خدائی کے دعویٰ اور پیغمبری کے دعویٰ سے تم کو بچنا چاہیے۔ مرید کو حیرت ہوئی۔ گہرا یا۔ یہ کیسی نصیحت ہے۔ کیونکہ صحیح ہو سکتی ہے۔ اور اس میں کیا بید ہے۔ عرض کیا۔ کہوں کہ ارشاد فرمائیے۔ فرمایا۔ خدائی کا دعویٰ تو یہ ہے۔ کہ تم کل کاموں کا ہونا اپنی مراد کے موافق چاہو۔ اور پیغمبری کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ تم چاہتے ہو۔ سب گروہوں کو تمہارے چاہنے والے اور دوست ہوں۔ اور جو ایسے نہ ہوں وہ تمہارے گرویدہ نہ ہوں۔

## یاد مولانا فصیح الدین

آپ اصول فقہ کے علم میں عہد الملکہ قاضی عہد کا مرتبہ رکھتے تھے۔ آپ نے باتفاق مولانا محی الدین قاضی کا شان سلطان نظام الاولیا کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کے واسطے التماس کیا۔ سلطان نظام الاولیا نے مولانا محی الدین کو کولکھ مریدی پناہی۔ مگر مولانا فصیح الدین کا مرید کرنا۔ استخارہ اور پیر گنجشکر کی اجازت پر موقوف رکھا۔ اس سبب آپ کو کمال ناامیدی ہوئی۔ اور نہایت حزن اور طول رہنے لگے۔ جب پر دوسری بار بیابا بوسی کے لیے حاضر ہوئے تو فرمایا۔ تمہاری نسبت بھی پیرانہ چشت کے باطن سے قبول بیعت کی اجازت ہے۔ آؤ۔ مایوسی دور کرو۔ اور بیعت کا ہاتھ آستین سے نکال کر رویش کے ہاتھ کے نیچے رکھو۔ تاکہ بید اللہ فوق الیہ لہم لا مضرن صادق ہو پس اپنے کمال خوشی اور خوشحالی کے ساتھ مابعد بیعت طے کیے۔ اور سلطان نظام الاولیا سے چند سال بیشتر ملک تقدس کو روانہ ہو گئے۔ خواجگاہ دہلی۔



قاضی کاشانی کو سلطان نکاح الالیا بہت دست دکتے تھے۔ جس مجلس میں قاضی جی ہوتے تھے۔ معرفت  
 اور شلیح طریقت کی بہت سی باتیں سلطان نظام الاولیا کی زبان مبارک سے بیان ہو کر تیں۔ آپ کے معاملات  
 بالتفصیل سابقہ تذکروں میں لکھے ہوئے ہیں۔ خدا کرے شوقین اصحاب آنکو مطالعہ کریں۔

## یاد مولانا فخر الدین المروری

آپ آغاز سلوک سے انجام حالت تک وقتاً فوقتاً درجہ پیرنگاری میں ترقی فرماتے رہے۔ رجال الغیب معنا  
 تھے۔ جو کچھ آپ کی خواہش ہوتی تھی۔ مبارک دیتے تھے۔ لیکن آپ اسکو معرفت میں نہیں لاتے تھے۔ پیر بزرگوار کے روضہ میں  
 آپ کی قبر ہے۔

## یاد شیخ برہان زیب

صدی ۱۰۰۰ دہری کمالات عشق اور شوق کے مقامات  
 جمع تھے۔ خلافت کا خلعت زیب بدن کرنے کے بعد قلعہ دیوگیر کن میں رہنے کی اجازت ملی تھی جو آن دولت آباد کے  
 نام سے نام زد ہے۔ ایک مدت تک اپنے اس سرزمین میں بکر معرفت اور خدا شناسی کے ذریعے سے دلوں کو سرسبز اور شاداب کیا۔  
 جب آپ کے غنصری بلوغ کی بلبل میں حملت کی خزان نے تغیر پیدا کیا۔ تو قلعہ سے دو میل دوری پر ایک پرنسپل صحرا ہے۔ اس  
 صحرا کو اپنے روضہ پاک کے لیے پسند فرمایا۔ واقع عجیب راحت افزا اور روح بخش جگہ ہے۔ راقم نے پجری سنہ ایک ہزار ایک  
 میں اس مقام کی زیارت کی تھی۔ دل میں صفائی حاصل ہوئی۔ آپ کے عرس کے روز ہر ایک ملک سے لوگ وہاں آکر جمع  
 ہوتے ہیں۔ اور شہر کے باشندے مجاور چند روز پیشتر سے اس جگہ جا کر مکانات اپنے واسطے بناتے ہیں۔ اس طریقہ سے  
 سالانہ مجاور اس با نظام مقام سے غیبی فیض پا کر خوش وقت ہوتے ہیں۔ خاندانیں کا پائے تخت جس کلہ برمان پور نام ہے  
 آپ کے ہی نام پر نام زد ہے۔ کہتے ہیں۔ جب شیخ برہان الدین اپنے پیر کی خدمت سے اجازت لیکر دیوگیر کو جا رہے تھے۔  
 اٹھارہ کے راہ میں ایک روز رات کو اس مقام پر اترے جہاں اب برہان پور آباد ہے۔ اس زمانہ میں دالیان خاندان کے ہاں  
 اہمیا دین سے ایک شخص اس موضع کا غمخہ تھا۔ اس نے حتی المقدور خدمت گزاری اور دوش پرستی میں کوتاہی نہیں  
 کی۔ جب صبح کو روانہ ہونے کے وقت حاضر ہو کر فاتح کی درخواست کی۔ تو فرمایا۔ بوجب ازلی حکم کے اس جگہ ایک شہر آباد ہوگا۔  
 اختتام فرزندیلوں کے فرمان روا ہوں گے۔ مناسب یہ کہ اس نو آباد شہر کا نام اس دوش پرستی کے نام پر رکھا جاوے۔ اس بشارت کی  
 بنیاد پر برہان پور نام لگا گیا۔ اور چند ہی عرصہ میں اس روضہ کے واسطے بطریق مدد معاش پیش کیے گئے۔ آج تک کہ پجری  
 سنہ ایک ہزار میں ہے۔ مذکورہ بالا وظیفے بدستور مقرر اور جاری ہیں۔



۱۷۱۱ء کا ایسا نصیح بیان ہوگا۔ کماؤ خاقانی سے دو قدم گنگے ہی رہے گاتے ہیں دو قدم سے مراد مشنوی اور غزل ہے۔ آپ سے عمر میں اور سب باتوں میں بڑے آپ کے دو بہائی اور بھی تھے۔ ایک کا نام اعز الدین شاہ اور دوسرے کا نام حسام الدین احمد تھا جبکہ آپ کی عمر بہتہ سال کی ہوئی۔ اور فارسی میں کچھ شہید ہو گئی۔ تو آپ کے پندیر گوار اپنے تینوں لوگوں کو سلطان نظام الاولیاء کی غلامی میں لے گئے۔ اور بیعت کرا دیا۔ ایک سال بعد سیف الدین شہید ہو گئے۔ اب آپ کی پرورش کی نوبت عماد الملک آپ کے نانا کو پہنچی جو شاہ وقت کے میر عرض تھے۔ انہوں نے آپ کی اصلاح میں بہت کچھ کوشش فرمائی۔ اور وہ مشکور بھی ہوئی۔ آپ نے دیوان عزت الکمال کے خطبہ میں اپنے ان مربی کی تعریف لکھ کر حق شکر گزاری ادا کیا ہے۔

کتے ہیں۔ جب آپ نے نظم کلام شروع کیا تھا۔ تو آپ کلام کو نامی نہ طریقہ پر لکھا کرتے تھے۔ مگر پرنز گوار کے ارشاد سے غزل گوئی میں عاشقانہ وضع اختیار کر کے بالآخر مضامین نیاز کی طرف رجوع کیا اور غزل کا پایہ ایسے عالی مقام کو پہنچایا۔ کہ کسی غزل گو اہل سخن کا نغمہ وہاں تک نہیں پہنچ سکا۔

آغا جوانی میں بظاہر و ایمان ملک اور دو تہندان دنیا کی ملازمت کی طرف میلان تھا لیکن بلطن میں ہمیشہ درویشوں کی خدمت اور صحبت کی خواہش ہوتی تھی۔ بالخصوص اپنے پیر دستگیر کے ساتھ حسن عقیدت میں کمال رسوخ تھا۔ اس کے متعلق توڑا سا بطور نمونہ لکھتا ہوں۔ جب سلطان علاء الدین کے دل سے بدگمانی کا میل کھل دہل گیا۔ تو بادشاہ کے دل میں حضرت سلطان نظام الاولیاء کی بکراست ملازمت میں حاضر ہونے کی خواہش پیدا ہوئی اور یہ آرزو پوری ہونے کے لیے بہت کچھ التماس۔ اہتمام۔ چاہلوسی اور مبالغہ کیا۔ لیکن سلطان نظام الاولیاء کے حضور سے قبولیت کی ہوتک نہیں آئی۔ بلکہ ممانعت اور گریز کے آثار پیدا ہوتے تھے۔ اس سبب بادشاہ نے اپنے دل میں نشان لیا تھا۔ کہ کسی ہرزخنیہ طور سے حضور کی ملازمت میں سر دیگر گس جاؤں گا۔ یہ راز ایک روز بادشاہ نے امیر خسرو کے لکھنے پر اذوار بنایا۔ اور امیر خسرو نے اس شورہ کی کیفیت اپنے پیر کے حضور میں عرض کر دی۔ سلطان نظام الاولیاء یہ مضمون سنتے ہی حضرت کنجشکر کی زیارت کے ارادہ پر وجود میں کی طرف روانہ ہو گئے۔ بادشاہ۔ امیر خسرو کے ناراض ہوا۔ اور روبرو گفت و شنید میں کمال غصہ کا اظہار کیا۔ امیر نے عرض کیا۔ کہ سلطانی رنجش میں صرف بیان کا خطرہ ہے۔ اور پیر کی ناخوشی میں جان کی آفت سلب ایمان کے ساتھ لگی ہوئی ہے اس وقت بادشاہ امیر خسرو کے حسن عقیدت اور دراندیشی پر آگاہ ہو کر صاف ہو گیا۔ اور برسر انصاف آکر خوش ہوا۔ اور امیر خسرو کو روز افزون خاص عنایت سے سرفراز کیا رحم اللہ من انصف جس نے انصاف کیا

اللہ تعالیٰ اوس پر رحم کرے (۱۲)

کتے ہیں جو نقد و جنس صلہ اور انعام کے ذریعہ سے آپ کو ملا کر ماتا۔ اُس کو آپ کا دست ہمت  
 یہ علیا سے لیکر چینی کی طرح یہ سفلی میں پہنچا دیتا تھا۔ یعنی جو حساب فقر کے گوشوں میں بیٹھے ہوتے تھے ان کی  
 آرزوئیں پوری کرنے۔ اور حاجتوں کے بر لانے میں صرف ہوا کرتا تھا۔ ایک روز پیر نے ارباب دولت کی مصاحبت  
 چھوڑ دینے کے واسطے آپ کے نام نصیحت نامہ بھیجا اور اس بیت پر تمام کیا۔ بیت

شدا نخب شدای صنم گذشت آنچه گذشتہ

آمد کہ آنکہ عسدا ہا تازہ کنیم

اس خطا کے پڑنے سے معلوم ہوا۔ کہ درجہ میں ترقی ہوئی ہے۔ اور پھر ظاہر کو باطن کے ساتھ ہم رنگ بنا کر اپنے تئیں  
 کچھ درویشی میں بالکل داخل کر دیا۔

کتے ہیں۔ جن ایام میں سلطان نظام الاولیاء نے فرق کے وحشت انگیز مکان سے مہج کے مانوس اور عالی شان  
 محل کی طرف کوچ فرمایا ہے۔ ان ایام میں امیر خسرو۔ بنگالہ کی طرف سفر کو گئے ہوئے تھے۔ جب دہلی میں واپس آئے۔  
 توشیح کو زندہ نہ پایا۔ سخت بے تاب ہوئے۔ اور بے صبری سے اپنے تئیں زمین پر گرا دیا۔ نالہ و فریاد کرنا شروع کیا اور  
 یہ تو پہلے سے ہی فرمایا کرتے تھے۔ کہ خسرو کی زندگی۔ نظام کی حیات کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ بات یاد کر کے  
 ہمیشہ خواہش کیا کرتے تھے کہ اس پیشین گوئی کا وقوع جلدی سے ہو جاوے۔ آخر کار ہلہل چہ دور کے بعد کہ مینا رضی  
 اور ہجری سنہ ۷۲۵ میں پچیس ہفتا سخن بکھرا۔ اِحْوَان کے زفرہ کی آواز بلند کی۔ اور اپنے پیر کے حلیہ میں سو رہے۔

### یا دامیر حسن علاسنجری

آپ کے والد ماجد بستان کے ہیں۔ جو خواجہ معین الاولیاء کی ولادت کا مقام ہے۔ علم۔ عرفان۔ فضل  
 یقین۔ فصاحت۔ بلاغت سخن کی نازکی۔ اور کلام کی رنگینی یہ جمیع اوصاف آپ کی طبیعت کے لوازم۔  
 اور آپ کا حصہ تھے۔ ابتداً ابتدا میں بڑے بڑے حاکم اور سلاطین وقت کو آپ کی صحبت کی آرزو تھی۔ اور آپ ہی  
 اہل عشرت کے ساتھ مجاہد میل جول رکھتے تھے۔ عمر کا بہت بڑا حصہ اسی طرح پر گزر گیا۔ ایک روز سلطان نظام الاولیاء  
 کا گزر اُس مکان میں ہوا۔ جہاں آپ چند نظریفون کے ساتھ جلسہ نشا مین سے مصروف تھے۔ جب شیخ کے باکمال  
 جمال پر آپ کی نظر پڑی۔ تو یہ دو بیتیں آپ نے پڑھیں۔ قطعہ

این کہ صحبت را اثر باشد کجاست

فسق با محکم ترا از زہد شاماست

سالہائے شد کہ ماہم صحبتیم

تر بدتان فسق از دل ما کم نہ کرد

سلطان نظام العرفا نے فرمایا۔ صحبت اُس وقت میں تاثیر کرتی ہے۔ کہ جب حسن نصیب ہوا سکے ساتھ ہو۔ بہت

ایک صبح باخلاص بسیار درین اگر کار تو بر نیاید آنکہ گد کن

چونکہ صلاح اعمال کا وقت آگیا تھا۔ تو فریق تو بہ نصیب ہوئی۔ اور ہر شیخ کی ملازمت میں بنا رہنا اپنے  
 اور پلازم کر لیا۔ جو کچھ سیر بزرگوار کی زبان سے وقتاً فوقتاً سنا۔ اکثر فوائد کو بے تغیر و تبدل لکھتے گئے۔ اور چند روز میں  
 ایک کتاب تیار ہو گئی۔ جس میں انواع و اقسام کے حقائق۔ سلوک کی باتیں۔ نصیحتیں۔ اور مسائل درج ہیں۔  
 فوائد الفوائد نام رکھا گیا۔ چونکہ اس کتاب کی اکثر عبارت شیخ کی ہی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہے۔ لہذا  
 اس کتاب کو موقوفات شیخ نظام ہی کہتے ہیں۔ عجب مقبول مجموعہ ہے۔ امیر خسرو آرزو اور حسرت کے ساتھ  
 ہمیشہ مخلصا اور ملائین کما کرتے تھے۔ کاش خسرو کی تصنیف اور تالیف کی اہلی تمام کتابیں برادر حسن کی ہوتیں۔ اور  
 تنہا اس نسخہ کی شہرت میرے نام سے ہو جاتی۔ بس دنیا اور آخرت کی بہبودی کا سرمایہ اسی قدر کافی تھا۔

روایت ہے۔ جس روز میر نے شیخ بربان الدین غریب کو خلافت کا خلعت عطا فرمایا۔ اور دیوگیر میں  
 رہنے کی اجازت دیکر خدمت کیا تو شیخ بربان الدین نے ہنگام قدم بوسی حسرت کے ساتھ آہ کہینچی۔ اور عرض کیا۔  
 کہ حضور کی خدمت سے دور رہنے کا دریا ہے۔ جس کا علاج ممکن نہیں ہے۔ فرمایا۔ اس مجلس میں امیر خسرو  
 کے سوا۔ جو صاحب بھی حاضر ہیں۔ دو تمہارے رفیق راہ ہو سکتے ہیں۔ اول آداب سلوک کی رعایت جس طرح  
 اس مدد و پیش کے ساتھ منظور کرتے ہیں۔ اسی طرح تمہارے ساتھ بھی مد نظر رکھ سکتے ہیں۔ چونکہ اُس وقت میں صلوات حضرت  
 امیر حسن تھے۔ اس بنیاد پر دیوگیر کو بربان الاولیاء کی رفاقت میں آپ ہی روز کئے گئے۔ جب ایام عمر ختم ہوئے  
 تو اسی جگہ مدفون ہوئے۔ وہ قین تیر کے فاصلہ پر آپ کی قبر بنائی گئی۔

فوائد الفوائد میں لکھا ہے۔ ایک روز سلطان نظام الاولیاء نے فرمایا۔ تا ب متقی کے برابر ہوتا ہے۔ متقی وہ  
 ہے جس نے اپنی تمام عمر میں گناہ اور نامشرع باتوں کا ارتکاب کیا ہی نہیں۔ اور تا ب وہ ہے کہ اس سے گناہ تو سزا  
 ہونے ہوں مگر بائس نے بارگشت کر لی ہو۔ پس اس حدیث کے بموجب التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ  
 حدیث میں مذکور ہے۔ شیخ مبارک خیر جو بچوری کے مکتوبات میں لکھا ہے۔ اسے عزیز متقی وہ ہے جو بچر کے وقوع  
 میں اپنے نفس سے محافظت حق کرے۔ یعنی خداوند اکبر کے سامنے اپنے نفس کو بخش سپرد کر دے تاکہ جو مذمت کا حق  
 نقصان کے کمال سے چوٹے۔ نفس پر بچو پچے۔ اور جو امور خیر و کمال کے مقولہ میں داخل ہیں۔ ان کی نسبت  
 لکھا ہے۔ تو یہ کرنے والا شخص مثل اُس شخص کے ہے جس کا کوئی گناہ ہی نہیں ہے۔

حق سبحانہ کی طرف کرے۔ اپنی طرف نہ کرے یا ایھا الناس اتقوا سر تکم ای کو فوا وقایۃ فی  
 المذاہم واجعلوہ تعالیٰ وقایتکم فی الہام متکونوا احبام عالمین اگرچہ توحید کا اقتضایہ ہے۔ کہ ان کی  
 خوب وزشت۔ خیر و شر۔ نفع و ضرر وغیرہ وغیرہ تمام افعال کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے اپنا قدم در میلن میں  
 نہ پھنساوے۔ لیکن اوس کی بات یہ ہے کہ بدی کی نسبت اپنی طرف اور نیکیوں کی نسبت باری تعالیٰ عز و  
 جہ کی طرف کرے۔ تاکہ ان ادیبوں میں سے شمار کیا جاوے۔ جو انبیاء اور سلین کے اخلاق کے ساتھ تہذیب یافتہ ہیں  
 اور تاکہ ان اگر تمکرم عند اللہ اتقوا کے شرف سے خصوصیت پا کر دونوں جہان میں سر بلند ہو۔ اور تم  
 کی خاطر فاترین غیب سے یہ بات آتی ہے۔ کہ تمام پرہیزگاروں میں زیادہ پرہیزگار وہ شخص ہے۔ جس کی حقیقت میں  
 آنکھ اور کزنہ شناس دل میں کوئی چیز۔ شر۔ اور کوئی فعل۔ زشت معلوم نہ ہو۔ اور جو کچھ ظہور میں آوے۔ اُس کو  
 محض خیر سمجھے۔ اور اس وجہ سے تمام افعال اور احوال کا مصدر۔ اسی اسماء و صفات کو تصور کرے۔

## یاد شیخ نظام الدین ابوالموئذ نبیرہ شمس العارفین

آپ نے اپنے بزرگوار باپ اور ماموں کی خدمت سے کتابی علم تحصیل کیا تھا۔ اور نیز طریقت کی تعلیم  
 پائی تھی۔ اور شیخ عبدالواحد ابن شیخ شہاب الدین احمد غزنوی کی ملازمت میں جو سید نور الدین مبارک کے پیر  
 ہیں۔ پونچکر بہت کچھ فائدہ اٹھایا تھا۔ خواجہ قطب الدین ایشی۔ اور سلطان نظام الاولیاء الیونی۔ آپ کے  
 دیدار کو خدائی جمال کا آئینہ جانتے تھے۔ اور ہوشہ آپ کی صاحبیت کی خواہش کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک سال  
 دہلی اور اطراف دہلی میں آسمان زمین پر اور زمین والوں کے حال زار پر رحم کھا کر آسمان زمین چکائے۔ غلگم یاب ہو گیا۔  
 اور لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر گریہ و زاری کے ساتھ بارش کی درخواست کی۔ آپ قبول فرما کر منیر بزم  
 بیٹھ گئے۔ اور آستین کے اندر سے ایک جامہ نکالا۔ اور کہا اے پاک خداوند۔ اس خلعت کی پاک دامنی کے طفیل میں  
 اور اس محبت اور راز کے اتھاق کے عو من میں جو اس خلعت کا مالک تیرے ساتھ رکھتا تھا۔ ازراہ بخشش منیر بزم  
 تو میں جنگل کا راستہ اختیار کروں گا۔ اور پیر آبادی میں نہ آؤں گا۔ اسی وقت ایک سیاہ ابراٹا۔ اور بے انتہا پانی  
 آگیا بہا تک کہ ہر طرف نالوں میں سیلاب گیا۔ خلاصہ دانشوران روزگار مولانا وجیہ الدین بھی قدس سرہ نے  
 لکھا ہے۔ کہ وہ جامہ آپ کی والدہ بی بی سارا کا پیرہن تھا۔

اسے لوگ اپنے پروردگار سے ڈرو۔ یعنی بدین میں اُسکی سپرتم ہو جاؤ اور نیکیوں میں بہہ دو گار کو زنی بہتالو۔ ایسا کرو گے۔ قوم  
 تمام عالم میں اور سب دربار کے جاؤ گے ۱۲۵۰ ہیشک تم سب میں بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہے۔ جو تم سب میں زیادہ مستحق ہے ۱۲

## یاد شیخ قطب الدین منور ابن شیخ برہان الدین ابن شیخ جمال انصاری

آپ تہائی برعاشق اور گوشہ نشینی کے عشق میں سوختے تھے۔ دو جہانی کمالات کے آثار سہل دنیا کے سامنے اپنے اقوال اور اعمال کے ذریعے ظاہر کیا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ سلطان محمد تعلق نے قاضی کمال الدین صدر جہان کے ہاتھ چند ویہ کا فرمان۔ آپ کے نام پر کر کے نیاز مندانہ آپ کے پاس بھیجا تھا۔ آپ نے لانے والے کے سامنے سنا ہے۔ کہ سلطان نصیر الدین جس سال کا وہچہ اہلستان کو گیا تھا۔ اُس نے بھی اسی مضمون کا طغرا۔ امیر غیاث الدین سپہ سالار کے ہاتھ۔ حضرت گنجشکر کی خدمت میں اجودہن کو بھیجا تھا جب وہ طغرا آپ کی نظر سے گزرا۔ تو آپ نے سپہ سالار کو فرمایا۔ ہمارے بزرگوں نے بادشاہوں سے اس طرح پر کبھی کچھ قبل نہیں کیا ہے۔ اور اس درویش کو بھی اپنے پیروں کی پیروی سے چارہ نہیں ہے۔ لہذا اگر حذر کر دیا جاوے۔ تو گنجائش ہے۔ اور اس بات کی خواہش مند بے شمار ہیں۔ بہتر ہے کہ یہ اُن کو پہنچایا جاوے۔ یہ حقیقت حال سکر فرمان لانے والا ناچار فرمان کو واپس لے گیا القصر شیخ قطب الدین نے تمام عمر متوکلانہ اور عالی ہمتی سے بسر کی۔ آپ کی قبر شہر ہانسی کے میدان میں ایک گنبد کے اندر ہے۔ جس کو اب اقطاب اربعہ کا مقام کہتے ہیں۔ کیونکہ شیخ جمال شیخ برہان الدین شیخ قطب الدین منور اور

آپ کے فرزند شیخ نور اسی میں سوئے ہوئے ہیں قدس اسرار ہم

### یاد شیخ بدر الدین سمرقندی

آپ شیخ سیف الدین کے خلیفہ ہیں۔ جو شیخ نجم الدین کبری کے بزرگ خلیفہ تھے۔ انہی معرفتوں کے آسمان کا آپ کو بد بکلافتاب کنا نامزدون نہیں ہے۔ بخارا سے مدین آئے۔ اور وہلی میں سلطان المشائخ نظام الاولیاء کی مصاحبت کے واسطے قیام فرمایا۔ کتابہ در نظامی میں لکھا ہے۔ ایک روز سلطان نظام الاولیاء اور بدر الدینی دونوں امیر خور وکی ملاقات کے واسطے گئے تھے۔ امیر اس وقت ایک عظیم مراقبہ میں تھے۔ اور کمال استغراق تھا۔ بدر الملک نے ایک تقریب سے عرض کیا۔ میں فلان شہر میں فلان بزرگ کو دیکھا۔ اور اسی طرح ہر ایک بزرگ کو ایک مقام میں کہ جہان جہان دیکھا تھا شمار کرنا شروع کیا جب بدر الملک کی گفت و گو بہت بڑھ گئی۔ تو سلطان الاولیاء نے فرمایا۔ بھائی سخن کوتاہ کرو۔ شاید ان بزرگ کی زبان سے کوئی ایسی بات سننے میں آوے۔ کہ جس کے واسطے کان پیدائے گئے ہیں۔ اس پر بھی بدر الملک اپنی گفت و گو سے باز نہیں آئے۔ امیر نے سزاؤں سے اٹھا کر لویا۔ بدر الدین۔ جتنے بزرگوں کو تم نے دیکھا بیان کیا۔ یہ کہو کہ ان میں سے تم کو بھی کسی نے دیکھا۔ شیخ بدر الدین کی قبر وہلی میں مشہور۔ اور ہمیشہ بزرگانِ مقیم اور مسافر کی زیارت گاہ ہے۔

رحمۃ اللہ علیہم جمعین۔ بیت۔

بامیس کے چشمی برتوانستہ

تو چشم خوش وقت ہوں دل کن

## یاد شیخ رکن الدین فردوسی

آپ مخالف اور معارف کے عالم تھے۔ ایزدی جہلک اور خدائی صفت آپ کے ظاہر و باطن سے جوش کرتی تھی شیخ عماد الدین طوسی آپ کے ہی مرید اور خلیفہ ہیں۔ دہلی میں دریائے جمنائے کنارہ شیخ محمود مجددی بہاری کا مقدر ہے جن کو خواجہ سعید اللادیا چشتی بمبئی سے فیض تھا۔ اسی مقدر کی برابر میں آپ کی ہی قبر ہے قدس سرہم مشک عجب ایک بہشت نامکان ہے۔ جو دینہ منورہ کی طرح لوگوں کا مرجع ہے مصرع مرقد او مہبط نور خداست۔

## یاد شیخ نجیب الدین فردوسی

آپ شیخ بدر الدین بھر قندی کے مرید ہیں۔ قدس سرہم الکالات اور حالات کی گویا آپ کاں تھے۔ اپنی صورت اور سیرت سے ہنغین دوستوں کو بہشت یاد دلاتے تھے۔ آپ کی خوبیوں کا بیان بہت طویل ہے۔ سابقہ تذکرہ میں لکھا ہوا ہے۔ لہذا بہتر ہے۔ کہ میں اس کو نہ لکھ کر تکرار سے محفوظ رہوں۔ حوض شمس کے کنارہ آپ کی قبر ہے مشہور ہے۔ اور اس کی زیارت بھی ہوتی ہے مصرع در کنارہ حوض شمس شد فردا آب حیات۔

## یاد شیخ فخر

آپ شیخ یحییٰ ابن اسماعیل منیری کے فرزند ہیں۔ جو شیخ نجیب الدین فردوسی کے مرید تھے۔ اولاً آقا زسلوک میں نفس نافرہام کی اصلاح کے واسطے ایک پارٹ کے واسطے میں جا رہے تھے۔ وہاں پر آپ کی ماہر بزرگوار ایک غلام فتوح نامی کے ہاتھ کمانا بیچ دیا کرتی تھیں ایک روز دریافت کیا۔ فتوحا۔ تو جو کمانا بیچتا ہے۔ اس میں سے شرف کچھ کمانا بھی ہے۔ اُسے کہا۔ مجھے معلوم نہیں۔ میں تو کمانا اُس جگہ رکھ آتا ہوں۔ جہاں انہوں نے فرما دیا ہے۔ خیر۔ اُس روز چند چوبہارے دودھ میں بگور کر اور شکر ڈال کر بیجے۔ اور کہا۔ ارا کے سے کدیر بنا تیری مان نے قسم کہا کہ کما ہے۔ اگر اس کمانے میں سے نہ کما دینگا۔ تو میں تجھ سے ناراض ہو جاؤں گی۔ ناچار شیخ شرف نے رقم لکھایا جلتی آٹھ نے نہیں پایا تھا کہ بیوشی طاری ہوئی۔ اب چوٹیوں کا ہجوم شروع ہوا۔ اور اُس رقم کو آپ کے حلق میں سے ذرہ ذرہ کر کے نکال لیا۔ جب ہوش آیا۔ فتوحانے واپس آ کر یہ تمام حقیقت اُس باعصمت بی بی سے عرض کر دی۔ انہوں نے ایک تعویذ لکھا۔ اور کہا ہے۔ جو شخص آیت عند ربی وهو یطعمنی ولسقینی کے خوان میں سے روزی کما دینگا۔ وہ اس دنیا کی خوراک سے اپنا ہاتھ کیوں ملو شکر لینگا۔ اس کے بعد آپ اچانک بھائی شیخ جلال الدین محمد اپنے وطن سے جو ہند میں شرفی سمت کی حدود پر پہنچے۔ شیخ نظام اللادیا سے بیعت ہونے کے



ازادہ پر روانہ دہلی ہوئے۔ ایک روایت تو یہ ہے۔ کہ ان دونوں شائقین کے پونچھنے سے پہلے سلطان نظام الاولیٰ رحلت فرما گئے تھے۔ اور دوسری روایت یہ ہے۔ کہ نہیں ملاقات ہوئی۔ لیکن سلطان نظام الاولیٰ نے شیخ نجیب الدین فردوسی کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا۔ بہر تقدیر جب شیخ نجیب الدین کی ملازمت میں حاضر ہوئے۔ تو فرمایا۔ شرف۔ تم بہت اچھے آئے۔ بہت برسوں سے یہ درویش تمہاری امانت تم کو دینے کے واسطے تمہارا منتظر ہے۔ اسی وقت بیعت ہوئے توڑے عرصہ میں فرقہ خلافت مل گیا۔ اور باشندگان وندہ بار کی رہنمائی کے واسطے اجازت ہوئی۔ کہتے ہیں۔ آپ کے پانوں میں کسی قدر لنگ تھا۔ اس کا سبب جو دریا تھا کیا گیا۔ تو جواب دیا۔ کہ میں نے ازل میں اولیاء کی صفوں سے آگے بڑھ کر انبیاء کی صفوں میں قدم رکھ دیا تھا۔ دنیا کی لنگ اس کی سزا ہے۔ القصد آپ کی ہمت کو بڑا درجہ حاصل تھا۔

ایک دفعہ اپنے اکیر کا ایک ڈبہ پیر کی خدمت میں پیش کیا۔ پیر نے پانی میں بہا دیا۔ آپ ہنسے۔ اور کہا اگرچہ اس خاک سے تانبا طلا ہو جاتا تھا۔ اور اکتیلج والوں کو فائدہ بھی پہنچاتا تھا۔ لیکن اس کی حفاظت کے دل پر گرانی رہتی تھی۔ اور نیز یہ دعویٰ کا بھی سبب تھا۔ اللہ عز و جل کا شکر ہے۔ کہ اس استغنا کی بدولت آرزو کی قید سے مجبور رہائی ہوئی۔ پیر یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور چند حرف لکھ کر آپ کو دئے۔ جب آپ نے ان کو سر پر رکھا۔ تو زمین کے اندر کی تمام مخفی چیزیں ظاہر طور نظر آ گئیں۔ پھر اپنے اس کاغذ کو بوسہ دیکر زمین پر رکھا اور کہا۔ یہ چیزیں دل کی پریشانی کا سامان ہیں۔ دوسرے شخص کو دیدی جائیں۔ جو ان کا خواستگار ہو۔ یہ بات سن کر پیر نے آپ کو مقبول اور موثر دعائیں دیں۔ اور آپ کی ہمت پر آفرین کہی۔

آپ کی عمدہ عمدہ تصانیف بہت سی ہیں۔ سب میں بہتر معدن المعانی اور مکتوبات ہیں۔ جو کوئی دیکھے گا۔ اس کی آنکھوں پر گران نہ گزریں گی۔ آپ کی قبر بارہ سرد بنگلا میں ہے۔

## یاد شیخ بدر الدین غزنوی

ایک شب اپنے اپنی زاد بوم میں خواب دیکھا۔ کہ میری بیعت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی نے قبول فرما کر سلسلہ مضبوط کر دیا ہے۔ گہرا خواب سے اٹھ بیٹھے چند روز بعد شوق کا ایسا سیلاب آیا۔ کہ صبر کوچ کر گیا۔ ناچار آپ خوجہ صاحب کی مثالی صورت دیکھنے کے واسطے حیران و پریشان مسافرت میں چل نکلے۔ اثنائے راہ میں متعدد بافیض اصحاب سے ملاقات ہوئی جن کی ملازمت سے معرفت کے سرمایہ میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہی ہوا۔ لیکن اس نوزانی شکل کو دیکھنے کی آرزو اور زیادہ بڑھ گئی جس کو خواب میں دیکھا تھا۔ لاہور کے راستہ سے دہلی پہنچے۔ اور خواجہ قدس سرہ کی خدمت

میں حاضر ہوئے۔ جب اپنے اپنا سر بائے مبارک پر رکھا۔ تو خواجہ نے فرمایا۔ **هَذَا تَأْوِيلُ مَا رَوَى قَبْلُ نَوَافِسُ**  
 بیعت ادا کئے گئے۔ سلطان نظام الاودیایا فرمایا کرتے تھے۔ ہمارے یاروں میں سے بدر الدین سرور و سہل کے بہت کچھ  
 عاشق تھے۔ پیری کی وجہ سے باوجود یکہ آپ کا قد بے عصا کے نہیں اُستاتا۔ مگر جب راگ کی آواز کان میں پہنچ  
 جاتی تھی۔ تو ستانہ نعرے مارا کرتے تھے۔ اور جو انانہ رقص کرنے لگتے تھے۔ اگر کہا جاتا تھا کہ بوڑھا آدمی ایسی ناتوانی چوتھے  
 ہوئے سماع میں کس طرح جو انانہ رقص کرتا ہے۔ تو جواب دیتے تھے۔ کہ ضعیفی مانع نہیں ہے۔ عشق اور شوق کی طاقت  
 سے کر سکتا ہے۔ **بیعت**

عشق ہر جا سلم برافرازو	پیر صد سالہ راجوان سازو
------------------------	-------------------------

آپ کی گرامی صحبت میں قاضی حمید الدین ناگوری شیخ نذیر گنجشکر۔ سید مبارک غونوی مولانا مجید الدین جرجانی  
 شیخ ضیاء الدین دہلوی وغیرم بہت سے بزرگان وقت کی دانش و نبیشت (سمجھ بوجہ) کا ہنگامہ گرم ہوا کرتا تھا۔ اور  
 خدائی عرفان کی انجمن فراہم ہوا کرتی تھی۔ ہر جمعہ کے روز مجلس وعظ ہوا کرتی تھی۔ حقائق اور معارف کے بارہ میں  
 گفت و گو بیان تک کیا کرتے تھے۔ کشف کے عالی مرتبہ کو پہنچا دیتے تھے۔ انفس و آفاق (عالم ارض و عالم  
 اجسام) کا معما بالتصریح عمدہ طور سے حل فرمایا کرتے تھے۔ سخن کو مولیٰ کے شوق اور محبت میں قبولیت کا رنگ  
 دیتے تھے۔ حضرت گنجشکر۔ اور نیز دوسرے خدائی بندے۔ آپ کے ذکر کرنے کے وقت بہت خوش ہوا کرتے تھے۔  
 ایک روایت ہے کہ حضرت علیہ السلام کا بھی اس مجمع میں گزر ہوا کرتا تھا۔ **سعدی**

ہزارت آفرین سعدی برین شیرین سخن گفتن	مسلم نیست در عہد تو طوطی را شکر خانی
--------------------------------------	--------------------------------------

### یا مولانا کمال الدین زاہد

آپ اپنے وقت کے متقیوں میں سربرآوردہ تھے۔ کہتے ہیں۔ سلطان نظام الاودیایا نے شارق حدیث کو  
 آپ کے سامنے پڑھا تھا۔ اور آپ نے مولانا برہان الدین بلخی سے سند حاصل کی تھی۔ جو خود مصنف کے شاگرد تھے۔ اور سند  
 اجازت نامہ جو آخر کتاب میں سلطان نظام الاودیایا نے اپنے دستخط سے لکھا ہے۔ سیر الاودیایا میں مرقوم ہے۔ کہتے ہیں  
 سلطان غیاث الدین بلبن نے آپ کی خدمت میں التماس کیا تھا۔ کہ اس میں پیر۔ کہ میری نذر دست اور قبول ہو  
 کمال شتیاق کے ساتھ میری یہ آرزو ہے۔ کہ ہمیشہ آپ امام ہوا کریں۔ فرمایا۔ دنیا کے مستغاث ثلاثہ میں سے فقیر کو یہی

۱۵۔ یہ میری پہلی خواب کی تعبیر ہے۔ ہذا مستغاث ثلاثہ سے مراد مضمون حدیث ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔  
**جب لیلی من دنیا کم ثلاثہ الطیب والنساء وقرۃ عینی فی المصلوۃ۔**

ایک نماز تو دی گئی ہے۔ اُس کو بھی آپ لینا چاہتے ہیں چونکہ جواب سے صورتِ ناخوشی پائی گئی۔ سلطان نے عندِ محنت کی۔ اور پھر دوبارہ اظہارِ آرزو نہ کیا مصرعِ زہد اور سرمایہ دیدار باو

## یادِ شیخ شرف پانی پتی

ابوعلی قلندر آپ کی کنیت ہے۔ دونوں عالم اور دونوں عالموں کے دونوں علم آپ میں جمع تھے بعض کہتے ہیں کہ آپ سلطان نظام الاولیاء کے پیر تھے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ شیخ شرف طعمیہ کے مرید اور نیر شاگرد تھے۔ جو آپ کے وقت میں بزرگ علما اور اولیاء میں سے تھے۔ لیکن صحیح طور پر معلوم نہیں ہوا۔ کہ فی الواقع کس کے مرید تھے۔ امیر خسرو۔ اور خواجہ حسن۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اشعار پیش کیا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ مقبول ہوئے ہیں۔ منجملہ آپ کی تصنیفات کے ایک کتاب حکمت نامہ ہی ہے۔ اُس میں آپ نے اپنی تلواری سی سرگزشت لکھی ہے۔ اُس کا مضمون یہ ہے۔

چالیس برس کی عمر میں اپنے وطن سے چل کر دارالملکِ دہلی میں پہنچا۔ اور وہاں خواجہ قطب الدین اوشی کے روضہ کا طواف کیا۔ من لدن حکیمِ حکیم کے مدد سے کتابی و قلبی علم ہوا۔ جملہ عالمان وقت بالخصوص مولانا وجیہ الدین بانی۔ مولانا صدر الدین۔ مولانا فخر الدین نافذ۔ مولانا ناصر الدین۔ مولانا معین الدین دولت آبادی۔ مولانا نجیب الدین سمرقندی۔ مولانا قطب الدین بکی۔ اور مولانا احمد بخاری نے کمال کوشش فرما کر محکمہ دہلی کے درس اور فتویٰ نگاری کا منصب سپرد فرمایا۔ چنانچہ میں بیڑا سال تک دہلی میں مفت کامفتی اور ہر ایک قسم کے علوم کا مدرس رہا جب جذبہ نے جوش کیا۔ تو درس اور فتویٰ کا کاروبار دہم پر ہم کر کے وہاں سے چل دیا اس طرح کہ کسی کو معلوم نہیں ہوا۔ اثنائے سفر میں شیخ شمس الدین تبریزی اور مولانا جلال الدین رومی کی ملاقات حاصل ہوا۔ ان اصحاب نے اپنا جبہ اور دستار مجھ کو عنایت فرمایا جب پھر ہند میں واپس آیا تو جذبہ اور زیادہ قوی ہو گیا تھا۔ دوکانِ شغنی کی جو کچھ بونجی تھی۔ تمام جہنا کے پانی میں بھادی اور قلندرانہ حیثیت سے اپنے اصلی وطن میں پہنچا۔ اشرف موجودات علیہ الصلوٰۃ نے سنت اور اللہ تعالیٰ ع۔ اکہ نے فرزندِ مجھ کو معاف کر کے ارشاد فرمایا۔ شرف۔ تو عین ہم ہیں۔ (تیری ذات عین ہماری ذات ہے۔) مولانا سراج الدین اور سید امیر علی وغیرہا علمائے وقت نے اعتراضات کرنے شروع کئے۔ میں نے جواب دیا کہ آپ لوگ کتابی علوم میں گرفتار رہیں۔ خاموش

ہوئے۔ آپ لوگوں کے اُستادوں کو بھی بات کرنے اور سرزق فرمانے کا منصب دیا ہے۔  
 اسی برس فرقہ پوش ہوا۔ اور بے شمار بیگے۔ سلطان جلال الدین خلجی اور سلطان علاء الدین  
 خلجی مع تمام فرزندوں اور سپاہ کے۔ اور تیز دیگر سلاطین ہند میرے مرید تھے۔ اور کسی سے ایک  
 قیراط کی برابر بھی کچھ نیسے نہیں لیا۔ اور ان میں شیخ <sup>علی</sup> اِلّا عِنْدَنَا خَزَائِنَةُ كَفَرَاءِ سے  
 ہر روز ہزاروں ذی احتیاج لوگوں کو ادنیٰ بخشش سے تو نگر کر دیتا تھا۔ اور میرے مریدوں میں  
 بعض نے آگ کے اندر۔ اور بعض نے روی آپ پر سجادہ بچھا کر نماز پڑھی ہے۔ ایک مدت تک  
 ہوا میں مکان و زمان طے کرنے کی یعنی اڑنے کی بجگہ طاقت تھی۔ ایک روز ایک خوش گلو  
 جوان میرے پاس آیا۔ اور اُس نے ایک غول گاٹی۔ اُس کے سننے سے مستی اور شورش  
 پیدا ہوئی۔ جو کچھ طمطراق میرے ساتھ تھا۔ سب کو نیسے چوڑھیا۔ اور اُس قوال کا دعا ایک  
 دعا دیکر پورا کیا۔

جو شخص مرد و لیشون کے اسرار پر دست اعتقاد رکھتا ہے۔ وہ اس جہان میں اور نیز اُس جہان میں اپنی مراد میں  
 پاب ہے مصحح اعتقاد تو بہار گاستان سعادت۔

### یاد شیخ نظام الدین شیرازی

آپ نے عربین شریفین بلجا و خیر زاد و صہما اللہ شرقاً کے طوائف سے دو جہانی سعادت حاصل کی تھی  
 اور آپ کے دل میں صلح و سرود کی فریفتگی اور شیفنگی بے انتہا تھی۔ خدا بینی کا تو فروغ حاصل تھا ہی۔ شریعت  
 و طریقت کے اصول پر بھی اندرونی علائق اور بیرونی آلائش کی شست و شو کمال کی تھی۔ اور یہ مزید پران تھی  
 جسم میں۔ گوش ہرین اور دل میں حق کی باتیں سننے کی استعداد بہت کچھ تھی۔ سلطان نظام الاویا کی  
 خدمت میں دوستی رکھتے تھے۔ اس وجہ سے زائد داری کی بزم میں آپ کی آمد و رفت رہتی تھی۔ قبر سلطان علاء الدین  
 کی دہلی میں آپ کے مکان کی برابر میں بنا لی گئی مصحح زخود خالی و پراز معرفت بود۔

### یاد شیخ وجیہ الدین یوسف چندیری

آپ سلطان نظام الاویا کے بڑے خلیفہ ہیں۔ قدس سرہما درو اور سوز بہت تھا۔ اپنے پیر سے خلافت  
 کا فرقہ مکر حاصل کیا تھا۔ کہتے ہیں جب اپنے وطن سے پیر کی ملازمت میں جایا کرتے تھے۔ تو کئی کئی منزل  
 کی ایک ایک منزل کیا کرتے تھے۔ ایک روز لوگوں نے آپ سے کہا۔ آپ پانون سے نہیں چلتے ہیں۔ بلکہ پرند کی طرح

طرح اُرتے ہیں۔ جواب دیا۔ یہ مرتبہ پانوں کے ساتھ چلنے اور پروں کے ساتھ اڑنے سے نہیں ملتا ہے۔ بلکہ میرا شوق جو ہے یہ طے مکان کا ذریعہ ہے۔ اور یہ حکایت بیان کی۔ زمانہ سابق میں ایک شخص حاکم قنوج ہو گیا ہے جس نے حوض کھیتل کے پانی سے پرورش پائی تھی۔ اور اس پانی کے سوا دوسرا پانی اُس کے مزاج کے موافق نہیں آتا تھا۔ ناچار ایک شتر سوار کی ہر روز اس کام پر نوکری رہتی تھی۔ باوجودیکہ پانچ منزل کا فاصلہ تھا مگر شتر سوار ایک رات دن میں پانی قنوج میں پہنچاتا تھا۔ ایک اور جوان تھا۔ جس کی قنوج میں ایک خوبصورت معشوق کے ساتھ دل بستگی تھی۔ ایک روز یہ عاشق جوان حوض کھیتل کے کنارہ شتر سوار سے ملاتی ہوا۔ چونکہ وہ شناسا نکل آیا۔ اس واسطے اب اُس نے پیغام دینا شروع کیا۔ اور عاشقی کی باتوں میں بیان تک محو ہوا۔ کراؤٹھکے ساتھ قدم بقدم چلتے چلتے دور تک نکل گیا۔ یکا یک اُس کو اپنے دور تک نکل آنے کی آگاہی ہوئی تو رخصت ہونے لگا۔ شتر سوار نے کہا۔ اے سودائی مزاج عاشق۔ اب تو قنوج کی حدود میں تو آ گیا ہے۔ اپنے محبوب کو بغیر دیکھے ہوئے کیوں لوٹا جاتا ہے۔ سخن کوتاہ۔ چند قدم چلا تا۔ کہ شہر میں آ گیا۔ اور دلدار کے دیدار سے آنکھوں میں فروغ۔ اور دل میں فراغ حاصل ہوا۔ دوست و شیوہ محبت کے اس قسم کے عجائبات اتنے زیادہ ہیں۔ کہ لکھنے سے انجام پذیر نہیں ہو سکتے ہیں۔ خواجگاہ چندیری مولفہ

اکین طے ارض کارنگ بہر سنا نیست

اکو خوش جذبہ تا برساند کوبے یار

### یا و خواجہ مؤید المسلمتہ والدین

آپ سلطان نظام الاولیاء کے مریدوں اور نیاز مندوں میں سے ہیں۔ انہی تائیدات کی بدولت دونوں جہان کی سعادت سے آپ کامیاب تھے۔ سرود و سماع کا ذوق گویا آپ کے خمیر میں تھا لیکن بیٹے کے واسطے کمال بقرار رہتے تھے۔ بالآخر پیر کی بشارت سے بیٹا نصیب ہوا۔ نور الدین محمد الفزاری نام رکھا۔ اور اُسے باپ کے سایہ پرورش میں بہت کچھ کمالات اور فضیلتیں حاصل کرائیں۔ مؤید کی ابدی خواجگاہ۔ مقدس حفرہ نظامیہ میں ہے۔

### یا و مولانا حسام الدین ملتانی

آپ سلطان المشایخ نظام الاولیاء کے بزرگ خلفائے ہیں۔ اتقا پرستش۔ اور عرفان میں آپ کو کمال تھا۔ جب آپ حجاز کے سفر سے واپس آ کر سلطان نظام الاولیاء کی ملازمت میں پہنچے۔ تو سلطان الاولیاء نے فرمایا۔ حسام الدین۔ مدینہ منورہ کی زیارت علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ حج کے طفیل میں کرنا۔ محبت والہ و رویش کا شیوہ نہیں ہے۔ اس بنیاد پر آپ زیارت مدینہ کا عمر کر کے واسطے دوبارہ اُٹھ کر گئے۔ اور واسطے

بعد پیر کی اجازت سے چٹن گجرات میں گوشہ گزین ہو گئے۔ کتے ہیں آپ اپنے حالات درویشی کے انھیں بہت کوشش کیا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ ٹاٹ بیچنے سے روزمرہ کی قوت بھم پونچا تے تھے۔ اور جو کچھ بھم پونچتا تھا اس میں سے بھی آدھوں آدھ کسی اور شخص کو دیدیا کرتے تھے۔ جو مستحق ہوتا تھا۔ اور رسمی علوم کے درس میں مشغول رہتے تھے۔ رحلت کے وقت تک یہی روش درفتار اور کاروبار رہا۔

ان بزرگوار کی کیفیت ظاہر ہونے کا سبب لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ ہجری سنہ سات پونچیس تھا۔ ایک شخص نے اس سال کے کسی مہینے میں نجدت سلطان نظام الاولیاء دہلی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا گھر شہر نراناہ میں ہے۔ اور لڑکی کی شادی اتنی نزدیک آگئی ہے کہ مدت معلوم اس قدر رسالت طے کرنے کے واسطے کافی نہیں ہے۔ سلطان المشائخ نظام الاولیاء نے فرمایا۔ شیخ حسام الدین نرناہ کے رہنے والے ہیں۔ ہر دفعہ کو نماز کے واسطے ہماری مسجد میں آیا کرتے ہیں۔ اور پھر چاشت کے وقت تک اپنے مکان پر پونچ جاتے ہیں۔ ہم تم کو ان کے ساتھ کر دین گے۔ تاکہ تم بہت جلد اپنے مکان کو پہنچ جاؤ۔ دو سو روز وعدہ پورا ہو گیا۔ اور یہ بات سنا کر حسامیہ کی ظہور کا باعث ہوئی۔ پھر اپنے لوگوں کی رہنمائی کرنا اختیار کر لیا۔ چھوٹے بڑے سب آپ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ کتے ہیں۔ اس خرق عادت کے بعد آپ کی زندگی۔ ہلالی ایک دور سے آگے نہیں بڑھی۔ آپ کے روضہ کا آستانہ۔ سجدہ گاہ تعظیم بنا۔ خوابگاہ نرناہ ہے۔ مصرع تیز روی کر دوز دنیا گزشت۔

### یا مولانا حسام الدین نرناہ والقدس سرہ

آپ کا سینہ دانش کا دریائا تھا۔ اور دانش جو ہر شے سے آراستہ تھی۔ پھر نگاری و اہل عادت تھی۔ اور خوں آہی جملہ کاروبار کا مدار تہانوی مشائخ کے سلسلہ بیعت میں تھے۔ اور کمال دلہنگی رکھتے تھے۔ طریقت کی رفتار پیران خالوادہ مذکور کی روش پر تھی۔ خوابگاہ نرناہ مصرع خاندان مغربہ مشرق دیدار اوست۔

### یا شیخ نراج الدین عثمان نامور باخنی مسلح

آپ کی زاد بوم بنگالہ ہے۔ زمانہ ہوش شروع ہوا ہی تھا۔ کہ سلطان نظام الاولیاء کی خدمت میں پونچ کر حلقہ بیعت گوشہ عقیدت میں پین لیا۔ حسن خدمت اور نیر حسن سعادت کی وجہ سے مریدی منصب برادری نسبت سے بل گیا کتے ہیں۔ آپ کو آغاز جوانی میں ظاہری علم سے کوئی نسبت نہیں تھی۔ مولانا فخر الدین زراوی رحمہ اللہ نے ایک روز پیر کے حضور میں عرض کیا۔ کہ ایسا شایستگیہ زیرک طبیعت کا جوان۔ علوم سے معتر ہے۔ یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اگر یہ جوان اپنے تئیں چہ مہینے کے واسطے میرے حوالہ کر دیوے تو اس کا سینہ ایسے علوم سے بہرہ روزگار

جن کا گہرہ دقیقہ شناس عالموں کا ہی خمیر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بہت توڑی کوشش میں اپنے علم تحصیل کر لیا اور آئینہ ہندوستان لقب پایا۔ کتے ہیں۔ اسی خدمت گزاری کے زمانہ میں چند بار پیر سے اجازت لیکر اپنی مہربان مان کے ویدار کے واسطے بنگالہ کو گئے۔ اور آئے۔ المقصد جب دونوں جہان کی سعادت حاصل کر لی تو پیر نے فرقہ خلافت دیکر اپنی زاد بوم میں رہنے کی اجازت دی۔ یہاں پر بہت توڑے دنوں میں جملہ خور و کلاں کے پیشوا ہو گئے۔ اور رحلت کے بعد اسی جگہ آرام ہی کیا۔ بیت

مگر دون سراج عالم تن

سراجان باغی سراج بود

یاد شیخ عمر سعد ملاحوری

علاء الحق مخدوم العالم علاء تل بنگالی آپ کا افتاب ہے۔ آپ دونوں جہان کے سردار تھے۔ اور درسی ولد فی دونوں

علم آپ کو حاصل تھے شیخ افی سراج کے مرید ہیں۔ جو سلطان نظام اللادیا چشتی کے بزرگ خلیفہ تھے۔ اخیر میں دہلی ہو گئے۔ اور ملک بنگالہ و بہار میں تمام بہروان حقیقت کے پیشوا ہوئے۔ آپ کی قبر پٹواہ میں ہے قدس سرہ

مصرع عشاق طوف مرقد او خازن بہشت

یاد شیخ نور قطب عالم

آپ کا نام احمد۔ اور لقب نور الدین اور نور الحق ہے۔ شیخ علاء الدین والحق کے بیٹے اور نیز خلیفہ ہیں۔ جو شیخ افی

سراج کے بزرگ خلفا میں سے ہیں۔ خواہ گاہ پٹواہ ہے۔ جو صوبہ بنگالہ کے مشرقی سمت میں ہے۔ درود نیاز اور سوز و

گداز آپ کو بہت تھا۔ باپ کی خانقاہ میں جس قدر درویش رہتے تھے۔ ان کی تمام خدمتیں جیسے کپڑے دھونا۔ پانی

پانی گرم کر دینا۔ ایندھن لا دینا۔ جھاڑو دیدینا۔ آپ انجام دیتے تھے۔ ایک روز پیر بزرگوار نے فرمایا۔ نور۔ دیکھو فلاں

مقام پر جس کنوین سے شہر کی عورتیں پانی کینچتی ہیں۔ اُس کے آس پاس کبچ رہتی ہے۔ پجاری عورتوں کا

بانوں پہلتا ہے۔ حکم ہے۔ اُس جگہ صبح سے چاشت تک۔ اور تیسے پہرے سے شام تک کپڑے رکھ کر دو۔ اور برتنوں

کو اپنی سر پڑھا کر اُس کچھڑے نکال کر جس کے اُس کو دیدیا کرو۔ چار سال تک آپ یہ فرماں برداری کرتے رہے

آپ کے مکتوبات بھی ہیں۔ جن میں سلوک اور طریقت کو شیریں عبارت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور درود نیاز مندی

کا سرکار کو موثر اور شوق افزا الفاظ میں لکھا ہے۔ ذیل کے چند فقرے انہیں مکتوبات میں سے ہیں۔ نور میکین نے

عمر ضائع کر دی۔ اور حصول مقصد کی اُس کو ہوا ہی نہیں ملے گی۔ حیرت اور حسرت کے سنان جنگل میں گیند کی طرح

سرگردان اور پریشان بہتا رہا۔ عمر ساڑھے گز گئی تیر چٹکی سے نکل گیا۔ اور نفس امارہ کی بدی سے نجات نہیں ملی۔

باقی میں ۱۶۔ جگر میں آگ۔ آنکھوں میں پانی۔ سر پر خاک۔ اہل دل میں چاک۔ ان چیزوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا اور ہمیشہ ندامت اور خجالت کے سوا۔ کوئی دست آویز یا تہ نہیں آئی۔ مصرع نور حمت باد شمع مرقدش۔

## یاد شیخ جلال الدین جد شیخ حسام الدین مانکی پوری

آپ عالم عابد۔ عارف۔ عزیز صابر۔ اہل تقویٰ تھے۔ ہمیشہ ناز عشا کے بعد اکتالیس بار سورہ یسین ختم فرمایا کرتے تھے۔ سلطان نظام الاویا کے خلیفہ شیخ محمد سے بیعت تھے۔ کتے ہیں۔ شیخ محمد۔ دو تہمند پاپہوں۔ اور کامیاب لوگوں کے لباس میں بھکاری کی حالت کو چپائے رکھتے تھے۔ اور نیز سلاطین اور ارباب مناصب کی ملازمت میں جاتے آتے تھے۔ ایک روز ملک پور کے قاضی اور انکے بیٹے نے۔ امتحان کے واسطے آپ کی ملازمت کا حکم کیا۔ یہ بات قرار دی۔ کہ اگر آپ ہم کو قند بیگیں۔ تو ہم آپ کی ولایت تسلیم کر لینگے۔ اپنے باطنی فروغ سے آنے والوں کا ضمیر پہنچنے سے پہلے معلوم کر لیا۔ فرمایا حسام الدین ابھی اسی دم چند ساوہ دل لوگ۔ درویش کے امتحان کے واسطے آنے والے ہیں۔ اور ان کے دل میں قند کی خواہش ہے۔ تو اس قندے آؤ۔ تاکہ دل کی طرح ان کا دہن ہی شیریں کر دیا جاوے۔ اور اس اُمت کے درویشوں کی طرف اعتقاد پیدا ہو جب قاضی جی آپ کی ملازمت میں پہنچے۔ تو وہاں پر قند رکھا ہوا دیکھ کر تبسم کیا۔ اور خجالت سے سر نیچے کر لیا۔ رخصت کے وقت مہمانی کے لیے اتماس کیا۔ فرمایا چالیس سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہوتا ہے۔ کہ میں مقلدین قضا کے خوان سے کمانا نہیں کیا ہے۔ کتابت قرآن کی اجرت سے قند کمانا ہوں اور کبھی بے وضو قلم سیاہی میں ترکہ کے صفحہ کاغذ پر نہیں چلایا۔ مصرع دانش آئینہ نور ازل باد

## یاد مولانا خواجہ

آپ شیخ جلال الدین کے بیٹے۔ اور مولانا حسام الدین مانکی پوری کے باپ ہیں۔ عالم۔ فقیہ۔ فاضل۔ درویش۔ خو۔ اور فاؤنڈیشن تھے۔ ایک روز تین خاقون کے بعد ایک شخص فتویٰ لکھنے کے واسطے کچھ نقد آپ کے پاس لایا۔ آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ گھر والوں نے لعن طعن کیا۔ آپ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ بیان تک کہ شام ہونے کو آئی۔ ایک لائبریری ملک عین الدین نام مانکی پور میں اُترا ہوا تھا۔ وہ ایک دعا چڑھا کر تاکھا جس میں ایک لفظ پڑا اس کے دل کے اندر الجھن پیدا ہوئی۔ شہر والوں سے دریافت کیا۔ بیان عالم کون ہیں جن کی خدمت میں جا کر علمی مشکلات پیش کی جائیں لوگوں نے کہا۔ مولانا خواجہ ہیں۔ میر نے کمال عزت اور حرمت کے ساتھ بلا کر جو شکل تھی۔ آپ کی خدمت میں ظاہر کی۔ آپ نے فی البدیہہ صل کر دی۔ امیر کی الجھن دور ہوئی۔ جس قند نقد وہ پیر کے وقت نہیں لیا تھا۔ اسی قند نقد۔ ایک جوڑہ کپڑے۔ اور کمانا پیش کر کے گھر کو روانہ کیا۔ اُس وقت امن طعن کرنے والوں سے اذراہ مذاق کہا



اور مقبہ کیا۔ کہ جو کوئی میری طرح ہمت کو کام فرما کر ناجائز چیز نہیں لیتا ہے۔ جس طرح مجھ کو آج مشکوک چیز کے عوض میں اس کے لینے کے بدولت۔ حلال طلب مال عطا ہوا ہے۔ اسی طرح اسکو بھی عطا ہوتا ہے۔ خلاصہ اس تقریر کا یہ ہے۔ کہ اگر انسان دنیا سے گزر جاوے۔ تو آخرت اسکو ملتی ہے۔ اور اگر آخرت سے بھی اپنے تئیں گزار دیوے۔ تو اس کے عوض حق سبحانہ ملتا ہے۔ دیکھو۔ شیوہ گزشتگی۔ تمہارے حصول کا درجہ کمان سے کمان پہنچاتا ہے۔

### یاد مولانا حسام الدین مانکی پوری رحمہ اللہ

آپ دنیا اور آخرت میں مقبول تھے۔ شیخ نور قطب عالم سے فرقہ خلافت ملا تھا شیخ شہاب الدین مانک پوری بیک بزرگ خلفا میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے پر کے تمام مکتوبات کو فراہم کر کے ایک جلد بنالی تھی۔ جو پیر نے اپنے فرزندوں اور خلفا کے نام لکھے تھے۔ تعداد مکتوبات ایک سو اکیس ہے۔ ان مکتوبات میں زیادہ حصہ ان مکتوبات کا ہے۔ جو مولانا نے اپنے بڑے اور عزیز ترین فرزند شیخ فیض اللہ کے نام لکھے تھے۔ شیخ فیض اللہ قاضی شاہ کے نام سے نام زد ہیں۔ چند خط اپنے دو سسر بیٹے شیخ احمد کے نام بھیجے تھے۔ شیخ احمد کو آپ شیخ بدھا۔ نور دیدہ۔ اور دیدہ نور کہا کرتے تھے۔ بعض خطوط شیخ نعمۃ اللہ کے نام ہیں۔ شیخ نعمۃ اللہ لوگوں میں شیخ نتو کے نام سے مشہور ہیں۔ اور کچھ حصہ خطوں کا ایسا ہے۔ جو شیخ زاہد شیخ اکمل شیخ راجا۔ اور شیخ خواند عالم مشہور بمباحث کے کلام ہی لکھے گئے ہیں۔ یہ شیخ نور قطب عالم کے نواسر ہیں۔ ان سب کو خطوں اور پیغاموں کے ذریعہ سے تلقین فرمائی۔ سلوک طریقت میں عالی مقامات پر پہنچایا۔ خلافت کا خلعت پہنایا۔ ہدایت یابی اور ہدایت دہی کا مرتبہ عطا کیا لیکن سجادہ نشینی پر بیٹے شیخ فیض اللہ کو ہی عطا ہوئی۔ علیٰ ہذا القیاس آج تک شیخ فیض اللہ کے فرزند درجہ بدرجہ اپنے دادا کی جگہ سجادہ نشین ہوتے چلے آئے ہیں۔ تمام بنگالہ والے متفق اللفظ کہتے ہیں۔ کہ خود حسام کے ایک سو بیس خلیفے تھے جو صاحب کمال و اکمال تھے۔ ان میں سے (۱) سید سعود ابن سید ظہیر الدین فتح پوری۔ جو شیخ سیدین کے نام سے مشہور ہیں۔ (۲) سید حامد شاہ ابن سید راجہ شاہ مانک پوری (۳) سید محمد امیر بدہاجن کا لقب سید صوفی ہے۔ (۴) مولانا کمال الدین ۶۰۰ اللہ (۵) مولانا شہر اللہ البواقاسم ملتانی لکنواری (۶) شیخ نصیر الدین محمود ابن شہر اللہ لکنواری۔ (۷) مولانا فرید الدین سالار عراقی (۸) شیخ احمد قنوجی (۹) معین لا سلام اودھی۔ (۱۰) مولانا منہاج الدین بیاری (۱۱) مولانا جمال الدین حسن۔ فخر (۱۲) شیخ نسیار الدین یوسف بن داود کروی (۱۳) مولانا سوند ہو کروی (۱۴) مولانا محمد عطا کروی۔ اور (۱۵) شیخ تاج شہاب مانک پوری۔ جن کا لقب از رانی شاہ ہے۔ یہ تمام صدر الذکر صحیح اکابر زمانہ کے پیشوا تھے۔ بعض اہل باطن تھے اور بعض اہل ظاہر اور اہل بیان تھے۔ قدس اللہ اسرارہم اجمعین

سے رفیق العارفین نام جس میں ایک مرید نے آپ کی دلچسپ باتیں فراہم کی ہیں۔ ان باتوں میں سے ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ مرید کی نسبت پیر کے ساتھ بعینہ ایسی ہے۔ جیسی پیوند کی نسبت جامہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر پیوند سفید ہے۔ تو جس وقت جامہ دھویا جاوے گا پیوند بھی صاف ہو جاوے گا۔ اور اگر پیوند سیاہ ہے۔ تو اس کی سیاہی کم ہو کر ہوند مائل بہ سفیدی ہو جاوے گا۔ یہ بھی اہلنہین باتوں میں سے ہے۔ اگر مرید نیک ہیں تو پیر اہلنہین کی نیکی سمجھیں گے۔ اور اگر بد ہیں۔ تو ان کی بدی معاف کر دیں گے۔ بہر حال بیعت فیض نہیں رہتی بہت

بے خدمت مست خواجہ مگر بے ارادت است | خدمت نصیب بندہ صاحب سعادت است

### یاد شیخ کالو

آپ کا نام کمال ہے۔ اور شیخ حسام الدین مانک پوری کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ کی عمر ریاضت تھی۔ کہ میں قبر ہے بس اتنی باتوں کے سوا آپ کے کسی قسم کے حالات راقم کو معلوم نہیں ہوئے۔ جو جو القلم کے جاوے

### یاد شیخ شمس الدین محمد

آپ نہایت بوڑھے آدمی تھے۔ بیعت تو تھے شیخ نور قطب عالم بنگالہ سے۔ مگر فرقہ خلافت شیخ رفیع الدین باریڈ سے ملاتا۔ اور قیام آپ کا جمیر میں تھا۔ شیخ جمال دہلوی کے پیر شیخ سمار الدین کا دوستی اور یاری کا رابطہ آپ کے ساتھ ہوا تھا۔ شیخ سمار الدین کہتے تھے۔ کہ آپ کی زبان سے بارہا سنا ہے۔ مرشد خواجہ حسین لاویا کی نسل میں ہیں قدس سرہم

### یاد مولانا شیخ من مانک پوری

آپ کو ربانی کلام نظر تھا گوشہ نشینی اور تنہائی سے خوش دل رہتے تھے۔ اسپر ہی اہل جہان آپ کے ہی تھے۔ ان کی طرف متوجہ تھے۔ کسانا کمانے۔ ہاتھ بالکل کینچ لیا تھا۔ اسیاناً اگر اجاتا تھا۔ تو ایک بقرے سے زیادہ نکالتے تھے۔ جو شخص آپ کی ملازمت میں جاتا تھا۔ اس سے گفت و گو اسی کے حال کے موافق کیا کرتے تھے۔ یعنی اگر وہ حقان ہوتا تھا۔ تو اس سے دریافت کیا کرتے تھے۔ تمہارے بیل تو فریب ہیں۔ کیتی سر نہر ہے۔ شقہ دار منصف ہے یا ظالم ہے۔ جب کوئی شخص آپ سے کہتا تھا۔ اس قسم کی باتیں کرنا درویش کے مناسب نہیں ہے۔ تو جواب دیا کرتے تھے۔ حقائق اور معرفت کی باتیں کیونکر دریافت کروں۔ جن کو یہ لوگ سمجھ ہی نہیں سکتے ہیں۔ اور اگر خاموش بیٹھا رہتا ہوں۔ تو پاس آنے والے کو وحشت ہوتی ہے۔ ناچار کلام لفظوں سے کہتے ہیں۔ **عَقُولُهُمْ كَرَابُوتَاهُمْ**۔ تاکہ باہم جدا ہو نوین۔ تو خوشی و خورمی کے ساتھ ہونوین۔ اور جب یہ شخص اپنے گھر جاوے گا۔ تو گھر والوں کے سامنے فخر کے ساتھ کہے گا۔ آج شیخ نے مجھے ایسا کہا۔ اور ایسا دریافت کیا۔

مناسبتوں کے سمجھنے والے اہل سخن اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ ہم جنس گفت و گو کی تقریباً بر محل اکثر  
 باتیں یاد آجایا کرتی ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر ایک حکایت یاد آئی ہے۔ دسویں صدی کے اخیر میں چوتھے حصہ کا  
 آغاز تھا۔ اس وقت کا ذکر ہے۔ شہر پورہ میں عماد الملک رومی کا بیٹا چنگیز خان نامی گجرات کے امیر ان عظم  
 میں سے تھا۔ جب وہ کسی سے بات کیا کرتا تھا تو پانسو روپے چاندی اُسکو دیا کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اس قاعدہ کی  
 پابندی اس غرض سے ہے۔ کہ جب یہ شخص اپنے گھر پہنچے گا۔ اور اپنے اہل و عیال سے کہے گا۔ کہ آج چنگیز خان  
 میرے ساتھ ہم کلام ہوا ہے۔ اگر یہ نقد اس کے پاس نہ ہوگا۔ تو اس کی راست گفتاری کا کوئی گواہ نہیں ہے۔  
 القصد شیخ کے اندر اور بہت سے تصرفات اور خوبیاں تھیں۔ اُن کا قیاس اسی نمونہ پر کر لیا جاوے۔

### یاد مولانا برہان الدین صوفی پور جمال الاولیاء صوفی قدس سرہما

آپ صاحب حال و قال تھے۔ اور علم حجت و برہان بھی جانتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب پدر  
 بزرگوار کو ناسوتی جہان سے کوچ فرمانے کا وقت پیش آیا۔ تو اُن کی کنیز جو اپنے وقت کی عارفہ اور عابدہ تھیں  
 اور جن کو حضرت گنجشکر مادر مومنان فرمایا کرتے تھے۔ جو خرقہ اور عصا پدر بزرگوار کو حضرت کنجشکر نے عطا فرمایا  
 تھا۔ اسے سنبھال لیا۔ ارشاد ہوا۔ برہان الدین کو دیدیا۔ جو اب میں عرض کیا۔ ابھی خور و سال ہے۔ ارشاد ہوا۔ کچھ  
 مصلحت نہیں۔ ماہ نو ہے۔ جلد بدر ہو جاوے گا۔ اور فرمایا۔ کہ جب اس کا زمانہ ہوش آ جاوے۔ تو اس کو چاہیے  
 کہ سلطان نظام الاولیاء کی خدمت میں کوشش کرے۔ کہ اُن کی خدمت سے دو جہانی کمالات حاصل ہو جاویں گے

### یاد مولانا شمس الدین بھٹی

اکثر علمی کتب آپ کے مطالعہ سے نکلی ہوئی تھیں۔ باخصوص اصول فقہ کی کتابیں۔ کہتے ہیں۔ ایک روز آپ صبح  
 اپنے بھائی مولانا صدر الدین کے جو آپ کے ہم سبق تھے۔ مولانا ظہیر الدین کی ملازمت سے اُٹھ کر سلطان نظام الاولیاء  
 کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلطان الاولیاء نے سبق کا سوال کیا۔ جواب دیا۔ کشف عنقریب ختم ہونے والی ہے  
 اور آپ کے ساتھ ایک شکل جو اُس روز کے سبق میں تھی۔ عرض کی۔ سلطان الاولیاء نے اونی توجہ سے وہ دشواری  
 آپ کے رو بروں کر دی۔ جو بہت سے علم و دانش کے ساتھ ہی مدرسہ میں صل نہیں ہوئی تھی۔ آپ وہاں سے عہد حاصل  
 کر کے استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور گزری ہوئی حقیقت حال ظاہر کی۔ اور پھر دوسرے روز استاد کے  
 ہمراہ خانقاہ نظامیہ میں آکر بیعت ہوئے۔ اور خرقہ خلافت اور اجازت نامہ لیا۔ القصد ایک عرس کا ہنگامہ تھا  
 قوال ہو رہی تھی۔ ایک غزل سنکر آپ کا حال دگرگون ہوا۔ نالہ و نغان کر رہے تھے۔ کہ آپ کا نفس ناطقہ روح

رمانی سے جا ملا۔ مصرع آفتاب ذات اور مشرق و مغرب یکے است۔

## یا مولانا مخدوم الدین نذرآدی

آپ بخیر و عالمون اور استاد نامور و دین سے ہیں۔ کتے ہیں۔ ایک روز آپ پر سلطان نظام الاولیاء کی نگاہ بڑھ گئی تھی کہ رسمی علوم کا خزانہ اور درسی قیل و قال کا کوزہ تمام تباہ و برباد ہو گیا۔ ناچار مرید ہوئے۔ تمام مکتب خانہ مدرسہ دہون کو تقسیم کر دیا۔ اور وحدت کے مسئلہ کو اپنی نماز و نیاز کا قبلہ گاہ بنایا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ پیر کی اجازت سے حجاز کے سفر کو گئے۔ جب واپس آتے تھے۔ کشتی ٹوٹ گئی۔ دریا میں ڈوب گئے۔ غیب سے ایک شخص نے آواز دی ہذا بحر عمیق غریق فی البحر شیخ نجم الدین ابو البرکات مالکی عربستان سے دہلی میں آئے تھے۔ بیان کرتے تھے۔ بچے ایک زیبا شکل جوان کو انوار الہی کا برابر ہو طبق ہاتھ میں بکھے ہوئے دیکھا۔ پوچھا تم کون ہو۔ کہاں جاتے ہو۔ اور کیا یہ جاتے ہو۔ جواب دیا۔ میں فرشتہ ہوں۔ لدنی علم نذرآدی کے لڑکے کے واسطے یہ جاتا ہوں جس نے گوشہ شب کو اکتسابی علوم۔ خدائی محبت میں چھوڑ دئے ہیں۔

## یا دوشیح شمس اوتاول

اوتاول۔ ہندی زبان میں جلد باز کو کہتے ہیں۔ ہدایت دہی میں آپ کی شعاع۔ اپنے نام کی طرح۔ مثل آفتاب عالم فائدہ دہانی میں آپ کی رفتار اپنے لقب کی طرح مثل ماہ تھی۔ کہتے ہیں۔ آپ سلطان نظام الاولیاء کے حضور میں اس قسم کی باتیں بہت کیا کرتے تھے۔ کہ ایسی صورت کی آرائش اور طینت کی زیبائی۔ جو اندرونی افسردگی کا نشان اور دبستگی کا گواہ ہے۔ کیونکہ درویش کے واسطے موزون ہو سکتی ہے۔ سلطان نظام الاولیاء حجاز نہیں دیا کرتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ سلطان نظام الاولیاء اپنا سر پیر علیہ السلام کے مبارک زانو پر رکھے ہوئے سو رہے ہیں۔ اُس وقت گویا زبان طعن کاٹ کر پینک دی۔ اور ہر ہوشیہ اوب و اعتقاد ملحوظ نظر کیا۔ سلطان الاولیاء بھی فرمایا کرتے تھے جس کسی کو اپنی مراد پر خواہ دو آنجھانی ہو۔ یا آنجھانی۔ جلد پہنچنا منظور ہو۔ وہ ہمارے شمس کی ملازمت کرے۔ اس بنیاد پر آپ کو اوتاول کہتے ہیں۔ خواہ نگاہ دہلی۔

مصرع باد خرم جان اواز فیض حق۔

## یا دوشیح حیدر

اپنے خاموشی کو اپنے سخنِ حال کا نقاب بنا رکھتا۔ اور ہمیشہ اہل حبان کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے۔ آپ سلطان امیر نظام الاولیاء کے خلفائے امین سے ہیں۔ خواہ نگاہ لاڈوں کی سرانے میں ہے۔

## یا وخواجہ تقی الدین نوح

آپ خواجہ ہارون کے بہائی ہیں۔ درویشوں کی سی عادت۔ عالموں کی سی طبیعت۔ اور عابدوں کی سی روش تھی۔ بے انتہا عبادت اور ریاضت کرنے سے دن رات میں آپ کو کمانے پینے کی بھی فرصت نہیں ہوا کرتی تھی۔ ایک روز سلطان نظام الاولیاء نے دریافت کیا۔ اس قدر عبادت کرنے سے تمہاری آرزو کیا ہے۔ جواب دیا۔ پیر بزرگوار کی عمر کی درازی۔ سلطان نظام الاولیاء بہت خوش ہوئے کہتے ہیں۔ بالآخر۔ اپنی صحت۔ بیماری۔ دق کے ہاتھ فروخت کر کے شیخ سے پشتر ہی کوچ کر گئے۔

## یا وخواجہ ابو بکر مصطفیٰ ابرو وار

آپ گویا عورت و کرم کا خزانہ۔ اور ذوق و شوق کی کان تھے۔ آپ کے سماع کے وقت خالقانہ کے در و دیوار جنبش میں آجایا کرتے تھے۔ اور حاضرین مجلس میں یہاں تک جوش ہوتا تھا۔ کہ فریاد آسمان تک جاتی تھی۔ لوکل اور استغنا کے دائرہ سے پانون کبھی باہر نہیں نکالا۔ اہل دولت کے آستانہ پر کبھی احتیاج لیکر نہیں گئے اور با اینہم سے بترایام گزاری کی۔

## یا وخواجہ رفیع الدین ہارون

آپ سلطان نظام الاولیاء کے مرید اور (ہن کے لڑکے) بہانجہ ہیں۔ پیر کی نظیر میں تمام عزیزوں اور مریدوں سے زیادہ عزیز تھے۔ پیر آپ کے بغیر کمانہ نہیں کیا کرتے تھے۔ کلام ربانی حفظ تھا۔ تیر اندازی میں ہاتھ بہت ہلکا اور شست بہت درست تھی۔ سلطان الاولیاء نے اپنی زندگی میں آپ کو اپنی اوقاف کا متولی کر دیا تھا۔

## یا وشیخ بابو پستی

آپ کی خواہ گاہ کنباچہ میں سے جو ایک بندر ہے احمد آباد سے دو منزل دور۔ شیخ شیدا آپ کے مرید تھے۔ پیر ہارون مرید (شیخ شیدا) کے کمانہ نہیں کیا کرتے تھے۔ ایک روز ایک خادم نے کمینہ پن اور نیز زیادہ ہو کا ہونے کی وجہ سے کہا۔ ایک جولاہ کب س قابل ہو سکتا ہے۔ کہ اس کا انتظار کیا جاوے۔ پیر نے فرمایا۔ کمانا لاؤ۔ جب دیگ سے سرپوش اٹھایا تو دیگ میں کیرے کلبلا نے لگے۔ فرمایا۔ پر ڈھک دو۔ اور ڈھکا رکھو۔ جب تک شیدانہ آوے۔ شیدا آئے۔ اور کمانا نکالا گیا۔ بالکل پاک صاف نکلا۔

غوثی طلسمی عالم کو ایک ہنگامہ سمجھنا چاہیے۔ جس کے اعراض اور جواہر ہر ایک شخص کی نظر میں آسکتے اندیشہ اور توہم کے تابع ہوتے ہیں۔ لیکن تغیر اکثر معانی میں ہوا کرتا ہے۔ اور اس کو ظاہر شریعت میں بھی جائز جانتے

ہیں اور صورت کی تبدیلی از قسم خرق عادت ہے۔ اولیاء اللہ کی کلمات کے ذریعہ سے اُسکو بھی ممکنات سے سمجھنے  
ہیں۔ اور اشیاء کے باطنوں پر چوہم ہے وہ جمال اور جلال کا ہی ہے۔ جو گونا گون اسما اور صفات کے پردہ میں ظہور  
کر رہا ہے۔ جیسے کہ مذکورہ بالا خادم کی نظریں کمانا کیرٹ ہو گیا۔ جس کا دل تجلی جلالی اور حقیقت پوشی کے ساتھ  
نام زد تھا۔ اور شیدہ کی نظریں کمانا اپنی اصلی صورت میں معلوم ہوا۔ جس کا دل جمال اور عقیدت کی صفت  
سے آراستہ تھا۔ حدیث **لَا تَأْخُذُكَ مَا صَدَقَ لَكَ وَلَا تَهْدِيكَ مَا كَذَبَ لَكَ** اسی مقام کا بیان ہے۔ مصرع۔

یاد اجماع صورت و معنی مسخرش

### یاد خواجہ شمس الدین دہلوی

آپ امیر خسرو کے (ہین کے بیٹے) بہا بنجہ ہین۔ قافیہ کا علم۔ نظم کا ذوق۔ اور طبیعت کی موزونی یہ صفات  
آپ کی ذات میں کمال درجہ موجود تھیں۔ سلطان نظام الاولیاء کے جمال یا کمال پر عاشق تھے۔ یہاں تک کہ نماز پڑھتے  
وقت جب تک کہ سلطان الاولیاء کے چہرہ منور پر نظر نہیں کر لیتے تھے۔ بکیر تحریر یہ نہیں کہتے تھے۔ فرماں برداران  
نظامیہ میں سے بعض کا یہ قول ہے۔ کہ عشق کی ہی بیماری میں جان دیدی۔ اس بیماری کے سوا کوئی اور  
علت آپ کے فراموشی میں واپسین دم تک نہیں تھی۔ اور جو قبر بزرگوار مامون کے مزار کے تحت میں ہے۔ کہتے  
ہیں۔ کہ وہ آپ کی ہی قبر ہے۔ شاید ہوگی۔

### یاد خواجہ عزیز الدین ابن خواجہ ابوبکر

آپ خانہ شریعت کے ستون۔ اور دربار طہیث کے ذریعے تھے۔ کہتے ہیں۔ آغاز جوانی سے ختم زندگانی تک  
کبھی تکبیر اولیٰ ہاتھ سے نہیں جانے دی۔ مقدس روضہ نظامیہ میں اکثر اوقات نماز کی امامت کیا کرتے تھے۔ اور  
وہاں سے باہر نہیں جاتے تھے۔ ہر شب جمعہ میں ختم قرآن کرنا آپ کا وظیفہ تھا۔

### یاد مولانا مغیث الدین دہلوی

آپ سلطان نظام الاولیاء کے مقبول اور بزرگ خلفائے میں سے ہیں۔ ہجری سنہ سات سو بیس میں پیر بزرگوار کی  
اجازت سے مالوہ کی طرف گئے۔ اور شہر اجمین میں دریا سے شہر کے کنارہ گوشہ گزین ہو گئے۔ جب عالم علوی کو کوچ فرمایا  
تو اسی جگہ قبر بنائی گئی۔ جہاں گوشہ گزین تھے۔ عجیب جگہ ہے۔ ہوا اور فضا کے اعتبار سے بہشت کا نمونہ ہے  
ہر شب جمعہ کو اکثر لوگ نذر و نیاز آپ کے مزار کے پاس درویشوں کو تقسیم کیا کرتے ہیں۔ سرد و سماع کی مجلس ہوتی  
ہے۔ اور نیز حسن و عشق کا بازار گرم ہوتا ہے۔

## یاد شمس الدین خاموش

آپ سید محمد کرمانی کے فرزند ہیں۔ آپ کا چہرہ حسین تھا۔ اور عادات و لکش متین۔ اکثر خلفائے نظامیہ سرود و سماع کی مجلس آپ کے مکان میں کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک کم فہم آدمی تھا۔ اُس نے آپ کی سیادت اور ولایت پر اعتراض کیا تھا اُسی دم کیا دیکھتا ہے۔ غصہ میں بہری ہوئی ایک جماعت اُس شخص کے ہاتھ باندھ کر سولی کے نیچے لیے جاتی ہے۔ یہ حالت دیکھ کر وہ شخص دل میں اپنے خیال سے باز آیا۔ پس خوف دلانے والی صورت مع اپنے اثرات کے نظر سے غائب ہو گئی۔ شخص محترض نے یہ عجائبات دیکھ کر آپ کے قدموں میں سر رکھا۔ عذر و معذرت سے پیش آیا۔ اور جو کچھ اُس پر واقعہ گوارا تھا۔ بیان کیا۔ کہتے ہیں۔ آپ نے ہجری سنہ سات سو بتیس میں بہتی موہوم کو چھوڑ دیا۔ مصرع داشت رویش در دل و درویدہ حکم آفتاب۔

## یاد مخدوم جہانیاں قدس سرہ

آپ کا نام سید جلال تھا۔ آپ بخارا کے سادات عظام میں سے ہیں۔ ظاہری علم اور باطنی معلومات سب کچھ آپ کو حاصل تھی۔ عالم غیب کے عالم دنیا میں آپ کے تشریف لانے کی تاریخ چند رہوین شعبان کی رات ہے اور ہجری سنہ سات سو سات تھا۔ اور اسکانی سرے سے وجوب کے محل کو بازگشت کا سال اور مہینا عید قربان کا روز اور ہجری سنہ سات سو چالیس اور گ بیان کرتے ہیں۔ آپ شیخ رکن الدین ابو الفتح قرشی کے مرید اور نصیر الاولیا چرخ دہلی کے خلیفہ ہیں۔ چند روز آپ کو امام عبدالعزیز یافعی صاحب تاریخ کے ساتھ بھی اتفاق صحبت رہا ہے۔ ایک کتاب خزانہ جلالی آپ کی ملفوظات میں سے ہے۔ اُس میں آپ نے بہت سی فائدہ مند باتیں امام سے لکھی ہیں۔ اور آپ کے ایک مرید تھے شیخ جمال نام تھا۔ اپنے وقت کے عالم تھے۔ اُنہوں نے جو آپ کی پراثر باتیں بواسطہ یا بیواسطہ سنی تھیں۔ اُن سب کو اپنے قلم سے فراہم کیا ہے بڑی کتاب ہو گئی ہے۔ جامع العلوم جلالی اُس کا نام بتلاتے ہیں۔

آپ کے دل چپ کلمات میں سے یہ بات بھی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے۔ شریعت اعضاے بدن کا پاک کرنا ہے تعمیل و امر اور اجتناب نواہی کے ذریعے۔ طریقت دل کو منور کرتا ہے۔ تہذیب اخلاق کی مدد اور حقیقت نفس ناطقہ کو پاک و صاف کرنا ہے۔ لیکنہ روح سے ماسوائی رنگ دور کر کے۔ اس بنیاد پر شریعت کے پہاڑوں میں کا ایک ذرہ بھی طریقت اور حقیقت کے آفتاب کی شعاعوں سے بہتر اور بزرگ تر ہوتا ہے۔ حال آنکہ شریعت سے مخلوقات کے صرف جسم کی اور ظاہری افعال و اقوال کی ہر اشگی ہوتی ہے

اور طریقت و حقیقت کا تعلق اندرون آزادی سے ہوتا ہے۔ اور نیز طریقت و حقیقت اللہ عز و اسم کے کی نظر گاہ ہیں۔ کیونکہ شریعت کے ساتھ گناہ گاری۔ ذاہی تباہی خیالات۔ اندرون کفر۔ اور نہانی شرک یہ تمام چیزیں ایک شخص کے اندر جمع ہو سکتی ہیں۔ برخلاف طریقت اور حقیقت کے۔ کہ یہ دونوں چیزیں روح کی روشن ضمیری پر مبنی ہیں۔ اور روشن ضمیری کا پیدا ہونا راستی۔ درستی۔ یگانگی۔ یک رنگی۔ گشتگی۔ پرہیز گاری۔ ایک کو دیکنا۔ اور ایک ہی سوچنا۔ ان صفات کے ساتھ متصف ہونے کے بدون ممکن نہیں۔ اور مذکورہ بالا تین طریقوں کا نام اصطلاح تصوف میں تزکیہ تصفیہ۔ اور تجلیہ ہے۔ ان طریقوں کا مفصل اور صحیح بیان اکثر کتب تصوف میں لکھا ہوا ہے۔ وہ دیکھنے کے قابل ہے۔

عید قربان کے روز ملک الموت۔ مخدوم کے پاس ادا کے امانت کا پیغام لائے اپنے فرمایا۔ لوٹ جاؤ۔ اور تیسکر پرتک صبر کرو۔ تاکہ جلال کے لڑکوں کو خوشی کی صبح۔ ماتم کی شام نہ ہو جاوے۔ جب لوگ عید کی چیل پیل سے فارغ ہوئے۔ تو اپنے معنوی سفر کیا۔ مصرع باد عید جان اور دیا از حق۔

سید شرف الدین مشہدی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔ کہ مخدوم کو کچھ آدھ چار سو چالیس اصحاب کے خلافت تھی۔ منجملہ ان کے جس قدر بیان صحت کو پہنچا ہے۔ اور شجرہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ یادداشت میں لکھ لیا ہے۔

### فہرست خلافت مخدوم قدس سرہ جو صحیح بیانات سے معلوم ہوئی ہے

۱۔ پدربزرگوار سید کبیر بخاری سے خلافت تھی  
 یہ سلسلہ آباد اجداد کے ذریعہ سے حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

دوسرے۔ اپنے عم سید محمد بخاری سے تھی۔	یہ دونوں خاندانوں کے شیخ بہار الدین زکریا تک متعلق ہوتے ہیں۔
تیسرے۔ شیخ رکن الدین ابوالفضل سے	

چوتھے شیخ الاسلام محمود شاہ زاد بوم تشر۔ مسکن سورگاہ علاقہ فارس سے	مخدوم نے ہجری سنہ سات سو اڑتالیس میں جب کہ محمود شاہ کی عمر ایک سو تیس سال کی تھی۔ ملازمت میں پہنچ کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ اور کتاب عوارف خطبہ سے خاتمہ تک پیرے بڑھی تھی۔ پیرے عوارف کو مصنف کی خدمت میں پڑھا تھا۔ دو تین چار ان مثنویوں خاندانوں کا سلسلہ شیخ الشیوخ سہروردی تک پہنچتا ہے
--	--



پانچویں - امام عبداللہ یافعی سے خلافت تھی ۔	یہ شجرہ ابو مدین مغربی تک پہنچتا ہے ۔
چھٹے - شیخ ابو عبید صینی سے ۔	یہ دونوں سنین سید محی الدین عبدالقادر
ساتویں - شیخ نور الدین علی ابن عبیدالسطرا بلس سے	جیلانی سے جا ملتی ہیں ۔
آٹھویں - شیخ نور الدین گنج شکر سے ۔	عالم روحانی میں ۔
نویں - شیخ قطب الدین سنور سے ۔	ان چاروں چمنوں میں شگفتگی خواجہ معین الاولیا
دسویں - مولانا شمس الدین بکھی اودھی سے ۔	چشتی اجمیری کی نو بار ہدایت سے ہے ۔
گیارہویں - نصیر لادویا - چراغ دہلی سے ۔	
بارہویں - شیخ رکن الدین منجی سے ۔	یہ سلسلہ شیخ ابو عبیدالغضیف شیرازی کے توسط
	سے سلطان ابراہیم ادہم کو پہنچ کر خواجہ ادریس
	قرنی تک منتہی ہوتا ہے ۔
تیرہویں - سید جلال اوجھوی سے ۔	یہ ہدایت کا خاندان شیخ نجم الدین کبریٰ سے
	جا ملتا ہے ۔
چودھویں - سید عبداللہ محمود چشتی سمرقندی سے ۔	یہ خاندان خواجہ سوہو چشتی تک پہنچتا ہے ۔
پندرہویں - شیخ نجم الدین صفحانی سے ۔	یہ خاندان شیخ ابو بکر نساج پر تمام ہوتا ہے ۔
	قدیس اللہ اسرارہم اجمعین ۔

لکن کے سوا اور خلافتیں جو صحت کے وہیہ کہ نہیں پہنچی ہیں ۔ بہت سی ہیں ۔ ایک بیان ہے ۔ کہ سو سے متجاوز ہیں ۔ ہی اوپر بیان ہو چکا ہے کہ سید شرف الدین شہدی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے ۔ کہ کچھ اور چار سو چالیس خاندانیں رہنا ۔ اور عالموں سے مخدوم نے طاعت حاصل کر کے خلعت خلافت ۔ اور فیض پایا تھا جس قدر کوشش کے ذریعہ سے تحقیق ہوا ہے ۔ لکھا گیا ۔ اگرچہ دیگر رسالے ایسے موجود ہیں جن کے اندر مخدوم کی خلافتوں کا سلسلہ بعض میں مذکورہ بالا تعداد سے کم اور بعض میں زیادہ لکھا ہے ۔ مگر صحیح طور پر یہ معلوم نہیں ہوا ہے ۔ کہ لکھا ہوا حال کمان تک قابل طینان ہے ۔ العلم عند اللہ ۔

یا د امیر سید احمد ابن سید محمد کرمانی

آپ کی کرامتیں زبردست تھیں ۔ اور حالات قوی تھے ۔ سلطان محمد تغلق شاہ نے بزرگ سلطنت ایک

آپ کے پانون میں بیڑیاں ڈال دی تھیں۔ مگر وہ بدون ہاتھ لگانے کے فوراً کھل پڑیں۔ جب یہ ماجرا سلطان نے سنا۔ تو آپ کی محبت اس کے دل میں پیدا ہوئی۔ اور استحکام کے ساتھ پیدا ہوئی۔ اور از سر نو مصاحبت کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ علی کمالات سلطان نظام الاولیا سے حاصل ہوئے تھے۔ خلافت کا فرقہ بھی سلطان سے ہی تھا۔ سلطان الاولیا کے خلفا کے اجازت نامے آپ لکھا کرتے تھے۔ روز پنجشنبہ تاریخ اکیسویں شعبان ہجری سنہ سات سو باون کو اپنے اپنی زندگی کا باون تعینات کی زنجیر سے نکال لیا۔ بیت

اگر نیار دست پائے ہوشمند | حلقہ حلقہ بگس آن زنجیر را

### یاد شیخ نصیر الدین محمود اودھی

گنج معانی اور چراغ دہلی آپ کا لقب ہے۔ نفس جو بظاہر دوست اور عاۃ دشمن ہے۔ اس کی لڑائی میں آپ کو فتح مندی کے ساتھ کامیابی ہوئی تھی۔ وجدان۔ کشف۔ اور اشرف یہ مدارج بھی آپ کو حاصل تھے۔ شیخ جمال دہلوی نے سیر العارفین میں لکھا ہے۔ سلطان نظام الاولیا کا سال زندگانی جب نوے اور چار چورانوے کو پہنچا۔ تو روز چہار شنبہ اٹھارہویں ربیع الثانی ہجری سنہ سات سو پچیس کو خلفا کی انجمن فراہم کی اور ہر ایک کو فرقہ خلافت عطا فرما کر جدا جدا سمتوں میں مقرر کیا۔ اخیر میں چراغ دہلی رہ گئے۔ آپ کو اپنے پیر کا فرقہ۔ مصلی۔ تبیح۔ اور کاسہ عنایت فرما کر اپنا جانشین کیا۔ اور دہلی والوں کی رہنمائی۔ آپ کے سپرد کر کے وصیت فرمائی۔ کہ اعیانہ کے آزار اور سرزنش پر صبر کرنا۔ اپنی عادت رکھنا۔ اسی روز پچھلے وقت آنکھیں بند کر کے عالم قدس کو روانہ ہو گئے۔ بعد میں جملہ خلفانے بھی آپ کی جانشینی پر خوشی کے ساتھ رضامندی ظاہر کی۔

کہتے ہیں۔ سلطان محمد تغلق شاہ کا مزاج کج واقع ہوا تھا۔ بے وقت آرزو میں اور کام پیش کر کے آپ کو ناحق خفت پہنچایا کرتا تھا۔ رازداروں نے چراغ دہلی کی خدمت میں عرض کیا۔ جس دعا سے کبیر کردار لے۔ ایسی دعا سے بد کردار کو کیوں گوشمالی نہیں دی جاتی ہے۔ فرمایا۔ نصیر کا معاملہ اپنے علیہ نصیر کے ساتھ ایسا ہے۔ کہ وہ بدون کسی لغزش کے ایسی آزمائش پر گوشمالی نہیں دیتا ہے۔ اس بنیاد پر سلطان کے دل میں کدورت پیدا کرنا۔ درویش کے واسطے زیبا نہیں ہے۔ بلکہ احسان مند ہونا مناسب ہے۔  
القصہ۔ آپ کے واسن ارشاد سے بہت کھدائش اس لوگوں کو ولایت حاصل ہوئی اور وہ قطب بھی ہوئے۔ بعض کے صحیح حالات ان اصحاب کے حالات کی یادداشت سے ظاہر ہونگے۔ جو آپ کے

بیعت ہیں۔ اور مجنون نے خرقہ خلافت پہنایا ہے۔ آپ نے پیر کے بعد بیستیس سال تک لوگوں کی ہدایت کی۔ پھر واپسین چھوٹا

چراغِ دہلی از ہر سیمایا آسمانی شد

اگر ناخوش پیدا باخوشی تن ہر سایگرواند

## یاد شیخ ابراہیم

ابو شیخ نصیر الدین چراغِ دہلی کے امام تھے۔ کہتے ہیں۔ ہنگامِ ناز تکبیر اولیٰ امین آپ کی نظر۔ جمالِ کعبہ پر پڑا کرتی تھی۔ اس سبب ناچار آپ الیٰ علین الکعبۃ کما کرتے تھے۔ نہ الیٰ جہتہ الکعبۃ۔ آپ کی قبر کالیہ میں ایک قبہ کے اندر ہے جو مولانا خواجگی قدس سرہ کے گنبد کی برابر میں ہے۔

مولانا خواجگی کے تین بھائی اور تھے۔ مولانا مغیث الدین اور مولانا وحید الدین۔ دونوں ایک ہی جگہ اُجین میں بانی کے کنارہ سوئے ہوئے ہیں۔ اکثر لوگ شبِ جمعہ کو تدرین لیجاتے ہیں اور مولانا غیاث الدین نے قصبہ دہار کی حدود میں آرام فرمایا ہے۔ اور یہ دونوں شہر۔ ملک مالوہ میں ہیں۔

## یاد حسین خلیفہ نطقِ ام الاولیا

خرقِ عداوت کا لباس۔ اور توفیقِ عبادت کا خلعت۔ جو معرفت اور حقیقت کی سخاوت سے آراستہ تھا۔ اپنے زہد بن کر رکھتا تھا۔ آپ ہجری سنہ چہ سو اڑسٹھ میں علمِ غیب کے خلیفہ خانہ سے عالمِ ظہور میں تشریف لائے۔ اسی سترہ سال کی عمر کے بعد۔ خدا طلبی کے واسطے میں قدم رکھا۔ ایک سو تیرہ سال طریقت کی سیر فرما کر ہجری سنہ سات سو اٹانوے میں عالمِ صورتِ ملک معنی کوکچ فرما گئے۔ آپ کی خواہنگاہ نیرواہ شہر میں تالابِ سلسنگ کے کنارہ ہے کہتے ہیں۔ حسن و جمال کے آغاز میں ایک روز آپ اٹھائے راہ میں ببلوں مجنون کے پاس جا پونچے۔ ببلوں

کی خلیفہ میں آنکھ آپ کے جمال اور حال پر پڑی۔ ایسے فریضہ ہوئے۔ کہ دلِ محبت کے جمال میں غمبس گیا۔ اور خود ہمراہ لگے۔ ہر چند پرستار ان ہمراہی نے وہ بات کی۔ مگر وہ تو دلِ دادہ تھے۔ دورِ باش کا رگڑ نہ ہوئی۔ اس واسطے صاحبِ حسن نے تنگ ہو کر ببلوں کی پشت پر ایک تازیانہ رسید کیا۔ ببلوں نے نعرہ مارا۔ اور رقص کرنے لگے۔ تازیانہ مارنے والا کی آواز سن کر بیوش بلکہ دیوانہ ہو گیا۔ بارہ سال ببلوں ایک درخت کے نیچے گزار دیئے۔ اور چوتے

اس کے گرتے تھے۔ وہ اپنی توت کے کام میں لاتے تھے۔ ناگاہ ایک رات عالمِ خواب میں حضورِ خاتم النبیا علیہ السلام نے آپ کو ان الذین یبایعونک انما یبایعونک کے حلقہ میں لیکر اپنی خاص کلاہ سے سرفرازی بخشی اور فرمایا۔ ہر ایک وہ میں ایک شخص اولیا اللہ کا مدار ہو گا۔ اس زمانہ میں سلطان نظام الدین بدایونی مدار ہیں۔ ان کی ملازمت میں جلد جاؤ۔ ہم جی سفارش کیے دیتے ہیں۔ حکم کی تمس کی گئی۔ جب آپ خانقاہ کی دہلیز پر پہنچے

سلطان نظام اللادیا نذریہ اپنے باطنی فروغ کے آپ کے آنے سے آگاہ ہوئے ایک نوکر کو ارشاد کیا۔ سید حسین کو اندر بلاؤ۔ جب نوکر باہر آیا۔ تو اس نام کے بہت لوگوں کو کھڑا پایا۔ واپس چلا گیا۔ ارشاد ہوا۔ سید حسین دہلوی کو بلاؤ دہلوی بھی اس نام کے چندا شخص تھے۔ پہوا پس گیا۔ اور جاکر خاموش کھڑا ہو گیا۔ حکم ہوا۔ کہ دہلوی غیباٹ پورھا کو ہم بلانا چاہتے ہیں۔ اس تخصیص سے امتیاز ہوا۔ اور آپ اندر گئے۔ سلطان نظام اللادیا نے: سی ہم اپنے سر کے کلاہ اتار کر آپ کو دی۔ آپ نے عرض کیا۔ فقیر خواب میں فاتح وحدت اور خاتم نبوت علیہ السلام سے بیعت ہو چکا ہے۔ جو اب دیا۔ یہ محبت کی کلاہ ہے۔ نہ کہ بیعت کی۔ اس بات پر اپنے کمال عجز وانکسار سے کلاہ قبول کی۔ چند روز بعد درسی علوم کی تحصیل کے واسطے اجازت ملی۔ اور تھوڑے عرصہ میں علم کے دروازے آپ کے رو پر و کھل گئے۔ یہاں تک کہ ہر ایہ ذمہ پر شکل کشا حاشیہ اپنے لکھا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب دونوں عالم کے کمالات سے آپ کامل و مکمل ہو گئے۔ تو آپ کو خرقہ خلافت عطا فرما کر گجراتیوں کی ہدایت کے واسطے رخصت کیا جب آپ حسب ارشاد پیر ابنی کشمیرہ بی بی آرام نام کے ہمراہ گجرات کی طرف آئے۔ تو ایک موضع ہے کہ دروی نام مسافرات دیوی میں رہاں پر آپ ایک مدت تک خدا پرستی کرتے رہے۔ اور پھر وہاں سے نندرا میں جا کر حجرہ بنا لیا۔ دونوں آدمی حضور تھے۔ جس حیثیت سے کہ ان کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ اسی حیثیت سے خاک کے پیٹ میں جا آرام کیا۔ ایک دفعہ دو مرد سپاہی صورت آپ کے پاس آئے۔ اپنے فرمایا۔ سر دوستی کا شوق دل سے جوش کر لے۔ ان دونوں شخصوں نے اپنی تلوار گرد کر لکر توال کا اور کچھڑی کا خرچہ ہم پہنچایا۔ اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ سماع سکر خوش ہوئے اور دونوں کو دعا سے خیر سے دونوں جہان کی نعمتیں دیکر بالامال کیا۔ انہوں نے بہت جلد تن گداری اور جہان نوازی کی توفیق اور داد و بخش کی دستگاہ حاصل کر لی۔

کتے ہیں۔ سلطان وقت رعایا کے اور ظلم کیا کرتا تھا۔ آپ نے بہت کچھ نپند و نصیحت فرمائی۔ سلطان کے کان خوش آمد کی باتیں سننے کے عادی تھے۔ ہذا یہ بات اسکو پسند نہیں آئی۔ اپنے غضب ہو کر پیغام بھیجا۔ کہ تو بس شحمہ سے زیادہ نہیں ہے۔ غزل نصب ہمارے اختیار میں ہے۔ ظلم کرنے سے باز آ۔ یا واپسین سفر کے واسطے کمرباندہ لے۔ اس نے بستی سے اس تبنیہ کو بھی باہر ہوائی سمجھا۔ اسی روز غول کے غول سانپ اور بچھو آٹھوں طرف سے اسکے گرد فراہم ہوئے۔ جب سلطان نے یہ صورت خراب دیکھی۔ تو ظلم سے باز آ کر توبہ کی۔ اور چندہ معاش کے لیے سید کی آل و عیال کے نام پر مقرر کروے۔ اور میدانہ سلوک کے ساتھ پیش آیا۔

## مصرع حسب و حسب نبی داشت حسین

### یا دبی بی آرام حضور

آپ سید حسین نروالہ کی ہمیشہ میں بشریت اور طریقت کی راہ چلتے میں اپنے عارت بہائی کی برابر تہین جب ان دونوں کو بزرگوار پر سلطان المشائخ نظام الادویا کی خدمت سے گجرات جانے اور رہنے کی اجازت ملی۔ تو اتنی توفیق کو رفیق بنا کر دونوں اُس ملک میں جا پہنچے۔ موضع کدوری علاقہ دیوہی میں عبادت اور قیام کے واسطے گوشہ اختیار کیا۔ اور ہذاے تعالیٰ سے اسلمہ کی عبادت میں زندگی کا حاصل یعنی بے بہا انفاس نص کر کے دریا راتھی سے سعادت قبول حاصل کی۔ ایک شخص محض بیہودہ اور بے عقل تھا۔ اتفاقاً وہاں آنکلا اور ایسے طریقے سے سوال کیا۔ جو ادب بالکل بعید تھا۔ یعنی یہ کہ تم دونوں شخصوں کے درمیان میں کیا نسبت ہے۔ جواب پایا۔ باہم برادری اور خواہری کی نسبت ہے۔ اُس نے اس جواب کو لغو سمجھا۔ اور ایسی نامناسب گفت و گو سے پیش آیا۔ جس سے آزار پہنچا۔ یزید کی پشت پر گستاخانہ لکڑی ماری۔ روایہ ہے۔ اُس لکڑی کا نشان اسی ظالم کی پشت پر پڑا کہتے ہیں۔ اس وقت تک اُس موضع میں شخص مذکور کی نسل سے جو بچہ ہوتا ہے۔ اُس کی پشت پر وہ نشان ضرور ہوتا ہے۔ پر آپ نے چند روز بعد پیر بزرگوار کی اجازت سے اپنے بہائی کے ہمراہ شہر نرالیہ میں جا کر جو پڑا بنا لیا۔ اور پھر یہ سنہ سات سو نوے میں کوچ کیا خواجگاہ تالاب ہسلنگ کے کنارہ ہے جس کے پانی سے نروالہ کے لوگ سیراب ہوتے ہیں مصرع باد سیرابی زحوض کوثرش۔

### یاد سید نور الدین مبارک

آپ سید محمد کرمانی کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ حضرت گنجشکر کی طرف کینت ابوالقاسم ملی تھی۔ اور نیز بہت کچھ عنایتیں دیکھی تھیں۔ خرقہ خلافت خواجہ قطب الدین ابو محمد حشتی سے حاصل تھا۔ جو اپنے جدِ اعلیٰ خواجہ سو دو حشتی کے سجادہ نشین ہیں قدس سرہم فرماتے تھے۔ کہ حسین زمانہ میں خواجہ ابو محمد کے پیر بزرگوار نے حلت فرمائی تھی۔ اُس زمانہ میں خواجہ ابو محمد کم عمر تھے۔ اس سبب چچا زاد بہا یوں نے سجادہ نشینی کے قابل نہ سمجھ کر تو کیا شیخ نظام الدین علی حشتی خواجہ ابو محمد کے چچا تھے۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں خراسان سے آکر دہلی میں قاسم فرمائی تھی۔ عمائد شہر نے خواجہ زور اور خواجہ غور کو شیخ نظام الدین علی حشتی کی خدمت میں بھیجا۔ اور سجادہ نشینی کی تجویز ان کی راہ پر منحصر رکھی۔ شیخ نظام الدین علی حشتی نے جواب میں لکھ دیا۔ کہ سجادہ نشینی کا خلعت خواجہ ابو محمد کو ہی ملنا چاہیے۔ چونکہ اس فرار دین صورت لغزش پیدا ہوئی۔ لہذا

والی خراسان ملک شمس الدین نے مودودیہ عصا اور خرقہ ایک مکان میں مقفل کیا اور مدعیان منصب کو ایک ایک کر کے بیجا اور کما۔ کہ دروازہ مکان کا بدون کنجی کے جس کسی کے واسطے کھل جاوے گا۔ وہی سجادہ نشینی کے قابل سمجھا جاوے گا۔ بالآخر خواجہ ابو محمد کے واسطے دروازہ کھل گیا۔ پس اپنے صاحب سجادہ ہو کر یوسفی ولایت فتح کی مصرع بادا کشاد بر رخ او باب معرفت۔

## یاد شیخ محمد زین الدین

آپ ان اطراف میں شیخ حاجی کر کے مشہور ہیں۔ آغاز شباب میں آپ روم کے ایک حصہ زمین میں صاحب خطبہ دسکتے۔ ازلی جذبہ نے آپ کا گریبان پکڑ کر وہ سلطنت ظاہری سے نکال لیا۔ اور معنوی سرودہی کے باغ کی ہوا سر میں برودی۔ آپ قطب یزدانی سید احمد کبیر فاعلی کی خدمت میں پہنچے۔ اور بیعت ہو گئے۔ کسی معین خدمت کے واسطے التماس کیا۔ طعام خاصہ پکانے کا منصب عطا ہوا۔ اور مشکی توجہ سے آپ کی ظاہری و باطنی پرورش ہوئی۔ حالات میں ترقی ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ اپنے کمال میں کامیاب ہوئے۔ ایک روز مطبخ میں

کفگیر غائب ہو گیا تھا۔ اور کمانا نکانے کا وقت آپ پہنچا۔ تلاش کی گنجائش نہیں رہی۔ آپ نے آیہ قلنا یا لیاکون  
بؤدًا و سلامًا علیٰ ابراہیمؑ پڑھی۔ اور ہاتھ سے کفگیر کا کام بیکر گم کمانا نکالا۔ اور پیر نیر گووار کے

سامنے گئے۔ چونکہ پیر کو ماجرا پر آگاہی تھی۔ فرمایا شیخ محمد۔ اب وہ وقت آ گیا ہے۔ کہ تمہاری ابراہیمی ولایت کی برکت سے لوگ فیض یاب ہوں۔ اور ہدایت سے راہ راست پر آویں۔ پس خلعت خلافت عطا فرما کر منتخب صوفیوں کی ایک جماعت مساتہ کی۔ اور سفر ہندوستان کی اجازت فرمائی۔ دو خرما کی گٹھلیاں رخصت کے وقت آپ کے سپرد کیں۔ اور فرمایا۔ ہر ایک منزل میں شام کے وقت ان گٹھلیوں کو مٹی میں داب دیا کرنا۔ جہاں کہیں یہ گٹھلیاں صبح تک آگ آویں۔ پس اسی زمین کو اپنی حیات اور ممات کا مقام سمجھنا چاہیے القصد مرشد کے شہرے بیکر گجرات تک ان گٹھلیوں کے اُگنے کی اجازت نہیں ہوئی۔ جب نردالہ شہر کی حدود میں پہنچے۔

اور گٹھلیاں مٹی میں دابین۔ تو صبح کے وقت ان کو اگا ہو پایا۔ وہاں پر ایک پرستش گاہ تھی جس میں شہر کے لوگ چوٹے بڑے۔ سب پیکر پرستی۔ (مورتی پوجن) کے لیے صبح و شام آیا کرتے تھے۔ حاکم گجرات ایک پیکر پرست تھا۔ نردالہ میں اس کا پائے تخت تھا اس پرستش گاہ کے نزدیک صوفیوں کی جماعت کے ساتھ درویش کے اترنے کی کیفیت حاکم کے گوش گزار ہوئی۔ حکم دیا۔ کہ ایک جماعت کثیر جاوے۔ اور آٹے والوں کو بت خانہ (مندر) کے آس پاس سے۔ تشدد و علیحدہ کر دیوے۔ اس حکم کی تعمیل میں لوگ غول کے غول کیا

سوار اور کیا پیادہ چاروں طرف سے پرے جما کر مندر کی طرف روانہ ہوئے صوفیوں نے فوج کے مامور ہونے کی کیفیت شیخ کی خدمت میں عرض کی۔ فرمایا۔ استقامت اور صبر لکھا ہے تین خدا کے سپرد کر دو۔ اُس حقیقی حفیظ کی نگہبانی کے ترے خود ظاہر ہونگے۔ کیونکہ آسمان اور زمین کے اندر اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے وہ سب بزمانہ نبوت اصداۃ انبیاء علیہم السلام کے مسخر تھے۔ اور خاتمہ نبوت کے بعد بحکم علمائے ائمتی کاتبیکہ بنی اسرائیلی وہی تسخیر اور سب اجماع و وراثت اور کیا امت محمدیہ کے حوالہ ہوتی ہے عَلَیْہِ السَّلَامُ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ تُوَہِدَتْہِ دِیْنِہِمْ جَمِیْعًا اور پر ایک خادم کو حکم دیا کہ آنے والا لشکر کی طرف چند قدم جاؤ۔ اور جب لشکر نظر آجاوے۔ اس وقت زمین کو حکم دو کہ آدمیوں کے پانوں اور گھوڑوں کے سم اس طرح محکم پڑیوے۔ کہ ایک قدم ہی آگے نہ بڑھا سکیں۔ خادم نے حسب الحکم تعمیل کی۔ اور زمین نے حکم قبول کیا۔ لشکر والے جس قدر نکلنے کی کوشش کام میں لائے۔ اُسی قدر اندر دھستے گئے آخر کار بجمہوری کمال عجز و انکسار کے ساتھ پیش آئے۔ اور اس مضمون کا عہد کیا۔ کہ اگر زمین ہم کو چوڑی دیوگی۔ تو واپس چلے جاؤ گے۔ خادم کے فرط نے زمین نے اُس جماعت کو چوڑا۔ انہوں نے راہ کے نزدیک جا کر حقیقت حال عرض کی۔ راجہ تعجب اور حیران ہوا تمام رات نگرانی میں گزاری۔ علی الصبح چند آدمیوں کو ساتھ لیکر شیخ کی خدمت میں آیا۔ اور ایک نظر دیکھتے ہی فریضہ ہو گیا۔ فرمایا۔ درویش کی ملاقات کو پرستش بت کے فرع نہ بناؤ۔ جب راجہ پلٹ کر اپنے مکان کو چلا گیا۔ اور شروع سے ہی ملازمت کا غم کر کے سعادت حفوری سے سرفراز ہوا۔ تو اپنے فرمایا۔ راجہ جو چیزیں اپنی بنائی ہوئی ہیں۔ ان کو مجبوراً دینا اہل عقل کو زیبا نہیں ہے۔ اب از روئے انصاف تعصب کو دور کر کے بتاؤ۔ کہ کیا یہ سنگین صورتیں کام پڑنے پر دعا قبول کرے گی طاعت رکنتی ہیں۔ <sup>نہو</sup> فَبِیْہِتَ الَّذِیْ كَفَرَدَ رَاہِجَہُ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر اپنے فرمایا اگر یہ تمہارے جو بڑے معبود خدا کے برحق کے حکم سے میری اطاعت کریں۔ تو کیا تم اسلام قبول کر لو گے۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ: تمہارا من بلکہ مع تمام خاندان کے ایمان لے آؤں گا اپنے بڑے بت کے کہا۔ اُٹھ اور اس کوزہ کو حوض کے پانی سے بہرا۔ بت فوراً چستی اور چالاکی کے ساتھ اُٹھا اور کوزہ میں حوض کا تمام پانی بہر لایا۔ تھوڑی دیر بعد مرغ و ماہی حیوان و انسان وغرض کہ تمام جاندار پانی نہ ہونے سے شور و فغان کرنے لگے شیخ نے فرمایا۔ اے بت۔ تمام پانی تالاب میں ڈال آ۔ اور کوزہ کے معتاد کے موافق اس میں رہنے دینا سہرت نے بموجب حکم تعمیل کیا۔ یہ حال دیکھ کر راجہ۔ سچا ہے اور رعیت۔ تمام اسلام لا کر ابدی دوست کے سرفراز ہوئے کہتے ہیں۔ اُس روز سے پھر از سر نو نر والہ میں اسلام اور مسلمانی کی بنیاد جمی ہے۔ عام ہنود اور بالخصوص برہمنوں کا

کی پرانی تاریخ میں یہ کرامت لکھی ہوئی ہے۔ محرم کے سوا کسی اور کو نہیں بتلاتے ہیں۔ بالآخر جب اخروی سفر شیریا آیا تو جگہ جگہ پکی عبادت کی تھی۔ اسی جگہ آپ کی ابدی خواہ گاہ بنائی گئی۔ **الْيَوْمَ يُبْعَثُونَ ذُرِّيَّتَهُمْ**۔

آگاہ دل اور بصیر ناظرین کو عنیاں گزرے گا۔ کہ اسی قسم کی کرامت کی ایک حکایت بت کی اطاعت اور شہر والوں کے متعلق حضرت معین لاویا چشتی اجمیری کے نام سے بھی تحریر ہو چکی ہے۔ اور وہ زمانہ میں زبان زد ہے نیز تاریخ فیروز شاہی میں لکھی ہوئی ہے۔ لیکن نبرد الہ کے علما۔ اور پڑانے آدمی شیخ حاجی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وجہ مطابقت کچھ دشوار معلوم نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ عمل کا توار و ممکن اور اتفاقی بات ہے شاید دونوں بزرگوں سے یکساں عمل صادر ہوا ہو۔ **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيقَاتِ الْعَالَمِ الْمَصْرُوعِ**۔ و فرما دہر دو عاشق شیرین ماست **یاد خواجہ یعقوب ابن خواجہ ابن خواجگی** شہرہ بردہ محبوب

آپ شاہان خواہان کی نسل میں سے ہیں۔ آپ تصوف اور تحقیق کی بزم کے صدر نشین تھے۔ آپ کی ذات میں احمدی عشوتی کی جہلک نمایاں تھی۔ اور آپ کو آسمان جُن کا خورشید کنسا بے محل نہیں ہے۔ جیسی کمالات نبی خرمیان۔ عملی سعادتیں۔ اور علمی مراتب یہ اوصاف آپ کو حاصل تھے۔ یہ ایک خدا طلبی کی خواہش آپ کے دل میں پیدا ہوئی۔ جو شاخیں آپ کے ہستی کے باغچہ میں تھیں۔ اُن سب میں الہی جذبات کی تاثیر سے پہل لگ گئے۔ اس وقت قوت جاوہر گریبان پیکر کر آپ کو فقر کی بارگاہ میں پہنچ لائی۔ یہاں تک کہ آپ اپنا مسکن ترک کر کے سیاحی کے واسطے نکل کھڑے ہوئے اور راہ مسافرت اختیار کی۔ بالآخر تقدیر کی کوشم نے آپ کو نرواد شہر میں قیام پذیر کیا جو پٹن کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے گرامی اوصاف اور عالی حالات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ جب جب راقم کے قلم نے آپ کی صفات لکھنے کی ہمت باندھی۔ بیان و عبارت۔ ہمراہی سے اور زبان قلم سیاہی سے دور رہی۔ کہتے ہیں۔ فصوص الحکم کو درس کے وقت آپ کا مبارک جسم ایندھن کی طرح جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ یہ قضیہ اس طرح ہے۔ کہ قاضی کمال الدین نے خواجہ کی خدمت میں فصوص الحکم کے درس کی درخواست کی تھی۔ فرمایا۔ اس درس کے واسطے لازم ہے۔ کہ مدرس۔ خواندہ اور والی ملک بن تین شخصوں میں سے ایک شخص کو اپنے تئیں فدا کرنا چاہیے۔ چونکہ تمہارے واسطے پڑھنے کا باعث اپنی برخورداری اور دوسروں کی تعلیم ہے۔ اور والی ملک کی عالی صفات ذات کے ساتھ ناطق اور غیر ناطق بہت جا اندازوں کی زندگانی وابستہ ہے۔ اس لیے تم دونوں کی سلامتی ضرور دیکار ہے۔ پس لازم آیا۔ کہ خود مدرس اپنے تئیں اس قربانی پر وقف کر دیوے۔ کہتے ہیں جب تاریخ تیرہویں جمادی الاخری ہجری سنہ سات سو اٹھانوہین کو فصوص الحکم تمام



ہوئی۔ آپ نے کشادہ پیشانی کے ساتھ خدائی درگاہ کو کرج فرمایا۔ واپسین سفر کے بعد۔ آپ کے بارہ میں چوٹے سے  
 بڑے تک نہر والے کے لوگ یہ ترانہ گاتے ہیں وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتٌ کتہے ہیں۔ کہ آپ کا  
 روحی تقوت رحلت کے بعد بھی مثل ظاہری زندگی کے ہے جس کی دلیل آپ کی تلقین و بیعت کا ارادہ  
 مصمم ہوتا ہے وہ آپ کی قبر پر جا کر اپنا اندرونی خیال ظاہر کرتا ہے۔ اور آپ ظاہر طور موجود ہو کر ہدایت کے مراسم  
 بجالاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد کے مریدوں میں سے شیخ داؤد شاہ محمد۔ اور سلیمان تین اشخاص تھے  
 اور نیز ان کے سوا دیگر اوصیاء بھی تذکرہ ہذا کے سال تصنیف میں بقید حیات ہیں شیخ یعقوب صدیقی۔  
 احمد آبادی۔ غوث الرحمن کے بزرگ خلفا میں سے تھے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک سال میں احمد آباد سے شیخ عبد  
 صوفی کی فیض بخش ملازمت کا باجزم عزم کر کے آگرہ کو گیا تھا۔ واپسی کے وقت پٹن ہو کر آنا ہوا۔ حوض سہلنگ کے  
 کنارہ سید خدابخش کے متبرک روضہ میں اتر ضروری آرام پانے کے بعد۔ کمال شوق اور بے انتہا عشق سے  
 خواجہ یعقوب کی زیارت کے واسطے چلا۔ جنکا مرقد منور اس حوض سے دو تیر کے فاصلہ پر ہے۔ جب آپ کی  
 مسجد شریف میں پہنچا۔ تمام شوق اور وجد کی آگ سرد ہو گئی۔ پکارا اٹھا۔ کہ ترقی کے امیدوار کو لوٹ لینا کب  
 مناسب۔ اتنے میں ایک بیت ہندی زبان میں۔ مسجد کی دیوار پر لکھی ہوئی دیکھی۔ پڑھتے ہی معرفت اور وجد  
 کی لہر آنے لگی۔ اور اسی دم وہ بیت بھی دیوار پر سے ادریز صفحہ خاطر سے محو ہو گئی۔ بس معلوم ہوا۔ کہ یہ کربت  
 بِحَوْلِ اللَّهِ مَا يَشَاءُ وَيُبْتِئُ بِمِغْدَاةٍ أُمَّ الْكِنْدِ كَيْ قَلَمٍ لَكِي كَيْ تَبِي جَوْابِ كَيْ وَسَمْتِ تَصْرِيحِ مِيْنِ دِيَا بُوَا بِيْتِ

نشد از می جمال و جمال

محو اثبات ہست در جمال

## یاد قاضی علم الدین

آپ پر حقائق علوم کا چہرہ۔ اور دقیق اسرار کا پردہ گملا ہوا، انہا مشائخ وقت کے قطب۔ اہل زمانہ کے شیخ  
 اور خدائسانِ عہد کے پیشوا تھے۔ قاضی عین الدین ابن نجم الدین صدیقی کے بیٹے تھے۔ سلطان السادات  
 صدر الدین سید راجو کے خلیفہ تھے۔ جو محی دوم جہانیاں کے بہائی ہیں۔ صورتہ اور معنی دونوں طرح سے خواجہ مودود کا  
 شکر کے معصاحب تھے جو شیخ عزیز اللہ متوکل منڈوی کے پیر ہیں۔ علم قرآنہ آپ کا موروثی تھا۔ تمام علوم سے زیادہ  
 اور بہتر جانتے تھے۔ آپ کے علمی باغچے کو افعال کے چشمہ سے بہت کچھ سیرابی تھی۔ اور نامتناہی فیضوں سے

۱۵۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں۔ انکو دہا ہا نہ کنا ۱۲ لے خدا جس کو چاہتا ہے۔ منسوخ کر دیتا ہے۔ اور (جس کو چاہتا ہے)

۱۶۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں۔ انکو دہا ہا نہ کنا ۱۲ لے خدا جس کو چاہتا ہے۔ منسوخ کر دیتا ہے۔ اور (جس کو چاہتا ہے)

آپ کو اس قدر کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ کہ احباب آپ کی ملازمت کے باغ سے معزتون کے بے شمار ہیل صرف ایک دفعہ کے دیکھنے اور جانے میں لیجاتے تھے۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ آپ کی بزرگی کی شرح عبارت سنجی کی طاقت سے باہر ہے۔ عمر اٹھاسی سال کی پائی تھی۔ آپ نے یہ تمام زمانہ آفاذ ہوش سے اُس وقت تک کہ روح بدن سے جدا ہوئی۔ خدا طلبی کے راستہ میں صرف کیا تھا۔ اور عرفان کا گوہر خریدیا تھا۔ تاریخ بیسویں رمضان ہجری سنہ سات سو ساٹھ کو اعلیٰ دار الحکومت کی طرف کوچ فرما گئے۔

آپ کے بعد آپ کے فرزند شاہ مود و جانشین ہوئے۔ اور اپنے پدر بزرگوار کی خانقاہ کو از سر نو رونق دی۔ کیا تصوف کے شیوہ میں۔ کیا مشیخت کے طریقہ میں۔ کیا قرۃ کے علم میں۔ اور کیا دیگر علوم میں۔ کمال یکتائی حاصل تھا۔ ہمیشہ طالبوں کے درس و تلقین میں مشغول رہتے تھے۔ ہمسرون میں سے کوئی شخص آپ کی جامعیت کی برہی نہیں کر سکتا تھا۔ پچاسی سال کی عمر پائی تھی۔ یہ تمام عمر الہی صفات اور الہی اخلاق کے ساتھ متصف ہونے کی کوشش میں گزاری تھی۔ بالآخر ساتویں رجب ہجری سنہ آٹھ سو تیرہ میں عاریتی عالم کو خصت کیا۔ اور قدسی مکان اختیار فرمایا۔ خواجگاہ نروالہ جو اس زمانہ میں بین نام کے ساتھ مشہور ہے۔ صوبہ گجرات کے مصنفات میں مصرع بنامش بادرفع راہت دین۔

### یاد شیخ برہان الدین نروالہ

آپ شیخ قاضی کے خلیفہ تھے۔ کشف و کرامات کے خزانہ۔ اور عقلی و نقلی علوم کے مالک تھے طبیعت کا میلان موزون کلام کی طرف تمام باتوں سے زیادہ تھا۔ فارسی غزل اور عربی قصیدہ عاشقانہ اور شاعرانہ کہا کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک روز پیر بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا۔ الحج المتکلمین شیخ سعدی شیرازی کو خواجہ خضر علی نبینا و علیہ السلام کے خوان مرحمت سے چاشنی ملی تھی۔ اس سبب اُن کا کلام ایسا شیرین اور نکیں ہوا۔ اور علی نذا امیر خسرو دہلوی نے مالک ولایت سلطان المشائخ نظام الاولیاء کی عنایت سے اپنی تخریص و نظم کا رنگ اعلیٰ درجہ کی بختگی کو پہنچا کر تمام جہان کے ذی مذاق اہل سخن کو بے انتہا لذت بخشی تھی۔ اسی طرح اب یہ مرید بھی اپنے پیر سے امیدوار ہے۔ فرمایا۔ ربانی کلام کے خزانہ سے کچھ نقد ہمارے اعتقاد کے موافق تم کو بھی دیا گیا۔ اُس نقد کے آپ کے کلام میں۔ اور آپ کی گفتار میں ایک اور ہی رنگ پیدا ہو گیا تھا۔ انہی جلد کتابیں تصنیف اور تالیف کی ہیں۔ اور ہر ایک علم میں باریک باریک اعتراضات اور عمدہ عمدہ بحثیں لکھی ہیں۔ جو بالعرف بالذوق ہیں۔ اُن کا اصلی بیان جیسا کہ آپ کے خیال میں تھا۔

قلم کی زبان سے ادا نہیں ہو سکتا ہے چونکہ اس کتاب کے اوراق نظم سے کتر تعلق رکھتے ہیں۔ لہذا آپ کے کلام کا کوئی حصہ آپ کے ذکر کے ضمن میں نہیں لکھا گیا۔ مصرع حدیث دوست نظم و نثر اودا۔

## یاد شیخ شہاب الدین عاشق

آپ کا مولد اور قبر دونوں دہلی میں ہیں۔ حقیقی عشق اور مجازی محبت دونوں ساتھ ساتھ رکھتے تھے شیخ عبداللہ غزنوی کی ملازمت سے بہت کچھ فیض پایا تھا ہمیشہ کسی نہ کسی منظر کے جمال سے وابستگی پیدا کر کے اُسکو حقیقی حالت کا پردہ بنائے رکھتے تھے اور ظاہری معنوی دونوں خوبیاں آمیز کر کے **مُشَاهِدَةٌ الْكَلْبِ فِي الْكَلْبِ** کی استغراقی کیفیت ہم پہنچاتے تھے آپ شیخ امام الدین ابدال کے مرید اور خلیفہ ہیں قدس سرہم۔ بیت

از قفس زار مقید رہلباشش | جست دسوی گلشن مطلق پرید

## یاد شیخ عماد الدین دہلوی

آپ خاوندہ چشتیہ کے بزرگوں میں سے ہیں۔ بہت سے صوفی مشائخ کی خدمت سے استفادہ کیا تھا۔ فرقہ خلافت شیخ شہاب الدین عاشق سے تھا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ آپ شیخ امام الدین ابدال کے مرید ہیں۔ اور شیخ تاج الدین امام۔ آپ کے میدان خاص ہیں۔ ہیں۔ قدس سرہم مصرع گنج عرفان زیر مشت خاک داشت

## یاد شیخ جلال الدین مجرد

آپ ترکستانی تھے۔ مگر پیدائش بنگالہ کی ہے۔ سلطان سید احمد کے خلیفہ ہیں۔ کہتے ہیں۔ ایک روز روشن ضمیر پیر کی خدمت میں عرض کیا۔ میری آرزو یہ ہے۔ کہ جس طرح حضور کی رہنمائی کی بدولت جہاد اکبر میں کسی قدر فتح مندی حاصل ہوئی ہے۔ اسی طرح حضور کی کام بخش مہمت کے طفیل میں جہاد اصغر سے بھی دل کی تمنا پوری کر دوں۔ اور جو مقام والا حرب ہو۔ اُس کے فتح کرنے میں کوشش کر کے خاری یا شہید بنوں۔ پیر بزرگوار نے اتنا س قبول فرما کر اپنے بزرگ خلفائین سے ساتھ سو آدمی آپ کے ہمراہ کئے۔ العزۃ للہ جہان کہیں مخالفین سے لڑائی ہوئی۔ فتح حاصل کی۔ زیادہ تر تعجب کی بات ہے۔ کہ اس دور دراز باگ و ڈور میں۔ روزی کا دار و مدار صرف غنیمت کے مال پر تھا۔ اور تو نگرانہ زندگانی کرتے تھے جو گناہان اور مویشی فتح ہوتی تین ہزار ہوں میں سے کسی ایک کو دیکر وہاں کے اسلام کی اشاعت اور رہنمائی اُس کے سپرد کر دیتے تھے۔ القصد صوبہ بنگالہ کے پرگنات میں ایک قصبہ ہے۔ سرہیت۔ اُس قصبہ پر جب آپ پہنچے ہیں تو تین سو تیرہ آدمی ہمراہی میں باقی رہے تھے۔ ایک لاکھ پیادہ اور کئی ہزار سوار کا مالک راجہ گڑ گونڈ قصبہ مذکور کا حاکم تھا۔ وہ اس کم تعداد گروہ کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھا۔

کیونکہ یہ گروہ اُس بے انتہا لشکر کے مقابلہ میں وہ نسبت ہی نہیں رکھتا تھا۔ چونکہ کومکمانے کے ساتھ ہوتی تھی جب لڑائی آن تلی۔ تو تقدیر کے پردہ سے کم **مَنْ فُتِنَ قَلِيلًا غَلَبَتْ عَلَيْهِ كَثِيرَةٌ** یا **ذَرِ اللَّهُ سِيْرًا** کی راست نظر ہوئی۔ اور وہ پیکر پرست بہاگ کر ملک عدم کی طرف سواستہنا جان کے نہ بیجا سکا۔ اور تمام زمین خازیوں کے ہاتھ آئی۔ شیخ مجروح نے تمام مفتوحہ زمین کا حصہ کر کے اپنے ہمراہیوں کو تنخواہ میں دیدی اور ہر ایک کو کھنڈا ہونے کی بھی اجازت دی۔ اس تقسیم میں ایک قصبہ شیخ ذوالہدیٰ ابوالکرامات سعیدی حسنی کے حصہ میں بھی آیا۔ وہاں پر آپ عیال مند ہو گئے۔ اور فرزند بھی ہوئے۔ شیخ علی شیر انہیں کی نسل سے ہیں۔ شیخ علی شیر نے یہ بیان مخرج عزتہ الارواح کے مقدمہ میں لکھا ہے۔ یہ حال کسی قدر شیخ علی شیر کے ذکر کے ضمن میں بھی لکھا جاوے گا۔

### یاد سید معین الدین ایرجی

کہتے ہیں۔ آپ نے دہلی جا کر سلطان نظام الاولیا کی ملازمت حاصل کی تھی۔ سلطان الاولیا نے اولین ملاقات میں ہی دریافت فرمایا۔ سید کو کس سلسلہ کے اندر بیعت کر آپ نے عرض کیا۔ اپنے دادا خاتم النبیا **صلیہ السلام** سے مرید ہوں۔ سلطان الاولیا کو آپ کے جواب کجیرت ہوئی۔ رات کو معاملہ میں رسول حسنا **صلیہ السلام** کو دیکھا۔ کہ اپنے ایک ٹوپی سلطان الاولیا کے ہاتھ میں دی ہے۔ اور سید کے نام زد کردی ہے۔ اپنے بھی عالم خواب میں یہی واقعہ دیکھا۔ صبح کو جب ہم ملاقات ہوئی تعمیل ارشاد عمل میں آئی۔ اس بنیاد پر لوگ سید کو سلطان الاولیا کا خلیفہ سمجھتے ہیں۔ آپ کی قبر ایرج میں ہے۔ مصر عباد معین روح ریاضی ضوہاں

### یاد سید احسن

آپ سید معین الدین ایرجی کے پوتوں میں سے ہیں۔ آپ کو کمال شریعت اور جمال تقویٰ حاصل تھا۔ کہتے ہیں۔ اثنائے سیاحی میں اہل ولایت بدیع الدین شاہ مدار کا گزر کا پبی میں ہوا۔ جو ایرج سے بنیل کو س کے فاصلہ پر ہے اس خیال سے کہ شاہ مدار کا گزر اس قصبہ میں نہو۔ اکابر ایرج نے ایسا قرار دیا۔ کہ سید کا پبی میں جاوین۔ اور شاہ کے ساتھ اولین ملاقات میں ہی۔ ایسا نقش جمادین کا ایرج آئے کا خیال شاہ کی خاطر میں آوے ہی نہیں۔ جب سید کا پبی میں آئے۔ تو اتفاق سے شاہ مدار کے دروازہ پر سید۔ اور علی خان لودھی ایک ہی وقت میں پہنچے۔ شاہ نے خان کو اندر بلا لیا۔ اور سید باہر رو گئے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ یہ عمل دونوں کے اندر **خیالات کا ظہور تھا۔ لا نھم جو اسیس القلوب** شاہ کو سید کے تکرر خاطر پر آگاہی ہوئی۔ فرمایا۔

لے اکثر (ایسا ہوا ہے کہ) اس کے حکم سے توڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے ۱۲ کیونکہ یہ لوگ دونوں کے جاسوس ہیں ۱۲۔

سید کو غصہ میں جوش آ رہا ہے۔ نہایت جلد اور عرصت کے ساتھ اندر لے آؤ۔ جب سید اندر پہنچے۔ تو شاہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی طرف کھینچ کر آغوش میں دبایا۔ اور اپنا حسب و نسب بیان کر کے کہا۔ جو کوئی ایسے شخص کے ساتھ ہم آغوش ہو جاوے گا وہ آنجہانی شکنجوں سے فارغ البال ہو جاوے گا۔ دوسری بات یہ کہی۔ کہ ملاقات سے غصہ ایک دوسرے کی باہمی شناخت ہوتی ہے۔ اور نیز یہ کہ طرفین کے چہرہ کا حسن و قبح ظاہر ہو جاتا ہے اور چہرہ پر برقع رکھنے سے یہ غصہ حال نہیں ہوتی۔ شاہ نے فرمایا۔ درویشوں کے دیدار کے واسطے خدا بین آنکھ چاہیے جو تابلا کے اور یہ لکڑے برقع اٹھایا۔ سید کا بیان ہے۔ نظر کے سامنے بجلی جیسے کوند گئی۔ اور شعلے زیادہ ہونے سے آنکھیں کیفیت چہرہ معلوم نہ کر سکیں۔ اس کے بعد سید فصیحی سلام عرض کر کے ایرج کو روانہ ہو گئے قاضی شہاب الدین نے جو پر کالہ آتش کر کے مشہور ہیں۔ پیر سے پوچھا یہ شخص جو اتنی دلیری کر کے سلامت رہا۔ کون تھا۔ شاہ نے جواب دیا۔ فلان سید ہیں۔ اور میرے ہی دل میں آیا تھا۔ کہ ابن کو تیرا نشانہ بناؤں لیکن شریعت کے ہتھیاروں نے ان کے جسم کو پائون کے ناخن سے لیکر پیشانی کے بالوں تک اس طرح محفوظ کر رکھا تھا۔ کہ کسی حکم انداز کا تیرا گرنین ہو سکتا تھا۔ اور نیز حضور خاتم النبوة علیہ السلام کی مقدس روح میری آنکھوں کے سامنے آگئی۔ اور فرمایا۔ کہ یہ ہمارا حقیقی فرزند ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ درویش کے غصے جس کو حقیقی قہر کا شعلہ کنا چاہیے۔ کوئی نقصان پہنچ جاوے۔ اس سبب سے ان کا تمام ناز اٹھانا گیا۔ اور میں اپنا تمام غصہ پی گیا۔ آپ کی تبریح میں ہے۔ مصرع شرع و حفظ نبی حصارش بود۔

## یاد مخدوم قاضی برصان الدین

آپ کو سیادت۔ ولایت۔ فضیلت۔ اور مقبولیت میں والا نسبی اور عالی صبی کا بڑا درجہ حاصل تھا۔ جب فیروز شاہ دہلوی کی وفات کے بعد طوائف الملوک ہوئی۔ تو دلاور خان کے بیٹے ہوشنگ نے جس کا نام خانی خطاب رکھے پہلے امین شاہ تھا۔ شاہان غور کی نسل میں سے ہے۔ صوبہ مالوہ میں خطبہ اور سکا پسنام سے جاری کر دیا۔ اسی کے عہد میں۔ مخدوم مشرقی ملک سے آکر منڈو (مانڈو) میں آباد ہوئے تھے۔ اور سلطان ہوشنگ آپ کا مرید ہو گیا تھا کہتے ہیں۔ گوندوانہ کے اطراف میں ایک قلعہ ہے۔ جاج نگر۔ اور یہ قلعہ دکن کی سرحد ہی ہے۔ ایک سال سلطان نے اس قلعہ پر لشکر کشی کی۔ مقصود یہ تھا۔ کہ قلعہ مذکور فتح کیا جاوے۔ اور نیز گوندوانہ سے ہاتھی بھی چھپا جاوے۔ وہاں ہر ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ منبر کا ایک پایہ گر گیا ہے۔ اس کی تعبیر ملی۔ کہ پیر کی یا مرید کی دونوں میں سے ایک کی رحلت قریب ہے۔ جب سلطان منڈو (مانڈو) میں واپس آیا۔ تو خبر ملی۔ کہ پیر عالم دنیا سے عالم علوی کو

کو چننا فرما گئے۔ دریافت کیا۔ قبر کمان ہے۔ جواب دیا گیا۔ اُس زمین میں ہے۔ جو اپنے خریدی تھی۔ سلطان نے کہا۔ وفات کے بعد میں اپنے سے پیر بزرگوار کی دوری پسند نہیں کرتا ہوں۔ بہتر یہ ہے۔ کہ مخدوم کی نعش اُس قبر میں نکال کر سلطانی مقبرہ میں دفن کی جاوے۔ تاکہ آپ کی ہمسائگی کی بدولت عالم علوی کی کسی قدر خوشبو خوشنگ کی خواہ گاہ میں ہی آتی رہے۔ خادمان مخدوم نے ہر چند عذر کیا۔ لیکن پذیرا نہیں ہوا۔ مجبوراً لوح قبر اٹھائی گئی مگر قبر کے اندر کفن کے سوا بدن کا کچھ پتہ نہیں ملا۔ سلطان یہ کراست مشاہدہ کر کے حیران ہوا۔ تربت پر پتھر پر ڈھک دیا گیا۔ اور سلطانی حکم کے بموجب وہیں آپ کی قبر پر قبہ بنا دیا گیا۔ روایت ہے مخدوم نے مرید کی خواب میں آکر فرمایا۔ کہ درویش کے اسرار کا پردہ تو نے اٹھایا۔ تو تیری سلطنت کی بنیاد وہی دست تقدیر نے اُگھاڑ پھینکی یعنی تیرے بعد حکومت تیرے فرزند بن کو نہیں پہنچے گی۔ آخر کار ایسا ہی ہوا۔ اور سلطنت مالوہ سلطان خلیج کے قبضہ میں پہنچی۔ غوریوں کی نسل میں سے کسی کو تخت و تاج میسر نہیں ہوا۔ اس واقعہ کی کیفیت مورخین نے سلاطین مالوہ کی تاریخوں میں عمدہ تفصیل سے لکھی ہے۔ جو شخص اس معاملہ کو دیکھنا چاہے۔ اُس کو اوراق تواریخ پر نظر ڈالنی چاہیے۔

## یاد مخدوم قاضی اسحق

آپ حقائق ربانی کے عالم۔ اور پرانے زمانہ کے پیروں کی یادگار تھے۔ آپ کے خرقہ نقوش میں خلافت کا بیوند اور بیعت کی بچیہ۔ چشتیہ سلسلہ سے تھی۔ شاہ مالوہ سلطان علاء الدین محمود منڈوی آپ کا مرید ہے۔ ایک روز حضور پیر میں حاضر ہوا۔ ایک تقریب کے سلسلہ میں پیر کی زبان سے یہ بات نکلی۔ کہ خدا کے دوست۔ حقیقی عبادت سے زندگی پائے ہوئے ہیں۔ اُن کو موت کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا۔ اور جب صورت جسمی جس وقت سے بیکار ہو جاتی ہے۔ اور یہ گویا ایک مکان سے دوسرے مکان کو انتقال کرنا ہے۔ تب ہی مثل زندوں کے رہتے ہیں۔ مرید یہ بیان سن کر سخت متعجب ہوا۔ اتفاق سے چند روز بعد پیر کا وصال ہو گیا۔ سلطان تجمیز و تکفین کے بعد حاضر ہوا۔ اس سبب نماز جنازہ میں شرکت کا موقع نہیں ملا۔ فرمایا۔ روی تربت کو لو۔ تاکہ ہم اپنے پیر بزرگوار کا آخرین دیدار افسوس کی آنکھ سے دیکھ لیں۔ سزار کے پاس جو لوگ کڑے ہوئے تھے۔ وہ اس بات کو سنی نہ سنی کر گئے۔ لیکن سلطان کا شوق حد سے زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ اس واسطے اُن لوگوں کو قبول کرنا پڑا۔ مجبوراً قبر کو لی گئی۔ چونکہ رات تھی۔ شمع آگے کی گئی۔ اس درمیان میں شمع کا گل ٹوٹ کر جدا ہوا۔ قریب تھا کہ کفن کے اوپر باپڑے۔ اتنے میں ایک ہاتھ نکلا۔ اور گل کو اپنے سے دھریا۔ یہ واقعہ دیکھ کر سلطان کو سابقہ پرانی

راز کی بات یاد آئی۔ حسرت سے اپنے اوپر بہت رویا۔ کہ مجھ کو کچھ نہ ملا۔ اور پیر کے جس بیان سے متعجب تھا۔ وہ حاضرین کو بنا کر عبرت دلانی۔ آپ کی قبر منڈو (مانڈو) میں ہے۔

## یا و خواجہ مویہ مھن

آپ سلطان ابوسعید ابوالخیر کی نسل سے ہیں۔ صاحب کلمات۔ اور صاحب حمیدہ صفات تھے۔ درسی علم میں استاد وقت۔ افعال کے اعتبار سے زاہد زمانہ۔ ریاضت اور تزکیہ نفس میں حد درجہ کے مرتاض۔ رہنمائی اور مشکل کشائی میں سب کے پیشوا اور مجلس کی گرمی اور سخن کی شیرینی اور اسکی رونق وہی میں نادر عصر تھے۔

## یا مولانا محمد امین

آپ کا دل حقیقت میں بیدار۔ اور طریقت میں ہوشیار تھا۔ شیخ زین الدین خوانی کے مرید ہیں جنہوں نے مشکوٰۃ حدیث مولانا جلال الدین قانی کے درس میں پڑھی تھی۔ اور مولانا جلال الدین نے کتاب مذکورہ عالم خواب میں شاہ مردان خیر نروان امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے صحیح کی تھی۔ اور اس کتاب میں ایک جگہ اصلاح کے لیے چسلا ہی تھا۔ کہتے ہیں۔ کہ مولانا جلال الدین روزمرہ اسی درق اور اسی سطون خاص چیلنے کا نشان دیکھ لیا کرتے تھے۔ بعض کہتے ہیں شیخ زین الدین نے وہ نسخہ مولانا محمد امین کو عنایت فرمایا تھا چند روز آپ کے پاس رہا۔ بعد چوری جاتا رہا۔ اس عظیم نقصان سے آپ نہایت غمگین رہا کرتے تھے۔ القصد امیر مردان نے ملک روم میں ایک شخص کو خواب میں فرمایا۔ کہ محمد امین کے پاس سے کتاب مشکوٰۃ گم ہو گئی ہے۔ تم اپنی مشکوٰۃ بیجا ان کی افسردہ خاطر سرور کرو اس شخص نے بلا کسی توقف کے صورت خواب لکھ کر تحریر مذکور کتاب کے ہمراہ بیچ دی۔ جب وہ آپ کی نظر سے گزری۔ تب خوش ہوئے۔

## یا شیخ محمد

آپ شیخ ابراہیم ملتانی کے بیٹے ہیں جو شیخ بہار الدین ملتانی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ شیخ بہار الدین کا سلسلہ خلافت اسوۃ العرفا سید محی الدین جبیلانی قدس سرہ سے جا ملتا ہے شیخ ابراہیم اپنے وقت میں بسا بزرگ تھے۔ آپ کی خدا پرستی اور کرامتیں بہت کچھ لوگوں کے زبان زد ہیں۔ فیات الدین خلجی کا عہد تھا۔ کہ ابراہیم منڈو (مانڈو) میں آئے تھے۔ یہاں پر بہت برسوں تک خدا طلبی۔ حق پرستی۔ فیض سانی۔ اور رہنمائی میں آپ نے عمر گزاری بہرینا کے گوش زمانے نے آپ کو شہاب الدین کے عہد میں جنبش دیکر شہر بیدر میں جا پہنچایا اور وہاں پر آپ بے شمار لوگوں کو گمراہی سے نکال کر طریقت کے سیدھے راستہ پر لائے۔ جب شیخ ابراہیم نے عالم دنیا سے کوچ فرمایا۔ ادبچا

آپ کے۔ آپ کی قبر سے دولت آباد دکن کے معتقدین کو فیض پہنچنے لگا۔ تو منڈور (مانڈور) میں شیخ محمد آپ کے جانشین ہوئے۔ ایزدی مشیت منڈور (مانڈور) سے شیخ محمد کو بھی شہر سید میں کہنچ لے گئی۔ ان اطراف میں شیخ محمد کی بزرگی اور خدا شناسی کا شہرہ مشرق۔ خراسان۔ اور نواحی قندھار تک پہنچا۔ وہاں کے باشندوں کے دل میں سکر شوق پیدا ہوا۔ ہر سمت سے حق پرست اور خدا طلب لوگ شیخ محمد کے آستانہ پر هجوم کر کے آئے۔ اور فیض صحبت سے تحقیق کے بلند مرتبہ کو پہنچے۔

کتے ہیں جن یا مین آپ مان کے پیٹ میں تھے۔ ایک لڑکا عورت آپ کی مان سے لڑی۔ اور ان کے پیٹ پر تھپڑ مارا فوراً اُس عورت کے ہاتھ میں ایسا درد پیدا ہوا۔ کہ برداشت اور صبر کا نشان کو سون تک نہ تھا۔ اور مرنے کی نوبت پہنچی۔ آپ کے پدر بزرگوار کو اُس بد ذات کا حال معلوم ہوا۔ فرمایا۔ کہ اس پیٹ میں قطبے مانہ کا محل ہے۔ اس درد کا علاج سوا اسکے نہیں ہے۔ کہ درد مند عورت۔ حاملہ کے پیٹ پر سے پانی اتار کر پوے اور ہاتھ پر بھی لگا دے۔ تعمیر حکم کی گئی۔ فوراً تکلیف سے نجات ملی۔

لوگ، ایسا ہی بیان کرتے ہیں۔ حاکم صوبہ ظالم اور ناخدا ترس تھا۔ اُس کے ملک کی رعایا کا۔ اُس کے ظلم سے ہمیشہ حال تھا دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھائے رکھتی تھی۔ آنکھوں سے آنسو کی ندیاں جاری رہتی تھیں۔ اور صبح و شام ایسی آہیں کرتی تھی کہ آسمان تک پہنچتی تھیں۔ رعایا بھجور ہو کر ظالم کی شکایت آپ کے پدر بزرگوار کے پاس لے گئی۔ فرمایا۔ اس نوزاد بچہ کے سامنے عرض کرو انہوں نے کہا کف تکلم من کان فی المہد صبیباہ اپنے گموزہ سے نصیح البیانی کے ساتھ جواب دیا عنقریب ظالم کو وہ دن پیش آویگا۔ جو آج ستم رسیدہ رعایا کو پیش آ رہا ہے۔ اور تین روز بعد ایک عورت نہایت دل کے ساتھ اُس کو بجانب۔ عدم روانہ کر دیگی۔ چنانچہ جیسا کہ اتنا۔ ویسا ہی ہوا۔ عیسوی کرامت آپ سے ظاہر ہوئی۔ اور بابائے۔ یوسفی ولایت کے نور سے روشنی حاصل کی صبح روضہ بخلد برین جانشین

## یاد شیخ سالار

آپ عالی مقامات میں سب کے پیشوا۔ اور عجیب و غریب کرامتوں کا مجمع تھے۔ آپ کے بزرگوار باپ کا نام تھو ہے جو شیخ بہار الدین کے خلیفے تھے۔ آپ کی زاد بوم اور قبر سرکار کاہلی کے ایک قصبہ میں ہے۔ شیخ مبارک جن کا مولد اور مرقد سندیلہ ہے۔ اور سید عبدالغنی جن کی حیات اور مات بہ مقام فتح پور ہنسوہ ہے۔ شیخ سالار کے مرید اور خلیفہ ہیں شیخ سالار دونوں جہان کے علم۔ اور علم کی رموز سے آگاہ تھے۔ سید صفی۔ شیخ بدر الدین سر نہدی۔ اور



شیخ ادہن بلگرامی شیخ مبارک سندیلہ دار کے خلفائین سے ہیں بہت اچھی شان اور حالت تھی۔ اہل زمانہ۔  
دینی اور خدائتاسی کے کاموں میں ہمیشہ ان بزرگواروں کے آستانہ پر توجہ اور نیاز کے ساتھ حاضر آیا کرتے تھے  
اور نیز ان بزرگواروں کی پراسرار گفت و گو سے دو جہانی مشکلات حل کیا کرتے تھے۔

### یاد مولانا علم الدین شرف جہان

آپ کو رسمی علوم میں کمال تبحر تھا۔ یقیناً پر دل بنا دھوکہ۔ حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا۔ اور  
چند سال اسی سرزمین میں قیام فرما کر مشائخ حدیث کے بڑی بڑی سندین حاصل کیں۔ بزمانہ سلطان عیاض الدین  
ابن محمود خلجی منڈو (مانڈو) میں آکر درس کی بنیاد ڈالی۔ بیان کے بزرگوں کو آپ کی ملازمت سے تمام فنون کی  
مشکلین آسان ہو گئیں۔ سید بے الدین و کنی کی خدمت سے اپنے طریقت کی تلقین پائی تھی معرفت اور  
حقایق میں مرشد کامل کے درجہ کو پہنچ گئے تھے۔ کیمیا اور اطلسمی علم (اسمیا) اور دعوات کے قواعد عمدہ عمدہ  
اور صحیح صحیح اختیار کر کے تھے۔ تصوف دانی میں تحقیق کے درجہ کو پہنچ کر فصوص الحکم پر محققانہ تعلیقیں لگائی  
تھیں۔ اور حیل شریع کا خلاصہ فصوص کے کنارہ پر چڑھایا تھا۔ آپ سید ابراہیم ارجی قادری کے استاد ہیں۔

### یاد شیخ بہتان

آپ شیخ لال کے مرید ہیں۔ آپ کی طرز زندگی بالکل قلندرانہ تھی۔ برہان پور خاندان کے بازار میں حجرہ بنا رکھا  
تھا۔ ممکنات کی منڈی کی اور تعینات کے راستہ کی سیر کیا کرتے تھے۔ زندگی کے اندر جس کو گڈڑی اور حجرہ کہتے تھے  
رحلت کے بعد ہی کفن اور گور بنائی گئی۔ بیٹ

دی روز اسد جامہ زہجران توڑ دچاک	امروز ز غم فردو ہسان جامہ کفن شد
---------------------------------	----------------------------------

بیٹ مرزا اسدیگ کی ہے۔ جو شیخ ابو افضل مبارک کے ملازم مصاحب تھے۔ جس قدر دستی۔ موزونی۔  
اور نازکی آپ کی بلند طبیعت میں ہے۔ دوسرے لوگوں کی طبیعت میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ مصرع۔

یادش بخیر باد۔ کہ باہمت آشناست

### یاد شیخ شہر اللہ

آپ شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ کے پانچویں فرزند ہیں۔ اور پد بزرگوار کے ہی مرید اور جانشین ہیں۔  
آپ کے پوتے شیخ نعمت اللہ بیان کرتے ہیں۔ سکتہ رخاں نامی ایک مرید تھا۔ وہ شیخ کو کمال آرزو اور عجز و نکسار  
کے ساتھ اپنی جاگیر میں لے گیا تھا۔ معلومت کے وقت ایک گاؤں میں اترنا ہوا۔ جس کے باشندے قبل ازین

ایک دیگر شخص شہر اللہ نام کے ساتھ دشمنی رکھتے تھے۔ جب گانون والوں نے شہر اللہ کے آنے کی خبر سنی تو موقع کی تلاش میں رہے۔ جب آپ کو تنہا نماز میں پایا۔ ننگی تلواریں لیکر آگے۔ اور آپ کو شہید کیا۔ قصہ کوتاہ آپ کا جنازہ لوگ وہاں سے لے آئے۔ اور منڈو (مانڈو) میں پدربزرگوار کے مقبرہ کے اندر دفن کر دیا۔ اُس زمانہ میں لوگ قرآن پڑھنے کی آواز اندر سے اور باہر سے سنا کرتے تھے۔ آپ کے بعد آپ کے قرۃ العین شیخ احمد عطار اللہ کے سرپرستار رہنمائی باندھی گئی۔ جب شیخ عطار اللہ کی باری ہی پوری ہوئی۔ تو اُن کے نور چشم شیخ نور اللہ نے خاتقاہ کو رونق دی۔ جب آپ بھی آنجہانی ہوئے۔ تو آپ کے لخت جگر شیخ نعمت اللہ اپنے آباؤ اجداد کے وطن میں صبر و سکون اختیار کر کے ہدایت کے واسطے کھڑے ہو گئے۔ شیخ نعمت اللہ کو عمر کا حصہ فرزندوں۔ بیویوں۔ اور دیگر عزیزوں سے بہت زیادہ ملا ہے۔ یہاں تک کہ تنہا رہ گئے ہیں اور ان نورانی شکل پیر کی غمگساری کی نوبت راقم تک بھی پہنچی ہے۔ اُمید ہے۔ کہ آپ اس عمدہ شغل کے ذریعے راقم کو توفیق سعادت بخشین گے۔ مصرع توفیق کارہائے نکو از سعادت است۔

## یاد شیخ جلال بن شیخ عبد اللہ

آپ عالم اور شیخ یوسف الفزاری کے چوٹے بھائی ہیں۔ درس دیتے وقت اپنی زبردست باتوں سے تھوڑی سمجھولے طلباء کی استعداد بڑھایا کرتے تھے۔ ہمیشہ شریعت کی رعایت کر کے سلوک طریقت میں اُس کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے تھے پینتیس سال کی عمر میں عالم دنیا سے عالم قدس کو رحلت فرمائے۔

## یاد شیخ عبد الملک قاری

آپ کلام ربانی کو سات تہذیب اور پودہ روایت سے پڑھتے تھے۔ اور ہمیشہ سب کو خواہ درویش و یا نوکر حبیب اللہ قرآن اور قرآۃ سکھایا کرتے تھے۔ اسی پسندیدہ طریقہ کے ساتھ ایام عمر پوری کر دیے۔ اور دارالخلافت آگرہ میں خوابگاہ اختیار کی آپ کے بعد آپ کے فرزند شیخ محمد قرآن کے شوقین لوگوں کے ساتھ۔ باپ کا طریقہ اختیار کر کے جانشین ہوئے۔ ان کو بھی معرفت پوری حاصل تھی۔ قبر آگرہ میں ہی ہے۔

## خاتمہ چمن دوم

وہ شخص بہت ہی اچھا سعادت مسخہ۔ جس نے بہت سی مہموم کا شہر۔ ہو اور ہوس کے تصرف سے نکال لیا جس نے حیات باطلہ کے مکانات اور طول اہل کے محلات۔ شیخ و بنیاد سے اکھاڑ کر عالمیہ ساقلمہ کر دیے جس نے تمتعات حیوانی کی تمناؤں کو۔ اور لذات جسمانی کی شہوتوں کو چند کورہ بالا مکانات

اور محلات میں بو و باش اختیار کر کے اپنے تئیں ان مقامات کا مالک سمجھ رہی تھیں ذلت اور خواری کے ساتھ  
 باہر نکال پھینکا۔ اور جن اصحاب نے جہاد اکبر کا میدان فتح کیا ہے۔ اور نیز جنہوں نے سب سے بڑے دشمن کی  
 لڑائی کا سر کر جینا ہے۔ ان اصحاب کی راہ و روش اور گفت و گو جس نے یاد کر کے امداد حاصل کی۔ نیز اس نے  
 اس جنگ کی طرح۔ طرز بند اور قابو کے موقع معلوم کئے۔ صدر الذکر فتح یاب بزرگوں کے نیک اعمال اور  
 کامل اعتقادات کے ہتھیار زیب بدن کئے۔ اور لا الہ الا اللہ کی تلواریں اللہ شناسی کے ہاتھ سے اٹھا کر نفس کی  
 سپاہ۔ و سوا اس کے لشکر۔ اور شیطانی حضرات کی فوج کو۔ جو انسانی ملک کو اپنی جاگیر سمجھتے تھے۔ ملک مذکور  
 بگا دیا۔ کہ جس کی وجہ سے دل کا تخت۔ جس پر نفس مارہ نے قابو پار کھاتا۔ پھر روح قدسی کے قبضہ میں آ گیا۔  
 جو نائب مطلق ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالْمِنَّةُ اَوْلًا وَاٰخِرًا کہ عالم تجرید و تفرید کے آزاد اشخاص۔ اور تحقیق و توحید کے  
 راستہ پر چلنے والے اصحاب کے ذکر خیر کی بدولت۔ انواع و اقسام کی معرفتیں۔ راقم کو نصیب ہوئیں۔ اور  
 ان کو راقم بجا مَتَابِعُمْتَ رَبِّكَ فَحَدِّثْ تحریر میں بھی لایا۔ کسی قدر ان معرفتوں کو جو میں نے اشیا کے  
 پردہ میں الہی اسماء کے آثار کا۔ اور آثار کی قوت اور نعل کا تماشا کر کے ازراہ تحقیق بہم پہنچائی ہیں۔ بیان کرتا ہوں  
 ازلی حکمت اور سابقہ رحمت اس طرح پر مشورے سے۔ کہ تمام الہی اسماء۔ اور الہی صفات کے۔ احکام و  
 آثار کو نہایت مناسبت اور مطابقت دیکھ کر جداگانہ منافع کے ساتھ خصوصیت دیتی ہے۔ اور ان خاص  
 منافع کو انسان کے عنصری جسم پر فائز کرتی ہے۔ اس بنیاد پر ازلی حکمت نے بہت سے الہی اسماء کے آثار۔  
 انواع و اقسام کی موجودات میں۔ اندرونی طور پر امانت رکھے ہیں۔ تاکہ وہ موجودات ہر ایک درجہ بدو  
 اپنے اپنے تعینی مسرت پر پہنچ کر خاص انسانی تصرف کے قابل بنیں۔ اور تاکہ وہ موجودات اس طرح سے اور  
 نیز اپنی مختلف تصرفات کے انسان کے عنصری جسم کو اس اسم و صفت کا منظر قرار دیں۔ کہ جو اسم و صفت  
 انسانی استعداد کے پردہ میں چھپی ہوئی ہیں مثلاً وصف بنیائی کو اسم البصیر نے سر۔ سنگ سر  
 اور کحل الجواہر میں اس طرح قائم کیا ہے۔ کہ اس کا اثر آدمیوں کی آنکھوں میں لگانے کے بغیر محسوس  
 نہیں ہوتا ہے۔ پس سخن کلام یہ ہے۔ کہ تمام ممکنات اور تمام کائنات۔ خدائی اسماء کے آثار و احکام کی مدد

۱۵ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا بے انتہا شکر اور احسان ہے۔ اول ہی اور آخر ہی ۱۲ علیہ اپنے پروردگار کے احسانات کا

تذکرہ کرتے رہنا ۱۲۔

کے واسطے شاہراہ بنی ہے۔ تب کہیں ان شمار نے اسکا رنگ کو احکام دیا۔ اور اس غرض سے کہ تعین جامع یعنی حضرت انسان کی ذات کے لیے فیض پہنچانے کی مناسبت پیدا ہو۔ اس قدر اوہم پہنچائی ہے اس واسطے ہر ایک شے اس بات کی آرزو مند ہے کہ وہ نبی آدم کے تصرف میں آکر جو آثار اس کے اندر مخفی ہیں وہ جسم انسانی کے اندر ظاہر کرے۔ اور اپنے تئیں۔ **الْإِنْسَانُ مَطِيبٌ وَمُحَلُّ الْاَلَاكِ وَالْاِنْ مَطِيبَةٌ** کی معراج پر پہنچا کر بعد نجات حقیقی سے فیض یاب ہو۔ کیونکہ موالیثتہ کا کمال فنا فی الانسان میں ہے جس طرح انسان کا کمال فنا فی اللہ کے مرتبہ میں ہے۔

**القصدہ** واضح ہو۔ کہ صنفی الاصفیاء کی جامعیت اور خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم السلام اجمعین کے ختمیہ کے مقام پر آخر کار۔ طبقات۔ نام میں سے نزول صعودی اس باصفا گروہ کو نصیب ہوتا ہے۔ جو سنت نبوی پر چلنی کا قدم۔ ریا اور نمود کی گرد آلاش سے خشوع و خضوع کے آنسو۔ اور ریاضت کے خون جگر سے اچھی طرح دھو کر ایجابی صراط مستقیم پر سلوک اختیار کرتا ہے۔ نیز وہ گروہ۔ راہ طریقت میں چلنے والا بانوں۔ ذی ہدایت مرشدوں کی پیروی میں غبار آلودہ اور فرسودہ کر کے سائیرین الی اللہ کی فنز لیں طے کرتا ہے۔ نیز وہ گروہ اس کے بعد اپنے مظاہری و معنوی کمالات کے تمام سرمایہ کو فنا فی اللہ کی کشتی میں بہر دیتا ہے۔ نیز وہ گروہ۔ مسکن و وجوب کے دونوں دریاؤں کی موجوں سے سلامت رہ کر بقا باللہ کے کنارہ پر سرمایہ مذکور پہنچا دیتا ہے۔ نیز وہ گروہ۔ اسما و صفات کی تجلیات کے مقام پر پہنچ کر۔ رسوم اور تعینات کا لباس جس قدر بھی اس تہناروی میں جسم پر باقی رہ جاتا ہے۔ اس سے بھی حقیقت وجود کو پاک صاف کر لیتا ہے۔ نیز وہ گروہ۔ توحید کا احرام باندھ کر سیر فی اللہ کے کعبہ کا طواف کرتا ہے۔ اور نیز وہ گروہ یک جہتی اور بیخودی کے ارکان حقیقی نجات اور دائمی آزادی کا حج ادا کرنے کے واسطے بجالاتا ہے۔

اس صدر اللہ گروہ کے علاوہ۔ عام اشخاص دو فریق ہیں۔

ایک فریق۔ وہ ہے۔ کہ جس کا صراط ایجابی کا سلوک۔ صراط ایجابی کے ساتھ مستعد ہو۔ اور یہ فریق دو قسم پر تقسیم ہے۔

ایک قسم۔ وہ ہے۔ کہ آتش دوزخ کا عذاب وہ نہیں دیکھے گا۔ اور چونکہ آبی بخشش اس کی طرف سبقت کرے گی۔ اس واسطے وہ گلزار فردوس میں خسران خرامان پرے گا جس کا وصف یہ

۵۔ انسان میرا مرکب ہے۔ اہل کائنات انسان کا مرکب ہے۔

ہے فِيهَا مَا شَتَّهِيَ الْاَنْفُسُ وَتَلَدُ الْاَعْيُنُ ط

دوسری قسم - وہ ہے - کہ مغفرت نہ ہونے کے سبب کہ وہ چند روز عذاب نار میں گرفتار رہے گا اس تصور کے پاداش میں کہ صورت افعال سے گزر کر معنی افعال کی منزل میں اُس کا گزر نہیں ہوا۔  
 دوسرا فریق - وہ ہے - جو رہنمائے فطرت و مائیں ذابۃ الہو الخدۃ بنت صیتھا کے پیچھے پیچھے - ایجادی صراط مستقیم پر پیار پاپین کی طرح چلتا ہے - اور ایک قدم ہی شاہراہ توحید پر (جو ایجادی صراط مستقیم کا پہلا قدم ہے) نہیں ڈالتا - یہ گروہ اہل بعد اور ارباب فرق ہیں - اور ان کا مادی و ذوق کے طبقوں میں ہوگا - اعوذ بک منک -

۱۱ جس چیز کو ان کا جی چاہے - اور جو ان کی نظر میں بلی معلوم ہو - بہشت میں موجود ہوگی - ۱۲ -

۱۳ جتنے جاندار ہیں - سب ہی کی توجوٹی اُس کے ہاتھ میں ہے ۱۲



# شروع سوومی حمین

اس حمین میں نوین دور (نوین صدی) کے حسب تفصیل ذیل اصحاب کی سرگزشت - اور ماندو بود کے حالات مذکور ہیں -

اولاً - اہل حقیقت اور ذی معرفت درویشوں کے حالات -

ثانیاً - عقلی و نقلی علوم کے علما کے حالات -

ثالثاً - سلوک اور ریاضت کا راستہ چلنے والے اصحاب کے حالات -

رابعاً - جو لوگ خودی سے اور نیز خود سے آزاد ہیں - ان کے حالات -

۱۔ حوصلہ ایبہر آ - اور کان لگا - دیکھ - ہر ایک حکایت بجائے خود - گلزار معرفت کی ایک ہزار داستان بلبل ہے -

جو عام لوگوں کو خواہ وہ بے ہون - یا صحیح کان والے ہوں - اس جہلن آفرین لاشریک الہ کی تسبیح اور

رنا جوئی کا ترانہ سنا ہی ہے - جس نے **عَلَّمَ رَأْدَمَ الْأَسْمَاءَ كَلَّهَا** کا سرود - حضرت صفی السد کا تعلیم فرمایا

تھا - تاکہ حضرت صفی السد کے ترانہ سے سزائش کرنے والوں کے چہرہ پر خجالت کا پردہ پڑے - اور تاکہ حضرت صفی السد

اپنی بہدانی کا ترانہ - عیب جو بہر فروش جماعت کو سناوین جس کو سکر جماعت مذکور خود ستائی کی بلند پروازی سے

تادانی کی پستی میں غنہ ہی آگے - اور حضرت صفی السد علی استعداد کی بدولت - آفریدہ کار بے مثل - اور سلطان

لاسلان کے خلیفہ اور جانشین بنیں - یہ بالکل سچ ہے بیت -

آن بادشاہ اعظم دستہ بود محکم | ناگاہ دلق آدم پوشید و برد آمد

## پاویا اسحق مغربی

اپنی شاہی محکمہ مغربی کے مدینہ میں - جن کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی اور چالیس جمع کئے تھے - کتھین

اپنے پیر نے آپ کے حالات سے صدق و سعادت کے آثار دیکھ کر - بیعت کے روز ہی خرقہ خلافت بخش دیا تھا - اور تمام

خلفا اور مدینہ کو فرمایا تھا - کہ اسحق ہمارا بڑا خلیفہ ہے اس کی تعظیم روز افزون زیادہ کرتے رہنا - اسی طریق

۱۵ - آدم کو سب (چیزوں کے) نام بتا دئے - ۱۲

پیر کی خدمت میں ہر چند سال تک اپنے فائدہ حاصل کیا۔ بعدہ اجازت لیکر دہلی میں آئے۔ سلطان محمد تغلق شاہ نے آپ کی تعظیم اور خدمت میں بے انتہا کوشش کی۔ مگر آپ لوگوں کے ہجوم سے تنگ دل ہو کر اجمیر کے کوہستان میں چلے آئے۔ ایک رات کا ذکر ہے۔ کہ آپ عالم شمال میں خواجہ معین اللہ اولیا اجمیری کی خدمت میں پہنچے وہاں سے اجازت ہونے کے بعد موضع کٹھن میں آکر مکان تجویز کیا۔ آپ کے خلیفہ شیخ احمد کٹھن والہ کا بیان ہے کہ ایک سال میں اپنے مکان سے چل کر بابا کی ملازمت میں دہلی پہنچا۔ بابا نے اپنے سابقہ مکانات مجکو دکھائے۔ اور فرمایا۔

کہ بارہ سال کی عمر تھی۔ اُس وقت میں والدین کی خدمت سے پیر طریقت کی جست و جو میں حیران و پریشان نکل کترا ہوا تھا۔ مختلف طبقیوں کے چوالیس بیرون کی مینے ملازمت کی۔ جس کبھی کو جہان کبیرین سنا۔ سر کے بل گیا۔ اور ان کے کویدار سے آنکھوں کو منور کیا۔ اور ہر ایک پیر کی فرمان برداری اور پیروی کر کے۔ دل کی اور عادات کی دونوں کی اصلاح عمل میں لایا۔ اور خلافت نامے لیے۔ اسی بہاگ دور کے درمیان میں ایک شہر میں گزر ہوا۔ جہان کا حاکم پیر پرست تھا۔ وہ میرا معتقد ہو گیا۔ مگر وہاں کے قلندر مجھ پر رشک کرنے لگے۔ ایک بڑی اونچی آگ جلائی۔ اور کونوں کا ڈھیر فراہم کیا۔ مجکو دعوت دی۔ کہ بھنے حلوائے بے دود کا پکایا ہے۔ مجکو ان لوگوں کے قانون و قاعدہ کی خبر نہیں تھی۔ لہذا مینے قبول کر لیا۔ اتنے میں مجکو آگ کے نزدیک لے گئے۔ مینے ایک بارگی اللہ و حدہ لا شریک لہ کا نام لیکر ان کی مشعل کی ہوئی آگ کو پانوں سے روند ڈالا۔ ابراہیمی ہم نے اظہار ولایت کر کے آگ میں اذخوانی پول کی خاصیت پیدا کی مصلح آتش فرودیان گلزار اوست

### یا مولانا سید احمد ابن محمد سہتانیسی

آپ ظاہری علوم۔ کامل طور پر جانتے تھے۔ سلطان بہلول لودھی کے عہد میں اپنے وطن سے دہلی میں آکر مکان بنا لیا تھا۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے درید۔ اور مولانا خواجگی نحوی کے بہائی ہیں۔ کہتے ہیں۔ جب بہائی کی خواب مولانا کے گوش گزار ہوئی جس کی تعبیر دہلی کی بربادی تھی۔ تو اپنے فرمایا۔ یہ خواب و خیال عبرت و احتیاط کے قابل نہیں ہیں۔ اور اس بنیاد پر وہاں سے نقل و حرکت کا خیال دل میں نہیں آنے دیا۔ آپ کے بہائی انہیں ایام میں دہلی سے سامان اقامت اٹھا کر کاپی میں چلے گئے۔ چند روز بعد صاحب قرآن امیر تیمور نے دہلی فتح کر لی۔ اور دوسرے باشندگان شہر کی طرح۔ مولانا بھی گرفتار ہوئے۔ مگر ایسے شخص کی حراست میں آئے۔ جو طالب علمی کا شوق رکھتا تھا۔ ایک روز وہ شخص اپنے ہم مذاق لوگوں کے ساتھ مطول معانی پر مباحثہ کر رہا تھا۔ مولانا نے

۱۵ کٹھن۔ اجمیر سے تقریباً تیس کوس کے فاصلہ پر شمال اور مغرب کے درمیان میں ایک قصبہ ہے۔ ناگور ضلع میں ہے ۱۲

اُس کے نا درست پڑھنے پر مطلع ہو کر قیدیوں کے درمیان سے رٹو بچا کیا۔ اور کہا۔ اس عبارت کے واسطے یہ  
 معنی موزوں نہیں ہیں۔ اُس شخص نے تیسرے مولانا سے عذر و معذرت کی۔ اور کیفیت حال صاحبِ قرآن  
 کے حضور میں جا کر بیان کی۔ اس پر نہایت تعظیم کے ساتھ۔ مولانا کو بارگاہِ سلطانی میں لے گئے اور  
 صدر مقام پر بٹایا۔ صاحبِ قرآن نے بھی معذرت کے طور پر کہا۔ دہلی پر پورش۔ ہواے نفسانی سے نہیں  
 کی گئی ہے۔ بلکہ علماءِ بخارا کے فتویٰ سے ہے۔ فتویٰ لاؤ۔ تاکہ ہم دکھائیں۔ مولانا نے فرمایا۔ اب فتوے کا دکھانا  
 اور دیکھنا کوئی مفید بات نہیں ہے۔ کاش۔ اس پورش سے پہلے میں دیکھتا۔ تاکہ علمی معاملہ پر مباحثہ کیا جاتا۔  
 اور جائز ناجائز کی تمیز ہوتی اس اثنا میں مولانا بڑے الدین ملتانی مرغینانی صاحبِ ہدایہ فقہ کے پوتے آگئے اور  
 مولانا احمد کے بالائے دست بیٹھے۔ دریافت فرمایا۔ یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ فلان پوتے ہیں۔ آپ نے ہنسی کی راہ  
 سے کہا۔ جس شخص کے وادانے فقہ میں چودہ جگہ خطا کی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اُس کا پوتا ادب کے بارہ میں ایک جگہ  
 برسرِ غلط ہو۔ یہ سکرہ برہم ہوئے۔ اور مولانا کے دامن سے اُلجھ گئے۔ کہ اس جمال کی تفصیل کرنی چاہیے۔ مولانا نے  
 فرمایا۔ کہ وہ خاص خاص مقام اس وقت میرے ذہن میں نہیں آتے ہیں۔ میرا لہاکا جما جاتا ہے۔ حسبِ حکم صاحب  
 قرآن۔ نقیبوں نے شیخ جما کو لشکر میں سے تلاش کر کے نکالا۔ دو سکر روز شکر اور شہر کے علماء کی مجلس منعقد ہوئی  
 اور علمی گفت و گو پیش کی گئی القصدہ لاشیخ جمانے باپ کے فرمانے کے بموجب۔ ہدایہ کی وہ چودہ جگہ جن پر اعتراض  
 وارد ہے۔ شمار کرادین۔ اور مناظرہ کے ساتھ ثابت کر دین۔ اسپر چاروں طرف سے آفرین آفرین کی آواز آنے لگی  
 صاحبقران نے فرمایا۔ اس شہر میں درس پانے والوں کے واسطے خانہ و خانقاہ اور مولانا کے واسطے محل تعمیر کیا  
 جائے۔ مولانا نے کہا۔ مولانا خواجگی۔ اور نیز دیگر اہل ولایت جو میرے ہم نشین تھے۔ بیان سے کاپی کو چلے گئے  
 ہیں۔ اور وہیں بود و باش اختیار کر لی ہے۔ لہذا اب یہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں بھی انہیں کے ساتھ رہوں اور  
 انہیں کے پاس ہوں۔ کیونکہ اب عمر کا آفتاب زرد ہو گیا ہے۔ بالآخر آپ قلعہ کاپی میں آئے۔ اور لقبیۃ العمر درس آد  
 رہے۔ عربی زبان کا ایک قصیدہ آپ کا نعت میں ہے۔ جس کو قصیدہ بردہ کے ہم پلہ کہہ سکتے ہیں۔ مولانا  
 عبدالحق دہلوی نے اپنے تذکرہ میں اُس کی بہت سی ابیات لکھی ہیں۔ مصرع بادا کشا و عرفہ علم ازل برو۔

### یاد خواجہ ضیاء الدین برنی

آپ نامور اہل سخن۔ اور صنفین میں سے تھے۔ بہت سی تصنیفات اور تالیفات آپ کی یادگار ہیں جیسی

شہادۂ محمد علیہ السلام۔ عنایت نامہ الہی۔ ماثر السادات۔ تاریخ فیروز شاہی۔ وغیرہ وغیرہ آپ اپنی سخن آرائی سے مجلس



لاہن۔ عجیب عجیب سفارین سے محفل کی نشاٹا۔ اہل شیریں بیانات کے ہم نشینوں کی خوشی بڑھاتے تھے سلطان نظام اللہ اور  
 کے مرید۔ خسرو اور خواجہ حسن نجری کے باخلاص دوست۔ اور سلطان محمد تغلق کے ندیم خاص تھے۔ سلطان  
 آپ کو بعض کچھ تکلف کے ساتھ اپنے ہمراہ رکھتا تھا۔ جب سلطنت کی نوبت فیروز شاہ کو پہنچی۔ آپ نے بھی پیر سے  
 گوشہ نشینی کی درخواست کی۔ پیر نے قبول فرمایا۔ اکثر کتابیں۔ اس فرصت میں تصنیف فرمائی ہیں کتبہیں  
 اخیر زندگی میں دنیوی سامان جو کچھ پاس تھا۔ پیر بزرگوار کی مذکر کے درویشوں کو دیدیا تھا۔ جب آپ کا زمانہ زندگی  
 پورا ہوا۔ تو آپ کے حجرہ میں پادرا اور پوہیے کے سوا۔ کچھ نہلا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ سلطان نظام اللہ کے زمانہ  
 میں تین شخص ضیاء نام کے تھے۔ برنی بخششی۔ اور سامی۔ اولین مرید کامیاب۔ آخرین منکر ناکام۔ اور توسط  
 دونوں سے علیحدہ۔ اس حالت میں تینوں زندگی گزارتے تھے۔ قطع

نام این ہر تن ضیا بودہ  
 ثانی از ہر دو بے نوا بود

برنی بخششی و سامی  
 اولین معقتد پسین منکر

اور بعض کہتے ہیں۔ کہ صرف موضع برن سے ہی۔ تین کس ضیاء نام کے آئے تھے۔ تینوں اہل علم۔ اہل سخن  
 مشائخ دوست۔ مرید اور تمتعات ہر دو عالم سے مستفید تھے۔ رحمہم اللہ۔

### یاوشیخ رکن الدین مودود کان شکر نبروالہ

آپ۔ زکے اعتبار سے خواجہ بہ علم الدین محمد کے بیٹے ہیں۔ خواجہ علم الدین محمد۔ خواجہ علاء الدین یوسف کے بیٹے تھے  
 خواجہ علاء الدین یوسف۔ خواجہ بدر الدین سلیمان کے بیٹے تھے۔ خواجہ بدر الدین سلیمان۔ اسوۃ اولیائے کرام  
 مخدوم شیخ فرید الدین مسعود گنجشکر کے بیٹے ہیں۔ قدس اور واحم اور بیعت و خلافت کے اعتبار سے آپ شیخ  
 محمد زاہد کے خلیفہ ہیں۔ شیخ محمد زاہد یوسف کے بیٹے۔ یوسف۔ احمد کے احمد محمد کے۔ محمد۔ خواجہ علی کے۔ خواجہ  
 علی۔ ابی احمد کے۔ اور ابی احمد۔ قطب مشائخ عظام۔ خواجہ مودود حشتی کے بیٹے ہیں۔ نور مرقد رہم۔ اندیز آپ شیخ  
 عزیز اللہ المتوکل علی اللہ مندوی کے پیر و مرشد ہیں۔ نرہ مسرہ تجرید و تفرید کی ریاضت۔ اس حد تک پہنچی  
 ہوئی تھی۔ کہ اکثر اتوں کو ایک وضو کا ہی پانی باقی نہیں رکھتے تھے۔ زمانے تھے۔ تہجد کے وقت غیب سے ہم کو پانی  
 پہنچ جاوے گا۔ آپ کی قبر میں گجرات میں ہے۔ جس کا نام پرانی کتابوں میں نرہ الہ ہے۔ کہتے ہیں۔ ایک روز سلطان  
 عشاق۔ یگانہ آفاق۔ سید محمد گیسو دراز۔ آپ کی ملاقات کے واسطے آپ کے پاس آئے۔ باہم معرفت کی  
 گفت و گو ہوئی۔ اس ضمن میں سید نے دریافت کیا۔ کہ جو کشف اور فتوحات سلطان عارفان بائزید سلطان

اور سید طاہفہ جنید بغدادی قدس سرہما کو ہوتی تین۔ وہ اس زمانہ میں نہیں ہوتی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا اُس زمانہ کے لوگ کمرین ہمسایہ نہیں باندھتے تھے۔ کہتے ہیں۔ سید کی کمرین ہمسایہ بندھی ہوئی تھی۔ اسی وقت کھول پھینکی۔ ہجری سنہ سات سو پانچ میں آپ عالم ارواح سے عالم اجسام میں آئے تھے۔ جب پچیس سال کی عمر ہوئی۔ تو خدا شناسی کی طلب میں قدم رکھا۔ اور بائیسویں شوال ہجری سنہ آٹھ سو گیارہ کو عالم قدس کی تیاری فرما کر عالم اجسام کی چار دیواری کو رخصت کیا۔

مصارع رکن دین راجستھاری بادار اسرار او

یاد سید محمد گیسو دراز

آپ شیخ نصیر لادیا چراغ دہلی کے خلیفہ ہیں۔ تبرقصبہ گلبرگہ میں ہے۔ جو گول کنگڑہ صوبہ دکن کی سرکار میں واقع ہے۔ جب آپ دہلی سے باجارت پر نبرگوار دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ تو اشنائے راہ میں گواہیار پر ہی گزر ہوا۔ اُن ایام میں شیخ علاء الدین متوطن کا پی جاگیر دار تھا۔ اُس نے مع تمام علما اور عقلا کے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ اور کمالِ عبرت و اکرام کے ساتھ آپ کو شہر میں لایا۔ اُس کے چار بیٹے تھے۔ اور ہر ایک بیٹا۔ علم کا گویا ایک رکن تھا۔ ان میں سے شیخ ابو الفضل۔ ابو سعید۔ اور ابو البرکات کو سید کامرید کرادیا اور اسباب سفر کی تیاری ضرورت سے زیادہ کر کے۔ رخصت کیا۔ آپ جب دکن میں پہنچے ہیں۔ اُس وقت سلطان احمد بہمن شاہی کا زمانہ تھا۔ جب سلطان نے بہت کچھ تعظیم کر کے مندر سلطنت پر بٹایا۔ تاج۔ تخت۔ چتر۔ اور علم پیش کش کئے۔ اور اپنے پرگنہ میں سے متعدد موضعے اور بلاغ خالقاہ کے نام سے وقف کئے۔ چنانچہ مسافر و مقیم۔ اور لوگوں کو درویش بلا کر ہزار آدمی صبح و شام آپ کے خون سے کمانا کیا کرتے تھے۔ چراغ دہلی کے سلسلہ کو آفتاب کی طرح فروغ آپ کی ذائقہ ہے۔ آپ کی عمدہ عمدہ تصنیفیں بہت سی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک کتاب شہر نام ہے سلوک اور تصوف میں۔ اس کتاب کی عبارت تمام دکن میں معما اور تلویل کے طور پر واقع ہے۔ دوسری معدن المعانی اہتسری شرح سونخ امام احمد غزالی رحم۔ سوانح کے بارہ میں آپ فرمایا کرتے تھے۔ یہ ایک دو شیرہ و دختر ہے جس کو ہنوز معنی آفرین اہل سخن کے اندیشہ کا ہاتھ تک نہیں لگا ہے۔ اور الفاظ کا نقاب اس کے مقاصد کے چہرہ پر بستور بڑا ہوا ہے۔ کہتے ہیں۔ شرح کفن کے بعد پیٹے کے خون آنے لگا تھا۔ ہجری سنہ آٹھ سو پچیس میں عالم قدس کو کوچ فرما گئے۔ آج کل آپ کے فرزند مذکورہ بالا قصبہ میں اسی سلطنت کی صورت پر سلسلہ کو ظاہر میں جاری رکھتے ہیں۔ باطن کی پیروی بھی خدا کرے۔ روزی ہو۔

## یاد سید محمود

آپ سید سما خورد کے بیٹے ہیں۔ سید سما خورد۔ سید سما بزرگ کے۔ اور سید سما بزرگ نام مصری کے  
 فرزند تھے۔ آپ کی زاد بوم اور خواہگاہ دونوں منڈو (مانڈو) میں ہیں۔ سید محمد بن کالقب جوانی میں سیخان  
 تھا۔ دولت اور سپاہگری ترک کر کے تمام عمر درویشی اور ریاضت میں گزاری۔ ان کا بیان ہے کہ سید ناصر مصری  
 کے بیان اپنے شہر میں ہزار آدمی ذی ہنر اور پیشہ در ملازم تھے۔ پیشہ ورون کی محنت کے حصہ میں جو کچھ ہر روز  
 ہاتھ لگتا تھا۔ وہ سب سید ناصر خانقاہ کے صوفیوں اور مہمان سراے کے آنے والوں کے خرچ میں صرف کر دیا  
 کرتے تھے۔ ایک روز ایک غلام اپنے ہمراہوں سے کہہ رہا تھا کہ ہمارے سید۔ اپنے غلاموں کے کسب کی  
 آمدنی پر خانقاہ داری کرتے ہیں۔ اور ہم سب عیال دار ہو گئے ہیں۔ اب آمدنی اجرت کا یہ حال ہے۔ کہ بال بچوں کے  
 روزانہ خرچ خوراک کو بھی کتنی نہیں ہوتی ہے۔ اس غلام کی یہ شکایت ایک دم خواجہ کے دل میں چبھ گئی۔ سید ناصر  
 مصری نے اس طرح سے قلندرانہ صورت بنائی کہ کسی نے نہیں پہچانا۔ اور ہند کی طرف چلے آئے۔ یہ کینان  
 حصار فیروزہ میں پہنچے۔ اس جگہ ایک درویش سے ملاقات ہوئی۔ جو کیمیا کا علم و عمل جانتا تھا۔ ناصر مصری نے  
 درویش کی مصاحبت اختیار کی۔ بالآخر مقیم درویش۔ آنے والے کی سرگزشت پر آگاہ ہوا۔ چونکہ مقیم نے نووارد  
 کو سنجیدہ آدمی پایا۔ لہذا اپنا داماد کر لیا۔ اور علم اکیسرا کر فرمایا۔ اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ اور تمام غلاموں کو آزاد  
 کر کے اس عمل کے ذریعہ۔ سے عمدہ طور پر خانقاہ کو رونق دو۔ القصہ سید ناصر مصری نے حکم استاد کی تعمیل کی  
 اور چند سال بعد اپنے بیٹے سید سما کو کیمیا بنانا سکھا کر ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ اور فرمایا حصار میں جا کر  
 بزرگ استاد کا حال معلوم کرنا۔ سید سما جب حصار میں آئے۔ تو اس مہربان استاد کو زندہ نہ پایا۔ آخر کار کیمیا  
 کے ذریعے سے ایک جماعت کو اپنے ہمراہ لیا۔ جو سپاہیانہ صورت اور درویشانہ سیرت رکھتے تھے۔ اور مع ان  
 سب کے منڈو (مانڈو) میں آئے۔ اس زمانہ میں رام دیرا ہی۔ اس صوبہ کا حاکم تھا۔ وہ مشیت انبوی سے مقابلہ  
 نہ کر سکا۔ منڈو (مانڈو) کا قلعہ خالی چھوڑ کر جنوبی سمت میں چلا گیا۔ اور یہ بزرگ مقام اہل سلام کے ہاتھ آیا۔ اور  
 اس وقت سے پہلے نو بنیاد اسلام قائم ہوئی۔ اس کے بعد سلطان ہوشنگ پسر دلاور خان غوری نے نوین صدی کے  
 آغاز میں زیادہ آباد کیا۔ اور دین محمدی کو بہت کچھ قوت حاصل ہوئی۔ اور سید محمود کی درویشی کی رونق کمال  
 کو پہنچی۔ آپ صاحب فضیلت و کرامت بھی ہوئے ہیں۔

## یاد شیخ یوسف بدھا ایرجی

مقتول العشق آپ کا خطا ہے۔ اتفاق زمانہ نے آپ کے بزرگون کو خوارزم سے ہند میں لا کر قصب ایرج میں آباد کیا تھا۔ قصہ کوتاہ جب آپ کا زمانہ ہوش آیا۔ تو خواجہ احتیاد الدین عمر کی خدمت سے آپ نے کتابی علوم۔ اور قلبی کمالات کی تکمیل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ پھر سید جلال الدین بخاری اور شیخ راجو قتال کی ملازمت میں پہنچ کر وہاں سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا امام محمد غزالی کے منہاج العابدین کا ترجمہ۔ آپ ہی کی تالیفات سے ہے۔ فارسی شعر کا بھی ذوق تھا۔ تاریخ محمدی کے مصنف نے جو آپ کا مرید ہے۔ لکھا ہے۔ کہ آپ کی خانقاہ میں قوالی کی مجلس ہجری سنہ آٹھ سو چونتیس میں ہوئی تھی۔ صوفیوں کی جماعت پر حالت طاری تھی۔ آپ بھی شوش کر رہتے ایک ایک آپ کی روح کا لبد سے علم لاہوت کو پرواز کر گئی۔ آپ کی قبر وہیں خانقاہ کے صحن میں بنائی گئی۔ اور سلطان جلال الدین محمود سپہر خان جہان خلجی منڈوی نے آپ کی قبر پر ایک عالی شان گنبد تعمیر کرا دیا مصحح حدیث خیر دہاؤ انکھ این عمارت ساخت

## یاد شیخ علی پرو

پرو ایک موضع ہے مہائم کے اطراف میں۔ جو گجرات کے زیرین حصہ میں ایک بندر ہے۔ آپ کے پدربزرگوار کا نام احمد مہائمی ہے۔ دونوں جہان کے حقائق اور اسرار کے آپ عارف تھے۔ صوفیوں کی اصطلاحات میں آپ شیخ محی الدین عزلی اور شیخ صدر الدین قونیوی کے پیرو ہیں۔ اور ان دونوں بزرگواروں کی تصنیفات پر آپ نے عمدہ شرحیں۔ لکھی ہیں۔ اور سنجیدہ حاشیے لگائے ہیں زوارف شرح عوارف آپ کی ہی ہے۔ اور تفسیر تبصیر رحمانی میں جس میں عبارت ترجمہ کے ساتھ قرآنی ترتیب کو ملایا ہے۔ اور آیات کو تکرار سے علیحدہ کیا ہے۔ یہ پسندیدہ طریقہ تمام آپ کی اختراع ہے۔

ایک رسالہ میں لکھا ہے۔ امام جلال الدین محمد نام مہن میں ایک عالم تھے۔ ان کا خطا ایک خادم میرے پاس ملا۔ اور اُس نے یہ بیان کیا۔ کہ شرف الدین علم قرآن مہنی کی فہم اور بصیرت اس قدر تھی کہ وہ نہیں۔ جس کی شعاعیں شیخ محی الدین عزلی کے کلام پر پڑ سکیں۔ با انہیں اُس کو شیخ سے انکار ہے۔ گوارکار کا باعث اس کی کوتاہی اور نارسانی ہے۔ شیخ کی اور پیروان شیخ کی تکفیر کرتا ہے۔ یہ ناصواب بیان منکر خیال پیدا ہوا کہ حق بات ضرور ظاہر کرنی چاہیے۔ اور پھر اس خیال نے مجھ کو گہر میں بیٹھنے نہیں دیا۔ ناچار سفر کے واسطے کمرباندھ کر مہن کے راستہ پہنچا۔ اور وہاں پہنچ کر لازمی محبتیں اور قطعی دلیلین پیش کیں۔ بالآخر میں شہادت کا کورہ کرکٹ۔ اور شیخ کا گردنہاں معلم کے عقائد سے دور کر دیا۔ کیونکہ گروہ صوفیہ جنہوں نے ماسوا سے طریقت کو ترک کر کے حقیقت اور شریعت میں

باہم تطبیق دی ہے۔ اور اپنے تئیں نیت شمار کر کے درمیان میں نہیں لاتے ہیں۔ ان کی امداد تمام خدا شناس عالموں پر لازم ہے۔ آپ شیخ صدر الدین قونیوی کی نصوص کی شرح لکھنے کے بعد کچھ کم دس سال مکانی لباس میں زندہ رہے۔ اور شرح مذکور کی تالیف ہجری سنہ ۸۱۷ھ سو تیس میں ہوئی ہے۔ اور بعض کے نزدیک آپ کی رحلت کا سال اور مہینا جمادی الاخریٰ ہجری سنہ ۸۱۷ھ سو تیس ہے۔ خواہنگاہ مہائم۔

## یاد مولانا نظام الدین خاموش

آپ گویا خوب و امکان کے دو دریاؤں کے درمیان میں بزخ تھے۔ جمال اور جلالی نمائشیں۔ آپ کی ذات میں نمایان تھیں۔ اصول حقائق کی مسند کو آپ سے زینت تھی۔ اور فروع طریقت میں روایتوں کا آپ ماخذ تھے۔ تصوف کے مہینے میں آپ کے بیان کی برابر جو سراپا جوہر ہے۔ کوئی کیفیت نہیں ہے۔ سماع کی مجلس میں آپ کو جوش اور خروش نہیں ہوتا تھا ہمیشہ اپنے باطن کو دیکھنے میں ظاہر میں آنکھ بیاہر کی طرف سے بند کر کے اندرونی اور باطنی آرائش کے سامان میں رہتے تھے۔ جس زمانہ میں بخارا کے مدرسہ میں آپ تحصیل علم کر رہے تھے۔ اُس زمانہ میں خواجہ بزرگ کی ملازمت سے توفیق رفیق ہوئی تھی۔ اور اس خانوادہ کی محبت کا نقش آپ کے دل پر بیٹھا گیا تھا۔ اُسی روز سے آپ نفس کے مجاہدہ اور اصلاح میں سلسلہ جنبانی کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ خواجہ علاء الدین عطار کی خدمت میں پہنچ کر آپ کو روشن غمیری کی قوت حاصل ہو گئی اور دوئی نمازہ خشک سے رہائی پا کر پکائی سے بہری ہوئی توحید کا گونٹ پی لیا۔ اور مست ہو گئے۔ قدس العظمیٰ

## یاد خواجہ عبداللہ امامی اصفہانی

آپ معرفت و کمالات کے دریا۔ توحید کی کان۔ اور خواجہ علاء الدین عطار کے مریدوں اور دوستوں کے سرگروہ تھے۔ آپ نے خواجہ علاء الدین عطار کے دلچسپ بیانات اور کلمات کو قلم بند فرما کر اہل زمانہ کے واسطے سامان استفادہ بہم پہنچایا ہے۔ اُس میں آپ لکھتے ہیں۔ تاقین معرفت کے آغاز میں ہمارے خواجہ کا یہ طریقہ تھا۔ کاتبان کو یہ تعلیم ہوتی تھی کہ اپنا عنصری خزانہ۔ اور قوی وادراکات کے تمام کمال جواہر۔ عنصری جسم مرشد کے ہاتھ فروخت کر دینے چاہئیں۔ جو الہی ہستی کی آمد و رفت کا درحیپے ہے۔ زبان تصوف میں ہدایت کی اس شکل کو۔ فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔ تاکہ جو شخص ہستی کو فروخت کر کے۔ اُس کی عوض میں نیستی کا خریدار ہے۔ اُس شخص کو اگر سلوک کی گناہوں میں نقیاض پیدا ہو تو اُس خدائی آئینہ (مرشد) کے تصور سے مقصد کار استہل جاوے۔ کہتے ہیں پہلی ہی ملازمت میں پیر نے یہ زفرہ آپ کو سنا کر آپ کے ہوش و حواس کو دئے تھے بیست

توز خود گم شو و سال این سٹا بس | اگم شدن کم کن کمال این است بس

شیخ لاجی۔ یاد مخدوم شیخ جمال الدین کھٹو سرخندی احمد باری

کھٹو نام ایک موضع ہے ناگور اور اجیر کے کوہستان میں۔ یہاں آپ رہتے تھے۔ لیکن آپ کے آباؤ اجداد دہلوی ہیں۔ آپ کی پیدائش بھی دہلی ہی کی ہے۔ صاحب دانش و بنیاد تھے ہجری سنہ ۱۰۸۵ میں اپنے وجود سے عالم خاک کو شرف بخشا۔ کہتے ہیں ایک روز دہلی میں ایسی سخت آندھی آئی تھی۔ کہ باری باری چیزیں ہوا میں اڑ کر اپنے مقامات سے منزلوں دور جا پڑی تھیں۔ اُس زمانہ میں آپ خورد سال تھے۔ ملک نصیر الدین نام تھا۔ گلی کوچہ میں اپنے ہم عمروں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ بگولہ کے ساتھ آپ کا دامن بھی لپٹا گیا۔ اور بگولہ آپ کو پتنگ کی طرح ہوا میں اڑا لے گیا۔ موضع کھٹو کی سرحد میں۔ جو دہلی سے کو سون دور ہے آپ نیچے اترے اُس زمانہ میں بابا اسحق مغربی نے اُس موضع میں حجرہ عبادت بنا رکھا تھا۔ بابا اسحق حاجی محمد گہمی کے خلیفہ ہیں۔ جنہوں نے چالیس جمع کئے تھے۔ اور نیز حاجی جی اسوۃ العرفا ابو مدین مغربی کے سلسلہ میں سرگروہ تھے۔ قدس سرہم اور اسوۃ العرفا ابو مدین مغربی۔ سید عبدالقادر جیلانی کے ہم عصر ہوئے ہیں۔ القصد ازیلی سعادت کے اُس طفل کی پرورش کا حکم بایا کے نام جاری کیا۔ بابا نے جمال الدین احمد نام رکھا۔ آپ جب کمال ہوش کو پہنچے۔ حقیقی بیعت کی رسم ادا ہوئی۔ اور تھوڑی سی خدمت اور ریاضت سے علم ارواح اور عالم اجسام کے کمالی مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ آٹھویں صدی کے آخرین حصہ میں سلطان احمد ابن مظفر کا عہد تھا۔ کہ پیر کے ارشاد کے بموجب آپ گجرات تشریف لے گئے۔ اور سا بنہرتی کے کنارہ جو اب قلعہ احمد آباد کے نیچے روان شہر گوشہ گزین ہوئے۔ سلطان وقت نے بھی آپ کی محبت اور اتفاق کی وجہ سے اُس مقام پر ایک بڑے شہر کی بنیاد ڈال کر احمد آباد نام رکھا۔ ندیمان خاص کو اس بنیاد کی تاریخ کلہ پختی ملی اس باعث سلطان نے شہر جانا پیر کو جو سابقہ حکمران بادشاہوں کا دارالسلطنت تھا۔ چھوڑ کر۔ اس نو آباد شہر کو اپنا پائے تخت بنایا۔ یہ شہر آپ کے قدم کی برکت سے ایسا اسلامی شہر بنا۔ کہ تمام ہندوستان میں اس کی مثال نہیں ہے۔

لکھا ہے۔ مشائخ زمان قدس سرہم کی ملازمت کی آرزو آپ کو بہت کچھ رہتی تھی۔ اور وہ ہمیشہ آپ کو سفر میں رکھتی تھی۔ چنانچہ اپنے ایک خط میں جو شیخ کمال الدین احمد باری کے نام سر قند سے بھیجا تھا۔ لکھا ہے۔ میں ہجری سنہ ۱۰۸۵ میں بکر اعظم کا سفر اختیار کیا تھا۔ جزیرہ عدن میں پہنچ کر شیخ عبداللہ یافعی کے خلیفہ شیخ عبداللطیف یمنی سے ملاقات کی۔ بعد ازاں معطر کی زیارت سے مشرف ہو کر ارکان جمع و عمرہ ادا کئے۔ اور نیز بزرگان مکہ کی ملاقات

سے فائدہ اٹھایا۔ پھر صاحب مدنیہ علیہ افضل التحیات کی زیارت سے شرف حاصل کر کے اپنے خاکی چہرہ کو آپ کے آستانہ کی خاک سے منور کیا۔ اس کے بعد ہجری سنہ آٹھ سو آٹھ میں ہری گو گیا۔ اُس وقت شیخ شہاب الدین خلیبان شیخ خراسان تھے۔ وہاں اُن سے ملاقات کی۔ پھر قند میں پہنچ کر وہاں کے مشائخ سے ملازمت حاصل کی۔ کتے میں گجرات میں بازگشت ہو کر بہت جلدیہ سفر انجام کو پہنچ گیا۔ اور اس بے مثل شہر میں چند سال طالبان ہمتیہ کو فیض پہنچایا۔ جب چودھویں ماہ شوال ہجری سنہ آٹھ سو اونچاس کو فرماں طلب صادر ہوا۔ تو خوشی کے ساتھ عالم ظلمانی سے جہان نورانی کو رعلت فرمائی۔ آپ کی قبر سیرگنج میں ہے۔ جو اُس شہر کا ایک بازار ہے۔ آپ کی قبر پر ایک عالی شان گنبد اور بلند عمارت بنی ہوئی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آندھی کے حادثہ کے بعد آپ خواجہ نجیب نساخ کے ہاتھ لگے تھے۔ یہاں سے بابا کے ہاتھ آئے اس طرح پر۔ کہ مولانا صدر الدین حافظ مولانا شہاب الدین عالم ہمدانی ڈیڑوانہ کو جاتے تھے۔ جو دہلی کا پرگنہ ہے۔ اس واسطے بابا اسحق کے پاس رخصت ہونے کو گئے۔ بابا نے فرمایا۔ اگر کوئی ذی شعور لڑکا ہاتھ آ جاوے۔ تو میرے واسطے لیتے آنا۔ جب مولانا صدر الدین ڈیڑوانہ میں پہنچے تو خبر ملی۔ کہ ایک لڑکا نساخ کے ہاتھ آیا ہے۔ مولانا کو بابا کا پیغام یاد آیا۔ لڑکے کے دیکھنے کے واسطے گئے۔ اور نساخ سے مانگ کر بابا کے واسطے لیتے آئے۔

### یا وقاضی شہاب الدین عمر

آپ زاہلی۔ دولت آبادی۔ جو نپوری ہیں۔ زمانہ کے تمام عالموں سے زیادہ عالم۔ اور جملہ ارباب فنون کے استاد تھے۔ نظم کا شوق بکھا۔ فارسی زبان میں شعر کہا کرتے تھے۔ آپ کے آبائے بزرگوار کو شیخ الشیوخ سہروردی سے بیعت اور نیز عقیدت تھی۔ اس واسطے آپ کو تینا پیر سہرورد کا رسمی وریکرا دیا بکھا۔ ظاہری علوم میں آپ مولانا خواجگی بخوی کے شاگرد ہیں۔ جو مولانا معین الدین عمرانی دہلوی کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ نے ہر ایک علم میں جرتہ۔ متن۔ شرح۔ اور حاشیے لکھے ہیں۔ بنملائن کے آپ کی ایک تفسیر بکھرا ہے۔ چونکہ یہ فارسی زبان میں ہے۔ لہذا درسی کتب میں۔ اس کا شمار نہیں ہوا۔ یہی معانی اگر عربی عبارت میں ہوتے تو علموں کے نزدیک یہ کتاب کشف کے ہم پلو ہوتی۔

کتے ہیں۔ اس زمانہ میں ایک سید تھے اہل نام جن کے نسب کا جمال۔ جب کے زیور سے آراستہ نہیں تھا۔ سید کے سر میں ہو اہری۔ کہ ارباب دول کے محفل میں قاضی صاحب کے بالادست بیٹھا چاہیے۔ قاضی صاحب نے ایک رسالہ لکھا۔ کہ جس میں عالم بے سیادت کو سید بے علم پر فوقیت دی۔ پھر اس کے بعد دونوں کے مساوی جہ

ہونے کا اقرار کر کے۔ اس بارہ میں دوسرا رسالہ مرتب کیا۔ اور اُس میں تصریح کی۔ کہ میری عالیت درست اور ظاہر ہے۔ اور تمہاری علویت احتمالی اور مخفی ہے۔ لہذا بلا دست بیٹھنے کا حق مجھ کو حاصل ہے۔ جب یہ مناظر سولانا خواجگی کے سامنے پیش ہوا۔ تو مولانا شاگرد پر عرض ہوئے۔ اور سخت ناراضی ظاہر کی جس سے آپ کو شرمسار ہوئی۔ مجبوراً سادات کی تعریف میں تیسرا رسالہ لکھا۔ اور مناقب سادات نام رکھا۔ اس رسالہ پر آپ کی تمام تعینفات کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ مناظرہ مذکورہ کے بعد خاتم النبوة علیہ السلام نے عالم خوب میں قاضی صاحب کو فرمایا۔ جاؤ۔ جہان تک ممکن ہو۔ سید اجل کی خوش دلی میں کوشش کرو۔ اس بنیاد پر اپنے سید کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی۔ اور یہ رسالہ تالیف فرمایا۔ ہجری سنہ آٹھ سو اڑتالیس میں محفل وجود سے خلوت عدم کو شریف لے گئے۔ خواجگاہ جوپور۔

## یاد میریاد فشر جہانگیر

آپ کی پیدائش سمنان کی۔ اور قبر کچھوچھو میں ہے۔ کچھوچھو ایک موضع ہے جو پور کے علاقہ میں۔ کشف و کرامات۔ اور منازل و مقامات کے آپ مالک تھے۔ آپ کے بیان سے عرفان کا آپ حیات بتاتا۔ اور آپ کے دل سے شوق و محبت کی آگ کے شعلے اُٹھتے تھے۔ سیاحی میں میر سید علی بہدانی کے رفیق تھے۔ قدس سرہما اتفاقات زمانہ سے آپ کا گزر ہندوستان میں ہی ہوا۔ یہاں آکر آپ شیخ علاء الحق بنگالی کے مرید ہوئے۔ اگرچہ حقیقت کے تمام مرحلے آپ بیعت سے پہلے ہی طے کر چکے تھے۔ آپ کے مکتوبات بھی ہیں۔ جن میں درویشی مسلک کی حقیقتیں اور دقیقے کوٹ کوٹ کر برے ہوئے ہیں۔ عرفان کی کونسی ایسی گفت و گوئیں ہیں۔ اور ولولہ پیدا کرنے والی کونسی ایسی باتیں ہیں۔ جو ہر ایک مکتوب کی سطر سطر میں ہیں۔ خدا کرے۔ یہ مکتوبات دوستوں کے مطالعہ سے گزریں۔ آپ کے کلام کا زیادہ تر حصہ آپ کے فرزند نے فراہم کر کے ایک بڑی کتاب بنائی ہے۔ اُس میں لکھتے ہیں۔ ایک قلندر تھا۔ گانون وائے تمام اُس کی خدمت میں حاضر ہا کرتے تھے۔ وہ ہر کسی سے کہا کرتا تھا۔ کہ اشرف اپنے تئیں جہانگیر کہتا ہے۔ اور صوفیوں کی اصطلاح میں یہ لقب خاص قطب کا ہے۔ اور قطب کی علامت یہ ہے کہ اُس کے جسم کے تمام اعضا ایک دوسرے کا کام کریں۔ ایک روز ایک جگہ محفل کی گئی۔ اور وہ جگہ امتحان کے لیے قرار دیکر سید کو مہمان کیا۔ کہانا کھانا شروع ہوا۔ تو آپ نے صرف ہاتھ سے منہ۔ دانت۔ اور حلق کا کام لیا۔ یہ دیکھ کر امتحان کوئی والہ سخت حیرت ہوئی۔ آپ حاجی قاضی شہاب الدین عمر دولت آبادی کے ہم عصر ہیں۔ آپ نے قاضی صاحب کے خط کے جواب میں عجب ایک خط لکھا ہے جس میں بحث فرعون کو حل کیا ہے جو فتنوں میں حکم میں ہے۔ چونکہ آپ



کتاب کو بزرگوں کے احوال کے سوا۔ دوسرے بیانات سے کمتر تعلق ہے۔ لہذا بے لگنوں کی مضامین سے یہ کتاب خالی رہی۔

## یاد مولانا رکن الدین خوانی

آپ شریعت و دست۔ روشن ضمیر۔ تلاش کے ساتھ کامیاب۔ اور عالم باعمل تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک سال کلونجی کی کاخت کی تھی۔ جب وہ خرمن میں فراہم ہوئی۔ تو اُس میں سے ایک پیمانہ بہر کلونجی دہقان نے آپ کی اجازت کے بدون ایک آشنا کو دیدی۔ اور باقی کے واسطے مولانا سے عرض کیا کہ اٹھوالی جاوے۔ آپ نے فرمایا۔ خرمن ابھی ناتمام ہے جب تمام ہو جاوے گا۔ اٹھالی جاوے گی۔ اسی طرح یہ مولانا کے اور دہقان کے درمیان میں یہ قصد چلتا رہا۔ بیان تک کہ کمیت کا کوئی کام باقی نہیں رہا۔ دہقان نے بہت کچھ غور و فکر کیا۔ لیکن سواے اُس ایک پیمانہ کے خرمن ناتمام ہونے کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوا۔ مجبوراً اُس دی ہوئی کلونجی کو پہلا خرمن میں شامل کر دیا۔ اُس وقت اجازت ہوئی۔ کہ خرمن اٹھاؤ۔ اور واپس لائی ہوئی مقدار کا سہ چنڈا اُس شخص کو پہنچا دو جس سے واپس لائی گئی ہے۔ اور نیز فرمایا۔ چونکہ خیانت اور برکت دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوتی ہیں۔ اور صورت معاملہ میں خیانت کے معنی پائے جاتے تھے۔ اس واسطے اتنے اہتمام کی ضرورت ہوئی۔

## یاد شیخ سراج سوخت

آپ کی قبر کالپی میں ہے۔ کلام ربانی حفظ تھا۔ مخدوم جانیان سید جلال بخاری کی امامت کیا کرتے تھے۔ سید صاحب کی ملازمت سے بہت کچھ فیض ملتا تھا۔ اور اپنے خرق عادت کی قابلیت چپائے رکھتے تھے۔ بسندر کی طرح۔ محبت کی آگ آپ کی راحت کا باعث تھی۔ اور روزہ کی طرح۔ آفتاب احدیت کے سامنے رگڑتے رہتے تھے۔ دنیا کی عمر کو ایک روز کی برابر سمجھ کر۔ تمام سال روزہ گرسنگی کے ساتھ گزارتے۔ اور تیسری شام کو پرانے سرکہ سے فطار کرتے۔ ہمیشہ اسی طرح نامہوار نفس کے ساتھ لڑائی رہتی تھی۔ آپ رسمی علوم کی تحصیل میں مولانا خواجگی نخوی کے شاگرد ہیں۔ ایک روز پڑھنے کے واسطے حاضر ہوئے۔ تو مولانا کو کان کے درد سے معذور پایا مولانا نے فرمایا۔ اگر مانع سبق رفع ہو جاوے تو تم سبق پڑھ سکو گے۔ آپ نے کہا۔ بہت اچھا۔ مولانا کے کان کے پاس پنا سر لے گئے۔ اٹھارہ سے کہا۔ اے درد گوش۔ چلا جا۔ اس کئے سے سوزش درد موقوف نہیں ہوئی۔ دوسری بار پھر کہا۔ اے درد گوش۔ تجھ کو سوز سوزتے کتا ہے۔ چلا جا۔ یہ کہتے ہی۔ اسی دم فوراً بالکل درد جاتا رہا۔ اور صحت ہو گئی۔ امددیں حسب معمول شروع ہو گیا مصرع فراوان باد از ہر سوز سازش۔

## یاد قطب عالم بٹوہ

آپ کا نام سید برہان الدین ہے۔ اور آپ مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری کے پوتے ہیں۔ ہجری سنہ سات سو نوے میں چودہویں صبح کی صبح کو علم کے وحدت خانہ سے وجود کی محفل میں آپ تشریف لائے۔ سلطان محمد بن احمد بن محمد بن مظفر کا عہد تھا کہ آپ اوجھ خرد سالی میں اپنے بزرگوار دادا کے ارشاد کے بموجب گجرات میں آئے۔ وہ بٹوہ ایک کوچہ ہے احمد آباد کا۔ اُس میں اپنے قیام فرمایا۔ ایک مدت تک سرکش نفس کے ساتھ مخالفت رکھی۔ اور اس لڑائی میں اُس پر فتح پائی۔ آپ - گروہ کے گروہ آدمیوں کے پشت پناہ بنے۔ اور آپ کے میسائے دم سے ظاہری و معنوی بیمار شفا پانے لگے۔ کتے ہیں۔ جو کچھ آپ کی زبان سے نکل جاتا تھا۔ چونکہ آپ کا باطنی ارادہ راستی کے ساتھ ہوتا تھا۔ وہی وقوع میں آجاتا تھا۔ اسی قبیل سے تحت الذکر واقعہ بھی ہے۔ ایک روز علی الصبح گھر سے چلے۔ تو آپ کا پانوں ایک پتھر سے لگا۔ فوراً بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا۔ لکڑی بنے۔ یا پتھر سے۔ یا لوہا ہے۔ روشنی ہونے کے بعد جو دیکھا۔ تو اُس شے میں تینوں طرح کا حصہ اور رنگ نظر آیا۔ ہجری سنہ ایک ہزار تین تک جب کہ راتم کلہ از خاندان سے گجرات کو جاتا تھا سنگ مذکور اسی جگہ موجود تھا اور لوگ دیکھنے کے واسطے جا بجا سے آتے تھے۔ آپ اپنے پدر بزرگوار کے مرید ہیں۔ اور قطب لاویا شیخ احمد کھٹو سے بھی خرقہ خلافت پایا تھا۔ اور نیز شیخ احمد کی بہت کچھ نظر پرورش آپ پر تھی۔ آپ کے گیارہ بیٹے تھے۔ سب میں بڑے۔ نیک منش۔ اور پسندیدہ اطوار سید محمد ہیں۔ جو شاہ عالم کر کے مشہور عالم ہیں۔ سید محمد کے کسی قدر گرامی حالات جداگانہ لکھی جاویں گے۔ دو سہ بیٹے سید داؤد۔ سلطان بہادر بن سلطان مظفر گجراتی کے وزیر اعظم ہیں۔ اور اختیار خان کے لقب سے نامور ہیں۔ ان دونوں کے سوا اور بیٹے جوتے یہ دین کے بارہ میں پہلے بیٹے سے۔ اور دنیاوی مرتبہ میں۔ دو سہ بیٹے سے کتر تھے۔

مصراع مدار قرب حق راقطب این بود

یاد سید تاج الدین سوہی نروالہ

آپ سراج مشائخ شیخ حسام مظانی نروالہ کے روضہ میں مدرس تھے۔ کبھی اور لدنی علوم آپ کو حاصل تھے خرقہ بہمنائی سید برہان الدین کی عنایت سے زیب بدن کیا تھا جن کا لقب خاص قطب عالم بخاری گجراتی ہے۔ اور نیز مخدوم بہاسو بھی خرقہ خلافت ملا تھا۔ جن کا نام مولانا یوسف ابن احمد سوہی ہے۔ مولانا یوسف شیخ سوہی کے خلیفہ تھے اور سوہی کو اپنے پدر بزرگوار مولانا شمس الدین پیریکہ سے خرقہ خلافت ملا تھا۔

## یاد خواجہ علاء الدین عجمی دوانی

آپ کے بیان جاودانی بزم ہمیشہ ہوا کرتی تھی۔ اس واسطے گویا آپ اس بزم کے میزبان ہیں۔ اور ایندوی تجلیات میں مہوش رہتے تھے۔ خواجہ بزرگ کے برگزیدہ یار تھے۔ الہی اسرار کی آگاہی۔ اور خدائی اطوار کے بیان کرنے میں آپ یگانہ وقت اور صحیح البیان تھے۔ کتے ہیں۔ جب معرفتوں کے بیان کا جلسہ گرمی برآتا۔ تو بیچودای رفوفتگی آپ پر هجوم کر کے آتی تھی۔ اور اس کے هجوم سے آپ کا رسمی شعور اور مجازی اور اکسا بالکل غارت ہو جاتا۔ لیکن گفت و گو کا تار آغاز سے انجام تک نہیں ٹوٹتا تھا۔ غالباً ظاہری عقل کے رخصت ہو جانے سے معنوی ہوش کا چہرہ نمایاں ہو جاتا۔ محققوں کا قول ہے۔ اس قسم کا نشہ۔ طریقت کے سلسلہ میں راستہ چلتے چلتے اُس وقت کیف لاتا ہے۔ کہ جب لوہم تعینات اور مراتب وجود جو مطلق ذاتی صفات کے ساتھ مستقیم ہیں۔ تبدیل ہو جاتے ہیں آپ نے خواجہ بزرگ کی اجازت سے۔ خواجہ پارسا کی خدمت اختیار کر لی تھی۔ پھر پارسا کے اولیا کا ربط آپ کے ساتھ بیان تک بڑھا۔ کہ خواجہ پارسا کو آپ سے ملنے اور ہمارے ہونے کے بدوین صبر نہیں آتا تھا۔ نیز خواجہ پارسا نے اپنے میں ایک لکھڑی دوری کی طاقت نہ پا کر واپسین سفر تک آپ سے جدائی پسند نہیں کی۔ اور ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ آپ کے دیدار سے خواجہ بزرگ کی گرامی نسبت ہمیشہ دل میں تازہ ہوتی ہے۔ قدس اقدس اسرار ہم

## یاد سید علاء الدین راکھی

آپ سید معین ارجی کے بہائی کے بیٹے (بیتجہ) اور نیز مادہ ہیں۔ آپ کی ذات میں تمام حقیقی کمالات جمع تھے اور الہی تجلیات آپ کے اوپر دارو ہوا کرتی تھیں۔ آپ نے شب قدر بارہا دیکھی تھی۔ آپ کی خانقاہ میں ایک درخت تھا۔ ایک روز صبح کے وقت دفعۃً شہر والوں نے درخت کی سب سے اونچی شاخ پر ایک رومال بندھا ہوا دیکھا۔ متعجب ہو کر کیفیت حال آپ سے دریافت کی۔ آپ نے فرمایا۔ گوشہ شب کو شب قدر تھی۔ جس وقت یہ درخت جھک کر سرسجدہ ہوا تھا۔ اُس وقت میں یہ رومال شاخ میں باندھ دیا تھا۔ غرض یہ ہے۔ کہ تمام سال کی راتوں میں شب قدر کے دائرہ ہونے کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ہمارے زمانہ کے عالموں کو قائلین شب قدر کی طرف مائل ہونا چاہیے۔ آپ کی ابدی آرام گاہ لاٹھ ہے۔ اور راتھ ایک قصبہ ہے۔ سرکار کاپی کا مہر عرشا علی مقام رخش باو۔

## یاد شیخ الاسلام

آپ کی زاد بوم اچھ اور خواجہ بگاہ منڈو (مانڈو) ہے۔ نام آپ کا چالیڈہ۔ اور شاہ۔ راجو قتال کے خلیفہ ہیں جن سے خاندان سہروردیہ کا چراغ روشن ہے۔ اور مخدوم جانیان قدس سرہ تک سلسلہ بے واسطہ پہنچتا ہے۔

کہتے ہیں۔ آپ عمارت اور آبادی میں کم بٹتے تھے۔ ویرانہ اور جنگل میں مقام رکھا کرتے تھے۔ دن کے اولین حصہ میں چار گھنٹے دن چڑھے تک ہندے اور حشرات الارض۔ سلام کے واسطے حاضر ہوا کرتے تھے۔ ہجری سنہ آٹھ سو دس میں سلطان ہوشنگ پسر و لاہ خان خوری کا عہد تھا اس زمانہ میں پھر حجاز کو آپ جاتے تھے۔ کہ منڈو (مانڈو) پر ہی گزر ہوا محمود خان ابن خان جہان خلجی جس کے سر میں بادشاہ ہونے لگی ہوا بہری ہوئی تھی۔ آپ کی ملازمت میں حاضر ہوا۔ کہانا سامنے رکھا گیا۔ آپ نے متواتر چار گھنٹے محمود خان کے منہ میں دئے۔ اور فرمایا۔ صوبہ مالوہ کی شاہنشاہی تیرے بیان تیرے دیگر تین فرزندوں تک رہے گی۔ محمود خان نے شکر یہ ادا کر کے عرض کیا۔ یہ آرزو اور ہے۔ کہ معاہدہ اسی راستہ سے فرمائی جاوے۔ آپ نے التماس قبول فرما کر کہا۔ اس راستہ سے معاہدہ اگر خدا چاہے گا۔ تو ہوگی۔ اور حضرت فرمایا۔ قصہ کوتاہ جس وقت محمود خان کو فرما زوائی کے عین شباب میں خط استوا کے آفتاب کی طرح کمال فرغ حاصل تھا۔ اس وقت پیر شیخ کی تشریف آوری کی خبر ملی استقبال کر کے کمال تعظیم سے ملایا۔ اور جشن شادی کر کے۔ اپنا داماد بنایا۔ اور عبادت کی سہولیت کے واسطے آرام و آسائش کے بہت نامکانات تیار کر کر دیا وی اسباب جس قدر مناسب تھا۔ جہیز کے طور پر۔ خدمت میں پیش کیا۔ اپنے ازراہ استغناء دل بنا دینا ہو کر پیش شدہ ہدیہ۔ ہمراہیوں کو جو صاحب احتیاج تھے۔ اور نیز دیگر باشندگان شہر کو عام طور پر تقسیم کر دیا۔ اور بقیۃ العمر ظاہری اور باطنی علم کا درس اور تلقین دیتے رہے بہت طلبہ کامیاب ہوئے۔ ایک روز سلطان نے عرض کیا۔ جس طرح زندگی میں ہمیشہ ملازمت میسر آتی رہتی تھی اگر حالت فرمائی کے بعد بھی ایک ہی جگہ قبر بنائی جاوے۔ تو دونوں جہانکے کام بن جاوین۔ جب اپنے کوچ فرمایا۔ تو بموجب قرار داد آپ سلطان کی مقبرہ میں دفن کیے گئے۔ پھر چند روز بعد سلطان کو بھی واپس سفر پیش آیا۔ سردارین ملک نے بالاتفاق گوہر شیخ سے اوپر کی طرف سلطان کے مزار کا تعویذ بنایا۔ سلطان مرحوم نے اپنے بیٹے سلطان عنیاش الدین کو خواب میں ہدایت کی۔ کہ محمود کا کلب زمین میں سے نکال کر شیخ کی تربت کے تحت میں دفن کرنا چاہیے۔ عقلا نے خورا اور فکر کے بعد کہا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ شیخ کی قبر سلطان کی قبر کی برابر بنادی جاوے۔ اس وقت شیخ الاسلام کے فرزند شیخ بدہانے جو اسحقاً سجادہ نشین تھے۔ بیان کیا۔ آج کی رات کی حالت دیدی جاوے۔ کل کے روز جس طرح مصالحت معلوم ہو عمل کیا جاوے۔ چنانچہ اس روز کام ملتوی رہا۔ رات کو شیخ کی قبور کی طرف چلی گئی۔ آدھی رات کے وقت قبر کے سر کے کنارے مقبرہ کے مجاہدین نے اندیزہ دیکر لوگوں نے بھی سنی۔ صبح کے وقت جب یہ خرق عادت دیکھی گئی۔ تو سلطان عنیاش الدین کو اطلاع کے

ساتھ شہر کے سب چھوٹے بڑوں کو سخت حیرت ہوئی۔ اور حیرت کے ساتھ عقیدت بڑھی مصرع خواجہ بگاہش نسخہ فردوس باد

## یاوشیخ محمد پور عیسیٰ

آپ کو محمدی ولایت کے کمالات حاصل تھے۔ زیادہ عمر پانے میں نوح علیہ السلام کے شریک تھے۔ اور دونوں عالم جن دانش کی بیعت اور ملتقین میں پیر ہونے کا مرتبہ پایا تھا۔ ظاہری علم اور اندرونی بصیرت کا سرمایہ آپ کو شیخ فتح اللہ اودھی کی تعلیم اور رہنمائی سے ملا تھا۔ جن کو بعض لوگ بدایونی بھی کہتے ہیں۔ ہمیشہ زانوی مراقبہ پر سر رکھنے کے سبب گمان کی طرح آپ کی کمر غم ہو گئی تھی تمام زندگی کا زمانہ تنہائی اور تجرید میں گزارا۔ اس خوف سے کہ نگاہ عورت پر نہ پڑے۔ آسمان اور زمین کی طرف کبھی آنکھ نہ بھر کر نظر نہیں ڈالی۔ ہجری سنہ آٹھ سو ستتر تاریخ چوبیسویں بیسج الاول کو اسکان کے طلسمی کا خانہ (دنیا سے) وجوب کی حقیقی نضا (عالم ارواح) کی طرف کوچ فرمایا۔ آپ کے مریدوں اور خلفائے انیس اشخاص زیادہ بزرگ ہیں۔ ان میں سے (ایک شیخ بدہا حقانی تھے۔ جن کی رہنمائی کا شہرہ سلطان حسین شرقی کے زمانہ میں عام تھا۔ اود سے) بہاء الدین ناتھو (تیسرا) شیخ سونہ ہونہاری (اود چوتھے) شیخ احمد عیسیٰ ہی تھے۔ یہ ظاہر کی طرح۔ معنی آپ کے ساتھ نسبت برادری رکھتے تھے۔

## یا مولانا نظام الدین نروالہ قدس سرہ

آپ اسی علم کے عالم متبحر۔ اور مستجاب الدعوات تھے۔ اکثر آپ کی دعائوں کا تیر۔ نشانہ پر لگتا تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ شاہ احمد آباد سے اُس قدر وجہ معاش کی درخواست کیا کرتے تھے۔ جو ضرورت زندگان کے واسطے کافی ہو لیکن۔ قبولیت کا جواب سننے میں نہیں آتا تھا۔ اس سبب شکستہ دل بہتتے تھے۔ قصہ کوتاہ ایک روز شاہ احمد آباد ایسے سخت درد شکم میں گرفتار ہوا۔ کسی درویش کی دعا۔ اور کسی طبیب کی دوا کارگر نہیں ہوئی۔ شاہ کے خیر طلب لوگ شیخ احمد کہنو قدس سرہ کی خدمت میں گئے۔ اور احتیاج پیش کی۔ فرمایا۔ اس بیماری کا سبب برادرم نظام الدین کی ناخوشی ہے۔ ان کی دعا کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے۔ ناچار مولانا کے نزدیک حاضر ہو کر گزری ہوئی حقیقت نیاز مند آنحضرت کی۔ فرمایا۔ میں اس شرط سے دعا کروں گا کہ بیمار اپنی قلم رو کے تمام علما اور محتاجوں کے حقوق۔ فرمان شریعت کے مطابق۔ ہر سال بیت المال میں سے نکالتا رہے۔ جواب میں عرض کیا گیا۔ کہ مستحقین کو ان کے حقوق سے وہ چند زیادہ تم پوچھا دیں گے۔ فرمایا۔ ہماری عادت ہتھاری جیسی عادت نہیں ہے۔ ہم حق واجب سے زیادہ نہیں کیونگے۔ الفصدہ شرط قبول کر کے تعمیل حکم عمل میں آئی۔ ابیدہ فوراً شاہ کا درد دور ہو کر صحت حاصل ہو گئی۔ کہتے ہیں۔ اس کے بعد بیت المال میں سے جو کچھ آپ کے پاس

پہنچاتا تھا۔ اس میں سے جس سال خرچ سے زائد جس قبیلے جاتا تھا۔ وہ درفہ خزانہ کو آپ واپس فرمادیتے تھے۔ خدا کرے۔ یہ ناصی جانہ ذکر۔ والیان ملک کے لئے۔ جو مستحق درویشوں کے حقوق پہنچانے میں کوتاہی کیا کرتے ہیں۔ باعث عبرت ہو۔ مصحح دارستہ بودار و جہان آن عاشق صادق۔

## یا دملک نشہ الدین شاہ شہباز

آپ احمد آباد گجرات کے فرزند ہیں۔ جب آپ کی عمر پانچ سال کی تھی۔ تو آپ کے پدر بزرگوار ملک عبدالقدوس اپنے والی عہد کے ناراض ہو گئے تھے۔ اور عہدہ سپاہ داری ترک کر کے بتر سکونت خانڈیس میں چلے گئے۔ اس صوبہ کے حاکم نے بھی والی احمد آباد کی طرح آپ کے باپ کا اعزاز کیا۔ آپ اس وقت مکتب میں پڑھا کرتے تھے۔ لیکن جس قدر عقل اور عمر بڑھتی جاتی تھی۔ اسی قدر رسمی علوم سے دل چسپی زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ جب پدر بزرگوار نے اس جہان کو رخصت کیا۔ تو حاکم نے آپ کو باپ کے منصب پر بلایا۔ مگر آپ نے قبول نہیں کیا۔ اور عقلی علوم کی تحصیل میں کوشش کرنی شروع کی۔ ایک بار لگی خدا طلبی کا درد اور خدا شناسی کا شوق دل کا دامن پکڑ بیٹھا۔ اب بہت کے پانون سے پیر لقیقت کی تلاش شروع کی۔ ان ایام میں مخدوم شیخ احمد کٹو۔ اور قطب زمان شاہ علی خطیب قدس سرہما احمد آباد میں تھے۔ اور طالبان درست اعتقاد کی رہنمائی میں کامل طور پر شہرت رکھتے تھے۔ آپ نے چاہا۔ کہ اپنے درد کی دوا۔ ان دونوں صاحبوں میں سے کسی ایک کی خدمت میں حاضر ہو کر طلب کریں۔ اسی کشاکش میں تھے کہ ایک رات خواب میں کیا دیکھتے ہیں۔ شاہ علی خطیب نے اپنا مرید کر کے تلقین کی چاشنی سے شیرین کام کیا ہے۔ اور خرقة خلافت پہنا کر فرمایا کہ جو خرقة بے صحبت ہوتا ہے۔ وہ بے پیل کا درخت ہوتا ہے۔ اس شب کی صبح ہوتے ہی۔ جو کچھ نقد و جنس پاس تھا۔ سب محتاجوں کو تقسیم کر دیا۔ اور خالی ہاتھ احمد آباد کا راستہ لیا۔ جب پیر نے آپ کو دیکھا تو تبسم کنان فرمایا۔ عالم مثال کا ملاقاتی آگیا۔ چند سال بعد جب کہ خدمت کی بدولت۔ معرفت کے عالی مرتبہ پر سرفرازی ہوئی تو رخصت ملی۔ گکوٹن شہر پر (اول) وطن کو جانا۔ (دوسرے) کہ خدا ہونا۔ (تیسرے) لوگوں کی رہنمائی کرنا۔ مجبوراً آپ خانڈیس آئے۔ لیکن ایک پہاڑ کے دامن میں سکونت اختیار کی۔ اور مکار نفس کی جنگ میں طرح طرح کی ریاضت کر کے خدا پرستی کا معرکہ جیت لیا۔ اس عرصہ میں باطن پیر کے خواب میں آگاہی ملی۔ کہ حضور حقیقت سے لوگوں کی رہنمائی کے واسطے شہر میں سکونت اختیار

کرنے کا فرمان تمہارے نام صادر تھا۔ تم اس کے برخلاف صحرا نشین ہو گئے ہو۔ آپ اس کو خواب دنیاں سمجھ کر پیر  
 پیر کی ملازمت میں روانہ ہوئے۔ ملازمت میں پونچے۔ تو پیر کی زبان سے بھی وہی عالم مثال کا اشارہ پایا گیا۔ اور  
 پہلے ہی رات کو خواب میں دیکھا۔ قیامت کا شور اٹھا ہوا ہے۔ اور لوگ ہر طرف پریشان دوڑے دوڑے پرتے  
 ہیں۔ آپ کے پیر حضور خاتم النبوة علیہ السلام کی کمرین ہاتھ ڈالے ہوئے۔ اور آپ پیر کی کمر کو ہاتھ سے مضبوط  
 تھامے ہوئے ہیں۔ اور اسی شکل کے ساتھ ایک پہاڑ پر چڑھ رہے ہیں۔ اور علیٰ ہذا اقصیاں آپ کے پیچھے بے شمار  
 جماعت ایک دوسرے کی کمرین ہاتھ ڈالے ہوئے۔ آپ کے نزدیک آ رہی ہے۔ پیر نے یہ خواب سن کر فرمایا۔ کہ یہ  
 جماعت تمام تمہاری پیروی اور رہنمائی سے کرامت اور ولایت کے درجہ کو پہنچیں گی۔ لہذا آئندہ لوگوں کے  
 ملنے سے کنارہ کشی نہ کیا کرو۔ نیز پیر نے دو بیٹوں کی بھی خوشخبری سنائی۔ اور فرمایا۔ کہ یہ دونوں بیٹے عالم دنیا اور عالم  
 غیب میں مشہور ہوں گے۔ اور نفس و شیطان رحیم پر فتح پاویں گے۔ ایک کا نام عبدالرحیم اور دوسرے کا نام عبدالکرم  
 ہوگا۔ ناچار اپنے برہان پور میں آ کر شادی کی اور پھر تھوڑے عرصہ کے بعد پیر کے زمانے کے بموجب نہال زندگانی میں  
 پہل آیا۔ چھیاٹھ سال ہدایت کی مسند پر بیٹھ کر رہنمائی کرتے رہے۔ اور ان دونوں لوگوں نے بھی عالم غیب کے آکر دنیا کی  
 رنگین بسلا پر سلف صالحین کی رفتار رکھی۔ اور نیران لوگوں کے علاوہ دیگر بہت لوگ آپ کی ملازمت سے  
 اس درجہ کو پہنچے۔ کہ خود ہی خلیفہ ہوئے۔ اور اوروں کو بھی اپنا خلیفہ بنایا۔ منجملہ ان کے بعض کے حالات  
 جداگانہ لکھے جاویں گے۔ جن کی ملازمت راقم کو حاصل ہوئی ہے۔ یا جن کے حالات ثقہ لوگوں کے زبانی راقم کے  
 سننے میں آئے ہیں۔

مسند نشینی کے بعد آپ کے بعض گرامی طریقے بیان کرتا ہوں (۱) دنیا داروں کے دروازہ پر کبھی نہیں گئے  
 اور کسی کے کمانے میں سے لقمہ نہیں اٹھایا (۲) جب کوئی مشکل پیش آ کر تھی۔ جنگل کو چلے جایا کرتے تھے۔ اور لقمہ  
 نماز پڑھ کر مراقبہ میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اس وقت حضرت غوث الثقلین سید محی الدین جیلانی قدس سرہہ مشکل  
 گھوڑے پر سوار آپ کو نظر آیا کرتے تھے۔ اور نہایت آسان شکل کے ساتھ مشکل کو حل فرما دیا کرتے تھے (۳) ایک روز نماز ظہر  
 کا وقت تھا پانی تلاش کیا۔ تو نہیں ملا۔ اس خوف سے کہ وقت نہ نکل جاوے۔ ایک دیگ آگ پر رکھی ہوئی تھی  
 جس میں پانی کھول رہا تھا۔ اس میں اپنے پانی بیکر وضو کیا۔ اور لوگوں کو براہیسی معجزہ دکھایا۔ (۴) شب قدر کو  
 دیکھا تھا (۵) خواجہ خضر سے ملاقات تھی۔ (۶) اپنے آخِرین سفر کی آگاہی۔ دوستوں کو نو روز پیشتر دیدی تھی۔  
 اور اس عرصہ میں سب کو حضرت کر دیا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ کہ میرے پاس اپنا مقصد بہت لوگ حاصل کیا کرتے تھے

ابھی شخص یکسول اور یک رو ہو کر میری قبر کی طرف متوجہ ہوگا۔ تو جو ہم اُس کی ہوگی۔ وہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے پوری کر دے گا۔ آج تک آپ کا فرمانا با اثر ہے۔ جب نون روز شام اور شام کے بعد رات ہوئی۔ تو اپنے آہی رات کے وقت ایک خادم سے پوچھا کتنی رات گئی ہے۔ ازراہ سہو اُس کی زبان سے نکل گیا۔ کہ اشراق کا وقت آگیا۔ اپنے تبسم کر کے فرمایا۔ ہاں درست ہے، اور اسی دم آپ کی روح واصل حق ہوئی۔ اُس وقت شیخ پیر نام ایک شخص باہر نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے نور کی ایک مشعل کو دیکھا۔ کہ حجرہ کی چیت توڑ کر باہر نکل گئی۔ اس چمک دمک کے ساتھ کہ ان کو طلوع آفتاب کا شبہ ہوا۔ اور بے اختیار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَلِيِّ كَمَكْرُ زَيْنِ پُرسر کر دیا

مصع مطلع خورشید وحدت بادا ووح جان او

## یاد شیخ حسن محمد اساولی

آپ کا اصلی نام ادہن ہے۔ اور اساول احمد آباد میں ایک شاہراہ ہے۔ آپ عالم ارواح اور عالم اجسام دونوں کی رموز سے آگاہ اور عقلی نقلی کتب کے عالم تھے۔ تجرید اور تفرید کے ساتھ آپ کو دل بستگی تھی۔ ہجری سنہ آٹھ سو چودہ میں آپ کی مثالی صورت عنصری لباس پہن کر۔ عالم اجسام میں جلوہ گر ہوئی۔ اور ہجری سنہ آٹھ سو ستتر تاریخ تیر ہوتا سوال کو اصلی وطن کی طرف جو علم الہی ہے۔ خالی مکان سے معاودت فرما گئے۔ بہتک مشایخ سے ملاقات کی۔ اور فائدہ اٹھایا لیکن۔ خلافت ودجگہ سے ہے۔ اولاً خرقہ رہنمائی سید برہان الدین قطب عالم بخاری گجراتی سے ملا اس کے بعد کلاہ اجازت شیخ نصیر جمال نوساری کی ملازمت سے سر پر رکھی۔ خواجگاہ اساول۔

## یاد شاہ نجم الدین مندوی

آپ ہمیشہ دل خوش۔ اور بہت بلند کہا کرتے تھے۔ سید نظام الدین بن سید مبارک غزنوی کے بیٹھین آغاز جوانی میں خدا شناسی کی ہوا سر میں بہری۔ لہذا اولاً نظام العرفا کی خدمت میں مرید ہوئے۔ اور ایک عمر تک اسید وار رہے کہ معنوی کشف و معرفت حاصل ہو۔ لیکن۔ اس آرزو کا قفل نظام العرفا کی کنجی سے نہیں کھلا ناچا پیر کی اجازت سے روم کا سفر اختیار کیا۔ اُس ملک کی دارالسلطنت میں پہنچے۔ اور وہاں پر شیخ خضر رومی کی ملازمت حاصل کی جو قطب الاولیا کا کی کے خرقہ پوشوں میں سے ہیں۔ فرماتے تھے۔ الہی معرفت کے بارہ میں نجم الدین کا ادراک بالکل پرمردہ اور فاسد رہتا۔ مگر از روی مشیت اور پیر بزرگوار کی بشارت کی بدولت شیخ خضر رومی کے عیسوی دیدار نے اولین نوبت میں ہی۔ نجم الدین کی آرزو میں طراوت حیات پیدا کی۔ آخر کار آپ قلندرون کے حلقہ میں شامل ہو گئے۔ اور ایک مدت تک اُس ملک کی سیو سیاحت کرتے رہے۔ پھر تقدیر الہی



آپ کو ملک ہند میں کینج لائی۔ جب آپ منٹو (مانڈو) میں آئے۔ تو یہاں کی آب و ہوا آپ کے پانوں کی زنجیر تکر  
 سفر سے مانع ہوئی۔ ہر ایک گروہ کے بزرگ اصحاب آپ سے محبت کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے مسافرت کا خیال  
 آپ کے دل سے جاتا رہا۔ منصف بادشاہ کی درویش پرستی اور نیاز مندی ہی آپ کی دل چسپی کا باعث ہوئی۔  
 اور جو اصحاب کینج تنہائی میں گوشہ گزین تھے۔ ان کی صحبت کچھ ایسی پسند آئی۔ جس کی چاشنی کے مقابلہ  
 میں۔ سیاحی کی حلاوت۔ آپ کو تلخ معلوم ہونے لگی۔ القصد جو انواع و اقسام کی رعنائی اور دل ربانی  
 اس سلامی شہر میں تمام اطراف سے اُس زمانہ میں جوش کنان پائی جاتی تھی۔ یہ آپ کی خاطر کے لیے کندہ اور  
 آپ کے قلب کے لئے جال بنی۔ چنانچہ اس فریفتگی کے سبب آپ قلعہ کے دامن میں قصبہ نعلبہ کے کنارہ چنڈو  
 تالاب کے متصل جو جنات تجری من تحتہا الالہر کے ہم پہلو ہے۔ گوشہ نشین ہوئے۔ اور تجرد  
 کی آزادی سے نکل کر تابل کی ہی زنجیر پانوں میں پین لی۔ کم و بیش دو سو برس کی عمر پائی۔ ہجری سنہ آٹھ سو باطن میں  
 عالم روحانی کا عزم فرمایا۔ یہ ایام وہ تھے۔ کہ سلطان ہوشنگ غوری ابن دلاور خان کی عروجی زمانہ کے لئے صوبہ  
 مالوہ میں ناز طہر کا وقت ہو گیا تھا۔

آپ کی بڑی بڑی کرامتیں لوگوں کے زبان زد ہیں۔ کتے ہیں۔ ایک رات چراغ میں تیل نہیں رہا تھا۔  
 خادم نے تیل کی جگہ تھوڑا سا پانی فلتیل سوز میں ڈال کر تہی جلادی۔ تیل کی طرح روشنی ہوئی۔ بعدہ ایک مدت  
 تک تیل کی جگہ پانی جلا کرتا تھا۔ چونکہ خادم کا حوصلہ۔ اس راز کی حفاظت نہ کر سکا۔ اور یہ راز اس کے منہ سے  
 نکل کر۔ کانوں میں پہنچا۔ تو پانی تیل کی نیابت سے معزول ہو گیا۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ اولیا اور اتقیا کے  
 اکثر تصرفات ظاہر اور ثابت ہونے کے واسطے لازمی شرط یہ ہے۔ کہ تصرفات کا بیان منہ سے نہ کیا جاوے  
 اور وہ کانوں تک نہ پہنچیں پس جب کبھی اہل کرامت شہرطون کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ تو اللہ  
 پاک ہی خرق عادت کا شرف ان اصحاب سے لیتا ہے۔ آیۃ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی  
 یغیروا ما بانفسہم اسی بات کی دلیل ہے۔

واضع ہو۔ کہ جو جزا تکالیف عذاب کو۔ اور جو پاداش۔ محنت و مشقت کو شامل ہوتی ہے۔ یہ بدوں  
 کے نامہوار افعال کا عکس ہے۔ جو آفریدگار عالم کی عدالت اور حکمت کے آئینہ سے منعکس ہوتا ہے۔  
 فَلَا وَجُودَ لِلْعَكِيسِ دُونَ الْاَصْلِ۔

۱۵۔ ایسے باطن۔ جن کے ظہور میں ۱۲۰۰ جگہ کوئی توہم بنی ذاتی صلاحیت کو نہ بولے۔ خدا اس میں کسی طرح کا تیر و تبدل نہیں  
 لیا کرتا ۱۲۰۰ عکس کا کوئی وجود نہیں ہوتا ہے۔ سوائے اصل کے ۱۲

شاہ قطب الدین بصیر جو پوری نے جن کو طریقت میں اعلیٰ مرتبہ اور حقیقت میں قلبی درجہ حاصل تھا  
نجم السادات منڈوی سے فیض بصیرت پایا تھا۔ اور آپ کی ہی بدولت شاہ قطب الدین کا سلوک حد تک  
کو پونچا تھا۔ شاہ قطب الدین کی خوبگاہ جو پور میں ہے۔

دوسرے شاہ نصیر الدین جو پوری تھے۔ جو اطراف جو پور کے نامور مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ شاہ  
قطب الدین بصیر کے مرید ہیں۔ آغاز سلوک میں اپنے پیروں کی پیروی کر کے قلندرانہ لباس میں رہتے تھے۔ مگر اخیر میں  
یہ لباس موقوف کر دیا تھا۔ اور خرقہ صوفیہ میں لیا تھا۔ تقویٰ کے حدود سے کبھی سرسبز و تبارک نہیں کیا۔ لیکن شاہ  
نصیر الدین کے مرید اکثر قلندری لباس میں رہتے ہیں۔ منجملہ مریدوں کے ایک سید عالم جو پوری ہیں۔ جو چند برس  
ہمک عالم کون و فساد کے انتظام میں قطب رہے تھے۔ ہمیشہ اپنی گدائی کا حال۔ دوسرے حاجتمندوں پر صرف  
کیا کرتے تھے۔ کتے ہیں شیخ امان پانی تھی۔ ابتداء میں سید عالم جو پوری سے ہی بیعت تھے چونکہ سید  
عالم کی ہدایت سے شیخ امان کا کمال نوشتہ تقدیر نہیں تھا۔ اس واسطے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوا۔ ناچار دوسری  
جگہ دل نہاد ہوئے۔ اور شیخ موود دلاوی کی ملازمت سے کامیاب ہوئے۔ یہ سرگزشت مفصل طور پر ذکر امانی  
میں لکھی جاوے گی۔ **بِغُورِ الشَّيْخِ لَوْ تَفِيْقَهُ**

جب اپنے رحلت فرمائی تو چند سال بعد سلطان غیاث الدین احمد خلجی نے آپ کی قبر پر۔ اسی تلاب کے کنارہ  
ایک گنبد تعمیر کرا دیا تھا۔ آج کے دن تک کہ ہجری سنہ ایک ہزار اکیس ہے۔ عمارت مذکورہ میں رونق تازگی موجود ہے  
زمین و آسمان کا خالق۔ اُس کو آفات سے محفوظ رکھے۔

## یاد سید احمد

آپ۔ محمود کے بیٹے۔ اور اپنے بزرگوار چچا سید حسین حضور نر والہ کے مرید اور نیر خلیفہ ہیں۔ تجرید و تفرید۔ اور  
تحقیق و توحید کا راستہ چلنے والوں کے پیشوا۔ عشق و شیفگی کے دریا میں غریق۔ اور شوق و آلام کی آگ میں نکل  
جھلسے ہوئے تھے۔ نر والہ کے صحیح البیان راویوں کے مکتوبات نقل ہے۔ جب آپ کے دل کو کمالات کے سر پایہ  
تو نگری حاصل ہوئی۔ تو آپ کے عم بزرگوار نے عالم جسمانی سے دار القرب و روحانی کو انتقال فرمانے کے وقت آپ کو  
پنجا جانشین کیا۔ فرقہ خلافت اور سدا جازت آپ کے سپرد کر کے۔ کلاہ رہنمائی آپ کے سر پر رکھی۔ اور فرمایا۔ احمد۔ فرقہ  
کے واسطے بہتر یہ ہے۔ کہ اپنے حجرہ سے ہر ایک ضرورت کے لئے۔ باہر نکلے۔ اور اپنا پانوں کسی شخص کے گھر کی آمد  
میں راستہ سے آشنا نہ کرے۔ مگر یہ۔ کہ گاہے ماہے۔ کسی خاص ضرورت سے صحرا اور بیابان کو اپنا جانا جائز سمجھے

مرشد کی نصیحت اور موثر انقاس کی برکت سے۔ چنے پہنے کی خواہش کہی آپ کی خاطر عاظمین نہیں آئی۔  
اور صرف حجرہ کی چار دیواری۔ یا دوست کی صفائی سے آپ کی تماشگاہ بنی رہی۔

اتفاقاً ان ایام میں المتوکل علی اللہ شیخ عزیز اللہ متوکل منڈوی۔ شہر نر والہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اپنے پیر خواجہ رکن الدین کان شکر کی خدمت میں الہی معرفت کے حصول کے لیے۔ کوشش کر رہے تھے ایک سال خواجہ رکن الدین پیر کی اجازت سے شیخ عزیز اللہ نے حضرت فرید الحق گنجشکر کے عرس کا ارادہ کیا۔ اور اس واسطے بزرگان شہر کی خدمت میں دعوت کے رقعے بھیجے۔ تمام اکابر نے قبول کیا۔ مگر اپنے قبول نہیں فرمایا۔ قبول نہ کرنے کی وجہ میں اپنے چچا کی وصیت کا عذر کیا۔ کان شکر نے فرمایا عزیز اللہ مجلس کا انعقاد کسی فرحت افزا صحرائین کرنا چاہیے۔ تاکہ آپ کو گنجائش عذر باقی نہ رہے۔ اور نقص وصیت ہی نہ ہونے پاوے۔ آپ نے اس قدر دادر دعوت قبول کر لی۔ اور جب مجلس عرس میں جانے کا عزم کیا۔ تو سجادہ اپنے چھوٹے بہائی سید یعقوب کے حوالہ فرمایا۔ جو ظاہری اور باطنی کمالات سے آراستہ تھے۔ اسی سلسلہ میں باپ والوں کو یہ بھی فرمایا۔ کہ ہمارے والپسین سفر کا وقت قریب آ گیا ہے۔ جب آپ مقام عرس میں پہنچے۔ اہر طرح کی معرفت کی باتیں۔ دل کو الجھانے لگیں۔ تو اپنے حاضرین کو فرمایا۔ عشق و محبت کی کوئی حکایت اگر یاد ہو تو بیان کرو۔ کیونکہ درویش کے کان دوستی کا قصہ سننے کے مشاق ہیں۔ ادب کے لحاظ سے ہر ایک نے غنہ کیا۔ آپ نے فرمایا نفع ادب میں فوہ کامل تعمیل حکم ہے۔ مجبوراً ایک شخص نے قصہ آغاز کیا۔

ایک کلال تھا۔ جس کو اپنی محبوبہ کے ساتھ کمال محبت اور عشق تھا۔ چونکہ وہ عقیمہ تھی۔ اس واسطے اُنے ایک روز اپنے شوہر سے کہا کہ اگر آپ کسی دوسری عورت سے عقد کر لیوں۔ تو ناموزون نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کا کوئی جائشین نہیں ہے۔ شاید دوسری عورت کے آپ کے کوئی لڑکا پیدا ہو جاوے۔ اور میرے عطر کی وجہ سے آپ کی نسل ضائع نہ ہو۔ کلال نے جواب دیا۔ کہ محبت کی غیرت مجھ کو اجازت نہیں دیتی ہے۔ کہ تمہارے موجود ہوتے ہوئے میں کسی اور سے عقد کروں۔ عورت نے پھر کہا۔ جب محبت حد کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو اس میں رشک اور نقصان کا کوئی خوف باقی نہیں رہتا ہے۔ خدا کا شکر اور احسان ہے۔ کہ میری اور آپ کی محبت کمال کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے اور اس عمدہ کام کی اجازت میں اپنی خوشی سے دینی ہوں۔ یقین کر کے ماننا۔ کہ دنیا و محبت میں سے ایک اینٹ کا بھی نقصان نہیں ہونے پائے گا۔ جب عورت کا اصرار حد سے گزر گیا۔ تو مرد مجبور ہوا۔ ایک نئی عورت ہم پہنچائی۔ جو جمال اور جوانی میں تقویٰ پارینہ سے احسن تھی۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ خوشخونی۔ اور دلربائی کے اعتبار سے اس جدید

کے ربط اور رسم نے اُس قدیمہ کی یاد آہستہ آہستہ بالکل دل سے بہلا دی۔ اور اس کے شربت وصال نے اُس کے خیال کا نقش۔ مرد کے صفحہ خاطر سے قطعی دھو ڈالا۔ یہاں تک کہ ایک عمر کے بعد ہی قدیمہ کا نام شوہر کی زبان پر نہیں آتا تھا۔ اور وہ بیچارہ مجبوری صبر اختیار کر کے۔ جس گہرین سواری کا جانور بندہ تہاتا۔ گوشہ گہرین ہو گئی تھی۔ اور فراق کا زمانہ یاد دوست میں گزارتی تھی۔ ایک رات ایسا اتفاق ہوا۔ کہ اُس مکان میں۔ آگ لگی۔ کلال کو بھی خبر پہنچی۔ کہ فلان گہرین آگ لگی ہے۔ نوکرون کو پکار کر کہا۔ جلد دوڑو اور جو چیز اور اسباب اس مکان میں ہو نکال لو۔ اور اُس عورت کا نام لیکر کہا۔ کہ اُس کو بھی اس ناگمانی آفت سے بچاؤ۔ جب اُس ناامید نے یہ خوش خبری سنی۔ کہ اس تقریب سے میرا نام شوہر کی زبان پر آیا ہے۔ تو اپنے دل میں حیاں کیا۔ کہ میرا نام سالہا سال کو بعد آگ لگنے کے طفیل میں دوست کی زبان پر آیا ہے۔ لہذا یہ مناسب نہیں ہے۔ کہ میں اس آگ سے جدائی اختیار کروں۔ بلکہ بہتر یہ ہے۔ کہ اپنے تئیں پروانہ کی طرح جلا دوں ہر چند چاروں طرف سے کوشش کی گئی۔ وہ آتش فراق کی جلی ہوئی تھی۔ اُس نے مشتعل آگ سے قدم باہر نہ نکالا۔ اور اپنے تئیں خدا کے سپرد کر دیا۔

جب حکایت ختم ہوئی۔ تو جوش و خروش شروع ہوا۔ اپنے قوالوں کو فرمایا۔ کہ وہ غزل گاؤ۔ جس کو سن کر قطب لادیا خواجہ قطب لدین بختیار اوشی اس عالم آپ و گل سے۔ جان و دل کی معراج کو کوچ فرما گئے تھے۔ چنانچہ غزل گائی گئی جب غزل کے اشعار الاپ میں آئے۔ اور اس شعر پر نوبت پہنچی بیت

کستگانِ خجستہ تسلیم را | ہر زمان از غیب جانے دیگرست

سید کے اشتیاق کا شعلہ بڑک اٹھا۔ اور طلب کی بیگ زیادہ مشتعل ہوئی۔ اسی حالت میں موزن نے تکبیر کہدی آپ بکھنور تمام نماز کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور آخرین سجدہ میں جان سپرد جانان کر دی۔ اور ابدی وصال حاصل ہو گیا۔ بیت

اگر آرزو بقدر گرفتاری دلست | وصل بدینی شکستہ آرزوے ما

كان ذلك في السابع من المحرم الحرام من شهور سنة ثمان مائة ونيّف ومرة  
في روضة عمه الشريف السيد حسين قدس سره كصداً۔

## یاد مولانا فتح اللہ

آپ حقائق بنیاد ہی مولانا عبدالرحمن جامی کے ہم عصر تھے۔ طریقت اور حقیقت میں آپ کا قدم اتھکام کے

۱۵۔ یہ واقعہ ہجری سنہ کچھ اُپر آٹھ سو کے محرم مہینے میں ہوا ہے۔ اور آپ کا مرقد۔ آپ کے بزرگوار چچا سید حسین کے روضہ میں ہے۔ قدس سرہ ۱۲۔ ۱۵۔ عقاب میں قدر ہی زیادہ ہو۔ وہ نیّف ہے ۱۲ قاموس۔

ساتھ جاتا ہوا مولانا غیاث الدین احمد کی خدمت میں ہمیشہ دستی اور سازگاری کی راہ سے آمد و رفت رہتی تھی۔ ایک روز بسلسلہ انعامات اپنے بیان فرمایا۔ کظاہری علوم کی تحصیل پر دل کو توجہ نہیں ہے۔ اگر اجازت ہو۔ تو یہ کتابی تحصیل ترک کر کے اپنا زمانہ عمر یاد الہی میں گزاروں۔ اور درویشانہ رفت و رو بسلا جہاڑ پونچھ سے دل کا ویران مکان پاک صاف کر کے عرفانی شمع اُس میں روشن کروں۔ فرمایا۔ یہ مبارک خیال مولانا جہاڑی کے حضور میں عرض کرنا چاہیے۔ چنانچہ تعمیل کی گئی۔ جو اب ملا۔ جو کتاب تم پڑھ رہے ہو۔ پریشان حالی اور اشفاق کے ساتھ جیسے ہو گئے۔ تمام کرکے فقیرین سے بقدر ضرورت یاد کرو۔ اس کے بعد خدائے ہوجاؤ اور خودی کا گرنج و بنیاد سے اکھاڑ پھینکو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ تو ٹواہ صد گزرنے نہیں پایا تھا۔ کہ اپنے وقت کے اربابِ طریقت میں آپ سرگروہ ہو گئے۔ مصرع بہرہ سدا از علوم ربی گشت۔

### یاد شیخ عزیز اللہ

آپ شیخ یحییٰ ابن شیخ لطیف الدین کے بیٹے۔ اور فاروقی نسل ہیں۔ فرخ شاہ کابلی سے سلسلہ جاملتا ہے۔ خواجہ رکن الدین چشتی کے مرید اور خلیفہ ہیں جن کی قبر نردالہ میں ہے۔ کتھن ہیں۔ آپ اور آپ کے بہائی شیخ احمد دونوں خرو سال تھے۔ کہ باپ کا سایہ سر پر سے اُٹھ گیا۔ مان کی بہت اور اجازت سے نردالہ میں خواجہ رکن الدین چشتی کے پاس آئے۔ مان نے اپنے سر کی چادر میٹون کو دیدی تھی۔ کہ میری نشانی ساتھ لیتے جاؤ۔ جب دونوں بہائی خواجہ آستانہ پر پہنچے۔ تو خواجہ کی ضمیر میں عکس پڑا۔ کہ شیخ یحییٰ دہلوی کے دروازہ پر کھڑے ہیں۔ خواجہ نے خادم کو فرمایا۔ اجازت دو۔ تاکہ اندر آجاؤ۔ وہ دونوں نوجوان ہاتھ پر چادر رکھے ہوئے اندر آئے۔ خواجہ نے بے نہایت نوازش اور مہربانی فرمائی۔ چند روز بعد شیخ احمد کو انتظام راہ کر کے دہلی کو واپس کر دیا۔ اور فرمایا کہ شیخ احمد کی ظاہری و باطنی گرہ کشائی۔ مان کی خدمت اور فرمان برداری میں ہے۔ اور شیخ عزیز اللہ کی کشود کار نردالہ درویش کے نام لکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ عزیز اللہ کو پاس رکھ کر بان کی خدمت سپرد فرمائی۔ آپ کو بھی اس خدمت میں دل چسپی ہو گئی۔ ایک روز رات کو بان نہیں رہے تو اور رات آدمی سے بھی متجاوز ہو گئی تھی۔ قلعہ کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ اس خوف سے کہ خواجہ بان مانگین گے۔ اور نہ پاؤں گے۔ تو بد خدمتی کے ساتھ نام زد ہو جاؤں گا۔ مہر کی راہ سے باہر گئے۔ اور تینوں کے گھر پہنچ کر بان لے آئے۔ جب وقت ضرورت بان مل گیا۔ اور خواجہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ بان نہیں تھے۔ اور فلان شکل سے ہم پہنچائے گئے ہیں۔ تو کمال عنایت سے فرمایا۔ کہ الکی فیض سے جو کچھ آج کی رات میں رکن الدین کو پہنچے گا۔ وہ تمہارے نام کر دیا جاوے گا۔ آپ ہی کو حوالہ سے لوگ کہتے ہیں

کہ بیان کرتے تھے۔ اسی شب میں صفاتی اور افعالی توحید کا وجدان ہوا۔ اور دل میں بیان تک فروغ پیدا ہوا۔ کہ خود بینی سے نجات مل گئی چند روز بعد آپ پیر کی اجازت سے احمد آباد میں آئے۔ بیان شیخ احمد کشتو سے ملاقات ہوئی ایک روز اپنے شیخ احمد سے پوچھا۔ اس صوبہ کا پیر کون ہے شیخ احمد نے کہا۔ جو شخص جسم کے بارے جلد سبک دوش ہو جاوے۔ انہیں ایام میں شیخ احمد بیمار ہوئے۔ انہوں نے ایک درویش کو دو پارچہ۔ اور ایک شیشہ گلاب کا دیکر آپ کے پاس بھیجا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اور کہا۔ درویشوں کو دعا ہی کافی ہے۔ درویش جو کچھ لایا تھا۔ پھیرے گیا۔ شیخ نے فرمایا۔ آپ اس پردہ میں ایسا کتے ہیں۔ کہ احمد کا کفن اسی پارچہ سے ہوگا۔ اچھا اس کو حفاظت رکھو۔ بیان تک کہ نتیجہ ظاہر ہو۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ جب خیال کے موافق ظہور ہو گیا تو آپ نے شیخ احمد کو قبر میں دفن کر کے۔ دولت آباد دکن کا راستہ لیا۔ چونکہ وہاں پر پیکر پرستی کا رواج تھا۔ اور لوگوں کے کاروبار کا بست و کشاد برہمنوں کے ہاتھ نظر آیا۔ لہذا اپنے ارادہ مالوہ کا کیا۔ جب آپ دریا کے کنارہ پہنچے تو وہاں سلطان محمود ابن خان جہان کے پاس یہ پیغام بھیجا۔ میں اس شرط سے شہر میں آتا ہوں۔ کہ سلطان استقبال نہ کرے۔ اور میرے ملنے کے واسطے نہ آوے۔ اور نہ کچھ ہدیہ بھیجے۔ سلطان نے یہ حکم سرانگمہ میں پر لیا۔ اور آپ کے قدم شہر میں رونق حاصل ہوئی۔ چند روز بعد محمود نے اپنی بیٹی اور محرومی کا گلہ۔ مہرمان شیخ کے نزدیک کرنا شروع کیا۔ اپنے فرمایا اگر صرف ایک دن کے دیکھنے پر سلطان راضی ہو۔ تو درینچ نہیں ہے۔ اور قسم کا کفارہ سہل ہے۔ اس کے بعد فرزندوں کو گجرات بھیج دیا۔ اور خود منٹو (مانڈو) میں گوشہ نشین ہو گئے۔ شیخ صالح ابن رفیع الملک نے مَعْنَعْنَ (ابا عن جد) اپنے آبا و اجداد سے بیان کیا ہے۔ ایک رات شیخ عزیز اللہ کی طبیعت میں انقباض پیدا ہوا۔ حجرہ سے گھر میں چلے آئے۔ اور اندر والوں سے پوچھا۔ کیا تم لوگوں کے پاس دنیاوی چیزوں میں سے کچھ ہے۔ وایہ نے جواب دیا۔ کہ آج کل بی بی درملکہ کا دودھ چھوڑا ہوا ہے۔ اس واسطے اس کے لیے۔ روٹی کا ٹکڑا باریک کر کے ایک پیالہ دودھ میں بہا کر رکھا ہے۔ فرمایا۔ باہر لیاؤ۔ اگر کوئی درویش نہ ملے۔ تو کسی جالوز کو دیدینا۔ یہ کہہ کر حجرہ میں چلے آئے۔ جب شیر خوار بچی نے بہو کے رونا شروع کیا۔ تو دایہ اس کو آپ کے پاس لے آئی۔ اور مصلے کے پائین میں لٹا دیا۔ اپنے پانوں کا انگوٹھا بچی کے منہ کی طرف بڑھایا۔ بچی انگوٹھا چوسنے لگی۔ اور رونے سے چپ ہو گئی۔ اس رات کو بچہ خدا نام غیبی کی طرف سے سترہ باغیر نیر اللہ المتوکل علی اللہ کی ندا سننے میں آئی۔ اس وقت لوگوں نے ہی آپ کو اسی خطاب کے ساتھ نام زد کر دیا۔ مصرع چون نام خوشیست عزیز خدا خلق

## یاد شاہ عالم گجراتی

آپ کا نام سید محمد ہے۔ اور آپ قطب عالم کے بیٹے ہیں۔ چونکہ سبیلے بیٹے تھے۔ لہذا بمنہن ہی نام تاجس کے معنی متوسط ہیں۔ آپ تمام تصوف کے مقامات اور طریقت کی منزلوں پر پونچے ہوئے تھے۔ آپ کے استاد شیخ سراج الدین علی حسینی احمد آبادی سے لوگ روایت کرتے ہیں کہ فرماتے تھے۔ عنصری جسم میں آپ کے نفس ناطقہ کا نزول تاریخ نوین ذی قعدہ ہجری سنہ آٹھ سو ستترہ کی رات میں ہوا۔ اور آغاز زمانہ ہوش سے امیرون اور سرداروں کے میل جول سے دور۔ اور دانش و نبیشت کی تحصیل میں مصروف رہے۔ عہد کر لیا تاکہ لوگری نہیں کروں گا۔ گو بادشاہ ملک اپنی تمام قلم و وجہ معاش میں مقرر کر دیے۔ چونکہ آپ نے اس میدان میں قیام استحکام کے ساتھ جمایا تھا۔ لہذا۔ چند روز بعد اس سرزمین کے تمام امرا اور سلاطین آپ کی آستانہ بوسی کو وجہ پشت پناہ سمجھنے لگے نیز اپنے مکانون میں آپ کی تشریف آوری کو باعث افتخار جانتے تھے۔ لکھا ہے۔ کہ جب صادق اور با اعتماد مریدوں کی نظر آپ کے لورانی چہرہ پر پڑتی تھی۔ تو وہ بالکل بے قابو ہو کر سجدہ میں سر رکھ دیا کرتے تھے۔ جب یہ بات اکثر لوگوں کی زبانی سننے میں آئی۔ تو مولانا سراج الدین عالم ملتانی نیروالہ جن کا عمل علم کے مطابق تھا۔ شاہ کی ملازمت میں آئے۔ تاکہ سجدہ کرانے سے روکیں۔ کیونکہ شریعت میں یہ امر بالکل ناجائز ہے۔ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ جب مولانا سراج الدین کی نظر شاہ کے جمال پر پڑی۔ تو مولانا نے بے ارادہ سرزمین پر رکھ دیا۔ اور رسم سجدہ بجلائے۔ شاہ نے فرمایا۔ مخلوق کے سامنے سجدہ کرنا اور سجدہ۔ مولانا نے جواب دیا۔ بیشک یہاں ہی ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔ مجھ میں ضبط کی طاقت ہی نہ رہی۔ اسکے بعد حقائق بیانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور بہت کچھ اسرار کے معما حل کئے گئے۔ تریسٹھ سال کی عمر پائی۔ اور بیسویں جمادی الثانی ہجری آٹھ سو اسی کو دھانی عالم کی طرف کوچ فرما گئے۔ آپ کی قبر رسول آباد میں ہے۔ جو احمد آباد گجرات کا ایک محلہ ہے۔

## یاد قاضی عطاء اللہ حسینی قدس سرہ

بعض روایت سے آپ کی ولادت دہلی کی ہے۔ بیعت و طریقت کے آپ کے پیر کون تھے۔ یہ حال کہیں لکھا ہوا نہیں دیکھا گیا۔ آپ اپنے زمانہ میں عالمون اور کامیاب ارباب سعادت کا مرجع تھے۔ کہتے ہیں۔ جب آپ سفر حجاز سے ہند میں لوٹ کر آئے۔ تو جو مومنہ آپ کے نکاح میں تھی۔ وہ دختر کوچوڑ کر اس جہان سے کوچ کر گئی۔ جب وہ لڑکی باپ کی پردہ نش سے بڑی ہوئی۔ اور اس کی عمر دس برس سے متجاوز ہو گئی۔ تو حضور خاتم النبوت علیہ السلام نے خواب میں ارشاد فرمایا عطاء اللہ تمہاری لڑکی شیخ بہار الدین صدیقی کے نام سے بروز ازل نام زد ہو چکی ہے۔

جو منڈو (منڈو) میں گوشہ گزین ہیں لہذا منڈو میں جاؤ۔ اور تعمیل کرو۔ ناچا آپ گجرات کے منڈو میں آئے۔ اور شیخ بہاؤ اللہ کو تلاش کیا۔ جب پتہ لگ گیا تو حسب الارشاد نسبت مذکورہ عمل میں لائی گئی خود ہی آپ نے اسی شہر کی اخیر سرحد کے کنارہ ایک کونہ اختیار کر لیا تھا۔ اور وہیں رہے یہاں تک کہ اخروی سفر کا وقت آگیا۔ آپ کی قبر پر سلاطین خلیج نے ایک گنبد تعمیر کرا دیا ہے۔ شیخ نجم الدین ابن بہاء الدین جو شاہ میاں نجی حبتی منڈو کی باپ ہیں۔ آپ ہی کی اولاد ہیں

### یاد مولانا سعد الدین کا شغری

آپ فتافی اللہ کے جنگل کی گھاٹیاں طے کر چکے تھے۔ اور بقا باللہ کے دریا میں تیرا کرتے تھے حقائق آگاہ مولانا عبدالرحمن جامی نے لکھا ہے۔ آپ کے جذبات اور حالات کا بیان تک جوش تھا۔ کہ جن ایام میں آپ کی توجہ عالم اسیر کی طرف ہوئی تھی۔ ان ایام میں بے خودی اور بیہوشی آپ کو غنودگی کے طور پر ہوا کرتی تھی۔ ایک روز میں نے ناواقفیت سے عرض کیا۔ کہ آپ اگر ایک لمحہ کے واسطے تکبیر پڑھ کر آرام لیں۔ تو ناوقت نہیں ہے۔ فرمایا۔ جلی یہ گمان نکرتا کہ اس گروہ کو خواب شیرین کے سوا کوئی اور نشہ ہی سرور پیدا کر سکتا ہے۔ یہ ارشاد سہرزش سکر میں خجرات سے عرق عرق ہو گیا۔

غوثی اس میں شک نہیں۔ کہ تمام آدمی صورت و شکل میں باہم مشترک ہیں۔ مگر اس شہراک سے نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے۔ کہ معنی میں بھی باہم مثل ہیں۔ بلکہ ایسا حال ہے۔ کہ ایک شخص تو آنکھیں بند کر کے الہی باغ کی سیر کرتا ہے اور اسی طرح کا دوسرا آدمی ان غافلوں میں ہوتا ہے جو بیہوشی کی بساط پر بیٹھے ہوئے اونگھا کرتے ہیں بیت

پوشیدہ چشم با تو نشستن بہ بزم منکر | قانون ہم نشینی اہل دیار راست

### یاد شاہ عبداللہ شطاری

حضرت اعلیٰ آپ کا لقب ہے۔ آپ حسام الدین کے بیٹے ہیں۔ جن کا سلسلہ اس طرح پر ہے۔ حسام الدین بن شہاب الدین ابن ضیاء الدین ابن نجم الدین ابن جمال الدین ابن شیخ اشبوخ شہاب الدین عمر سہروردی۔ اور شیخ محمد عارف کے خلیفہ ہیں۔ جن کو شیخ محمد عاشق سو خلافت تھی۔ ان کو اپنے باپ شیخ خداقلی ماوراء النہر سے ان کو شیخ ابوالحسن عشقی سے۔ ان کو مولانا ابوالمنظف ترک سے۔ ان کو شیخ ابوزید اعرابی سے۔ ان کو شیخ محمد مغربی سے۔ اور ان کو سلطان العرفا شیخ ابوزید بطامی سے تھی۔ قدس اسرار ہم۔ اس سلسلہ کو ایران اور توران میں عشقیہ۔ اور دارالملک روم میں بطامیہ کہتے ہیں۔ لکھا ہے۔ دعوت کا علم۔ ذکرون کا طریقہ۔ اور شغلون کی روش۔ کہ انہیں پر مشہور سلسلون میں سلوک و رہایت کا دار و مدار ہے۔ یہ سب کچھ آپ عمل میں لائے۔ اور بزرگانِ طریقت کے حامل گھومتے



ایک رسالہ لطائف فیسیہ آپ کی تصنیفات ہے۔ سلطان غیاث الدین خلجی شاہ مالوہ کے نام ترتیب دیا تھا۔ اس رسالہ میں آپ لکھتے ہیں۔ توحید کے اسرار۔ وجد کے اطوار۔ الہی حقائق۔ اور طریقت و حقیقت کے دقیقے جو صوفیہ خاطر کی لوح پر محفوظ تھے۔ یہ باتوں و علمناہ میں لَدُنَّا عِلْمًا سَاءَ کی رہنمائی کی بدولت۔ مبداء فیاض سے بے واسطہ پہنچتے۔ **يَا فَسَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ** کے حکم کے بموجب مشائخ طریقت سے بالواسطہ معلوم ہوئے تھے۔ ان سبباتوں کو قلم کے ذریعے سے اوراق میں ثبت کیا ہے تاکہ اہل ظاہر اور اہل باطن دونوں کو فیض پہنچے۔ اور رحمتہ للعالمین ہونے کا اطلاق خلافت حیر اور برہی صادق آؤ نیز لکھا ہے۔ کہ نفی و اثبات کے ذکر کی تلقین بہت گہاوی اور مقبول اسی کے بجائے ہو چکی ہے۔ میں جن اہل علم میں بخدا میں تھا اس وقت میں نے سنا تھا۔ کہ شیخ مظفر کتانی خلوتی۔ جو نیشاپور میں ہیں۔ صوفی کو تین روز کی خلوت میں خدا تک پہنچا دیتے ہیں۔ فوراً میں شیخ مظفر کی خدمت میں دوڑا گیا جس قدر کا نون سے سنا تھا۔ اس کے ہزار حصہ زیادہ آنکھوں سے دیکھا۔ ایک عرصہ تک شیخ مظفر کی ملازمت کر کے نفی و اثبات کا ذکر۔ اور اس کا تصور یاد کر لیا۔ یہ طریقہ شیخ مظفر کو شیخ ابراہیم عشق آبادی سے۔ ان کو سید نظام الدین حسین سے ان کو شیخ محمد خلیلی سے۔ اور ان کو شیخ نجم الدین کبریٰ سے حاصل ہوا تھا۔ اسی سلسلہ میں خراسان اور عراق کی سیامی کرتا ہوا۔ آرزو بیجان کے ملک میں پہنچا۔ یہاں پدید علی موجد کی ملازمت حاصل کی۔ سید علی موجد کو۔ شریعت۔ طریقت۔ اور حقیقت میں زیور کمالات آراستہ پایا اور ان کی صحبت سے بجا بہت کچھ فائدہ پہنچا۔ سید علی موجد کو شیخ زین الدین خوافی سے اجازت تھی۔ جو چار واسطہ سے شیخ الشیخ سہروردی کو پہنچتے ہیں۔

آپ ہجری سنہ ۸۰۰ھ میں ترک تین کر کے خلوت خانہ لائقین کی طرف کوچ فرما گئے۔ آپ کی خواہش کا وہ مسئلہ (مانڈو) میں ہے سلاطین خلجی کے مقبروں کی جنوبی سمت میں۔

شاہ کے جسم پر سلطانی لباس اور ہر اہی صوفیوں کے جسم پر فونجی وردی ہوتی تھی۔ اس شان کے ساتھ علم اٹھاتے تھے۔ اور نقارہ بجاتے تھے۔ اسی طمطراق کے ساتھ سیامی کرتے تھے اہل بہان کا تاشا کر کے فیض پہنچاتے تھے اور فائدہ بھی اٹھاتے تھے۔ اتنا کے راہ میں جبرین اور مسکان پر پہنچتے تھے۔ اس سرزمین کے مشائخ کو پیغام بھیجتے تھے۔ کہ ایک درویش نے اس خیال سے سیامی اختیار کی ہے۔ کہ اگر کبار توحید کے معنی کوئی شخص اس سے بہتر جانتا ہو۔ تو وہ مسافر کو تعلیم کر دیوے۔ اور اگر ایسا نہ ہو۔ تو مستقیم لوگوں کا بے مشقت فائدہ

لے لے رہے ہیں۔ اس کو ایک خاص علم سکھا دیا تھا، ۵۲ لوگوں کو اگر حکم معلوم نہیں ہے۔ تو اہل کتاب پہنچا کر دے۔

اس میں ہے کہ وہ گنج توحید مسافر سے حائل کر لیوں۔ کیونکہ ایسی فرصت جس میں اسباب سعادت ہی ہوں ہونچیں۔  
دشواری سے ہاتھ آتی ہے۔ المقصد۔ جب آپ بنگالہ میں ہوئے۔ تو حسب معمول ہی پیغام شیخ محمد علا کے پاس  
ہی بھیجا۔ جو آنج کے روز شیخ قاضی شطاری کے نام سے نام زد وہ شیخ محمد علا نے جواب دیا۔ کہ ایسے فضول گو  
اشخاص خراسان اور پارس سے بہت آتے ہیں۔ پیغام دینے والے شاہ صاحب نے جواب منکر فرمایا۔ شیخ  
محمد علا کے کمالات کا ظہور۔ مجھ ہی فضول گو کی تلقین پر منحصر ہے۔ ان ایام میں سلطان غیاث الدین خلجی نے  
چیتور کے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ آپ نے بنگالہ سے معاودت فرمائی۔ تو اسی راہ سے آکر قلعہ مذکور کے نیچے آہٹیرے  
سلطان نے حاضر ہو کر آستانہ بوسی کی۔ اسی مورچے سے جو آپ کی خیرگاہ کی برابر میں تھا۔ آپ کی توجہ کی بدولت  
اتنے توڑے روز کے اندر قلعہ فتح ہو گیا۔ کہ گمان میں ہی نہیں آسکتا ہے۔ سلطان نے نہایت تعظیم اور اعزاز  
کے ساتھ آپ کو اپنی روانگی سے پیشتر دہرا لہر الا سلام منڈو (مانڈو) میں روانہ کیا۔ کہتے ہیں۔ اسی کے قریب قریب  
شیخ محمد علا نے چلہ کیا تھا۔ ایک رات شیخ محمد علا کے پدربند گوار نے خواب میں فرمایا۔ علا۔ تمہاری گزشتہ اس قسم  
کی ریاضت سے تعلق نہیں رکھتی ہے۔ بلکہ اسی خراسانی فضول گو کے حوالہ ہے۔ جس سے تم کو انکار ہو چکا ہے  
مجبوراً دشواری کے ساتھ اور تنہا وطن سے سفر کرنا پڑا۔ اور منڈو میں حاضر آئے۔ شاہ کے دروازہ پر تین روز  
تک کھڑے رہے۔ اور انتظار کیا۔ چوتھے روز کی صبح کو شاہ صاحب باہر تشریف لائے۔ امتحان لیا۔ اور بہت کچھ  
سزائش کی اور موثر نصیحتیں فرما کر معلومات سے گران بار کیا چند روز بعد خلعت خلافت کے سرفراز کر کے وطن کو روانہ فرمایا  
اس سلسلہ کے پیروں کو شطاری اس سبب سے کہتے ہیں۔ کہ شطاری مشائخ شاہراہ طریقت کے سلوک  
میں۔ دو سکھ خانوادوں کے مشائخ سے زیادہ تیز۔ اور تیز رفتار ہوتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں جو ان کا اول قدم  
ہوتا ہے۔ وہ دوسرے درویشوں کا اخیر قدم ہوتا ہے۔ ایک مدت تک اس معما کے حل کرنے میں اندیشہ جھلائی کرتا  
رہا۔ اور پریشان رہا۔ جب اس سلسلہ کے اشغال اور اذکار کے اصول پراگاہی ہوئی۔ اور دوسرے گروہ کے گروہ  
صوفیوں کا سلوک۔ ان کے برابر میں ناکر مقابلہ کیا۔ تو سوائے اسکے کوئی تفاوت نظر نہیں آیا۔ کہ شطاری مشرب  
میں صوفی اپنے تئیں عین ذات جان کر بیٹھی دریدھی۔ عالم تعینات میں مرکز خاک تک نزول کرتا ہے۔ اور  
اسکے بعد جیسے نزول کیا تھا۔ ویسے ہی عروج میں۔ ہر منزل کی آئین چھوڑتا ہوا۔ پھر عالم اراد کو پونج جاتا ہے۔ اور  
جمہور مشائخ کے طریقہ میں یہ بات ہے۔ کہ طالب اولاً درجہ بدرجہ عالم ناسوت سے صوفی سیر فرماتا ہوا۔ وحدت  
وجود کے مرتبہ تک ترقی کرتا ہے۔ اور پھر اس مقام سے تعینات کو قبول کرتا ہوا۔ اور ہر ایک تعین میں اس کا

رنگ لیتا ہوا۔ عالم شہادت کی طرف چلا آتا ہے۔ ان دو طریقوں کے مقابلے سے یہ بات سمجھ میں آئی۔ کہ اول قدم سے عبارت ہی سلوک کا آغاز ہے حضرت ذات سے۔ اور اخیر قدم سے مراد سیر کا انجام ہے اسی مرتبہ احدیت کو۔ اور سوا کے دو سے معنی جس میں شکل خوبی پیدا ہوتی ہو۔ غالباً ہرگز مراد نہ ہونگے۔ بیت

برق صفت غوثیا گام زدی سال ہا | ایک نہ رفتی ہنوز نیم قدم سوے او

## جواہرین گزارش گوشوارہ مسامع جویندگان معانی انقابیاد

جو اصحاب اسرار خانہ تحقیق کے پروردگار ہیں۔ اور جوار با بسا سہرا پر وہ توحید کے محرم ہیں۔ ان کا دستور ہے کہ آواز اور الفاظ کے ذریعہ سے اپنی واردات کا اظہار۔ اصطلاحات میں کیا کرتے ہیں۔ ان کے اصول اور اوضاع پر نظر اور قیاس کر کے لقب احرار کی وجہ تسمیہ اس طرح بیان ہو سکتی ہے۔ کہ سلوک میں ایک مقام ہوتا ہے حفظ العہد کا جس سے مراد صوفیوں کی اصطلاح میں یہ ہے۔ **لَهُ هُوَ الْوَقُوفُ عِنْدَ مَا حَدَّهَ اللَّهُ لِعِبَادِهِ** اور حفظ کی دو قسمیں ہیں (ایک) **حِفْظُ عَهْدِ الرَّبِّ** (دوسرے) **حِفْظُ عَهْدِ الْعِبَادَةِ** یہ ہے۔ کہ جمیع کمالات کی نسبت۔ رب کی طرف کی جائے۔ اور حفظ عہد العبودیت یہ ہے۔ کہ تمام نقصانات عیب کی طرف منسوب کئے جائیں۔ **لَعَلَّ مَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْآنُ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنْ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ** پس جس وقت موجد اور با صفا صوفی کو اذکار اور اشغال کی بدولت رعایت حفظ العہد کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس حفظ کے آثار۔ صوفی مذکور کے تمام اوقات اور حالات کو یکساں دیکھتے ہیں۔ تو اس وقت حکمت جمالی کا جمال اس کی چشم بصیرت کو نظر آنے لگتا ہے۔ اور جمالی حکمت کے مراد یہ ہے **لَهُ هِيَ الْعِلْمُ بِحَقَائِقِ الْأَشْيَاءِ وَأَوْصَافِهَا وَأَحْكَامِهَا عَلَى مَا هِيَ عَلَيْهِ** و اس تباط الاسباب بالمسبب و اسرار انضباط نظام الموجودات و العمل بمقتضاہ۔

اور حکم **لَهُ مِنْ عِنْدِ الْحِكْمَةِ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا** حکمت مذکور کی مفصل ذیل چاروں قسموں پر بھی صوفی کو اطلاع دیدی جاتی ہے یہ چاروں قسمیں ترتیب وار غیر کثیرین داخل ہیں۔

۱۔ اس مقام پر۔ تینا جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کے لئے محدود کر لیا ہے۔ ۱۲۔ جیسا کہ قرآن پاک تعلیم فرماتا ہے۔ **اِنَّ عِبَادَهُ لَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوهُ يَتَّبِعْكُمْ** تو سمجھو کہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر تجھ کو کوئی نقصان پہنچے۔ تو سمجھو کہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔ ۱۳۔ جمالی حکمت کے مفہوم میں سورہ میں داخل ہیں (۱) اشیا کی حقیقت اور اس کے اوصاف و احکام جیسے اور جو کچھ ہیں۔ آپر علم حاصل ہونا (۲) اسباب کا رابطہ مسبب کے ساتھ جو کچھ ہے۔ آپر علم حاصل ہونا (۳) نظام موجودات کی طرح پر منضبط ہے۔ اس کے اسرار پر علم حاصل ہونا۔ (۴) انفسا سے علم کے بموجب عمل کرنا۔ ۱۴۔ جس شخص کو بات کی سمجھ دی گئی۔ اس نے بیشک بڑی دولت پائی ۱۵۔

اول (الحکمة المنطوق بها وهي علوم  
الشرعية والطريقة -

دوسری (الحکمة المسکوت عنها وهي امرار الحقیقة  
جس کہ وہ لوگ علی نبیغی نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ جو تہلیل و تقلید میں گرفتار ہیں

کما روی ان رسول الله صلى الله عليه وسلم  
كان يجتازني بعض سكك المدينة ويتبعه  
اصحابه رضي الله عنهم فاقسمت عليه

امراة ان يدخلوا منزلها فدخلا  
فراونا را مضطربة واولا والمرأة  
هو بها فقالت يا رسول الله اللان  
ارحم بعبادة ام انا باولادى فقال

بل الله ارحم فانه هو ارحم الراحمين  
فقالت اترانى يا رسول الله احب  
انلقى ولدى فى النار كيف يلقي  
الله عبده وهو ارحم الراحمين

قال الراوى فبكى رسول الله صلى الله عليه  
وسلم وقال هكذا اوحى الى

تیسری (الحکمة المجهولة وهي ما خفى  
علينا ووجه الحكمة كايلام بعض العباد

وموت الاطفال والمخلوح فى النار  
فبجب الايمان بظالم الرضا بوقوع  
واعتقاد كونه عدلا وحقا -

چوتھی (الحکمة الجامعة وهي معرفة

جس حکمت کی نسبت کلام کیا جا سکتا ہے۔ وہ شریعت  
اور طریقت کے علوم ہیں۔

جس حکمت کی نسبت کلام سے سکوت اولی ہے وہ  
اسرا حقیقت ہیں۔

جیسے کہ دہیت کی گئی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
مدینہ کے ایک سڑک میں چلے جا رہے تھے۔ اور آپ کے ساتھ آپ کے

بعض اصحاب بھی تھے رضی اللہ عنہم۔ آپ کو ایک عورت نے  
قسم دی۔ کہ میرے مکان میں آپ جلا صی تشرف کیا چلیں چنانچہ وہاں  
دہان جا کر دیکھا۔ کہ ایک گمشدہ عورت ہے۔ اور اس عورت کی اولاد

آگ کے گرد جمع ہے۔ عورت نے عرض کی یا رسول اللہ۔ متبرجل  
اپنے بندوں پر زیادہ رحیم ہے۔ یا اپنی اولاد پر میں۔ آپ نے فرمایا  
نہیں اللہ ہی زیادہ رحیم ہے۔ کہ وہ ارحم الراحمین ہے

پھر اس عورت نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں  
اپنے کسی بچہ کو آگ میں ڈال دینا گوارا کروں گی (اگر میں گوارا نہیں کروں گی)  
تو اللہ جل شانہ اپنی علاموں کو کیسے آگ میں ڈالے گا کہ وہ ارحم الراحمین ہے

راوی کہتا ہے۔ یہ شکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روئے  
اور فرمایا۔ میرے پاس ہی وحی اسی مضمون کی آئی ہے۔

حکمت مجہولہ وہ حکمت ہے جس کی وجہ ہم لوگوں سے  
مخفی ہے جیسے بعض بندوں کی تکلیفات  
اطفال کی موت۔ اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا

اس حکمت پر ایمان لانا۔ اس کے وقوع پر راضی ہونا  
اور اس کو عدل اور حق کر کے ماننا اور عقیدہ رکھنا اور جب  
حکمت جامعہ میں یہ باتیں داخل ہیں (۱) حق کی

الحق والعمل به ومعرفة الباطل والاجتناب  
 عنه كما قال عليه السلام اللهم انزلنا الحق  
 وارزقنا اتباعه وارزقنا الباطل وارزقنا  
 اجتنابه انك مجيب الدعوات

معرفت اور اوپر عمل کرنا۔ (۲۳) باطل کی معرفت اور اس سے  
 اجتناب کرنا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا،  
 اے میرے اللہ ہم کو حق دلما اور اس کا اتباع نصیب کر اور ہر باطل پر علم  
 اور اس سے اجتناب روزی کر بیشک تیرے عاؤن کا قبول فرما والا ہے

اب سنیے بمطلب صلی اس تمہید کا یہ ہے۔ کہ ہر دو مرتبہ کے حفظ کا ملکہ۔ اور چاروں حکمتیں حاصل ہونے کی  
 بدولت۔ صوفی مذکورہ مجتہد الحق علی المخلوق ہو جاتا ہے۔ جو عبارت انسان کامل سے ہے۔ اور خلافت کے  
 مرتبہ کو پہنچ کر حریت کا خلعت پہن لیتا ہے۔ حریت۔ اصطلاح صوفیہ میں یہ ہے الازدطلاق عزذوالانغیا  
 اور تین قسم پر ہے۔ (اولاً) حریت عامہ۔ یہ رہائی پانا ہے زندان شہوت سے (ثانیاً) حریت خاصہ۔ یہ مرادات کی قید سے  
 آزاد ہونا ہے کہ بقاء ارادة العبد فی ارادة الحق (ثالثاً) حریت خاصہ انخاصہ۔ سالک کو جو نور الانوار کی  
 تجلی میں اپنے تئیں ہلاک کر دینے کی آرزو۔ اور آرزو کی رسوم اور آثار کے ساتھ دبستگی رہتی ہے۔ اس دبستگی سے نجات  
 پانا۔ یہ تیسری قسم حریت کی ہے۔ اسکے بعد جس شخص کو یہ مراتب حاصل ہیں۔ اس شخص کو جب ان حالات میں دوام  
 اور قیام نصیب ہو۔ تو اس کو احرار کہتے ہیں۔

المحال فی اصطلاحهم ما یرد علی القلب  
 بمحض الموهبة من غیر تفعل واجتلاب  
 كالرق والعتق والحزن والطرب  
 والبسط والقبض ویزول بظہور صفات  
 النفس سواء بعقبہ المیل اولاً فاذا  
 دام صار ملک فی نفسہ مقاماً۔

اب اصطلاح صوفیہ میں یہ بات ہے کہ جو شخص محض انہی بخشش سے  
 بدون عمل اور کوشش کے قلب پر وارد ہوتی ہے  
 جیسے غلامی۔ آزادی۔ غم۔ خوشی۔ ببط  
 اور قبض اور وہ شے۔ نفسانی صفات کے ظہور سے  
 زائل ہو جاتی ہے۔ خواہ اس کے عقب میں میلان ہو۔ یا نہیں  
 ہے اگر دوام کے ساتھ قائم رہے۔ تو اس کو مقام کہتے ہیں

بیان سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اصحاب ولایت کے القاب ان مقامات کے اعتبار سے ہو کرتے ہیں۔ کیونکہ  
 عقین القاب کی وجہ میں سے گزشتہ بیان ایک وجہ ہے۔

یا ویرہان المحققین خواجہ ناصر الدین علیہ السلام

اپنے لفظ خواجہ احرار کے ساتھ نام زد تھے۔ خواجہ محمود ابن خواجہ شہاب الدین شاشی کے فرزند ہیں۔ خواجہ

۱۔ خلقت پر حق کی محبت ۲۔ حریت ۳۔ عیار کی غلامی سے آزاد ہونا ہے۔ ۴۔ عبد کا ارادہ حق کے ارادہ میں قائم ہو جانے سے ۱۲

شہاب الدین خواجہ محمد نامی کے پوتے تھے۔ جو عالم متبحر ابو بکر محمد بن اسمعیل قفال شافعی کے بزرگ دوستوں میں ہیں۔ شیخ ابو بکر کشفی اور کسی علم میں اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔ احرار الاولیاء کی والدہ ماجدہ۔ خواجہ داؤد ابن خواجہ خاندان ظہور بن شیخ عمر باغستانی کی بیٹی ہیں۔ جن کا سلسلہ سوار واسطون کے بعد امام عبداللہ ابن عمر ابن خطاب تک پہنچتا ہے رضی اللہ عنہم۔ آپ کے پیر ارادت مخدوم العرفا مولانا یعقوب۔ پچھی سنوی تھے جو حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند کے بزرگ ترین خلفائے ہیں۔

ایہا السامعون آپ کے حالات کے بیان میں بہت سے ابواب ہیں۔ کتاب رشحات میں آپ کے حالات تھوڑے سے ہی لکھے گئے تھے۔ کہ کتاب مذکور کے تمام صفحے آپ ہی کے حالات سے بہر گئے۔ پھر اس سورت میں کتاب راہ جو محض نمونہ کے طور پر حاصل الاختصار ہے سوائے اجمالی دو تین حرفوں اور عنوانی چند کلموں کے کب گنجائش رکھ سکتی ہے۔ لہذا ہر ایک باب کا ایک نکتہ حوالہ قلم کرتا ہوں۔

آپ کی ولادت ماہ رمضان جمادی الثانی سنہ ۸۰۷ھ میں ہوئی۔ اور آپ نے عمر اسی اور نوواسی سال کی پائی چوتھے سال کے آغاز میں تعلیم کا تعاقب قدس اتہی کے جناب میں کیا۔ آپ فرماتے تھے۔ بارہ سال کی عمر میں اپنی حالت پر نیاس کر کے میں یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ اللہ جل شانہ کسی آدم زاد کو اس طور پر پیدا نہیں کیا ہے۔ کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے سے خائف ہو سکے۔ آخر الامم معلوم ہوا۔ کہ یہ عقیدہ ازلی عنایت تھی۔ نیز آپ فرماتے تھے۔ جب میں مرزا شاہ رخ کے زمانہ میں برہی بن ہوا۔ تو مجھ کو ایک کڑی کے بھی صرٹ کرنے کی استطاعت نہیں تھی ایک روز بازار میں ایک گدائے گدائی کے طور پر سوال کیا۔ اس وقت میرے پاس ایک پرانی دستا تھی جس میں بچہ (تیلے) آویزاں تھے وہ دستار میں ایک مبلغ کو دی۔ اور کہا۔ یہ پاک ہے۔ اور دیکھو کہ واسطے موزوں ہے۔ طبلخ نے گد کو ایک پیٹھ کے لائق کہا نا کھلا کر سیر کیا۔ اور دستار مجھ کو واپس دیتا تھا میں نے نہیں لی۔ اور راستہ میں چل نکلا۔

کچھ میں آپ کی خاطر خاطر کو حمام کی طرف قطعی میلان نہیں تھا۔ وجہ دریافت کی گئی۔ تو جواب دیا۔ کہ میں اپنا ناز سلوک میں عوام کی خدمت کیا کرتا تھا۔ حمام کے اندر ایک روز میں چند روزہ سوزہ آویزون کی کیٹلی اور ماش جسم کر لیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حمام کی حرارت سے طبیعت بیمار ہو گئی تھی۔ اس سبب سے دل حمام سے گریز کرتا ہے۔

ایک دفعہ آپ فرماتے تھے۔ طریقہ خواجگان میں قدم لہاں لہاں۔ بہت اور خاطر مقتضائے وقت کے تابع اور اسی میں مصروف ہوتی ہے۔ پہلے کسی وقت میں کسی خدمت گزار ہی کے ذریعہ۔ کسی مسلمان بہائی کو کوئی راحت پہنچانا ممکن ہو۔ تو اس وقت میں ذکر اور مراقبہ کو۔ کسی دوسرے وقت پر منحصر رکھنا چاہیے۔ کیونکہ

خدمت کا فرہ۔ دون کے اندر مقبولیت پیدا ہونا ہے۔ اور یہ مقبولیت ذکر و مراقبہ کے نتیجے پر مقدم ہوتی ہے۔ اور وہ جو بعض اصحاب نے فضل عبادتوں کو اخوان الصفا کی خدمات سے بہتر سمجھا ہے۔ یہ محض گمان ہی گمان ہے۔ نثر مذکورہ کی تفاوت کی نسبت آپ کا فرمانا تھا۔ کہ میں اس طریق کو کسی کی تلقین یا تحریر سے اخذ نہیں کیا ہی بلکہ خدمات کے آثار سے تعلیم پائی ہے۔ کہ خدمت کی خاصیت کیا ہے۔ ہر ایک شخص کو بارگاہ قرب میں جداگانہ دروازہ سے بیجاتے ہیں۔ اور ہر ایک کو جو اس بارگاہ میں پہنچنا نصیب ہوا ہے تو خدمت کے دروازہ سے ہوا ہے۔ اس سبب سے محبوب کی خدمت مجھے محبوب ہے۔

مصنف رشتہات نے لکھا ہے۔ کہ آپ کا مال۔ منال۔ دیہات۔ اراضی۔ زراعت۔ گلہ بوشی۔ اسپ اور اٹلاک یہ سب سامان شمار کے اندازہ سے باہر تھا۔ چنانچہ ایک روز آپ خود اپنی زبان صادق البیان سے فرماتے تھے۔ سمرقند کے خاص فرزندوں کی پیداوار سے سمرقندی سیر کے حساب سے اسی ہزار من غلہ میرے حاصلات کے عشر (دسویں حصہ) کا سلطان احمد میرزا کی کچھری میں میرے کارندے داخل کرتے ہیں۔ نیز فرماتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ازلی عنایت سے میرے نقد اور جنس میں اپنی برکت اور افزونی دی ہے۔ کبھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ خرچ غلہ کی میزان صحیح کی میزان سے زیادہ آتی ہے۔ اور غلہ کے کوٹوں میں ابھی بہت سا غلہ ایسا ہے۔ کہ ترازو کو پلہ پر پونجا ہی نہیں ہے نیز فرماتے تھے۔ کہ میں ایک زمانہ میں شہر ہری میں تھا۔ ایک روز شیخ بہاؤ الدین عمر کے مکان پر گیا۔ اپنے حسب عادت دریافت کیا۔ کہ شہر میں کیا خبر ہے۔ میں نے کہا۔ دو خبریں ہیں شیخ زین الدین اور ان کے یار دوست کہتے ہیں ہمہ از دست اور سید قاسم اداؤن کے پیرو کہتے ہیں۔ ہمہ اوست۔ فرمایا۔ اولین بات دستی کی کسوٹی پر چڑھی ہوئی ہے۔ توڑی دیر بعد چند دلیلین اس راست گفٹار کی تائید میں۔ اس طرح بیان فرمایا۔ کہ اگر ان کے مقدمات میں غور و تامل سے کام لیا جاوے۔ تو ہر ایک دلیل سے ثانی قول کے مدعا کا ثبوت پیدا ہو جاوے۔ اپنے معنایں دلائل کی حقیقت ہی ظاہر فرمائی۔ کہ اس طرح پر ہے۔ پیرو سہری چند دلیلین بیان کیں۔ ان کا بھی ایسا ہی حال تھا۔ یہ سب باتیں شکر بے تامل یہ بات ذہن میں آئی۔ کہ اولین قول کا اقرار۔ اور پہلے قول کا حقیقہ اعتقاد ہوتا ہے۔

نیز فرماتے تھے۔ جب مولانا یعقوب کے دیدار سے میری آنکھیں منور ہوئیں۔ تو مولانا کے سلوک سے مجھ کو اپنی نسبت ایسا کوئی خاص اتفات معلوم نہیں ہوا۔ جس کی وجہ سے دل کے اندر صورت شگفتگی پیدا ہو۔ بلکہ مولانا ترش روئی سے پیش آئے اور اپنا ہاتھ نہیں ٹھہرایا۔ فرمایا۔ ہم سے بیعت نہ کرو۔ اتنے میں مولانا کی

پیشانی پر میری نظر جا پڑی۔ تو ایک سفید رخ نظر آیا جس سے طبیعت کو خلقتہ تنفر ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں  
 لوہم بیعت ادا کرنے میں توقف کیا۔ مولانا نے جب میری صورت حال سے یہ معلوم کیا۔ کہ مجھ کو بیعت ہونے  
 میں تامل ہے۔ تو فوراً خلع لیس کے ذریعہ سے اپنے حین ایک جمیل صورت میں ظاہر فرمایا۔ جس کے  
 دیکھنے سے بے قابو ہو گیا۔ اور اپنا ہاتھ آستین کے اندر سے نکال کر مراسم بیعت ادا کئے۔

قرآن پاک کی ایک تفسیر ہے (رشحات) نام اُس کے ایک رشحہ میں لکھا ہے۔ ایک روذ آیت کریمہ  
 لَعَلَّ اللَّهُ لَشَرُّكُمْ كَرِيمٌ کی تاویل میں اپنے (خواجہ سے) فرمایا۔ مراد یہ ہے۔ کہ صوفی ہمیشہ ذات مطلق  
 کو واحد تصور کرتا ہے۔ اور اللہ واقسام کی صفات جو بکثرت دیکتا ہے۔ اُن سے گزر جاوے۔ تم کلامہ حرت  
 ثم جو تراخی کے واسطے موضوع ہے۔ اس آیت کریمہ میں دیکھ کر اقم گلزار کے ذہن میں یہ بات آتی ہے۔ کہ صوفی تخلق  
 اور تبدیل کے بعد ایک مدت چھپے۔ اس توحید کے مرتبہ کو پونچنا ہے۔ اور ایسی تدریج سے مرتبہ توحید کو پونچنا۔  
 محقق سالکون کا طریقہ ہے۔ اور بلا توقف نوراً مرتبہ توحید کو پونچنا۔ جذبہ کی علامت۔ اور مجذوبوں کی  
 عادت ہے۔ لَا يَعْلَمُونَ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ۔

احرار الاویہ کی بیماری کا آغاز یکم محرم ہجری سنہ ۱۰۱۰ء سوچا نوے کو ہوا۔ اور آپ کی رحلت اسی سال کی  
 یکم ربیع الاول کو ہوئی۔ یہ عجیب لطیفہ اور لطیف نکتہ ہے۔ کہ جس قدر آپ کی حیات کے سال تھے۔ یعنی انہی  
 اور تو اسی۔ شمار میں اسی قدر آپ کے ایام مرض بھی آئے۔ یہ جو حدیث ہے مُحَمَّدٌ يَوْمَ كَفَّارًا رَأَى سِنَةً  
 اس سعادت سے آپ کو شرف حاصل ہوا۔ اپنے دو خلف اپنے قائم مقام جوڑے۔ جو آثار سلف سے آراستہ۔  
 خلافت وہایت کے واسطے شائستہ۔ اجازت و خدائی تقرب کے لائق تھے۔ سب سے بڑے خواجہ محمد عبد اللہ  
 تھے۔ جو خواجہ کلان۔ اور خواجگان خواجہ کے نام سے مشہور ہیں۔ دوسرے خواجہ محمد کیمیٰ ہیں۔ آپ اپنے  
 پیغمبر گیارہ کے ہاشمیں ہونے۔ حضرت حقائق پناہی مولوی سے مشغول ہے۔ کہ فرماتے تھے۔ جوڑے ہیں۔ دو  
 علم و فضیلت میں بہت بڑے ہیں۔ اور جو سجادہ نشین ہیں۔ وہ جذبہ بھالت۔ اور ولایت کے جلال میں سب  
 سے آگے ہیں۔

راقم رشحات لکھتے ہیں۔ جس زمانہ میں خواجہ محمد کیمیٰ ہری میں تشریف لائے تھے۔ اُس زمانہ کا ذکر ہے۔ ایک

لفظ۔ اے پیغمبر دو۔ کہ ادوہ کتاب اللہ ہی نے (آٹاری ہی) پہون کوڑے جھک مارن دو ۱۰۱۰ء الہ کے سوا اس کا اصلی مطلب  
 کسی کو معلوم نہیں ۱۰۱۰ء ایک ہم آیت ایک سال کا کفارہ ہوتی ہے ۱۰۱۰ء۔



خواجہ با اتفاق حضرت حقائق پناہی۔ مولانا محمد روحی کی ملاقات کے واسطے گئے تھے۔ میں ہی ہمراہ تھا۔ حساب مکان (مولانا محمد روحی) نے نہایت ادب کا برتاؤ مہمان عزیز کے ساتھ کیا۔ اور تواضع و تعظیم سے بہت کچھ گراگزی ظاہر فرمائی۔ لیکن ہم نشینی کا تمام وقت۔ طرفین کی خاموشی میں گزرا۔ بین دوسرے روز تنہا مولانا کی خدمت میں گیا۔ تو ظاہر و باطن کی آراستگی کے متعلق حضرت خواجہ کی تعریف حد سے زیادہ فرمائی۔ جب لوٹ کر خواجہ کی خدمت میں آیا۔ تو سنی ہوئی باتیں محل طور پر میں نے ظاہر کیں۔ خواجہ نے فرمایا کل کے روز میں آپ کی صحبت میں اپنی فنا اور مولانا کے اثبات میں مشغول تھا۔ میری تعریف جو مولانا فرماتے ہیں۔ یہ درحقیقت مولانا کی ہی تعریف ہے۔ کیونکہ اُس وقت مجھ میں مولانا کی ہی حقیقت جلوہ گرتی۔

سجادہ نشین احرار یہ کے جملہ واقعات اور حالات کتاب رشحات میں مصنف نے جیسا جیسا موقع اور وقت پایا ہے۔ تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ بیان پرین صرف آپ کی شہادت کے متعلق مجھ لکھتا ہوں۔ احرار الاولیا اکثر خلوتوں میں خواجہ محمد یحییٰ سے امیر المؤمنین ابی عبد اللہ حسین رضی اللہ عنہ کے وقایع کا ذکر کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ تمہاری روح کو شہید و شہت کر بلا کی ولایت اور شہادت کے ساتھ کامل نسبت ہے۔ کہتے ہیں جب آپ کے پدربزرگوار حقیقی محبوب کے باغ کو چلے گئے۔ تو چند روز بعد شاہ بیگ خان نے پرگنہ سمقند ضبط کر لیا اور ہجری سنہ نو سو چھ کے اولین عشرہ محرم میں جمعہ کے روز حضرت خواجہ محمد یحییٰ سے مواخذہ اور مطالبہ کر کے جو کچھ نقد و جنس مکانات میں تھا۔ سب سرکار میں خالصہ کیا۔ اور دیات۔ اراضی۔ اور تمام مزرعے سرکاری نو کردن کے سپرد کئے۔ اور اُن کا قبضہ ہو گیا۔ خواجہ کو انتظار تھا۔ کہ شاید غاشورہ کے روز شہادت کا واقعہ بھی وقوع میں آرد اٹنی آرام مل جاوے گا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس درمیان میں خان نے حکم دیا۔ کہ آپ مع فرزندوں۔ مریدوں۔ اور متعلقین کے خراسان کو چلے جاویں۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ آپ کریمینہ کے راستہ سے خراسان کو روانہ ہوئے۔ جب آپ تاشقند سے نکل گئے۔ اور محرم کی تاریخ بھی دنل سے آگے بڑھ گئی۔ تو خواجہ کو حیرت ہوئی۔ اور حیرت سے انقباض خاطر پیدا ہوا کہ حضرت والد ماجد کا کلام صادق تو یحییٰ کی شہادت پر دلالت کیا کرتا تھا۔ اور بیان تعویق نظر آ رہی ہے۔ نہ معلوم۔ اس میں کیا حکمت ہے۔ اللہ اعلم اسی خیال میں تاشقند سے دو تین منزل آگے گئے۔ ناگاہ صحرا میں اوزبک کی ایک فوج نے آکر ظلم و زیادتی شروع کی تیغ و تبر چاروں طرف سے پڑنے لگے۔ بالآخر فرج مذکور نے خواجہ محمد یحییٰ کو اور اُن کے دونوں فرزندوں خواجہ محمد زکریا۔ اور خواجہ عبد الباقی کو اُس صحرا میں شہادت اور ظلمی

کے درجہ کو پہنچایا۔ تینوں نسبی اجدہی بزرگوں کی نعش۔ خواجہ کفشیہ کے محلہ میں لاکر ملائوں کے احاطہ کے اندر  
خواجہ احرار الاولیاء کے جوار میں دفن کی گئی۔۔ اور قبر بنا دی گئی۔ خواجہ شہید کا ایک لڑکا رہا ہے۔ خواجہ محمد  
نام ہے خدا کر۔ اُس کی بزرگ اولاد جہان میں بہت سی ہو۔

### ابنِ خلیفائے کامگار احرار یہ قدس سرہم

مولانا سید حسن۔ آپ خلفائے احرار یہ میں سب سے زیادہ نیک۔ سب سے زیادہ عالم۔ اور سب سے  
زیادہ پیش رو ہیں۔ کہتے ہیں۔ ایک روز زمانہ طفولیت میں۔ آپ کے پدر بزرگوار۔ آپ کو۔ قدم بوسی کے لیے۔ خواجہ  
احرار الاولیاء کی ملازمت میں لے گئے تھے۔ اتفاقاً مجالس قدس میں شہد کا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ مولانا از روئے خواہش  
جو زمانہ طفولیت کو لازم ہے۔ شہد کی طرف دیکھنے لگے۔ اس درمیان میں حضرت خواجہ نے دریافت فرمایا۔  
صاحب زادہ۔ تمہارا کیا نام ہے۔ جواب دیا۔ شہد۔ خواجہ نے تبسم فرما کر کہا۔ چوٹے سے عنصر میں کامل قابلیت  
اور صحیح قبولیت عطا کی گئی ہے۔ صرف اتنی سی بات پر۔ کہ اُس کے دہن نے شہد کا فرہ حاصل کیا ہے۔ ایسا شہد  
کے حیا میں مشغول ہے۔ کہ اپنا نام شہد میں گم کر کے۔ شہد کے سوا کوئی نام زبان پر نہیں لاتا ہے۔ اگر اس کی جان  
میں شہد سے زیادہ شیرین چیز کی چاشنی پہنچائی جاوے۔ تو ضرور اس کی توجہ اور استغراقی کیفیت اُس میں  
زیادہ ہوگی۔ لامدیۃ فیہ۔ خواجہ احرار الاولیاء نے اُس وقت آپ کو آپ کے پدر بزرگوار سے لیکر اپنی تربیت  
اور ہمت سے فیض بخشا۔ اور وہی علوم اور معنوی نود کی تحصیل کے واسطے باعث ہوئے مصنف رشتا اپنے  
لکھا ہے۔ خواجہ احرار الاولیاء۔ سلاطین زمانہ کے ساتھ اختلاط رکھا کرتے تھے۔ اور اس اختلاط کی وجہ سے درویش  
لوگ آپ کے فیض صحبت سے محروم رہتے تھے۔ ایک روز اس اختلاط کے بارہ میں اس درویش کے دل پر گرانی کا  
اثر پیدا ہوا۔ اور قریب قریب انہیں ایام میں مولانا کی خدمت میں جانے کا اتفاق پیش آیا۔ آپ چند بزرگوں  
کے ساتھ بیٹھے ہوئے۔ اعیاء العلوم کی تصحیح کر رہے تھے اُس کو چھوڑ کر درویش کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور نظر  
پیدا کر کے فرمایا۔

”ایک دفعہ ایک عالم خواجہ احرار الاولیاء کے حضور میں حاضر تھے۔ خواجہ نے اُن کا اندرونِ خدمت معلوم کر کے  
دریافت کیا۔ بادشاہوں اور ہاکموں کے جس شخص کے ملنے میں ہبک بیکس عزیزوں کی آرزو میں پوری لگا ہوتے  
گفتارِ مظلوم رہائی بادین۔ اُس شخص کا کسی پہاڑ کے گوشہ میں بیٹنا اور نقلِ عبادت میں مطالعہ علم کی  
تربیت میں مشغول ہونا کیا ہے۔ اور اُس کی حقیقت اور حالات کے اعتبار سے مذکورہ بالا دونوں طریقوں میں سے“

کو نئے طریقہ کا اختیار کرنا اولیٰ اور اہم ہے۔ جواب دیا۔ ارباب دولت کے ملنا۔ اور عاجز غریبوں کی حمایت کرنا،  
 اُسے خواجہ نے تبسم کر کے فرمایا۔ اگر آپ ظاہر میں ایسا فتویٰ دیتے ہیں۔ تو اس حکم کے عامل کی نسبت  
 بالمن میں اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔“

حضرت مولانا نے درویش کے مرکز خاطر پر اطلاع پاکر صدر الذکر سرگزشت بیان فرمائی۔ اور پیدائش  
 گرانی دل سے دور کر دی۔

دیگر مولانا قاسم صاحب کو سایہ احرار الاولیا لکھاتے تھے۔ چونکہ پیر کی پیروی میں اور فتاویٰ الشیخ پیر  
 میں آپ نے کوشش بہت کچھ کی تھی۔ اس واسطے آپ کی ذات میں مثل سایہ خودداری تھی ہی نہیں سلوک  
 کے مقابلہ میں آپ کا توحیدی استخراق غالب تھا۔ جناب حقائق پناہی۔ خواجہ احرار الاولیا کے جملہ اصحاب  
 میں سے مولانا قاسم کی برابر کسی کے بھی معتقد نہ تھے۔ اور آپ کی تعریف خلا اور ملا میں بہت کچھ فرمایا  
 کرتے تھے۔ تاریخ چٹھی ذی حجہ ہجری سنہ آٹھ سو اکیس کو۔ غروب آفتاب کے وقت۔ آپ کے عنصری برج کا  
 آفتاب وصال کے افق میں غروب ہو گیا۔ لفظ فیاض تاریخ رحلت ہے۔

دیگر میر عبد الاول۔ آپ نیشاپور سے آکر اور اولیٰ من خواجہ احرار الاولیا کی خدمت سے  
 مطہر ہوئے تھے۔ اور خواجہ کی ملازمت میں رہ کر ابطہ اور طریقت ان دونوں کو استوار کیا تھا۔ مولانا حسین  
 واعظ کاشفی تخلص جن ایام میں کورسی فنون کی تحصیل نیشاپور میں کر رہے تھے۔ میر کے ساتھ ہم سبق  
 اور ہم حجرہ تھے۔ مولانا حسین کے بڑے مولانا فخر الدین علی صفی۔ لکھتے ہیں۔ کہ آپ سابقہ پدوسی شناسائی  
 کا خیال کر کے میر کے ساتھ کمال توجہ فرمایا کرتے تھے۔ نیز مولانا فخر الدین۔ میر سے نقل کرتے ہیں کہ فرماتے  
 تھے۔ جب میں حضرت خواجہ کی ملازمت سے سرفراز ہوا۔ تو بیس سات برس کامل ریاضت طریقت میں صرف  
 کئے۔ اس مدت میں خواجہ بظاہر مطلق میر کے حال پر توجہ نہیں ہوئے۔ بلکہ دیکھ کر درجہ صادق درویشوں کا  
 حصہ ہے۔ میں برداشت کیا کرتا تھا۔ اور صبر تحمل۔ اور توکل اختیار کر کے معتقدانہ اپنا اعتقاد درست رکھتا  
 تھا۔ جب برداشت کی طاقت نہیں رہی۔ تو ایک روز حجرہ میں پاؤں پسیا کر جا پڑا۔ سر اور منہ ننگی کے اندر  
 ڈھک لیا۔ اپنے تئیں لعنت ملامت کرنے لگا۔ اور ناصحانہ اپنے تئیں تسلی دیکر کہا۔ عبد الاول۔ اس دنیا کے  
 اندر ہنگ آدمی ایسے ہیں۔ جو ولایت اور قرب کی دولت سے بے بہرہ ہیں۔ تو یہی زمین میں شامل ہو جا۔  
 جفا اور محنت کے برداشت کرنے میں جس قدر انسانی طاقت تھی وہ تو کام میں لا چکا۔ مگر کوئی کشتور کار نہیں

ہوئی۔ اسی قسم کی پشیمانی کی باتیں کرتے ہوئے۔ ایک لمحہ نہیں گزرا تھا۔ کہ حجرہ میں پانوں کی آہٹ معلوم ہوئی چونکہ میں دریائے غم کے اندر ڈوبا ہوا تھا آہٹ کی طرف ملتفت نہ ہو کر بدستور بڑا رہا۔ اتنے میں یکایک پیر بزرگوار کی یہ آواز آئی۔ عبدالاولیٰ آرام کے ساتھ سوؤ۔ تمہارے تمام کام مکمل طور پر درست ہو گئے ہیں۔ یہ شکوہ منقطع پانہ اٹھ کھرا ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں حضرت خواجہ حجرہ سے باہر تشریف لے جاتے ہیں۔ میں محرم عاشقوں کی طرح بیتاب ہونے لگا۔ اس کے بعد مجھ کو راہ طلب میں دوبارہ استقامت اور سوخ حد سے زیادہ نصیب ہوا۔ بیان تک کہ ماہ ذی الحجہ ہجری سنہ نو سو پانچ آگیا۔ اسی مہینے میں اپنے عالم شہادت سے کوچ فرمایا ہے۔ عالم شہادت سے کوچ۔ سفر وجود کی آخرین منزل۔ اور وحدت کے لامکان کا اولین مقام ہے۔ اور یہی اصلی وطن ہے۔ اسی کی طرف جانا ہوتا ہے۔

دیگر مولانا جعفر۔ آپ عالم۔ عامل۔ عارف۔ عاشق۔ اور کامل تھے۔ بخودی اور محویت۔ انفاقہ و ہوش پر۔ درخاموشی۔ گویائی پر غالب تھی۔ ایک روز آپ کہتے تھے میں شروع شروع میں۔ رسمی علم کی تحصیل سے افسردہ خاطر تھا۔ اور طریقہ فقرا کی طرف۔ طبیعت کی کشش تھی۔ ایک رات خواب میں خواجہ احرار الاولیاء کی ملازمت حاصل ہوئی۔ میں دریافت کیا۔ کہ بندہ کب خدا کو پہنچتا ہے۔ فرمایا۔ جب اپنے تین فنا کر دیوے جب میں خواب سجھاگا۔ تو دل پر کمال اثر تھا۔ علیٰ صبح حجرہ سے نکلے۔ آپ کی ملازمت کے ارادہ پر روانہ ہوا۔ جب قدم بوسی حال کی۔ تو فرمایا مولانا جعفر۔ بندہ خدا کو کب پہنچتا ہے۔ جب وہ بندگی میں اپنے تین فنا کر دیوے۔ اور اپنے مولوی معنوی کی یہ بیت پڑھی۔ بیت۔

چون تو نمائی کہ ماند جملہ خدا سے گدا

چون تو نبوی کہ بود۔ جملہ خدا بود و بس

القصہ آپ کا آخرین سفر ہجری سنہ آٹھ سو ترانوین کے کسی مہینے میں ہوا ہے۔ اس وقت تک طریقت کے سلوک میں اپنے کوئی دقیقہ نامعی نہیں چھوڑا۔ بلاخر فقر و فنا کے عنصری خرقہ کو خلد اور بکل خلعت تبدیل کر کے عالم علوی کو رحلت فرما گئے۔

دیگر مولانا برہمان الدین خستلانی آپ علم بھرتے۔ آغاز جوانی میں مختلف علوم کی تحصیل کیا

کو پہنچائی تھی۔ لوگ سمرقند میں دو شخصوں کو مادر زاد عالم کہا کرتے تھے۔ ایک مولانا زاہد مولانا عثمان۔ دوسرے برہمان انفلا خستلانی۔ کتے ہیں۔ آپ علی الاضلال چالیس سال تک خواجہ احرار الاولیاء کی ملازمت خدا شناسی کی تحصیل کرتے رہے۔ اور آپ کو ایک لمحہ بہرہ جلدی کی طاقت نہیں تھی۔ ہجری سنہ آٹھ سو ترانوے میں مولانا جعفر کی رحلت سے

آئندہ روز پیشتر۔ آپ کے آخرین سفر کا سامان ہو گیا تھا۔

دیگر مولانا الطفت اللہ خٹلانی۔ آپ مولانا برطان الملہ خٹلانی کی بہن کے بیٹے ہیں۔ علوم شریعت اور لقیقت کے گویا آپ مالک تھے۔ اور بسط و بشارت کی اعلیٰ درجہ کی صفات آپ کی ذات میں پائی جاتی تھیں آپ کے دہان مبارک کے کلام لازمی طور پر تبسم آمیز نکلا کرتا تھا۔ آپ کہا کرتے تھے۔ خواجہ احرار الاولیاء کی خدمت میں میری بیعت ہونے کا قوی ترین سبب یہ ہے۔ کہ میں نے اپنے وطن میں ایک ذات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دل ربا صورت اور جان بخش ہیئت کے ساتھ عالم مثال میں مشاہدہ کیا تھا۔ فوراً دل و جان سے اُس نورانی شکل کے جمال پر فریفتہ ہو گیا۔ چند روز جب میں نے ایزدی مشیت کے بموجب حضرت خواجہ کی ملازمت حاصل کی۔ تو ایک روز فرمایا۔ جو سعادت مند لوگ ہیں۔ وہ حضرت سید المرسلین علیہ وسلم کو خواب میں مختلف لطیف صورتوں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ اُنہا کے کلام میں نگاہ میری طرف فرمادی جناب سرور عالم علیہ السلام کی اُسی مثالی صورت کا جلوہ میری نظر میں آ گیا۔ جو مجھ کو عالم خواب میں نظر آیا تھا اور یہ تماشا میری گرفتاری کے لئے زنجیر بنا۔ اور خواجہ کی دوام حضور کی بدولت علمی صورتوں کے کمال کو پہنچا

دیگر مولانا شیخ۔ تزکیہ۔ تہذیب۔ تصفیہ۔ اور ترتیب یہ جملہ صفات آپ کی ذات میں موجود تھیں۔ پیر بزرگوار کی سرکار میں ملکی اور مالی کاموں کے انتظام کا بہت کچھ تعلق آپ کی رائے پر منحصر تھا۔ ایک روز سلسلہ احرار یہ کہبت سے باعتماد رہے۔ خواجہ کفشیہ کے محلہ میں جمع تھے۔ اور باہم راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے۔ شدہ شدہ سلسلہ کلام کا خواجہ احرار الاولیاء کے عجیب و غریب تصرفات اور کرامات کے بیان میں جا پونجا۔ چنانچہ ہر ایک وہی اس بارہ میں کوئی نقل یا کوئی روایت پیش کرتا تھا۔ مولانا شیخ۔ اس جلسہ میں خاموش۔ اور سب کی باتیں سننے میں سرپا گوش تھے۔ جب حاضرین کے دل میں مولانا کے کلام سننے کی بے انتہا آرزو ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ آپ لوگ خواجہ کے عالم اجسام کے تصرفات کا اجزا بیان کرتے ہیں۔ لیکن عالم ارواح کے تصرفات میں سے ایک حرفت بھی زبان پر نہیں لائے۔ جملہ حاضرین نے کہا۔ ہم لوگوں کے کان۔ اس قسم کلام۔ مولانا کی فصیح البیان زبان سے ہی سننا چاہتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا جب شروع شروع میں کمال کوشش سے کسی قدر مجھ پر خیرات کوشش کا ظہور ہونے لگا۔ اور خواجہ کی برداش سے روز بروز خیر و خوبی اپنا رنگ جمانے لگی۔ تو خواجہ نے مجھ کو نزاع کے کاموں کا انصرام کرنے کے واسطے مقرر فرمادیا تھا اور یہ ظاہری کاموں کی مصروفیت باطنی عمل میں مشغول ہونے کا باعث ہوئی۔ اس سبب سے موقع تلاش کر کے۔ خلوت میں شرف حضور حاصل کیا۔ اور جلال

ہی تھا۔ کہ اپنی پریشانی اوقات کا حال کچھ عرض کروں۔ کہ حضور نے میرے ضمیر پر علم پا کر ارشاد فرمایا۔ کہ اس خانوادہ کے کاروبار کی بنیاد اور اصل کلی خلوت و راجحس ہے۔ اور نیز غیر دن سے طریقہ کو مخفی رکھنا۔ کیونکہ غیرت و ارحب اپنے محبوب کا حجاب پسند کیا کرتا ہے۔ اور ظاہر کاموں میں مشغول ہونے کے سوا۔ اخفائے طریقہ کے واسطے کوئی اور برقع نہیں ہے۔ پہرینے چاہا۔ کہ یہ عرض کروں۔ ان دونوں عظیم الشان باتوں کے جمع کرنے کا میرا حوصلہ نہیں ہے۔ فرمایا۔ مردانہ قدم رکھو۔ حق تعالیٰ امیدوں کا پورا کرنے والا ہے۔ اس اثنا میں حضور نے میری کم زوری اور نایابی پر نظر عنایت فرمائی۔ ایسی توجہ ڈالی۔ کہ جو شے عمل پر کلفت کے ساتھ گاہے ماہے میسر ہوتی تھی۔ وہ باطن پر حملہ کر کے آئی۔ اور ہمیشہ نبی رہی۔ چنانچہ اس کے بعد وہ شے کسی مکانی ضروری حالت میں ہی دل سے زائل ہونے لگی۔

دیگر مولانا ابوسعید اوہی۔ اپنے اولیاء اللہ کی طرح۔ علم کی عروس کا عمل کے نشہ کے ساتھ عقد کیا تھا۔ اور اس سبب سے آپ بہت توابوں کے امیدوار تھے۔ پینتیس سال کی عمر میں خواجہ حرار الاولیا کے حضور میں آمد و شد رکھتے تھے۔ کتے تھے۔ حضور کی باعظمت خدمت میں تعلق پیدا ہونے کا سبب یہ ہوا۔ کہ میں مرزا انج بیگ کے مدرسین و رسمی علوم کی تحصیل کمال کوشش سے کر رہا تھا۔ یکایک بلا سبب ظاہر۔ رسمی علوم کی طرف سے میرے دل پر ایک کدورت پیدا ہوئی۔ میں نے بے اختیار ہو کر مدرسہ چھوڑنے کا عزم کر لیا۔ اتنے میں ایک آشنا ملا۔ میں نے پوچھا۔ کمان سے آتے ہو۔ اُس نے جواب دیا۔ شیخ الیاس عشقی کی خدمت سے آنا ہوں۔ جو کوہ نور میں رہتے ہیں۔ میں اُسی وقت کوہ نور کی طرف سید ہا ہولیا راستہ میں خواجہ حرار الاولیا کے مدرسہ پر سے گذر ہوا۔ یہ وہ وقت تھا۔ کہ حضور سواری سے اتر کر اپنے مدرسہ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے میرے دل میں آیا۔ کہ ان بزرگوار کی ملازمت حاصل کر کے کوہ نور کو چلنا چاہیے۔ جب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو خواجہ نے فی الفور یہ بیت پڑھی

امروز معاذ ورجل نیت

وہ کوہ چہ میروی بمن باش

مضمون بیت سننے سے مجکو حیرت پر حیرت ہوئی۔ اپنے دل میں کہا۔ اگر اس بیت میں خواجہ نے میرے حجاب خیال فرمایا ہے۔ تو ضرور ہے کہ خواجہ یہ بیت بار دیگر بھی پڑھینگے۔ ہنوز میرے دل میں یہ بات پوری نئی ہی نہیں تھی۔ کہ خواجہ کی زبان مبارک پر یہ نام آیا۔ باوصفیکہ خواجہ کو پیشتر معلوم نہ تھا۔ اور فرمایا۔ تم نے یہ بیت جو سنی شیخ کمال کے اشعار میں سے ہے۔ اور پڑھی۔ پس یہ کرامت میری گرفتاری کا اولین سبب ہے۔

دیگر مولانا سلطان آپ خواجہ احرار الاولیاء کے خاص خلیفہ ہیں۔ اور عالم میسر تھے۔ اہل ظاہر کے علوم اور اہل باطن کی بعیت پر آپ کو کمال عبور حاصل تھا۔ خواجہ احرار الاولیاء کی اجازت سے سفر حج کا ارادہ فرمایا۔ اور حرمین شریفین زاد صفا اللہ تکبر کا کے طواف سے آپ شرف ہو کر اپنے مرشد کی خدمت میں لوٹ آئے۔ اور فیض حاصل کیا۔ آپ کہتے تھے۔ ایک روز پیر کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اس واسطے۔ میں یہ چاہا۔ کہ توجہ۔ یا مراقبہ کے ذریعہ سے جمعیت خاطر حاصل کر کے پیر کے حضور میں حاضر ہوں۔ مگر جمعیت میسر نہیں ہوئی۔ بالآخر نفی و اثبات کے ذریعہ کسی قدر حضور ہی ہم پہنچائی۔ اُس کو محفوظ کر کے حاضر ملازمت ہوا تو بڑی دیر کے بعد حضور نے فرمایا۔ سلطان کبھی نفی و اثبات کا طریقہ ہی عمل میں لایا کرتے ہوئے عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا اسی وقت ایک نسبت پیدا ہوئی۔ جو نفی و اثبات کا نتیجہ ہے۔ اور پھر فرمایا۔ کہ اگرچہ حضور مع اللہ ایک ہی شے ہے لیکن جو نسبتیں توجہ یا مراقبہ۔ یا نفی و اثبات کے ذریعے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا ہر ایک کارنگ جدا جدا ہوتا ہے۔ اب اس فرق کا پہچانا اُن بزرگوں کا کام ہے۔ جو علم لدنی کے عالم ہوتے ہیں۔

دیگر مولانا محمد قاضی قدس روحہ۔ آپ علوم شریعت کے عالم۔ اور سلوک سطر لیت کے واقف تھے۔ چونکہ آپ کی طبیعت بلند فہم اور عمدہ عقیدت دل پسند۔ اور دل خور سند تھا۔ اس واسطے معرفت اور حقیقت بیان کرنے کے وقت خواجہ احرار الاولیاء کے مخاطب آپ ہی ہوا کرتے تھے۔ گو متعدد عالموں کی جماعت کی جماعت اُس مجلس میں حاضر ہوا کرتی تھی۔ آپ نے ایک کتاب سلسلہ اعارین نام تالیف فرمائی ہے جس میں خواجہ احرار کے اوصاف حمیدہ۔ عادات پسندیدہ۔ فضیلتیں اور خصوصیتیں مجمع کی ہیں خواجہ احرار الاولیاء کی عقیدت اور محبت کے مجال میں آپ کس طرح سے پنے تھے۔ پھر گزشتہ ہی تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں لکھی ہے۔ اور مصنف رشحات نے بھی ہمیں سے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ اب اس بیان کے تکرار کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی سلسلہ احرار کے بعض اصحاب حقیقت سے منقول ہیں۔ کہ کمان گردن کے موضع میں جس روز خواجہ احرار الاولیاء نے آخرین سفر فرمایا ہے اُس روز عموماً اور خصوصاً فرزندوں کی اہلیز دیگر لوگوں کی جماعت کی جماعت سر ہانے حاضر تھی۔ اُس وقت خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ حاضرین میں سے جس شخص کے مناسب مزاج فقر یا غنا جو کچھ بھی ہو۔ اُس کو چاہیے۔ کہ آج مجھے مانگ لیوے۔ منجملہ حاضرین کے اللہ مولانا محمد قاضی سے ہی پوچھا۔ تم کو کیا پسند ہے۔ عرض کیا۔ جو کچھ حضور کو پسند ہے۔ جواب ملا۔ میری پسند تو فقر ہے۔ مولانا نے کہا بشریٰ لٹا۔ اس کے بعد خواجہ نے ایک کام مالہ کو حکم دیا۔ کہ چار ہزار تنکہ (سکہ راج الوقت) نزد شہر خانی مولانا محمد قاضی کو دید۔ مہنون نے فقر اختیار کیا ہے۔ تاکہ مولانا اس رقم سے اُن حدیثوں کی معاش کا انتظام کر لیں

جو آپ کے پاس رہتے ہیں۔ مولانا نے بنا بر تعمیل حکم۔ اُس نقد کو لیکر اپنے صاحب کی وجہ معاش کے انتظام میں خرچ کیا۔  
 دیگر مولانا خواجہ علی تاشقندی آپ درگاہ احراریہ کے خادمان قدیم اور کارپردازان میں سے ہیں۔ جب  
 سلوک کا آغاز ہوا۔ تو قبول مقابل کا خلعت تاشقندی میں ملا۔ آپ کہتے تھے میں زمانہ میں پیر بزرگوار نے خراسان سے  
 اپنے وطن مالون میں آکر زراعت کا کام شروع کیا تھا۔ اُس وقت میری عمر بیس سال کی تھی۔ کہ میں حاضر ملازمت ہوا۔  
 خواجہ احرار الادویا میرے حال پر بہت کچھ عنایت اور التفات فرماتے تھے۔ اُن ایام میں طالبان علم نے جو ہوس میں  
 ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ لکڑی کو زینت کیا۔ کہ تحصیل علوم کے اسباب مہیا ہیں۔ مندا علوم حاصل کرنا چاہیے۔ اور اُن کی غیب  
 میں سرفند کی طرف رجحان ہو گیا۔ مگر چونکہ آستانہ پیر سے صریح اجازت لیکر روانہ نہیں ہوا تھا۔ پہلی ہی منزل میں ایسا فرس  
 پیش آیا۔ جو مانع سفر ہوا۔ ایک قدم ہی آگے چلنے کی طاقت میرے پاؤں میں نہیں رہی۔ بالآخر بازگشت کی نیت کی  
 اور نیت بازگشت کے ساتھ عافیت نے ہی بازگشت کی۔ میں تاشقندی سے جس قدر نزدیک ہوتا جاتا تھا اسی قدر  
 ضعف مجھ سے دور ہاگتا جاتا تھا۔ القصہ اپنے معمولی حجرہ میں جب پہنچا ہوں تو کمال تندرستی کی حالت میں  
 تھا۔ نہایت انفعال کے ساتھ قدم بوس ہوا۔ پیر نے اول اول تو غصہ ہو کر چلے جانے اور لوٹ آنے کے تمام واقعات لیکر  
 سامنے بیان فرمائے اور اظہار عتاب کیا۔ مگر آخر کار۔ مرحمت اور عاطفت کے سایہ میں دونوں جہان کے بیخ و بن سے  
 مجکو نجات بخشی۔

دیگر شیخ جمیب تاجر تاشقندی۔ معرفت اور حقیقت بالکل آپ کا شعار تھی اور آپ ستر پانچ  
 خدمت۔ اور پندیہ کا رہتے۔ یہ رجال لَاتِلْہَا ہُوَ تِجَارَةٌ وَ لَا یَبِیعُ مَعْنٰ ذِکْرُ اللّٰہِ کے گروہ کے  
 ساتھ آپ کو نسبت تھی۔ شہر تاشقندی کے لنگر کا کمانا۔ اور نیز بیان کے مخلصوں اور متعلقوں کے خوان کی ترتیب  
 ان خدمات کا افرام۔ آپ کے سپرد تھا۔ آپ کی کوشش اور تجربہ سے یہ مہمات انجام پاتے تھے۔ آخرین دم تک خواجہ  
 احرار الادویا کے خوان میں سے معرفت اور قرب کا وظیفہ جاری رہا۔

دیگر مولانا نور الدین تاشقندی۔ آپ آغاز شباب سے۔ بلکہ خرد سالی سے ہی۔ خواجہ احرار الادویا  
 کی محبت کا تصور اپنے دل میں رکھا کرتے تھے شعر

اتانی ہو بہا قبل ان اعرف الہوای	فصادف قلبی خالیاً فتمکنا
---------------------------------	--------------------------

۱۵ ایسے لوگ جن کو سوداگری اور خرید و فروخت خدا کے ذکر سے غافل نہیں کرنے پاتی ۱۲۔  
 ۱۶ میرے پاس کی محبت آئی قبل اس کے کہ میں محبت کو پہچانوں اور چونکہ میرا قلب خالی تھا۔ اُس میں گش گئی۔ اور قیام اختیار کر لیا۔



بالکل آپ کے حسب حال ہے۔ وہ بکے اولین سال میں کہ ہجری سنہ آٹھ سو چالیس تا۔ نیچے رنگ کا مادہ جو علامت طاقتور  
 تھی خواجہ احرار الاولیاء کے بانی پیلو پر برآمد ہوا۔ مولانا نور الدین نے اس دانہ کو اپنے پلو پر لے لیا۔ اور اپنے تئیں خواجہ پر  
 فدا کیا۔ اسی وقت وہ دانہ مولانا کے پلو پر منتقل ہو گیا۔ اور خواجہ کی صحت لوٹ آئی۔ تین روز بعد مولانا کو چرخ فرما گئے۔  
 دیگر مولانا زادہ اتراری نامی۔ آپ کا نام محمد عبداللہ ہے۔ آپ بیان کرتے تھے۔ بہت مدت تک  
 ملازمت کرنے کے بعد میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خواجہ کو کس لوگوں کی طرح مجھ کو تلقین نہیں فرماتے ہیں۔ میری نیت پر خواجہ  
 کو اشرف (علم) حاصل ہو گیا۔ تو فرمایا۔ ذکر کا سبق دوسرے دن کے مناسب ہے۔ اور تمہاری استعداد تو کمال لطافت میں  
 اور نہایت بلندی پر ہے۔ تم تعلیم ذکر کے محتاج نہیں ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ آپ نے خواجہ کی خدمت میں ظاہری اور  
 باطنی کمالات حاصل کر کے سفر حجاز کی اجازت لی۔ اور حرمین شریفین زادعہما اللہ شرفاً کی زیارت کر کے سعادت  
 دارین پائی۔ وہاں سے آپ صوبہ شام میں تشریف لائے۔ اور ان اطراف کی سیر کر کے۔ شہر دمشق میں اقامت  
 فرمائی۔ اس ملک میں آپ کے پاس جو نیدگان طریقت اور سالکان سلوک لی گئے وہ جونات رکھتے تھے۔ اور آپ  
 اسی شہر میں عالم علوی کو رخصت ہوئے۔

دیگر مولانا ناصر الدین اتراری۔ آپ مولانا زادہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ولایت احرار یہ کا ستارہ  
 طلوع ہوا ہی تھا۔ اور ہنوز اس ستارہ کی عالمگیر شعاعیں سرقندہ والوں کی آنکھوں میں پہنچی نہیں تھیں۔ کہ خواجہ کی  
 عجیب و غریب خبریں اور کرامتیں سن کر من کمال اشتیاق دل کے ساتھ خواجہ کی طرف متوجہ ہوا۔ باوجودیکہ وطن میں  
 ایک حسین منظر کے ساتھ میری آنکھ لوی ہوئی تھی۔ اور دل تعلق عشق رکھتا تھا۔ مگر اسپر ہی تاشقند کو روانہ ہو ہی گیا  
 بن ایام میں خواجہ احرار الاولیاء باغستان میں تھے۔ جو تاشقند کا پہاڑ ہے۔ چند روز بعد موسم بہا آیا جو عشق  
 و محبت کے سلسلہ کا محرک ہوتا ہے۔ ایہ ہر جوان محبت کے شورش و زلزلہ اور ادھر کے پہاڑ کی شادابی۔ ان باتوں نے دل کو  
 پریشان کر دیا۔ مینے چاہا۔ کہ رخصت مانگوں۔ مگر میری نین آئی۔ نہایت تنگ دل ہوا۔ ایک روز خواجہ کے ہم رہا ب  
 باوصفیکہ دل ٹھکانے نہ تھا۔ ایک سحر کی سیر کو جلا گیا۔ وہاں پر بہم ایک کیت میں پہنچے۔ جہاں ملازما رکھلا ہوا  
 تھا۔ حضرت نے ایک سلخ سے لار کا بول توڑ کر میرے ہاتھ میں دیا۔ اور جو باتیں میرے دل میں مخفی تھیں۔ تمام کمال اپنی  
 زبان مبارک سے میرے سامنے ظاہر فرمادیں۔ میں نہ کہوہ بالانمانی راز سر سے پائوں تک عرق حجالت میں غرق ہو گیا  
 اسی وقت حضرت نے بنظر التفات میرے اوپر ایسی نوازش فرمائی۔ کہ اسی طرف العین میں جو ان منظر کا عشق پیر کی  
 محبت سے تبدیل ہوا۔ اور یہ اطمینان خاطر خواجہ کی خدمت میں حاضر رہ کر دینی اور اخروی سعادت حاصل کی۔

غوثی جب خواجگان سلسلہ نقشبندیہ بالخصوص احراریہ کے وجد - معرفت - مقالات - اور کرامات کے حالات قدس الہیہ میں مصنف ریشات تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں۔ تو پورا جمالی قلم سے تیار اور بارہ لکنا بالکل بیکار ہے چونکہ اس اعتراض کا رفع کرنا مجھ پر نہیں کی طاقت سے باہر ہے۔ لہذا عذرا معذرت کے طور پر اپنی حقیقت حال کے دو تین حرف سامعین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں اس لکھنے سے مقصود ان اصحاب کے ہوا کا بیان کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ذکر شریف کو اپنی کتاب کی مقبولیت کا ذریعہ سمجھ کر حرات کی ہے پست

جان را بہ نام دوست سپردن شعاریات

شکر وصال و شکوہ ہجران نہ کار راست

اس بنیاد پر میں نے ان حضرات کے اسماء گرامیہ کو کتاب کا عنوان - اور اپنے تذکرہ کا طغرا - اور کتاب کو بیابان فرست قرار دیا ہے۔ تاکہ شوقین اصحاب اس جماعت کے مبارک حالات - کتاب ریشات سے جو تفصیل کا حشر چاہے۔ دیکھ سکیں ہوں۔ لہذا لکھ دو انما۔

## یاد مولانا نور الدین عبدالرحمن حسامی

آپ امام وقت محمد بن حسن کے فرزند ہیں۔ جو ہر فرخیشانی کی نسل سے ہیں۔ اور ہر شیبانی زمانہ جاہلیت میں فرمان رفا کے وقت تھے۔ اور امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کے ہاتھ پر اسلام اور اعتقاد لائے تھے۔ بنی شیبان - بہتگی قبائل عرب میں خرافت اور اصالت نسل کے انداز مشہور ہیں۔ بالخصوص مولانا کے دادا - پردادا - جو متقی اور عالم بھی تھے۔ اذلی تقدیر نے آپ کی حقیقت ذاتی کی بھری سنہ آٹھ سو اٹھارہ میں پردہ علم سے لنگل کر عنصری ترکیب میں ظاہر فرمایا۔ اور عاقرین بزم ولادت کو خوشی اور شاد کامی کی شراب گسست کیا۔ ذیل کا دل آویز قصیدہ اس بزم کی تائید کرتا ہے۔ قصیدہ -

بہ صولجان قفنا منتقل زحان بحال  
بدین حقیض ہوا سست کردہ ام پر وبال  
کہ نوز مکہ بہ شرب سراوات جلال  
ازام عزم درین تنگتائے دہم و خیال

منم جو گوئے بمیدان نحت مرہ و سال  
زلون قلہ پرواز گاہ لا ہوتی  
میان ہشعد و شہدہ زہرت نبوی  
چہ شہد و نو و سہ کشیدہ ام ام روز

جام میں ایک مقام ہے زندہ فیصل شیخ احمد - بیان کی زمین آپ کی زاد بوم ہے۔ آپ کے حالات لکھنے والے اس طرح بیان کرتے ہیں۔ ایک روز آپ کی خدمت میں آپ کے استادوں کی تحقیق کا ذکر تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔

۸ جب تک مجھ کو عقل و ہوش نہیں آتا تھا۔ تب تک اپنے وطن میں ہی پندرہ گوار کی شاگردی سے زبانِ دلی کا قاعدہ و قانون سیکھتا رہا۔ پھر چند روز بعد وہیں کے دو اسکور ماسٹروں سے تحصیلِ علم کی۔ جب میں نے وطن میں کوئی ایسا عالم نہ پایا جس کے سامنے تعلیم کے واسطے کتاب کھول سکوں۔ تب ہرات میں آکر نظامیہ مدرسہ میں اُس حجرہ کے اندر ٹھہرا۔ جس میں مولانا زین الدین تائبیلوی۔ اور مولانا سعد الدین الفزاری رہتے تھے باوجودیکہ تمام عقلی و نقلی علوم۔ اور کل یقینی و کشفی معرفتیں <sup>معلوم</sup> و علمندہ میں لگدنگا علمائے کے چشمہ سے دل پر فائز ہوتی تھیں۔ تاہم فنونِ عربیہ کی کتابیں توڑے عرصہ میں مولانا جنید کے درس سے نکال لیں۔ جو فن معانی میں استاد وقت تھے۔ نیز جامع العلوم مولانا خواجہ سمرقندی کے درس سے چائیس لہذین فارغ ہو کر اُنکے تمام علمی جواہر حاصل کر لئے۔ نیز مولانا محمد چاچوری کی خدمت میں رہ کر علمِ مناظرہ کے آداب اور طریقہ یاد کئے۔ اور نیز سمرقندی میں قاضی زادہ رومی کی صحبت میں پہنچ کر علمِ معقول تحصیلِ خلاصہ کلام ہے۔ کہ توڑی سی مدت میں اُس ملک کے تمام علما اور سالکوں پر آپ کو اور آپ کے علم کو بڑا درجہ اور اونچا پایہ حاصل ہو گیا تھا۔

کتے ہیں۔ اُس زمانہ میں اور اُس وقت میں شیخ بہا، الدین عمر۔ مولانا بایزید پورانی۔ مولانا محمد اسد۔ اور نیز دیگر بزرگ اصحاب ایسے جمع ہوئے تھے۔ جن کی صحبت سے فقر و درویشی۔ اور تلقینِ دارشاد کی خوشبو طالعون کے دماغ میں پہنچا کرتی تھی۔ ان اصحاب کی مصاحبت ہی آپ کو فیض و فائدہ پہنچاتا۔ لیکن آغاز زبانِ دلی سے انجامِ زندگانی تک نظم اور غزل گوئی کا ذوق آپ کی درویشی اور فقر کے چہرہ پر بے ستور نقاب بنا رہا۔ البتہ جیسے جیسے عمر میں تفاوت ہوتا جاتا تھا۔ جیسے جیسے دل پر با مظاہر کا جمال دیکھنے سے نگاہ کی گرمی میں تفاوت ہوتا جاتا تھا۔ اور جیسے جیسے حسینوں کے آئینہ صورت سے آسمان کی کمالات نظر آنے میں تفاوت ہوتا جاتا تھا۔ ویسے ویسے نظم اور غزل گوئی کے ذوق میں بھی۔ تفاوت ضرور نمایاں ہوتا جاتا تھا۔ یعنی آپ شعرِ علم۔ خوش باشی۔ اور مردم آمیزی کے لباس میں حق شناسی کے اسرار کو درویش کے پوشیدہ رکھتے تھے۔ ایسا یہ کہ وہ بیہ بہائیں سلسلہ میں تلقین کی بسبب اخفایہ طریقہ ہے۔ وہ یہ کہ سببِ فیاض سے انوار قدسی کا فیضان۔ ابتداء سے سلوک میں آپ پر عشقِ مجازی کی صورت میں ہوا کرتا تھا۔ تاکہ ظاہری عشق آپ کی حقیقت کے چہرہ پر نقاب بنا رہے اور انبیاء کی آنکھ سے آپ کے مقرف کے چہرہ کو نظر نہ لگے۔ غالباً عالمِ علوی سے آپ کی کامیابی اس شکل میں معین کی گئی تھی۔

تکلمہ کے بیان سے اس مدعا کی تائید ہوتی ہے۔ کہ ایک روز مولانا فرماتے تھے۔ میں ایک انسانی منظر کے جمال پر عاشق تھا۔ ایک دفعہ وضو کرنے میں اپنا ہاتھ مینے بلا کسی تفاوت کے بالکل محبوب کا ہاتھ پایا۔ فوراً اسی وقت اصلی حقیقت کے طرت رجوع کیا اور دل میں یہ خیال آیا۔ کہ یہ حالت بالکل حضرت خاتم النبوت علیہ السلام کی جیسی ہی ہے۔ کہ ایک وقت اپنے فریاد پندہ پیدائش اور اشاریہ آپ کا دست مبارک تھا مذکورہ بالا حالت اس پردہ میں درویش پر ظہور کن ہے المقصد چونکہ کسی باکمال زندہ دل کے ساتھ مراسم بیعت کا ادا کرنا۔ خدا شناسوں کی سنت ہے۔ لہذا باوجود صدر الذکر کمالات کے مراسم بیعت کا ادا کرنا ضروری سمجھ کر قطب طریقت اور غوث حقیقت مولانا سعد الدین کا شرف کی خدمت میں۔ دلی خواہش سے حاضر ہوا۔ جو نقشبندیہ خاندان میں اس وقت مسند ہدایت پر صدر نشین تھے۔ اور علی الاعلان مراسم بیعت ادا کئے۔

مصنف تکلمہ مولانا عبدالغفور آپ کے مرید ہونے کی بنیاد اس طرح پر رکھتے ہیں۔ ایک رات مجازی معشوق کی صحبت میں آپ کے اوپر بیخ و غم کا کثرت سے هجوم ہوا۔ بیان تک۔ کہ ہوش۔ خرد۔ صبر۔ آرام۔ معرفت۔ ادراک۔ اور تمیز۔ بلکہ انسانی سرکار کے تمام نفیس نفسی کمالات تاراج ہو گئے۔ ناگاہ عنودگی کی صورت میں بیہوشی پیدا ہوئی۔ اور بیہوشی نے دل و دماغ پر قبضہ کیا۔ عالم مثال میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ مولانا سعد الملک والدین کے جمال باکمال سے آنکھیں روشن ہیں۔ اور مولانا نے اپنی زبان حقائق بیان سے یہ نصیحت فرمائی ہے جامی اپنا رخ ایسے یار کی طرف کر جس کی تم کو لازمی طور پر ضرورت ہے۔

زود سحر طائر قد سم ز سبیرہ صفیرا کہ درین دامگہ سادہ آرام گیب

یہ بالکل سچ ہے۔ جب باری تعالیٰ کی پاک ذات چاہتی ہے۔ کہ کسی منظر کو اس کے مبدی کی طرف کینچنیوے۔ تو صرف ایک بہانہ سے علائق اور موانع کے تمام حجاب اس شخص کے رخسارہ پر سے اٹھا دیتی ہے۔ اور جو کمال اس کے حصہ کا ہوتا ہے۔ اس کمال تک پہنچا دیتی ہے۔ جب اپنے سلوک اختیار کیا۔ اور ظاہری اصحاب کی روش چھوڑی اور ایک عمر گوش نشینی میں بسر کی۔ تو اس درجہ پر آپکا حال پوچھ گیا تھا۔ کہ کیا گفتار۔ کیا رفتار۔ اور کیا کردار۔ یہ جملہ امور جو طبیعت کو مانوس تھے۔ ایک دم آپ کی عقل و شعور سے پریشان ہو کر نکل گئے تھے۔ اور بیگانہ وار معلوم ہوتے تھے فرماتے تھے۔ جب ابتداء سلوک میں الوار کا ظہور ہوا کرتا تھا جس سے ستارہ ہستی چپ جلتا تھا۔ اس وقت بارہا پر فرمایا کرتے تھے۔ کہ کشف اور کرامات پر کوئی اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے بہتر کوئی کرامت نہیں ہے۔ کہ کسی صاحب تاثیر کی صحبت میں کسی سعادت مند کو کوئی اثر اور کوئی وجہ حاصل ہو۔ اور وہ خودی سے توڑی دیر کے واسطے رہائی پائیوے

## رباعی

یارے کہ بیدار دے از دست شوی

آن بہ کہ بزیر پائے اولپت شوی

اگرے نہ خوری ز جام و معاشش یارے

از شیوہ چشم مست است شوی

## بیت

زیادہ ہجیت اگر نیت این نہ بس کہ ترا

دے ز دوسوہ عقل بے خبر دارد

مرزا سلطان حسین وزیر تھے مولانا جامی نے عشقیہ مثنوی پوست زلیخا - انہیں کے روشن نام پر مرصع کی ہے۔  
اس میں لکھتے ہیں۔ ۵

جہان یکسر چہ ارواح دچہ اجسام

بود شخص حسین عالمشس نام

بود انسان و روان شخص معین

چو عین باصرہ بشناس روشن

جان عین آن کہ چون انسان عین است

جہان مردی سلطان حسین است

اس بے نظیر تعریف کے بارہ میں راقم کا خیال یہ ہے۔ کہ آج تاریخ سترہویں حبیب ہجری سنہ ایک ہزار اکیس ہے  
ہر چند اکثر علم دانوں نے اپنے اپنے زبان و کلی حوج میں ترکی اور تازی سخن آفرینی فرمائی ہے لیکن جب تک اس طرز کی رعنائی  
کے کوچہ میں کسی شاعر طبع فاضل اور کسی بافنیلت شاعر کا گز رہین ہوا ہے۔ امیر علی شیر نوانی تخلص سے ایک ترکی رسالہ  
مولانا کے حالات میں لکھا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ مولانا نے نفحات الانس۔ شواہد النبوة۔ اولعات شیخ  
نخزادین ابراہیم عراقی کی شرح یہ کتابیں مخلص کی اہتمام سے تصنیف فرمائی ہیں۔

مصنف تکلم نے لکھا ہے۔ مولانا فرماتے تھے۔ یہ جو بعض کا برکتے ہیں۔ کہ باطنی شغل کے ساتھ  
تکلم جمع نہیں ہوتا ہے یہ بات بالکل بعید معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ نفحات کی تصنیف کے وقت میں کہیں ایک صنو کہی  
زیادہ دو صفحہ تک لکھ لیا کرتا تھا۔ اور دل کو اس کے لکھنے کی خبر ہی نہیں ہوا کرتی تھی۔ اور قلم عادت کے موافق  
بے ستور جاری رہتا تھا۔

آپ کی تصنیفات کا شمار اس طرح پر ہے۔ نثر۔ فارسی میں شواہد النبوة۔ نفحات الانس۔ جو شائع  
طبقات وغیرہم کا تذکرہ ہے۔ نواح جو مولانا کی ہی رباعیات کی شرح ہے۔ بہارستان جو بیبل شیراز (سہی) کی  
گلستان کے رنگ میں ہے۔ دیگر سولہ ساسے جن میں چند ساسے تو آیات قرآنی کی تفسیر۔ اور حدیث نبوی  
علیہ الصلوٰۃ کے ترجمہ میں ہیں۔ بعض تصوف اور سلوک کے علم میں۔ اور بعض معراج۔ عروس

انشا کے علم میں ہیں تیرہ نسخہ عربی اور فارسی جو اکابر کی کتب ادبیات کی شرح میں ہیں۔ نظم کلام آپ کا وہ نام ہے جس میں سات تو مشنوی ہیں ہفت اور نگ نام ہے۔ اور تین دیوان غزل اور قصائد میں جملہ تیندیس کتابیں مشہور ہیں۔ ان کے سوا آپ کے قلم تصنیف کے لکھے ہوئے حاشیے۔ تعلیقات۔ رقعات۔ اور دیگر متفرق ابیات ہر فن کے اندر موجود زمانہ ہیں۔

کہتے ہیں۔ جب آپ کی عمر عزیز کا شمار عدد کاس کے برابر ہوا تو تاریخ پندرہویں محرم الحرام ہجری سنہ آٹھ سو اٹھانوہین کو جب کرات اور دن برابر ہونے کا موسم تھا۔ آپ بزم وصال میں پوچھ گئے۔ اور محبوب حقیقی کے جمال کا شربت نوش فرمایا۔ اور اوپر سے **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ** مراجعون کا نقل تناول کیا۔ یہ دردناک واقعہ تجزیہ و تکفین نعش۔ اور نماز کی کیفیت۔ اور عمارت قبر کا حال مفصل طور پر مولانا عبدالغفور کے تلمذ میں اور میر علی شیر کے رسالہ تزکیہ میں لکھا ہوا ہے۔ شوقین صحاب چاہیں۔ تو اسکو مطالعہ کر کے صدر اندک حالات پر مطلع ہو سکتے ہیں۔

صاحب تلمذ لکھتے ہیں۔ کہ آخر زمانہ میں جب کہ یوسف زینحی کی نظم کا شغل آپ نے کر رکھا تھا۔ فرماتے تھے۔ کہ دل کی عظیم کشمکش ایسی خیالی صورت کی طرف سے۔ کہ خارج میں اس کے وجود کا گمان ہی نہیں ہوتا ہے۔ اور تصنیف کے وقت میں باطنی شورش۔ اور حرارت کے آثار۔ آپ سے ظاہر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ کئی کئی دفعہ حرکت دوریہ کے طور پر آپ سماع فرمانے لگتے تھے۔ اور اس میں مبالغہ کرتے تھے۔ بیان تک طول کو نوبت پہنچ جاتی تھی۔ کہ سا زندہ اور معنی بے طاقت ہو جاتے تھے۔ اور آپ اس حال سے باز نہیں آتے تھے۔ بالآخر جب پانوں میں درد ہونے لگتا تھا۔ تو ضرورہ بیٹھ جاتے تھے۔ حال آنکہ اس سے پہلے سماع کے بارہ میں آپ کو ترود تھا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ جب تک کوئی شخص اپنے تئیں چہوڑے نہیں۔ اور جو حال اس کو حاصل ہے۔ اس حال سے خالی نہ ہو۔ تب تک کیونکر سماع کر سکتا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ بیشک اولاً بربغ جملانا چاہیے۔ پھر بعد میں مطالعہ کرنا چاہیے۔ یہ اشارہ اس طرف ہے کہ انسانی روح نبی آدم کے عنصری محل کا چراغ ہے۔ اس چراغ کو نفسانی پریشان خیالات اور آندون کی آندہی سے ریاضت کے فانوس میں محفوظ رکھنا چاہیے۔ تاکہ وہ چراغ شمع کی طرح ہدایت کے نور سے روشن رہے۔ اور دلون کے اندر چھپے ہوئے جن معانی اور جن امور کے چہرہ پر موجودات کے الفاظ کا سیاہ پردہ پڑا ہوا ہے۔ وہ معانی اور امور۔ اعتباری نظریں ظاہر ہو جاویں۔ یہ گزارش بھی ماسی قبیل سے ہے۔ کہ مولانا عبدالغفور فرماتے ہیں۔ جب مولانا جامی کی خاطر میں خلش

پیدا ہوتی تھی کہ معانی مقصودہ کے اداسی عبارت قاصر ہے۔ تو لکھنے سے پہلے آپ کی لطیف طبیعت اس خلیجان کا اثر مانتی تھی۔ اس کی منشا پر غور کرتے تھے۔ مخاطب کی نوز فراست بھی کچھ مفہوم معلوم کرتے تھے اور نیز توجیہات کے ذریعہ سے وعدہ اپنے مترادف ذہن کا دور فرمایا کرتے تھے نیز اکثر راست کردار اور راست گفتار لوگوں کی زبان سنا ہوا ہے۔ کہ ہم نشینان بزم کے مانی الضمیر پر آپ کو اطلاع ہو جایا کرتی تھی۔ اور بہت سی تصوف کی کتابیں جو گزشتہ زمانہ کے مصنفین کی لکھی ہوئی تھیں۔ جن کے معانی اور معنائیں۔ دقیقہ شناس علم والوں کی فہم نگریں نہیں آتے تھے ان کتابوں کے مقاصد کو اپنے اپنے فارسی رسالوں میں اس طرز سے لکھا ہے۔ کہ ان کتابوں کی تاریخ تحقیقات اور مشکلات حل ہو گئی ہیں۔ اب تمام اشخاص متقدمین کی ان کتابوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مرزا شاہ رخ کا اوسط زمانہ تھا۔ کہ آپ جام سے آئے۔ اور اخیر زمانہ تک شہر ہری میں مقیم رہے جب زمانہ نے دولت اور سلطنت کا پیمانہ سلطان ابو سعید مرزا کے ہاتھ میں دیا۔ تو آپ شہر مذکور سے حنیابان کی زمین میں اٹھ آئے۔ جہاں پیر بزرگوار کی خواہ گاہ ہے۔ اور وہیں قیام فرمایا۔ چند روز بعد حسین آپ کے آستانہ پر ان اطراف کے فاضل۔ فقیر۔ شاعر۔ اور ظریف گروہ کے گروہ جمع ہونے لگے۔ اور قاضی صدر۔ شاہ اور وزیر تمام آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کو اپنی سعادت کا عمدہ ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور آپ کو اپنے راز و نیاز کا قبضہ بنا لیا تھا۔ امیر علی شیر نے اپنی نسبت آپ کے اتفات اور اتفاق کی بابت اپنے رسالہ میں جس قدر لکھا ہے۔ بہت کچھ ہے۔ مگر چونکہ درویشوں کے اس خلوت خانہ (کتاب گلزار) میں یوالموسون کے ہجوم کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا صرف نمونہ کے طور پر کچھ عرض کر کے اسی پر اکتفا کرتا ہوں ایک روز منظر نامی ایک خوش گلو غرود نواز نے جو گانا بھی بہت اچھا جانتا تھا۔ خواجہ حسن دہلوی کی ایک غزل گائی۔ جب اس بیت پر نوبت پہنچی بیت۔

مشال قطرہ باران سرشک من ہمہ در شد

چنین اثر دہد آرمی طلوع چون تو سیلے

تو حاضرین محفل سب غزل شناس اور اہل سخن تھے۔ سب نے جن میں صاحب مجلس امیر بی شامی تھے مضمون بیت پر غور کر کے اعتراض کیا۔ اور توال کو کہا۔ ”سرشک من ہمہ در شد“ بے معنی ہے۔ یہ نہ کہو۔ بجائے ”ہمہ در شد کے“ ”دریاشد“ کو۔ چون کہ فقیر کو اس بیت کی نسبت کوئی تردد نہیں تھا۔ اس لیے اعتراض بلا اثر خاموش تھا۔ عرض فرمایا۔ آپ کیوں کلام نہیں کرتے ہیں۔ میں عرض کیا۔ تقریر اعتراض نہ نہیں ہے

امام حسن دہلوی کا کتنا احسن ہے۔ حاضرین نے یہ بات سن کر نکتہ چینی اس طرف سے تو چہوڑ دی۔ بجائے اس کے میرے اوپر حملہ کر بیٹھے۔ اور تشنیع کے بیرون کی بوچھاڑ کرنے لگے۔ میں نے التماس کیا۔ جب حال اس طرح سے ہوگا۔ تو گفت و گو کا راستہ بند ہو جاوے گا۔ البتہ اگر بیغرضی سے گفت و گو کی جارہیگی۔ تو بات کی تحقیق ہو سکتی ہے۔ اور مناظرہ خوبصورتی کے ساتھ ختم ہوگا۔ جملہ معترفین نے بالاتفاق حضرت مخدومی حقائق پناہی کو حکم فرما دیا۔ فقیر نے اہل مجلس کے ساتھ مناقشہ پوچھنے کی کیفیت ادب کے ساتھ لکھ کر خدمت مولانا میں بھیجی جو شخص فرستادہ تھا۔ وہ اس کے جواب میں مولانا کا دستخطی رقعہ لایا۔ جس میں اس مصرع کے سوا کوئی حرف نہیں تھا۔

مصرع سخن درست و تعلق بگوش شہ دارو

احترام مالون نے اپنی معترضہ زبانوں پر مہر سکوت لگا کر خیال سے سر جھکا لیا۔ اور خود (امیر علی شہ) جو اب کے نشہ میں مست ہو کر لکھتے ہیں۔ جس اوز سے سوال و جواب کی آمد و رفت تکریر و تقریر کے ذریعہ سے شروع ہوئی ہے۔ آج تک کون سا کون سا جواب ایسا دل ربا پیش نہیں آیا۔

اس دل آویز گفتار کی ہی قسم ہے۔ کہ تعریف مناسبت ہی بر محل ہے۔

جو خطبہ مولانا حقائق پناہی نے امیر علی شہ کے جواب میں لکھے ہیں۔ ان کا نمونہ یہ ہے رباعی

تا بو کہ کنم گے بخاطر گزرت

خواہم کہ وہم ستامہ درد شد

ازان دم کہ تا واقعات سفرست

اگر مرغ پر دوسوے تو یا باد وزد

جب میں نے قلم اٹھایا اور غور و فکر سے کام لیا۔ تو ایک پیچھے دوسرا رقعہ جو ان چند روزوں میں بیٹھنے کا تعلق ہوا ہے۔ اس کے عذر کے سوا۔ کوئی اور بات ذہن میں نہیں آئی۔ نہ کوئی اور صورت معلوم ہوئی۔ اگرچہ یہ ہی تکلیف وہی کے دغدغہ سے اور اوقات شریف کی تفسیح سے

خال نہیں ہے۔ بیت

در بنجواہم عذرا این درد سہ دیگر بود

اگر بنام پیش تو آن نالہ درد سہ بود

نحنتی احوال صلاوت بخش مولانا جامی

حضرت کا شبانہ روزی سلوک اس طرح پرتا۔ جب آپ ناز عشا پڑھ لیتے تھے۔ تو ایک گنٹہ پہر مجلس ہوا

کرتی تھی۔ جس میں حقائق کا بیان ہوتا تھا۔ اس کے بعد اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اور پہر صلاوت کے اندر ایک گنٹہ پہر



طریقہ مشائخ میں مشغول رہتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ آرام کرنے سے پہلے اس طریق پر مشغول کرنا لازم اور اہم بات ہے  
 تاکہ اس کا فیضان تمام شب پہنچتا رہے۔ ابتدا ابتدا میں آپ کا زمانہ خواب بہت توڑا ہوتا تھا۔ لیکن اخیر میں رات  
 کا صرف پچھلا تیسرا حصہ بیداری کے واسطے خاص کر دیا تھا۔ اور یہ حصہ نماز اور مراقبہ میں گزرتا تھا۔ اور فرماتے تھے  
 سحر کے شغل کی برکت تمام دن بہرہ رسی ہے۔ پھر نماز صبح کے واسطے جدید وضع کرتے تھے۔ اور جب فرض پڑھ چکے تھے  
 تو مراقبہ میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آفتاب اشراق کے درجہ پر بیوی بخ جاتا تھا اس وقت نماز اشراق ادا  
 کر کے۔ تصنیف اور مطالعہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اس عرصہ میں کبھی ایسا ہی ہوتا تھا کہ آئندگان بزم کی تفریح  
 خاطر کی لئے توڑی دیر کو متوجہ ہو جاتے تھے۔ اور بیٹھنے کا طریقہ یہ تھا۔ کہ قبلہ کی برابر میں جلسہ تشہد کے طور پر  
 بیٹھتے تھے تعظیماً للحق وللخالقہ اور جو تبا آپ پنتے تھے وہ اکثر آستین کشادہ ہوتی تھی۔ اور بیشتر  
 زمین پر بیٹھتے تھے۔ کبھی تبا کو جسم پر سے اتار کر یا نون کے نیچے ڈال لیا کرتے تھے اور مسکر کر فرمایا کرتے تھے کہ فقیر و نون  
 کا جامہ بچھانے کا ٹاٹا ہی ہوتا ہے۔ اور پینے کا لباس ہی ہوتا ہے۔ لباس کی زیب و زینت سے گریزان رہتے  
 تھے جیسا ہی مل جاتا تھا۔ اس کو اچھا جانتے تھے۔ کبھی تبا ہوتی تھی۔ اور کبھی جبہ ہوتا تھا خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ اس  
 ذات شریف کی جمیع حرکات اور سکناات کمال خوشنما اور پسندیدہ تھیں۔ کام کی لطافت۔ آپ کی فصیح البیان  
 زبان کا خالصتہ۔ شورش انگیزی آپ کے سخن کا خمیر اور شوق افزائی آپ کے بیان کا سرمایہ تھی۔ جو کوئی شخص شریف  
 یا غیر شریف۔ آپ کی ملازمت میں پوچھ جاتا تھا۔ آپ اس کے ساتھ کمال مہربانی سے پیش آ کر بیٹھتے تھے۔ آنے  
 والہ کو جو کچھ تکدیر یا غم ہوتا تھا۔ وہ رفع ہو جاتا تھا۔ اس کے بدلہ میں فیض اور خوشی ہمراہ لے جاتا تھا۔ اور لباس بیٹھنے  
 میں از روے عروت اپنے اوپر جبر بیان تک گوارا کرتے تھے۔ کہ جب تک آنے والے اڑھ نہیں جاتا تھا۔ خود نہیں اُٹھتے  
 تھے۔ چنانچہ اس التزام سے آپ کو بعض امراض بھی پیدا ہو گئے تھے۔ مجلسوں میں اس بات کی تلاش رہتی تھی۔  
 کہ نیچے بیٹھنے کا موقع ملے۔ اور چوڑے درجہ کے آدمیوں کے ساتھ کمانا کمانے میں ہم پیالہ ہونے کی صورت پیش  
 آوے۔ کمانے کی چیزوں میں نہایت بے تکلف تھے۔ اور دویشانہ کمانوں کی طرف میلان خاطر زیادہ ہوتا تھا  
 آپ کے افعال میں کوئی ایسا عمل داخل نہیں ہوتا تھا۔ جس میں ریا کا شائبہ پایا جاوے۔ اگر کسی شخص کی نسبت  
 یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ کسی دنیاوی مال کا حاجت مند ہے۔ تو آپ غفیہ طور پر اس کو پوچھتے تھے۔ لوگوں کے  
 اعتقاد اور انکار سے آپ کی خاطر بالکل فارغ البال تھی۔ دنیاوی چیزیں اصل حاجت سے جس قدر زیادہ بچ  
 جاتی تھیں۔ خیر کے کاموں اور خیر کی جگہ میں صرف کیا کرتے تھے۔ شہر ہرات میں مدرسہ تعمیر کرا کر لہا کیا۔ خیابن

میں مدرسہ اور خانقاہ دونوں چیزوں کا آغاز کیا۔ اور انہیں اتمام کو پہنچایا۔ اور شہر جام میں جامع مسجد کی بنیاد ڈالی اور اُس کو مکمل کیا۔ اکثر ملکیں مدرسہ خیابان کے نام سے وقف کیں۔ جو آپ کی درگاہ کی اطراف میں ہیں۔ صاحب تکلم نے آپ کے خط مبارک میں سے چند سطرین اور آپ کی دلکش باتوں میں سے چند باتیں نقل کی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

کوئی شخص ایسا نہیں ہے۔ جس کی خاطر کبھی حضرت حق سبحانہ کی طرف رجوع نہ ہوتی ہو حضور قلب حضرت باری تعالیٰ کے ساتھ ہوتا۔ ذکر کی حقیقت اور نیز اُس کا مغز ہے۔ اگر کسی دوہندہ شخص کو یہ سعادت حاصل ہو۔ کہ حضور قلب دائم رہے۔ اور نیز حضور قلب کا ملکہ دل میں مانع ہو جاوے۔ تو اس کو اصطلاح صوفیہ میں "مشاہدہ" کہتے ہیں۔ اور خواجگان ماوراء النہر کے عرف میں اس کو یادداشت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور "یا کرو" جو اسم مبارک یا کلمہ طیب کی تکرار سے عبارت ہے اور نگاہداشت "جو مراقبہ سے مراد ہے اور یہ اس واسطے ہوتا ہے۔ کہ پراگندگی خاطر پر نہ پادے، یہ تمام یادداشت کے حصول کے واسطے ہے۔ <sup>۱</sup>وقفنا اللہ بما یحب ویرضاه واضح ہو۔ کہ تمام اشخاص کی پیدائش اصل فطرت کے اعتبار سے چار مقدمات پر مبنی ہے

اول۔ یہ کہ انسان کی حقیقت عدم سے وجود میں آئی ہے۔

دوم۔ یہ کہ بقا کا وجود انسان کی قدرت اور اختیار میں نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو انسان اپنے تئیں باقی رکھ سکتا۔ اور فانی نہ ہونے دیتا۔

سوم۔ یہ کہ تمام موجودات ممکنہ کا حال ایسا ہی ہے۔

چهارم۔ یہ کہ جو کچھ عدم سے وجود میں آتا ہے۔ اُس کے واسطے موجود کا ہونا ضروری باعث ہے۔ چاروں مقدمات سے صلح کے وجود کا اعتقاد پیدا کرنے کی بنیاد ہیں جو بالذات موجود ہو۔ اُس کے موجود ہونے میں کسی غیر کو دخل نہ ہو۔

علاوہ ان مقدمات کے انسان جانتا ہے۔ بلکہ شاہدہ کرتا ہے۔ کہ اللہ پاک کے انعام سے اُس کو عمدہ عمدہ نعمتیں ملتی ہیں۔ جیسے خود انسان کا وجود نعمت ہائے الہی میں سے ہے۔ نیز عقلی قوتیں۔ اور ظاہری و باطنی حُسن وغیرہ وغیرہ اللہ جل شانہ کی غیر متناہی نعمتیں۔ نعمت وجود

کے تابع۔ اور اُس کے علاوہ ہیں۔ اس مرتبہ میں خاطر انسان کو بحکم الالہ اللہ تعالیٰ عظیم الاحسان اپنے مسد کی طرف طبعاً جذب ہوتا ہے۔ اور یہ جذب کی ابتداء ہے۔ بعدہ اگر انسان خیال کرے کہ نفع یا ضرر جو کچھ واقع ہوتا ہے۔ بحکم لافاعل فی الوجود الا اللہ تمام صنائع کی ہی طرف منسوب ہوتا ہے۔ تعالیٰ شانہ اور ہمیشہ اس خیال میں رہے۔ تو اُس کا انجذاب وقتاً فوقتاً بڑھتا۔ اور لحظہ بہ لحظہ قوی ہوتا جاتا ہے۔ اور ممکنات کے ساتھ جس قدر اُس کا تعلق ہوتا ہے اُس میں فتور بڑھتا جاتا ہے۔ پر پورا انقطاع ہو جاتا ہے۔

ایک وجہ تو انجذاب خاطر کی یہ ہوئی۔ دوسری یہ۔ کہ انسان جب خیال کرتا ہے۔ کہ وہ انسانیت اور آدمیت کے اعتبار سے بنیاد ت نہیں ہو سکتا ہے۔ اور لذت میلان خاطر کے تابع ہوتی ہے۔ اور میلان حسن کی طرف ہو۔ وہ ایک امر کامل اور باقی ہونا چاہیے۔ کیونکہ ناقص یا نانی کی طرف میلان خاطر ہوگا۔ تو چونکہ اُس میں نقصان یا فنا کا عیب لگا ہوا ہے لہذا نتیجہ میلان غم ہوگا۔ اور ادھر انسان یہ بھی خیال کرتا ہے۔ کہ کامل مطلق لم نزل اور لایزال ذوالجلال والافضال کی ذات اقدس ہے۔ کیونکہ حسن و جمال اور احسان و کمال جو کچھ ہے۔ یہ سب فی الحقیقہ حق کے ہی واسطے ثابت ہے۔ اور جو حسن و جمال اور احسان و کمال ممکنات میں پایا جاتا ہے۔ یہ فی الحقیقہ حضرت ذوالجلال کے حسن و جمال اور احسان و کمال کا پرتو ہے جل و علا۔ اور ممکنات کے پاس مستعار ہے۔ کیونکہ ممکن خود اپنی ذات سے معدوم ہے۔ اور معدوم شے کا وصف کمال نہیں ہو سکتا اور ممکن میں جو کچھ نظر آتا ہے یہ معتد بہ نہیں ہے۔ اسی واسطے معرض فنا اور محل زوال میں ہے۔ جب انسان کا علم ان مقدمات پر حاوی ہوگا۔ تو شک نہیں ہے۔ کہ اُس کا انجذاب ایک مرتبہ اور قوت پکڑے گا۔ کیونکہ محبت پیدا ہونے کا باعث حسن ہوتا ہے یا احسان اور یہ دونوں خوبیاں اللہ جل شانہ کو ہی حاصل ہیں۔ اور جب انسان حق کے کمال و بقا کا۔ اور خلق کے نقصان و فنا کا خیال مدادست کے ساتھ کرے گا۔ اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا (ترجمہ۔ مطلوبی اور محبوبی کے لائق کوئی نہیں ہے) مگر خدا جو ان مذکورہ بالا دونوں خوبیاں کو لازم کرتا ہے) وہ کریگا۔ تو حضرت حق سبحانہ کی طرف اگس کی کشش اور غیر حق سے اُس کی بے تعلقی اس درجہ کو پہنچ جاوے گی۔ کہ ممکنات سے

تعلق بالکل منقطع ہو جاوے گا بلکہ جو کچھ غیر خدا ہے۔ سب کو ہول جاوے گا۔

اگر کسی کو یہ حال حاصل نہ ہو۔ تو یہ سمجھنا چاہیے۔ کہ مذکورہ بالا عقائد میں سے کوئی عقیدہ اسکو حاصل نہیں ہے۔ یا خواہشات طبیعت میں انہماک اس درجہ بڑھا ہوا ہے۔ کہ اس میں متاثر ہونے کی قدرت ہی نہیں رہی۔ اور وہ شخص گروہ انعام میں شامل ہو گیا اور لَيْكِ كَالْاِنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ يَوْمَئِذٍ سے باوجود یکہ اہل ایمان ہیں۔ مگر ان حیوانات کی صورتوں میں ہیں جو اخلاق کے اعتبار سے اس گروہ سے ملنے جلتے ہیں۔ جیسے کہ حدیث نبوی علی مصدرہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں ناطق ہے۔ ایک شخص مولانا کی مجلس میں علیہ الرحمۃ والرضوان آیا۔ اور کہا۔ میں ہر چند ذکر کرتا ہوں۔ متاثر نہیں ہوتا ہوں۔ فرمایا۔ عقیدہ کو درست کرنا چاہیے۔ فرماتے تے۔ بعض مشائخ ذکر میں صرف اسم مبارک اللہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ لقول تعالیٰ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ اِذَا بَلَغِ الْاِسْمَ مبارک حق سبحانہ کے کمال پر مشتمل ہے۔ اور اس واسطے یہ حق کے ساتھ بیوستگی۔ اور خلق کے ساتھ بے تعلقی کا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ جو اصل مقصود ہے لیکن کلمہ تبرک کو اس بارہ میں دخل زیادہ ہے اس لئے اکثر مشائخ نے اسی کلمہ کو اختیار کیا ہے۔ اور رض نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ذکر کی افضلیت میں شاید موجود ہے۔ افضل الذکر لا الہ الا اللہ اور نیز دیگر بہت سی احادیث اس کے افضل اور ارفع ہونے کے بارہ میں واقع ہیں۔ اور مرتبہ کے اعتبار سے ہی اسکو تہلیل کہتے ہیں۔ کیونکہ تہلیل کے معنی آواز کا بلند کرنا ہیں۔ السبیل شانہ کے ساتھ حضور قنب اس صفت سے اور اس طرح پر پیدا کرنا۔ کہ جس صفت سے اور جس طرح پر یہ انسان السبیل شانہ کے ساتھ ایمان رکھتا ہو۔ مثل اس کے ہے۔ کہ جیسے یہ انسان حقیقت ذکر اور اس کی ہدایت کا موجد اور منظر ہے۔ ذکر کی ایک صورت ہے ایک معنی ہے۔ اور ایک حقیقت ہے۔ صورت ذکر تو عبارت اس سے ہے۔ کہ ذاکر لفظ خاص کو جو حروف سے مرکب ہے کلم کے طریق پر آہستہ یا بلند ادا کرے۔ یا تخنیں کے طریق پر ذہن میں جانے لادے۔ معنی ذکر عبارت اس سے ہے کہ ذاکر لفظ مذکور کے معنی اور مفہوم میں ہی فکر کرے۔ اور حقیقت ذکر عبارت اس سے ہے کہ ذاکر صرف اس تصور ہی مفہوم کو شعور میں لادے۔ جو ذکر کی توجہ کا قبلہ اور تیر کا نشانہ ہے۔ آہستہ طور پر کلم بعض

مشائخ کا طریقہ ہے۔ انیسین میں شیخ کبیر محمد بن عبدین قدس سرہ العزیز اور ذکر کرنے میں اکثر

مشائخ کا طریقہ تکلم بالجہر ہے۔ اور تخمیل۔ ذکر خفی ہے۔ اور یہ طریق خواجگان سے قدس العباد اور ہم  
 قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ط

## یا مولانا علاء الدین محمد مکتب دار

آپ اُس نبی کے علمائے اُمت میں سے ہیں جنہوں نے امتِ منیٰ کے ارشاد کو عام کر دیا ہے۔ مولانا  
 سعد الدین کاشغری کے مرید تھے۔ لیکن براہِ سلوک آپ کو ملے ہوئے ہے شیخ عبدالکبیر مینی کے فیضِ ملازمت سے جو  
 ایک واسطے شیخ عبدالرحمن مہری کے خلیفہ میں۔ نیز شیخ عبدالکبیر کے فیضِ ملازمت سے ہی۔ آپ کی ہمتِ علو  
 مرتبہ کو پہنچی ہے۔ کتے ہیں۔ ایک روز آپ فرماتے تھے شیخ مینی نے حدیثِ قدسی کی تعریف دریافت فرما لی  
 عرض کیا۔ جو ایندھی کلام ہے تو سل زرتہ پیغمبر کے نفسِ ناطقہ پر نزول فرماوے۔ وہ حدیثِ قدسی ہے۔ شیخ نے فرمایا۔  
 اس میں ادھر پتھاس گروہ کے دلا دیرا تو اہل ہی حدیثِ قدسی ہیں۔ اسپر سامعین میں سے ایک شخص نے کہا۔ اگر آپ ایسا  
 فرماوینگے۔ تو گروہِ صوفیہ کی طبقہ انبیاء کے ساتھ مساوات لازم آجاوگی۔ جواب دیا۔ مساوات اس سبب سے  
 لازم نہیں آوگی۔ کہ نسبت مذکورہ انبیاء میں بلاصالت۔ اور اولیاء میں بالاتباع ہے راقم کی خاطر فاترین یہ بات  
 آتی ہے۔ کہ جس حالت میں نفسِ اللہ ایک جنس سے ہو۔ اور دو مختلف الکلیفۃ افراد سے ظہور پذیر ہو۔ ایسی حالت  
 میں اُس کو ایک نام سے نامزد کرنا بھی۔ دلیری کے میدان میں قدم رکھنا۔ اور ادب کے آباد شہر سے نکل کر گتھی کے  
 ویران صحرائے جانا ہے۔ اور نام رکھنے ہیں۔ درجہ کا لحاظ ہی ضروری بات ہے۔ جیسے فرقِ عادت کی نمود و نمائش  
 کہ جس شخص کے ذریعہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اُس کے اعتبار سے۔ اُس کا نام ہی جداگانہ ہوتا ہے۔ نبی سے  
 سچوہ۔ دل سے کراست۔ مومن سے معونت۔ اور غیر مومن سے استدرانِ مہرغ حفظ مراتب سے ہمیں شیوہ و خطاب

## یا مولانا عبد اللہ فرخجوی

آپ عالمِ عارف۔ کامل۔ عامل۔ اور اندر باہر سے یک رو تھے۔ فرماتے تھے۔ مولانا عبدالرحمن احمد جامی۔  
 باطنی محل کے کنگرہ پر چڑھتے وقت بیرون کو کہول کر جاتے اور آتے ہیں۔ لیکن مولانا علاء الدین محمد مکتب دار جانے  
 اور آنے میں پرکھتے ہی نہیں۔ کہتے ہیں اس بیان سے مراد یہ ہے۔ کہ مولانا عبدالرحمن سلوکِ طریقت میں منظر آج  
 اور عجلت رکھتے ہیں۔ اور مولانا علاء الدین آرام اور آسائش کے ساتھ چلتے ہیں۔ راقم کے ذہن میں لکھتے وقت

لے اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے (گوگو) اچھو دردگار سے گرا گرا (گرا گرا) کر اور چپکے چپکے ادھا کرتے ہو ۱۱۔

ایسا آیا۔ کہ پرکھول کر پروا کرنا عبارت تعرج کے ظاہر کرنے سے ہے۔ اور بغیر پرکھولے ہوئے اڑنا سدا و تعرج کے مخفی رکھنے سے ہے۔ بیشک جامی قدس سرہ کے آثار کا ظاہر ہونا۔ اور مکتب دار رحمہ اللہ کی برکات کا مخفی رہنا۔ اس توجیہ کے صحیح ہونے پر ایک روشن دلیل ہے۔

### یاد درویش منصور سبزواری

آپ اندر اور باہر سے اس درجہ دہلے اور منجھتے تھے۔ کہ بیان میں نہیں آسکتا ہے۔ مولانا عبدالرحمن جامی کے ہم عصر ہیں۔ میر علی شیر نوالی کمال عقیدت رکھتے تھے۔ اور آپ کے ساتھ نہایت دلبستگی اور محبت تھی۔ اکثر آپ کی عمر روزہ وصال میں ہی گزرتی تھی۔

### یاد مولانا محمد روحی

آپ کا لقب شمس الدین۔ اور کنیت ابوامکارم ہے۔ ہرات کے پرگنوں میں سے کسی پرگنہ کے رہنے والے ہیں۔ استقامت اور کرامت میں آپ کو کمال تھا۔ مولانا سعد الدین کاشغری کے مرید ہیں۔ کہتے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ۔ نہایت پرہیزگار اور صالحہ تھیں۔ ان کا رتبہ ریاضت اور بندہ تہی میں بہت بڑا تھا۔ یہ فرماتی ہیں۔ بچو امید تھی۔ ایک رات میں عالم مثال میں نبی مصطفیٰ علیہ السلام کی زبان سے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ سے نوید پسرنی۔ اس کے بعد اسی محل سے یہ لڑکا پیدا ہوا۔ اس واقعہ کی بنیاد پر محمد نام رکھا گیا۔ کہتے ہیں۔ آغاز زمانہ ہوش سے بیکرا پسین نفس تک آپ کے سلوک میں کسی قسم کی لغزش نہیں آئی۔ آپ نے اپنی تمام عمر راست روی اور اتباع شریعت میں گزار دی۔ اور صاحب کرامات و مقامات تھے۔

### یاد شیخ چھچھو اساولی

آپ شیخ نظام عمر اکرم کے مرید ہیں۔ جو خلافت میں گیارہ واسطہ کے بعد سیدی احمد کبیر رفاعی قدس کو پوینتے ہیں۔ مستقیم الطریق اور مستوی الحال تھے۔ پچیسویں ذی قعدہ کو عالم روحانی کی طرف کوچ فرما گئے۔ شیخ جمال نوساری کو ذکر کی سند شغل کی تلقین۔ ارشاد کی اجازت۔ اور خلافت کا فرقہ۔ یہ چیزیں آپ کی ہی ملازمت سے ملی ہیں۔ مصرع جمال حق فسد و غر چشم اوباد۔

### یاد شیخ فخر الدین گنج اسرار جونپوری

آپ پیر گنجشکر کی نسل سے ہیں۔ قدس اللہ سرہما۔ ایزدی اسرار اور آہی الزار کا آپ خزانہ تھے اور بزرگان

زمانہ کو آپ سے فخر تھا۔ آپ کا دلکش قول ہے۔ جو کمال مجکو حاصل ہوا۔ اُس کو میں نے دو برہن عقل کی بدولت سمجھا  
کیونکہ کسی شخص کی ہدایت کا احسان۔ اور احسان کا یار۔ راہ سلوک میں میرے اوپر نہیں ہے۔ اور شیخ نظامی  
گنجوی قدس سرہ کے یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ مثنوی

خرد شیخ الشیوخ راہ تو بس پیرس از عقل دورانیش گستاخ پاس جان توانی شد بر افلاک مگو بر بام گردون چون توان رفت برین زرین حصا رآن شد بر بوند کہ ملک و مال و فرزند و زور زور ازین مشت خسیال کاروان زن	ازد پرس آنچه می پرسی نہ از کس کہ چون شاید شدن بر بام این کلخ رہا کن شہر بند خاک با خاک توان رفت از نام خود توان رفت اک از خود برگرفت این آہنیں بند ہمہ ہستند با تو تائب گور عنان بستان علم بر آسمان زن
---	--

یہ مثنوی خیر دیتی ہے۔ کہ نظم کرنے والا اور پڑھنے والا دونوں اویسہ گروہ میں سے ہیں۔ القصہ بہت سے خدا شناس  
لوگ آپ کے صادق مرید تھے۔ اور ان اطراف کے حکام اعلیٰ ہی نہایت نیاز مندی اور اعتقاد کے ساتھ  
آپ کی ملازمت کی آرزو رکھا کرتے تھے۔ اور ادب و احترام کے ساتھ آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ کی  
قبر جو پنور میں زیارت گاہ ہے۔ اور مشہور ہے۔ مصرع گنج اسرار است خاک پاک او۔

## یاد شیخ بہاء الدین گنج روان

آپ اپنے پدر بزرگوار شیخ فخر الدین ثانی کے خلیفہ ہیں۔ کہتے ہیں۔ قادر شاہی عہد تھا۔ زمین کا پسی کی  
تلائی میں ایک بیسٹانک جنگل تھا۔ اُس تلامی میں شیخ نے اور شیخ کے ساتھ۔ دہلی کے چند خدا پرستوں نے محض دم  
جہانیاں کی اجازت سے رہنے کو مکان بنا لیا تھا۔ اور وہاں پر خدائی پرستش کیا کرتے تھے۔ اور اس میں خوشنوی  
کے ساتھ زندگی بسر ہوتی تھی۔ خوراک کا طریقہ یہ تھا۔ کہ دیگن کو پانی سے بہر کر چوبہ پر کہہ دیا کرتے تھے۔ اور ایک  
معتدبہ عرصہ کے بعد اتار لیا کرتے تھے۔ گئی سے تر بتر کچڑی اس قدر تیار ملتی تھی۔ کہ وہ کھانے والوں کو مکتفی  
ہوا کرتی تھی۔ اس عجیب و غریب خرق عاوی کے ذریعہ سے گنج روان آپ کا نام پڑ گیا۔ کہتے ہیں ایک روز فسقاہ  
کرنے کرتے۔ حاکم وقت کا گزر۔ شیخ کی عبادت گاہ کی طرف ہوا۔ وہاں پہاڑی بکرہ کو شیر کے پیچھے پھرتا ہوا  
دیکھا۔ اسی وقت دل میں تھان لی۔ کہ میان پر ایک شہر آباد اور قلعہ تعمیر ہونا چاہیے۔ لیکن جب قلعہ کی

دیوار پوری ہونے کو آتی تھی۔ کالپ نام ایک جن اُس کو گرا دیتا تھا۔ اس کام کے انتظام کے واسطے حاکم مذکور نے شیخ کے دیدار کے لئے نیاز مندانہ رجوع کیا۔ آپ اندرونی سبب سمجھ گئے۔ ایک اینٹ اپنے ہاتھ سے دیوار میں لگا دی۔ اہ محمد آباد نام رکھا۔ اور ہندیوں کے نزدیک یہ بات ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا بیابان کالپ جن کی رہنے کی جگہ ہے۔ لہذا کالپی کے ساتھ مشہور ہو گیا ہے۔ کہتے ہیں۔ بادشاہ وقت یا دوسرے رزی استطاعت لوگ نقد۔ جنس۔ دیہیلیاغ غرض جو کچھ بھی شیخ کے حضور میں پیش کرتے تھے۔ قبول نہیں ہوتا تھا۔ اس سبب سے متعلقین تکلیف پاتے تھے۔ ایک روز اپنے متعلقین کو غیر صابر دیکھ کر فرمایا۔ کہ تم لوگوں کی قوت کے واسطے آپ جہنما سے ہم کسی قدر زمین لیتے ہیں۔ جو لوگوں کا احسان نہ ہوتے ہوئے خاص روزی رسان کے خزانہ سے ملے گی پس جہنما کو ایک دفعہ اور ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ فرمایا۔ اس کنارہ سے چند جریب زمین ہمارے فرمان برداروں کے لئے چوڑے۔ اور پانی کا راستہ اوپر سے کرے۔ ان دونوں دفعہ حکم کی تعمیل نہیں ہوئی۔ تیسری دفعہ عصا ہاتھ میں لیکر غصہ سے پانی پر مارا۔ فوراً پانی نے ہٹ کر موضع بہلا سے کچی کے ساتھ بہنا شروع کیا۔ اور کم و بیش تین سو جریب زمین پانی میں سے نکل آئی۔ کہتے ہیں۔ اسی زمین میں شیخ کی۔ اور شیخ کی تمام نسل واپوں کی کیتی۔ گہر۔ باغ۔ اور خواہنگاہ آج تک سے مہرغ بادشاہ اور سلامت رومی برو۔

## یاد شیخ کمال الدین حسین

آپ خالد کے فرزند ہیں۔ جو جمیری ناگوری تھے۔ قدس سرہما کمال دانش و نبش تھی۔ آپ نے شیخ ابراہیم قدس سرہ کی خدمت سے ظاہری اور باطنی کمالات تحصیل کر کے۔ خرقہ خلافت لیا تھا۔ شیخ ابراہیم شیخ عبد الغفور ناگوری کے خلیفہ ہیں۔ شیخ عبد الغفور شیخ فرید الدین ناگوری کے خلیفہ ہیں۔ اور شیخ فرید الدین ناگوری شیخ حمید الدین سوالی کی بزرگ اولاد اور خلفائین سے ہیں۔ قدس سرہم بعض کا کنا ہے۔ کہ خالد۔ خواجہ بزرگ معین اللہ دلیا کی نسل سے ہیں قدس سرہ۔ تفسیر نور البنی جو بہت سے نکات اور وجوہ تفسیر کو جامع ہے۔ اور اصول النوار در باب تذکرہ ابرار یہ دونوں کتابیں آپ کی ہی تصنیف ہیں۔ اصول النوار میں عالوہ حشت کے مشائخ کے حالات اور نسبون کا حال اصول کے طور پر لکھا گیا ہے۔ لیکن آپ نے اپنے حالات کے بارہ میں صرف اتنا لکھا ہے کہ خالد کا بیٹا۔ مریدان معینیہ میں کمترین مرید ہے۔ اور اپنی نسب کے متعلق قطعی کوئی بات نہیں لکھی۔ مولانا عالم کابلی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے۔ میں نے جمیری شیخ عبدالقادر ابن شیخ ابو الفتح کی ملازمت حاصل کی تھی۔ جو خواجہ سعید ابن شیخ حسین خالد کے پوتے ہیں۔ اہنز میں آپ سے تحقیق نسب بھی کی تھی۔ فرمایا۔ کہ ہمارے بڑے پاپچلے روہط



سے شیخ حمید الدین سہالی کو پوچھتے ہیں قدس اسرار ہم بمصر عہد نبی و ہم سب ہر دو حجاب دل است۔

## یاد سید حامد حسنی چشتی

آپ سید حسین نروالہ کے برادر زادہ (بہتیجہ) ہیں۔ محبت۔ معرفت۔ عشق اور آگاہی کے دریاتے۔ زعم و لہجہ آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ اور انہیں سے ایک لڑکے کی طرف میلان خاطر ہی تھا۔ آپ نے کبوتر اُس لڑکے کے سپرد کر دیا تھا۔ کہ وہ ہمیشہ ہاتھ میں رکھے۔ غرض اس سے یہ تھی کہ کبوتر کا بظاہر دیکھنا۔ مطلوب کا جمال دیکھنے کے واسطے بہانہ ہو۔ اور نظر بازی کو غلی لا اعلان شہرت نہ ہو۔ ایک روز کسی عرس میں آپ تشریف لے جاتے تھے منظور نظر کو کہا۔ اگر مجھ کو ایسی بے ہوشی لاحق ہو۔ جس سے نماز غارت ہوتی ہو۔ تو آگاہ کر دینا۔ جب مجلس سماع میں ہو پوچھے۔ تو ایک گانوں والہ کو فرمایا۔ کہ کوئی قصہ عشق کا بیان کر۔ مجبوراً اُس نے بیان کرنا شروع کیا۔

ہمارے گانوں میں ایک کہہ رہا تھا۔ جس کو اپنی عورت کے ساتھ عشق تھا۔ اُس کے بدون کسی وقت نہیں رہتا تھا۔ اور نہ بدون اُس کے کہیں جاتا تھا۔ اتفاقاً وہ عورت ایسی بیمار ہوئی۔ کہ بہت عرصہ تک بیمار ہی چلی گئی۔ اُس عورت نے ایک روز ازراہ مہربانی اپنے شوہر سے کہا۔ میری خوشی یہ ہے۔ کہ آپ دوسرا عقد کر لیوں۔ مرد نے انکار کیا۔ اسی قسم کی گفت و شنید اس درجہ تک بڑھی۔ کہ آخر کار مرد نے دوسری عورت کر لی۔ اور شہوت پرستی سے اُس پر عاشق ہو گیا۔ پر بیان تک نوبت پہنچی۔ کہ پہلی عورت سے کبھی ہم بستر نہیں ہوتا تھا۔ اس عرصہ میں گھر میں آگ لگی مرد اپنی نئی عورت کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا۔ اور قدیمہ عورت کو بدستور حالت بیماری میں زمین پر پڑا ہوا چھوڑا اور پکار کر کہا۔ گدہ جو گھر میں بند ہے۔ اس کی رسی کھول دے۔ اور باہر چلی آ۔ وہ عورت جفائے شوہر کا بہانہ تلاش کرتی ہی تھی۔ فوراً فرمان شوہر سنتے ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور افتان خیزان گدھے کے پاس گئی۔ کہ اُس کی رسی کھوے۔ یکایک وہاں آگ کی لپٹ لگی۔ اور اُس نے جلا کر راکھ کر دیا۔

یہ قصہ گانوں والہ سے سن کر سید کے دل میں سخت شورش اور سوزش پیدا ہوئی۔ فرمایا۔ انسان کو فرمان برداری میں کہہ کر کی عورت سے کم نہیں ہونا چاہیے۔ اسکے بعد یہ بیت پڑھی، بیت

جہان در چشم جنوں بود از ویرانہ مست۔  
درین ویرانہ نتوان بود از دیوانہ کست۔

وجد کی حالت طاری ہوئی۔ ملک شیرشاخ کا بیان ہے۔ کہ اندرونی حرارت سے سید کے بدن میں ٹپیان بلانی ہو گئی تین۔ نماز عصر کا وقت ہوا تو اُس منظور نظر نے عرض کیا۔ کہ نماز کا وقت جاتا ہے۔ آپ ہوش میں آئے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور سلام کے ہمراہ زندگی کا سرمایہ بھی۔ الہی وصال کی بارگاہ میں بیچ دیا۔ مصحح جان او سندنشین پیگاہ وصل باد۔

## یاد شیخ نور الدین احمد منڈوی

آپ حضرت گنجشکر کے پوتوں میں سے ہیں قدس سرہما سلاطینِ خلمی کے عہد میں پٹن ملتان سے مالوہ کی طرف آئے تھے۔ شہر منڈو (مانڈو) کے کوہستان میں ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ اور ناہنجار نفس کے ساتھ لڑائی ٹھان کر فتح حاصل کی۔ بیان تک آپ کا استغراق بڑھ گیا تھا۔ کہ سکر کی حالت سے ہوش کی حالت میں کمتر آیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وحشی اور پرند جانور ہمیشہ آپ کے گرد جمع رہتے تھے۔ اور آپ کو ان بیابانی جانوروں کے ہونے یا ہونے سے قطعی خبر نہیں ہوتی تھی۔ چونکہ ایزدی نگہبانی آپ کی حافظاتی سوا سوا سوا آپ کو درندوں کے کچھ آزار نہیں پہنچتا تھا۔ آپ کے زمانہ ہوش کی باتوں میں سے یہ باتیں ہی ہیں۔ جس کسی کو حق کے ساتھ آرام ملتا ہے۔ تمام وحشی اُس کے رام ہو جاتے ہیں۔ مصحح جان او باہر جانان نام باد۔ آپ کی خواہگاہ منڈو (مانڈو) میں ہے۔

## یاد شیخ داؤد اساولی

آپ سید برہان الدین قطب عالم بخاری سے مدینہ میں۔ المدجل شانہ کی ہستی۔ لہر مخلوق کی نیستی سے ہمیشہ باخبر تھے۔ کہتے ہیں۔ ذکر کرنے کے وقت جب آپ لا الہ کہتے تھے۔ تو دیکھنے والوں کو جاسوسی نگاہ کرنے پر ہی آپ کے عنصری جسم سے سوا پیرا ہن کے کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ پھر جب کالا اللہ کا نعرہ مارتے تھے تو مکان کا اندرونی حصہ آپ کے عنصری کا لبہ اور اُس کے اقطارِ ثلاثہ پرتنگ نظر آیا کرتا تھا۔ آٹھویں ذی حجہ کو دنیا سے کوچ کر کے حقیقی دیدار کا احرام باندھا۔ اور اپنے پیر بزرگوار کے مرقد کی برابر میں آرام فرمایا۔

اسے خوش آن یادت کہ از خویشم فراموشی دید | دل بدانش بسپر لب را بہ خاموشی دید

## یاد شاہ ابدال

آپ عرب کے ملک سے دریائے عظیم کی سیر کرنے ہوئے۔ آچھے بندر کے راستہ سے صوبہ کوردنگالہ میں آئے تھے۔ وہاں کے حاکم حسین شاہ نے اپنی لڑکی کا آپ کے ساتھ عقد کر دیا۔ اُس لڑکی کے ساتھ ایک

کنیز ہی تھی۔ جو حسن خدمت کی وجہ سے آپ کے دل میں گہر رکھتی تھی۔ ملکہ کنیز کے ساتھ اس قسم کی ایک جہتی دیکھ کر ہمیشہ غیرت کیا کرتی تھی۔ اور فرصت کی تلاش میں تھی۔ ایک روز شاہ ابدال بغرض تفریح۔ اپنے دوستوں کے ساتھ گہر سے صحرا کو گئے تھے۔ ملکہ نے اس موقع کو غنیمت جان کر کنیز کو مار ڈالا۔ اور اس کی لاش ایک کٹرے میں بھر کر دریا میں بہادی اتفاق سے آپ سیرکنان دریا کے کنارہ جا پہنچے۔ وہاں آپ کی زبان پر یہ بات آئی کہ دریا سے میری ریحانہ کی خوشبو آتی ہے۔ چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ ایک گٹر نظر آیا۔ تیرا ک لوگ وہ گٹر نکال لائے دیکھا۔ تو اس میں آپ کی منظورہ کا جسم تھا۔ یہ دل آشوب واقعہ دیکھ کر آپ کے دل میں بہت کچھ شورش اور وجد پیدا ہوا۔ ناچار مقتور کو سپرد خاک کیا۔ اور خانہ خدا کا عزم مصمم کر کے صحرا کا راستہ لیا۔ سرگردان اور پریشان رنت ہنور کی زمین میں پہنچے۔ یہاں پر ایک مستحکم قلعہ اور ایک بلند پہاڑ ہے۔ دارالخلافہ آگرہ سے مالوہ کی طرف پانچ منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اپنے زمانہ جدائی اسی جگہ بسر کیا۔ جب فرمان وصال پہنچا۔ تو ہمیں خوابگاہ اختیار کی مصحح خدا وارد بہ مطلوبش ہم آغوش۔

## یاد شاہ نعمان

آپ کی قبر قلعہ آسیر کے تحت میں ہے جو خاندانی سلاطین کا تخت گاہ ہے۔ آپ حافظ کے بیٹے۔ حافظ نور الدین کے بیٹے نور الدین شرف الدین کے بیٹے۔ اور شرف الدین شیخ محمد زاہد کے بیٹے تھے۔ جنکی قبر دہلی میں ہے۔ اور پڑاؤ سابق دشت قباچاق سے ہند میں آئے تھے۔ شاہ نعمان نے رحلت غرہ ربیع الاول کو فرمائی ہے۔ لہذا پہلی تاریخ سے لیکر پانچویں تاریخ تک عرس ہوتا ہے اور ملک کے چاروں طرف سے ہر ایک قسم کے آدمی اپنے کنبہ و قبیلہ کو ہمراہ لیکر عرس میں آتے ہیں۔ اور برہان پور ایک بڑا شہر بیان سے پانچ کوس پر ہے۔ برہان پور کے باشندے چھوٹے بڑے۔ عورت مرد۔ نیک و بد۔ بوڑھے اور جوان۔ مسومن اور کافر۔ غرض کہ سب اپنے گھر و کج دروازوں پر قفل لگا دیتے ہیں۔ اور اس مقام میں پہنچ کر یہ پانچ روز سیر و سرور میں گزارتے ہیں۔ انواع و اقسام کی تندین اور نیازین جڑبہتی ہیں۔ ہزاروں مشتاق باہم اپنی دیرنیہ آرزوؤں میں کامیاب ہوتے ہیں۔ بہت سے آزاد فران۔ عنبرین جال کے پیچ در پیچ پسندے میں پنس جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ سامان کی خرید و فروخت کر کے اصل سے کئی حصہ زیادہ نفع اٹھاتے ہیں راقم نے دو دفعہ اس تماشگاہ میں جا کر ہر قسم کے آدمیوں میں گس

لہ اس نام کے دو موضع ہیں۔ ایک بضلع شاہجہاں پور مالوہ ہے۔ مگر اس موضع میں قلعہ اور پہاڑ نہیں ہے۔ اور آگرہ سے تقریباً چوبیس سو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ دوسرا موضع آگرہ اور جیپور کے درمیان میں ہے۔ یہاں البتہ دیکھنے والے قلعہ اور پہاڑ درمیان کرتھیں۔ اور یہ موضع آگرہ کے

پوشہ کر کے حفاظت پایا ہے۔ بہت

ازم و صد متاع و صد فریاد

ابو عثمان عاشق و معشوق دہکار

کتے ہیں شیخ نعمان شیخ فیضیہ کے مریدین۔ اور شیخ محمد منیا کی رہنمائے طریقت۔ سید نظام الدین ہیں۔ جو شیخ نظام الاولیاء کے خلیفہ تھے۔ اور سید نظام الدین کا مقصد مولیٰ بین و کن ہیں ہے۔ یہ ایک شہر ہے دریائے بان گنگا کے کنارہ پر۔ جہاں مورتی پوجن والوں کی بڑی پرستش گاہ (مندرم) ہے اور میان کے کپڑا بننے والے مندریل ہاؤس کر بند ایسے عمدہ بنتے ہیں۔ جو دوسرے اچھے اچھے شہروں میں بھی بیان کے سوانلیاب ہیں۔

### یاد شاہ عبداللہ

آپ شاہ یوسف بہان ترقیشی کے بیٹے تھے۔ قدس سرہما۔ سلطان ببلول اور سلطان سکندر لدھی کے عہد میں ملتان سے آکر دہلی میں سکونت اختیار کی تھی۔ سلطان ببلول نے آپ کو اپنا داماد بنالیا۔ جوگی کے آثار اور ولایت کی علامتیں۔ بہت سی آپ کے افعال سے اہل آپ کی پیشانی سے عیان تھیں۔ بائیسویں صفر کے روز جہان مجازی کو رخصت کیا۔ آپ کے بیٹے شیخ زکریا اللہین جو تھے یہ سلطان کی لڑکی سے تھے اور اخیرین دہلی کے شیخ الاسلام ہو گئے تھے شیخ ابوالفتح جو بمقام دہلی دسویں صدی کے آخرین حصہ میں مرجع صغیر و کبیر ہو گئے ہیں شیخ الاسلام ابن عبداللہ کے فرزند تھے۔

### یاد شاہ نعمت اللہ چشتی

سلطان سکندر لودھی کی اکثر فوج آپ کی معتقد تھی۔ اور سردار فوج بھی آپ کے ساتھ مریدانہ سلوک کیا کرتا تھا۔ القصد آپ کی پیری اور بزرگی کا بیان تک شہرہ ہوا تھا۔ کہ سنتے سنتے اہل زمانہ کے کان بہر گئے تھے آپ کی قبر دارالسلطنہ آگرہ میں ہے۔

### یاد شیخ تاج الدین محمد دہلوی

آپ حضرت گنج شکر کی اولاد کبار میں سے ہیں۔ باطن میں مخدوم۔ ظاہر میں خلوم۔ دل سے آزاد۔ اور تن بند ہونا۔ یہ آپ کی عادت تھی شیخ نظام الاولیاء کے روضہ میں اکثر خانقاہ نشین رہتے ہیں۔ ان کی خدمات اور ان کے کاموں کی دیکھ رہاں۔ دہلی میں آپ کے آباؤ اجداد کے تعلق تھی۔ آج کل آپ کے فرزندوں سے ان خدمات کا تعلق ہے۔ ان کے نام شیخ زکریا۔ اور شیخ علاء الدین ہیں۔

## یاد میر ابو انجیث طیب

آپ کو ظاہری و باطنی روشنی۔ اور کشف و عرفان کی سعادت حاصل تھی۔ اور ابن امور میں آپ کافی طور پر کامیاب تھے۔ ایک ہفتہ کے بعد روزہ افطار کیا کرتے تھے۔ دنیا جمع کرنے والوں کے سامنے احتیاج نہیں لیجاتے تھے۔ آپ کے اقوال اور افعال سے عجیب عجیب چیزیں اہل زمانہ دیکھتے تھے۔ آپ کی طرز معاشرت سے کرامات کی خوشبو لوگوں کو آیا کرتی تھی۔ آپ کے فرزند سلطان موحّد نے پید بزرگوار کی راد و روش میں۔ اپنی پسندیدہ رفتار سے اور زیادہ رونق دیدی تھی۔ اہل طریقت کی شاہراہ پر چلتے تھے۔ کتے ہیں۔ ایک روز مولانا غیاث الدین احمد سلطان کی ملاقات کو آئے۔ جب آپ کی صحبت سے باہر نکلے تو فرمایا۔ لوگو۔ دیکھو تو سہی۔ اس خدا شناس نے بظاہر اس جہان میں۔ اور از روئے معنی اس عالم میں کیسا تماشہ کا بازار گرم کر کے اچھے مصحح تن بصحبت دل بخت کار سناست

## یاد مولانا شمس الدین رحمہ اللہ

آپ اپنے زمانہ کے بزرگوں میں سے تھے۔ روز بلوغ سے لب گورتک اپنی ہمت سے غیر کار آمد وقت کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اور افعال کے اعتبار سے بیہودگی کے ساتھ آداب قدم ہی نہیں اٹھایا۔ ایک روز کا ذکر ہے اپنے ایک مرید کو نصیحت کے طور پر فرمایا تھا۔ جو دعوت اور جو مجلس تمہارے بدون فراہم ہو سکے۔ اور شائستگی کے ساتھ انجام کو پہنچ جاوے۔ دہن تم نہ جانا۔ کیونکہ ایسے موقع پر جانا بیہودہ بات اور لوگوں کے واسطے جگہ تنگ کرنا ہے مصحح انگشت آزد نہ تک پہنچ خون مرز۔

## یاد مولانا زین الدین تائبادی

آپ نے ابواب سلوک کی کشائش۔ سنت اور کتاب کی پیروی کی تھی اور نیز اس ذریعہ سے طریقت کی گمائیانا بھی طے فرمائی تھیں۔ آپ بزرگانِ عمدہ کے سرگروہ۔ اور سالکانِ تحقیق کے سردار تھے۔ ظاہری بیعت اور عرفی نسبت ذریعہ خلافت کسی سلسلہ کے پیروں سے نہ تھی۔ خواجہ بزرگ کے روحانی فیض سے ایسی شان آپ کے حالات سے نمایاں تھی جب اپنے سفر حجاز کیا تھا۔ تو پارسے اولیا کا ساتھ دیا گیا تھا۔ جب تقلید پرستوں کو نصیحت کرنا منظور ہوتا تھا۔ تو اس طرح ہر رازدار بنایا کرتے تھے۔ کہ زبان حال سے بیان کیا جاوے۔ اور خاموشی کا فائدہ اور ساقی کا نقصان جتایا کرتے تھے۔ قطعہ

کو زگفتن لب تو اندوختن  
مہر کردند دہانش دوختن

سزحق آن را سزد آموختن  
ہر کار کار آموختن

## یاد حاجی شیخ سلیمان بنی اسرائیل

آپ کو باحقیقت درویشوں کے مقالات حاصل تھے۔ اور طریقت شناس سالکوں کے حالات پوری وقت  
 تھی۔ آپ کے زمانہ میں اس شہر کے اندر کوئی شخص آپ کا مقابل نہ تھا۔ آپ کی زاد بوم لاہور ہے۔ خانہ کعبہ (خدا کرے  
 خدا شناس دونوں کی طرح آباد ہے۔) سات بار اس کے طوائف کا غم کر کے لاہور سے کبھی پیادہ اور کبھی سوار روانہ  
 ہوئے۔ اور ارکان جمع بجلائے۔ گروہ لکھڑ جس کے آدمی شمار کے اعتبار سے ایک جہان کی برابر ہیں آپ کے  
 باعقیدت مرید اور دوست تھے۔ اور اپنے مال میں سے ہر سال ایک معین حصہ آپ کی نذر کرتے رہتے تھے۔ آج تک  
 ہی کہ بھری سنا ایک ہزار آٹھ ہے۔ اپنے پیر کے فرزندوں کو وہ حصہ پہنچاتے رہتے ہیں۔ آپ کو فرقہ خلافت  
 شیخ صدر الدین سلیم کی خدمت سے تھا۔ شیخ صدر الدین کو اپنے پدر بزرگوار شیخ عماد الدین اسمعیل سے  
 شیخ عماد الدین اسمعیل کو۔ اپنے والد ماجد شیخ رکن الدین اشمدیہ کلا نوز سے۔ شیخ رکن الدین  
 کو اپنے عم مکرم شیخ صدر الدین حاجی سے۔ شیخ صدر الدین حاجی کو۔ اپنے عم مکرم شیخ رکن الدین ابو الفتح فیض اللہ  
 سے۔ شیخ رکن الدین ابو الفتح کو۔ اپنے پدر بزرگوار شیخ صدر الدین ابو المعالم محمد سے۔ اور شیخ صدر الدین  
 ابو المعالم کو۔ اپنے والد عزیز شیخ بہاء الدین زکریا سے تھا۔ قدس اللہ ارواحہم و تتمتہ السلسلۃ  
 مذکورہ فی الکتاب خلاصہ کلام یہ ہے۔ جب آپ ظاہری زندگی چھوڑ کر آسمانی ملک کو کوچ فرما گئے۔ تو آپ کے  
 لائق فرزند شیخ عبدالشکور۔ آپ کی جگہ مند نشین ہوئے۔ شیخ عبدالشکور خدا شناسوں کی متعدد نیک  
 خصلتوں سے آراستہ تھے۔ جب شیخ عبدالشکور نے بھی عالم خاک سے جان پاک کی ولایت کو معاودت فرمائی  
 تو ان کے فرزند ارجمند شیخ عبدالحمید نے علم ویشی کھڑا کیا۔ اور سجادہ ولایت بچھایا۔ شیخ منور عالم انہیں کے بیٹے  
 ہیں۔ باقی حال ان کا جداگانہ لکھا جاوے گا۔

## آخرین ساغر دور پنجم صد ازراہ روح مزاج این فوائد لب ریز باد

سخن کی عروس۔ جو انسانی حقیقت کی بھجوا ہے۔ مناسب نہیں ہے۔ کہ خاموشی کی کھڑکی کا قفل توڑ  
 کر نفس ناطقہ کے پردہ سے باہر نکل آوے۔ اور لایعنی لہو الموسون کی صحبت کا ارادہ کر کے۔ بہائم کی کریمہ آواز  
 کی ہمیشہ بنے بیٹ۔

دعای از توبہ گرنہ گوئی صواب

منطق آدمی بہتر است از دو اب

پس سب سے زیادہ بہتر یہ ہے۔ کہ بیان کی پردہ نشین جمیلہ ہمیشہ کے واسطے۔ آفریدگارِ ذوالجلال۔ اور منعمِ معال کی یاد اور پاس میں ہمدم اور محرم بن جاوے۔ اگر اس قدر پردہ نشینی اور گوشہ گزینی ماس کو میسر نہ ہو۔ تو اس وقت بہتر یہ ہے۔ کہ اصحابِ ولایت۔ اور اربابِ ہدایت کے حالات اور اوصاف کا لباس۔ عبرت کا زیور۔ اور حکمت کے جواہرات پنکر معارف کے بیان کرنے میں۔ اپنے جمال باکمال کی آرائش دکھاوے۔ ان دو امروں کو چھوڑ کر مذکورہ بالا جمیلہ کے لیے کوئی مہربان محرم۔ اور حسن افزا خلعت نہیں ہے۔

وہ بندہ کمال سعادت مند ہے (۱) جس کی زبان اور لب کو کسی مسخرہ کا پنجہ۔ اور کسی پیوہ کا ہاتھ کوئی مسخرت نہ پہنچاوے۔ (۲) نیز جو اپنے قیمتی انفاس کے جواہرات کا پاس کرے۔ حق کے ذکر میں۔ اور اہل حق کی یاد میں۔ زبان و لب کو مسخرف رکھے (۳) نیز جو قوتِ داہمہ اور قوتِ امتحینہ کی نگہبانی عقلی اور نقلی دلائل کے ذریعے سے اس طرح کرے کہ ناجی نہ رہا سلامیہ کے بزرگوں پر۔ اور ان کے کسی حال پر دوسوہ اور افکار کے لئے۔ ان دونوں محل (واہمہ اور امتحینہ) میں راہ نہ ملے (۴) اور نیز جو اہل باطن کے معاملات کی اور دیرین ظاہر پرست عقل کے آلات سے نہ کرے۔ کیونکہ یہ مسلک عقول اور نفوس کے مدارج سے پرے ہے۔

صحیح بے لوث بات یہ ہے۔ خدے تعالیٰ ایسا کرے۔ کہ ظاہر بینی اور نکتہ چینی کا خانہ دمان ہی تباہ ہو جاوے۔ جو کوتہ نظر خرد کا آباد کیا ہوا ہے۔ تاکہ پر آئندہ ہر خرق عادت کے نقد کو۔ اپنی مالوفات اور عادات کی کسوٹی پر نہ پرکتے پاوے۔ کیونکہ دشوار نما کر امت کی صحت کو عقل کی ترازو سے تولنا۔ گویا ایسا ہے کہ شباب کو بونچے ہوئے بالغ کے حال کا قیاس۔ کوئی نادر ساڑکا۔ اپنی حالت پر کرے۔ **هَلْ لَيْتَوِي** **الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ** اور نیز خداوند تعالیٰ ایسا کرے۔ کہ اعتقاد کا ساز و سامان اور تسلیم کے محلات۔ خرابی اور تباہی سے محفوظ رہیں۔ جو ایمان بالغیب کے آباد کئے ہوئے ہیں۔

(۱) کہ جس سے حق شناسوں کی عجیب و غریب باتوں کی تمیز کرنے میں تاثر حاصل پاس تک نہ آنے پاوے۔ تاکہ جو چیز عقل کی قبلی ترازو پر کمال الوزن اترے۔ اس کو اعتقاد اور تسلیم۔ تصدیق کر کے اپنی جیب میں ڈال لیوین (۲) نیز جس سے اولیاء اللہ کی کرامات اور ان کے تشخیص کرنے میں فکر پاس پھکنے نہ پیاوے۔ تاکہ جو شے تواری مدد کے ساپچہ میں نہ ڈھل سکے۔ اس شے سے اعتقاد اور تسلیم قطعاً منکر ہو جاوے **عَمَّا يُدْعَى بِهِ** **إِنْ أَكُونُ مِنَ الْجُنَّاهِلِينَ** بلکہ اس سعادت مند بندہ کو چاہیے۔ کہ جو اصحاب ہوشیاری کے

لے کہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے بھی برابر ہو سکتے ہیں ۱۲۱ میں اس بات سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں۔ کہ نادانوں کی سی

ساتھ بلوغ تو عید کی گشت کر رہے ہیں جن کا قدم شریعت کی مراستقیم مضبوطی کرساتے جاہوہی۔ اور نیز جو لوگ  
 فکریہ ہوس سے نکل کر نوع انعام ہو گئے ہیں۔ جن کے حالات کا صفحہ شریعی تکلیفات کی رقم سے بالکل سادہ ہے  
 ان لوگوں سے جو عجیب و غریب بات دیکھے یا سنے۔ سب کو راست سمجھ کر۔ ایزد مطلق کی قدرتی ترازو میں وزن  
 کرے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ کہا ہے عقیدت کے نگینہ پر  
 کندہ کریں۔ فَالْقَلِيلُ الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ يَعْتَرِفُوْنَ بِاَنَّهٗ  
 قَادِرٌ عَلٰی خَلْقِ الْعَجَائِبِ اِنْتٰی بھی خلاف العادة الجارسیۃ ویسلمون ما اظہرہ  
 علی ایدی عبادہ من الخوارق ویقولون اِنَّہ الحق من ربك فلا  
 تکونن من الممترین۔

العجب شانہ کا شکر و احسان سے۔ اگرچہ میں کوئی کام نہیں بنا سکا۔ اور نیز کسی جگہ نہیں بوجہ نہ سکا ہوں

ہرچہ ہستم آشکارم بیچ پیمانہ نیستم

ازچہ کیشم کس نمی داند مرا ہا آنکہ یہ

بلکہ وہ ہم سے درجہ بڑھ گیا ہے۔ کہ اپنے تئیں الَّذِيْنَ ضَلَّ سَبِيْلَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ  
 اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا کے گروہ میں شمار کرتا ہوں۔ لیکن شصت ساڑھنہ زندگی میں طرح سے گزرا ہے  
 اولین پانچ برس نادانی میں نکلے۔ اس کے بعد سات برس کتب کے اندر قرآن خوانی میں بسر ہوئے۔ اسی کے  
 بعد کچھ اور تیس سال ظاہری درسی علوم کی تحصیل میں۔ اور نیز شطاریہ مشرب وغیرہ کئی بہت حساب کی  
 ملازمت سے فیض پانے میں مرتب ہوئے۔ قدسنا اللہ باسراہم جب دل میں شایع علیہم الرحمۃ کے سر  
 حقائق۔ اطوار۔ اور حالات اچھی طرح سے بہر گئے۔ تو زبان کو میدان حشر بنا کر جو خیالات۔ اندر دلی حظیوں میں  
 سوتے ہوئے تھے۔ سب کو سیدار کیا۔ اُس وقت کم و بیش سات سال اس طرح گزرے۔ کہ ہر ایک ملک کے شایع  
 کے حالات سفر و سیاحت کے ذریعہ سے فراہم کیے۔ اور نیز اہل اسلام باویانت ثقہ لوگوں سے حفاظت بت کر کے  
 ہم پونچھ سے تین سال کے اندر عبادت لکھری کی۔ اور اس کی ترتیب دی۔ اور ایک سال سو وہ کے صاف

۱۰ اور اللہ اپنے ارادہ پر قادر ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔ ۲۔ جو تھوڑے سے لوگ یہ جانتے ہیں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ وہ اکثر  
 کہتے ہیں۔ کہ اللہ ان عجائبات کے پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ جو عادت جاریہ بخلاف ہیں۔ اور وہ لوگ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ انے خرق عادت کی قوت  
 اپنے بندوں میں رکھی ہے۔ اور وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اسے محاطیہ خرق عادت بتا رہے۔ یہ دروگاہ کی طرف سے ہے۔ جس میں شکر  
 وہوں میں شان نبی جاناہ سے جن لوگوں کی دنیاوی زندگی کو شکر گئی گئی ہوئی۔ اور وہی میں میں کہہ چکے ہیں



کرنے میں مرت ہوا۔ اسی ایک سال کو اندر دو گوہر صدقہ پر خورداری۔ نیرین آسمان سخن گزاری عبد اللہ اول اور  
 حسن محمد کی امداد سے نراد ہوا اللہ علماً و عمراً مذکورہ بالا حالات صحت اور ترتیب سے مکمل ہو گئے  
 اجمید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ حضور شائع کی برکات سے جنہوں نے فقیر کی استعا قبول فرما کر قیل و قال کے دستار خواہ  
 پران اور اربعہ (چار صدی) کے دائروں میں تشریف از رانی فرمائی ہے۔ ان دونوں امیدواروں کو اپنے  
 اسم الحفیظ کے سایہ عنایت میں محفوظ رکھ کر دونوں جہان کے تمتعات سے کامیاب فرماوے۔ آمین  
 اور اس گمنام سرگردان کی باقی ماندہ عمر بھی اپنی یاد میں گزارے۔ بحسب مقتضایہ المذکورین فی ہذہ  
 النسخۃ المترصدۃ للقبول۔

۱۲ جن اصحاب کے حالات اس کتاب میں مذکور ہیں جو امیدوار قبول ہے۔ ان کے طفیل میں ۱۲



## ابتداءے چھارمی حمین

اس حمین میں دسویں صدی کے مفصلہ ذیل اصحاب کا طریقہ رفتار اور ان کے حالات کی کیفیت مذکور ہے

(۱) مراتب وجود کی راہ درودش پہچاننے والے (۲) آئی احکام کے پڑھنے والے۔

(۳) رسمی علوم کے عالم۔ (۴) دریا سے توحید کے تلاطم میں غوطہ لگانے والے

اسے خرد-توہیان سے جا۔ اور غور و خوض کو در پوزہ کر لا۔ دیکھہ۔ ہر ایک فرد کی حقیقت حال چشمہ حیات کی بدلتا

ایسے ثمر کی مانند ہے جس کے اطراف کے نوخیز سبز ہر ایک کامیاب اور ناکام کی فطرتی نظریں خدائی اسرار کے

ایسے خطوط۔ اور سوئے سوئے حروف نمودار کرتے ہیں جن کے ہر ایک صفحہ کے نیچے سے ایک قرآن لہ لہ آ رہا ہے لَا

يَا بَسُّ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ کے وصف کو ہمراہ لئے ہوئے لکھتا ہے۔ اور جس کی ہر ایک سطر کے ضمن میں

أَوْتِيَتْ جَوَامِعَ الْكَلِمِ کی باریک حقیقتوں سے بہا ہوا ایک دفتر مخفی ہے۔

### یاد شیخ محمد علا بنگالی

آپ شیخ قاضی شطاری کر کے مشہور ہیں۔ اور شاہ عبداللہ شطاری کے خلیفہ ہیں۔ ریاضت و مجاہدہ اور

مراقبہ و شاہدہ میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ انسانی کمالات اور وجدانی حالات آپ کی ذات میں عیان تھے

علمائے باللہ میں سرگروہ۔ اور سالکان سیر فی اللہ میں آپ سردار تھے۔ نویں صدی کے اولین نصف حصہ

میں جب شاہ عبداللہ شطاری ہندوستان میں آئے۔ تو گزر بنگالہ کی طرف ہی ہوا۔ اور شاخ بنگالہ کے پاس

۱۵ کوئی رطب اند کوئی یا بس ایسا نہیں ہے۔ جو واضح کتاب میں نہ ہو ۱۵ منجو جامع کلمہ عطا کئے گئے ہیں ۱۱

اسلا بیجا۔ کہ ایران و قزاقان سے ایک درویش آیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ خواہ خلوت میں۔ خواہ انجمن میں۔ جس کسی کو جس صورت میں آسان معلوم ہو ملاقات کرے۔ اور کلمہ توحید کی معلومات باہم بیان کی جائے۔ جس جانب میں آگئی ہو۔ وہ جانب زیادہ والی جانب سے فائدہ اٹھا کر کمال حاصل کرے۔ شاید اس طریقہ سے آہستہ آہستہ اُس کمال کے میدان میں پہنچنا نصیب ہو۔ جو اُس کے نام نہ ہے۔ جب یہ خیر شیخ محمد علا کو پہنچی۔ تو اعتراض آمیز جواب دیا۔ اور مخلصانہ پیشین گوئی کی۔ شاہ نے فرمایا۔ اخیر میں شیخ محمد علا کی بازگشت اسی فقیر کی طرف ہوگی۔ یہ بیان کسی قدر شطالہ لادلیا کے فکر کے سلسلہ میں ہی تحریر ہو چکا ہے۔

کہتے ہیں۔ جب شیخ مندو (ماتھو) میں برابر ملازمت شاہ آئے۔ تو شاہ نے اتفاقات نہ فرمایا۔ ایک تہ عزبت تھی ہی۔ یہ شکستہ دل اور اسپن پناہ ہوئی۔ عرض کیا۔ ہر گاہ کہ میری۔ ناتوانی۔ خواہش۔ اور عزبت اتنی تمام چیزیں یکسو ہو کر زین حال سے حرمت و نوازش کے واسطے گدائی کریں۔ تو پھر عنایت عامتہ کو یہ مناسب نہیں ہے۔ کہ جزا اُس قسم کی ویجاوے۔ جو جنس عمل میں داخل ہے۔ بلکہ بہتر ہے۔ کہ میری گوشہ نشینی سے یہ غم فرمائی جاوے۔ یہ شکستہ دل کی تقریر شاہ کے دل سے مہربانی نے جوش کیا۔ فرمایا۔ اگر اپنے آبا و اجداد کی رسم۔ اسم اور سلسلہ چھوڑ کر خانوادہ درویش کی آئین اور نام پر اپنے تیغ نام زد کرو۔ تو تمہاری اتماس کے ساتھ ساتھ تلقین عمل میں آوے گی۔ بالآخر شیخ نے آپ کا فرمانا قبول کیا۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں خلعت خلافت پا کر کمال اور تکیس کے اونچی سیڑھی پر پہنچ گئے۔ اور باجائزتا مرشد اپنے وطن کو بازگشت کی۔

## یاد شیخ رحمت اللہ

آپ شیخ عزیز اللہ برتوکل قدس سرہ کے فرزند۔ مرید۔ اور نیز خلیفہ میں۔ آپ نہایت عالی مقام پندہ افعال نجدہ و اتراں ضمیمہ شناس۔ اور باطن سے آگاہ تھے۔ جب پندرہ گوار سے گجرات کی اجازت ملی۔ تو احمد آباد میں جا کر اُس کے ایک کنارہ قیام کیا خدا دوست دانشمندوں نے ہر طرف سے بہتر سکونت اگر آپ کی ہساگی میں مجر و بنائے۔ اور صوف پوٹون سے خانقاہ آباد ہوئی۔ اور اس سب سے وہ کوچہ شیخ پور کے نام سے مشہور ہوا کہتے ہیں۔ جس زمانہ میں فرمان روائی گجرات کی نوبت۔ سلطان محمد کو پہنچی۔ تو خطاب اور سکھ اُس کے نام سے تازہ جاری ہوا۔ اُس نے ہائیوں کا رتھ و فرستہ سے سنا شروع کیا۔ زمانہ گاتھا کہ محمود بیچارہ کو دیکھ کر اسی طرح لکھ خلیفہ قدیم میں سبجوالی نام اُس کا لکھی کا ہو جس کو زمانہ حال میں شیخ گالھی کہتے ہیں ۱۱۔ مترجم۔

مین ڈاکٹر بار سے باہر چلے۔ جلنے کا راستہ شیخ کے ہی کوچہ میں ہو کر تھا۔ ناگاہ شیخ کی نظر سچوالی بڑھی۔  
 ہنس کر فرمایا۔ آفتاب مٹی سے آلودہ اور آسمان ابر سے پوشیدہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ آواز جو پایہ کے کان میں  
 بڑی۔ تو اس کو خوشی ہوئی۔ دل میں مضبوطی سے ٹھان لیا۔ کہ اگر اس شاہزادہ کو تاج شاہنشاہی مل جاوے گا۔ تو  
 ان بشارت دینے والے درویش کا مرید کروں گی۔ آخر کار سلطان محمد کو اجل نے۔ سلطان مرتبہ سے اتار کر نستی  
 کے غار میں دیکھ لیا۔ تو کوس دولت محمود کے نام سے بجنے لگا۔ اور دایہ نے جو دل میں قرار دیا تھا۔ وہ بھی  
 پھیر ہوا۔ سبکیا تھا۔ شیخ کی خانقاہ کو رونق ہی کچھ اور ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس رونق پر بہائی کو رشک آیا آپ نے فرمایا  
 غیرت چھوڑ دو۔ کیونکہ میں فرود ہوں۔ اور تم مزدوری لینے والے ہو۔ چند روز بعد اپنے عنصری صورت ترک کر کے جانا  
 معنی کو سیرگاہ بنایا۔ اور کوئی فرزند آپ کا نہیں تھا۔ لہذا ظاہری قبضہ تمام شیخ سعد اللہ۔ اور شیخ سعد اللہ کو فرزندوں  
 کی طرف منتقل ہوا۔ اور اس عمل نے آپ کی راست بیانی پر گواہی دی مصرع روح پاکش غریق رحمت باد۔

### یا و فرزند ان شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ

آپ کے پلنگ بیٹے اور ایک دختر تھی۔ شیخ سعد اللہ۔ شیخ رحمۃ اللہ۔ شیخ حسن برست۔ شیخ نصر اللہ۔ شیخ شہر اللہ۔  
 بی بی عدلکہ اولین چار لڑکے پدربزرگوار کی اجازت سے گجرات کو چلے گئے۔ پانچویں لڑکے آپ کی ملازمت میں رہے  
 اولین لڑکے شیخ سعد اللہ کا طریق مشاں ولایا تھا۔ جب انہوں نے اس جہان سے رخصت ہو کر احمد آباد کے شیخ ماثرہ  
 میں ہمیشہ کے واسطے آرام فرمایا۔ تو ان کے بیٹے شیخ نعمت اللہ نے خرقہ خلافت زریب بدن کیا۔ اس شیخ نعمت اللہ  
 کے بعد ان کے بیٹے شیخ بدیع اللہ سجادہ نشین ہوئے۔ جب شیخ بدیع اللہ عالم علوی کو کوچ فرمانے لگے۔ تو  
 انہوں نے اپنے بیٹے شیخ فرید کو پناہ نشین کیا۔ شیخ فرید۔ نوشتہ تقدیر کے موافق گو ظاہری دولت کے اعتبار  
 رفیع الملکی رتبہ پہنچے۔ لیکن باطنی تجرید بیان تک بڑھی ہوئی تھی۔ کہ دنیاوی تعلق کو دل میں قطعی راہ نہیں ملی  
 اور دونوں جہان کی سعادت حاصل ہوئی۔ جب شیخ فرید گزر گئے۔ تو ایسا کوئی لڑکا نہیں تھا۔ جو کہا سے کرام کی  
 بیرونی ظاہر میں اور باطن میں دونوں طرح سے کرا جوتے وہ دنیاوی روش تلاش کرنے لگے۔ پس مدون و شیخی  
 جاتی رہی۔ اور شیخ رحمۃ اللہ کا حال جداگانہ لکھا جا چکا ہے۔ تیسرے لڑکے شیخ حسن برست دریلہ حدت  
 میں ٹوبہ بھونے۔ مجذوب اور حصود تھے۔ پانچویں وقت صرف ہنگام نماز ہوش میں آتے تھے۔ سلام کے ہمراہ  
 وہ عارتی ہوش بھی دعا کہ جاتا تھا۔ آپ کی قبر بڑوں میں ہے۔ اور بڑوں ایک شہر گجرات کا ہے وریا عنہ  
 لکھنارہ چوتھے لڑکے شیخ نصر اللہ کا سامان قیام گجرات کے خاندیس میں چلا گیا تھا۔ جب شیخ نصر اللہ کو آخرین

سفر پیش آیا۔ تو قلعہ آسیر کے تحت میں۔ ان کا جسم گرامی سپر فٹاک کر دیا گیا۔ قلعہ آسیر۔ اس صوبہ کے سلطان کا دارالسلطنت ہے۔ شیخ نصر اللہ کے بعد ان کے بیٹے شیخ عزیز اللہ نے جو ہنام جد تھے۔ بار خرقہ اپنے کندھے پر اٹھایا۔ جب شیخ عزیز اللہ نے بھی رحلت فرمائی۔ تو ان کے بیٹے شیخ بدیع اللہ ثانی دنیاوی طلسم میں مہنک ہو گئے تھے۔ لہذا اس ملک میں امیر اعظم ہوئے۔ شیخ بدیع اللہ ثانی کے بعد شیخ کریم اللہ نے پوری دولت کو قائم رکھا۔ شیخ کریم اللہ کے دو بیٹے تھے۔ شیخ رفیع اللہ شیخ خواجہ۔ دونوں کے دونوں جوان باپ کی زندگی میں ہی کوچ کر گئے۔ اور ہجری سن نو سو ستانوے میں باپ نے بھی عالم بقا کو رحلت فرمائی۔ اور اپنے سلسلہ کے واسطے آخرین حلقہ ہی ہوئے۔

## یاد مولانا محمد تابدکانی

آپ خوان آذنی ساجی کے راتہ خوار۔ اور خرم و علمنا کا من لدا علما کے خوش چین تھے شیخ زین الدین محمد خوانی سے بیعت تھے۔ شیخ الاسلام زندہ پیل احمد جام کی قبر سے۔ حقائق پناہی مولانا عبدالکریم جامی کی خدمت سے۔ اور نیز دیگر مشائخ سلسلہ کی صحبت سے نہایت کامیابی حاصل کی تھی۔ اور بزرگی کے اسباب جس قدر باکمال سالکوں کے واسطے درکار ہیں۔ یہ سب فراہم کر لئے تھے۔ آپ کے ہی حوالہ سے لوگ کہتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے۔ پیر کی نسبت ادب ملحوظ رکھنے میں۔ مجھے دو دفعہ کوتاہی ہوئی ہے۔ اول یہ کہ نماز پڑھنے کے وقت امام کے پانوں کے نیچے جاننا نہ تھی۔ اور میرے پانوں کے نیچے تھی۔ پیر نے فرمایا۔ اس جاننا کو ہٹا دو۔ مینے عرض کیا۔ میرے مذہب میں کچھ ہرج نہیں ہے۔ میں شافعئ الذہب ہوں۔ دو ستر یہ۔ کہ ایک روز پیر نے مجھ کو ایک کام کے واسطے ارشاد فرمایا۔ میرا وضو تھوڑا سا باقی رہا تھا۔ میں اس کو پورا کر کے تعمیل حکم میں مشغول ہوا۔ اب اس شکر مندگی کا علاج میں نہیں جانتا۔ کس دروازہ سے تلاش کروں۔ کس سے پوچھوں۔ اور کہاں پاؤں۔ اس قسم کی حیرت افزا باتیں کہہ کر پریشانی اور سرگردانی کے ساتھ زندہ تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک بار حقائق پناہی (مولانا جامی) آپ کی ملاقات کو گئے۔ حجرہ کے ایک طاق میں دو جلدیں رکھی تھیں۔ مولانا نے دریافت فرمایا۔ کون کون سی کتابیں ہیں۔ جواب دیا۔ ایک تو قرآن مجید ہے دوسرا میرا دیوان ہے۔ جو اہل زمانہ کی دست اندازی کے خوف سے بہاگ کر قرآن پاک کی پناہ میں جاگزین ہوا ہے۔ مولانا کی طبیعت یہ دل خوش کن بات سکر بیت خوش ہوئی۔

۱۵ بجو میرے رب نے ادب کیا ہے ۱۲ ۱۵ دہنے اس کو اپنی طرف سے ایک خاص علم سکھایا ۱۲

## یاد شیخ داؤد ابن قنصل اللہ قدس سرہما

آپ کی پیدائش شیرگڑھ کی ہزار شیرگڑھ صوبہ لاہور کا ایک قلعہ ہے۔ آپ نے علمی اور عیانی جملہ کمالات کی تحصیل سید حامد ابن شیخ عبدالرزاق ابن شیخ عبدالقادر حسنی جیلانی سے کی تھی۔ بعض کہتے ہیں ظاہری بیعت سے قبل عمر کا بہت سا حصہ ریاضت میں گزارا تھا۔ جب مشائخ طریقت کی پیروی بختہ ہو گئی۔ تو الہام غیبی کے بموجب آپ سید حامد قادری کے مرید ہوئے قدس سرہ اور جب فضیلتیں حاصل ہو گئیں تو فرقہ خلافت مل گیا۔ آپ خانوادہ قادریہ کے بزرگ حلفا میں سے ہیں۔ آپ کا دم موثر تھا۔ اور نفس میں قوت آئندہ تھی بہت سے قسی نقاب سیاہ باطن روگ آپ کی رہنمائی کی بدولت نفا نیت کے تیرہ و تار یک مکان سے نکل کر روحانی نور آباد میں پہنچ گئے۔ اور بہت سے سعید استعدا و اے اصحاب آپ کی ملازمت میں رہ کر سفلی منازل سے علوی مقامات کو ترقی کر گئے۔

ان میں سے ایک آپ کے بیٹے شیخ ابوالمعالی محمد ابن شیخ رحمۃ اللہ ہی تھے جن کا دل صاف طبیعت سوزون۔ اور فہم رسا تھی۔ شیخ ابوالمعالی کے بہت سے قصیدے اور غزلیں سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی تعریف میں ہیں۔ رسالہ محمدیہ قادریہ ہی انہیں کی تصنیف سے ہے شمالی قادریہ۔ بچۃ الاسرار۔ خلاصۃ المفائر۔ اور مفتح الاخلاص گیلانی۔ ان کتب کے اقتباس اور انتخاب کر کے یہ رسالہ ترتیب دیا ہے۔ اور اس میں اپنے حسن بیان سے سوز و محبت کی چاشنی پلائی ہے جس کا نشہ کا مان صحرا سے ساوک مستفید ہوتے ہیں۔

دوسرے شیخ سیف الدین عبدالوہاب تھے۔ ان کی عادتیں اور ان کے کام جملہ آرنفتہ اور پیراستہ تھے۔ واجب اور ممکن کا معاملہ جو مطلق وجود سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے حنیال کے بدون ایک سانس ہی نہیں لیتے تھے۔ اور عدم وجود سے جس کا سلسلہ بندی کے پانی کی طرح ممکنات پر متواتر پہنچ رہا ہے۔ ایک لحظہ ہی غفلت نہیں کرتے تھے۔ اور بَلْ هُوَ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ کے گروہ میں سے نہیں تھے۔

شیخ داؤد ہجری سنہ نوسو بیاسی میں عنصری خلعت اپنے جسم سے اتار کر عالم کیتانی کو کو حق فرما گئے۔ آپ کی قبر آپ کی نژاد بوم میں ہے۔

## یاد شیخ بدہن شطاری جو پوری

آپ شیخ عبدالسد شطاری کی نسل میں سے ہیں شیخ حافظ جو پوری کی خدمت جو شیخ عبدالسد شطاری کے خلیفہ ہیں۔ دونوں طرح کے علم حاصل کئے تھے۔ اور دونوں جہان کی سعادت کا سرمایہ تحصیل کر کے بہت کمالات فراہم کئے تھے۔ سلطان سکندر لودھی کے عہد میں رہنمائی۔ حقائق نمائی۔ اور خدا شناسی کو فروغ دیا تھا۔ بہت طالبوں کو شطاریہ طریقہ تعلیم کیا۔ شیخ عبدالحمق دہلوی جو اخبار الاحیاء کے مولف۔ اور سابق گلزار کے دوست ہیں۔ ان کے عم مکرم شیخ رزق الدین نے ذکر کی تلقین آپ سے ہی پائی تھی۔

مصارع حق رزق اور مشرب شطاریہ نیر داد

## یاد مولانا عبد الرحمن کاروگر

آپ کشف۔ معرفت۔ اور کرامات کے عالم تھے۔ تصوف ناموں کی نکتہ سنجی۔ اور مدارج توحید کی دقیقہ شناسی کو رونق صوفیوں کی محفل میں آپ کے ہی شمول سے ہوا کرتی تھی۔ غیبتی کی چھری سے آپ تمام صلاح توفیق کو کاٹ کر حق کے ساتھ مل گئے تھے۔ اور مشائخ وقت کے دریافت سے اور نیر درویشوں کی مساجد سے اسباب معرفت اور سرمایہ کمالات بہت کچھ فراہم کر لیا تھا۔

## یاد مولانا محمد حسرتی

آپ ایک لا اوبالی درویش۔ اور سرت فقیر تھے۔ ازلی توفیق کی رہنمائی سے آپ مولانا محمد تاباؤد کانی کی خدمت میں پہنچے اور مولانا کو اپنا پیروک بنایا۔ جس طرح پرکے تلقین ہوئی۔ چند چلے کینچ کر کامیابی حاصل کی اور وطن سے حجاز تک پیادہ پا اور روزہ رکھتے ہوئے جا کر حرمین معظمین کی طواف سے مشرف ہوئے۔

## یاد امیر سید علی قوام

آپ۔ سوانہ کے مساوات میں سے ہیں۔ خدا طلبی کی شورش کا ثمرہ یہ ہوا۔ کہ گہر بار سے آوارہ ہو گئے جب فہر جو پوری میں پہنچے تو شیخ بہا مالین جو پوری سے بیعت ہوئے۔ اور ظاہری و باطنی کمالات حاصل کیے۔ آپ کی آمد و خد جذبہ اور سلوک کے درمیان میں تھی۔ بعض مذکرہ نویس لکھتے ہیں۔ کہ آپ شطاریہ سلسلہ میں شیخ قاضی شطاری کے مرید ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ آپ کو تمام مشور خانوادوں سے نسبت چھٹی ہے۔ اور تمام دعاؤں سے اپنی مستعدا کی بدولت گونا گوں دانش و نبیض حاصل کی ہے۔ آپ کسی مہین

لے حمان بجائے محلہ سے مندرجہ حالہ دونوں ہوتے ہیں کہ کسی نام سے نہ

باس کے پابند نہیں تھے کبھی فرقہ پختے تھے اور کبھی تباہ بن کرتے تھے۔ آپ کا جذبہ سلوک پر غالب تھا۔ زیادہ تر زمانہ سکرمین گھر ملا تھا۔ اور کتر ہوشیاری میں۔ مگر ہوشیاری میں بھی عجیب حال ہوتا تھا۔ جب آپ تجلی کا تماشا کر کے خوش وقت ہوتے تھے۔ تو اس حالت کے جاتے رہنے سے مذمت ہوتی تھی۔ اور ندامت کا نالہ حیرت آسمان تک پہنچاتے تھے۔ المقصد رونے سے اس سوز و گداز سے ایک لمحہ بھی رہائی نہیں ملتی تھی۔ یہ بھی آج دو سو پانچ میں آپ کی جن پاک جسمانی غار سے پانوں نکال کر۔ اعلیٰ علم ارواح کو کوچ کر گئی۔ خواہنگاہ جونپور۔

### یاد شیخ سماء الدین دھلوی

آپ شیخ فخر الدین کے بیٹھن۔ بڑے بلند ہمت تھے اور ایثار کا درجہ روز افزون ترقی پر تھا۔ کم کمانے اور کم بولنے کی۔ اور سونا قطعی ہر کم کو دینے کی ہیضہ کوشش کرتے تھے آپ کے پدر بزرگوار آپ سے بہت خوش تھے۔ اور دوزخ علی الصبر آپ کے واسطے بر خور جاری اور سعادت مندی کی دعا۔ جناب باری میں کیا کرتے تھے۔ انہیں کی دعا کی برکتوں سے شروع آگاہی کے وقت آپ سید راجو کی خدمت میں جا پہنچے۔ اور سید راجو کی آمدنی و بیرونی پھر سے اہل دانش و نبیش ہو گئے۔ جب کالمین ولایت کے کمالات سے آپ سرفراز ہوئے۔ تو فرقہ خلافت فتح کلمین اسمعیل سے ملا۔ اور جب سفر حجاز کیا۔ تو احمد آباد میں شیخ احمد کھٹو مغربی کی ملازمت سے بہت کچھ فیض پایا شیخ جمال دہلوی کھٹے ہیں جس زمانہ میں شیخ نے رنت بہنور کے قلعہ کے نیچے گوشہ نشینی اختیار کی تھی۔ میں آپ کی خدمت میں کب سعادت کیا کرتا تھا۔ ایک روز آپ عین القضاہ ہمدانی قدس سرہ کی مکتوبات پڑھتے تھے۔ اس درمیان میں فرمایا عین القضاہ۔ ایک دفعہ آٹھ جگہ مدعو کئے گئے تھے۔ چنانچہ ایک ہی وقت میں آپ آٹھوں جگہ پہنچ گئے۔ اور اپنے خلوت خانہ کے لوگوں کے ساتھ ہی بدستور حضور ہی رہی۔ اس بیان کو دل کے اندر میری عقل نے بعید سمجھا اسی مذہب میں اپنے گھر پہنچا۔ تو شیخ کو اپنی آنکھوں سے گھر کے ہر ایک گوشہ میں کھڑا ہوا دیکھا۔ سمجھ گیا کہ یہ نمایش شبہ مذکورہ دور کرنے کے واسطے ہے۔ نوراً اپنے خیال سے بلا آیا۔ اور دل میں مضبوطی کے ساتھ یقین کر لیا۔ کہ درویشوں کو یہ طاقت ہے ایک ہی وقت میں کتاباں اور مثال جہوں کے ساتھ متعدد مکانوں میں نمایاں ہو سکتے ہیں علمائے زمانہ آپ کو تمام علوم میں استاد وقت شمار کر کے زانوی استفادہ آپ کے سامنے کرتے تھے۔ اور فرمان روایان عہد جیسے بیلوں لہوی۔ اور اس کے نزدیک والد کیا خویش دیکھانے۔ اور کیا اسیران اعظم تمام آپ کی آستانہ بوسی کو مریدانہ حاضر آیا کرتے تھے۔ اور جو مال تدرک کے واسطے لاتے تھے۔ قبول نہیں ہوتا تھا۔ اور اسی بے نیازی کے ساتھ زندگان آپ کی۔ خلائی ستائش



اندر پرستش میں بسر ہوتی تھی۔ ہجری سنہ نو سو نوین کو حج فرمایا۔ قبر علی میں ہے۔

## یاد شیخ جارا سدکی

شیخ قطب الدین پنوار <sup>لہ</sup> کا بیان ہے۔ آپ کا حلیہ یہ تھا۔ ایک پیرتے زورانی شکل کمر جھکی ہوئی۔ عمر انسی سے متجاوز اور ریاضت کی وجہ سے لاغر اور نحیف ہو گئے تھے۔ حنفی المذہب تھے۔ اکثر آپ کے درس میں حنفی فقہ پڑھائی جاتی تھی۔ ایک روز آپ عمر لانے کے واسطے پیادہ پا جا رہے تھے۔ اور رمضان کا مہینا تھا۔ نیسے راستہ میں دیکھا۔ تو کہا۔ یا شیخ کو متروح راجلا قال یا اخی ما سمعت ان اجروک علی قلبہ تعجبک و سراح نا و بوم اور خواہ بگاہ و دونوں مکہ معظمہ میں ہیں۔ مصرع اجرا و با و اتقا۔ ذوالجلال۔

## یاد خواجہ مرتضی تائبادی

آپ ایسے بلند مہمت اور عالی فطرت تھے۔ کہ نیتی اور بے نوائی میں بھی خوش دل رہتے تھے۔ مولانا زین الدین تائبادی کی خدمت میں خوشی کا تعلق تھا۔ کہتے ہیں۔ ایک سال جب کہ آپ کے سلوک کا آغا ہی تھا۔ اپنے ملک عراق سے چالیس غلام ترک لیکر سافرت اختیار کی تھی۔ تمام غلام خوبی اور عمر کے اعتبار سے زمانہ میں ایک دوسرے کا عکس تھے۔ جب آپ کی مہمت کو اور زیادہ صعو و ہوا۔ تو تمام کو راہ خدا میں آزاد فرما دیا۔ اور غلاموں کے سوا اور بھی جو کچھ مال تھا۔ درویشوں کے سامنے رکھ کر لوٹ کرادی۔ پھر ایک مدت دراز کے بعد جب تنگی اور سختی نے آگیرا۔ تو ایک واقفکار شخص نے آپ سے کہا۔ آپ کا فلان غلام بڑا مالدار ہے۔ پھر یہ تمام تنگی اور سختی کیوں ہے۔ آپ نے اس طور پر جواب دیا۔ بیت

اگر چہ گروا لو و فقرم شرم با و از ہمتم : اگر باب چشمہ خورشید دامن ترکم

ہمت کا ہاتھ۔ قناعت کے دامن سے کبھی پیچھے نہیں ہٹایا۔ اور لایح کا بچہ کسی دولت مند کی جیب میں کبھی نہیں ٹھالا۔

## یاد بابا حیدر ابدال

آپ تجرید کے میدان میں سبک رفتار۔ اور تفرید کے گوشہ میں گران بارتے۔ یہ چند کلمات۔ آپ کے متقیانہ اور ناصحانہ بیانات میں سے ہیں۔ یہ کلمات مولانا محمود کمانگر ہدائی نے آپ کے حوالہ سے بیان کئے ہیں (۱) اپنا دہن فرہ دار کسانوں کا پابند کر دینا خواری اور خواہش بڑا تا ہے۔ (۲) دل دنیا کی محبت میں بیخود

لہ پنواری بیایے فارسی دنوں ساکن دعا و مفتوح و الف در سے مہمہ کسورہ دیاے شناہ تختانی ایک قصیدہ نام پر سوار کالی میں ۱۱ لکھ شیخ

کیونکہ دنیا ایک عرصہ نما بڑھیا ہے۔ اسپرٹ ایک نگاہ کے سوا۔ دوسری نگاہ ڈالتا مباح نہیں ہے۔ (۳)  
 جن ضروریات کے سوا چارہ نہیں ہے۔ صرف انہیں پرکتفا کرو۔ کیونکہ جو چیز ایسی ہے۔ وہ دنیا نہیں ہے  
 (۴) فلک کے سایہ میں ست سوؤ۔ کیونکہ ایسی خواب دل میں تیرگی پیدا کرتی ہے۔ (۵) بیودہ گوئی سے زبان  
 پر وہن کو قفس بناؤ تاکہ حق کی یاد میں تم اس کو گلستان بنا سکو۔ آپ کی باتیں اکثر اسی قسم کی ہیں۔ میر فروری  
 اشرف نے اپنے تذکرہ کے مسودہ میں لکھی تین۔ جب میر فروری کی ہجرت سے ایک ہزار اٹھارہ میں عالم علوی سے  
 فرمان طلب ہو چکا۔ تو تعمیل فرمان دنیا کے وحشت آباد سے نہایت اشتیاق کے ساتھ عالم جاوید کو کوچ  
 کر گئے۔ اس واسطے مسودہ مذکور بیاض میں نہ آسکا۔ میں اس مسودہ کی تلاش میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ اور  
 حاصل ہونا۔ ثمرہ جست جو بھی امیدوار ہوں کہ بہم پہنچ جاوے گا۔ اور اصلاح سے درست ہو کر سننے والوں  
 کے واسطے عبرت کا باعث ہوگا۔

## یاد مولانا روح اللہ

آپ ایسے شریف اور سوختہ عشق تے۔ کہ عرفان اور سنجیدہ اعتقاد آپ کے خمیر میں داخل تھا۔ آپ کے  
 پیر بیت اور شیخ ارشاد کا نام کسی بیان کرنے والے کی زبان سے۔ اور کسی لکھنے والے کے قلم کے ذریعہ سے راقم  
 گلزار کے گوش گزار نہیں ہوا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ آپ کے طبقہ میں جو اصحاب بزرگ منش  
 تے۔ آپ ان اصحاب کے بڑے دوستوں میں سے تے۔ جیسا کہ مولانا زین الدین محمود کا لکھنے فرمایا ہے  
 ایک روز میں آپ کی خدمت میں اپنی سیاہی باطن کی شکایت پیش کی۔ تو آپ نے میری دل دہی کے  
 واسطے دریافت فرمایا محمود۔ اس آزاد گروہ کی صحبت میں تم کو ایک تاگہ کی برابر ہی دل بستگی ہوتی ہے  
 یا نہیں۔ میں نے کہا۔ جس قدر عبارت میں آسکتا ہے اس سے بہت زیادہ ہے۔ جواب دیا۔ تمہاری دو ٹوٹی  
 سعادت مندی کا نشان بس اسی قدر کافی ہے۔ اور ان دو بیتوں پر ناصحانہ بیان ختم کیا قطعہ۔

دل بندہ الامہ سردل خوشان

سوے تاریکی مشوخورشید ہاست

مہربان در میان جان نشان

اکوی نومیدی مرو امید ہاست

## یاد مولانا معین الدین واعظ ہروی

آپ لقصوف اور توحید میں۔ شاہ قاسم الوار کے قدم پر قدم مارتے تے۔ آپ کی پاک طینت میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۰۔ آپ پیادہ پا کیوں جاتے ہیں۔ جواب دیا۔ ہائی۔ کیا اپنے یہ نہیں سنا۔ کہ تمہارا اجر تمہاری نکالیف کی مقدار

حقیقت کی آبدار باتیں خمیر تھیں۔ اور آپ کا باذرع باطن معلومات کی تجلیات سے منور رہتا۔ آپ کی نصیحت کی مجلس بیمار ان شریعت کے واسطے دارالشفاء اور آپ کی موصدانہ تقریر طریقت کے مجروح باطنوں کے لئے باعث صحت تھی۔ اولاً اپنے رسمی علم کامل طور پر تحصیل کیا۔ پھر بہت کچھ تصنیف اور تالیف بھی فرمایا۔ بجز ان کے سیر البنی تفسیر کامل۔ اور حدائق الحقائق۔ سورہ یوسف کی تفسیر۔ تاویلات کے رنگ میں صلائے زمانہ کے نزدیک مشہور اور معتبر ہے۔ اور ہر آیت کے بیان میں توجیہ اور تاویل کے طور پر۔ رنگین الفاظ کے ذریعہ سے بہت کچھ عجیب و غریب معانی ادا کئے ہیں۔ تاکہ جو ذی نگاہ لوگ اہل دل میں۔ اُنکا ہوش اہل بڑھے۔ لکھتے ہیں۔ جب میں تفسیر سیر لکھ رہا تھا۔ تو بسم اللہ کی بے سے ولانس کے سین تک نبی علیہ السلام کا حلیہ اقدس طرفۃ العین کے واسطے بھی ظاہری نگاہ سے دور نہیں ہوا۔ اس بارہ میں بعض نوآموزان علم کا کتاب ہے۔ کہ ایسا لکھنے سے مراد یہ ہے۔ کہ لکھنے والے نے سنت نبوی علیہ السلام کی پیروی اور اُس کے قائم رکھنے میں کمال سعایت مد نظر رکھی ہے۔ اس تحریر کے بارہ میں راقم کی خاطر فاترین۔ یہ آیا۔ جس کسی کو یہ بات (اس درجہ پیروی نبوی) حاصل ہوگی۔ اُس کو وہ حالت فی الحقیقت کیون نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کا ثمرہ وہ ہو سکتا ہے۔

## یاد شیخ بہاء الدین شاہ باجن

آپ ابن حاجی معز الدین ابن علاء الدین۔ ابن شہاب الدین ابن شیخ ملک۔ ابن مولانا احمد خطابی مدنی ہیں۔ اہل بن خطاب کی نسل سے جو امیر المؤمنین عمر کے بہائی تھے رضی اللہ عنہ آپ کی زاد بوم احمد آباد گجرات اور خواہنگاہ برہان پورہ اندیس ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ ابن شیخ عزیز اللہ متوکل مندی کے مہدی تھے۔ آپ کے چوتے دادا مولانا احمد مدنی کے حالات لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ ابو دین کے مریدوں میں سے تھے۔ رسمی علم میں تبحر حاصل تھا۔ علم حدیث کی اکثر خشکات معاملہ میں صاحب حدیث علیہ السلام سے حل کر لیا کرتے تھے۔ ہیغہ آدمی رات کے وقت جب لوفہ منور کی آستانہ بوسی کے واسطے حاضر ہوا کرتے تھے۔ تو آپ کے واسطے حرم محترم کے دروازے۔ کشادہ ہو جایا کرتے تھے۔ یکایک دل میں سیر و سیاحت کی آرزو پیدا ہوئی۔ تو اپنے فرزند شیخ ملک کو ہمراہ لیا کچھ سفردست طلبا بھی ساتھ ہو گئے۔ اور چل نکلے۔ عراقین۔ خراسان۔ سلیمانہ النہر۔ سندھ کی سیر کرتے ہوئے۔ دہلی میں پونچے۔ یہاں پر آپ بڑے بڑے لوگ محبت کرنے لگے۔ نیز نوشتہ تفسیر دامنگیر سلطانہ والی ملک نے کمال عجز و ولاری اور منایت خواہش کے ساتھ عروسی جشن ترتیب دیکر شیخ ملک کو اپنا داماد بنایا

چند روز اس شہر میں افادہ و استفادہ کا ہنگامہ۔ روز افزون ترقی پر رہا۔ بعدہ بموجب التماس ہر اہمیان آپ شیخ ملک کو بیان چھوڑ کر خود مدینہ منورہ کو معاودت فرما گئے۔ اور وہیں کی خاک پاک میں آرام کیا۔

اب میں حاجی مغل الدین کے کسی قدر حالات بیان کرتا ہوں۔ شاہ باجن کے پدر بزرگوار حاجی محمد اللہ خادم جہانیاں سید جلال بخاری کے برگزیدہ خلیفہ ہیں۔ ایک سو چالیس سال کی عمر پائی تھی۔ سات دفعہ حرم شریفین کی زیارت سے زرا و صما اللہ شرفاً مشرف ہوئے تھے زاد بوم دہلی ہے۔ کہتے ہیں۔ آپ کو اپنے بزرگوں کا وطن اور دیدار دیکھنے کی تمنا۔ اور قوم سے ملنے کا شوق بید تھا۔ جس نے سفر حجاز پر براگینتہ کیا چنانچہ انتظام راہ کر کے۔ جو باتین ضمیر کے اندر مخفی تھیں۔ و نظاہر کر دکھائیں۔ سیاحی کے ذریعہ سے خوشی اور فرحت حاصل کر کے پر اپنے دارالاقامت میں چلے آئے۔ جب گجرات میں پہنچے۔ تو اس ملک کی خاک نے آپ کے پانوں کے ساتھ دل کا کام کیا۔ اس کے ساتھ عیال داری جو ہو گئی۔ تو یہ کیچ میں پنسے ہوئے پانوں کے واسطے زنجیری۔

القصد ہجری سنہ سات سو نوے میں شاہ باجن کی روح پاک۔ عنصری منظر کے ساتھ پیوند پاکر عالم طلسم کی سیر کے واسطے آئی۔ اور وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا ہوش بڑھتا رہا۔ بالآخر اور اک کامل ہو گیا۔ جب آپ کی عمر چار برس کی ہوئی۔ تو آپ کے پدر بزرگوار شہید ہوئے۔ اور جب آپ چودہ سال کی عمر کو پہنچے۔ تو عقل آئی۔ دست ارادت سے شیخ رحمۃ اللہ کا من بکڑا۔ اکیس برس تک شیخ کی گرامی صحبت فیض حاصل کیا۔ اور درجہ ولایت کو پہنچے۔ پہر اجازت لیکر سفر حجاز کو خشکی کے راستہ سے چل نکلے۔ جب خراسان میں پہنچے تو عالم مثال میں دیکھا۔ کہ حضور خاتم النبوة علیہ السلام آپ کے پیر کو ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اپنے مرید سے کہ دو حیناں حج جو کیا تھا۔ قبول ہوا۔ اب لوٹ جاوے۔ اور برہان پور خاندیس میں قیام کر کے۔ دہان کے طالبوں کی رہنمائی کرے۔ اس کی تعبیر اپنے رحلت پیر سے کی چنانچہ نفس الامرین ہی ایسا ہی ہوا۔ چونکہ پیر کے کوئی فرزند نہ تھا۔ لہذا پیر نے اپنے بیٹے شیخ احمد عطاء اللہ کو جانشین کیا۔ اور ایک خاص فرقہ سپرد کر کے فرمایا۔ شیخ بہاء الدین باجن کو پود پچا دینا۔ جو خراسان سے لوٹ کر آویں گے۔ جب آپ اکیس برس بعد سفر سے لوٹ کر گجرات میں آئے۔ تو بمعیل ارشاد پیر۔ امانتی خرقتہ لیا۔ اور دو سکر روز مرقد پیر کی آستانہ بوسی کے واسطے گئے۔ خوش بچہ گانے والوں کو فرمایا۔ کہ کانوں چنانچہ گانا سکر خوش ہوئے۔ خانقاہ کی مبارکباد غیب کی طرف سے ہے کہ کانوں میں آئی۔ اطمینان خاطر روز بروز بڑھنے لگا۔ چند سال شیخ احمد عطاء اللہ کی

نہایت میں گزیرے۔ پہر باطنی اشارہ کے بموجب دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ دولت آباد میں پہنچ کر برہان معرفت سلطان برہان الدین غیب کے مرقد مبارک کا طواف کیا۔ اور علو ہمت کی درخواست کی۔ میان سے شہر بید میں پہنچے۔ بید میں شیخ منجملے تھے جو منصور زمان مسعودیک کے خلیفہ تھے۔ ان کی ملازمت میں اپنے چلہ کشی کی۔ ایسی مقبولیت پیدا ہوئی کہ مسعودیک کی خرقہ عنایت ہو گیا۔ پہر آپ گجرات کو لوٹے۔ اور یہاں پر آٹھ سال تک پہر حجرہ کے اندر خلوت اور ریاضت میں نفس کے ساتھ لڑائی لڑانے رکھی۔ اس کے بعد دیرینہ فرمان کی تعمیل عمل میں آئی جو برہان پور میں رہنے کی نسبت تھا۔ اور اس وقت پر منحصر تھا۔ خاناپور ایک موضع سواد برہان پور میں ہے۔ اس موضع میں آگر ایک مسجد میں چند مدت تک بسر کی۔ حاکم صوبہ کو اطلاع ہوئی۔ تو نہایت عذرو معذرت کے ساتھ آپ کو شہر میں لے آیا۔ آپ کے واسطے گھر۔ خانقاہ۔ جامع مسجد۔ اور خواجگاہ تعمیر کرائی۔ راقم گلزار اس عمارت میں چند بار گیا ہے۔ صاحب عمارت کے مرقد کا طواف کیا ہے۔ اور نماز جمعہ بھی پڑھی ہے۔ القصد شاہ باجن نے اس عمارت میں رہ کر بقیہ عمر تعمیر باطن میں گزار دی۔ بحری سنہ نو سو بارہ تھا۔ ایک رات اپنے شیخ انصاح الدین کو جو آپ کے دل سوز دوستوں میں سے تھے۔ اپنے کوچ کی خبر دی۔ کہ علی الصباح باجن کے غسل اور نماز جنازہ کے لئے۔ آنے سے دریغ نہ کیجئے گا۔ چنانچہ آپ حسب فرمان از روی صبح کے وقت کوچ فرما گئے۔ اور تعمیل وصیت بھی عمل میں آئی۔ ایک سو دو سال کی عمر ہوئی۔ مہر ع زنگی بامعراہم مدفن ہوا۔

## یاد مولانا نظام الدین حسین

آپ مولانا علاء الدین محمد کتب دار کے بیٹے ہیں۔ جوانی میں بیرون کی سی معرفت۔ اور پیری میں جوانوں کی ہی ریاضت تھی۔ آغاز ہوش سے واپسین نفس تک روز افزون معرفت اور خدا شناسی کے نشہ میں مست رہے۔ کہتے ہیں۔ جہان گردی۔ اور بادیر پیائی کا شوق آپ کے دل میں حد سے زیادہ تھا۔ ایک بار روم کے راستہ میں ہایک سید کے گھر سمان ہوئے۔ میزبان سید کی لڑکی دائمی صلح میں مبتلا تھی۔ مگر اس رات دیرینہ الم سے تسکین رہی۔ علی الصباح جب سمان نے سفر کے واسطے کوچ کیا۔ تو روزمرہ کی تکلیف اور گریہ و زاری پہر پٹ آئی۔ مالک مکان نے راہز کو ایک بہانہ سے واپس بلوایا۔ اور اسی طرح دو تین بار رحلت اور معاودت عمل میں لائی گئی۔ آخر کار جو پردہ روی راز پر پڑا ہوا تھا۔ وہ اٹھ گیا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ اس دختر کی صحت اس جوان کے قدم کی برکت سے ہے۔ لہذا بے علاج یوں ہی اس لڑکی کا آپ کے ساتھ عقد کر دیا۔ میر علانی آبیری اسی لڑکی کے پیٹھے ہیں۔

## یاد مولانا غیاث الدین احمد

آپ تمام عمر بیرونی شہت و شو۔ اور اندرونی جہاڑ پونچھ میں مصروف رہے۔ مولانا محمد مکتب دار کے فرزند اور نیز مرید ہیں۔ اپنے کلام میں آپ نے نکما ہے۔ میں نے مولانا جامی کی خدمت سے چند معرفتیں اور انہی حقیقتیں حاصل کی ہیں۔ مولانا محمد روحی از روئے محبت چاہتے تھے۔ کہ میں اپنی طرف سے آپ کے نام اجازت نامہ لکھ دوں۔ مگر اپنے باظہار شرمندگی یہ کہا۔ کہ میں اپنے پدربزرگوار کا خلیفہ ہوں۔ اور مولانا محمد روحی کے خلافت نامہ کے لئے اپنے تئیں لائق نہ جانتا۔ عذر کے ساتھ پیش آئے۔ مولانا نور اللہ فرماتے تھے۔ مکتب دار کے صاحب زاوہ شیخ روحی سے زیادہ چالاک اور پیش رو ہیں۔ بلکہ سلوک کے راستہ میں ان کا قدم اپنے باپ سے بھی زیادہ استحکام کے ساتھ بڑھا ہوا ہے۔

## یاد میرعلانی آسینی

آپ مولانا نظام الدین حسین کے فرزند ہیں۔ جو مکتب دار کے بیٹے تھے۔ آپ کے دل پسند اقوال اور عجائبات افعال۔ ربانی جلال و جمال کا نسخہ تھے۔ کہتے ہیں۔ جس زمانہ میں ترکمانوں کا غلبہ ہو گیا تھا۔ تو قاضی محسن کے خدمت گزاروں میں سے دو سیاہ باطن اشخاص میر کے گھر کا دروازہ کھول کر اندر گئے۔ اس وقت میر گھر پر موجود نہ تھے۔ میر کے رط کے بچے۔ مارے خوف کے پریشان ہو کر ہاگ گئے۔ یہ دونوں ظالم لوٹ پر اتر پڑے۔ اور جو کچھ ملا۔ لوٹ کر واپس چلے گئے۔ جب صاحب خانہ آئے۔ اور چوٹے چوٹے بچوں کو ہراسان دیکھا۔ تو جس جانب وہ دونوں نابکار گئے تھے۔ اس جانب خشم آلود نگاہ سے نظر کی۔ اسی دم جس نے دروازہ کھولا تھا۔ گر پڑا۔ اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ جس کے کئی چوٹے چوٹے ٹکڑے ہوئے۔ اور دوسرا شخص دیوانگی کے ساتھ ایسا رسوا ہوا۔ کہ پرہوش آیا ہی نہیں۔ قاضی محسن نے جب یہ عجیب کرامات دیکھی۔ تو سخت تعجب کیا۔ اور اسی وقت شرمندگی اور عند خواہی کے ساتھ میر کے مکان کی طرف دوڑے۔ خانہ نشین لوگ پہر آنے والوں کا ہجوم دیکھ کر مارے ڈر کے کاپنے لگے۔ میر نے فرمایا۔ مت ڈرو۔ اور مت کانپو۔ یہ لوگ بہتاری دل جوئی اور عند خواہی کے واسطے آتے ہیں۔

## یاد شیخ غیاث الدین انکور

آپ بعض روایت کی روسی ہر وی ہیں۔ جذبہ اور ساوک دونوں ساتھ ساتھ رکھتے تھے۔ بزرگان وقت کی ملازمت سے فیض کے آثار آپ کے حالات میں پائے جاتے تھے۔ مولانا نظام الدین حسین کی خدمت

میں دانداری کی باتیں گراگرمی کے ساتھ ہوا کرتی تھیں۔ پہلو نشین دشمن (نفس) پر جو آپ کو فتح حاصل ہوئی تھی۔ تو مولانا کی ہی امداد سے ہوئی تھی۔ آرزو مند ان طریقت کے حق میں آپ ایسی نصیحت اور تلقین فرمایا کرتے تھے۔ جو بالکل آئینہ کی طرح صاف۔ روشن۔ اور سراسر فائدہ مند ہوتی تھی۔ منگاک کی مسجد میں جب آپ منوی پڑھا کرتے تھے۔ تو اپنی زبان مبارک کے عمدہ عمدہ لہجے پر نکتے اور توجیہات لوگوں کے سامنے بیان فرمایا کرتے تھے جن کو بعض لوگ لکیر ہی رکھتے تھے۔ جب جذبہ کا جوش سر سے اونچا نکل جاتا تھا۔ تو ایک شخص آپ کے مرید تھے حافظ اشتر ان کا نام تھا۔ ان کے کندھوں پر آپ سوار ہو کر چکر لگایا کرتے تھے۔ آپ کی دعا کا انجام۔ آغاز اجابت کے ساتھ ہمیشہ دوش بیدوش ہوتا تھا۔ آپ کے لڑکے میر عبد اللہ تھے۔ ان کو سلاک باغیہ۔ یا عزیز باسلوک کہنا چاہئے۔ دارالاسلام علیہ السلام میں تلقین فیض کیا کرتے تھے۔ اور آدمیوں کو آدمیوں کی عادت۔ اور بزرگی اخلاق کے ساتھ موصوف ہونا تعلیم دیتے تھے۔ جس وقت جذبات کو متوج ہوتا تھا۔ اس وقت العیاذ باللہ اگر کوئی شخص گستاخی کا خیال ہی دل میں آتا تھا۔ تو بے تامل ایسے سخت برنج و تکلیف میں پھینا تھا کہ گویا اوپر پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

## یاد مولانا محمود کمانگر بیدائی

آپ کا لقب زین الدین ہے۔ مولانا نظام الدین حسین ابن مکتب دار کے فرزند ہیں۔ آپ عالم عامل عارف۔ عاشق۔ عالی ہمت۔ اور والا فطرت تھے۔ بہت برس خراسان میں رہ کر گزارے۔ جب بدعت کی اشاعت اور امور زانماز اسلام کا ظہور اندازہ سے اتنا زیادہ ہوا۔ کہ لوگوں کو برداشت کی طاقت نہیں رہی تو قرہ اس کا ناخوشی ہوا۔ آپ بے تاب ہو کر قندہار کی طرف چلے آئے۔ کتے ہیں۔ جب آپ کا آغاز جوانی ہوتا تب رسمی علوم تحصیل کرنے کا خیال آپ کو پیدا ہوا۔ ایک روز مولانا نور اللہ کی خدمت میں سبق کی اجازت چاہی۔ مولانا نے فرمایا۔ کیا تمہاری یہ آرزو ہے۔ کہ صدر مفتی۔ قاضی۔ محتسب۔ مدرس۔ خطیب۔ امام مہتری یا مستولی بنو۔ اور اس گروہ دانوں کے افعال۔ رفتار۔ احکام۔ اور آثار جیسے کچھ ہیں۔ وہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے۔ جس پر مخفی ہوں۔ پس تبریہ ہے۔ کہ ان عالی منصبوں کے اسباب فراہم نہ کرو۔ اور اس جماعت کے کارنامہ سے عبرت حاصل کر کے خدائے پاک کی یاد سے اپنے دل کو منور کرو۔ میں عرض کیا۔ نہیں۔ بلکہ میری یہ آرزو ہے۔ کہ حرف۔ نحو۔ منطق۔ اور معانی کے ذریعہ سے قرآن پاک کے لطیف اور عجیب غریب رموز۔ اور حدیث نبوی علیہ السلام کے عمدہ عمدہ نکات۔ اور اشارات اپنی فطرت کے لائق معلوم کروں۔ اور پوچھنے

والوں کے ادراک - اور حال کے موافق ان کے معانی جواب میں بیان کیا کروں - مولانا نے فرمایا - تم جس قدر بھی زیادہ پڑھو گے - تم کو مبارک ہوگا - مقاصد کے ادراک میں ہمتار اور جہ اوچار ہے گا - میں نے عرض کیا - کن کے درس میں کتاب کو لوں - فرمایا - مولانا غیث الدین احمد کی خدمت میں - کتے میں - توڑے ہی عرصہ کے اندر تمام فنون کی تمام کتابوں میں دستگاہ پیدا ہوگئی - اور آپ مقاصد اور مبادی کے بیان کرنے میں گویا زبان وقت ہوئے - آپ کی مجلس میں بزرگان سلف کے سو دستاواں بیان ہوا کرتے تھے - جس کے سبب سے آپ کی مجلس کیا تھی - ایک عجیب پنڈا مرتھی - اور جو شخص آپ کے حلقہ میں داخل ہو گیا - وہ مستفیج بھی ہو کر نکلا - مابعد کا فقرہ آپ کے پسندیدہ اقوال میں سے ہے - جس شخص کی جراد - خدا کے سوا ہوگی - وہ کبھی درویشوں کی خدمت سے فائدہ نہیں اٹھاوے گا - رباعی

عاشق کہ زہر دوست دادے خواہد	یا بردر وصلش الیتا وے خواہد
ناکس تر از دوس بنود در عالم	کز دوست بجز دوست مرا وے خواہد

### یاد مولانا نور اللہ

آپ مولانا حسین واعظ کے فرزند اور مولانا سعد الدین کاشغری کو مدینہ میں - آپ کا دل اللہ تعالیٰ فی السموات والارض کے فردغ سے روشن - اور وان میں شئی الا عیندنا خزائنه کے خزانہ سے تو نگرتا وہی اور کبھی علوم میں - اور الہی اور دنیاوی مراتب کے شناخت میں آپ لیتا تھے - زیادہ تعجب کی یہ بات ہے کہ آغاز جوانی میں جب آپ داخل درس ہوئے ہیں - تو سخو کا ایک رسالہ بھی نہیں پڑھے پائے تھے - کہ خدا طلبی کا شوق پیدا ہوا - جس کی بدولت کتابی نقوش کی تحصیل سے دل افسردہ ہو گیا - آپ لکتے ہیں شیخ عبد الکریم یمنی میرے بارہ میں فرمایا کرتے تھے - کہ بہت جلد اس نوجوان کے علم اور صوفی گری کا شہرہ ایک جہان میں ہو جاوے گا نیز بہت جلد تمام عقلا اس جوان کی پسندیدہ تقریر سے معلومات حاصل کر کے خوشیاں مناویں گے - بالآخر جیسا شیخ نے فرمایا تھا - ویسا ہی وقوع میں ہی آیا - مجھ کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے سر پر علوم کا مینہ چاروں طرف سے پانی کی طرح برستا ہے - اور مجھ کو نصف قرآن نغماً اور معنی ایک رات میں یاد ہو گیا تھا - اس کے بعد تحصیل علم اور حقائق شناسی کی استعداد دم بدم ترقی کرتی جاتی تھی - یہ بالکل سچ ہے - کہ شیخ یمنی کی موثر دعا - جو نور اللہی راست روی کے ساتھ ہم آغوش ہوئی - تو اس خیر و خوبی کے ساتھ - الہی معرفت کا نتیجہ ظہور پذیر ہوا -

۱۲۷۷ھ (۱۸۶۱ء) میں مولانا نور اللہ نے مولانا غیث الدین کاشغری کے حوالے سے فرمایا کہ میرے پڑے ہیں ۱۲



## یاد شیخ میر جان

آپ زینیہ خانوادہ میں شیخ علی صوفی کے مرید ہیں۔ دارالاسلام نجارا میں آپ واعظ باعرفان باعدائت بامواعظ تھے جب آپ پند و نصیحت شروع کرتے تھے۔ تو حسب تقاضا وقت زبان سے ایسی باتیں فرمایا کرتے تھے جو دل پسند اور خرد آفرین ہو کر تین تین فنا اور آزادی کا نشہ شیخی اور بزرگی کی شان۔ ضرورت سے زیادہ آپ میں پائی جاتی تھی۔ ناموری کی خوشی کو پوچھ اور پوچھ سمجھ کر اس شعر کے ساتھ ترنم فرمایا کرتے تھے پست

در میان خلق آمدی سر جان

نام مشہور کہ بیزارم از ان

## یاد شیخ جلال متو

آپ شاہ شہباز کے خلیفہ ہیں۔ اور خواجگاہ برہان پور میں ہے۔ نقیوت و تحقیق اور تکمیل و توحید کی آپ میزان تھے۔ بہت سے سالکان طریقت۔ آپ کی ملازمت سے الہی معرفت اور بیدار ولی کے اعلیٰ درجہ کو پہنچ گئے۔ منجملہ ان کے

ایک سراپا محبت ورد اور مجسم سوز و گداز سید ابراہیم بکری تھے۔ جن کی رفتار میں عرفانی جہاں نظر آیا کرتی تھی۔ اور اقوال سے حقیقت تراوش کیا کرتی تھی۔ آپ کی رہنمائی سے بہت سے لوگ سلوک کے راستہ پر بڑھ کر اصل مقصد کو پہنچ گئے۔

دوسرے شیخ زین الدین شیشہ کرتے۔ عرفانی مقامات اور منازل کے گلزار میں بہار آپ ہی سے تھی استغراق اور توحید کی کیفیت بے انتہا بڑھی ہوئی تھی۔ عالم علوی اور ممکن بہشت کو گنچ انگلیوں سے دیکھا کرتے تھے۔ صفت حقیقی جمال کو دل کا قبلہ گاہ بنا رکھتا تھا۔ جس وقت آپ کو یاد حق میں گرمی آجاتی تھی تو آپ کی زبان سے آگ کے شعلے نکلا کرتے تھے۔ بیان تک کہ ہسایون کو حنیال ہوتا تھا۔ کہ آپ کے گہرین آگ لگ گئی ہے۔ اور گہرا کڑھانے کے واسطے دھڑے آتے تھے۔ بیان آگ کا نام و نشان ہی نہیں طساکھا۔ اور اصلی حقیقت پر ہی آگاہی نہیں ہوتی تھی۔ اس سبب کیران رہ جاتے تھے۔

تیسرے میاں پیار جی تھے۔ آپ حقیقی وصال کی مجلس کے محرم۔ اور دریائے شہود و کشف کے تیزاک تھے۔ آپ کے رونے میں یہ اثر تھا۔ کہ جس سے دوزخ کی آگ بھی بجبہ جاوے۔ اور آپ کے تبسم سے باغ ارم میں شگفتگی پیدا ہوتی تھی۔ تمام عمر درود و سلام بھیجنے میں گزار دی اور حضور اقدس سر و بانیا علیہ و علیہم السلام کا حلیہ مبارک اپنے انہیں جسمانی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ اور سلام اور جواب سلام کے

شرف کے ہی مشرف ہوئے تھے مصرع چشم اور روشن ز نور احمد مختار باد۔

## یاد شیخ کبیر

آپ شاہ شہباز کے خلیفہ ہیں۔ تحقیق۔ توحید۔ مشاہدہ۔ اور معائنہ یہ تمام چیزیں آپ کو حاصل تھیں۔ عرفان اور وجدان کا فروغ آپ کی پیشانی سے عیان تھا۔ مرشد کے کل اسرار اور حالات۔ آپ کے علم میں تھے۔ خواب گاہ برہان پور ہے۔

## یاد شاہ میان جی چشتی

آپ شیخ نجم الدین ابن شیخ بہار الدین صدیقی کے صاحبزادہ ہیں۔ زاد بوم ادخوابگاہ دونوں مشہور تھے۔ میں اپنی آپ چھوٹے ہی تھے۔ کہ آپ کی ماں نے آپ کا عقد کر دیا تھا۔ آغاز شباب تک آپ حاکم رہے۔ ایک لڑکی ہی ہوئی تھی۔ مگر خرد سالی میں ہی مر گئی۔ پر الہی جذبات پیدا ہوئے۔ اور شرعی تکلیفات دور ہو گئیں۔ جو کچھ آپ کی زبان سے نکل جاتا تھا۔ یا آپ کے دل میں آتا تھا۔ وہ ایزوی مشیت کے موافق ہی ہوا کرتا تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ ایک وہی بیچنے والی عورت آپ کے سامنے سے نکلی۔ وہی کا گھڑا اُس کے سر پر تھا۔ آپ نے اُس کو پاس بلا کر فرمایا۔ اپنے گھڑے کو اوندھا کر دے اور اس میں جو کچھ ہے۔ گرا دے۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ ایک ماہر اسانپ وہی میں سے نکلا۔ سلطان غیاث الدین۔ اور غیاث الدین کے بیٹے نصیر الدین خلجی کا زمانہ تھا۔ کہ آپ عنصری جسم میں رہ کر جاتمندوں کو کامیابی کی خوش خبری سنایا کرتے تھے۔ سلطان محمود خوارزمی کے عہد میں تیرہویں ذی الحجہ اور ہجری سنہ تھینا نو سو اٹھارہ تھا۔ کہ آپ نے جسمانی مکان سے رخصت ہو کر عالم ربانی کو کوچ فرمایا۔ مصرع مشاروح اولوز ازل باد۔

آپ کے ایک بہائی تھے شیخ جموں نام۔ صاحب حالات و مقامات تھے۔ اعتباراً اور مقبولیت ہی اچھی تھی شیخ جموں کی قبر۔ ان کے بہائی کے برابر میں ہے۔ شیخ جموں کے ایک لڑکے تھے شیخ نور الدین نام تھا۔ اپنے عم کریم اور پدربند گوار کی جگہ سجادہ نشین تھے۔ ہجری سنہ نو سو اکتالیس میں جسمانی جہان سے روحانی عالم کو کوچ فرما گئے۔ وارث۔ سوائے ایک چار ماہہ دختر کے کوئی نہیں چھوڑا۔ دختر کا نام خدیجہ بی بی تھا۔ خدیجہ بی بی کی حقیقت حال بڑی لمبی جوڑی ہے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہجری سنہ ایک ہزار دو میں جب خدیجہ بی بی کے اہل کے شیخ قطب الدین نے عالم فنا سے گلزار بقا کو کوچ کیا۔ تو یہ رابعہ وقت اپنے آبا و اجداد کے روضہ کی یاد کر کے شہر منٹو (مانڈو) میں چلی آئیں۔ اور روضہ مذکورہ کی خبر گیری بقدر استطاعت کرنے لگیں۔

آپ نے اس تاریخ سے اس تاریخ تک کہ ہجری سنہ ایک ہزار اکیس ہے۔ اپنی اقامت اور عبادت کی برکات سے راقم کے مکان کو سعادت دارین سے مشرف کر رکھا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ عارفات کے گروہ میں ہر طرح کی ثابت قدمی۔ جوانمردی۔ ایثار اور قناعت کے ساتھ مثل خدیجہ بی بی کی دسویں صدی میں کوئی نہیں ہے۔

## یاد شیخ ظہور حاجی حمید حضور گوالیاری

آپ مولانا ظہیر غزنوی کے بیٹے ہیں۔ آپ کے عنصری جسم کی اقلیم جو جسمانی اور روحانی حصوں کو شامل ہے۔ شہنشاہ عشق کا تخت گاہ تھی۔ اور آپ کے امکانی بدن کی کشور۔ جو ظاہری اور باطنی اجزا پر مشتمل ہے محمدی شریعت اور طریقت سے علیٰ صاف جہا افضل الصلوٰۃ والسلام پر رونق تھی۔ کہتے ہیں۔ آپ کے پدر بزرگوار غزنین سے سوداگری سلسلہ میں ہند کی طرف آمد و رفت رکھا کرتے تھے۔ ہجری سنہ آٹھ سو پینس میں آنیو عالم الہی کے باطنی شہر سے۔ عالم وجود کے صحرا میں نزول فرمایا۔ ایک سال بعد نوزاد بچہ کے کرشمے ایسے دل ربا ہو گئے۔ کہ ہم خواب کو ہمراہ لانے کا باعث ہوئے۔ اتفاق کی بات ہے۔ کہ اُس سال کے ایام زندگانی پورے ہوئے۔ مجبوری دودہ نہ پونچنے کے سبب نوزاد کے نازک ہونہ نہ خشک شہد کی مانند ہو گئے۔ اور اُس کا نازک ساتھ جو ہنسنا تھا۔ وہ اب اگر یہ نیاز کی تلخی سے تبدیل ہوا۔ باپ نے اُس کی پرورش کے واسطے بہت جلد دودہ پلانے والی دایہ مقرر کر دی۔ دوش عاطفت پر اٹھا کر سب جگہ اور سب حال میں ہمراہ لئے پھرتا تھا۔ اور اُس کی جدائی کسی بیان سے بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ اس اثنا میں ایک رات قافلہ والوں پر ڈاکو کا گروہ آپڑا۔ اور مولانا ظہیر کو شمشیر کے جان گزرا زخم سے شہید کر کے اُس سخت جگر کے دل کو داغ میتھی دیا۔ ایسا سمجھنا چاہیے۔ کہ ان کی وفات کا رنج۔ باپ کے مقتول ہونے کے درد سے حاملہ تھا۔

القصد۔ جس قصبہ کے متصل اور اُس کی حدود میں قافلہ اوترا ہوا تھا۔ علیٰ الصباح اُس قصبہ کا مقدم اُس وقت رسیدہ زمین پر پہنچا۔ تاکہ قافلہ سالار کی حقیقت حال معلوم کرے۔ اور گئے ہوؤں کے واقعات کی تفتیش و تحقیق عمل میں لاوے۔ وہاں جا کر دیکھا۔ ایک بچہ زمین پر پڑا ہوا۔ رو رہا ہے۔ کمال مہربانی اور آرزو کے ساتھ گود میں اٹھایا۔ اسی درمیان میں ایک گمانی کے گوشہ سے ایک عورت نکل آئی۔ اُس سے پوچھا۔ تو کون ہو۔ جواب دیا میں ابن تیم کی دایہ ہوں۔ مقدم کے دل کو جو یہ فکر تھی۔ کہ اس شیر خوار بچہ کی غم خواری میں کیے کروں گا۔ اس سے اُسکو نجات ملی۔ اور خوشی پر خوشی ہوئی۔ بچہ اُسی دایہ کے سپرد کر کے اپنے گھر لے گیا

پہلے پوروش اور روز افزون التفات کرنے لگا۔

اب غوثی تفصیل کا طومار۔ اجمال کے ہاتھ سے تہ کر کے مغزِ قضیہ لکھا ہے۔ جب اُس خرد سال بچہ کو ہوش آئے لگا۔ تو رسمی علم اور درسی فضیلت کی تحصیل شروع کی۔ مقدم کے دل میں ہی آپ کا یہ عمدہ طریقہ کب گیا۔ اور تحصیل کا بہت سا ضروری سامان ذمہ داری اور اہتمام سے ہم پونچایا۔ جب تحصیل علم کے ذریعہ سے آپ کے دل میں پوری فراست پیدا ہو گئی۔ اور نیز آپ ماجرا سے گزشتہ سے آگاہ ہوئے۔ تو اُس منصب کو چھوڑ کر گوالیار میں قیام فرمایا۔ تاکہ جو علوم اور فنون فراہم کیے ہیں۔ اُن کا داد و دستہ شروع کر دیں۔ اور علم کے بازار میں صرانی کی دوکان کھولیں۔ یہ کاروبار جاری ہی تھا۔ کہ اس درمیان میں ازلی حکم سے آپ کے سینہ میں خدا شناسی کا ولولہ اور طلب کا شعلہ پیدا ہوا۔ ڈھونڈتے بٹولتے آپ کو شاہ قاضی شطاری کی خدمت میں راہ ملی۔ اور بیان پر اپنے تئیں اپنے سلسلہٴ معیت میں سلسل کیا۔ توڑے سے عرصہ میں کاسکار مرشد کی بامعرت تلقین سے مرید کو دولت مراد حاصل ہو کر کمال خوشی ہوئی۔ جب پیڑ بگوارنے رحلت فرمائی۔ تو مخدوم زاہد حقیقی شاہ ابوالفتح ہدیہ اللہ مرست کی خدمت میں رہ کر توفیق ازلی کا جس قدر فیض شاہ قاضی کی خدمت باقی رہا تھا۔ وہ شاہ مرست کی خدمت گزاری سے حاصل کیا۔ جب آپ کی عمر میں چالیس برس کا چلہ پورا ہو گیا۔ اور ادھر توفیق کی شراب کا دور ختم ہوا۔ تو اپنے سفرِ جاز کی اجازت چاہی شاہ ابوالفتح نے نامدار خانوادوں کی خلافت کا خرقہ عطا فرما کر سفر مبارک کی اجازت دی۔ یہ واقعہ شاہ ابوالفتح کے ذکر میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ وہاں پر دیکھ لینا چاہیے۔ جب رخصت حاصل ہوئی۔ اور ارادہ بھی مصمم ہو گیا تو اپنے سیاحی کی چادر کندھے پر ڈالی اور ہر سمت اور ہر شہر کے بزرگوں اور عارفوں سے راہِ تصوف میں معنوی سلوک اور منزل شناسی کا توشہ حاصل کیا۔ منجملہ ان سب کے۔

آپ کا اعلیٰ درجہ کا ذخیرہ وہ ہے۔ جو اویسیہ سلسلہ میں شیخ علی شیرازی کی خدمت سے ملا تھا۔ شیخ علی شیرازی کا لقب علی ثانی ہے اور شیخ عزیز الدین عبداللہ مصری کے خاص مرید ہیں۔ جو ایک روایت سے امام زمان ابوالوقت خواجہ اولیس قرنی بمبئی کے بے واسطہ مرید ہیں۔ انواع و اقسام کی اثر بخش دعائیں اور طریقہ صوفیہ کے اشغال۔ یہ چیزیں امام زمان کی نسبت محکوم کا حکم رکھتی ہیں۔ اور علی ثانی کو سلسلہ کے معین طریقہ سے تہوڑی تہوڑی کر کے عنایت ہوئی تئیں۔ یہ سب علی ثانی کے ارشاد کی برکت سے حاجی حمید حضور کو بھی پہنچیں۔

دوسرے چشتیہ سلسلہ میں شیخ محمد غیاث چشتی کی ملازمت سے سپردگی نامہ۔ اور اجازت کا فرقہ حاصل ہوا شیخ محمد غیاث چشتی۔ خواجہ معین الاسلام کے بزرگ خلیفہ ہیں۔ اور خواجہ معین الاسلام۔ شیخ حسام الدین مانک پوری کے خلیفہ تھے۔

خلاصہ اس تمام گزارش کا یہ ہے۔ کہ آپ نے حج اور عمرہ کے تمام ارکان ادا کر کے مدینہ معظمہ کے طواف کا عزم فرمایا۔ اور وہاں پر چالیس برس کا ایک چلہ نبی علیہ السلام کے روضہ قدس کی جاروب کشتی میں بے انتہا شوق کے ساتھ پورا کیا جب عمارت بدن میں پیری کی سستی پیدا ہوئی۔ تو ایک روز مواجہ میں ادب کے ساتھ کھڑے ہو کر عرض کیا۔ حاجی حمید حضور کو پیری کی ناتوانی نے آویا۔ اور ظاہری فرزند کوئی ہے نہیں۔ پس یہ ابن احمد یہ اور احمد یہ اسرار کو کیا کرے۔ جو اس کی قوت ملکہ میں محفوظ ہیں۔ اور نیز جو مکاشفہ میں بزرگان امت حضور کی پیروی سے فراہم ہوئے ہیں۔ اور یہ اسرار کس کو سپرد کرے۔ جس طرح ارشاد ہو تعمیل کی جاوے کتے ہیں۔ خواب کے پردہ میں دو خرد سال باکمال سعادت مندوں کی دو مثالی اور نیالی صورتیں آپ کی چشم بصیرت کے سامنے کر دی گئیں۔ اور ارشاد ہوا۔ یہ فرشتہ نما صورتیں جن اطفال کی ہیں۔ دو ہمارے باطنی خزانوں کی خزاہی گری کے واسطے ازل سے نام زد ہیں۔ اور ان کا دیدار ہند میں تم کو فکر تلاش سے رہائی بخشنے گا۔ پس ارشاد کے مضمون سے اپنے یہ اخذ کیا۔ کہ زمین ہند کو بازگشت کی اجازت ہے۔ جب دریائے اعظم سے گزر کر اپنے مکان مالوت کو الیاء میں واپس آئے۔ تو چند روز بعد جو حلیہ خواب میں دیکھا تھا۔ وہ شیخ بھول اور شیخ محمد کی صورتوں میں بحالت بیداری جلوہ گر آیا۔ یہ دیکھ کر بہت کچھ شکر الہی بجالائے اس وقت میں شیخ محمد کی عمر سات برس سے متجاوز تھی۔ اور خدا شناسی کے کوچہ میں ابھی یہ طفل نو خرام تھے۔ اپنے دونوں کو موثر نفس کی امداد سے اپنی طرف کیبج خدمت میں متوجہ کیا۔ اور ناموسو خانوادوں کے مشائخ جو کمالات اور حالات رکھتے ہیں۔ ان کے اطوار اور اسرار سے مخصوص شطاریہ مشرب کی رفتار۔ دعوت کافن اذکار کی طرز۔ اور اشغال و تصورات کی سندیں۔ غرض کہ کل چیزیں دو سال کے اندر تعلیم و تلقین فرما دین شیخ بھول کو ہمراہ لیکر صوبہ بہار کی طرف سیر کو چلے۔ اور شیخ محمد کو چنار کے کوہستان میں حجرہ ریاضت کے اندر حصول معرفت کے واسطے مشغول فرمایا۔ پھر چند روز بعد شیخ بھول کی سفارش شیخ محمد سے کر کے حصول فیضان کے واسطے ان کے پاس روانہ کیا۔ شیخ محمد نے بہائی کی گرہ کشائی۔ پیر کی خدمت سے سمجھ کر لوٹا دیا۔ اور اس بتا آپ کے حضور میں ایک عرض لکھا انشاء اللہ تعالیٰ یہ ماجرا ان دونوں بزرگوں کے ذکر میں ایک متوسط تفصیل

کے ساتھ لکھا جاوے گا۔

کتے ہیں۔ تیرہ سال اور چند مہینے بعد جناب حاجی صاحب نے معاہدہ فرمائی۔ مرید کو مراد کے ساتھ کامیاب پایا۔ اور مرید کی مشاق آنکھیں اپنے دیدار سے منور فرمائی۔ مرید نے ہی ایام ریاضت میں یہ کام کیا کہ اپنے اعمال کو پانچ طریقوں پر ترتیب دیکر ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی جس کا نام جوہر خمسه رکھا تھا۔ یہ کتاب شریعت و سلوک کے اطوار اور طریقت و تصوف کے اسرار پر مشتمل ہے۔ اور جمیع خدا شناس سالکوں کے واسطے دستور العمل کا حکم رکھتی ہے۔ جب یہ کتاب مرید نے پیر کی خدمت میں پیش کی۔ جو حالات عرفان کو شامل ہے۔ اور اس کا انجام بھی عرفان ہے۔ تو پیر نے خوش ہو کر فرمایا۔ اسرار اور اعمال کے جوہرات۔ جو میرے تصرف اور قدرت میں تھے۔ وہ قبل ازین تم کو حوالہ کر چکا ہوں۔ اور میں نے اپنے پاس نام کے سوا کچھ نہیں رکھا تھا۔ اب نام کو بھی کتاب کے صلہ میں جو معلم افعال ہے۔ تمہارے اوپر تصدق کرنا ہوں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر سجا لاکر فرمایا۔ خدا کا احسان ہے۔ کہ اس تنگ کوچہ (دنیا) میں آتے وقت جو رنگ رکھتا تھا۔ بیان سے جاتے وقت اُس وقت کے ہم رنگ ہونا اس کے چند روز بعد فارغ البالی اور دل آسودگی کے ساتھ تاریخ بائیسویں ذی الحجہ ہجری سنہ نو سو تیس کو فرق کی تفرقہ سڑے (عالم دنیا) سے مجمع الجمع کی جمعیت آباد (عالم علوی) کو کوچ فرما گئے۔ آپ کی خوبگاہ بہار اور سارن کی زمین پاک میں ہے۔ جس کا طواف چوٹے بڑے اب بھی کرتے ہیں۔

مصروع طواف مرقد مردان نصیب اینان باد

یاد شیخ ابوالفتح ہدیۃ الدہر مست

آپ شیخ قاضی شطاری کے بیٹے ہیں۔ قدس سرہما آپ کی کرامتیں ظاہر اور مقامات عالی تھے

بزرگان زمانہ کے تلقین محل میں دانش و نبیش کا چراغ جلا رکھتا۔ کتے ہیں۔ آغاز جوانی میں آپ پدر بزرگوار

کی تلقین سے رہ گئے تھے۔ شیخ ظہور حاجی حضور آپ کے باپ کے خلیفہ ہیں۔ انہوں نے آپ کی رہنمائی میں پرستار

ہمت اور عزم کو کام فرما کر دو جہانی کمالات سے مستفید کیا۔ اور تصوف کی منزلیں اور مقامات طے کر ادئے

بیان تک کہ آپ مسند پر رونق بخش ہوئے۔ بالآخر جو خلافت کا فرقہ آپ کے پدر بزرگوار سے حاجی حضور کو ملا تھا۔

وہ حاجی حضور نے آپ کو دیا۔ اور کہا۔ شیخ قدس سرہ نے یہ فرقہ آپ کے لیے میرے سپرد فرمایا تھا۔ اب آپ

اس کو پینیں۔ اور طالبان خدا کی رہنمائی کریں۔ اس کے بعد چند روز اور حاجی حضور نے آپ کی خدمت میں

کوشش کی۔ خرقہ خلافت آپ کا لیا۔ اور اپنے تین شیخ ابوالفتح کی خلافت سے مشہور کیا۔ کہتے ہیں ہجری  
سنہ نو سو چھیالیس میں جنبت آشیانی نصیر الدین بہایون شاہ نے جب صوبہ بنگالہ فتح کیا تھا۔ تو شاہ آپ  
کی ملازمت میں حاضر ہوا۔ اور جب دارالسلطنت آگرہ کو واپس آنے لگا۔ تو نہایت ادب اور آرزو کے ساتھ  
آپ کو اپنے ہمراہ لیا۔ اثنائے راہ میں شاہ کو دشمنوں کی نظر لگ گئی۔ اور شکر میں تشویش اور پراگندگی پیدا ہوئی  
مجبوراً شیخ ابوالفتح نے جاجی پور میں قیام فرمایا۔ اور واپس نفس تک یہیں رہے۔ جب زمانہ زندگی پورا ہوا  
تو اسی جگہ آپ کی قبر بھی بنی۔ آپ کے بیٹے شیخ زکریا الدین تھے۔ صورت و سیرت۔ علم و عمل۔ اور حال و  
قال میں بد بزرگوں کی مثل تھے۔ باپ کی جگہ سجاوہ نشین ہوئے۔ شیخ کمال الدین سلیمان قریشی جو۔  
رافقہ کے معلم ہیں شیخ زکریا الدین کے بڑے خلیفہ ہیں۔

## یاد مولانا شمس الدین محمد زبیرک

شیراز کے بزرگ علمائے آپ کا شمار ہے۔ عبارت آرائی۔ اور استعارات پیدا کرنے میں کمال کا درجہ  
حاصل تھا۔ سلطان محمود کلان کے عہد میں اپنے وطن ترک کر کے۔ اپنے قدم مبارک سے صوبہ گجرات کو رونق  
بخشی تھی۔ اور آپ کے التفات سے سلطان محمود العاقبت نے بہت کچھ فائدہ اٹھائے مگر محمود شاہی  
آپ ہی کی تصنیف ہے۔ تشبیہ۔ توجیہ۔ تمثیل۔ اور استعارہ کے ذریعہ سے حکایت لکھنے میں شور انگیز شیرینی  
عبارت کے اندر بہت کچھ پیدا کی ہے۔ اس کتاب کے واقعات پڑھنے سے تاریخ پڑھنے والوں کا دل خوش اور  
عبرت و تجربہ اور حیرت و آگاہی سے مالا مال ہوتا ہے۔

## یاد شیخ بخشو

آپ خدا دوست ہیں فرق من اللہ (ولادت) اور وصل الی اللہ (بعثت) کا آپ کا مکان  
دکن سندھ میں تھا۔ کچھ کے درخت سے ایک شیرہ (دودھ) نکلتا ہے جس کو ہندی زبان میں تاڑی کہتے ہیں  
اکثر لوگ نشہ اور کیف کے واسطے پیتے ہیں۔ چونکہ آپ کا قدم۔ شریعت کے راستہ پر استوار تھا۔ اس واسطے اپنے  
ایک لفظ جاگیر کی امداد سے تاڑی کے گڑوں کو توڑ کر پینے والوں کو پینے سے روکا۔ اس عداوت سے یہ لوگ  
ایک مدت اس بات پر آمادہ ہوئے۔ کہ شیخ کو عالم ہستی سے ہی نیت و نابود کر دینا چاہئے۔ جب فراہم ہو کر آپ کے  
حجرہ کے پاس پہنچے۔ یکایک اندھے ہو گئے۔ یہ کراہت دیکھ کر ناچار تمام لوگ عذر و معذرت کے واسطے روتے  
ہوئے شیخ کے آستانہ پر حاضر ہوئے۔ اور سر زمین پر کہ دیا۔ اپنے ازناہ مہربانی انہوں کی طرف نگاہ کی۔ جو رنجی

جاتی رہی تھی۔ وہ پریٹ آئی۔ قصہ کوتاہ یہ ہے۔ کہ ہجری سنہ نو سو سولہ میں۔ آپ نے مکان بستی کے کوچ فرمایا۔  
تین بیٹے چوڑے شیخ بدین شیخ حسن اور شیخ معین الدین۔ ان میں اولین صاحب زادہ۔ علوم متداولہ  
کے آراستہ اور حسن بافعال کے ساتھ پیراستہ باطن میں فراع۔ اظہار میں پاکیزہ تھے۔

## یاد شیخ عطن

آپ ترکی نسل سے ہیں۔ آپ کے رسمی اور لدنی علوم کمال کے درجہ کو پہنچے ہوئے تھے۔ سلطان بکنور  
دوہی کا زمانہ تھا۔ جب آپ ترکستان سے ہند کی طرف آئے۔ اور ناگور کو اپنا وطن اور ابدی آرام کی جگہ قرار دیا۔  
ایک سو بیس سال زندگی اور زندہ دلی کے ساتھ گزارے بہت لوگوں نے آپ کی ملازمت سے نوز معرفت  
حاصل کیا۔ بالخصوص حقائق آگاہ شیخ مبارک ابن جعفر نے آپ کے موثر اور فیض بخش دم سے تلقین  
پائی تھی۔ یہ حال کچھ توڑا سا شیخ مبارک کی مبارک یادداشت میں بھی انشاء اللہ لکھا جاوے گا۔

مصراع عطا ہائے انہی روز شیش باد۔

## یاد شیخ عبد اللہ بیابانی

آپ شیخ سہار الدین دہلوی کے بیٹے ہیں۔ علم اور معرفت میں کمال رکھتے تھے۔ آبادی سے ہلک کر بیابان میں  
بسر کرتے تھے جب بہوک کی آگ بڑھتی تھی۔ تو خود روگھاس کھالیا کرتے تھے۔ چاروں ہنصلین آسمان کے نیچے گزارتے  
تھے۔ ربانی کلام حفظ تھا۔ ایک بار روزمرہ ختم کیا کرتے تھے ہر روز صبح کے وقت صحرائی دھوش باد پر عتاب کے  
دیدار کے واسطے آکر چاروں طرف گرد جمع ہوا کرتے تھے۔ جب آپ اشارہ فرماتے تھے۔ تب اپنا اپنا راستہ  
لیتے تھے۔ فرمان روایان خلجی کا زمانہ تھا۔ کہ منڈو (مانڈو) میں آئے۔ قلعہ کے نیچے کا جنگل آپ کو بہلا معلوم  
ہوا۔ ایک مدت تک آپ نے وہیں بسر کی۔ لوگوں کی صحبت کم رکھتے تھے۔ جب فرمان طلب پہنچا۔ تو کشادہ خیالی  
کے ساتھ پیشگاہ قرب کو روانہ ہوئے۔ خواہ گاہ موضع چتری میں ہے قلعہ منڈو سے تین کوس کے فاصلہ پر جنوب  
اور مغرب کے گوشہ میں۔ آپ کے کوئی لڑکانہ تھا۔ البتہ آپ کے چچا زاد بھائیوں میں ایک ضعیف العمر شخص تھے  
شیخ بین نام تھا۔ شیخ حسین کو خوشگلی اور اذیت خلی غایت درجہ تھی۔ راقم گلزار کے ساتھ ملا سم یک جہتی  
رکھتے تھے شیخ جمال کنبو مصنف سیر العارفین کے اشعار جو شیخ سہار الدین کی مدح میں ہیں۔ وہ شیخ حسین  
کو یاد تھے۔ موقع اور محل پر پڑھا کرتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار سات میں کوچ فرمایا۔ ایک لڑکا چوڑا نام بنیا۔ شیخ  
گوڑن نام۔ بنیا علی الاطلاق اس کو باطنی نوز عطا فرماوے۔



## یاد شیخ چندن قریشی

آپ کی خوابگاہ اگرہ میں ہے۔ دینی علوم۔ پہنیزگاری۔ بلند ہمتی۔ ایثار۔ توکل۔ شان بزرگ۔ اور حال پسندیدہ یہ صفات آپ کو حاصل تھیں۔ آپ افضل زمان شیخ ابوالفضل مبارک ابن خضر کے جہادوری ہوتے ہیں۔ ایک روایت سے شیخ سماء الدین دہلوی کے مرید ہیں۔ جو شیخ جمالی دہلوی کے پیر تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ واسطے عین عنایت الہی سے کہ صورت علم ایسی سے مراد ہے۔ چار چیزیں کافی ہیں۔ علم و عمل۔ عمر۔ اور عافیت۔ اور یہ چاروں چیزیں۔ طینت بشری کے خمیر میں داخل ہیں۔ ان کے حصول کے لئے دعا کے ذریعے خواہش کرنی چاہیے۔ جب عبودیت کا درتہ کمال کو پہنچے گا۔

## یاد شیخ ابوبکر قریشی

آپ نے سلطان سکندر لودھی کے زمانہ میں۔ اصلی وطن سے آکر دارالسلطنہ اگرہ میں مقامت اختیار کر لی تھی۔ رسمی علوم میں آپ کو تبحر حاصل تھا۔ اپنے وقت کے پہنیزگارتے۔ وصایا سے امام محمد رحمہ اللہ پر۔ اور اصول بزودی پر ایک شرح لکھی ہے جو مشکوٰۃ کو حل کرنے والی۔ اہم نکتہ آرا ہے۔ کہتے ہیں۔ ایک رات عالم مثال میں۔ خاتم النبوة علیہ السلام کی ملازمت حاصل ہوئی۔ حضور سے ارشاد ہوا۔ جاؤ۔ وہ زمین۔ جس میں عصا گاڑا گیا ہے۔ اس میں ایک کنواں کھدواؤ۔ علی الصباح اس زمین کو جا کر جو دیکھا۔ تو ایک گڑھا نم ناک پلایا۔ جو گاڑے ہوئے عصا کے نوک کی مقدار سے تھا۔ آپ نے حکم کی تعمیل نہایت کوشش کے ساتھ کی اب اس جگہ ایک کنواں ہے۔ جو ہمیشہ شیریں پانی سے مالا مال رہتا ہے۔ آخرین سفر کے بعد جوگی پور میں دفن کئے گئے جو اگرہ کی اطراف میں ہے۔

## یاد شیخ جلال محمد قادری

آپ کی پیدائش دہلی کی ہے۔ ظاہری علم کی تحصیل کے واسطے گجرات کی طرف چلے گئے تھے۔ تمام فنون متداولہ۔ اور علوم درسیہ تحصیل کئے۔ اس کے بعد خدا شناسی کا دلولہ دل سے جوش کر اٹھا۔ رہنما شہد کی تلاش ہوئی۔ ان ایام میں شیخ بہاء الدین انصاری ملتانی شہر سنڈو (مانڈو) میں تھو ان کی۔ فیض بخشی کا شہر اپنے سنا۔ کان کھڑے ہوئے۔ ناچار گجرات سے سنڈو میں آکر بہائیہ مریدوں کے زمرہ میں داخل ہو گئے۔ اور چند سال شیخ انصاری کی خدمت میں رہ کر دانش و نیش کا حصہ لیا۔ جب آپ کے پیر۔ حاکم مالوہ سلطان محمود خلجی سے رنجیدہ ہوئے۔ تو آپ نے بھی پیر کے ساتھ دولت آباد دکن کا عزم کیا۔ بیان پر نابکار نفس کی

کی لڑائی میں کمال کوشش کر کے فتح حاصل کی۔ بعدہ لوگوں کی ہدایت کے واسطے برہان پور میں رہنے کی اجازت مانگی۔ اہ ملی۔ جب سفر حجاز کو گئے۔ تو دل میں یہ ٹھانی۔ کہ اگر زندہ واپس آؤں گا۔ تو جس شہر میں رہنے کا حکم ہوا ہے۔ اسی شہر میں قیام کے واسطے بسترہ جمادون گا۔ اتفاقاً اثنائے راہ میں دستون کی بیماری لاحق ہوئی۔ جس نے آپ کو ہمارے یوں کے ساتھ چلنے سے باز رکھا۔ بے علاج قافلہ مستہنا۔ اور آبادی سے دور ایک جنگل بیابان میں رہ گئے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں۔ ایک شتر سوار۔ اوگٹ راستہ سے آنکلا۔ اور بیمار کا مقصد پوچھنے لگا۔ کیفیت عرض کی گئی۔ پر اپنے شتر سوار کے کہنے کے بموجب آنکھیں بند کر لیں۔ شتر سوار نے ہاتھ پکڑ کر اونٹ پر سوار کر لیا۔ اور جلدی سے آنا دیا۔ جب آنکھ کھولی۔ تو اپنے اپنے تین منا کے بازار میں پایا۔ نہایت خوشی ہوئی۔ اور کمال عجز و نیاز کا اظہار کیا چند روز بعد جو لوگ ہمراہی میں تھے۔ وہ بھی پہنچ گئے اور آپ کے پہنچنے کی سرگزشت سن کر کمال حیرت ہوئی۔ القصد حج اور عمرہ کے ارکان ادا کر کے ہند کی طرف معاودت فرمائی۔ اور برہان پور میں آکر گھر ہی بنایا۔ اور خانقاہ بھی تعمیر کی بہت سے لوگوں کو ہدایت کر کے اسی معرفت کے درجہ کو پہنچایا۔

کہتے ہیں۔ ایک رات پیر نے خواب میں فرمایا۔ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا خرقہ جو مجھ کو پہنچاتا تھا وہ اب تمہارے پاس مانت ہے۔ اُس خرقہ کو بید میں فلان روز شیخ محمد طہانی کو پہنچا دو۔ جو ہمارے خاص خلیفہ ہیں۔ چونکہ تین شبانہ روز کی مدت میں تین سو کوس کی مسافت طے کرنے کی گنجائش نہیں تھی۔ لہذا بجائے پانوں کے بازوئے ہمت پر راز میں ڈالا اور غداً و ہا شہر و تر و احھا شہر کی طاق تظاہر فرمائی۔ پاکی واد کما کہتے تھے۔ کند ہوں پر بالکی کو۔ اور زمین پر پانوں کو مس نہیں ہوتا تھا۔ مسلمان تخت کی طرح ہوا میں نہایت سبک چلی جاتی تھی۔ وقت معیہ سے پہلے جہان پہنچاتا۔ جا پہنچے۔ اور توڑے عرصہ میں برہان پور کو لوٹ آئے۔

شاہ شہباز کے خلیفہ شیخ جلال متو کو ایک ذات ایسا معلوم ہوا۔ جو جو فرشتے آسمان سے زمین پر آ رہے ہیں۔ دریافت کیا۔ کس کام کے واسطے ماموری ہوئی ہے۔ فرمایا۔ شیخ جلال کی روح مقدس کے استقبال کے واسطے ہم بھیجے گئے ہیں۔ شیخ جلال متو نے اپنے تین مطلوب سمجھ کر علی الصبح واپس سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس اثنا میں ایک دوست آئے۔ اور بیان کیا۔ آج رات کو عالم قدس کے باشندوں نے مجھے

۱۲ اُس کی صبح کی منزل ایک مینے برکی (ماہ) ہوتی اور (اسی طرح) اُس کی شام کی منزل مینے برکی (راہ ہوتی) ۱۲

شیخ جلال محمد قادری کی رحلت کی اطلاع بخشی ہے۔ ہنوز کلام انجام کو نہیں پہنچا تھا کہ ایک شخص مجلس میں آیا۔ اور شیخ جلال محمد قادری کے واصل حق ہونے کی خبر بیان کی۔ تاریخ تیسویں ربیع الاول ۱۰۷۱ ہجری سنہ نو سو اٹالیس تھا آپ کی قبر برہان پور کے بازار میں مقدر تھی۔ کہ بنائی گئی۔

## یاد شیخ احمد ناولی

آپ شاگرد اودیز مرید شیخ حسین ناگوری کے۔ اور فرزند قاضی مجدد الدین کے ہیں۔ جو قاضی شمس الدین کے پوتے تھے۔ نسل میں امام محمد شیبانی کو پہنچتے ہیں۔ جو امام اعظم ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے دوست تھے۔ کہتے ہیں شیخ احمد سات بہائی تھے۔ جو تمام علم۔ اور پرنیزگاری کا لباس رکھتے تھے۔ لیکن علم عمل۔ عمر۔ اور عبادت کے اعتبار سے سب میں زیادہ بزرگ آپ ہی ہیں۔ سولہ برس کی آپ کی عمر تھی۔ کہ زمانہ کے تمام علماء پر علمی بحث میں آپ غالب تھے اور دولت مندوں کی محفل میں بالانشین تھے۔ اٹارہویں سال میں دہلی طہر پر بیت کر کے مجلسوں میں بیٹھا۔ اور مباحثے کرتا ترک کر دیا۔ اور گوشہ نشینی کے اٹارہ پر جمیر میں آ پہنچے۔ روزمرہ آدھی نائٹ کے وقت خواجہ معین الاولیا کے روضہ پر جایا کرتے تھے۔ یوسفی اعجاز سے دروازے کھل جاتے تھے۔ اور اُس وقت سے لیکر چاشت کے وقت تک سولے ورد۔ دعا۔ نماز نفل۔ اور نماز فرض کے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ نہ کوئی حرف زبان سے نکالتے تھے۔ اس کے بعد سولے کے وقت تک درس۔ قیلو۔ نماز فرض۔ اور مستحب۔ دعا خوانی۔ وعظا گوئی۔ اور تفسیر میں مشغول رہ کر ایک پبلک مارنے کی فرصت ہی اپنے اوپر جان نہیں سمجھتے تھے۔

**القصة**۔ اسی طرح پر شہر برس اُس جگہ گزارے۔ ہجری سنہ نو سو بائیس میں جب کہ آپ کی عمر نوے کو پہنچی تو خواجہ معین الاولیا کی طرف سے اطلاع ملی۔ کہ اس شہر میں ایک عظیم آنت ہمارے والی ہے۔ لہذا آپ اپنے مریدوں کا گروہ ساتھ لیکر اناسا نکا کے حادثہ سے سات روز پیشتر بہتر سکونت ناولی میں جا پہنچے۔ تین برس بعد المدین منجلیہ سزاہ آپ کا مقابل ہوئے۔ اور کہا۔ احمد۔ دوڑو۔ عنقریب پیغام طلب آتا ہے۔ ناچار آپ سرگردان اور پریشان ناگوار ہوئے۔ دو سے سال پچیسویں ہجری سنہ نو سو تالیس میں عالم علوی کو کوچ فرمائے۔

غوث الاولیا کی تصنیفات سے کچھ اور ادھین۔ ان میں صاحب ممدوح تخریر فرماتے ہیں۔ جس زمانہ میں کہستان چنار میں رہ کر نفس کے ساتھ میں بہاری لڑائی کر رہا تھا۔ اُس زمانہ کا ذکر ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ شیخ شرف احمد۔ عیسیٰ منیری۔ بہار اور بنگالہ کے مشایخ گیارہ کا گروہ ساتھ لے ہوئے۔ دیباے گنگا کے کنارہ کڑے ہوئے ہیں۔ اور اس درویش کو بلاتے ہیں۔ جب خواب کے میدان ہوا۔ تو طاعت میں حاضر ہوا۔ اور شاد ہوا۔

ناگور تک تم چار سو ساٹھ چوبیسے ہزار کیا۔ تو قبول نہیں ہوا۔ فرمایا۔ آج قطب زمان شیخ احمد مجید خلیفہ شیخ حسین  
 ناگوری نے عالم علوی کو کوچ فرمایا ہے۔ اور حضرت خاتم النبوت علیہ السلام نماز جنازہ کے واسطے تشریف  
 لائے ہیں۔ مشایخ کے پونچنے کا انتظار دیکھ رہے ہیں۔ یہ تقریر سن کر مزید انکار کی گنجائش نہیں رہی۔  
 شرف الاولیاء نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور ہو کما۔ ہم فوراً دہلی میں پہنچ گئے۔ اس صوبہ کے مشایخ وہاں منتظر تھے۔  
 فراہم ہو کر ایک ساتھ صوفیوں جو کما۔ تو اپنے تئیں ناگور کی حدود میں پایا۔ ناگاہ حوض برتلی کے کنارہ ایک تابوت  
 نظر آیا۔ جس کے نزدیک سرور انبیا علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے۔ اور بزرگانِ مشرق و مغرب گروہ کے  
 گروہ کھڑے ہوئے تھے۔ اس درویش کو اولین صفت میں بلایا۔ اگلی شیخ فرید الدین عظام کی طرف ارشاد ہوا۔  
 کہ اپنے فرزند سے کہو۔ کہ امام بنے۔ کمال ادب اور ڈر سے بدن پر عرشہ پیدا ہو گیا۔ عرض کیا گیا۔ یہ ڈرتا ہے اور  
 اس کے سوا کوئی اور ذی جسم اس جگہ ہے ہی نہیں۔ فرمایا۔ کہو۔ امامت کرے۔ میں نے عرض کیا۔ نماز جنازہ کی نیت  
 اور دعائیں جو اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ یہ ناواقفیت کا عندیہ ہی حضور میں پیش کیا گیا۔ فرمایا۔ جنازہ کی نماز میں  
 کسی خاص نیت اور دعا کی شرط نہیں ہے۔ بس توجہ اور تکیہ کافی ہے۔ اس پر درویش نے ترکیب کی تعلیم  
 کے لئے التماس کیا۔ فرمایا۔ کہو الصلوٰۃ لله والمتوابع للصلوات اللہ اکبر۔ اور ہر بار آنکھ  
 بند کرو۔ اور کہو لو۔ اور اللہ اکبر کہو۔ بیان تک کہ چار تکبیریں پوری ہو جاویں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ جب  
 آپ کو سپرد گوڑ کر دیا تو رسول خدا نے تحفہ سلام درویشان حاضر و غائب کو پہنچا کر۔ کوچ فرمایا۔ شرف الاولیاء نے  
 میرا ہاتھ پکڑا۔ اور اپنے تکیہ میں لے آئے۔ جب آنکھ کھلی تو اپنے تئیں معمولی جگہ پر پایا۔  
 خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ آپ کی بزرگی میں کسی شخص کو کلام نہیں ہے۔ آپ اپنے پیر کی طرح خاندان بنوی  
 علیہ السلام کی محنت میں گویا بہن تھے۔ ربیع الاول مہینے کے اولین بارہ روز میں۔ اور محرم مہینے کے اولین  
 دس روز میں ہاتھ میں کی طرح نیا اور ڈھلا ہوا کپڑا نہیں پہنا کرتے تھے۔ اور سو گواروں کی طرح زانو پر سر۔ اور سر ہر  
 ہاتھ رکھے ہوئے۔ نوحہ اور نالہ کرتے رہتے تھے۔ اور کہنا اور شربت جو کچھ ہاتھ سے بن پڑتا تھا۔ درویشوں کو  
 اور یتیموں کو دیا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی سید کے مقابلہ میں شرعی دعویٰ پیش کرتا تھا۔ تو آپ منہ اور  
 سماجت کے ساتھ ایسی صورت پیدا کرتے تھے۔ جس میں سید کی جانب داری نکلتی ہوتی تھی۔ اور کہا کرتے  
 تھے۔ سادات کے ساتھ از روئے عروت پیش آنا چاہیے۔ نہ از راہ شریعت۔ آپ کی خواب گاہ سلطان  
 انارکین حمید اللہ اولیاء کے روضہ میں اپنے پیر بزرگوار کے مزار کے تحت میں ہے۔

## یاد شیخ عبد الوہاب

آپ بخاری - ملتانی - اور سید جلال شریک نسل سے ہیں۔ جو مخدوم جہانیاں کے جد امجد تھے۔ کہتے ہیں۔ سید جلال بزرگ کے دو بیٹے تھے۔ سید احمد۔ اور سید محمود۔ مخدوم جہانیاں سید محمود کے بیٹے ہیں۔ اور آپ اولین بیٹے (سید احمد) کے پوتوں میں سے ہیں آپ کو دو بار سفر حجاز کے ذریعہ سے ارکان مع ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اولاً ملتان سے۔ اور دوسری دفعہ دہلی سے۔ سلطان سکندر لودھی کے زمانہ میں اپنے وطن سے دہلی میں آکر۔ گرنہلیا۔ اور گروالی بھی ہم پونچائی۔ آپ کے ایک لڑکا تاج محمد بابا ابو الغیث نام۔ جو کچھ اس کی زبان سے نکل جاتا تھا۔ فرمان رواے تقدیر اسکو راستی کے قالب میں ڈھال دیتا تھا۔ پندرہ بزرگوار لودھی کی ترقی اور سلامتی کی خواہش رکھتے تھے۔ اور اس میں کوشش کیا کرتے تھے۔ ایک روز مخدوم بابا کے نے باپ سے کہا۔ بابا بے فائدہ کوشش۔ اور ناشکوری نہ کیجئے۔ کیونکہ اس سال کیا سلطان۔ اور کیا میں اور آپ غرض کوئی بھی اس جگہ رہنے والا نہیں ہے۔ کہتے ہیں۔ اسی سال ظہیر الدین بابر بادشاہ نے دہلی کی طرف چڑھائی کی۔ لودھی کے لشکر اور چغتائی سپاہ کے درمیان میں بڑی باری لڑائی ہوئی۔ اس میں سلطان سکندر مع بہت سی فوج کے میدان لڑائی میں مارا گیا۔ اور یہ دونوں شخص ہی ایزدی حکم کے بموجب اسی سال میں۔ کہ ہجری سنہ نو سو تیس تھا۔ علم صورت سے رخصت ہوئے اور مخدوم کا قول سچا ہوا۔ خواب گاہ شیخ عبد اللہ قریشی کے مزار کے برابر میں ہے۔  
برائی دہلی کی صد مدین۔

## یاد شیخ سالار ناگوری

آپ نے باہادری و توفیق۔ تحقیق کے واسطے جان سپاری کی۔ اور اس ذریعے سے عبرت اور تجربہ حاصل کیا تھا۔ اور توران میں ہو چکر کتابی فنون۔ اور ضروری علوم۔ بزرگان وقت سے تحصیل کئے۔ لگوں کو بہت کچھ فیض پہنچایا۔ بالخصوص مخزن جواہر علوم واسر شیخ مبارک خض نے آپ کی خدمت سے آہی معرفت میں اعلیٰ درجہ حاصل کیا تھا۔ مصرع مقام روح قدسی جان اوباد پو شیخ مبارک نے اپنی بعض تصنیفات میں آپ کے حالات موقع سے لکھے ہیں۔ ان تمام حالات کے واسطے یہ مختصر سالہ گنجائش نہیں رکھتا ہے۔

## یاد شیخ جمال بہتری

بہتری ایک موضع ہے احمد نگر دکن کا۔ آپ سید حسین حسینی قادری کے فرزند ہیں۔ آپ کے بزرگان سلف غوث العرفا شیخ محی الدین جیلانی قدس سرہ کو پہنچتی ہیں۔ آپ کے پندرہ بزرگوار ہجر کے راستہ سے دکن میں آئے۔

تھے۔ اور بہتری کے اندر پیرن کر قیام کیا بیان تک کہ رحلت فرما گئے۔ اُس وقت شیخ جمال خرد سال تھے۔ چونکہ اس موقع میں آپ چوٹے سے بڑے ہوئے تھے۔ لہذا نام موضع کے ساتھ نام زد ہو گئے۔ سلطان بہادر گجراتی جس سال دکن میں آیا تھا۔ اسی سال میں اُسے شیخ سے ملاقات کا بھی ارادہ کیا تھا۔ مگر یہ چاہا۔ کہ شیخ مجھ کو تعظیم دین۔ شیخ کا حال یہ تھا۔ کہ دنیا کے ساتھ دل بستگی رکھنے والوں کے لئے۔ تعظیم کو جگہ سے اٹھانین کرتے تھے۔ لہذا اپنے سلطان کے آنے پر تعظیم نہیں دی۔ بدستور بیٹھے رہے۔ جب سلطان آپ کی خدمت سے لوٹا۔ تو ندیموں نے دریافت کیا۔ کہ حیاں تو یہ تھا۔ شیخ۔ شاہنشاہی تو اسنے کے واسطے اپنی جگہ سے اٹھین گے۔ اس اندوہنی حیاں کا ظہور کیوں نہیں ہوا۔ سلطان نے جواب دیا۔ کہ داہن اور بائیں دونوں طرف سے وہ میرے اوپر جگہ کے واسطے نظر ڈال رہے تھے۔ اور نیز آپ کا فروغ دیدار میرے شعلہ غضب کو پست کرتا تھا۔ اس سبب میرے دل میں ایسا ڈر بیٹھا جس کا بیان نہیں ہو سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ سلطان واپس ہوتے وقت آپ کو کمال عجز و نکسار کے ساتھ گجرات میں لایا۔ اور احمد آباد میں گھر اور خانقاہ بنا دی۔ آپ کے پانچ بیٹے مشہور تھے۔ امین اللہ۔ یتیم اللہ۔ صدونی۔ حسین اور بدر الدین۔ یتیم اللہ کو سید غیاث الدین کی لڑکی کے ساتھ کہ خدا کر دیا تھا۔ یتیم اللہ ایک عالم آدمی تھے۔ درس دیا کرتے تھے۔ اور باپ کے جانشین بھی ہوئے۔ لاقم ہی ہجری سنہ ایک ہزار تین میں بمقام احمد آباد ان کے ملازمت سے مشرف ہوا تھا۔ کم و بیش پانچ برس بعد سنا۔ کہ وہ عالم علوی کو کوچ فرما گئے مصرع بادا جمال دوست ضیا بخش چشم او۔

## یاد سید حسینی

آپ عرب زاد ہیں۔ جس زمانہ میں رانا سانگانے چندیری کی لوٹ مار کی تھی۔ اُس زمانہ میں اہل اسلام کو ہنت کا دن دیکھنا آہ تکلیفات کی زمین پر بیٹھا نصیب ہوا تھا۔ ۱۱۰۱ھ ہر ایک ملک میں در بدر مینوایا نہ پرتے تھے۔ اس زمانہ میں آپ اپنے وطن سے گجرات میں آئے ہوئے تھے۔ چندیری کا حال سن کر شکستہ دلوں کی امداد کے واسطے چندیری کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دسور (مندسور) میں پہنچے۔ تو ایک مقام پر پانی کے کنارہ ایک راجپوت سواک کر رہا تھا۔ اس حالت میں راجپوت کی نظر درویش پر پڑی۔ آپ کے ہمراہ دو شخص ماہ بھی تھے آپ نے راجپوت کی طرف رخ نہ کیا۔ پیکر پرست مذکورہ برہم ہو کر ماہی تباہی الفاظ بکنے لگا۔ آپ کو سننے کی تاب نہیں ہوئی اُس راجپوت کے سامنے ایک تلوار کھنی تھی۔ فوراً اپنے وہ تلوار اٹھالی۔ اور راجپوت کا سرتن سے جدا کر دیا۔ جب

یہ کیفیت اسے گنگوٹر گوجر کو معلوم ہوئی۔ جو رانا کا امیر اعظم احمد سورد (مندسورد) کا جاگیردار تھا۔ عقنب تاگ ہوا۔  
 اہل لوگین کو بامور کیا۔ ملازمین نے آپ کو ادا آپ کے ہمراہیوں کو سنگسار کر کے شہید کر دیا۔ اسی رات کو مذکورہ بالا پڑھنے  
 کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ کئی دفع اپنے تخت کے زمین پر اوندھا گرا۔ جب صبح ہوئی۔ تو اس نے چند اشخاص  
 اس عرض سے روانہ کئے۔ کہ مسلمانوں کے آئین و مذہب کے بموجب مقتولوں کو دفن کر دیں۔ چنانچہ تعمیل کی  
 گئی۔ آپ کی خواہگاہ اسی بہشت نازین میں ہے۔

## یاد شیخ علاء الدین عیسیٰ دہلوی

آپ حضرت گنجشکر کے پوتوں میں سے ہیں قدس اللہ تعالیٰ سرہما۔ تمام علوم متداولہ شیخ سما الدین  
 کنبو کے مدرسہ میں تحصیل کئے تھے۔ جو علمائے وقت میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ اور باطنی علم کی تحصیل شیخ ابوالفتح  
 ہانسوی کی خدمت اور جیت سے تھی شیخ ابوالفتح ہانسوی شیخ جمال ہانسوی کی نسل سے مشہور ہیں۔ جب  
 آپ بیان فرمایا کرتے تھے۔ تو مختلف مذاق اور مختلف وجوہ کے ساتھ قرآن پاک کی تفسیر فرمایا کرتے تھے  
 المقصدہ آپ دو جہانی کمالات کے ساتھ بعلکلیہ یاریوں کیے۔ ہمدوش تھے۔ آپ کے فرزندوں میں سے دو  
 شخص درویشی میں مشہور ہیں۔

ایک شیخ کمال الدین عجائب ہیں۔ انہوں نے علم کے کئی عمدہ عمدہ متعارف۔ رسالے  
 قسطنطنیہ خان کی خدمت میں پڑھے تھے۔ اور نیز علم باطن سے بھی مستفید تھے۔ شیخ کمال الدین کے بھی دو بیٹے  
 تھے۔ شیخ رکن الدین اور شیخ حاجی شطاری دونوں خدا شناس اور باطناً فاضل و اہل ہونے  
 اپنے عم مکرم شیخ زکریا کے ہمراہ شیخ ولی شطاری کی خدمت میں رہ کر اخروی کمالات حاصل کئے تھے۔

دوسرے شیخ بہاء الدین زکریا ہیں۔ سلسلہ شطاریہ کے نامور بزرگوں میں سے ہیں۔ راہ تحقیق  
 کے سلوک میں بہت کچھ ریاضت اور مجاہدہ کیا تھا۔ شیخ عبدالقدوس حنفی چشتی کی صحبت سے اور نیز دیگر  
 مشائخ وقت کی صحبت سے فیض و فائدہ حاصل ہوا تھا۔ شیخ محمد دلداری کو درس میں تصوف کی کتابوں  
 اور حقائق کے مشہور رسالوں کے پڑھنے میں آپ شیخ امان اللہ پانی پتی کے شریک تھے ہجری سنہ نو سو تیر میں جبلن  
 فانی سے رخصت ہوئے۔ پیر محمد خان شروانی اس زمانہ میں بڑے مقرر عالم تھے۔ عرش آستان اکبر شاہ کے  
 دربار میں بھی امراء اعظم میں شمار تھا۔ باوجودیکہ مولوی شروانی فقرا کے گروہ کو بیکار سمجھتے تھے۔ مگر شیخ زکریا کے ساتھ  
 مخلصانہ اعتقاد ضرورتاً اور ان کے محفلین شیخ زکریا کی تعریف کے خالی نہیں ہوا کرتی تھیں۔

## یاد شیخ محمد بن خواجہ تاج الدین محمد قدس سرہما

آپ علما اور عقلا سے زمانہ میں سربرآوردہ تھے۔ طریقت کے سلوک میں ہی، ایسا عالی مرتبہ پایا تھا۔ کہ اپنے جد بزرگوار گنجشکر کے زمانہ کی روح روان شمار کئے جاتے تھے۔ احمد آباد میں سلطان مظفر گجراتی جمیع علوم میں کامل و نل رکھتا تھا۔ اُس کے آپ مصاحب تھے۔ تاج العلماء کا لقب ملا تھا۔ ہجری سنہ نو سو اکتیس میں عالم قدس کو کوچ فرمائے گئے۔ قبر احمد آباد میں ہے۔

## یاد شیخ محمد بودو دلاری

آپ بابا نظام ابدان کے مرید۔ اور مولانا عبد الغفور دلاری کے شاگرد ہیں۔ قبر آپ کی شہر پانی پت میں شیخ امان کی قبر کے متصل ہے۔ شیخ امان علم نقیہ میں آپ کے شاگرد تھے۔ قدس اس سرار ہم۔ تجرید اور تفرید کے میدان میں آپ کا قانون استحکام کے ساتھ جما ہوا تھا۔ وحدت اور توحید کے اقسام سے کلی واقفیت تھی۔ وجد اور اسرار وجد کے صحیفے آپ کے مطالعہ سے نکل چکے تھے۔ کہتے ہیں۔ باطنی پرورش آپ کو مولانا عبدالرحمن جامی سے تھی۔ ظہیر الدین بابر بادشاہ کے زمانہ میں طاب شراہ آپ ہند میں آئے۔ اور دار السلطنہ آگرہ میں گوشہ نشینی اختیار کر کے خوشی کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ پرہیزان سے آپ پانی پت چلے گئے تھے۔ اس حبش کے دو سبب تھے۔ (ایک) شیخ عبد الغفور پانی پتی کے فرزندوں کی خواہش (دوسرے سبب) بالخصوص شیخ امان کی قبر کی محبت مضموم۔ اور فتوحات کا درس بہت کچھ دیا۔ اور ان کتب کی مشکلات۔ تعلیقات اور حواشی کے ذریعے حل فرمائیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ تمام عمر ظاہری اور باطنی علوم کو درس میں گزار دی۔ ہجری سنہ نو سو سینتیس تھا۔ کہ رمضان مہینے میں عالم وحدت کے کوچ کا عزم فرمایا۔ اور کثرت کی کہنہ سرا سے خیمہ اگلا کر باہر جاگاڑا۔

## یاد خواجہ خانوں علا تاج ناگوری

آپ کی قبر گوالیار میں ہے۔ اپنے ناگور سے نکل کر اس شہر کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ آپ کی مقدس روح عنقریب جسم کے ساتھ شامل ہو کر ہجری سنہ آٹھ سو تریس میں عالم دنیا میں آئی تھی۔ اسی اور سات ستاسی برس صورت خا تقدید کا نظارہ کیا۔ مگر پابندی علاقہ سے آزاد رہے۔ اور ہر ایک کا حفظ مراتب ملحوظ رکھ کر۔ دل کو مصور حقیقی کے مشاہدہ سے منور رکھا۔ ہجری سنہ نو سو چالیس میں نقش ہستی۔ چار دیواری عناصر کے شاگرد سلیم دل اور مطمئن خاطر کے ساتھ حضور قدس کو روانہ ہو گئے۔ آپ شیخ اسمعیل کے خلیفہ ہیں۔ جنہوں نے طریقت کے تمام مقامات



اور سلوک کی کل منزلین طے کر کے۔ اپنے پد بزرگوار خواجہ حسن ہرست سے خلافت پائی تھی۔ خواجہ حسن ہرست توحید اور تصوف کی مجلس میں پرانے میگسارتے۔ اجازت رہنمائی۔ اپنے والد ماجد شیخ سالار فاروقی سے رکھتے تھے شیخ سالار۔ کعبہ تحقیق کے مسافروں میں قافلہ سالار ہیں۔ اجازت ہدایت خواجہ اختیار الدین عمر علی تھی۔ خواجہ اختیار الدین اپنے زمانہ کے اکثر مشائخ میں برگزیدہ تھے۔ فرقہ خلافت۔ خواجہ محمد سعدی سے پایا تھا۔ خواجہ محمد سعدی شیخ نعیر الدین چراغ دہلی کے بزرگ خلیفہ ادنا ب اعظم ہیں قدس اللہ امرارہم۔ شیخ معروف دہارواں نے اپنے شجرہ میں لکھا ہے۔ کہ خواجہ خالون کو فرقہ خلافت شیخ حسین ناگوری سے ہی ملا تھا۔ جو تین واسطہ سے سلطان التارکین شیخ حمید الدین سولی ناگوری کو پہنچتے ہیں۔

کتے ہیں ضعیفی نے بہت ہی آدیا تھا۔ اس واسطے آنے والوں کی تعظیم کے لئے۔ اٹھانین کرتے تھے جب وجہ دریافت کی گئی۔ تو فرمایا۔ ضعیفی کی کستی تعظیم سے باز کرتی ہے۔ اور تکلیف کے ساتھ بعض کے لئے تعظیم مخصوص کرتا۔ مدیش کے مناسب حال نہیں ہے مصرع فیض الشان بجان ما برسان۔

## یاد شیخ ہول

آپ کا لقب فرید الدین احمد۔ اور خطاب جہانگیر ہے غوث الاولیاء کے بڑے بھائی۔ اور شیخ ظہور حاجی حمید حضور کے خلیفہ ہیں۔ بے نہایت لوگوں کے دل آپ کے پنجہ تصرف میں تھے۔ شاہ سے درویش تک اور بڑے سے چھوٹے تک ایک زمانہ آپ کی خدمت میں مریدانہ زانو تہ کرتا تھا۔ اقسام دعوت بہت کچھ یاد تھیں۔ آپ کی طاہری خواہشیں۔ اور باطنی قوتیں دونوں کے سنگ لاف سے نکلی ہوئی تھیں۔ اور وحدت کے سبزہ ناز پر خرامان خرامان پہر کرتی تھیں۔ دو جہانی کمالات آپ کو حاصل تھے۔ اخروی اعمال اور دنیاوی مال یہ دونوں چیزیں آپ کے حصہ میں آئی تھیں۔ جنت آشیانی ہمایون بادشاہ آپ کا مرید تھا۔ ابن ایام میں مولانا جلال الدین متوی بڑے صاحب عقل عالم تھے۔ ہمایون بادشاہ کے استاد۔ اور ہمایونی سلطنت کے صدر الصدور تھے نیز ان کو سہروردیہ سلسلہ سے کافی حصہ ملا تھا۔ اور نیز انہیں ایام میں ایک بزرگ مولانا محمد فرغلی تھے بقشبتہ خانوادہ میں بیعت و تلقین کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔ ان دونوں اصحاب نے مجبورانہ اتباع ہمایون کے سبب اور نیز جہانگیری تصرف کا اثر مان کر از سر نو آپ سے بیعت کی تھی۔ اس زمانہ میں بہت سے علما اور فضلا آپ کے مرید ہوئے۔ ہجری سنہ نو سو سینتالیس میں شیر شاہ سور نے فتح پائی۔ اس وقت صدر الدار دونوں کامل اور استاد وقت نواح قنوج میں گناہ ہو گئے۔ آپ فرماتے تھے۔ شیخ فضل اللہ بنگالی میرے

بہاؤ شاہی شہزادہ۔ اور فقیر بھول۔ ہم ترین آدمی چنار کے کوہستان میں ریاضت کے ارادہ پر آئے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے بیان کیا۔ کہ دو سو برس ہوئے۔ ہم اپنے بزرگوں سے مسلسل سنتے چلے آتے ہیں۔ اس غار میں ایک وحش گوشہ گزین ہیں۔ اور شغول بند ہیں۔ ہم میں سے کسی کو اندھ جانے کی طاقت نہیں ہے۔ جو ان کے ہونے یا نہ ہونے کی خبر لاوے۔ یہ سنکر ہم تینوں آدمیوں نے تلاش کے واسطے اُس غار میں قدم رکھا۔ جب ہم دو منزل کی برابر راہ چل گئے۔ تو وہاں پر ہمیں ایک پیر کو مراقب دیکھا۔ کاسے اپنی نورانی پیشانی سجادہ پر رکھ چوڑی ہے وہ پیر ہمارے پونچنے سے آگاہ ہوا۔ اٹھا۔ اور نہایت ترحم کے ساتھ آگے بڑھا۔ بہت کچھ مہربانیاں اور اتفادات کے ساتھ پیش آیا۔ اور ہر ایک کو ایک جداگانہ خطاب سے سرفراز کیا۔ مجھ کو جہانگیر بہاؤ کو غوث اور فضل اللہ کو اہل اللہ کہا۔ اسرار و حقائق اپنی تقریر میں ظاہر کر کے آنے والوں کو آگاہ کیا۔ اور اصل حقیقت پر اطلاع بخشی۔ اس کے بعد جلدی سے خلوت میں گھس گیا۔ تہیڑی دیر بعد ہم لوگوں نے واپس آنے کی اجازت مانگی۔ جواب کمان سے آتا۔ وہ تو داخل حق ہو چکا تھا۔ اس سفر کا سامان اُس غار میں مہیا کر رکھا تھا۔ ہم نے اس سامان کو کام میں لا کر نقش سپرد خاک کی۔ شیخ بھول کی خواہگاہ۔ قلعہ بیانہ کی حدود میں ہے۔ ایک بلند پہاڑ پر۔ ایک قبر چشما انگیز اور روح افزا۔

## یاد سید معظم

آپ ترمیز کے سادات میں سے ہیں۔ اور خواہنگاہ کالی ہے۔ سلطان سکندر لودھی کا زمانہ تھا۔ کہ آپ کے بزرگوں نے ہند میں آکر کالی میں بود و باش اختیار کی تھی۔ آپ کے وقت میں آپ کے زیلوہ کوئی بزرگ شہر میں رہتا تھا۔ افلاک ہوش سے رسمی علوم پر کبھی دل نہاد نہیں ہوئے۔ البتہ قرآن مجید کی تلاوت سے ضرور دستگیری رہی۔ آپ کا ظاہر پھر نگاہی کے ساتھ آراستہ۔ اور باطن ایزدی تجلیات کے ساتھ منور تھا۔ آپ کا پانون۔ تلاش روزی کے راستہ میں کبھی نہیں چلا۔ اور وہ ہم کبھی آپ کے ہاتھ کا ناخن بن کر نہیں رہا۔ اگر اھیانا ہم پہنچ گیا۔ تو آپ نے اُس کو حاجت مندوں کے نام زد کر دیا۔ دل توکل کو۔ اور تن تسلیم کو حوالہ کر کے۔ جو کچھ ضرورت ہوئی۔ وہ ان میں شوقِ الاَعْتِدَانَا حَزْرَائِنَا کے خزانہ سے لیا۔ جو کچھ کہا۔ سچ کر کہا۔ اور جو کچھ کہہ دیا۔ اُس کے بعد کہنے کے برخلاف بہت کم عمل کیا۔ باوصف اس قدر بے بسی کے دولت مندانہ خیر تھا۔ دو بیٹے چوڑے سید محمد اور سید احمد آخرین جو ان کو چم کر گئے۔ اور اولین باپ کے جانشین جو مصحح سیاوت باطلاوت ہم ترین شہادت

## یاد شیخ ابراہیم ابن عمر مندمی

آپ کی ابدی آسائش گاہ۔ برہان لہو کی حدود میں قطب شمالی کی طرف بنائی گئی ہے۔ لوگوں کے میل جول سے۔ اور دل لہانے والی چیزوں سے علیحدہ رہ کر زندگی گزارتے تھے۔ بعض کہتے ہیں۔ قاضی قاضی بنی ہی کے ہم نشینوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے وحدت وجود کے بیان میں بہت سے پیش بہا جو اہر اپنی زبان سے نظم کے تاگہ میں پڑھے ہیں۔ اور نیز اس کی ویلیں قائم کی ہیں۔ اور بعض کا یہ قول ہے۔ کہ سید محمد جو نپوری کے مستفیدین میں سے ہیں قدس سرہ جن کو ان کے پیروں کا ایک طبقہ مہدی کر کے مانتا ہے۔ اور کتا ہے۔ کہ ختم اللہ اور مہدیہ کے دعویٰ پر سید محمد کافی دلیل رکھتے تھے حاشا کہ اہل شناخت ایسا دعویٰ اور ایسی تصدیق۔ حالت سکر کے سوا۔ صادر ہووے۔ اس قسم کی باتیں کافی طور پر سید محمد صاحب کی یادداشت میں لکھی گئی ہیں۔ اور نیز جہان کین۔ تقریب آئی ہے۔ وہاں ہر ایک جگہ از روئے عقل و نقل ان کی بریت کی نسبت اشارہ کیا گیا ہے

## یاد شیخ مبارک بالا دست

آپ کی زاد بوم اور خواہ گاہ دونوں جہنجانہ میں ہیں۔ میر سید علی قوام سوانہ کے مرید ہیں۔ جو شیخ بہا، الدین جو نپوری کے خلیفہ تھے قدس اسرار ہم۔ ظاہری کمالات اور معنوی فضائل۔ آپ کی استعداد کو لازم تھے۔ آپ کی ملازمت بہت سے لوگ فیض یاب ہوئے۔ جیسے شاہ الحدیث گدہ مکتبہ سری جو آپ کے بزرگ خلیفہ اور پیشرو ہیں۔ آپ کے خرق عادات کی گراگرمی کا حال لوگ بہت کچھ بیان کرتے ہیں۔

## یاد قاضی محمود ابن جایلہ دریاوی سیر لوری

آپ کا نام شیخ حامد ہے۔ پیدائش احمد آباد گجرات کی ہے۔ جو جد و عشق۔ اور سوز و گداز کے آپ ملک تھے۔ ہمد و سماع گویا آپ کی زندگی تھا۔ جس وقت اولیاء اللہ کے نزدیک اظہار کرامت مناسب اور ضروری ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں جلسہ آئنا کی نمائش آپ کے اقوال اور افعال سے بہت کچھ وقوع میں آتی تھی۔ غلبہ عشق کے سبب ہمیشہ آپ کا یہ حال رہتا تھا۔ کہ اپنے حسب حال عاشقانہ مضمون بانڈھا کرتے تھے۔ ہندی عبارت میں اور ہندی مقامات میں دلپسند طرز ہوتی تھی۔ قوالوں کی ایک جماعت آپ کی روش کو کیا پائی کہتی ہے۔ اور یہ لوگ کما پچھ کی علامت تھے اور نیز اپنے گانے کی خاص طرز سے ہند کے جملہ ارباب نشاط میں ممتاز ہیں۔

کسی قدر حالات آپ کے بیان کرتا ہوں۔ بعض کے نزدیک آپ اپنے آپ کے مرید ہیں۔ اور آپ کے پدمبر گوار کو خرق خلافت شاہ عالم بخاری سے حاصل ہوا تھا۔ اور بعض اصحاب آپ کو ہی شاہ عالم بخاری کا خلیفہ

سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ آغاز ہوش میں آپ کا قیام۔ شہر احمد آباد میں تھا۔ ہجری سنہ نو سو بیس میں۔۔۔  
 قصبہ بیرو پور آئے۔ اور سکونت اختیار کر لی۔ یہ قصبہ مضافات احمد آباد میں ہے۔ مگر اس میں آدمیوں کی  
 بساوت کم ہے۔ آپ کی عمر گیارہ برس کی تھی۔ کہ آپ ہی طلب کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ اپنے پرنسز گوار سے خلوت  
 نشینی کی اجازت لیکر۔ ایک جنگل تھا عمارت کے دور۔ وہاں پر عبادت اور ریاضت کے واسطے حجرہ تجویز کیا۔ ہمیشہ  
 چند روز بعد باپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اور باپ کی گرامی صحبت سے استفادہ کر کے پر اپنے  
 مقررہ حجرہ کو چلے جایا کرتے تھے۔ اسی طریق پر چچا س اور چچہ چہین برس گزار دئے۔ جب عمر سترہ سال کو  
 پہنچی۔ تو تاریخ تیرہویں ربیع الثانی کو کہ ہجری سنہ کچھ اوپر نو سو تھے۔ عالم علوی کا عرف کر کے سامان زندگانی  
 اس ملک فانی سے باندھے گئے۔

روایت ہے،۔ آپ کے جد امجد کا نام قاضی محمد تھا۔ جب قاضی جی کی صاحب بی بی کے علی لاقصال چہ لکھیا  
 ہوئیں۔ تو قاضی جی کو لڑکے کی خواہش ہوئی۔ تاکہ نسل محفوظ رہے۔ قاضی جی کی بی بی نے قبل اس کے۔ کہ یہ ذکر  
 دوسرے شخص کی زبان سے سننے خود اپنی دلی خوشی کے ساتھ بالمشاذ شوہر کو اجازت دی۔ کہ دوسری  
 عورت کے ساتھ نکاح کر لیجئے۔ اور یہ بھی پیغام دیا۔ کہ دوسری عورت بیٹے کی نیک۔ کرنا آپ کو ضرور ہے  
 اور میں ہی راضی ہوں۔ قاضی جی نے جواب دیا۔ آج رات کہ میں اس بات کا استیازہ کر کے خاتم النبوة  
 علیہ السلام کے حضور میں عرض کروں گا۔ اور پر حضور کا جیسا حکم ہوگا۔ عمل میں لاؤں گا۔ فقہ کوتاہ یہ ہے  
 کہ حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں فرمایا۔ محمد تم کو مبارک ہو۔ اسی پاک  
 دامن بی بی سے تمہارے تین صاحب کمال لڑکے ہوں گے۔ کسی عورت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور  
 حرف (حما) علیہ علیہ تین جگہ قاضی جی کے کف دست پر لکھ دیا۔ اس بنیاد پر اولین لڑکے کا نام حامد  
 دوسرے کا نام حماد۔ اور تیسرے کا نام حمید رکھا۔ اولین (حامد) قاضی محمود کے باپ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم

### یا مولانا عبد الکریم ابن عطاء اللہ رحمہ

آپ نامی علماء شیراز میں سے تھے۔ سلطان محمود بزرگ کے زمانہ میں اپنے اپنی تشریف آوری سے  
 احمد آباد میں شیراز کا ڈھنگ پیدا کر دیا تھا۔ طبقات محمود شاہی آپ کی ہی فراہم کی ہوئی ہے۔ بہت سی عمدہ  
 تاریخوں کو جیسے خلکانی اور یافعی ہے۔ نظر میں رکھ کر طبقات کو لکھا ہے۔ آغاز کتاب دوم علیہ السلام  
 کی آفرینش سے کیا ہے۔ اور سلطان محمود کے واپسین سفر تک کہ ہجری سنہ نو سو چہترہ ہے۔ انبیا۔

اولیا۔ علما۔ شعرا۔ سلاطین۔ وزرا۔ اور امرا ان سب کے حالات عمدہ طرز کے ساتھ لکھے ہیں۔ امید ہے کہ جو اصحاب عقل و فہم کے ساتھ واقعات کی تواریخ پڑھنے کے شائق ہیں۔ ان اصحاب کو یہ کتاب عبرت پیدا کریگی۔ آپ کے ایک لڑکا تھا عطاء اللہ نام۔ ماجراے گذشتگان سلف کے متبع میں اپنے پدر بزرگوار کا پیرو تھا۔ نام اور نامہ نے آپ کو مشہور کر دیا۔ مصرع بادا مقام او شان لدور قائل۔

## یاد سیدہ بنت اللہ

آپ از نام شاہ میر مشہور ہیں۔ ان بزرگ سادات میں سے ہیں۔ جو حسنی حسینی ہیں غلطہ شیراز کے بڑے علما میں تھے۔ امیر صدر الدین محمد شیرازی کے ہم نشین اور ہم دس۔ اور مولانا جلال الدین محمد دوانی کے ہم عصر تھے۔ سلطان محمود بزرگ کا زمانہ تھا۔ کہ شیراز سے سو بیگمات میں آئے۔ اور جانا پناہ میں۔ جوہان کے سلاطین کا پرانا دارالخلافت ہے۔ قیام کیا۔ آپ سیادت اور فضیلت کے نیر اعظم تھے۔ اس نیر اعظم کے طلوع سے زمین گجرات برہنہ فشر بن گئی۔ اور طلبا کے ہاتوں میں علم کے خزانوں کی کنجیاں آئیں آپ کے کئی بیٹے تھے۔ جو فاضل اور اوصاف حمیدہ سے موصوف تھے۔ آپ نے علم ہیئت کے اندر ایک فارسی شرح اثنائے دہ میں بیٹوں کے واسطے ہی لکھی تھی۔ اس کے سوا آپ کی تصنیفات ادب ہی ہیں جیسے (۲) اسنی الکوافت فی شرح المواقف (۳) لوامع البرہان فی قدم القرآن۔ (۴) محاکمہ شرح شمسیہ (۵) علم حدیث اور اصول حدیث میں ایک رسالہ سود مند لکھا ہے۔ جو مشکل کشا اور جمیع اقسام حدیث کو جامع ہے۔ آپ کی جملہ تصنیفات کو علما کے زمانہ نے پسند کیا ہے۔ خدا کرے۔ آپ کی تالیفات کے طفیل میں اس گلزار کو بھی مقبولیت کی شادابی نصیب ہو۔ آپ کے سب لڑکے سعادت مند تھے۔ ان سب میں فرزند رشید شاہ کمال الدین محمد ہیں جن کو دونوں جہان کے کمالات حاصل تھے۔ ان کے بھی بیٹے اور بیٹے ہیں۔ سب میں بڑے شاہ ابو تراب ہیں۔ شاہ ابو تراب کو ہجری سنہ نو سو بیاسی میں شہنشاہ زمانہ اکبر شاہ نے میر حاجی کا خلعت عطا فرمایا تھا۔ اور بت ساسان خیرات دیکر۔ حرمین مخریفین کو روانہ کیا تھا۔ شاہ ابو تراب اس اعلیٰ سعادت سے مشرف ہوئے۔ اور بعد زیارت حرمین لوٹ کر ہند میں آئے۔ ہجری سنہ ایک ہزار پانچ تک زندہ رہے۔ خوب گاہ احمد آباد میں ہے۔ شاہ ابو تراب کے بھی ایک لڑکے ہیں۔ شاہ گدائی نام سپاہیانہ لباس میں سلوات اور مشائخ کے طریقہ کی رعایت۔ بقدر امکان کرتے ہیں۔ اور اس کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ باوجودیکہ ان تمام سلوات کے آبا و اجداد کی سیادت صحیح ہے۔ لیکن یہ تمام

سلوات سلسلہ مغربیہ سے تعلق بیعت کا فہرہ رکھتے ہیں۔ اور گجرات میں خانوادہ مغربیہ کو رونق دینے والے مخدوم شیخ احمد کھٹو ہیں۔ قدس سرہم۔

## یاد شیخ عبدالقدوس حنفی

آپ شیخ صفی الدین کی لڑکی کے فرزندوں میں سے ہیں۔ جو تمام علوم کے اصول اور فروع میں لیتاے وقت تھے۔ بعض کی رائے ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کو فی صوفی کی نسل سے ہیں۔ اور بعض کا گمان یہ ہے حنفی اس سبب کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب رکھتے تھے شیخ محمد ابن شیخ عارف۔ ابن شیخ عبدالحق کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں سے ایک کتاب ہے۔ انوار الیقین جس کی ترتیب کی بنا سات فن پر رکھی ہے۔ اس کتاب کے اولین فن میں لکھا ہے۔ کہ ظاہر میری بیعت مخدومی شیخ محمد سے ہے۔ لیکن مجھ کو زیادہ فیض اور ہدایت آپ کے جد امجد شیخ احمد قدس سرہ سے پہنچی ہے۔ ان کی تعریف بھی اس فن میں بہت کچھ کی ہے نیز شیخ عبدالقدوس کو درویش قاسم ادوی سے بھی خلافت اور اجازت تھی۔ جو پشتیہ اور سہروردیہ خانوادہ میں بزرگ سلسلہ میں۔ لوگوں کی صحبت سے اپنا دامن کھینچ کر بیابانوں میں اکثر بسر کیا کرتے تھے۔ اور غنودگی کو آنکھوں میں آنے نہیں دیتے تھے کبھی علوم اور متداولہ فنون۔ کہ عبارت کتابی تحصیل سے ہے۔ مدرسہ میں بہت کم پڑھے تھے۔ لیکن علم لدنی کے دروازہ آپ پر کھل گئے تھے۔ کتب صوفیہ کو جیسے فصوح الحکم۔ عوارف۔ اور اصطلاحات کاشی ہیں۔ مطالعہ کے زور سے حل کر کے ہر ایک کتاب پر ایک عمدہ شرح لکھی ہے۔

کہتے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو چالیس میں سلطان نصیر الدین ہمایون شاہ۔ خراسان اور ہند کے عالموں اور عارفوں کی ایک جماعت سلامتہ لیکر استفادہ کے ارادہ سے آپ کی ملازمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اس جماعت میں مولانا محمد فرغلی اور مولانا جلال تہ جیسے بلند لوگ ہوتے تھے۔ اس وقت روحانی اور ربانی انجمن گرم ہوا کرتی تھی۔ اور جو مشکلات کسی فن میں پیش آ یا کرتی تھیں۔ یا سلطان کے سوا جس کسی کو بھی تصوف کے حقائق۔ اور طریقت کے سلوک میں دشواریاں ہوا کرتی تھیں وہ سب آپ کی تقریر و تلقین سے صاف ہو جاتی تھیں۔ اس شان میں بہت سی خرق عادات بھی ظاہر ہوا کرتی تھیں۔

آپ نے ہجری سنہ نو سو چالیس میں عالم خاک سے عالم تقدس کو کوچ فرمایا خواہ گاہ کنکو یہ میں ہے۔ جو سرکار دہلی سے متعلق ہے تین راہ کے چوڑے۔ سب سے بڑے شیخ حمید الدین تھے۔ سب سے چوٹے شیخ عبدالمجید

عبدالمجید علم عارف سجادہ نشین - اور رہنمائی - اور منجملے لو کے شیخ رکن الدین محمد ہی اکابر وقت میں تھے - باوجودیکہ عمر ضعیف ہو گئی تھی - مگر سماع کے بغیر صبر نہیں کر سکتے تھے - مولانا عالم کابلی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے - میں ایک روز آپ کی ملازمت میں ایسے وقت پہنچا - کہ ہنگامہ سماع گرمی پر تھا جب وجد کا اضطراب ذرا فرو ہوا - تو میں نے سماع کے رفا اور نارا ہونے کی نسبت سوال کیا آپ نے یہ بیت پڑھ کر جواب دیا یہ بیت

من گم شدہ ام مرا مجوسید | باگم شدگان سخن گموسید

تمام سنے والوں میں بالخصوص مجربہ نام تمام میں ایک عظیم تغیر پیدا ہوا - اور مجلس سماع از سر نو تازہ ہو گئی شیخ رکن الدین نے ہجری سنہ نو سو تراسی میں جہان فانی کو ترک کیا - ان کے فرزند شیخ احمد تھے - ایزد طلب خدا شناس - اور رسمی علوم کے اچھے عالم تھے - کہتے ہیں - آپ کا قول تھا - ہمارے خاندان کا پرانا قاعدہ ہے کہ اولاً لڑکوں کو ظاہری کمالات سے آراستہ کرتے ہیں - اس کے بعد مجاہدہ اور ریاضت کر کے قطبیت اور غوثیت کے درجہ کو پہنچاتے ہیں - شیخ احمد نے ہجری سنہ نو سو بہتر میں رحلت فرمائی - ان کے بیٹے شیخ عبدالباقی رسمی علوم سے آراستہ تھے - خاص کر علم حدیث میں استادان عرب کے سند صحیح حاصل کی تھی - اور عرش آستان اکبر شاہ کی تمام قلم رو کے صدر الصدور تھے - دو بار سفر حجاز کو گئے - اور آئے - پھلی دفعہ جو لوٹ کر آئے - تو صدارت کے درجہ سے اتار دئے گئے تھے - اور شاہنشاہی عتاب ہوا تھا - اس سبب چند روز ان پر تنگی کے ساتھ گزرے - بالآخر منگل کی رات تاریخ تیرہویں ربیع الاول ہجری سنہ نو سو اکیس توین کو بتعمیل حکم طلب رحلت فرمائی -

## یاد شیخ فضل السجراتی

زمانہ سابق میں ترک وطن کر کے سفر کرتے ہوئے - جب رہتک میں آپ کا گزر ہوا - تو اس مقام سے آگے نہ بڑھ سکے - ناچار بود و باش اختیار کر لی - رہتک ایک قصبہ ہے مثل شہر کے - وہی سے بیس کوس دور - آپ عالم متوکل - اور فانی فی السد تھے - کسی شخص سے کچھ نہیں لیتے تھے - کہتے ہیں - ایک سوداگر - آپ کے خاص مریدینا میں سے تھا - ایک روز سوداگر مذکور نے اپنا تمام سرمایہ نذر کے طور پر لاکر پیش کیا - آپ نے عذر فرما کر اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا - اور لانے والے کو بدستور واپس فرمایا - آپ کی رحلت - دسویں صدی کے اولین نصف حصہ میں ہوئی ہے - رحلت کے پیچھے چند دن تک کا برخانہ - جمعہ کی نماز کے بعد آپ کے خزانہ کے پاس حاضر ہو کر علمی مجلس کیا کرتے تھے - اور بہت سے دشوار مسائل آپ کے روحانی فیض سے آسان ہو جاتے تھے - اعتقاد صحیح - اس شکل نا

مسئلہ کا حل کرنے والا ہے صرع خوابگا ہش مخزن اسرار دان۔

## یاد شیخ نصیر الدین تمیمی انصاری

آپ کی زاد بوم ملتان ہے۔ آپ سپاہی درویش۔ یاد ریش سپاہی تھے۔ جب اُس ملک میں شورش ہوئی تو مع اہل و عیال گڑھ میں آکر قلعہ میں گھرے لیا بہت عرصہ تک سپاہیانہ طور پر رہے۔ لیکن ہمیشہ رات کے وقت نماز تہجد غسل کر کے پڑھا کرتے تھے۔ زیادہ تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ کبھی کسی وقت کوئی دربان یا کو تو ال آپ کے باہر جانے سے اور قلعہ کے اندر واپس آنے سے آگاہ نہیں ہوا۔ اسی اثنا میں خدائی عنایت آپ کو ہم جنسوں کی غلامی سے نکال کر خدا پرستی کے شہرستان میں موکشان لے گئی۔ دنیاوی دولت مندوں کی ہم نشینی سے جو نشاط ہوتا تھا۔ وہ جاتا رہا۔ دلیگر ہو گئے۔ ادگوشہ گزنی کا تکرار آپ کے دل پر سیر باغ کی بار دینے لگا۔ دہبانی کمالات تحصیل کرنے کی فرصت حاصل ہوئی۔ طلسمات و کمانے والا نفس کے ساتھ بہت سی لڑائیاں کرنے کے بعد۔ ملک سنی میں آنے جانے لگے۔ کتے ہیں۔ ایک روز مراقبہ میں سر جھکا کر کہا تھا۔ اُس وقت یہ آواز آپ کے کان میں آئی کہ اپنے چہرہ پر برقع رکھو۔ آپ نے جواب دیا۔ برادرانِ زمانہ سے دوکانداری کی تہمت سننے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ دوسری بار پر آواز آئی کہ اگر برقع رکھنا منظور نہیں ہے۔ تو گردن ٹوٹنے کی تکلیف گوارا کرو۔ میں نے عرض کیا۔ مجھ کو پہلی بات منظور ہے۔ اُسی وقت مہرہ گردن کی ایک ہڈی اپنی ترتیب سے ہٹ کر اُبر آئی۔ اور سر سینہ پر جا پڑا۔ جس وقت دیکھنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ تو آپ ٹوٹھی کے نیچے ہاتھ رکھ کر اُٹھایا کرتے تھے۔ تب کہیں۔ اُس حیز کو دیکھ سکتے تھے۔ اخیر دم تک یہی حالت رہی جب آپ کی زندگی کا سامن۔ اُس جہان کو روانہ ہو گیا۔ تو آپ کے بیٹے شیخ یعقوب نے درویشی کے چہرہ پر سپاہیانہ وضع کا پردہ بدستیر قائم رکھا۔ اور اُسی روش کے نقاب میں سالکانِ طریقت کی طرح بیان تک کوشش کی۔ کہ واجب اور ممکن کی شناخت میں اپنا رتبہ اولیاء اللہ کے عالی رتبہ کی برابر کر دیا۔ شیخ یعقوب کے بعد۔ ابن کے بیٹے شیخ عبد اللہ نے جو شیخ یوسف کے باپ تھے اثنائے چاکری میں بہت کچھ تحصیل علم کی۔ کتے ہیں ہمیشہ بیان کیا کرتے تھے۔ چونکہ سپگری۔ گوشہ نشینی کے ساتھ ممکن نہیں ہے۔ جہان پیمائی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اس واسطے میرے استاد تھو شخصوں سے زیادہ زیادہ ہون گے۔ جس وقت میں ہمت کر کے تحصیل علم میں استحکام کے ساتھ مشغول ہوا۔ اور عالم جوانی نے کوچ کیا۔ تو لوگوں کی خدمت گزاراں بجکوں تلخ معلوم ہونے کی چار طریقہ سپگری چھوڑ کر گوشہ خاموشی میں بیٹھ گیا۔ واپسین دم تک کسی غلام اد کسی آقا کے سامنے حاجت مندانہ آرزو پیش نہیں کی۔ اور متعلقین کے



کہانے پینے کا صرف کتابت کی مددوری سے پہنچتا رہا۔ تاریخ چٹی شوال جمادی الثانی سنہ نو سو تینتالیس کو صحرا سے وحدت کی طرف چلے گئے۔ خوابگاہ آگرہ۔

## یاد ملک چاند والہ میان جمبوجی

آپ کی زاد بوم احمد آباد ہے۔ تن شریعت کا مظہر۔ دل طریقت کا منبع۔ جان حقیقت کا آئینہ۔ اور ہر معرفت کا معدن تھا۔ اپنے وطن سے سفر حجاز کے لئے کوچ کیا تھا۔ مکہ معظمہ کی خاک آپ کی دامنگیر ہوئی القصد۔ جس رات اپنے جہان فانی کو رخصت کیا ہے۔ اسی رات۔ احمد آباد کے اندر ایک اور شخص بھی مرا تھا۔ جو ستم اہل آزار و سانی کے ساتھ بدنام تھا۔ چند روز بعد بزرگان شہرین سے ایک شخص نے اس ستمگار مردم آزار کو مرنے والی حالت میں اور مثل مغفودوں کے خواب میں دیکھا۔ تیرہ سو کر سبب دریافت کیا تو جواب ملا۔ جس رات کمترین نافرجام بندہ کے واسطے فرمان طلب پہنچا تھا۔ اتفاق سے وہی رات ملک چاند قدس سرہ کے آخرین سفر کی رات تھی۔ عاملان علوی کو حکم ملا۔ کہ جس کسی کو آج کی رات میں واپسین سفر پیش آوے۔ وہ خود فرمان بردار ہو۔ یا نافرمان۔ اس ناشائستہ انفعال کے اعمال نامہ پر۔ اس مقبول باگاہ کے طفیل میں بخشش کے قلم سے خطا نسخ کینچ وہ اس میں شک نہیں۔ اس تاریخ کے مرنے والوں کو اس سے بہتر نجات کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

صدرالذکر تقریب کے سلسلہ میں ایک اور گزرا ہوا واقعہ حوالہ قلم کرتا ہوں۔ ایک روز سلطان محمود بزرگ گجراتی نے بیان کیا۔ ایک شخص راہ دار الملک بہاری فوج میں تھا۔ ایک لڑائی میں وہ شہید ہو گیا۔ ہسٹے آدمی اسی طرح دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ لیکن اہل جہان کی توجہ اور رجوعات چاروں طرف سے جس قدر راہ دار الملک کے فرار کی طرف سے۔ اس قدر کسی شہید کے فرار کی طرف نہیں ہے۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ بالآخر سوچتے سوچتے یہ بات خیال میں آئی۔ کہ جس طرح۔ بلکہ ساعت میں پیدا ہونا۔ بچے کے حق میں ریز افزوں سعادت کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح ساعت سعید میں مرنا بھی آخرین سفر کے مسافر کا مفید نتیجہ بنتا ہے۔

بیان پر راقم کی خاطر فارغین یہ بات آئی۔ کہ ساعت سعید ہونے کے اسباب کو اس بات پر منحصر نہیں سمجھنا چاہیے۔ کہ زانچہ کسی طالع کا اپنا تھا۔ یا کو کب کسی مقام کے خوب تھے۔ ممکن ہے۔ کہ کسی بزرگ کا آنا کسی شخص کے جانے کے ساتھ۔ یا کسی سعادت مند کا جانا کسی شخص کے آنے کے ساتھ موافق اگر نتیجہ سعادت پیدا کرے۔

اور اس عالی رتبہ شخص کی برکت سے طفیلی کو بھی اس کی شائستگی کا اثر ہو چکے۔

مصرع بادرفیقم چو اور سفر واپسین۔

## یاد شیخ سلیمان ابن عصفان حاجی

آپ کی زاد بوم دہلی میں ہے۔ آپ کے آبا و اجداد سلطان ابراہیم ادہم کو پونچتے ہیں قدس سرہم آپ شیخ محمد عیسیٰ حشتی جو پوری کے مرید ہیں۔ خلع لبس کی قوت آپ کو خوب حاصل تھی۔ ظاہر اور باطن کے مالک تھے۔ نقل روح کا شغل اور ذکر قرآن جانتے تھے۔ پچاس سال بڑا مسجد اقصیٰ اور بیت الحرام میں اعتکاف کر کے گزرے تھے۔ بڑے بڑے قاریوں سے علم تجوید۔ بلکہ معاملہ میں حضرت خاتم النبوت علیہ السلام سے اور نیز سرچشمہ ولایت علی کریم اللہ وجہہ کی خدمت سے علم قرآن یاد کیا تھا۔ تمام مشائخ زمانہ نے جیسے شیخ عبدالقدوس حنفی۔ اور شیخ جلال حشتی ہیں۔ آپ کی تعلیم سے قرآن کی تصحیح کی ہے۔ اپنے ضرورت کے لائق علوم متداولہ تحصیل کر لئے تھے۔ تمام مشہور خانوادوں کے پیروں سے فرقہ خلافت ملاتا آپ جناب خضر علیہ السلام کی ملازمت میں بھی ہو چکے تھے اور ہر ایک کی روش پر۔ اس کثرت سے ریاضت کی تھی۔ کہ ولایت کی جہلک آپ کے افعال سے ظاہر ہوتی تھی۔ ایک بزرگ کا بیان ہے۔ کہ مشائخ کبرویہ میں سے ایک صاحب فرماتے تھے۔ میں ہجری سنہ نو سو چستیس میں۔ خداوند تاج بدخشان میرزا سلیمان شاہ ابن میرزا لہان کے ہم رکاب شیخ سلیمان کی ملازمت میں ہو چکا۔ ایسی رازداری کی باتیں ہوئیں۔ کہ کان سے لیکر دل تک بلکہ تمام جسم مسرت کے جواہرات سے پُر ہو گیا۔ جب نوبت کلام اپنے گزرے ہوئے واقعات بیان کرنے کو ہو چکی۔ تو فرمایا۔

ہجری سنہ آٹھ سو ایک میں صاحب قرانی امیر تیمور گورکانی نے دہلی فتح کی تھی۔ اس وقت تمام باشندگان شہر ہر ایک سمت کو جلا وطن ہوئے۔ ہم مالوہ کی طرف چلے آئے۔ اور منڈو (مانڈو) میں قیام کیا۔ اس سبب ہم کو لوگ منڈو والے کہتے ہیں۔ منڈو سے گردش زمانہ ہم کو گجرات کی طرف کہنچ کرے گئی۔ بالآخر وہاں سے حسب فرمان تقدیر ملک عرب کی طرف سفر کا اتفاق ہوا۔ ملک عرب سے پچاس برس بعد ہند کو معاودت ہوئی۔ آہستہ آہستہ اپنی زاد بوم کا رخ کیا۔ مگر آج تک اس گرامی مکان کی دلہ ل میں آب و دانہ نے پاؤں پتسا رکھا ہے۔

اس بیان سے سمجھا گیا۔ کہ آپ کی عمر ڈیڑھ سو برس سے زیادہ تھی۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک چار سو برس کی عمر ہے۔ بعض لوگ اسی بنیاد پر آپ کو ابو ارمنا حاجی رتن کی عمر کی سند پر بیٹھا ہوا سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو پینتالیس میں جسم کی پرانی سلا سے روح کو نکالا آباؤ کو کو چ فرما گئے۔ آپ کی قبر۔ جہان قطب الاولیاء قدس سرہ کا مرقہ مبارک ہے۔ اسی ہرما میں۔ حوض شمس کے آس پاس بزرگان مسافر و مقیم کی زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ شیخ داؤد اور شیخ محمود اولین صاحب زلزلہ کنظاہری علم کامل طور پر حاصل تھا۔ انہوں نے عالم شباب میں ہی دنیا سے سفر کیا۔ پچھلے صاحب زادہ پدر بزرگوار کے سجادہ نشین تھے۔ اب ان کے ایک بیٹے ہیں۔ شیخ کمال نام۔ جو ظاہری اور باطنی دونوں کمالات سے آراستہ ہیں۔ آغاز جوانی میں گوشہ نشینی کی حالت تھی۔ چند روز ہوئے۔ کہ بنا چاری سپاہیانہ طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ لیکن با انیمہ اندرونی صفائی۔ اور ایثار کی بہت بدستور اپنی جگہ قائم ہے۔ **الْحَمْدُ لِلَّهِ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ**

## مصراع بیرون سنہ زائرہ بندگی مستدم یاوشیخ احمد مدنی

ایک موضع نانوٹہ ہے میان دو آب۔ وہاں آپ گوشہ گرین تھے۔ شیخ سلیمان مندو (مانڈو) والہ کو خاص خلیفہ ہیں۔ آپ کو جذبہ دسلوک دونوں مرتبہ تھے۔ مشہور سلسلون کے طریقین پر قدم استحکام کے ساتھ جما ہوا تھا۔ اپنے پیر کو خضر علیہ السلام کی طرح زندہ سمجھتے تھے۔ ہمیشہ اپنے لائزاروں سے کہا کرتے تھے۔ اگرچہ ہمارے شیخ کا عنصری بدن خاک میں چپا دیا گیا ہے۔ لیکن خلاصہ (روح) مثالی بین میں اسی حالت زندگی کی طرح۔ طابون کا رہنا ہے۔ مصراع دل زندہ کن۔ کہ مردن تن شادی آورد۔

## یاوشیخ نصیر الدین ہندوئی

آپ کی شہرت کیمیاگری کے ساتھ ہے۔ شیخ سلیمان مندو (مانڈو) والہ کے خلیفہ ہیں۔ کیمیا بنانے میں اس صنعت کی جاننے والوں سے پیش قدم تھے۔ بہت طرح کی اکسیریں بنا لیا جانتے تھے۔ اور بناتے تھے جنت ایشیانی نصیر الدین ہمایون شاد اس فن میں اپنے تئیں آپکا شاگرد سمجھتا تھا۔ شیخ فرماتے تھے۔ ایک روز ایک بوڑھا بیمار ایک بیابان میں جکولہ۔ میں اپنے گھرے آیا اور اس کے علاج میں اپنے مقدور بہر کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی۔ یہ ہنر اپنے سے حاصل کیا ہے۔ بعض کا کہنا ہے۔ کہ وہ بیمار جناب خضر علیہ السلام تھے کہتے ہیں علم کیمیا

آسمانی علم ہے۔ تورات میں متا جناب موسیٰ علیہ السلام ہی جانتے تھے۔ قارون نے آپسے ہی سیکر کر عمل اکیسر کے ذریعہ سے کئی گہ خزانہ کے جمع کر رکھے تھے۔ مصرع کیمیا نے ست قناعت کہ نظر پر زرا ز دست۔

## یاد شیخ امین الدین

آپ بڑے پرہیزگار عالم تھے۔ سماع سے باز رکھنے۔ اور بدعت کے ٹوٹنے میں ہزار ہا آدمیوں کی برابری کی کام میں لاتے تھے۔ اور سماع و سرود کی ممانعت اور حرمت کے بارہ میں بہت سی روایات فراہم کر رکھی تھیں۔ جن کو وہ بیان کیا کرتے تھے۔ جب آپ سلطان سکندر لودھی کی مجلس میں پہنچے۔ تو سلطان کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا۔ کہ سرود سماع کی رسم دہلی سے قطعی موقوف ہو جاوے۔ سلطان نے فرمایا۔ آپ ایک دفعہ شیخ سلیمان سنڈو (مانڈو) والہ کی ملازمت میں جا کر اپنی روایتیں بیان کریں۔ اور ان کو سماع سے توبہ کرائیں۔ پھر بلا کوشش کے شہر سے یہ طریقہ موقوف ہو جاوے گا۔ جب آپ شیخ کی خدمت میں پہنچے۔ مجلس سماع گرم تھی۔ آپ بھی دردیشوں کے لغزہ کی تاثیر سے بیہوش ہو گئے اور ہاتھ پینکنے لگے۔ جب افادہ ہوا۔ تو شیخ کے مرید ہوئے۔ اور باطنی حالات غالب آگئے۔ تو ظاہری آمین سے خود بخود فرود گراشت ہو گئی۔ ایک روز رادہ کر لیا۔ کہ کتب خانہ میں آگ لگا دی جاوے۔ پیر نے فرمایا الحق فی الكتاب والاسلام فی الدفاتر اگر۔ وفاق نہ ہو گئے تو نہ ولایت ظہور پذیر ہوگی۔ اور نہ نبوت کا جلوہ ہوگا **لَا نَفُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْغَابِلِيْنَ**۔

مصرع دانش آمد مایہ بخش دین و دولت مرد را

## یاد شیخ حسین

آپ ملتان سے خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کی زیارت کے واسطے اجمیر میں آئے تھے۔ یہاں پر اپنے صرف ایک حجرہ کے اندر اپنے جسم کے گملانے۔ اور جان کی پرورش کرنے میں بارہ سال گزار دیئے۔ فرمانروا مالوہ خان جہان کے بیٹے۔ سلطان محمود کو آپ کے اجمیر میں ہونے سے آگاہی ہوئی۔ تو چشت خان کو بھیج کر سنڈو (مانڈو) میں تشریف لانے کے لئے اتنا س کیا۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو محمود کو صرف ایک دفعہ اتفاق دیدار پیش آیا۔ پھر اس کے بعد اس کا عہد پورا ایک برس ہی نہیں رہا۔ کہ اُس کے بیٹے عنیاث الدین کی فوت آئی۔ اور عنیاث الدین کے نام سے کوس سلطنت بچنے لگا۔ سلطان عنیاث الدین نے ایک روز چشت خان سے دریافت کیا۔ کہ شیخ کے رہنے سے سننے کی کیا کیفیت ہے۔ اور کس طرح گزرتی ہے چشت خان

لے حق کتابوں میں ہے۔ اور اسلام و فزون میں ۱۲۵۵ھ ہم سدھی سے پناہ مانگتے ہیں اس امر کی کہ نادانوں کی باتیں کریں۔

نے جواب میں مضمون شکر گزاری عرض کیا۔ شیخ کی ملامتی مہر شیخ کی طرف سے پتھر کی ہاکیا تہیج سلطان کے روبرو پیش کی۔ سلطان وقت نے کچھ مال چشت خان کے ہاتھ بیجا۔ آپ نے اس مال میں سے کچھ تولانے والا کو دیا۔ اور جو باقی رہا تھا۔ وہ حاجتمندوں کو تقسیم کر دیا۔ دوسری بار پھر سلطان نے درمیانی شخص سے یہاں کہ آپ کے کانے پینے کے سبب کیا اور کہاں سے ہیں۔ عرض کیا گیا۔ ریزی تو آسمانی ہے۔ اور اسباب نامعلوم کیونکہ سلطان محمود تو عہم بہشت جلدی سے فرما گئے۔ اور سلطان وقت نے ان حکم شیخ کے مجروح قدم رنجہ نہیں فرمایا ہے جب سلطان کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو آپ کے دیدار کے واسطے حاضر ہوا۔ دیدار سے نوباطنی حاصل کیا اور بعد آبلوگانوں آپ کے فرزندوں کے نام سے لکھ کر سپرد کر دئے۔

کتے ہیں۔ نصیر الدین کے بیٹے شہاب الدین نے بہت سی فوج فراہم کر کے۔ اپنے باپ کے لواحق شروع کر دی تھی۔ نصیر الدین اپنی فوج کی کمی سے اور بیٹے کی مخالفت سے دور دواز فکر میں تھا۔ اور ہمیشہ یہ راگ گایا کرتا تھا کہ گشتہ زمین میں دل کی چھپی ہوئی بات پہچاننے والے درویش بہت تھے۔ جب آسمان کسی کے ساتھی کو ادائیگی کرتا تو وہ بیچارہ درویشوں سے استمداد کر کے اپنے نیک و بد کے انجام پر خبر پالیتا تھا۔ لیکن آج کل ایسے روشن ضمیر لوگ نہایت ہی نایاب ہیں۔ سینکر شمشیر خان نے جو شیخ کے عرفان اور وجدان سے باخبر تھا۔ عرض کیا۔ کہ اگر سلطان شیخ حسین کی گراہی محبت میں پہنچ جاوین۔ تو غالباً یہ شکایت جو سلطان کو ہے۔ شکوہ پاس کے ساتھ تبدیل ہو جاوے گی۔

القصہ سلطان وہی کا پیار ہاتھ میں لیکر دیہات کے شہنوں کی طرح شیخ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ آپ انہوں نے دلاز سبھ گئے۔ اور آیت کریمہ کرمہ میں فِئْتَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئْتَةً كَثِيرًا كَابِذِينَ اللّٰهُ بڑھ کر فتح یابی کی خوشخبری سنائی۔ چنانچہ اسی آسمانی خوشخبری کے بموجب ظہور ہی ہوا۔ چند روز بعد نصیر الدین خان فانی سے رخصت ہوا۔ اور زمانہ نے ہاتھ پکڑ کر محمود کو شاہی تخت پر بٹایا۔ سلطان محمود بھی شیخ کی خدمت گلاری میں باہر کی طرح کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ اس کا عہد پورا ہوا۔ کتے ہیں سلطان بہادر مالوہ گجرات کو باگا۔ اور جب آشیانی ہمایون شاہ صاحب آ پونجا جب ہمایون شاہ نے قلعہ منڈو (مانڈو) فتح کر لیا۔ تو شیخ کے دیدار کے واسطے حاضر ہوا۔ شیخ نے شاہی ابرق لاجپال ماطلا اور جواہرات میں طمع کی ہوئی بکھی۔ تو آبدار کے ہاتھ سے لیکر اس سے طلا جلا گیا۔ اور کہا۔ کہ آج سے تیری بادشاہ کے واسطے آنجورہ شروع چاہیے۔ طاہر فرغلی عذر خواہی کے واسطے اٹھے اور حسب حکم شاہنشاہی ابرق۔ شیخ کے سامنے منڈکی شیخ نے کمال آزادی سے اس کے دام کر کے۔ حاجتمندوں کو تقسیم کر دئے۔

دوسرے روز علی الصبیح جنت آشیانی اور میر فرغلی۔ امتحانی مضمون دل میں قرار دیکر شیخ کے دیدار کے واسطے حاضر ہوئے شیخ کو ہر ایک کے اندر وہی قرار داد پر علم ہو گیا۔ اتفاقاً آدھی رات کے وقت شاہ تاجو مجذوب نے اپنے بیٹے قطب الدین بیکاری کے ہاتھ دو سچ کباب۔ شیخ کے واسطے بھیجے تھے۔ ان کبابوں میں سے شیخ نے تین بوٹیاں اٹھا کر میر فرغلی کو کمانے کے واسطے دین چنانچہ واقعہ کا ظہور ضمیر کے موافق ہوا۔ اس کے بعد شیخ نے جنت آشیانی سے فرمایا۔ کہ درویشوں کو بازیگردن کی مثل قرار دینا۔ آمین دوستی کے خلاف ہے۔ اگرچہ آم اس غیر فصل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن قابل پسند نہیں ہوتا۔

آپ بارہون مہینے نماز طہارت کبریٰ (غسل) کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ ایک روز غسل کے ارادہ پر باہر گئے تھے۔ چورون کی ایک جماعت ملی۔ وہ جماعت آپ کو تو نگر سمجھ کر اپنی منغنی جگہ میں لے گئی۔ اور پانوں میں زنجیر ڈال کر ایک دروازہ کے گوشہ میں بٹھا دیا۔ آپ نے فرمایا گرفتار دل دانوں کی پابندی زنجیر سے ہوتی ہے اور جو لوگ آزاد ہیں۔ ان کو پابند صرف محبت کر سکتی ہے۔ سارے دن نے اس بات کو یاد ہوائی سے زیادہ وقعت نہیں دی۔ اور زنجیر پر ہر سہ کر کے۔ ہر ایک اپنے کام میں لگ گیا۔ شیخ اس جگہ سے ایک پلک مارنے میں سلیمانی رفتار سے اپنے حجرہ کے اندر چلے آئے۔ کہتے ہیں شیخ کی عمر ایک سو اٹیس سال کی تھی۔ خوابگاہ اور یہاں ہے۔ یہ ایک دیہہ منڈو (مانڈو) سے بارہ کوس کے فاصلہ پر ہجری سنہ نو سو پینتالیس میں دنیا کے عدم آباد سے عقبی کے شہر سان کو رحلت فرمائی مصر صبح آفرین خدا سے بروے باد۔

## یاد شیخ علاء الدین دہلوی

آپ شیخ نور الدین المعروف بہ فیلسف کے بیٹے۔ اور گنجشکر کی نسل سے ہیں۔ قدس اس سرار ہم ایسے داد شیخ تاج الدین محمد ابن شیخ عبد الصمد ابن شیخ منور ابو دہنی کے مرید تھے شیخ منور ابو دہنی کو اہل زمانہ گنجشکر۔ اور شیخ فرید تائی کہا کرتے تھے۔ اور با اعتقاد مریدوں کے خواب میں حضرت گنجشکر۔ شیخ منور ابو دہنی کی شکل میں نظر آیا کرتے تھے صاحب کشف علیہ خان کہتے ہیں۔ جب میرے سلوک کا آغاز تھا۔ تو میں اس بارہ پر کہ مجھ کو کلاہ خلافت خواجہ قطب الاولیا سے مل جاوے۔ خواجہ قطب الاولیا کے روضہ پر محکم ہوا۔ خواجہ قطب الاولیا نے مراقبہ میں مجھ کو شیخ علاء الدین کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہدایت فرمائی۔ میں نے گستاخی کی۔ جو اس امر کو قبول نہیں کیا۔ اسی طرح چند بار میں نے اعتکاف کیا۔ اور چند بار یہی اشارہ ہوا۔ بالآخر میرے کان میں آواز آئی۔ ”علاء الدین قطب الدین ہیں“ ناچار مجبور ہوا۔ اور بے تامل آپ کے پاس حاضر ہوا

سکراتے ہوئے کلاہ میرے سر پر رکھی۔ اور فرمایا۔ یہ کلاہ قطبِ لدویلی کی طرف سے ہی ہے خوش دقت رہو۔  
پندرہویں بیچ اثنانی ہجری سنہ نو سو سینا لیس میں فرمانِ وصال صادر ہوا۔ خوابگاہِ قلعہ دہلی۔

مصراع کلاہ عفو توجو بدید سر پر ہنس من۔

## یاد شیخ علاء الدین ابن شیخ بدر الدین سلیمان

آپ کے پد بزرگوار حضرت گنجشکر کے فرزند ہیں۔ قدس امرارہم کہتے ہیں۔ آپ کے نفسِ ناطقہ کا لہجہ کے  
ساتھ پیونہ ہجری سنہ آٹھ سو بہترین ہوا تھا۔ زمانہ طفلی سے ہی۔ دلی ہو گئے کے آثار۔ آپ کی پیشانی سے عیا  
تے جب آپ کا دل وحدت کی روشنی سے منور ہوا۔ تو ساٹھ برس تک آپ نے ہدایتِ زمانی۔ چونکہ آپ کی  
ذات میں بخشش اور بخشائش کی صفت کمال درجہ تھی اس واسطے لوگ آپ کو علاء الدین جو انہو کو کہا کرتے تھے  
ہجری سنہ نو سو اٹالیس میں دامنِ ہستی گردِ علائق سے جہاڑ دیا۔ اور کوچ فرما گئے۔ اجودہن میں اپنے جد بزرگوار  
حفیرو میں دفن کئے گئے۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ جن سے چاند سورج کی طرح۔ نسب و حسب کا زمین  
و آسمان منور تھا۔ ممکن اور واجب میں امن و دونوں صاحبِ زادوں کی خاص روش سے انتظام تھا۔  
القصد۔ سلطان محمد تغلق نے بہت سی تدبیرات کر کے دونوں صاحبِ زادوں کو اپنے سے مانوس کیا  
بڑے صاحبِ زادہ شیخ معز الدین کو معز الملکی کا خطاب دیکر ملکی اور مالی کاروبار ان سے لیا اور بالآخر ان  
کو صوبہ گجرات کا حاکم بنایا۔ ان کی ہستی کی کشتی اسی جگہ دریا سے نیستی میں غرق ہوئی۔ دوسرے شیخ علم الدین  
تھے ان کو شیخ الاسلامی کا منصب دیا۔ شیخ علم الدین دنیا اور عقبی دونوں جہان کا کام بنانے میں مصروف  
رہتے تھے۔ ان سے بہت سے لوگوں کو فیض پہنچا تھا۔ مصراع ساغر اسرار او پراز سے توحید باد۔

## یاد شیخ عبد الرزاق مہنجمالومی

آپ خانوادہ قادریہ کے سربراہ اور دونوں میں سے ہیں۔ پیر مشائخ حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی کی  
خدمت کی تھی۔ اور خدمت سے فائدہ بھی اٹھایا تھا۔ لیکن دوامِ مشاہدہ کے مقام پر شیخ شاہ محمد حسن قادری کی  
ملازمت سے پونچے تھے۔ اور محمدی ہدایت کے طریقہ پر بہت کے ساتھ قدم رکھ کر دانش و نبیض حاصل کی تھی۔ آغا  
سے انجام تک جسم کے گھلانے۔ اور روحانی جوہر کے بڑھانے میں مصروف رہے۔ آخر کار نیچے بیٹھا۔ کہ عالم ارواح کے  
چلنے پر نئے والوں میں شامل ہو گئے۔ اور ہمیشہ نافرمان نفس کے ساتھ لڑائی لڑ کر بالآخر فتح پائی۔ آپ ہمیشہ آئندہ  
کے ساتھ مروت سے پیش آیا کرتے تھے۔ اور ناتوانوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ رسمی علم کی تحصیل کہاں کے درجہ کو پہنچائی

تھی۔ بیان تک کہ سخن گوئی کا ملکہ حاصل تھا۔ کلام پسندیدہ ہوتا تھا۔ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے مکتوبات پر ایک عمدہ شرح۔ اور نجدیہ اور مفیدہا شیئے لکھے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو و پنچاس میں عالم دنیا سے رحلت فرمائی۔ اکثر سرکار دہلی کے بڑے بڑے لوگ آپ سے حسن عقیدت رکھتے ہیں۔ منجملہ ان کے یہ اصحاب بھی ہیں شیخ احمد مفتی اسفندیونی۔ شیخ حسین پانی پتی۔ شیخ عمر مسوانی۔ میر سید علی لودیانی۔ اور یہ چار شخص۔ شیخ احمد فیض علی۔ شیخ طیب اور شیخ صابر۔ قصبات میان دوآب کے باشندہ ہیں۔ شیخ یوسف دہلوی جنہوں نے اپنے پیر کے کلام کو فراہم کر کے۔ ایک مفید جلد بنائی تھی۔ شیخ حاجی جو شیخ یوسف کے پیر زادہ تھے۔ اور شیخ چاند مجذوب جو ہفتہ ہفتہ بہ روزہ رکھتے تھے۔ یہ اصحاب جس قدر شمار کرائے گئے ہیں۔ سب کے سب طریقہ ولایت کے راز دار۔ اسرار و طریقت کے مشکل کشا۔ خدا شناسی کی انجمن کو رونق دینے والے۔ اور طالبان ہدایت کے رہنما تھے۔ قدس سرہ

## تعالیٰ اسرار ہم۔ مصرع رہنمایان جہان را سند عالی بود۔ یاد شاہ تاجو ابن شیخ کمال قدس سرہ

آپ قرشی النس ہیں۔ آپ کے پدربزرگوار ملک عجم کی سیر سے عبرت حاصل کرتے پرتے تھے اتفاقاً۔ قلعہ رنت بہنور کے آس پاس کد خدا ہوئے۔ ہجری سنہ آٹھ سو پچاسی میں شاہ تاجو کی روحانی صورت شکم والدہ سے باہر آئی۔ اور اُس کے واسطے پشت زمین گوارہ نبی۔ جب آپ کی عمر پانچ برس کی ہوئی۔ تو یتیم ہو گئے۔ اور آپ کی ماں نے آپ کی دیوانگی مادر زاد سمجھ کر خیر گیری چھوڑ دی۔ سونے کی جگہ اور کمانے پینے کے انتظام میں دوسری ہی شکل پیدا ہو گئی۔ آپ ایک دم شیشہ فردشون کی ہمراہی میں۔ تن تنہا منڈو (مانڈو) میں چلے آئے۔ بیان پر چند روز بعد و عَلَّمَاہ مِن گَدَا نَا عَلَّمَاہ کے مکتب میں تقدیری تخیلی یاد کی۔ اور آپ کے سینہ پر خدائی علم تحریر ہو گیا۔ سلطان وقت ناصر الدین خلجی تھا۔ اُس نے آپ کی خدمت اپنے ذمہ لے لی تھی۔ ایک روز تنہائی کے متعلق ذری سے شکایت آپ کی زبان پر آئی۔ اس کا انتظام سلطان نے اس طرح کیا۔ کہ ایک ضعیفہ تھی جو حرم سلطانی میں پردہ نشینوں کو شرعی کچور و لاکچور تعلیم کیا کرتی تھی۔ اُس ضعیفہ کی ایک حسین و جمیل لڑکی تھی۔ راحتہ الحیات نام تھا۔ سلطان نے اُس لڑکی کے ساتھ آپ کا عقد کرویا۔ شادی کے مراسم۔ عوسی لوازم۔ اور خانہ داری کے ساز و سامان کا کافی طور پر انتظام کر دیا گیا۔ اسی اثنا میں سلطان ناصر الدین خلجی کا زمانہ حیات پورا ہوا۔ اور اب فرمان روائی کی نوبت سلطان ناصر الدین

نے آگرہ اور جیپور کے درمیان میں ایک قصبہ ہے ۱۲ جسے آج کل ریاست بھرت پور کہتے ہیں



کے بیٹے۔ سلطان محمود کو پونچھی۔ پیکر پرستوں کی ایک جماعت تھی۔ جس کا مذہب راجپوتوں کا ساتا۔ یہ لوگ پوربہ کر کے مشہور تھے۔ اس جماعت نے سلطان کو قید کیا۔ اور خلجی حرم نشینوں میں عام پراگندگی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ اسی اثنا میں کہ دسویں صدی کا آغاز تھا۔ راحتہ الحیات کے بطن سے اس ازلی مجذوب کے گہرہمان نو کی آمد ہوئی قطب الدین بہکاری نام رکھا۔ اس کے بعد راحتہ الحیات کو مرنے لگتا ہوا۔ کہ وہ مر ڈبی۔ اور باپ چونکہ فتانی السد کے دریا میں غرق تھے۔ ہوش میں آکر بیٹے کی پرورش نہیں کر سکتے تھے۔ دربانانِ شہر آپ کے ہمسایہ تھے۔ کارکنانِ قضا و قدر نے قطب الدین بہکاری کی تربیت۔ اُن کے محلہ پر لکھدی۔ جب زمانہ ہوش آیا۔ تو خدمت والدین میں مشغول ہوئے۔ باپ کے خرق عادات۔ اہل زمانہ کے نزدیک شمار سے زیادہ ہیں۔ ہجری سنہ نو سو پچاس تھا۔ کہ شاہ تاجو اپنے عنصری لباس سے جو عاریتہ تھا نکل کر شیخ بہکاری کو اپنا جانشین چوڑ گئے۔

شیخ بہکاری۔ اپنے حسنِ خدیا اور باپ کی موثر دعاؤں کی بدولت۔ صاحبِ ولایت ہوئے آپ کا خلیلی دسترخوان مہمانوں کے آگے سے کسی کسی وقت ایک طلوع سے دوسرے طلوع تک تہ ہوتا ہی نہیں تھا۔ تو نگرون کو اور درویشوں کو یکساں طرح طرح کے کمانے کھلائے جاتے تھے۔ اور کمانا چنے کے اندر شاہ اور گدا کے درمیان کچھ فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ بعض لوگ جو اصل حقیقت کے ناواقف ہیں ایسا کہتے ہیں کہ شاہ تاجو قدس سرہ شیشہ فردش کے رکے ہیں۔ مجذوب اور حضور تھے۔ ان کے کوئی لڑکا نہیں ہے۔ شیخ بہکاری دربان کے رکے ہیں۔ جو خوش قسمتی سے ایسے بزرگی کی خدمت میں پہنچ کر عالی مرتبہ ہو گئے۔ یہ کنا صرف گمان ہے۔ جو راستی اور درستی سے بعید ہے۔ قطعہ

نیت درین عصر کے ہم چوا و

سوئے ارم ہند و ہفتاد و دو

شیخ بہکاری کہ جہان رایے کست

انصاف دو آمد و رفت از جہان

شیخ بہکاری نے پانچ لڑکے یا دو گار چوڑے۔ سب بڑے شیخ سعادی تھے۔ جن کا ظاہر اور باطن سید ہے اور سچے لوگوں کی طرح سنجیدہ افعال کے ساتھ آراستہ تھا۔ باپ کی خلافت کا خرقہ زیب بدن کیا تھا۔ چند روز بزرگوار آبا و اجداد کے طریقہ پر اپنا سلسلہ فقار رکھا۔ بعد ہجری سنہ نو سو چھیاسی میں معنوی ملک کا عزم فرمایا۔

دوسرے لڑکے شیخ کمال تھے جنہوں نے دل کی سلامتی۔ شکستگی کے ساتھ جمع کی تھی۔

اموال کے دیدار کا شوق کمال درجہ رکھتے تھے۔ انہوں نے ہجری سنہ ایک ہزار نو میں عاریتی سراسر چھوڑی۔

جو تھے ان کے شیخ جمال تھے۔ جو اصحاب حضور آئی میں بدایاب ہیں۔ وہ آپ کو نظر قبول سے

دیکھا کرتے تھے خاصہ شہسوار میدان وحدت و حقیقت شیخ ضیاء المسلمین شیخ محمد غوث قدس سرہما سے پیر ہیں

خلافت اپنے ہجری سنہ نو سو پچاسی میں زریب بدن کیا تھا۔ اور سالک شاہراہ تجرید و تفرید شیخ محمود ابن

شیخ جلال شطاری عشقی کی ملازمت میں چند سال رہ کر نہایت کی بدولت فیض پایا تھا۔ اور اجازت نامہ لیا

تھا۔ راقم گلزار کے پڑانے ایک دل دوستوں میں آزاد فرما کر کثادہ پیشانی خلوت پسند اور تپاک سے ملنے

والا۔ آپ کے مانند کوئی نہیں تھا۔ ہجری سنہ ایک ہزار چودہ کے رمضان مہینے میں آپ نے رحلت فرمائی۔ ایک

لڑکا وہ ازودہ سالہ چھوڑا ہے۔ شیخ شریف نام ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کو شرف کمالات عطا فرماوے۔

## یاد سید نظام مندوی

آپ سید شرف کے فرزند ہیں۔ جو سید غیاث کے بیٹے تھے۔ اور سید غیاث۔ سید محمد گیسو دراز کے

پوتوں میں سے ہیں آپ جسم کو گملاتے۔ اور روح کی پرورش کرتے تھے۔ اور نفس پر فتحیاب تھے۔ کہتے ہیں

آپ کے پیدہ بزرگوار بہ ترک سکونت گجر گدکن سے سلطان غیاث الدین خلجی کے عہد میں مالوہ کی طرف آئے تھے

اور قیام کے واسطے یہ مقام پسند کیا تھا جب سید شرف نے عالم علوی کو کوچ فرمایا۔ تو اس وقت سید نظام چھوٹے

تھے جب آپ کا زمانہ ہوش آیا۔ تو شیخ برہان چشتی کے مرید ہوئے۔ وجہ معاش پیشہ بیلداری سے ہم پہنچاتے

تھے۔ ایک روز زر نقد سے بہرا ہوا ایک برتن۔ ایک دیوار کی چڑھن سے نکلا۔ آپ نے اس کو مٹی میں چپا کر گھر کے

مالک کو آواز دی۔ کہ مال زمین میں دبا ہوا ہے۔ اٹھانے جائیے۔ تاکہ کھدائی کا کام جاری کیا جاوے۔ مالک مکان

نے جواب دیا۔ جو شے نکلی ہے۔ اس کا ستھن دکھانے والا ہی ہے۔ کیونکہ اسی کی تقدیر سے اور اسی کی سعی بازو

سے نکلی ہے۔ ایک گنڈہ برابری طریق باہم گفت و گور ہی۔ آخر کار جب سید نے اس کشاکش سے نجات پائی

تو اس اندیشہ سے۔ کہ مبادا آئندہ پراسیاسی ہوا پیش آوے۔ حرص کو حرکت۔ اور دل کو میلان ہو۔ اور ہاتھ اس

کی طرف بڑھے۔ اس پیشہ سے ہی درگزر کی۔ اور اس کے بعد آئندہ ہن اور آٹا بیچنے کو اپنی قوت ہم پہنچانے کا

ذریعہ بنایا۔

اس عرصہ میں ایک رہنما بزرگ آپ کے پاس آ پہنچے۔ کئی سیر آٹا لیا۔ اور اسی آئندہ ہن سے جو دوکان میں تھا

روٹی بکا کر صرف اپنی ایک چاشت کی خوراک بنائی۔ آپ کو ذکر قربان کا طریقہ یاد کرایا۔ اور فرمایا۔ زہدان خشک کی

زقار چوڑا اور عاشقانِ حلف کے خون کی چاشنی چکھو۔ کہتے ہیں۔ اس نوکر کی مشق اپنے بیان تک بڑھائی۔  
 کہ شغل کرتے وقت بدن کے اعضا ایک دوسرے سے جدا ہو جایا کرتے تھے اور جب آپ فارغ ہوتے تھے۔ تو وہ  
 اعضا پھر مل جاتے تھے۔

سلطان بہادر گجراتی نے جب منڈو (مانڈو) کو فتح کیا تھا۔ تو سید کی ملازمت میں بھی گیا تھا۔ اور نذر میں  
 بہت سامان پیش کیا تھا۔ آپ نے قبول فرما کر سب کو عمارت کے کام میں لگا دیا۔ اور ایک بہت بڑا گنبد پیدر بزرگوار کی  
 قبر پر تعمیر کرایا۔ اور پھر بعد میں جب جنتِ آشیانی کا درود منڈو (مانڈو) میں ہوا۔ تو اُس نے بھی عزم دیدار کیا مجلس  
 گرم ہوئی اور رازداری کی باتیں ہونے لگیں۔ بہت سی عمدہ عمدہ اور دل چسپ باتیں ہوئیں۔

کہتے ہیں۔ آپ کے جو بیٹے بیٹے تھے۔ ان سب میں سات بیٹے گویا ہمیشہ باموتی تھے۔ سید داؤد  
 سید حمید۔ سید جمن۔ سید برہان الدین۔ سید کمال۔ سید سالار۔ اور سید فرید  
 چند فرزندوں کو رسمی علم حاصل تھا۔ اور چند آئی معرفت کے عالی مرتبہ کو پہنچ کر بہت سے لوگوں کے پیشوا  
 ہو گئے تھے۔ اور ماہادون میں سے یہ چار شخص ممتاز تھے۔ اولاً آپ کے پیر کے پوتے شیخ نصیر الدین ابن شیخ  
 جلال بن شیخ برہان چشتی۔ دوسرے شیخ جمال تیسرے شیخ چاند چوتھے شیخ شرف الدین۔  
 ابن چاروں میں سے ہر ایک اہل عرفان۔ اہل ذوق۔ اور اہل وجد تھے۔

سید نظام نے تاریخ انیسویں ذی الحجہ ہجری سنہ نو سو چاس کوچ دیدار کے واسطے کوچ فرمایا۔  
 خواجگاہ باپ کا گنبد جو سالگرنال سے نزدیک ہے۔ مصرع صفا درودہ او کوئی حق شناسی بود۔

## یاد سید حسین

آپ سید محمد کے بیٹے تھے جو جلال ابن زبید کے فرزند تھے۔ آپ اصل میں سادات ترمیز سے ہیں۔  
 آپ کے آٹھویں دادا سید جلال الدین ہند کی طرف ترمیز سے آئے تھے۔ اس وقت آٹھویں صدی کا آغاز تھا  
 اور قصبہ سارن میں جو سرکار جو پور کی مصنافات میں سے ہے گوشہ گزین ہوئے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ سید علما۔  
 اور سید جلال۔ یہ سید حسین جو ہیں۔ دوسرے بیٹے کے پوتوں میں سے ہیں۔ سید حسین کی زاد بوم گوالیار ہے  
 آپ کے والد ماجد سید محمد۔ سلطان ابراہیم لودھی کے عہد میں قصبہ سارن سے جو آپ کے آبا کے کرام کا وطن تھا۔  
 گوالیار میں آئے تھے۔ انہیں ایام میں حاکم قلعہ تارا خان سارنی تھا۔ اُس نے کمال محبت اور تعظیم کے ساتھ  
 آپ کا استقبال کر کے ضروری ضروریات نہایت عجلت کے ساتھ ہم پہنچائیں۔ اسی عرصہ میں چند روز بعد

قطب الاولیا غوث العرفا - شیخ محمد غوث قدس سرہ بھی شرقی ملک سے جوان کا قیام گاہ تھا۔ گوالیار میں آئے۔ القصدہ جب جنت آسیانی ہمایون بادشاہ نے صوبہ بنگالہ کی فتح کے واسطے کوچ فرمایا۔ تو دارالخلافہ آگرہ میرزا ہندال کے سپرد کیا۔ نا تجربہ کار ندیوں نے یہ صدامتواتر میرزا کو سنائی حافظ۔

شہر خالی ست ز عشاق بود کز طرے نے

مردے از غیب برون آید و کارے بکند

میرزا کو تہ اندیش تھا۔ کہ ہواے فرمان روائی اس کے کانون میں بہ گئی۔ اس بارہ میں دولت دوست نالافتخار کے مشورہ سے یہ بات قرار پائی کہ شیخ ہوں۔ ہمارے بلا شاہ کے پیر ہیں۔ اور شیخ محمد غوث پیر کے بہائی ہیں۔ جب تک یہ دونوں بزرگوار عالم ملکوت کو روزانہ نہیں کر دئے جائینگے۔ میرزا کی آرزو پوری نہیں ہوگی۔ شیخ ہوں۔ دارالخلافہ آگرہ میں موجود تھے۔ ان کو وہیں شہید کر دیا۔ اور غوث زمان گوالیار میں تشریف رکھتے تھے۔ اس واسطے گوالیار کے حوالدار سلطان میرک کے نام حکم جاری کیا گیا۔ کہ جس طریق سے ممکن ہو شیخ محمد غوث کو دارالخلافہ میں روانہ کر دو۔ اتفاق سے شیخ محمد غوث کو اس معاملہ کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ لہذا راتوں رات آفتاب کی طرح لوگوں سے مخفی اور تنہا گوالیار سے نکل گئے۔ اور زمین مشرق میں جا پونچے جہاں ہمایونی لشکر تھا۔ لیکن گہرا دریا فیہا لٹ گیا۔ اور بال بچوں کو نہایت تنگی کی نوبت پہنچی۔ جب ہمایونی علم واپس ہوئے۔ اور وہ شورش فرو ہوئی۔ اور شیخ محمد غوث بھی اپنے وطن میں آ پونچے۔ تو یہ بات ذہن نشین کی گئی۔ کہ جو کچر آفت اور مصیبت گہرا دریا بال بچوں پر پہنچی تھی۔ یہ سب سید محمد سارنی کے کہنے سننے سے پہنچی تھی۔ اور پھر جن لوگوں نے یہ چھوٹا چھوٹا ہی تھی۔ انہیں لوگوں نے محض گمان ہی گمان پر سید محمد کے گروالوں سے مکر سے کر رہے جا کر ختیا یا کہ مہتاری اولاد کے واسطے شیخ محمد غوث جلالی نقش جلاتے ہیں یہ متوحش خیر سکر بچوں کی مان نے اس طریق کے سوانجات کی کوئی صورت نہیں دیکھی۔ کہ اپنے بڑے بیٹے سید حسین کو جس کی حسین صورت دیکھ کر یوسفی حسن یاد آتا ہے خدمت میں بھیجے۔ اور توہمی تصدیق کا عذر و معذرت کر کے معافی کے لئے التماس کرے۔

جب یہ نوجوان سعادت مند قدم بوس ہوئے۔ تو شیخ محمد غوث نے نظر مہربانی سے دیکھا۔ جس کی وجہ سے ان کو کمال خوشی حاصل ہوئی۔ اور روز بروز گنجائش اور سوخ کا درجہ بڑھتا چلا گیا۔ جب ستر سال کی عمر ہوئی۔ تو مرید ہو گئے۔ اور سلوک کے طریقہ پر مقامات طے کر کے خدا شناسی۔ حق دانی۔ اور حقیقت پرستی سے ممتاز ہوئے۔ اخیر میں وحدت وجود کے آثار زور و شور کے ساتھ غالب آئے۔ یہاں تک کہ

سلوک سے باز رکھ کر تیس سال کی عمر میں جذبہ کو نوبت پہنچی۔ جس زمانہ میں قطب الاولیا غوث زمان نے شیرخان سور کی شورش کے سبب گجرات کو ہجرت فرمائی ہے۔ اُس زمانہ میں آپ ہم کاب تھے۔ ایک روز ایک جگہ چند بوالہ سون کی مجلس ہو رہی تھی۔ چلتے چلتے ان مجذوب صاحب کا بھی گزر وہاں سے ہوا سردے کر مجلس میں گس گئے۔ اور پانی کا ایک برتن اٹھایا۔ مجلس و الون نے مجذوب تو جانا نہیں۔ چور حیا ل کیا۔ سمجھ کو کچھ کام میں نہیں لائے۔ غصہ سے کام لیا۔ اس درمیان میں انجمن میں سے ایک ناعاقبت اٹھ اٹھا۔ اور تلوار کا ہاتھ مار کر آپ کو شہید کر دیا۔ خوابگاہ محمود آباد ہے جو احمد آباد سے دس کوس ہے۔

مصراع بود سالی نصد و پنجاہ و دو  
 یونانی کتب  
 شاہ ولایت

## یاد سید علاء الدین مجذوب المشہور بہ علاول بلاول

آپ کے پدر بزرگوار کا نام سید سلیمان ہے۔ آپ کے جد امجد سید حسن حسینی ایام سابق میں۔ رسول علیہ السلام کے مدینہ سے ہند میں آئے تھے۔ جب ہند کی شرقی زمین میں پہنچے۔ تو قصبہ رودلی میں ایزدی مشیت کے بموجب سیاحی کی مسافت انجام کو پہنچی اور اسی قصبہ کے ایک گوشہ میں قیام کا بستر بچھا دیا۔ اور خدا سے لو لگائی۔ چند روز بعد آپ کے دادا کی بیویاں بھی ہو گئیں مکان بھی بن گیا۔ خاندان بھی ہو گیا۔ فرزند۔ خویش مستقیم۔ درویش بہت سے فراہم ہو گئے۔ جب سید سلیمان کی زندگی کا تحت بر باد ہوا۔ تو انہوں نے اپنا متروکہ نقد کپڑا۔ وہیات۔ اور ذرا عتی زمین بہت کچھ چھوڑا تھا۔ اس سبب فرزندوں میں باہم جگڑا تنازعہ پیدا ہوا۔ شیخ علاول سب میں چھوٹے تھے۔ اور کریم الطرفین تھے۔ اس سبب چند بائیوں نے ان کے مار ڈالنے کا قصد کر کے۔ آپ کے واسطے ولایت یوسفی ثابت کی۔ ان کی مان ان پر محبت کی نظر رکھتی ہی تھی جب اُس کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو وہ سفر حجاز کا عزم کر کے آپ کو ہمراہ لیکر اُس قصبہ سے مخفی طور پر نکل آئی دن میں گرگ طینت بائیوں کے تعاقب کے خوف سے گوشہ تاریک میں چھپے رہتے تھے۔ اور رات میں جتنی طاقت کام دیتی تھی۔ راستہ چلتے تھے۔ المقصد۔ جب تک اس خوف سے امن حاصل نہیں ہوا۔ اسی طرح جنگل بیابان قطع کرتے چلے گئے۔ چونکہ عداوت نیت کا درخت۔ ہمیشہ مرادوں کے پہل دیتا ہے اس واسطے حرمین شریفین کی زیارت سے شرف سعادت حاصل ہوا۔ پھر چند سال کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنی زندگی کی امانت موکل تقدیر کے سپرد کر دی۔ ایک تو غربت کی محنت تھی اسپر در وقت اور بڑھ گیا بیت

بچار شغل خاطر کے واسطے اپنے اُن اطراف میں ایک مدت تک رہ کر رسمی علوم تحصیل کئے۔ اور شاگرد کتاب ہو گئے۔ ہر کارک طرح جہان کا گشت لگایا۔ اور چونکہ سفر کا آغاز نقطہ ہند سے ہوا تھا۔ اخیر میں ہر اسی نقطہ پر آ کر ٹیہ پڑ گیا۔ اور تک پہلی میں افادت دستگاہ شیخ لاون مفتی کے درس میں ٹھیک تفسیروں کا مطالعہ کیا۔ اور اس درمیان میں ہمیشہ خواجہ بختیار کاکی کے فزار قطب بلدا پر حاضر ہو کر آستانہ میں فروع معنوی کی استاد کیا کرتے تھے جب وقت آگیا۔ تو آپ کو جذبہ مطلق نے اُچک لیا۔ جو حقیقی وحدت سے مقید تھا۔ اور دارالخلافتہ آگرہ کے قیام کا حکم ہوا۔ اپنے شہر مذکور میں دریا سے جہنا کے کنارہ حجرہ تجویز کر لیا تھا۔ اور اُس میں قرآن شریف کی تلاوت اور تفسیر قرآن کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔ ان ایام میں فردوس مکانی بابر بادشاہ کی سلطنت کا زمانہ تھا۔ برومضجود۔

آپ کے کشف و کرامات کے متعلق کسی قدر حالات ذیل میں بیان کرتا ہوں۔

شیخ متوجرتی لکھتے ہیں۔ آپ مٹی گارہ کے کام میں پنسے رہتے تھے۔ اور اس سبب مجکو حیرت و حیرت ہوتی تھی۔ ایک روز اپنے فرمایا۔ منور۔ علاء الدین کا تو رگل کاری کا شغل چند ذرہ ہے۔ اس سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن تم اسی کام میں واپسین دم تک ہمیشہ مقید رہو گے۔ آخر کار جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ ویسا ہی وقوع میں ہی آیا۔

شیخ حاتم سنہلی اُس زمانہ کے باعمل علمائے تھے۔ ایک دفعہ ایسا سننے میں آیا۔ کہ ایک درویش شرعی احکام کے دائرہ سے قدم باہر لیکر کرامات اور مقامات کا دعویٰ کرتا ہے۔ جب میں شہر آگرہ میں آپ کے حضور میں گیا۔ تو تمام شرعی تائے بانے جو آپ کے متنبہ کرنے کے واسطے میں نے اپنی قوت متخیلہ میں تن رکھے تھے۔ عقیدت اور اخلاص کے لباس سے تبدیل ہو گئے۔ اور اعتراضی مسائل کو میں عرض نہیں کرنے پایا تھا۔ کہ شافی بیان کے ساتھ اپنے جواب دیدیا۔

ماناے وقت شیخ مبارک خضر فرماتے تھے۔ جب میں گجرات سے دارالخلافتہ آگرہ میں آیا۔ اولاً آپ کی ملازمت میں حاضر ہو کر۔ امیدوار بشارت ہوا۔ تو آپ نے اس دلکش تقریر سے مجکو خوش خبری سنائی۔ کہ اسی سعید شہر میں تم کو قیام کرنا چاہیے۔ ہتھاری خاندان میں عالی وجہ فرزند۔ وافر علم۔ اور کثیر دولت۔ یہ نعمتیں بہت جلد نصیب ہونے والی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہے۔ کہ تمہارے سلسلہ میں ایک جان گزرا آنت۔ اور ملک نذر پیدا ہوگا۔ جو تمہارے اور دنیاوی کا باعث ہونے والا ہے۔ اندیشہ نہ کرنا کیونکہ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ

وَلَا خِرَّةَ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاَوْلٰى اِنجلم کا ذخیرہ ہے، شیخ مبارک نے فرمایا۔ آپ کے دل خوش کن  
 فرمانے کے بموجب آخر کار روز افزون آثار نظر آئے گے۔

کہتے ہیں شیخ نظام نارنولی۔ اپنے وقت کے قطب تھے۔ ان کو ان کے پیر نے ان مجذب الہی کی  
 خدمت میں بھیجا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ جس مقلعہ میں قیام کے واسطے آپ اشارہ فرمادیں۔ اسی مقام کو اپنا وطن سمجھنا چاہئے  
 جب نظام العالم آپ کی خدمت میں پہنچے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے ثانی نظام تمہارے ظہور کی جگہ نارنول ہی  
 ہے۔ اور تمہارے کام کی رونق۔ اور اس کا اجرا۔ اسی مقام کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو اپنے وقت پر وقوع میں  
 آویگا۔ آخر کار وقوع میں ہی۔ اسی مطابق آیا۔ کہ جس طرح آپ نے ظاہر فرمایا تھا۔

شیخ عبدالسد بخاری آپ کے ہم عصر درویش تھے۔ چونکہ آپ دریا سے وحدت میں نہایت مستغرق رہتے  
 تھے۔ ربودگی کی موج میں کیا کرتی تھیں۔ اور حالت سکر بالکل غالب رہتی تھی۔ اس واسطے ایک روز  
 شیخ عبدالسد بخاری آپ کی ملازمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کو ان حالات جذب سے ہوش میں لادیں۔ اس عرصہ میں  
 ایک کوزہ قند کا آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے بخاری کے ہاتھ میں دیدیا۔ بخاری نے دو ٹکڑے کر کے یہ کہا۔ کہ جو لذت  
 دینی میں ہے۔ وحدت میں نہیں ہے۔ آپ نے جواب میں معرفت توحید۔ اور ذوق فنا کے متعلق چند باتیں اپنی  
 زبان سے اس طرح بیان کیں۔ کہ ناصح کا دل قابو میں نہیں رہا۔ دیوانگی اور ربودگی نے بخاری کی حالت میں  
 وحدت کا مزہ پیدا کیا۔ اور جان لیا جو کچھ نہیں جانتے تھے۔

ایک شخص شیخ علاء الدین دہلوی کے خلیفہ کے بیٹے تھے۔ ان کو ان کے پیر نے دارالخلافت آگرہ میں اس  
 غرض سے بھیجا تھا۔ کہ ہمارا سلسلہ جاری کرو۔ اور وہاں کے لوگوں کو ہدایت دو۔ جب بن خلیفہ۔ سید علاء الدین مجذوبہ  
 کی ملازمت میں بمقام آگرہ آئے۔ تو آپ نے فرمایا تمہارے پیر نے تم کو اس شہر کی شیخی کے واسطے بھیجا ہے۔ یہ عہدہ کا  
 کوچہ۔ اور خالہ کا گھر نہیں ہے۔ اس جگہ رہنا شیردن کے ساتھ بچہ کرنا ہے۔ تم جیسی بکری سے یہ کام کیونکر ہو سکیگا  
 کہتے ہیں۔ دو تین روز نہیں ہوئے تھے۔ کہ دستوں کی بیماری ہو گئی۔ جتنا زیادہ علاج کیا گیا۔ اتنی ہی زیادہ  
 بیماری بڑھتی گئی۔ بالآخر علاج چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ غم نہ کرو۔ صحت ہو جاوے گی اور  
 تمہارے اجراءے کار کی جگہ قصبہ امر وہہ ہے۔ ایک کمل پراپ بیٹھے تھے۔ وہ ابن خلیفہ کو دیا۔ ابن خلیفہ نے  
 اپنے سر پر باندھ کر امر وہہ کی اجازت لی۔ وہاں پر ان کو رونق حاصل ہوئی۔

شیخ ماجونام ایک جوان۔ بنی اسرائیل گروہ میں سے تھا۔ اُس نے آپ کی حضور می کو اپنے اوپر لازم کر لیا

ہتا۔ رفتہ رفتہ بیان تک نوبت پہنچی۔ کہ آپ کے حالات اور عادات پر شدید ہو گیا۔ آپ کی ایک لحظہ کی جدائی بھی  
 اُس کو دشوار تھی۔ ایک روز آپ اوسپر مہربان ہوئے اُس کے واسطے ایک لقمہ زمین پر ڈال دیا۔ اُس نے کمال تضرع  
 سے اور نہایت ادب کے ساتھ ہونٹوں سے اٹھالیا۔ اور نگل گیا۔ جو نعمت وہ چاہتا تھا حاصل ہوئی آپ نے اُس کو  
 قصبہ ہارین بھیجا۔ وہاں پر اُس کی شیخوخت رونق پکڑ گئی۔ اُس مقام پر ایک جادوگر جوگی تھا۔ وہ مباحثہ کرنے لگا۔  
 شیخ راجو نے موسوی ولایت کے ذریعہ سے اُس کا جادو باطل کر کے۔ اپنا گرویدہ بنالیا۔

اس قسم کی عمدہ عمدہ کرامتیں اور خرق عادات آپ کی بہت کچھ بیان کی گئی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ مختصر کتاب اس  
 قسم کی گفت و گو کے لئے کتر گنجائش رکھتی ہے۔ لہذا حوالہ قلم نہیں کی گئیں۔ سیّد زین العابدین نام ایک عالم آپ کے  
 معتقدین میں سے ہیں۔ انہوں نے ہجری سنہ ایک ہزار نو میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں آپ کے حالات تفصیل  
 کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ خدا کرے۔ وہ شائقین کے مطالعہ میں آوے۔ اور جو نیدہ یا بندہ بنے۔ ہمیت

یا فتر اینک بکلم من طلب

من طلب کرم و صا ش روز و شب

علامہ الدین مجذوب آپ کی تاریخ رحلت ہے۔

## یاد شیخ کمال الدین قریشی

آپ۔ شاہ عبدالرزاق جنجمنوی کے مرید ہیں۔ گجرات کے بناور اعظم میں سے ایک بندر کو کہ نام ہی ہے  
 اس بندر میں آپ نے پیر کی اجازت سے قیام اختیار کیا تھا۔ اور طریقت کے اندر اہل حقیقت کے مقامات کو بوجھ  
 سلسلہ ہنمانی جاری کر رکھا تھا۔ بسک لوگوں نے آپ کی ہدایت کی بدولت کمالات اور حالات کافرہ پایا ہے

مصرع نامستی شراب محبت نصیب کیت

یاد شیخ احمد پور نعمت اللہ

آپ کی زاد بوم چندیری ہے۔ قادر شاہ کے عہد میں مالوہ کے شیخ الاسلام تھے۔ آپ کے چوتھے دادا شیخ  
 علامہ الدین مقتول طمان سواتے تھے۔ اور مشیت ایزدی سے گواہیار میں قیام فرمایا۔ لیکن فرزندوں کو ہمیشہ یہ خوف  
 دلاتے رہتے تھے۔ کہ پیکر پستون کا لیا ایک غلبہ ہونے والا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ جب فتنہ مذکور کا آغاز ہوا  
 تو باشندگان گواہیار کے سرافت آئی۔ شیخ الاسلام کتیرے دادا شیخ اسمعیل تھے۔ شیخ اسمعیل اہل تہجد کی عبادت  
 ساتھ لیکر چندیری کو گئے۔ اور وہیں مکان بھی بنالیا۔ اسی جگہ شیخ نصیر الدین ابن شیخ اسمعیل۔ اور شیخ نعمت اللہ  
 ابن شیخ نصیر الدین کی علمی صورتیں ان شہر الطہ کے ساتھ جو وجود تبارہی کو لازم ہیں۔ ظاہر وجود میں ظہور پذیر ہوئیں



اور اسی جگہ کمال استعداد کو پونچ کر عین (وجود) سے علم (عدم) کو روانہ ہو گئیں۔ صوفیوں کی اصطلاح  
 میں اولین حالت کا نام وجود ممکن اور کچھلی حالت کا نام عدم اعنافی ہے۔ ان حالتوں کو مسدودہ معاد  
 ہی کہتے ہیں۔ ان کے بعد شیخ الاسلام اپنے باپ کے جانشین ہوئے جب رانامی چیتور نے چندیری کو  
 شکست دی تو آپ فرزندوں اور عزیزوں کو ساتھ لیکر دو سو گلوگون کے ہمراہ چترہ میں چلے آئے چترہ  
 ایک قصبہ سرکار کاپلی کا۔ بیان کا حاکم اور حد خان فیروز نیک شخص تھا۔ اسے آنے والوں کو عورت اور  
 تعظیم کے ساتھ لیا۔ اور حکم دیا۔ کہ بیان کے باشندوں کو چاہیے۔ چندیری کے آفت زدوں کے ساتھ برادرانہ  
 سلوک کریں۔ اور اپنا سامان اور سرمایہ آدھوں آدھ تقسیم کر دیں تاکہ ان لوگوں نے جو تکلیف اٹھائی ہے۔  
 اس کو بول جائیں القصبہ اہل اسلام کی خرابی جب سلطان بہادر گجراتی کے گوش گزار ہوئی۔ تو  
 اس کو غیرت آئی وہ بہت سی سپاہ لیکر روانہ ہوا۔ اور قلعہ چیتور کا محاصرہ کیا۔ جو رانا کا پرانا وطن ہے۔ اور بڑی  
 بہادری لڑائی ہوئی۔ چونکہ لڑائی کے ذریعہ سے قلعہ کی فتح دشوار معلوم ہوئی۔ لہذا علما نے جمع ہو کر فتویٰ لکھ دیا۔ کہ  
 اسلام کا بول بالا ہونے کے لئے۔ سپہ سالار کو عقلاً اور شرعاً جائز ہے۔ کہ جو غیر مطیع اسلام ہیں۔ ان کو قسم اٹھانے  
 کے ساتھ قبضہ میں لا کر مار ڈالے۔ اور فریب بہانہ کے ذریعہ سے ان پر فتح یاب ہووے۔ چنانچہ رانا کو صلح کے  
 بہانہ سے پکڑ کر تلوار سے مار دیا۔ اس کے بعد سلطان شکار کیلئے گیا۔ ریسین کے قلعہ میں پہنچا۔ جو لوگ چندیری  
 سے جلا وطن ہو کر چترہ میں آئے ہوئے تھے۔ ان کے بلانے کے واسطے حکم جاری فرمایا۔ وہ لوگ بتعمیل حکم  
 ریسین میں آئے سلطان اس وقت میدان چوگان بازی میں تھا۔ فرمایا جلد پیش کئے جاوین۔ اور جلد ان  
 کے اندرونی زخموں کا علاج کیا جاوے۔ چنانچہ کچھ لوگوں کو تو ان کا گیا ہوا دنیاوی اسباب جس کے مقتدرین  
 جتنا لکھا تھا۔ مل گیا۔ اور کچھ لوگ جہان اترے ہوئے تھے۔ وہیں پڑے رہے۔ اور قناعت پر دل نہاد ہوئے۔ انہیں  
 ایام کے قریب قریب سلطان تو گجرات کو روانہ ہوا۔ اور ملو خان کو جو قادر شاہ کے نام سے مشہور تھا۔ خبر پہنچی۔ کہ  
 شیخ احمد اور نیز دیگر چند متوکل تہنائی پسند لوگ ریسین میں ہیں۔ جن کی روزی آسمان میں ہے۔ یہ سن کر محبت اسلام  
 جوش میں آئی۔ ایک دسوز دانشمند کو بیجا۔ اور وہ ان لوگوں کو نہایت عزت اور حرمت کے ساتھ اُجین میں لے آیا۔  
 اپنے بقیہ عمر شیخ الاسلامی کی مسند پر بیٹھ کر ہدایت جاری رکھی۔ اور جو لوگ سالک تھے ان کو تیز روی سکھائی  
 دسویں صدی کا آغاز تھا۔ کہ قلعہ اُجین میں خوابگاہ اختیار کی۔ دو لڑکے چھوڑے۔ شیخ جمال۔ اور شیخ عبدالقادر  
 مصرع باداد سلیم نصیبش ز کردگار بڑا

## یاد مخدوم اعظم مولانا خواجگی احمد

آپ جلال الدین کے بیٹے ہیں۔ جو دوست محمد کاشانی قلیچی کے بیٹے تھے۔ اور دوست محمد کاشانی شیخ برہان الدین قلیچ کے پوتوں میں سے ہیں۔ جو صدیقی نسب حنفی زہری تھے۔ اور کاشان فرغانہ سولد تھا۔ آپ کی تلقین سے عقل کے آئینہ کو صیقل ہوتا تھا۔ اور نیز تلقین کے آئینہ میں شاہی حقیقتیں نظر آتی تھیں۔ مولانا محمد قاضی کے مرید تھے۔ جو خواجہ حرا خواجہ عبید اللہ باغستانی کے بزرگ خلفا میں سے ہیں۔ آپ کے وصال کی تاریخ جس کو عوام وفات کہتے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو انچاس ہوتا ہے۔ اور ہجران کا زمانہ جس کو لوگ زندگانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اٹھتر سال بتاتے ہیں۔ جن ایام میں والی ملک ظہیر الدین محمد بابر شاہ گگانی تیموری نے ہندوستان فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ ان ایام میں سلطان ابراہیم لودھی ملک دہلی کا بادشاہ تھا۔ اُس کے ساتھ بڑی بہاری لڑائی تھی۔ چونکہ گگانی فوج نے لڑائی کی طاقت اپنے میں نہ دیکھی تو سپہ سالار کا بیان ہے۔ کہ میں نے حلیہ حراریہ کا تصور کیا۔ ایک سوار نظر آیا۔ جس کا گھوڑا اور لباس دونوں سفید تھے۔ اور اُس نے فوج دشمن کے ساتھ تلوار سے مار دھاڑ شروع کر دی۔ توڑے عرصہ میں وہ لڑائی فتح ہو گئی اور لودھی کی فوج نے بہا گئے کو غنیمت بلکہ باعث زندگانی سمجھا۔ سپہ سالار کا بیان ہے۔ کہ میں نے اُس حلیہ کو عبارت میں لکھ لیا۔ جب لڑائی کا شور و غوغا فروزا۔ تو میں نے یہ واقعہ دانشمندان کے روبرو بیان کیا۔ جو میرے پاس تھے۔ اُس مجلس میں اس خانوادہ کے بزرگوں میں سے بھی ایک صاحب تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ چلیے مولانا خواجگی احمد کا ہے۔ میں نے اسی روز میر قوی کو جو میرے امیران اعظم میں سے تھے وہ حلیہ کا حق اور اُس کے ساتھ بہت کچھ تحفے اور ہدیے دیکر آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور یہ چند بیت نیا زمانہ میں لکھ کر اپنا ضمیر آپ پر ظاہر کیا۔ قطع

پیش اہل اللہ از اطوار خود شرمندہ ایم  
خواجگی راماندہ کنون خواجگی را بندہ ایم

دہواے نفس گم رہ عمر ضائع کردہ ایم  
یک نظر بخلصان خستہ دل فرما۔ کہ ما

### رباعی

لیک از دل و جان معتقد ایشائیم  
شاہیم دے بندہ درویشائیم

درویشان را اگر چیز خویشائیم  
دوست نگوی شاہی از درویشی

بہت سے بیدار مغز لوگ آپ کے بیعت تھے۔ کسی قدر آپ کی معرفت اور ہدایت کے حالات آپ کے بزرگوں کو

خلفا۔ اور فرزندوں کی یادداشتوں سے معلوم ہوں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔ خدا کرے۔ یہ حالات شائقین  
حکایات سے مخفی نہ رہیں۔

چونکہ راقم تعریف اور پسندیدہ عادات کے لکھنے میں بشبذ قلم کی باگ کمپنی ہوئی رکھتا ہے۔ لہذا اس  
کو جو لائیو میں سرپٹ نہ کر کے۔ تمام تعریفات اور پسندیدہ عادات کو نہایت تنگی کے ساتھ ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ اس  
صاحبِ ذکر کی سرشت میں بہت کچھ بزرگیان۔ اور بزرگیوں کی استعداد موجود ہے۔ راقم اس صاحبِ ذکر  
کی تعریف میں نثر اور نظم کے بے انتہا پھول نثار کرتا۔ بلکہ ہر ایک کی یادداشت میں فصیح البیانی کام میں لاکر تحفہ  
پذیر آنے والوں کے سرمایہ کے واسطے ایک عمدہ یادگار چھوڑتا۔ لیکن پھر ہی حکمِ مصع  
بابِ درنگ و خال و خطا چہ حاجتِ روے زیارا

تحریر سے کام معلومات کی ضروری باتیں ضبط میں لانے کے علاوہ نہیں لیا ہر مصع معراج اور شمار بیرون است

## یاد مولانا محمد مجاہد

تمام علوم میں آپ کی طبیعت رسالتی۔ سلطان محمود ابن مظفر ابن محمود کا زمانہ تھا۔ کہ آپ حجاز سے  
گجرات میں آئے تھے۔ سلطان آپ کا شاگرد ہوا۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اور آپ کا رتبہ بلند کرنے میں کوشش بیان  
اسکی۔ کہ آپ کی مال ٹول چنیاں نہ کر کے۔ جملہ الملکی کا منصب اور خداوندغانی کا لقب عطا فرمایا۔ اسی طرح  
پر سلطان محروم کے بیٹے سلطان بہادر نے بھی آپ کی تعظیم میں باپ کے مراسم پر کچھ زیادہ ہی کیا۔ جن ایام میں  
جنتِ آشیانی نصیر الدین ہمایون شاہ نے برومضجہ صوبہ گجرات فتح کیا۔ اور سلطان بہادر اپنی قلم رو کو  
فوج سے خالی چھوڑ کر دریا بار کے جزائر میں بہاگ گیا۔ تو اس وقت آپ گجرات میں ہی تھے۔ جنتِ آشیانی  
سے ملاقات کی۔ تعظیم و تکریم کے مدارج ادا ہوئے۔ شاہی عنایت کی کشتش آپ کو شکر کے ہمراہ دہلی میں لے آئی۔  
یہ دلکش مقام آپ کے دل کا دامن بکری بیٹھا۔ ناچار قیام کرنا پڑا۔ شیر شاہ سوری کا زمانہ تھا۔ کہ آپ دارالسرور کو روانہ ہو گئے  
آپ طبقہ مغربیہ احمدیہ میں بیعت تھے۔ اور اسی سلسلہ کی بیرون کی روش بطلانیت کا سلوک بھی رکھتے تھے۔

## یاد شیخ چندنِ سُوری (مستد سوری)

آپ شیخ بدہا کے بیٹے تھے۔ اور شیخ بدہا کے باپ کا نام شیخ چھوٹا شیخ صدر الدین خاموش خشتی کے مرید  
میں۔ موثروم مسیحائی انفاس۔ اور ظاہر و باطن کی شست و شو کمال درجہ پر رکھتے تھے۔ ایزدی جذبات اور سلوک  
کے مقامات بھی آپ کو حاصل تھے۔ آسمانِ خزانوں کے دروازے آپ کے ہاتھ پر کھلے ہوئے تھے۔ ہمیشہ کیا نقد اور

کیا جنس بقدر احتیاج - اور بقدر خواہش - خواستگاروں کو بے تامل دیا کرتے تھے۔ ہر ایک فن کی کتابیں فراہم کر کے۔ غیر ذی استطاعت علما اور طلباء کو پہنچایا کرتے تھے۔ **القصہ** سائل کا محروم رہنا اپنے اوپر حرام جانتے تھے سلطان بہادر گجراتی - آپ کا معتقد باہر ادا تھا۔ اس سلطان کے زمانہ میں بہو پت راے راہیسی کے ساتھ آپ کے اعزہ اور درویشوں کی لڑائی ٹھنی ہوئی تھی۔ آپ نے اعلاے کلمۃ اللہ کی غرض سے ان لوگوں کی امداد میں بڑی بھاری لڑائی کی۔ آپ کے قید کے بہت سے لوگ درجہ شہادت کو پہنچے۔

کتے ہیں شیخ منجمو جیمیری - سفر حجاز سے ہند کی طرف واپس آئے۔ تو ایک بہاری زنجیر اپنے پانوں میں اس شرط پڑا لے لی تھی کہ مشائخ میں سے جس کسی کے دیدار سے یہ بہاری زنجیر ان کے پانوں سے باسانی نکل جاوے گی۔ اسی کی بیعت کا طوق اپنی گردن میں پہن لیا۔ اسی طریق پر منزل در منزل طے کرتے ہوئے۔ **دسور (مندسور)** میں آئے۔ شیخ دان - اور شیخ سلطان شیخ چندن کے بزرگ خلفا میں سے تھے۔ اور شیخ منجمو نے ان بزرگان کی ملازمت حاصل کی۔ اور زنجیر ڈالنے۔ اور کھولنے کی شرط بھی بیان کی۔ ان بزرگوں نے فرمایا۔ بیشک پیر بزرگوار کے مشکل کشا جمال سے یہ عقدہ حل ہو جاوے گا جب عہد پورا ہوا۔ اور جیسا کہ تھا۔ ویسا ہی وقوع میں ہی آیا۔ تو اسی دم مرید ہو گئے۔ **بیعت**

ببارگاہ وصالش سبک رسیدہ شود

زبار ہستی خود گر کے جب رسیدہ شود

اس قسم کی آپ کی باتیں جو عمارق عادات ہیں۔ لوگ بہت کچھ بیان کرتے ہیں۔ تیسیون رمضان ہجری سنہ نو سو تریسپن میں آپ عالم علوی کو کوچ فرما گئے۔ خوابگاہ ٹوڈی جو ایک پشتہ ہے **دسور (مندسور)** کے کنارہ۔ کتے ہیں۔ آپ کے جدا مجد شیخ چچو۔ راؤ کے سکندرہ میں قیام رکھتے تھے۔ تقدیر سے ترک وطن کر کے سیاحی کا ارادہ کیا تھا لیکن آخر کار آب و دانہ کی زنجیر آپ کے سیلح پانوں میں پڑی۔ اور **مندسور** کے اطراف میں مقیم کیا۔ شیخ موسیٰ نصیبی - شیخ لال گجراتی - اور شجاعت خان پدرباز بہادر خان افغان - جو چند سال حکم مالوہ بھی رہ چکے ہیں۔ آپ کے مریدوں میں سے تھے۔ **رحمہم اللہ**

شیخ چندن کے بیٹے - شیخ محمد ہیں۔ ہجری سنہ ایک ہزار چودہ میں اسی برس کی عمر ہے۔ یہی سجادہ نشین ہیں۔ صورت بالکل درویشوں کی۔ تن صوفیوں کا۔ دل سادہ۔ اور خدا دوست پیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انجا فرمایا ہے۔ جو کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ سب انہیں کے بیانات پر سے لکھا گیا ہے۔

## یاد سید زھید

آپ شاہ بدہا کے بیٹے تھے۔ شاہ بدہا کے باپ کا نام حمزہ ابن قطب ابن عمر ابن جلال تھا۔ قدس سرہ سے اسرارہم آپ کی زاد بوم اور خوابگاہ دونوں قصد سبب ان ہیں شیخ محمد عیسیٰ جو پوری کے خلیفہ ہیں۔ جو دو واسطہ سے نصیر الاولیا چراغ دہلی کو پہنچتے ہیں۔ کتے ہیں۔ آپ کا سر زانو سے مراقبہ کے سوا۔ کچھ جانتا ہی نہیں تھا۔ اور آپ کی آنکھیں گریہ شوق کو سوا۔ کوئی چیز پسند ہی نہیں کرتی تھیں۔ آپ کے سینہ میں شورش عشق کو سوا کسی ہم کا خیال نہیں تھا اور آپ کے ضمیر میں یاد مولیٰ کے علاوہ کوئی بات نہیں آتی تھی۔ اپنے زندگی کا تمام زمانہ۔ مراقبہ اور انتظار میں ہی گزار دیا۔ شیخ قاضی شطاری۔ جو شاہ عبدالمد شطاری کے بڑے خلیفہ تھے۔ آپ کے داماد ہیں۔ اور شاہ ابوالفتح ہریتہ المد شطاری قاضی شطاری درپر پابا حاجی حمید الدین حصو آپ کی دختر سے ہیں مصحح دفتر خلاصہ دانا مہ اعمال اور

## یاد مولانا قاضی خان

آپ یوسف نامی کے بیٹے ہیں۔ جلال الحق آپ کا لقب ہے۔ زاد بوم ظفر آباد جو پورہ ہے۔ بیعت کا شجرہ اور خلافت کا خرقہ۔ شیخ حسن طاہر کی خدمت پایا تھا۔ قدس سرہما کشفی اور لدنی علوم سے کافی طور پر حصہ آپ کو ملا تھا۔ والا فطرت اصحاب جو دوی سے بالکل علیحدہ ہیں۔ ان کی اصطلاحات سمجھنے میں آپ یکتا زمانہ تھے۔ آپ کے پیر اپنی حیات میں سالکان طریقت کو آپ کے حوالہ کر دیا کرتے تھے۔ بلکہ اپنے فرزند شیخ عبدالعزیز کو ہی آپ کے سپرد کر دیا تھا۔ تاکہ آپ ان کو خدا شناسوں کے پسندیدہ افعال تعلیم کر دیں۔ اس قدر زیبائش جو پیر زادہ کے حالات میں پائی جاتی ہے۔ آپ کی ہی پرورش کی بدولت ہے۔ آپ کی رحلت کا سال دسویں صدی کا دوسرا نصف حصہ ہے۔

## یاد شیخ محمد عینی

آپ کے بزرگ اسوۃ الاولیاء عین القضاۃ بہدانی قدس سرہ کو پہنچتے ہیں۔ ہمدان سے آپ ہرمز ہوئے ہوئے گجرات میں آئے۔ اور احمد آباد میں بودو باش اختیار کی۔ یہاں آپ کے فرزند ہوئے۔ جو دانش مند اور خدا شناس تھے۔ سب میں بڑے شیخ شہاب الدین تھے۔ جو دینداری۔ طالب علم۔ اور تعلیم علم میں پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ یہی باپ کے بعد جانشین بھی ہوئے۔ اور شیخ شہاب الدین کے بھی کئی بیٹے تھے۔ جن میں سے ایک شیخ حسن کو سجادہ نشینی کا درجہ ملا تھا۔ دو جہانی کمالات ان کے گردا گرد گشت کرتے رہتے تھے۔ ان کے بعد ان کے لڑکے شیخ خان نے خاندان کی رونق بڑھائی۔ ان کا جمال اور حال۔ صلاحیت۔ اور پرہیزگاری کے ساتھ

آرامتہ تھا۔ ان مذکورہ بالا چاروں شخصوں کی خواہنگاہ احمد آباد ہے۔ صحیح بادا اباب از می دیار جام شان

## یاد شاہ منصور

آپ شاہ بیکاری کے مدینہ میں۔ جن کی خواہنگاہ برہان پور سے متعلقہ دارالخلافہ صوبہ خاندیس میں ہے۔  
 اسی جذبات میں بخود تھے۔ اور دیا سے توحید میں ڈوبے ہوئے تھے۔ عالم جوانی میں سپاہیانہ رنگ اختیار کر گیا  
 تھا۔ اور جب معاش راہزنی کے ذریعہ سے تھی۔ ایک روز پیر کی خانقاہ میں عام دعوت تھی۔ آپ کندھے پر  
 تلوار لٹکائے ہوئے پونچے۔ اور زور کے ساتھ کمانا مانگا۔ پیر نے فرمایا۔ کیا درویشوں کا رسکا گمانے کی تم کو طاقت  
 ہے۔ جواب دیا۔ مان۔ یہ سنکر پیر نے اپنے ہاتھ سے ایک تلمیہ آپ کے منہ میں دیا۔ لقمہ منور حلق میں اترنے  
 نہیں پایا تھا۔ کہ بیہوش ہو گئے۔ بہت دیر تک یوں ہی خاک پر پڑے رہے۔ اس کے بعد چند روز تک کوچہ  
 و بازار میں مجنونانہ برہنہ پرتے رہے۔ جب کسی قدر سکون ہوا۔ تو تلہ کے دربار کے سامنے بیٹھ گئے صبح سے  
 لیکر شام تک آپ کے گرد آدمیوں کا ہجوم بنا رہتا تھا۔ آپ جو کچھ کہہ دیتے تھے۔ اخیر میں ویسا ہی ہو جاتا تھا  
 گجرات سے معاوردت کے وقت جنت آشیانی ہمایون بادشاہ بھی آپ کے دیدار کے واسطے حاضر ہوا تھا اور  
 آپ کے ارشاد کے بموجب صوبہ خاندیس سابقہ والی اور حکام کو سپور کے کوچ کر گیا شیخ عثمان ابن لادن  
 لاقم کے ہمسایہ ہیں۔ اس مجمع میں حاضر تھے۔ فرماتے تھے۔ اولاً آپ نے جنت آشیانی کے ترکش سے ایک تیر نکالا  
 وہ اس کے تین پر اگلا کر جب ایک پر باقی رہ گیا۔ تو اس تیر کو پیر ترکش میں رکھ دیا۔ اور ابریق خاص کو ابدار کے ہاتھ  
 سے غصہ کر لیا۔ اور اس کا پانی زمین پر گرایا۔ جب اس میں تھوڑا سا پانی رہا۔ تو ابریق پیر ابدار کے سپرد کر دی۔ اس وقت  
 چند موز شناس بزرگ حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ تیر کا ایک پر باقی رکنا۔ علامت اس بات کی ہے۔ کہ فرزند  
 بادشاہ میں سے ایک فرزند عالمگیر ہوگا۔ اور ابریق میں تھوڑا سا پانی باقی رکنا۔ خبر دیتا ہے۔ کہ بادشاہ کی عمر کم رہے گی  
 ہے۔ بالآخر جو تعبیر دی گئی تھی۔ وہی موافق تقدیر ہوئی۔

ملک زین الدین جنابان فرمان بردارے گجرات کے وزیر تھے۔ ان کے علم کی عروس گل کے زیور سے آراستہ تھی  
 بیان کرتے تھے۔ کہ بابا منصور ایک روز فرماتے تھے۔ آغاز جوانی میں میرے یہاں دنیاوی زور زور اور سانسو سلن بہت  
 بچھڑتا۔ ایک رات ایک مجذوب کی نظر میرے اوپر پڑی۔ جو تاثیر کر گئی۔ یعنی اس نظر سے سر میں شورش پیدا ہوئی۔  
 جب میں اپنے گھر آیا۔ تو نے اپنی رازدار بیوی سے کہا۔ میرا دل دنیاوی خیالات سے سر ہو گیا ہے۔ میں چاہتا  
 ہوں کہ کل کے روز جو کچھ میری ملک میں ہے سب عاجمندان کو اور فقرا سے ہمسایہ کو دیدن۔ اور جس قدر

خوراک اور لباس کے واسطے کفایت کرے۔ مرنے اسی پر قناعت کریں۔ بیوی بڑی بلند سمیت اور رابعہ وقت  
 تھی۔ جو اب دیا۔ کہ ایسے عزیز مہمان (خیال نیک) کی ضیافت صبح پر موقوف رکھنا جو انگریزی اور مروت کی  
 بات نہیں ہے۔ یہ پاک خیال جو دل میں پیدا ہوا ہے۔ اس کو اسی وقت عمل میں لانا چاہیے۔ اور بے تامل  
 اپنا زیور۔ بدن پر سے اتار کر اور پتھر سے ٹکڑے ٹکڑے کر کر محتاج ہمسایوں کو تقسیم کر دیا۔ سوائے اس قدر کے جو ستر  
 عورت کو کافی ہو۔ گھر میں کچھ نہیں رکھا۔ رفتہ رفتہ میری دیوانگی بڑھنی شروع ہوئی۔ بیان تک کہ مجھ کو انگلی کی بھی خبر نہ  
 ملتا۔ زین الدین یہ بھی فرماتے تھے۔ کہ ایک روز چند بزرگانِ دین نماز کے واسطے تیار تھے۔ اتنے میں  
 بابا منصور دور سے آتے ہوئے نظر آئے۔ اور اگر امام کی جگہ جا کرے ہوئے۔ اور الفاظ ایتانک فَعْبُدْ تکرار کرنا  
 شروع کئے۔ میری عجیب حالت ہوئی یعنی الاحسان ان تعبد کانک استواہ کی تجلی میں مشاہدہ کر لی۔  
 ایسا اثر ہوا۔ کہ میرے دل کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اس درمیان میں بابا نے پر کر میری طرف دیکھا۔ اور فرمایا  
 ایسا ہی چاہیے۔۔۔ اور نہایت عجلت کے ساتھ صف میں سے نکل کر چلے گئے اس وقت تک اس ایک  
 لمحہ اقتدا کی۔ اور ایک رکعت نماز کی لذت دل سے نہیں جاتی ہے۔ اور میں نے اپنی عبادت میں ویسی برہونگی  
 پر کبھی نہیں دیکھی۔

## یاد شیخ عبدالملک قاری

آپ کے باپ شیخ عبدالملک بن شیخ صالح ابن محمود غزنوی خالیدی تھے۔ آغاز ہوش میں تحصیل علم کا شوق  
 پیدا ہوا جس نے آپ کو مسافر بنایا۔ آپ اپنے شہر سے چل کر ہری میں پہنچے۔ اور جہان اب زیارت گاہ ہے۔  
 وہاں بود و باغ اختیار کی۔ سب سے اول یہ کام کیا۔ کہ حافظ محمود تاج بادگانی کی خدمت میں کلام ربانی حفظ کیا۔ ایک  
 صاحب حافظ عثمان ہر دی صاحب ولایت اور جامع النوع علوم تھے۔ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے عالم  
 مثال میں حضور خاتم النبوة علیہ افضل التحیۃ کی تعلیم سے کبھی دروہی علوم کی مشکلات حل کی ہیں۔ اور  
 چالیس برس کامل خواجہ خضر علیہ السلام کی صحبت سے کتاب کمالات کیا ہے۔ آپ نے کلام مجید حفظ کرنے  
 کے بعد ان حافظ صاحب کی ملازمت میں شاگردی کی۔ اور عثمانیہ فضیلتوں سے مشرف ہوئے۔ آپ شیخ زین الدین  
 خوانی کو برید و خلیفہ بنے۔ آپ کے اس قسم کے اسباب بزرگی بہت سے ہیں۔ جب سلطان سکندر لودھی نے متواتر عرض کیا  
 بیچین۔ اور ان میں آپ کی تشریف آوری کی خواہش ظاہر کی۔ تو چونکہ التماس کا قبول نہ کرنا۔ خانہ مروت کی عمارت

لے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ لہٰذا خوب کی بتیجی۔ کہ اسے حق تعالیٰ کی عبادت میں طرح کرے۔ کہ گویا تو اس کو دیکھتا ہے۔

دہاویں ہے۔ لہذا اپنے التماس سلطانی قبیل نرما کردا اور اٹھارہ آگرو میں تشریف شریف ارزانی فرمائی۔ اور بیان پر بے شمار لوگوں نے آپ کی خدمت سے بے انتہا فیض پایا۔ ایک سو تیس سال کی آپ کی عمر ہوئی۔ اس تمام مدتہ عمر میں دہلی آسمانی ہی رہی۔ کسی فرمان رو یا کسی حاکم سے معین طور پر کچھ نہیں لیا۔ ماہِ رجبِ ہجری سنہ نو سو چھپین میں ملک معنوی کو حضرت ہو گئے۔ خوابگاہ آگرہ۔

## یاد شیخ عبدالحکیم ابن شاہ باجن

آپ اپنے باپ کے مرید ہی ہیں۔ اور خلیفہ ہی ہیں۔ اور آپ کی خوابگاہ ہی انہیں کے روضہ میں ہے۔

قدس سرہما شیخ احمد رئیس۔ اور ملک شیرخلوئی پسر ملک مشائخ۔ یہ دونوں شخص آج کے بزرگ خلفائین ہیں ان دونوں بزرگوں کا بیان ہے۔ ایک روز آپ کی ملازمت میں اس قسم کی بات نکلی۔ کہ باوجودیکہ ضعیفی۔

لاغری۔ اور ریاضت۔ حد درجہ کی بڑھی ہوئی ہے۔ مگر مخدوم کا جوش و خروش۔ سماع کے وقت اس قدر

دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ کسی دوسرے شخص کو آغازِ شباب میں ہی میسر ہوگا۔ فرمایا۔ کم و بیش سات برس کی عمر تھی

کہ مرضِ چچک میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اور اس بیماری میں بدن سے جان نکل گئی تھی۔ پھر بزرگوں کی خدمت میں

خبر پہنچی۔ کہ عبدالحکیم گزر گیا۔ فرمایا۔ جس طرح سے ممکن ہو۔ یہاں تک لاؤ۔ جب میں حاضر کیا گیا تو آپ نے

رحمۃ اللہی گوڑھی اور مسعودی خرقہ میں مجھ کو پیٹ دیا۔ اور یہ بات زبان پر لائے۔ کہ اس بیمار کی موٹا اور ننگ

دونوں مینے ان دونوں بزرگوں کے باطن کو سپرد کر دی ہیں۔ اور خود بھی ازراہِ عجز و نیاز اپنا سر مراقبہ میں جب کالیسا

ایک گنڈے بعد میرے بدن میں حس و حرکت پیدا ہوئی۔ اور صحت و تندستی کا چشمہ اوبل نکلا۔ آج کے روز

جو طاقت آپ لوگ درویش کے سماع میں دیکھتے ہیں اس کو بالکل اسی تفریض کا پرتو جاتا چاہیے ورنہ مجھ کو

عجز اور کم زوری نے بالکل توڑ ڈکڑ کر رکھا ہے۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے شاہ باجن نے رحلت فرمائی کے روز مسعودی جبہ درویش کو عنایت فرمایا تھا

اور توڑا سا پر نیری شور بامین سے بھی دیا تھا۔ اور انواع و اقسام کی مہربانیاں فرما کر یہ خوشخبری سنائی تھی کہ جس قدر

فیض و فضیلت بزرگانِ دین سے باجن کو ملی تھی۔ آج کے روز عبدالحکیم کے حوالہ کی گئی۔

مصراع با د دل گنجِ الہی حکمتش

یاد شیخ حسن خطاط

آپ شیخ محمود انصاری شیرازی کے فرزند ہیں۔ درسی کتابوں کی تحصیل آپ نے اپنی زاد بوم میں کر کے خوشنویسی



میں بھی ناموری حاصل کی تھی۔ کتے بن جن ایام میں ملک فارس۔ شاہ طہماسپ ابن شاہ اسمعیل صفوی شاہ خراسان کی قلم رو میں شامل ہوا۔ اُس نے شاعروں کے گروہ کو قبول شیعہ مذہب پر لوگوں کو براہِ گنجتہ کرنے کے واسطے مقرر کرنا شروع کیا۔ اپنے تمام شاہ نشینوں سے علیحدہ اپنی والدہ ماجدہ کو ہمراہ لیکر خشکی کے راستے سے حرمین شریفین کا قصد فرمایا۔ اور ان دونوں مقدس بافیض مقامات میں ایک عمر تک رہ کر حدیث کی سند ہانک کے علماء صحت کے ساتھ حاصل کی۔ اور پھر دریا پار کے راستہ سے گجرات میں آئے۔ اُس وقت سلطان مظفر گجراتی بزرگ کا عہد تھا۔ بیان پر چند روز بزرگوں کی بلازمت میں رہ کر افاضہ و استفادہ کا بازار گرم رکھا۔ جب سلطان سکندر لودھی کا زمانہ شروع ہوا۔ تو آپ گجرات سے آگرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ لودھی نے آپ کی خدمت گوازی۔ دل جوئی۔ اور تعظیم کی۔ اور قیام آگرہ کے واسطے التماس کیا۔ چونکہ التماس کا قبول کرنا عمدہ عادات کی خصوصیات میں داخل ہے۔ لہذا آپ نے کدہ سے کمال تار کر مکان بنانے کے ارادہ سے زمین بچھاویا۔ اور سلطان کی خواہش کو قبول فرمایا۔ اس کے بعد لودھی اور نیز جو کوئی وہاں کا فرمان روا ہوا۔ وہ آپ کی خدمت ضرور کرتا رہا۔ وہ ہمیشہ آپ کی خلوت اور انجمن کی حاضری کا طالب ہی رہتا تھا۔ روایت ہے کہ اکثر پرستاران خانہ۔ خوش خطی۔ عیقون کے سرورق کی صفائی۔ اور طلائی رنگ میزبانی کے کام میں کامل مہارت رکھتی تھیں۔ اور لوگ اس پیشہ کا اس درجہ پر ہونا۔ آپ کی خرق عادات میں سے سمجھتے تھے۔ شیخ زین نے جو جنت ایشیائی ہمایون شاہ کے صدر تھے۔ اپنے اشعار میں آپ کی فضیلت کی تعریف فرمائی ہے

مصراع ہست شعر من ز عقل و نقل خواہم بشنو و بجامع المعقول و المانتول مولانا حسن نے تاریخ چوتھی۔ جو بھجری سنہ نو سو چہین کو صفحہ دنیا سے رقم ہستی مثنوی۔ اور قلم سے آفرین نامہ کا لکنا شروع کر کے خط فیسی ختم کیا

مصراع نام او بر لوح دل مرقوم باد بآپ آگرہ میں دفن ہیں۔

## یاد شیخ امان الدیانی پتی

آپ کا نام عبدالملک ابن عبدالغفور ہے۔ قدس سرہما۔ شیخ محمد حسین قادری سے آپ بیعت ہی ہیں۔ اور خلافت بھی رکھتے ہیں۔ اور رسمی علم باخصوص علم تصوف کی تحصیل میں شیخ محمود و دلداری کے شاگرد ہیں جن کا کسی قدر حالات لکھے جا چکے ہیں۔ وحدت وجود کے بارہ میں آپ کی تحقیقات شیخ محمد الدین عربی کا زمانہ یاد آتا تھا۔ فصوص اور فتوحات وغیرہ کتب صوفیہ کی تمام مشکلات باسانی بیان فرمایا کرتے تھے۔ ہمیشہ ہم رازوں سے کھلتے تھے۔ اگر اہل زمانہ۔ خود داری کی عادت چھوڑ کر انصاف سے کام لیں۔ تو وحدت وجود کے

مقدمت عقلی و نقلی دلائل سے ادنیٰ و اعلیٰ کے ذہن نشین کر دئے جاویں۔ اور نیز فرمایا کرتے تھے۔ اپنے سلوک کی بدولت رسمی علم کے تنگ و تاریک کوچہ سے نکل کر آلہی معرفت کے میدان میں قدم رکھا ہے۔ اور کشف و کرامات کے بارہ میں دو تین میدان سبک آگے ہی بڑھا رہا ہوں۔ وحدت وجود کے مقام کو اہل تصوف طاقت عقل سے باہر سمجھ کر کشف صحیح کے حوالہ کر دیا کرتے ہیں۔ آپ نے عنایت ایزدی کی مدد سے عقل کو اس عالی مقام کی سرحد تک پہنچا کر سولہ معقول و دلیلین باسپر قائم کی ہیں۔ مولانا جامی قدس سرہ کی کتاب لوائح پر ایک فرج لکھی ہے۔ جو علم تصوف کی تمام ضروریات کو حاوی ہے۔ اور مذکورہ بالا سولہ معقول و دلیلین میں سے بعض دلیلین اس شرح میں ہی لکھی ہیں۔ جو شخص تلاش کرے گا۔ وہ ان کلیات تصوف کے مطالعہ پر مقصد میں کامیاب ہوگا۔ تاریخ بارہویں ربیع الآخر ہجری سنہ نو سو ستاون کو عشری عالم سے رخصت ہو کر دائمی خوابگاہ اسی شہر میں ختم کیا کی جس میں بزمانہ حیات قیام تھا۔ مصرع با کشف اہل دن مقبول او۔

## یاد قاضی بیٹا

آپ کے پدر بزرگوار کا نام یوسف ابن حامد ابن ابوالمفاخر ابن سین مندو (مانڈو) وادہا تھا۔ آپ نقلی اور عقلی دونوں علموں میں یکساں زمانہ تھے۔ آپ کے حالات کسی قدر اس طرح پر ہیں۔ اکیسیت سے بہائیوں کی مخالفت نے آپ کو صغریٰ میں ہی۔ وطن سے نکال کر چندیری کا مسافر بنایا۔ یہ سرگردانی اور پریشانی آپ کے کب کمالات کا باعث ہوئی۔ یہ بالکل سچ ہے۔ جو یوسف منش ہوتے ہیں۔ وہ تھرچاہ سے ہی مصرچاہ کو پہنچا کرتے ہیں۔ القصہ۔ جس سال رانا چیتور نے فتح پا کر چندیری کو شکست دی۔ تو چندیری کے باشندے آوارہ ہوئے۔ آپ نے بھی اسی حادثہ میں دو ستر بزرگوں کے ساتھ ہجرت کر کے ایک مدت تک جتھرہ میں بسر اوقات کی۔ جب اپنے ملو خان کی درویش دوستی اور آنے والوں کے ساتھ عرف و احترام سے پیش آنے کا شہرہ بنا۔ تو جتھرہ سے دارالاسلام مندو (مانڈو) میں آئے۔ ایک مدت تک ملو خان کے وزیر سیف خان نے جس کو آپ کے ساتھ نسبت خوشی ہو تھی۔ ضروریات وقت میں آپ کی مدد کی۔ اور آپ کے آنے سے ملو خان کو آگاہی نہیں دی۔ اس سبب آپ بہت پریشان خاطر اور غمگین رہا کرتے تھے۔ اتفاقاً کسی تقریب ایک دو ستر وزیر نے ملو خان کے حضور میں آپ کی تشریف آوری کا حال عرض کر دیا۔ کہ ایسا عالم شخص جتھرہ سے آیا ہے۔ اور سیف خان نے حضور سے چپا کر اس کو اپنے واسطے پسند کیا ہے۔ شاہ نے یہ خبر پا کر دونوں کو مجلس خاص میں بلایا۔ اور آپ کی مصاحبت سے بہت خوش ہوا۔ آپ کے خاندان اہل آپ کے بزرگوں کے حالات دریافت

کرنے شروع کئے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے تیسرے داماد شیخ یسین سلطان محمود خلجی کے زمانہ میں منڈو (مانڈو) کے قاضی تھے۔ یہ سنکر شاہ نے منصب قضا کا خلعت ارث اور استحقاق کے طور پر آپ کو عطا فرمایا۔ اور اپنا ہم نشین کیا۔ مصرع بادروزی اور ضایہ قضا؛

## یاد شیخ چکن کھندوتی

آپ کا باطن اخلاص و اخلاق کے ساتھ آراستہ۔ اور آپ کا ظاہر زہد اور صلح کے ساتھ پیراستہ تھا۔ منصب کھندوت جلال پور سرکار کالیپس میں ہے۔ یہی آپ کا وطن۔ مولد۔ اور مرقد ہے۔ آپ اہل دول کے ساتھ تو نگرا نہ پیش آیا کرتے تھے۔ بلکہ زمانہ کے سامنے اپنی احتیاج ظاہر نہیں کرتے تھے۔ یوسفی ولایت ہی رکھتے تھے۔ آئے وائے واقعات مثالی صورت میں آپ کو ظاہر ہو جایا کرتے تھے جس سال میں حبت آشیانی ہمایون بادشاہ نے شیرخان سور پور چڑھائی کی ہے۔ چونکہ کتابت کے ذریعہ شیخ کی بادشاہ سے ملاقات تھی۔ اس واسطے رقعہ لکھا۔ کہ ان ایام میں درویش کو عالم مثال میں ظاہر ہوا ہے۔ کہ ایک پرند کا بچہ۔ ایک باز کے بازو پر بیٹھا ہوا باز کے سر پر ٹونگیں مار رہا ہے۔ میرے نزدیک یہ بہتر ہے۔ کہ شکر کشی کسی دوسرے وقت پر منحصر رکھی جائے۔ اس پیغام کو درجہ قبولیت نہیں ملا۔ اور جو نامناسب حالت آسمانی کا غد میں لکھی ہوئی تھی۔ اُس کا ظہور ہو گیا ہجری سنہ نو سو کسٹھ میں عنقریب جسم چوڑا کر مثالی عالم کو روانہ ہوئے۔ مصرع باد و وحدت سیر گاہ جان او۔

## یاد شیخ جلال

آپ شیخ عبد اللہ کے بیٹے۔ اور شیخ یوسف کے بھائی ہیں قدس سرزمین۔ عبارت آرائی۔ ادائے معانی اور کاغذی حروف کے سمجھنے میں اپنے وقت کے ایک ہی تھے۔ اپنے ہجری سنہ نو سو تیس میں عالم غیب عالم دنیا میں ظہور فرمایا۔ سات برس کی عمر تھی۔ کہ کلام ربانی حفظ کر لیا۔ جب بارہ برس کے ہوئے تو کتب متداولہ کی تحصیل پوری کر کے بیسویں سال میں اپنی درس دینے سے پدمبرگوار کے مدرسہ میں ایک تازہ رونق پیدا کی اور مختلف خطوط میں خوش نویسیان زمانہ کے اندر سرگروہ ہوئے۔ اسی سال نشاط زندگی حاصل کیا۔ پھر ہجری سنہ نو سو کسٹھ میں اسی عمدہ آراستگی و پیراستگی کے ساتھ جیسی بیان کی گئی ہے۔ اتنی دیدار کی جلوہ گاہ کو چلے گئے۔ اس حیرت افزا واقعہ کا مجمل بیان اس طرح ہے۔ کہ صدر الزکر سال میں جب سلیم خان پسر شیرخان پور آنجھانی ہوا۔ جو فرمان روا کے وقت تھا۔ تو تاریخ چودہویں ماہ ذی قعدہ کو دولت خان پسر غازی خان بیانہ سے دوش ملا کردار الخلافہ آگرہ میں آہو پونجا۔ پندرہویں تاریخ گوشہ نشین محلات کی سیر کے واسطے قلعہ میں گیا۔ بن

اکوٹوں کے دروازے بند تھے۔ اُن کو خزانہ کے مکانات سمجھا۔ قفل توڑے گئے۔ یہ تو پختانہ تباروت سے بہرا  
 ہوا اتفاقاً یا ہمراہی تو بچپون میں سے کسی توپچی نے جس کے توڑہ میں تارہ کی طرح آگ چمکتی تھی۔ ایک چنگاری  
 گراوی۔ چنگاری کا گزنا تارہ بہشت نامہ عمارتیں دوزخ کی طرح بڑک اُٹھیں۔ یہاں تک کہ سنگن دیواریں ہوائی  
 بزدوں کی طرح اُڑ گئیں۔ ان اُڑنے والی چیزوں میں سے ایک پتھر کا ریزہ چنے کی برابر آسمان سے شیخ جلال  
 کے سر میں آکر لگا۔ اس کے بعد ایک رات دن زندہ رہے۔ لیکن زبان بات کرنے پر قادر نہ تھی۔ بعدہ سولہویں  
 تاریخ کو پچھلے دن میں اعلیٰ علیین کو جانے کے واسطے کجاوہ باندھ کر چلے گئے۔

## یاد مبارک خان ہروی

آپ ہند میں ہرات سے آئے تھے۔ اور مہویہ قصبہ میں جو سرکار کاہلی میں ہے۔ بموجب حکم الہی۔ گوشہ گزین  
 ہوئے گہر بنالیا۔ اور خانقاہ ہی بنالی۔ ہمیشہ حجرہ میں رہا کرتے تھے۔ اور قرآن پڑھتے رہتے تھے۔ لیکن نماز جماعت  
 سے نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اور کسی شخص کے آنے پر تعظیم کے واسطے نہیں اُٹھا کرتے تھے۔ اس سبب قاضی ابراہیم ابن  
 محمد پواری آپ کو بدی کے ساتھ یاد کیا کرتے تھے۔ ایک اور شخص تھے آزاد مزاج۔ قاضی حسین نام تھا۔ اتفاقاً  
 ان کے ہمراہ قاضی ابراہیم مہویہ میں آنکے۔ اور سہراہی کے سبب خان کے پاس بھی گئے۔ اپنے لڑایا  
 بعض لوگ مجھ کو در باتوں میں معیوب جانتے ہیں۔ اور چونکہ بُرائی اُن کے دل میں ہے۔ اس سبب خود جواب  
 اپنے دل میں سوچ کر مجھ کو معذور نہیں سمجھتے۔ پھر فرمایا۔ درویش مثل میت ہوتا ہے۔ اُس کا دیکھنا۔ زیارت  
 گور کی مانند ہے۔ اور خاکی تو وہ کے نہ اُٹنے سے کوئی عیب پیدا نہیں ہوتا اور نیز جس شخص نے اپنے تمام اوقات  
 قرآن کے پڑھنے میں لگا دئے ہوں۔ اُس کو تلامذت کے درمیان میں کسی غیر کی تعظیم روا نہیں ہے۔ اس کے بعد  
 اپنے فرمایا:

”میں نے سنا ہے۔ کہ خداوند عرفان و وجدان شیخ شرف عیسیٰ منیری جماعت میں نہیں آیا کرتے  
 تھے۔ ایک روز قاضی شہر کی کوشش سے مسجد میں گئے۔ امام کے گھر کے صحن میں ایک  
 کنواں تھا۔ اور ایک گھوڑی کا بچہ بھی پاں رکھاتا۔ جو گھلارہتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں  
 کنوئین میں نہ جا پڑے۔ نماز کے اندر دن پھیرو کے باندھنے کی طرف گیا۔ یہ حالت دیکھ کر شرف  
 اولیاء نے نیت نماز توڑ دی۔ اور کہا۔ امام تو بچہ پیر کے انتظام کے واسطے چلا گیا۔ مجھ میں  
 اُس کی ہمراہی کی طاقت نہیں ہے۔ سوائے اس کے جو غائب ہے وہ خود اقتہ کے لائق نہیں ہے۔“

ناچار نماز اسر نو پڑھی۔ امام نے بھی اُن کی اندوہنی آگاہی پر اقرار کیا ہے

پہر فرمایا۔ اگرچہ عروس کا تازہ مان کے حسن پر زیب نہیں دیتا ہے۔ لیکن پہر ہی اُسی کی لڑکی ہے اور اکثر امام خانہ خدا (دل) کو تو بیل اور گدھے کی چراگاہ بناتے ہیں۔ اور روئے توجہ خانہ خلیل (خانہ مکہ) کی طرف کرتے ہیں بہت

دہ بوڈنے دل ست آنکہ درد گا دو خسر باشد و ضیاع و عقار

کتے ہیں ہر روز آپ کے دروازہ پر نقارہ بغرض اعلان و طلب بجایا جاتا تھا۔ اور آواز نقارہ سن کر کیا کھڑے اور کیا مقیم سا کین فراہم ہوا کرتے تھے۔ اور آپ ہر ایک کو نقدی روزیہ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح جب کہ وہ اپنی سفر کا وقت آیا۔ یعنی ہجری سنہ نو سو ترسیٹہ تھا۔ تو ہر دم بخود ہو جاتے تھے۔ اور نقارہ بجانے۔ فقرا کے جمع ہونے۔ اور معمولی روزیہ تقسیم کرنے کا حال دریافت فرماتے تھے۔ دریا نام ایک خادم تھا۔ وہ جواب دیدیا کرتا تھا۔ جب خادم نے کہا۔ ہنوز مینے کچھ نہیں دیا ہے۔ تو فرمایا۔ اس طرف میں سے دید و چوخت کے نیچے ہے۔ چونکہ ظرف میں یہ بہت کم۔ اور حاجتمند بہت زیادہ تھے۔ تو خادم متحیر ہوا۔ کہ اب کیا کروں۔ پہر اپنے دریافت فرمایا۔ تو خادم نے عرض کیا۔ ہر ایک شخص کو کتنا کتنا دون۔ فرمایا پانچ پانچ راج الوقت قرص دید و خادم دیکھا کہ پیے اتنے کم ہیں کہ چار آدمیوں کو بھی کفایت نہیں کریں گے۔ لہذا اس حکم کی تعمیل میں تامل کیا۔ پہر اپنے فرمایا جلدی کر۔ دید و خادم نے پہر عرض کیا کتنا دون۔ فرمایا۔ ہر ایک شخص کو ایک مٹی۔ یہ سن کر اور بھی زیادہ حیران ہوا۔ فرمایا۔ سنو دریا۔ دینے والا معمار کی مثال ہوتا ہے۔ جو دیوار میں اینٹوں سے چٹائی کرتا ہے معمار جتنا زیادہ سبک دست ہوگا۔ صاحب عمارت اہتمام میں اتنا ہی زیادہ سرگرم ہوگا۔ اور ضرور وہی گارا اور اینٹیں پہنچانے میں اتنے ہی زیادہ چالاک ہوں گے۔ جب خادم کو یہ تازیانہ لگا۔ تو دلیر ہوا۔ اور پہر کے موثر دم کی برکت سے سب کو ایک ایک مٹی پہنچ گیا۔ اور ایدہ ہر ظرف خالی نہیں ہوا۔ جب آپ کو معلوم ہوا۔ کہ سبے پایا ہے۔ تب اُس نے کے اوپر چادر کھینچ لی۔ اور عالم علوی کو روانہ ہوئے۔ آپ کے بعد دیدیا جانشین ہوا جیسے برس تک اُس نے پہر کا طریقہ قائم رکھا۔ اور جب وقت آیا۔ تو پہر کی خواہنگاہ کے تحت میں زیر خاک سو رہا مصرع مبارک باد وصل دوست اورا۔

### یاد سید محمد ابن سید معطر

آپ اپنے باپ کے مرید۔ اور قاضی محمد ابن کدن کے شاگرد تھے۔ خوابگاہ کا پی ہے۔ آپ کی عادت اسی خوب تھی۔ جیسا آپ کا چہرہ۔ اور آپ کی طبیعت ایسی زیرک اور عمدہ تھی۔ جیسی آپ کی حُسن تقریر۔ خطابہ

عہدہ لکھا کرتے تھے۔ فنا کی چادر کندہ ہے پر تہی اور استاد کے ساتھ اعتقاد حلقہ بگوشا نہ رکھتے تھے۔ کہتے تھے  
اگر بالفرض قاضی پیر اہن کے نیچے مخفی طور پر زنا باندہ لیوین۔ تو محمد ظاہر ظہور زنا باندہ لیوے گا۔ زنا  
کے ساتھ پیشانی پر تشقہ بھی لگا دے گا۔ اور بہنا نہ ناتوس ہونے کا۔ اگر ایسا نہ کرے تو معظّم کا بیٹا نہ ہوگا  
باپ اور استاد کے طریقہ کی پیروی میں گانڈھوٹے تھے۔ بیٹ

نصدد و شخصت و سہ ز عالم رفت

عالمے و دل باس ماتم رفت

## یاد شیخ و اشتمت

آپ کا نام بیارہ۔ اور باپ کا نام کبیر ابن محمود چشتی ہے۔ شاہ فخر الدین ابن حامد چشتی کے مرید ہیں۔ زاہد و  
لکھنؤ اور حنوبہ گاہ منڈو (مانڈو) ہی آپ رسمی علم کا خزانہ۔ اور صلاح و راست کرداری کی کان تھے۔ زمانہ کے لوگوں  
کو آپ کی ذات سے رونق تھی سات بار سفر حجاز سے مشرف ہوئے تھے۔ ساتویں دفعہ اپنی والدہ ماجدہ کو کندہ ہے  
برائے گمراہی کے تھے۔ پھر مکہ معظمہ سے گجرات ہو کر معاودت فرمائی۔ اگرچہ بہرہ والہ امین جو آج پٹن کے نام سے  
نام زد ہے۔ وطن بنانے کی پیر سے اجازت لے لی تھی۔ لیکن منڈو کی خاک و امنگیر ہوئی۔ اور بیان کے لوگوں  
کی محبت اور راجہ صاحب نے بھی جنبش نہیں کرنے دی۔ لہذا بیان پر گھر بنالیا۔ اور کہ خدا ہی ہوئے سلطان  
ناصر الدین خلجی کے زمانہ سے سجاول خان افغان کے عہد تک تقریباً پچاس سال منڈو میں رہ کر ہر ایک قسم  
کے علوم پڑھائے بہت سے لوگ فیض یاب ہوئے۔ ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ بغیر عصا کے رات میں  
راستہ چل سکتے تھے۔ اور ہم نشینوں میں کہا کرتے تھے *مَنْ جَاوَزَ الْاَرْضَ بَعْدَ عَصَا فَعَصَى*  
اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ چالیس سے متجاوز ہونے کے ساتھ اکثر ضعف آتا ہے۔ یعنی تجاوز کو ناتوانی لازم  
ہے۔ اور بیارہ کو ایزدی عنایت طاقتور رکھتی ہے۔ اگر عصا ہاتھ میں نہ لیوے۔ تو تعجب نہیں کرنا چاہیے  
ہجری سنہ نو سو تریسٹھ کے رمضان مہینے میں واپسین دم آگاہی کے ساتھ سپرد کر دیا۔ اور عنصری چادر جو  
جان کے کندہ ہے پر پڑی ہوئی تھی۔ خاک پر چسکاوسی۔ آپ کے ایک لڑکا تھا۔ شیخ عثمان نام کسی قدر تحصیل  
کلمات باپ کے درس سے کی تھی۔ آپ کی رحلت فرمائی کے بعد شیخ عثمان جانشین ہوئے راقم گلزار کے  
مصاحب یک رنگ اور محرم باخلاص تھے۔ کہتے تھے۔ کہ شیخ فرمایا کرتے تھے۔ میں سید محمد جوہوری کو جو بعض کے  
زعم میں مہدی ہیں۔ منڈو میں دیکھا ہے۔ عہد دیت کے بارہ میں دریافت کیا تھا۔ تو سید محمد نے جواب دیا۔ کہ یہ بات

۱۵ جس شخص نے چالیس سے متجاوز ہو کر عصا نہیں تھامی۔ گویا اُس نے گناہ کیا ۱۲۔

میں نہیں کہی ہے۔ اور نہ میں کہتا ہوں۔ یہ جاہل معتدین کلبتان ہر مصرع از خدا آفرین خطابش باد۔

## یاد شیخ آدھو حصاری

آپ پیران سہرورد اور چشت کے سلسلہ کا دم بہرتے تھے۔ ذکر و شغل توکل و تسلیم۔ ہمت و ایثار۔ یہ جملہ صفات آپ کی فات میں موجود ہیں۔ کہتے ہیں دعوت اور تسخیر کے بدون ایک جن۔ آپ کی فرمان برداری اور خدمت گزاری میں رہتا تھا۔ جب آپ کسی کام کے بنانے کے واسطے اُس کو لاتے تھے۔ تو دو تین شخصوں کا کام دو تین روز کا وہ جن تنہا توڑی دیر میں پورا کر دیتا تھا۔ لوگ جن کی محنت دیکر متعجب ہوا کرتے تھے۔ اور جن کو دیکھ کر شیخ کی سلیمانی ولایت کی قائل ہوتے تھے۔ آپ کا سال وفات دسویں صدی کا آخرین نصف حصہ ہے۔ خواب گاہ قلعہ فیروزہ۔ مصرع حصار نفس شکستن کمال فیروزی ست۔

## یاد شیخ ابراہیم کلہو راسندی

آپ حضور تھے۔ شاہ منصور مجذوب کے ہم عصر ہیں۔ تصرفات اور کرامات بھی رکھتے تھے۔ ہر روز پانسو مظفری سکے <sup>لے</sup> قذیفہ لے کر کھڑے کھڑے سے آپ کو پہنچ جایا کرتے تھے اور آپ ان کو محتاجوں پر تقسیم کر دیا کرتے تھے ایک روز فرمان روا سے وقت میران شاہ مبارک ایک بڑی بباری نذر آپ کی خدمت میں لایا۔ آپ نے قبول نہیں فرمائی۔ اور کہا۔ یہ مال مخلون کا ہے۔ ہماری تقدیر کا نہیں ہے۔ چند روز بعد جنت آشیانی کے لشکر نے گجرات سے خاندیس کی طرف رخ کیا۔ کہتے ہیں۔ اُس وقت کا ذکر ہے۔ کچھ لوگ اہل زمانہ کی شکایت آپ کے سامنے لیکر آئے۔ کہ ہمارے زمانہ سے پہلے ایسے بزرگ تھے۔ جن کا کہنا گویا اتنی تقدیر کا نوشتہ ہوتا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ کماست واقعات کے موافق ہو جایا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر زمانہ سلف کے بزرگ اس پتھر سے کہہ دیتے کہ زر ہو جا۔ تو کیا اسی وقت یہ پتھر زر ہو جاتا بات ابھی تمام نہیں ہوئی تھی کہ پتھر نے طلا کا رنگ بکھڑا شروع کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ اور کہا۔ اے سنگ میں تجھ سے طلا ہونے کو نہیں کہتا ہوں۔ میں تو نہیں میں ہم نشینوں سے بات کہتا ہوں۔ مصرع بادشاہ دیروے درہاے آسمانی۔

## یاد سید ابوسعید ابن سید راجو

آپ متوکل۔ عالم۔ عارف۔ عاشق۔ اور شاعر تھے۔ جب رانا کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اُس وقت میں آپ کے پدر بزرگوار چندیری سے کاپی کو چلے گئے تھے۔ اور وہیں مکان بنا لیا تھا۔ قدام کی غزلوں کے دیوان کے دیوانا آپ مجھس کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی قصیدہ بھی کہا کرتے تھے۔ آپ آزاد تھے مگر ساتھ ہی عیال داری کا بار بھی

کنڈھے پر دکھا ہوا تھا۔ با اینہم کبھی تنگ دل نہیں ہوئے۔ پچاس برس تک فرمانِ روا سے وقت کی طرف احتیاج نہیں  
 لگے اور اپنے دل کو دفع الوقتی کے حوالہ کر رکھا تھا۔ جب آغاز شباب تھا۔ تعلقہ خاطر سید جلال نامی ایک شخص کے  
 یوسفی جمال سے پیدا ہو گیا تھا۔ مگر محبوب حقیقی کی غیرت نے اس عنصری آئینہ کو توڑ کر بہت دنا بود کر دیا ایک روز  
 ایک نوجوان غلام ہاتھ پر بانی ڈال رہا تھا۔ کہ بجلی اُس پر گری۔ حال آنکہ بجلی گرنے کا کوئی سامان نہ تھا۔ سید بھی بجلی  
 کی چمکے تین روز تک ہر جان جسم کی طرح بڑے رہے۔ بس ہاتھ کی ایک انگلی میں کسی قدر جنبش تھی۔ اس کے  
 بعد زندگی از سر نو ہوئی۔ پر اپنے رسمی علم کا درس شروع کر دیا تا ہجری سنہ نو سو چھیاسٹھ میں حقیقی معشوق کے  
 بیان حاضر ہونے کے واسطے چلے گئے۔ آپ کی خواہگاہ اور زاد بوم دونوں کا پسین مسرع باد چشمش روشن از دیدار <sup>حق</sup>

### یا خطیب ابوالفضل شیرازی

آپ عقول اور منقول علوم بہت طرح کے جانتے تھے۔ اور فروع و اصول کی بہت سی کتابیں۔ پڑھی ہوئی  
 تھیں۔ سلطان محمود کے عہد میں شیراز سے گجرات میں آئے تھے تفسیر بنیادی پر آپ کا ایک حاشیہ ہے جس میں  
 شان نزول کے متعلق انواع و اقسام کے لطیفے۔ اور تفسیر کے متعلق بہت سے دقیقے لکھے ہیں جو اصحاب علم  
 دقیقہ شناس ہیں۔ وہ اسکی خوبی کو پہچانتے ہیں۔ جب تک زندہ رہے۔ تب تک دو ہفتادوں کے ساتھ اس طرح  
 سلوک اور برتاؤ رکھا۔ کہ وہ علم و انون کی عظمت اور آبرو میں افزودنی ہی ہوتی رہی۔ اور آمادہ <sup>مذاہب</sup>

مسرع فضل اور شیراز معنی ساختہ گجرات راہ

### یا مولانا لطف اللہ

آپ مولانا خواجگی کا شانی کے مرید ہیں۔ ریاضت اور مجاہدہ کی منزلین۔ اور مراقبہ کے مرحلے آپ نے کر چکے  
 تھے۔ ملا محمد قاضی کی تلقین اور خدمت سے بہت کچھ کمال اور تکمیل کا حصہ آپ کو ملا تھا۔ کہتے ہیں۔ جب زمانہ  
 سعید خان کا تھا۔ تو دارالاسلام سمرقند میں آپ کے اور شیخ حسین خوارزمی کے درمیان میں کچھ عرصہ تک مناظرہ  
 جاری رہا۔ اور یہ مناظرہ۔ سلسلہ کے تعصب (حمایت) میں تھا۔ چونکہ مولانا نہایت شیرین زبان اور فصیح البیان  
 تھے لہذا مناظرہ میں کامیابی آپ کو ہی ہوئی۔ مگر فرمانِ روا نے وقت کو حسن عقیدت شیخ خوارزمی سے تھی  
 اس سبب سے نہایت عرصہ آیا۔ جس سے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اور اندھیرا چھا گیا۔ اس اشتعال میں اگر  
 مولانا کی زبان کاٹ لینے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو بظاہر اسباب ناتو میں ہیں۔ ناگہانی آفت سے  
 اور ان لوگوں کو جو تو ان میں نشہ دنیا کی لغزش سے محفوظ رکھے۔



## یا وخواجہ بہاء الدین محمد

آپ مولانا خواجگی کاشانی کے بیٹے ہیں۔ چونکہ اعیان ثابتہ (صور علمیہ) کی کچھری میں فہرست ایجاد کی اندر آپ کے نام سے ولایت اور عنایت کا ایک خاص حصہ لکھا ہوا تھا۔ لہذا جس وقت آپ کو اس عالم میں آنے کی اجازت ہوئی۔ اُس وقت اُس تحریر کے بموجب فرمان تقدیر۔ آفرینش کی قلم سے پیشانی کی تختی پر لکھا گیا۔ اور توحید کے طغریٰ اور تحقیق کی مہر سے مزین کیا گیا۔ اور پھر یہ فرمان آپ کے سپرد ہوا تاکہ اس فرمان کے مطابق عالم شہادت (دنیا) میں تقدیر کا شہنہ۔ کرامت کا نقد۔ اور مقامات کی جنس۔ آپ کے اقوال اور افعال کے کارخانہ میں جو کار پر نماز ہیں۔ اُن کو سپرد کر دیوے۔ کہتے ہیں۔ آپ اپنے پدر بزرگوار کے مرید تھے۔ اور ہدیٰ ہی انہیں سے پائی تھی۔ اور نیز اپنے بڑے بہائی۔ خواجہ کلان سے بھی کچھ حصہ کمالات کا پایا تھا۔

## یا و مولانا ولی میان کاپی

آپ مولانا خواجگی کاشانی کے مرید ہیں۔ بخارا میں ایک مقام پر کسی قدر زمین شیب میں واقع ہوئی ہے اور وہاں پر ایک مسجد بھی ہے۔ جو مسجد مغاک کے نام سے نام زد ہے۔ اُس مسجد کے ایک گوشہ میں آپ کا قیام تھا۔ پاس نفاس اور شناخت ضمائر میں آپ مستغرق رہتے تھے۔ جس وقت آپ نفس ناطقہ کو کام میں لاتے تھے اور کلام کا دروازہ کھولتے تھے۔ تو ہم نشینوں سے عقل و ہوش اور خودداری ہوا ہو جاتی تھی۔ اور مولوی معنوی کی مثنوی میں عارفانہ توجہیات بیان کیا کرتے تھے۔ کرامت اور تکلیف (مقامی از سلوک) کا مقام آپ کو حاصل ہوا۔

## یا و مولانا عمار طارمی

آپ۔ سماعی۔ (منقولی) علوم میں اہل زمانہ کے اُستاد اور علما کے زمانہ میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ جب سلطان محمود اور سلطان مظفر کا زمانہ تھا۔ تو گجرات میں آپ کا درس کمال رونق پر ہوتا شیخ وجیہ الدین علوی اور قاضی علاء الدین عیسیٰ احمد آبادی جیسے با علم اصحاب نے بھی آپ کے زور پر کتاب کہولی تھی۔ اور آپ کے درس سے استفادہ کر کے مدرس اور علم العلمانی کے درجہ کو پہنچتے تھے۔ اسرار ہم مصرع طارم دانش فزائی راستون آمد عماد

## یا و مولانا یونس لاکہ

لاکہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ آپ کو علم کی تعلیم دینے میں اور بصیرت کے حاصل کرنے میں شیخ وجیہ الدین علوی

اور قاضی عیسیٰ احمد آبادی کی برابر دستگاہ تھی۔ قاضی عبدالغنی۔ سید ابراہیم بکری۔ شیخ نظام الدین ابن کبیر  
طاطیب سندھی۔ اور قاضی اسحق آسیری جن کے کسی قدر حالات ہر ایک کی یادداشت میں لکھے گئے ہیں  
اپنے شاگرد ہیں۔ رحمہم اللہ مصرع باد انیس جانش شوق خدا شناسی۔

## یاد قاضی قاضن سندھی رحمہم اللہ

آپ تھیس سے فراغت پانے کے بعد رسمی علوم سے برواشتہ خاطر ہو گئے تھے۔ اور تبدیل خلاق کے ذریعہ  
سے عالم اجسام کا (دنیاوی) معما حل کرنے کی تلاش ہوئی۔ نفس کی لڑائی کے ذریعے اس معما کے حل کرنے  
میں کامیاب ہوئے۔ اور اشیا کی حقیقتیں آپ کی چشم شہود میں نظر آگئیں یہ چند کلمہ آپ کی باتوں کا ما حاصل ہیں  
جن کو سندھی زبان میں اپنے اپنے ملک کی طرز پر نظم کیا تھا۔ (۱) اپنے فرمایا ہے۔ کہ کثر اور قدوری پڑھنے سے  
معرفت کی مہک ذرہ برابر ہی میرے دماغ میں نہیں آئی۔ اور حصول مطلب جو ہوا۔ تو اس عالم کے  
پرے ہوا (۲) تمام زبانوں میں کلمہ لا سے تیری نفی کی گئی ہے۔ اور تو ہنوز اپنے اثبات کے ورپے ہے (۳)  
لاکس کی نفی کرتا ہے جب ماسوائے حق ہستی ہی نہیں رکھتا ہے (۴) ہم جس کے مشاق ہیں۔ اگر غور سے  
دیکھا جاوے۔ تو وہ ہم ہی ہیں۔ اس قسم کی باتیں اس سے زیادہ ہیں۔ کہ لکھنے سے ختم ہوں۔ اور ہر بات  
کی لطافت۔ اسی زبان کی طرز کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔ کہ جس زبان کی وہ بات ہوتی ہے۔ ترجمہ کے  
قابل میں وہ لطافت قائم نہیں رہ سکتی ہے۔ شیخ ابراہیم ابن عمر سندھی۔ جن کی قبر کا قبہ برہان پور کے  
قطب شمالی کی طرف ہے۔ آپ کے باعقیدت دوستوں میں سے تھے مصرع ذات حق باد گلشن روش

## یاد سید عبد الاول دولت آبادی

آپ۔ بڑے علم والے۔ اور بڑے باطن والے تھے۔ تمام فنون میں سب سے زیادہ عالم ہوئے کا دعویٰ  
تھا۔ شیخ محی الدین عربی کی فتوحات میں خطبہ سے لیکر جناح تک جو دشوار بیان تھیں۔ ان کو مطالعہ کے  
رود سے حل کیا تھا۔ اور حاشیے اور تعلیقات لگا کر صاحبان استعداد کے واسطے آسان کر دیا تھا  
صحیح بخاری پر ایک بسیط شرح لکھی۔ فیض الباری نام رکھا ہے۔ یہ نام گویا آسمان سے نازل ہوا ہے۔  
محقق تغاثرانی کی مطول معانی پر ایک بڑا مباحثہ لکھا ہے۔ علی ہذا القیاس منطلق اور حکمت کلام  
کی اکثر کتب متداولہ پر مضیہ حاشیے تحریر کئے ہیں۔ مزلیت میں قادر یہ اور مغربہ سلسلہ کے ساتھ تعلق  
رکھتے تھے۔ بلکہ متعدد طبقات کے اکثر مشائخ کی تلقین سے مستفید اور روشن ضمیر تھے۔ ہجری

سنہ نو سو سینتالیس تا کہ غوث الاولیاء نے گویا ارے گجرات کو ہجرت فرمائی تھی۔ ان ایام میں میر جی گجرات میں ہی تشریف رکھتے تھے۔ غوث الاولیاء نے کلیہ مخازن جو انہیں کی تعینات سے ہے۔ میر کی خدمت میں صلح کے بہانہ سے پیش کی شیخ صدر الدین ذاکر فرماتے تھے۔ کہ جناب میر نے ایک روز غوث الاولیاء کی مجلس اقدس میں ایک تقریب سے ذکر کیا۔ کہ حدیث اور حکمت کے جو مشکل مسائل۔ سلف کے کئی علما اور حکما اپنی تقریروں اور محرموں سے حل نہیں کر سکے تھے۔ کلیہ مخازن کے مطالعہ سے ان مخلقات کے حل کرنے کے واسطے ایک کبھی ہاتھ آگئی عجیب ایک نام ہے۔ جس سے حقیقتیں نظر آتی ہیں خدا کرے۔ اس نام کا سمجھنا۔ دو ستون کو روزی ہو۔ کہتے ہیں۔ چند سال بعد دکن کی طرف چلے گئے تھے۔ خواہ بگاہ دولت آباد دکن ہے۔ جس کا پرانا نام دیو گڑھ تھا۔

مصنع خانمان دولت آباد از طفیل دین اوست

یاد شیخ شاہ محمد

آب حسن طائر قادری کے بیٹے ہیں۔ جو عالی سلسلہ کے بزرگوں میں سے ہیں۔ صاحب کشف والہام تھے۔ اور جبراقسام کے علوم و فنون جانتے تھے۔ آپ کے اشعار کا ایک دیوان بھی ہے۔ بہت برسوں تک حرمین شریفین میں مجاور رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایک روز سید عبدالوہاب بخاری نے جو حضرت مخدوم جہانیاں کی نسل سے ہیں۔ قدس سرہما۔ آپ کو خوشخبری سنائی۔ کہ حضرت خاتم النبوة صلعم نے مجھ کو معاملہ میں ایسا فرمایا ہے کہ اس ہندی شیخ زادہ نے مسافت کی تکلیفات میں بہت کچھ صبر کیا ہے۔ لہذا اپنے ہمراہ ہند کی طرف لے جاؤ۔ اپنے جواب دیا۔ کہ جب تک میں اپنے کان سے یہ پیغام خاص حضور کی زبانی نہیں سن لوں گا۔ تب تک ملک ہند کو نہیں جاؤں گا۔ جب آپ اپنی آرزو میں کامیاب ہوئے۔ تو جو کچھ آپ نے فرمایا تھا۔ تعمیل کرنی پڑی۔ اور ہند میں ہی افری سفر ہی اختیار کیا۔ کہتے ہیں آپ کے بدر بزرگوار سلسلہ چشتیہ کمریہ تھے۔ جب آپ خانوادہ قادریہ میں گئے۔ تو امان اللہ بن شیخ عبدالغفور بانی تہی نے اور نیز اس صوبہ کے دیگر بست مشائخ نے آپ کی پیروی کی۔ شیخ امان اللہ ہندوستان کے صوفی عالموں میں پیشوا ہیں۔ مصنع سالار کاروان ولایت متاع بودو

یاد پیر باجر مستدوال محووب

آپ کو الہی کشتش نے اپنی طرف کینچ لیا تھا۔ اور عمدہ عمدہ خارق عادات آپ کے صادر ہوا کرتی تھیں۔ اکثر برہنہ رہا کرتے تھے۔ ایک روز راقم گزار کے مامون صاحب سے ایک راستہ میں الجھ گئے۔ تاکہ کچھ مامون صاحب سے بیویں۔ مامون صاحب نے کہا۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ مجھ کو بے مامون صاحب کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔

امکرمین سے ہمایانی کوولی۔ اہا اُس میں سے دو مظفری سکڑے لیے۔ پھر ایک مظفری مامون صاحب کو وہیں کر دیا۔ کہ ہمایانی میں ٹال لو۔ مامون صاحب کہتے تھے۔ کہ ولایت کے وقت میں نے اُن کو شمار کیا۔ تو بے کم و کاست اولین شمار کی برابر ہوئے۔

ایک ٹاٹ بیچنے والا اس وقت تھا۔ جو آپ کے ساتھ انس رکھتا تھا۔ وہ ایسا بیمار ہوا۔ کہ طبیبوں کو علاج سے اور اعزہ کو زندگی سے مایوسی ہو گئی۔ ناچار کچھ کے ارادہ پر آمادہ ہوا۔ باجر کو خبر لگی۔ تو آپ چلا تے ہوئے اُس بیمار کے پاس گئے۔ جو وہاں سپین سفر پر مستعد بیٹھا ہوا تھا۔ اہکما۔ کہ تمہاری بیٹیہ میں پہنچ فرزند میں۔ جو سلامتی کے ساتھ پیدا ہونگے۔ لہذا ابھی مرنا موت رکھو۔ کہتے ہیں۔ اسی دم تندستی کی علامت پیدا ہو گئی۔ ارادہ شخص نین مرا۔ جب تک پانچ بیٹے پیدا نہیں ہوئے۔

علیٰ بن ابی القیاس یہ واقعہ بھی ہے۔ باز بہادر سپر سجادول خان۔ شیرخان کے بیٹے سلیم خان کا سپسالار تھا۔ جبری سنہ کم و بیش نو سو چھیاسٹھ میں اُس کے سر کے اندر یہاں بخویا پیدا ہوا۔ کہ خطبہ اللہ کے میرے نام سے جاری کیا جاوے۔ اسی خیال میں پیر باجر کے پاس آیا۔ اور مشخبری سننے کا منتظر ہوا۔ آپ نے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اور کہا۔ تاکا دہرا نہیں ہے۔ اس کو ہاتھ مت لگاؤ جلد ٹوٹ جاوے گا۔ چنانچہ آپ کے فرطنے کے بموجب ہی آسمانی گردش ہی ہوئی۔

اس قسم کی عجیب عجیب باتیں آپ کی بہت کچھ لوگوں کی زبان زد ہیں۔ اس مختصر سالہ میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔ سنڈو میں جو شمالی دروازہ ہے۔ اُس کے پائین میں آپ کی خواب گاہ ہے۔ نعلیو کے راستہ پر اُس دالان سے ملی ہوئی۔ جو بہ زمان حیات آپ کا قرار گاہ تھا۔ اور قطب رویہ ہے۔ اس مقام پر خم کی طرح ایک گلاب سرد پانی سے بارہ مہینے بھرا رہتا ہے۔ آپ کی قبر کا مجاور آنے جانے والوں کو اس پانی سے سیراب کر لیا ہے۔

مصرع باغ غریق قلمم بہ عدت مثال او۔

یاوشیح حسن بدلہ ...

آپ دہلی کے بزرگ زادوں میں سے ہیں۔ اور مان کے پیٹ سے ہی مجذوب پیدا ہوئے تھے۔ ہمیشہ ننگے بدن رہتے تھے۔ اور اگر کوئی شخص مجبور کر کے کپڑے پہنا دیتا تھا۔ تو جلدی سے ہٹا کر قوالوں کو دیدیا کرتے تھے۔ حسن صورت پر۔ اور حسن صوت پر فریفتہ اور کلکل بانڈھے رہتے تھے۔ بعض بزرگوں نے آپ کو خواب میں اس طرح پر دیکھا ہے۔ کہ حضور خاتم النبیین علیہ السلام کی خدمت میں آپ کہہ رہے ہوئے۔ مسجد مبارک

پر پانی ڈال رہے ہیں۔ اور بعض نے آپ کو حرم مکہ میں طواف کرتے ہوئے پایا ہے۔ ایک روز سلیم خان سورنے  
 یہ آندو پیش کی۔ کہ آپ میری شہ نشین بساط پر اپنا قدم رکھ دیں۔ مگر آپ نے سر ہلایا۔ اور پکار کر کہا۔ بہت جلدیہ  
 تمہارا قالین نضالۃ ہو جاوے گا۔ آخر کا بہت تھوڑے عرصہ میں آپ کا فرمانا ظہور پذیر ہوا۔ کتے ہیں۔ آپ جس  
 طرف جائے گا ہم فرمایا کرتے تھے اُس طرف والوں کا داغ پلے سے معطر ہو جاتا تھا۔ اور اسی خوشبو کی عکاسی  
 سے آپ کی تشریف آوری کی لوگوں کو خبر مل جایا کرتی تھی۔ زیادہ تر تعجب کی بیبات ہے۔ کہ آپ کے بول و باراز  
 میں ہی بدبو نہ تھی۔ ہجری سنہ کچھ اوپر نو سو ساڑھ تھو۔ کہ آپ نے عنصری لباس اتار کر مثالی خلعت زیب بدن  
 کیا۔ خواجگاہ دہلی کے بازار میں خواص خان کی قبر کے پاس ہے۔ خواص خان۔ شیر خان سور کے پرستاروں میں  
 سے اور اُس زمانہ کے عطیات لینے والوں میں سے تھیں۔ شیر شاہ کے بیٹے سلیم خان نے اُس کو ہجری سنہ نو سو ساڑھ  
 میں شہید کیا تھا۔

## یاد شیخ جلال بن طیب پانی پوری

آپ کے اتفاقاً پد سلوک سے زیادہ وزن تھا۔ آپ کے دور میں خدا شناسی کا پیمانہ بہرا ہوا تھا۔ آپ کی روزی  
 حریر فروشی پر مقدر تھی۔ جس مجال اور مہینے میں غوث الاولیاء نے گواہی دیا ہے گجرات کو ہجرت کی ہے۔ انہیں  
 ایام میں آپ نے اپنے بیٹے شیخ محمود کو آغاز ہوش میں غوث الاولیاء کا مرید کرادیا تھا۔ خود ہی حاضر باش خدمت  
 رہے۔ اور بہت کچھ سعادت اور عرفان کا حصہ لیا۔ کتے ہیں۔ کئی برس اپنے ایک ہی پیرا میں اس طرح  
 گزار دئے کہ اگر آستین پیٹ گئی۔ تو نئی آستین اُس میں لگا دی۔ اور اگر بیراہن۔ سینہ یا بغل پر سے بوسیدہ  
 ہو گیا۔ تو نئے کپڑے کا بیونڈ لگا دیا۔ غرض جو قطعہ بیکار ہوا۔ اسی جگہ دوسرا قطعہ لگا کر نیا کر لیا۔ القصد جب  
 تک زندہ ہے۔ اسی روئی دار جامہ میں بسر کی۔ کوئی ثابت نیا جامہ نہیں سلوایا۔

## یاد شیخ محمود چشتی رنتبھوری

آپ سحاب وجود کے حافظ۔ اور کثیف دشہود کے مالک تھے۔ اپنے پدر بزرگوار شیخ الحداد چشتی کے  
 خلیفہ ہیں۔ شیخ الحداد کو خرقہ خلافت اپنے والد ماجد شیخ سدوہ گنج روان سے ملا تھا۔ شیخ سدوہ۔ معرفت  
 اور خدا شناسی کے جواب پر کامل تقرب رکھتے تھے۔ ان کا سلسلہ شیخ محمد سعیدی کو پہنچتا ہے۔ جو چراغ دہلی کے  
 بزرگ خلیفہ ہیں۔ آپ حکومت تادد شاہ کے زمانہ میں جس کا نام ملو خان تھا۔ اپنے وطن سے دارالاسلام  
 منڈو (مانڈو) میں آئے تھے۔ اور دیبا کے کنارہ موضع کھاون میں قیام فرمایا تھا۔ موضع کھاون منڈو سے

جنوبی سمت میں تین کوس پر ہے۔ امدان پڑمین تالہ کے وسط میں ایک پشتہ واقع ہے۔ اسی پشتہ پر ایک سورت  
 ہزار تک آپ ایک حجرہ کے اندر ہے۔ جو اپنے خلوت اور ریاضت کے واسطے تجویز کیا تھا۔ اور ہمیشہ نامہ  
 نفس کے ساتھ لڑائی رکھی۔ آخر کار فتح پائی۔ برسوں تک توکل۔ تسلیم گوشہ نشینی اور خاموشی کے ساتھ اسی  
 حجرہ پڑہ میں بسر کی۔ جہاں تک ممکن ہوا رذیہ فرجہ کے واسطے وجہ معاش اور واقفان کے طور پر کچھ قبول نہیں کیا  
 جب عیال داری کے تعلقات بڑھ گئے۔ تو اس زمانہ کے حکام نے اراضی اور مواضع پیش کش کر دئے تھے  
 اور اس خدمت پذیری سے اپنے اوپر احسان مانا تھا۔ اس کے بعد اپنے کچھ ماون میں گھر بنا لیا۔ مسجد بھی بنائی  
 اور مقدر بھی بنایا۔ مسجد کے صحن میں اپنے ہمراہی فقرا اور آنے جانے والے حدیثوں کے ساتھ خدائی صحبت  
 رکھتے تھے۔ اور درویشانہ خوان بچھا کر۔ دعوت خلیلی کے مرام ادا کیا کرتے تھے۔ اور حاضرین کے ساتھ  
 خود ہی کھانا کھاتے تھے۔ جب اپنے ہجری سنہ کچھ اور نو سو ساٹھ کے بعد عالم دنیا کو رخصت کیا۔ تو اپنے فرزند شہ  
 شیخ میان کو اپنا جانشین چھوڑا۔ شیخ میان بھی فقر کے طریقہ پر رویشی کے ساتھ میں کمر رہے اپنے والد ماجد  
 کی رسمیں جاری رکھیں۔ اور ہجری سنہ نو سو پچاس میں عالم صورت کے جہان معنی کو کوچ فرمایا۔ خواہ گاہ کچھ ماون  
 میں بد بزرگوار کی تربت کے پہلو میں ہے۔ شیخ میان نے تین لڑکے چھوڑے ایک شیخ میان جی۔ دوسرے شیخ  
 منجمن۔ تیسرے شیخ مبارک۔ پہلے لڑکے باپ کے مقام سے ہر سکونت کر کے۔ پرگنہ حاصل پور میں جا کر  
 ہیں۔ پرگنہ سرکار منڈو میں ہی ہے۔ فقر و فاقہ کے علوی۔ اور خدا کے ساتھ لو لگائے ہوئے ہیں۔ دوسرے  
 لڑکے اپنے باپ کی عبادت گاہ میں مشغول بحق ہیں۔ القصد خدا کے عبادت کے ثمرے معرفت سب کو  
 نصیب ہوں۔ آمین۔

## یاد امیر سید جلال

آپ سید صدیق الدین حسنی متوکل کے فرزند میں۔ برسوں اسباب شکنی۔ اور حصول فقر کی مشق کر کے یہ بات  
 حاصل کی تھی۔ کہ تھی دستی میں آرام پاتے تھے۔ آپ کے بزرگ کر فر سے ہند میں آئے تھے۔ چونکہ قصبہ اودہ کی آب و ہوا  
 موافق آئی۔ اس واسطے اسی قصبہ کو وطن جی کر لیا تا ہجری سنہ آٹھ سو ستاون میں جب کہ سلطان سلیمان لودھی  
 کا زمانہ تھا۔ آپ نے عالم غیب سے عالم شہادت میں نزول فرمایا۔ جس وقت ہوش کا زمانہ آیا تو اتنی معرفت کی  
 ہوا لگی۔ شیخ راجے یہ نور کے مرید ہو گئے۔ لیکن پید بزرگوار کی بیروی مد نظر تھی۔ اس واسطے سپاہیانہ بسر کیا کرتے تھے  
 اتنے میں وہ وقت آیا۔ کہ سلطان ابراہیم لودھی۔ قصبہ پانی پت کی حدود میں۔ فرانس مکان بابر بادشاہ

کی جنگ میں مارا گیا۔ اسی جنگ میں آپ کے چہرہ بزرگوار نے بھی مسلمان ہستی۔ عالم ناسوت سے۔ باندھ کر۔ عالم لکھو  
 میں جا کھولا۔ زخم ہائے کاری آپ کے بھی آئے تھے۔ مگر عجم جی سے اچھی ہو گئے۔ اس کے بعد آپ قصبہ سرسہ پہ  
 میں آئے۔ جو جو پور کی مسافرات میں ہے۔ اور شیخ الحداد احمد شریف جو پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے  
 شیخ الحداد۔ شیخ وقین کے نام سے مشہور تھے۔ چار سال تک سائیدی کمالات اور انہی معرنت تحصیل کرتے  
 رہے۔ چونکہ آپ کے بال بچہ دارا الخلفہ آگرہ میں تھے۔ لہذا شیخ الحداد نے آپ کو فرمایا۔ کہ اگرچہ صوبہ آگرہ کی ولایت  
 سید معین الدین کے تصرف میں ہے جو بیانہ میں خواجگاہ رکھتے ہیں۔ لیکن ہم نے اتھاس کر کے دسوان حصہ  
 تمہارے نام سے لیا ہے۔ بتر ہے۔ کہ تم اپنے گھر کی طرف چلے جاؤ۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی۔ چونکہ درویشی اور  
 بھوکا رہنے کی عادت تھی۔ اس واسطے کسی فرمان دوا سے زندگی کی خاطر۔ وہ معاش ملکیت کے طور پر قبول نہیں  
 کی۔ اس بنیاد پر آپ نے متوکل خطاب پایا ہے۔

کتے ہیں۔ ایک روز خانقاہ کے دروازہ پر دو قلند آئے۔ اور بخیر پلائی۔ خادم باہر آیا۔ قلندوں نے  
 کہا۔ ہمارا سلام صاحب خانہ سے کہ دو۔ نام پوچھا۔ تو جواب دیا۔ خود جانتے ہیں۔ خادم زاندا گری گری ہوئی  
 کیفیت بیان کی۔ اپنے توڑی دیر سر جھکا کر تامل فرمایا۔ اور پھر کہا۔ کہ جاؤ جمال۔ اور حسین کہہ کر بلاؤ۔ قلند اپنا نام  
 سخت متعجب ہوئے۔ جب حاضر ہو کر ہاتھ چوم چکے۔ تو بیعت کے واسطے اتھاس کیا۔ اپنے اتھاس قبول کر کے  
 فرمایا۔ دو دیشوں کی آزمائش کا کبھی خیال ہی دل میں نہ آنے دینا۔ کیونکہ ہر وقت اور ہر جگہ یکساں حال نہیں  
 رہتا ہے۔ لہذا اس گروہ کے ساتھ حسن عقیدت کو آزمائش پر منحصر نہیں رکھنا چاہیے۔

کتے ہیں۔ جب آخر میں سفر کا وقت نزدیک آیا۔ تو ہجری سنہ نو سو اترتر کے ربیع الاول مہینے میں بڑے بیٹے  
 سید بدیع الدین کو بیرون کی مخالفت کا ضعت عطا فرمایا۔ اس درمیان میں چند خادموں نے کھڑے ہو کر دوسرے  
 فرزندوں کی بھی یاد دلائی آپ نے فرمایا۔ یہ پاس ایک فرقہ تھا۔ سوا ایک کو دیدیا۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ پہنچا دے گا۔  
 اور اسی سال میں نماز عید الضحیٰ سے پیشتر عید گاہ دھال کو روانہ ہوئے۔ ایک فاضل نے آپ کی تاریخ ولادت  
 شیخ جہان پائی ہے۔ خواجگاہ آگرہ۔

## یاد مہد شاہ

آپ سید شریف جہان کی نسل سے ہیں قدس سرہما طریقت کا حصہ آپ کو شیخ امان پائی جی کی ملامت  
 سے ماہتا۔ رسمی اور فذقی علوم کے ساتھ آراستہ تھے۔ دسویں صدی کے اواخر میں عاریتی جہان کو رخصت

کر کے شہر آگرہ میں خوبگاہ اختیار کی۔

## یاد شیخ فخر الدین

آپ کے پدربزرگوار شیخ داؤد ابن شیخ شاہ صدیقی ہیں۔ آگرہ خوبگاہ ہے۔ اگرچہ شیخ الحداد صالح سہروردی کے مرید ہیں۔ لیکن اکثر علوم متداولہ۔ حسام الاولیاء شیخ حسام الدین متقی کے درس سے تحصیل کئے تھے۔ کتے ہیں۔ جس زمانہ میں آپ شکل سپاہیان رہتے تھے۔ اُس زمانہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک روز آپ ملک پور میں ایک حوض کے کنارہ وضو کر رہے تھے۔ اتنے میں سیاہ نقاب چہرہ پر ڈالے ہوئے ایک سوار دوڑتا ہوا آیا۔ جس کا گھوڑا مشکلی تھا۔ اور آپ کی پشت پر ایک تازیانہ مارا۔ اور سامنے اردلی میں رکھ لیا چند قدم چلے تھے۔ کہ سوار تو نظر سے غائب ہو گیا۔ اور آپ کو ایسا جذبہ کا سیلاب آیا جس کے اندھ ہوش معاش بہ گیا۔ اور ایسے حیرت پید ہوئی جس نے زبان بند کر دی۔ بیان تک کہ کامل بارہ سال آپ کی زبان ادا سے حروف پر قادر نہیں ہوئی۔ ایک روز پھر وہی سوار راستہ میں مل گیا اور تازیانہ دکھا کر ڈرایا۔ کہا۔ بات کیا کر۔ یہ سن کر اسی دم بولنے کی طاقت اور بات کرنے کا خیال اپنے جی میں پایا۔ لیکن زبان میں کسی قدر تھگی باقی تھی۔ اس کے بعد آپ قصبہ چندلوس میں جو سرکار بہار میں ہے۔ شیخ الحداد ابن ضیاء اللہ کی خدمت میں گئے۔ ان دونوں بزرگواروں کی صحبت گرم ہونے لگی۔ کیونکہ دونوں۔ سہروردیہ سلسلہ میں تھے۔ کم و بیش نو سال ایک دوسرے کے رازداد ہے۔ اور آپ درس علوم بھی دیتے رہتے تھے۔

اس اثنا میں سید آدم پسر سید عین۔ باجارت پدربزرگوار ہیلسہ سے فاتح کے واسطے شیخ الحداد کے پاس آئے تھے سید آدم ڈاڑھی منڈھایا کرتے تھے۔ جس کے سبب ان کا رخسارہ صاف رہتا تھا۔ آپ نے سید آدم سے فرمایا۔ سادات کو ترک سنت نہایت نامناسب ہے۔ سید آدم کو غور جوانی تھا۔ جس کے سبب سے عصبہ آیا۔ اور ہیلسہ جا کر پدربزرگوار کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک درویش۔ شیخ الحداد کے ساتھ ہم رازبے۔ میرے ساتھ اس طرح سختی سے پیش آیا۔ اور خانوادہ مداریہ کے معتقدین کی نسبت نامناسب اندیشہ ظاہر کیا۔ شیخ جمن نے فرمایا۔ صاحب زادہ۔ اُس درویش کا کتنا صحیح اور سچی نصیحت ہے۔ اور عمل کرنے کے لائق ہے۔ فرجوان سید آدم باپ کے تصدیق کرنے سے۔ آپ کی بدایت کا گرویدہ ہوا۔ اس کے بعد سید جمن نے ایک خادم کو چند ٹولے لگین اور کسی بھگت تاج دیکر آپ کے پاس بھیجا اور آرزو سے ملاقات ظاہر کر کے یہ عذر کیا۔ کہ مجھ کو آنے سے پیری مانع ہے۔ خادم جس وقت پہنچا۔ درس جاری تھا۔ تبرک اور پیغام دونوں پیش کئے۔ آپ نے طرز بیان سے حسن طلب سمجھا۔ اور بے درنگ بارادہ ملازمت اُٹھ کرے ہوئے۔ جب سید جمن کو اطلاع ہوئی۔ کہ قصبہ کے



کنارہ آپ پہنچ گئے ہیں۔ تو اسی اپنے لڑکے کو استقبال کے واسطے بھیجا اپنی ملازمت میں کہنچ بلایا۔ اولین دیدار کا تصرف یہ تھا۔ کہ کاغذی نقوش آپ کے صفحہ خاطر سے بالکل صاف ہو گئے۔ پرسید جمین نے فرمایا خانقاہ کے اندر ایک حجرہ آپ کو دیدو۔ چنانچہ دیدیا گیا۔ چند روز آپ وہاں رہے۔ اور پھر التماس کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ باعقیدت غلاموں میں شامل ہو جاؤں۔ سید جمین نے فرمایا۔ فخر عالم۔ جمین جاہل کے مرید ہو جاؤں یہ بات زیبائین ہے۔ جب آپ نے مکرر التماس بہت کچھ عجز و نیاز کے ساتھ پیش کی۔ تو سید جمین نے اپنے منہ میں کا پان آپ کو دیا۔ علمی چراغ جو گل ہو گیا تھا۔ وہ از سر نو روشن ہوا۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ ہمارے شیخ شرف الدین کے روضہ پر چند روز اعتکاف کرو۔ اور ان کی روح سے ہدایت چاہو۔ چنانچہ اپنی تعمیل کی۔ خواب میں خدا روضہ سے سنا۔ کہ ہماری ہدایت سید جمین کی رہنمائی پر موقوف ہے۔ انہیں کی خانقاہ میں لوٹ جاؤ۔ چنانچہ آپ لوٹ کر سید جمین کی خدمت میں آئے۔ اور عالم مثال کا گزرا ہوا ماجرا عرض کیا۔ سید جمین نے سنی ہوئی بات تو قبول کی مگر آپ کا رخ آگرہ کی طرف پیر دیا۔ ساتھ ہی یہ ہدایت بھی دی۔ کہ خواہ کسی قسم کی بات سننے میں آوے۔ راستے سے مت لوٹانا۔ اور جب خواب گاہ بدیع الدین شاہ مدار کے آستانہ پر پہنچو۔ تو آگرہ کی اجازت مانگنا۔ سید جمین یہ بات راستہ میں کہہ کر بمقام جو پور چلے گئے۔ شیخ فخر الدین کو خبر لگی۔ کہ سید نے تماشگاہ دنیا کو جو نمود بے بود ہے رخصت فرمایا۔ چونکہ پیشتر نصیحت آپ کو ہو چکی تھی۔ اس واسطے واپسی کا خیال خاطر میں آنے نہیں دیا۔ جب آپ قصبہ بانگرہ میں حوض کے کنارہ پہنچ کر بات کو رہے۔ تو خواب میں مدار الاقطاب نے آگرہ رہنے کی اجازت دی۔ اور فرمایا۔ سیورغال (معین و جمععاش) کے طریقہ پر کچھ نہ لینا۔ اور جو درویش اس جگہ کا بزرگ ہو۔ اس کی رضامندی لیکر مکان بنانا بالآخر آپ آگرہ میں آئے۔ اور اس وقت میں شیخ جلیل زاہد زمانہ تھے۔ ان کے دیدار کے واسطے گئے۔ اس جگہ آپ کا دل گرویدہ نہیں ہوا۔ اس کے بعد آپ شیخ علام الدین مجذوب کی ملازمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ مجذوب نے فرمایا۔ تم بیسہ سے آتے ہو۔ لیکن تمہاری جگہ تو سر نہ ہے۔ آپ نے جواب میں لایا انعم کچھ نہیں کہا۔ پھر شیخ مجذوب نے ایک روٹی کا ٹکڑا۔ کچھ کول سے نکال کر آپ کو دیا۔ اور فرمایا۔ پنجاب کو چلے جاؤ۔ وہاں گھوڑوں ارزان ہیں۔ اس دفعہ بھی آپ جواب دینے سے خاموش رہے۔ پھر شیخ مجذوب نے تیسری بار فرمایا۔ ایک میرے آدھا تمہارا اور آدھا میرا۔ اس دفعہ بھی آپ نے کچھ نہیں کہا۔ پھر شیخ مجذوب نے چوتھی دفعہ خطاب کیا۔ اس وقت تک بیان میں تھا۔ اب تم رہو۔ اپنے جواب دیا۔ اگر آپ کی یہ رائے ہے۔ تو آپ جگہ میرے واسطے چھوڑ دیں۔ اور خود دوسری جگہ تجویز فرمائیں۔ شیخ مجذوب نے ایسا ہی کیا۔

اور اب جس جگہ اُن کی قبر ہے۔ وہاں اپنا حجرہ بنا لیا۔

کہتے ہیں۔ شیخ فخر الدین کو جب بیماری پیش آتی تھی۔ تو خوش گلو قبوالون کو بلا کر سرود و سماع کی مجلس کیا کرتے تھے۔ اور اسی سماع کو اندر بد فرگی مزاج کی تندرستی سے بدل جایا کرتی تھی۔ مگر جب مرض الموت عارض ہوا۔ تو سماع کی مجلس آپ نے نہیں کی۔ ایک روز شیخ پوسف انصاری سید جلال قادری شیخ عبدالمومن چشتی۔ اور نیز دیگر چند اصحاب عیادت کے واسطے آئے تھے۔ سب اس بات پر حے ہوئے تھے کہ اس بیماری میں سرود سننے کا سبب دریلنت کرینا لیکن قبل اس کے کہ لب ہلاوین۔ آپ نے راجی نام سطرہ کو بلوایا۔ اور فرمایا۔ یہ غزل گاؤ۔ بیت

ماقصہ نوشیتیم بہ سلطان کہ رساند

جان ساخت کہ دریم بہ جانان کہ رساند

جب غزل تخلص تک پہنچ گئی تو فرمایا۔ فرصت کم۔ اور شرع شریف کی رعایت واجب۔ گانے والی کو جانے کی اجازت دی۔ اور تین روز بعد جمعہ تاریخ ۱۱ دسمبر ۱۹۱۰ء جمادی الثانی ہجری سنہ ۱۳۲۹ء کو ایک پچیس سال زندہ رہ کر۔ اپنی عمر دائمی خواب کے حوالہ کی۔ اور اپنا تن خاک قبر کو سپرد کیا۔ اور جان غلو نگاہ قدس کو چلی گئی قاسم ہندی نے آپ کی تاریخ رحلت الفاظ کو فخر دین میں بانی ہے۔

## یاد شیخ سعد بن بدین خیر آبادی

آپ صاحب دانش و نبی تھے۔ طریقت میں شیخ محمد قطب المعروف شیخ مینا کسنوی کی ملازمت سے عقیدت اور خلافت رکھتے تھے۔ اور ظاہری علوم میں مولانا اعظم کے شاگرد تھے قدس سرہم کہتے ہیں۔ آپ کے پیر کتاب عوارف آپ کے استاد سے پڑھتے تھے۔ ایک روز اپنے پیر کی خدمت میں عرض کیا۔ اس کتاب کی عبارت صحیح کرنے کے واسطے تو میری طبیعت کافی ہے۔ اور اس کے معانی اور لطائف کا ادراک جناب مخدوم کے ضمیر سے ممکن ہے جو ذی کشف ہے۔ پھر معلوم نہیں۔ کہ دوسرے کسی کے درس کی ملازمت کیوں گوارا کی جاتی ہے۔ پیر نے فرمایا۔ سعد۔ تم نے جو کچھ کہنا۔ بجا ہے۔ لیکن عالموں کے ہوتے ہوئے۔ تعلیم کے راستے سے پانون کینچ لینا۔ اور اپنے ادراک اور عرفان پر بیروسہ کرنا۔ باریک بینی اور اصحاب ہوش کا شیوہ۔ اور خوبان معنوی کی عادت نہیں ہے۔ بیت

بخیر آباد شد سعد انجمنانی

سعادت خیر باد این حبان کرد



## یاد شیخ مجید صاحب

آپ کا نام عبد الوہاب بنتا۔ شیخ ابو الفتح مکی کے بڑے بیٹے ہیں۔ عمدہ صورت اور سیرت آراستہ اور نش و نبیش سے پیراستہ تھے۔ درسی فنون کی تحصیل کمال کے درجہ پر پہنچادی تھی۔ بالخصوص حدیث اور تفسیر کمال طور پر یاد تھی۔ وعظ اور تلقین سے اس طرح گریزان رہتے تھے۔ کہ جس طرح درس سے آپ کی مجلس میں خدا کی یاد۔ اور فرستادگان خدا کے حالات کے سوا صلوات اللہ علیہم دوسری باتیں بہت ہی کم ہوا کرتی تھیں۔ علم سیر اور تاریخ کے بہت کچھ عبرت افزا واقعات یاد تھے۔ جو انگریزی اور سخاوت آپ کے خمیر میں داخل تھی۔ اگرچہ کچھ پاس نہیں ہوتا تھا۔ اور ایسے وقت میں ماحیا نا کوئی حاجتمند آجاتا تھا۔ تو گھر کے اسباب میں سے جو کچھ ہاتھ پڑجاتا تھا۔ اہل خانہ سے چسپا کر اُس کو دیدیتے تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک سال آپ کی ہمت کا امتحان کرنے کے واسطے حاکم شہر نے لوگوں کو روک دیا تھا۔ کہ اس درویش کو کوئی شخص ایک کوڑی بھی قرض نہ دیوے مگر با اینہما آپ کے مہمان خانہ کا خوان روزمرہ پہلے سے زیادہ اور بہتر چھپایا جاتا تھا۔ اور کوئی سائل اپنے مطلب سے ناکام آپ کی خدمت سے نہیں لوٹا۔ شاہ محمد خیالی نے آپ کی دوستی کے سبب سے آپ کے محلہ میں ایک حجرہ بنا لیا تھا۔ اور اسی میں داپسین دم تک رہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار و سولہ تک وہ مکان قائم تھا۔ شیخ عبد اللہ اللہ کو ذکر و شغل کی تلقین۔ اور حقائق و تصوف کی تعلیم۔ انہیں شاہ صاحب سے حاصل ہوئی ہے۔ شعبان کی چاند رات کا دن اور ہجری سنہ کم و بیش نو سو ستر تھا۔ کہ دوئی کی سراسر سے وحدت کے فارا سرور کو آپ روانہ ہوئے۔ خواب گاہ آگرہ۔

## انجمن اصحاب شہود و ارباب حضور سلسلہ عشقیہ شطاریہ

تاریخ نگار بیرون اور ذی معرفت ہادیوں نے ایسا لکھا ہے۔ کہ اس خانوادہ کے سر دفتر ماس الواصلین رئیس المحققین۔ شیخ محمد۔ قطب عصر مشد زمان۔ عارف بھجان۔ ابو یزید یطیفی فور ابن عیسیٰ ابن آدم ابن سرور شانا بطنامی ہیں۔ اور جو اصحاب مشرب عشقیہ کہتے ہیں۔ یہ دو سکر مشہور مشربوں کی بہ نسبت فنا و بقا کے درجات۔ صدق اور صفا کی منازل۔ سب دراد معاہد کے ابتدائی مقامات پر نظر کر کے <sup>۱۵</sup> السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ اور صفا کی منازل۔ سب دراد معاہد کے ابتدائی مقامات پر نظر کر کے <sup>۱۵</sup> السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ کے زمرہ میں داخل ہیں چنانچہ تلویح و تکلیف میں۔ محتاج ماکلف <sup>۱۵</sup> السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ کے زمرہ میں داخل ہیں چنانچہ تلویح و تکلیف میں۔ محتاج ماکلف

۱۵ جو اس کے آگے (سائے بٹائے گئے) ہیں (سو) یہ آگے ہی (بٹانے کے قابل) ہیں (کہ) یہ (دیکھا خداوندی کے) مقرب ہیں ۱۱

۱۵ تلویح و تکلیف وغیرہ تمام الفاظ۔ مقامات سلوک کے اسما ہیں ۱۲

قبض و بسط منع و عطا ہست و نیست - تنہائی و ہمراہی کبج و میدان - خموشی و گویائی - غرض کہ تمام حالات اور اوصاف جو باہم متقابل اور ضد یک دیگر ہیں - ان کو پہنچنا داخل کمال اسمائی ہے جس کو کمال ذاتی کہنا ناموزون نہیں ہے - یہ حالات اور اوصاف اس گروہ کی موجدانہ نظر میں یکساں معلوم ہوتے ہیں اور اس طریق کے سالک اور وابستگان حلقہ شمار سے زیادہ ہیں - کسی حال میں اور کسی مقام میں وہ ان ہی علی الاتصال پابند ہو کر نہیں رہتے ہیں - بلکہ ہر لحظہ اور ہر دم جدید شان کے ساتھ اوقات کا زندہ رکنا - اور اس کے ذریعہ سے فخر زندگی کو آرائش دینا - یہ خاصہ اس طریق کے پیروں کا ہے - عراق - عرب - عجم - ایران - اور توران میں جو فروغ محمدی پہنچا ہوا ہے - یہ اسی سلسلہ کے مشائخ کی برکات سے پہنچا ہے علی الخصوص بھری سنہ کچھ اور پرنوسوتیس میں اس گروہ کے سربراہ اور وہ - محمد صادق شیخ نے - ماوراء النہر کے شہروں میں علم ہدایت نصب کیا تھا - اور اس نواح میں تمام مشائخ اور فضلاء کے قبلہ گاہ بن گئے تھے - تمام ذی استعداد و معتقدین ان کی ملازمت سے ولایت اور کمال حاصل کرتے تھے - ان بزرگوار عزیزوں میں سے جس شخص نے اپنی ہدایت سے ہندوستان کے تیرہ و تار یک مکان کو **اللہ خلق من السموات والارض** کا نور آباد کیا - وہ شاہ عبداللہ شطاری پسر سام الدین عبداللہ ابن رشید الدین ابن ضیا والدین ابن نجم الدین ابن جمال الدین ہما د ابن عمر المعروف بہ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الحق والدین سہروردی کے ذات خورشید صفات ہے جسے نوین صدی کے اخیوں میں ایران سے ہندوستان کے لوگوں کی رہنمائی کے واسطے نزول فرمایا - اور عالم قدس کو روانہ ہونے کے وقت تک ہر ایک طرح کے اذکار اشغال - اعمال ابرار و اخیار - اولاد و عیہ ماثورہ وغیرہ کی دعوت کے طریقہ سے عموماً اور نیز خصوصاً طالبوں کو اون کی استعداد کے موافق تلقین فرمائی -

شطاری کی وجہ تسمیہ کے متعلق کسی قلم نے کوئی صریح حرف اور رقم نہیں لکھی ہے - لیکن ایک رسالہ ہے لطیفہ غیبیہ نام - جو آپ کے قلم تصنیف کا نتیجہ ہے - اس رسالہ کی فصل ثانی میں کسی قدر وجہ تسمیہ کی نسبت آگاہی دی گئی ہے - خلاصہ اس کا یہ ہے - کہ خدا شناسان اُمت محمدی اور پیروان مذہب احمدی علی صاحبہما من الصلوٰۃ ۱۰ فضلہا ومن التحیات المکملہا سلوک میں تین مشرب پر منقسم ہیں - (۱) اخیار (۲) ابرار (۳) اور شطار - اور ان تینوں گروہوں میں سے ہر ایک گروہ درود - ذکر - شغل - فکر - کشف

اور قرب جہاد اہم کتا ہے۔ اور اپنے اپنے خاص طریقہ کے بموجب۔ صاحب استعداد کامل ہے۔ لہذا مناسب یہ ہے۔ کہ **عَلَّمَآءُ اُمَّتِي كَانِبِدِيَا عِزِّ بَنِي اِسْرَائِيْلَ** کے مضمون پر نظر کر کے فرق اور عدم فرق کی رعایت اس گروہ کے بارہ میں ہی اسی موافق کیا جاوے کہ جس موافق انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں فرق و عدم فرق کی نسبت قرآن شریف کے اندر ارشاد ہے یعنی ان کی نسبت اعتقاد اور ولایت کے اقرار میں تفاوت اور اختلاف کو دخل نہ دیا جاوے۔ اور جو حکم رسولوں کو ایمان کی نسبت **لَا نَفِرُقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ** ہے اس پر قیاس کیا جاوے۔ تاکہ شریعت کا ایسا ایمان حاصل ہو جو طریقت کے وصف کے ساتھ موصوف ہو۔ اور جس طرح انبیاء علیہم السلام کے زمرہ میں قرب۔ وحی کتاب۔ معجزات۔ منج۔ عدم منج۔ ۱۔ لوالعزمی۔ اہمیت کی کثرت و قلت اور نیز ان امور کے سوا۔ دیگر امور کے اعتبار سے فرق سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح چونکہ یہ گروہ مشابہ بنی اسرائیل ہے۔ لہذا اسی طرح اس گروہ کے اندر بھی افضلیت۔ برتری۔ بطور میر۔ ریاضت اور عبادت کے اعتبار سے سلوک میں عالم آخرت کی طرف سے سمجھی جاوے۔ اور احوال۔ درجات۔ مقامات۔ اور خطابات کے اعتبار سے اعیان ثابتہ (صور علیہ) کے بموجب منجانب مبدوح بھی جاوے۔ **اَيُّهَا كَرِيْمُ يَا رَسُوْلَ الْاِسْلَامِ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ** کے اشارہ سے جو معنی ذہن میں آتے ہیں۔ اس موافق اس مقام سے یہ بات خیال میں آتی ہے۔ کہ بس لقب کی خصوصیت۔ منازل طریقت کے طے کرنے میں تیروی کے اعتبار سے ہے **الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ** اور اس سلسلہ کے بعض اصحاب اور نیز وہ لوگ۔ نعت کی وضع پر نظر کر کے۔ نہ کو رہ بالا طریقہ سے جو اس لقب کی وجہ پیدا کرتے ہیں۔ یہاں قرب بہ صواب ہے۔ نیز اس مشرب کے بعض کا بر یہی فرماتے ہیں۔ کہ جو اولیاء عالمہ باوجود جسم سے سبک دوش ہو چکے ہیں۔ ان کی ارواح سے یہ گروہ فیض حاصل کرتا ہے۔ اور پردہ پوش پاتا ہے۔ بدون اس کے کہ جسمانی ملازمت اور مصاحبت کرے۔ پس چونکہ یہ گروہ عالم مرکبات کو طے کر کے مجردات کے عالم میں معنوی برتری کے ساتھ جاتا ہے۔ اس سبب سے اس گروہ کو شطار لقب دیا گیا ہے یہ بھی ایک وجہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ تمام مشایخ شطار کو ہند میں شاہ عبداللہ شطاری کی خدمت سے اس مشرب کا

۱۱ میری اہمیت کے علما۔ بنی اسرائیل کے انبیاء کی خدمت میں ۱۲ **عَلَّمَآءُ** ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو (یہی) جہاد نہیں سمجھتے  
(یعنی سب کو ماننے میں) ۱۲ **عَلَّمَآءُ** پیغمبروں میں سے ہیں۔ ان میں سے بعض کو بعض پر برتری دی ۱۲۔

حصہ ملا سچا نجد ان کے شیخ حافظ جو پوری ہیں۔ جو سلوک اور تقویٰ کے مراتب طے کرنے میں مثل  
 قمر سرایع السیرتے۔ اور ان کے نامور خلفا ہر ملک میں ہیں۔ جو پورہ میں شیخ بدہن ہیں۔ ان کی قبر  
 پانی پت میں ہے۔ شیخ بدہن کے ہی ایک خلیفہ تھے قصبہ بدولی میں شیخ ولی شطاری۔ ظاری  
 اور باطنی کل فضیلتیں۔ اسکانی اور آئی جملہ معرفتیں۔ ان کی ذات میں جمیع تہیں۔ انہوں نے ہجری  
 سنہ نو سو چہین میں عالم بقا کو کوچ کیا۔ اور خلفائے کامگار دنیا میں چھوڑے۔ ان میں سے ایک شیخ  
 فدن تھے۔ بڑے پرہیزگار تھے۔ اور حقائق و معارف بیان کیا کرتے تھے۔ اپنے زمانہ میں اپنا مثل  
 نہیں رکھتے تھے۔ امیر سید علی قوام کے یہی پیر ہیں۔ شیخ ولی شطاری کے دو سر خلیفہ شیخ  
 بہاؤ الدین زکریا تھے۔ جو خواجہ گنجشکر کی نسل سے ہیں۔ اور تیسرے خلیفہ شیخ حاجی ابن شیخ  
 علم الدین عجائب برادر زادہ شیخ زکریا تھے یہ سلسلہ شیخ حافظ تک بنتی ہوتا ہے۔

جب شاہ عبداللہ شطاری نے عالم قدس کو کوچ فرمایا۔ تو چند سال اور چند واسطہ کے بعد خرقہ خلافت  
 درجہ باد جہ شیخ محمد غوث کو پہنچا۔ اگرچہ واسطین کی ترتیب اس خانوادہ کے شجرہ میں بالتفصیل مذکور ہے۔ اور  
 شجرہ کا وصف خاص یہ ہے **لَا أُصْلِحُهَا نَابِتٌ وَفَرَعُهَا فِي السَّمَاءِ** لیکن مختصر طور پر بیان ہی تحریر  
 کرتا ہوں۔ یعنی شاہ عبداللہ شطاری سے اولاً خرقہ خلافت شیخ محمد علا کو عنایت ہوا۔ جو شیخ قاضی کر کے  
 مشہور ہیں۔ شیخ محمد علا سے ان کے بیٹے شیخ ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرت کو پہنچا۔ شیخ ابوالفتح ہدیۃ اللہ  
 سرت سے شیخ ظہور حاجی حمید حضور کی خدمت میں منتقل ہو کر آیا۔ چنانچہ اس کی تفصیل ہر ایک صاحب کی  
 یادداشت میں جب مقتضائے وقت لکھی گئی ہے۔ اور نیز لکھی جاوے گی۔ اور ملازمان حاجی حضور کی خدمت  
 سے منصب ہدایت و اجازت اور فرودہ قطب الاقطابی۔ وحدت مآب حضرت شیخ محمد غوث کو پہنچا۔ جنہوں  
 نے اس بہشت ناما انجمن کو طرح طرح کی معرفتیں اور حقیقتیں بیان کر کے نئی وضع کی انجمن بنایا۔ شطاری خیر خواہ  
 بچوں کو نوازیگی کی پستی سے اہلکار مشایخ کی باطنی پرورش کے ذریعہ سے نوجوان کیا۔ اور توحید و ایمان کے  
 درخت کو تقلید اور استدلال کی خزان سے بندہ یعنی نوبہا تحقیق رہائی دیکر دائمی سرسبز بنی۔ تاکہ درخت  
 مذکور افراد انسانی کے بلوغ میں ازل توفیق کلبانی پیکر بارور ہو۔ اس میں شک نہیں۔ جس سے آپ کی خدمت  
 میں چند روز مناقعہ ہی عمر گزاری۔ وہ ہی محبوب حقیقی کی جلوہ گاہ میں پہنچ گیا پھر مخلص کا تو ذکر ہی کیا

یہ مدعا تحت الذکر کرامت کی شہادت سے پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے۔

جو نگہ گجرات کے کوئٹہ نظر لوگ اپنے اعتباری حُسن پر عاشق تھے۔ اس واسطے حد اور ناتوان مینی کی ماہ سے فوٹا اولیاء کے ساتھ دشمنی کرنے لگے۔ بجملان کے شیخ عبدالقادر زبانی نے اپنے چہرے بہانی کو۔ فوشیہ خانقاہ میں معتقدانہ طور پر اس غرض سے بیجا۔ کہ ہمیشہ حاضر حضور رہ کر غوث اولیاء کے اقوال اور افعال سے ایسے معاملات اخذ کرے۔ جن پر انگشت اعتراض رکھی جاسکے۔ اور وہ معاملات اپنے بزرگوں کو پہنچاؤ تاکہ اس جماعت کو نکتہ چینی کا سرمایہ فراہم ہو۔ کتے ہیں۔ اُس متجسس نے ایک روز عرض کیا۔ کیا کترین مریدان چند مدت سے تلقین کا امیدوار ہے۔ جواب ملا۔ کہ مقصود سلوک کی ترقی ہے۔ انشاء اللہ جو سکنا مقرا کے لنگر سے تم کھاتے ہو۔ یہی تلقین کا اثر پیدا کرے گا۔ بالآخر چند روز بعد اُس کو قوی جذبہ پیدا ہوا۔ اور اس کی آنکھ حقیقت میں ہو گئی۔ چنانچہ تمام حالات میں اور تمام مقامات میں یہ بات اُس کے درو زبان تھی۔ کہ جب منافق کا یہ حال ہے تو اُس شخص کا کیا کنا ہے جو اخلاص کے ساتھ اپنا سر اُس کا مل بزرگوار کے آستانہ پر رکھو میرت

ادوی زہد تو آن روز مسلم دارم پو  
اگر روی بر سر آن کو چہ وہ ہشیار آئی

آپ نے جس کسی کو قبول کر لیا۔ اُس کے سر کی۔ اور نیز دل کی آنکھوں کو مشاہدہ اور معائنہ کا نور حاصل ہو گیا۔ امدان میں حقیقت بینی کی توت آگئی۔ بیان تک آپ کا بے انتہا فیض پہنچا۔ کہ کیا ہند اور کیا سب شہروں میں آپ کی عارف اور فاضل اولاد۔ اور بہنا خلفا جاہو پٹے۔ امدان کے قدم کی برکات سے خلا محال ہو گیا جن کی فرست یہ ہے۔

گو ایار میں جہان آپ بامر قد مبارک ہے۔ جانشینی اور سجادگی کے مراسم آپ کے مسند نشین صاحب زادے شیخ عبدالعزیز المعروف شیخ بدہا۔ عمدہ طور پر انجام دیتے ہیں۔ نیز شیخ مبارک عالم جو اطراف بانگرمو کے باشندہ ہیں۔ یہی ہیں تھے جامع علوم تھے اور ظاہری و باطنی صفائی ہی رکھتے تھے۔ کم و بیش چالیس سال اصحاب خانقاہ کو کتابی علوم کا درس دیا۔ نیز شیخ بدیع الدین جیلانی سمرقندی فوٹا اولیاء کے بزرگ خلفا میں سے ہیں۔ یہ بھی گو ایار میں ہی تھے۔ انہوں نے کلید مخازن۔ اور کز الوحدۃ پر جو غوث الرحمن کی مصنفہ کتب ہیں عمدہ اور عمدہ منہاشے لکھے ہیں۔ اور تعلیقات لگائی ہیں۔

دارالسلطنت اگرہ میں شیخ نور الدین ضیاء اللہ زندگی بخش نے اپنے پدر بزرگوار کے رہنے سننے کی جگہ

سنبھالی تھی۔ اور شیخ عبدالصوفی مرید غوث الاولیاء ہی ہیں تھے۔ روشن ضمیر پورے کامل طور پر عرفانی اور روحانی مقامات حاصل کئے تھے۔

برہان پورا خاندیس میں شیخ اکمل الدین برہان تھے۔ ان کے پدربزرگوار کے ظاہری نام معنوی فرزند اور ہی تھے۔ لیکن پدربزرگوار کی ہدایت سے اقتباس نور کرنے میں۔ یہ معنوی فرزند سب میں پیش دست اور مقدم تھے۔ اور اخیر عمر میں بالکل استغراق ہو گیا تھا۔ اور ان کی زبان میں موصدات کلام اور تقریر کے سوا۔ کوئی گویائی باقی نہیں رہی تھی۔ نیز شیخ شکر محمد نے بھی یہیں برہان پور میں سلسلہ ہدایت جاری کر رکھا تھا۔ نیز اسی شہر میں قاضی سلج محمد بنیاتی تھے۔ معرفت کچھ مرغ۔ اور علمی و عینی جزییات کی شمع انیس کی ذات سے روشن تھی۔ شیخ نظامی گنجوی کی ایک کتاب مخزن اسرار ہے۔ اس کی شکل شکل عبارتیں اور مضامین آپنے سہل کر کے۔ اہل جہان کو فیض پہنچایا ہے۔ **بروردہ (پڑودہ) گجرات میں شیخ صدق الدین محمد شمس ذاکر تھے۔ آفتاب تلقین سمت الراس پر نہیں بزرگوار کی بدولت پہنچاتا۔ اور شیخ حبیب شطاری بھی اسی شہر میں سلوک کے اندر اپنے مریدوں کو تیز روی تعلیم کیا کرتے تھے۔**

**احمد آباد گجرات میں آپ کے فرزندوں میں سے شیخ اویس اور شیخ اسمعیل ہیں مظلوم ان کے نانا۔** اسلامی مساجد میں سے ہیں۔ اور یہ بزرگوار آپ کے علم مکرم ہیں۔ ان دونوں عالی مقدار گوہر ہون میں سے اولین (شیخ اویس) استاد۔ دعوات۔ اذکار۔ اشغال۔ اور جواہر فرس کے رموز۔ ان علوم کے عامل ہیں۔ کہا ہوا کجوت۔ اور دوسرے ہی مشائخ طریقت کے عادات اور صفات سے ظاہر اور باطن دونوں میں آراستہ۔ اور پیراستہ ہیں۔ خدا کے حال میں۔ کمال میں۔ اور آل میں رزق افزون قرتی ہو۔ بیان امر آباد میں آپ کے خلفائے میں سے دو صاحب ہیں (ایک) شیخ حبیب الدین احمد علوی۔ جن کے فیضان سے طالبان علم و عرفان کے دل زندہ۔ اور زبانیں گویا ہوئی ہیں (دوسرے) شیخ علی شیر بنگالی ہیں۔ انہوں نے جواہر فرس کا انتخاب کیا۔ اور عمل میں لائے۔ اکثر علوم میں بڑے صاحب دستگاہ تھے۔ خاص کر علم ہیئت۔ نجوم۔ حکمت۔ اور بندہ ساجی طرح جانتے تھے۔ اور مسائل علوم کے مغز کو پہنچتے تھے۔ آپ نے جام جہان نامی ایک شرح مفید اور مبسوط لکھا جس کو قرطب معارف کے لبالب کیا ہے۔ **سولخ امام احمد غزالی پر بھی سب ارشاد غوث الاولیاء۔ ایک محققانہ شرح لکھی ہے۔**

سنبھل بن شیخ محمد عاشق۔ طالبان حق کا کام انجام دیتے ہیں۔  
اجمیر۔ میں مولانا عبدالغفار ناگوری۔ لوگوں کی حل مشکلات کیا کرتے تھے۔



سرسد میں شیخ محمد جمالی نے مسند خاد کو حُسن دے رکھا تھا۔

کاپی میں شیخ جلال حاصل۔ سالکان راہ کو منزل مقصود پر پہنچا دیتے تھے۔

بدولی بن شیخ جیو عبدالحی نام تھے۔ یہ ایک مدت تک گوالیار میں ہی خدا پرستی کا طریقہ

عمل میں لاچکے ہیں۔

بیجا پور دکن میں شیخ شمس الدین شیرازی نے دانش و بندیش کو رونق دی تھی۔

اجین مالوہ میں شیخ احمد متوکل اور شیخ عالم نے اپنے تئیں سپرد خدا کر رکھا تھا۔ اور رضا بقضا

کا ساتھ ہمت اور اخلاص کے قدم سے طے کرتے تھے۔

سارنگپور مالوہ میں شیخ منجم تھے۔ کتابی علم اور قلبی وجدان کی بنیاد۔ شہر والوں کے دل میں

اول انہیں ٹٹے رکھی تھی۔ دوسرے شیخ عمر ہیں۔ علوم۔ عرفان۔ طریقت۔ اور توحید کے جواہرات کی آپ کو کان

سمجھنا چاہیے۔ اپنے وقت کے استاد۔ اور شدت سے سلسلہ اللہ تعالیٰ

## یاد شیخ ابوالموید محمد الملقب من عند اللہ بالغوث

آپ خطیر الدین کے فرزند ہیں۔ جو شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری کی نسل سے ہیں۔ اس ترتیب کے ساتھ

خطیر الدین ابن عبد اللطیف ابن محیی الدین قتال ابن خطیر الدین ابن بایزید۔ اور بایزید شیخ عطار کے فرزند ہرچند

ہیں قدسنا اللہ باسراہم۔ آپ ولایت محمدی کے جانشین تھے۔ انوار صدی کا نزول اور اسرار ربانی کا

ظہور۔ آپ کی بابرکات ذات پر تھا۔ دونوں قسم کے یزدانی کمال آپ میں پائے جاتے تھے۔ ظاہری و باطنی دونوں

سلسلہ کے پیروں کی خلافت۔ اور شہادت و غیب دونوں عالم کے شایخ کی اجازت آپ کو حاصل تھی۔ ایک

رسالہ جو اہر خمہ آپ کی تصنیفات سے ہے۔ اُس کے دیباچہ میں آپ نے کسی قدر حالات اور گزیرے

ہوئے واقعات بمضمون ذیل درج کئے ہیں۔

زمانہ ہوش کا آغاز ہی تھا۔ کہ مجھ کو درد خدا طلبی پیدا ہوا۔ اور وہ میرے تمام دل پر حاوی ہو گیا۔

اس آیت کریمہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کے مفہوم نے

امید بند ہائی۔ پس اسی پر دل نہاد ہو کر میں ریاضت کرنی شروع کر دی۔ اس ریاضت کی

بدولت جو اہر کائنات کی شناخت اگرچہ ہوئی۔ مگر اُس قدر نہیں ہوئی۔ کہ جس قدر خواہش تھی

۱۵ اور جن لوگوں نے ہمارے دین (کے کام) میں کوششیں کیں۔ ہم (بھی) اُن کو ضرور اپنے راستے دکھا دیں گے۔

کسی کسی بیکار نہیں جاتی ہے۔ بحکم آیت کریمہ **إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَوَّافٍ يَرَىٰ كَيْفَ دَفَعُ**  
 عالم خواب میں مجھ کو آگاہی دی گئی۔ کہ تم کو سلطان الموحدین شیخ ظہور حاجی حمید حضور کی ملازمت  
 سے اپنی کامیابی چاہنی چاہیے۔ کیونکہ تمہارے مقاصد کے دروازے۔ حاجی حمید کی تعین  
 کی کنجی سے ہی کھلیں گے۔ اس غیبی خوشخبری پر بہرہ رسد کر کے۔ میں نے اپنا تمام ملک و ملکوت (جسم و جان)  
 حقیقی رہنا حاجی حمید کی تلاش میں وقف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ **جِلِّ شَانَهُ** کا شکر اور احسان ہے۔ کہ مجھ کو  
 نگران کا بیخ نہیں اٹھانا پڑا۔ اور میری مشکور سعی کا درخت و جہان مطلوب کے ثمر سے بارور ہوا۔  
 اور حاجی حمید کے سایہ تکمیل میں۔ حرمان اور نقصان کے اثرات سے رہائی مل گئی۔ اسی دم خواجہ  
 احمد کی خدمت میں۔ جو حاجی صاحب کے محرم خاص۔ اور رفیق با اخلاص تھے۔ حاجی صاحب  
 نے فرمایا۔ کہ شیخ جو ہشتیاری کے بلغ کا۔ نیاسیح۔ طلب کے باغچہ کا نونال۔ اور شوق کے  
 جنگل کا نیا مسافر ہے۔ وہ بالکمال نوجوان ہے۔ جس کی نسبت حضرت خاتم النبوة **عَلَيْهِ السَّلَامُ**  
**وَالصَّلَاةُ** نے حسب ارشاد ملک علام اس حضور کا فرزند بنا کر احسان کیا ہے۔ اور اس تقریر  
 کے اخیر میں **إِنَّ الَّذِي يَنْبَغِي عَسَىٰ نَدَّكَ** الخ پڑھ کر اپنی بیعت اور عقیدت کے شرف کے  
 مجھ کو سرفراز فرمایا۔ چند روز بعد باطنی علوم کے جواہر **وَلَا يَحْطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ**  
 کے دریا سے یہ منتظر دل میں اٹھیل دئے۔ اور ظاہری عنایا کے موتی **ذِي قُوَّةٍ كُلِّ ذِي فَضْلٍ فَضْلُهُ**  
 کی کان سے میرے حوصلہ پر اٹھار کئے۔ تیرہ سال اور چند مہینے۔ کہ ہستان چنار میں گوشہ گزینی اور چلنی  
 کرنے کے واسطے اجازت دی۔ میں نے قبول کر کے۔ ازلی توفیق کی مدد سے مقررہ مدت کو اُس طریقہ  
 پر جو جواہر بیگانہ میں مذکور ہے۔ عمل کر کے پورا کیا۔ اکثر باطنی اسرار اور ظاہری اطوار کو تحریر میں لاکر سود  
 سے صاف کر لیا۔ اور اُس کا نام جواہر غمسر رکھ کر فرست اور فوائد کے ساتھ سب طرح سے مرتب  
 اور مکمل بنایا۔ اب اس وقت میں فقیر کی عمر بائیس سال کی تھی۔ کہ ظاہری مرشد اور معنوی باپ کا  
 سایہ عاطفت مجھ سوختہ آتش ریاضت پر پڑا۔ میں نے اسی پانچ گوہر کے کاغذی ڈبہ کو دست آویز

لے بیشک تمہاری گوشش آگے چل کر دیکھی جائے گی ۱۲ھ جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ وہ تم سے نہیں بلکہ خدا سے  
 بیعت کر رہے ہیں ۱۲ھ اور لوگ اُس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے مگر جتنی وہ چاہے ۱۲ھ اور جس نے  
 قدر واجب کے زیادہ کام کیا ہے۔ اُس کو اُس کا زیادہ ثواب دے گا ۱۲۔

بنکر اپنے زیاد خلوت کی کیفیت عرض کی۔ پیر نے حد سے زیادہ عنایت اور التفات فرما کر اپنے پیر بن  
خاص کو درویش کا خلعت خلافت بنایا۔ اور میان کیا۔ پیر سلاہ ایسا مخزن ہے۔ کہ جس روز  
لہٰذا لَمَّا مَلَكَ الْيَوْمَ كِي نَدَاهُ بُوْغِي۔ اُس روز تک تمام اہل ولایت کو جہان اور عرفان کا سرمایہ حاصل  
کرنے کے واسطے دستور العمل بن کر دکھا رہے گا۔

کتے بن۔ بھری سنہ نو سو پینتالیس میں افغانان سور کا غلبہ ہو گیا تھا۔ جو شیرخان سور کے سرداروں  
میں سے تھے۔ اہل سب سے جنت آشیانی نصیر الدین ہمایون شاہ تیموری نے صوبہ دہلی سے ایک کوئی اختیار  
کر لی تھی۔ اُس وقت میں غوث الاولیاء بھی گجرات کی طرف ہجرت فرما گئے تھے۔ یہاں پر بہت کچھ صاحبان استعدا  
آپ کی خدمت سے انسانی کمالات کو پہنچ گئے۔ جو فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہیں۔ بڑا مکان۔ اور بڑی خانقاہ  
تیار ہو گئی۔ یہ مقام آج کل دولت خانہ کے نام سے مشہور ہے۔ ہیبت۔

بے تکلف بشنو دولت درویشان ست

دولتے را کہ بنام غم از آسب زوال

مسعود المار شیخ محمود جلال فرماتے تھے۔ جب غوث الاولیاء گجرات میں آ پہنچے تو جنت آشیانی کی طرف سے

اس مضمون کا صحیفہ پہنچا۔

(ترجمہ)

(اصل خط)

آداب دستبوسی کے بعد عرض یہ ہے۔ کہ قدر لایزال کی  
عنایت نے تقدیری دشواریوں سے حضور کی اور جمیع درویشوں  
کی توجہ اور دعا کی بدولت باسانی نکل لیا۔ اور فتنہ نگیز زمانہ  
کے واقعات سے جو کچھ پیش آیا۔ وہ کوئی ہی آثار خاطر کا باعث  
اور تیرگی دل کا سبب نہیں ہوا۔ بجز محرومی ملازمت کے۔ ہم  
اور ہر قدم پر پناہ دیشہ تھا۔ کہ دیکھا چاہیے وہ دیوار لوگ حضور  
کی ذات ملکوت صفات کے ساتھ کس قسم کے برتاؤ سے  
پیش آئے ہوں گے۔ جب سنا۔ کہ اسی اثنا میں حضور ہی  
ملک گجرات کو ہجرت فرما گئے۔ تو اس فکر سے دل نے کسی قدر  
ہائی پائی۔ اور ہمیشہ ازراہ صدق اعتقاد امیدوار ہوں کہ جس طرح

بعد از عرض آداب دستبوس محروم آنکے عنایت قدیر  
لمیزل از کرلوئے شواری تقدیر بہ بدقتہ توجہ و دعائے ایشان و  
جمیع درویشان باسانی با آوردہ۔ و از سواغ روزگار فتنہ انگیز  
انچہ پیش آمد۔ بجز محرومی ملازمت باعث آزار خاطر و سبب  
تیرگی دل نہ گردید۔ و در ہر نفس و ہر گام خیال در گرد این بند  
بود۔ کہ آن دیو شرست مردم بان ذات ملکوت صفات چہ سلوک  
کردہ باشند۔ چمن شنیدہ۔ کہ در ہمان نزدیکی ایشان نیز ہجرت  
بیوار گجرات فرمودند۔ دل انان اندوہ گرفتاری بقدرے  
ہائی یافت۔ و پیوستہ از صدق عقیدت امیدوار است  
کہ فیض فضل کردگار۔ پہچان کر از تنگنا سے آفت بیرون آوردہ

## داصل خط

از بنام ہمتا کی مذکور آقا و ساخت۔ از محنت مفارقت  
صوری نیز خلاص بخشہ۔

سبحان اللہ چہ گو نہ سپاس و شکر گزاری تلقین باطن  
نشین آن رہنمائے حقیقی بتقدیم رسانند۔ کہ با کثرت اسباب  
پریشانی کہ بظاہر قابل فریب و پیچیدہ است در جمعیت  
و وحدت سرید اے قلب باندازہ یک ذرہ قصور  
و فتورے راہ نیافتہ۔ راہ آمد و رفت قافلہ دعائے خیر  
پوستہ سلوک باد۔

## ترجمہ

خدائی فضل کے فیض۔ ہم وقت تک تک ایک کوچے سے نکال کر اندر دیکھ  
سے آزلو کیا ہے۔ اسی طرح ظاہری مفارقت بھی نجات بخشہ۔  
سبحان اللہ۔ اُس حقیقی رہنما کی رہنمائی میں  
کا شکر کس طرح ادا کروں۔ باوجودیکہ اسباب پریشانی ہیں  
کثرت کے ساتھ ہیں۔ کہ ظاہر جسم کو چاروں طرف سے جکڑ دیا گیا  
مگر سویداے قلب کی جمعیت اور وحدت میں۔ ایک ذرہ برقبہ  
فتور پیدا نہیں ہوا ہے۔ قافلہ دعائے خیر کی آمد و رفت اور  
راہ آمد و رفت ہمیشہ جاری رہنی چاہیے۔

نیز فرماتے تھے۔ اس خط خوشی کے آنے سے اپنے آشناؤں کے غمگین دلوں میں ایسا ایک حال پیدا کر دیا کہ  
ارباب تصوف کسی مشترک اسم کے آثار تجلی ظاہر ہونے سے اس حال کو تعبیر نہیں کر سکتی ہیں۔ اور خط کا جواب تلقین  
اور تسلی کی شان میں تحریر فرما کر حوالہ قاصد کیا۔ اُس کا مضمون یہ تھا۔

## داصل جواب

وصول نامہ نامی سلطانی و مطالعہ صحیفہ  
گرامی ہمایونی مبارک باد زندگانی بہ مخلصان این حدود  
رسانید و نوید سعادت صحت و عافیت ملازمان کباب  
دولت برداد۔ اچھے بکلاک و قرائع نگار قلمی بود مطابق  
نفس الامر است۔ پیچ گو نہ تکلفی دوران واقع نیست  
مصرع سخن کز دل برون آید۔ نشیند لاجرم در دل  
المرام سر خداوند افسر از اندوہناکی سرگشت خوردید باد۔  
مصرع در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست پیر گاہ  
حق سبحانہ و تعالیٰ بندہ سعادت مند خود را میخواہد بدر کمال  
رساند۔ پرورش با ساسے جمال و جلال ہر در میفرماید۔

## ترجمہ

سلطانی نامہ نامی اور ہمایونی صحیفہ گرامی پہنچا۔ بیان  
کے مخلصوں کو زندگانی کی مبارک باد دی۔ اور جو  
اصحاب ملازم رکاب دولت ہیں ان کی خیر و عافیت ہی  
معلوم ہوئی۔ جو کچھ اخبار نویس قلم سے لکھا ہے۔ فی نفسہ  
ایسا ہی ہے۔ اس میں کسی طرح کا تکلف نہیں۔  
مصرع سخن کز دل برون آید۔ نشیند لاجرم در دل  
کلام ہر کہ خداوند افسر کو واقعات کے غم و اندوہ سے خدا کو  
پریشانی نہ ہو مصرع در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست  
جب اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ کسی پاپی سعادت مند بندہ  
کو درجہ کمال پہنچا دے۔ تو جمالی اور جلالی دونوں قسم کے اسما

ایک دور جمالی گزشت۔ اکنون چند روز نوبت جلالی است  
 بِحُكْمِ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا  
 بزودی باز نوبت جمال خواہد رسید زیرا کہ بقانون عربیہ یک  
 عسریان دو یسری واقع شدہ۔ و زود بوقت آنکہ سطح  
 محاط بحسب مسافت کتر از دائرہ محیط است پس عسریہ ہوا  
 مراد بر منصفہ منظور جلوہ گر خواہد شد انشاء اللہ تعالیٰ  
 بعد الحمد من قبل ومن بعد۔

اُس کی پرورش فرماتا ہے۔ یہ ایک دور جو گر گیا جمالی تھا۔ اب  
 چند روز دور جمالی کی باری ہے بحکم **فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا**  
**إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا** بابت جلد پہرہ جمال کی  
 نوبت آئی جاتی ہے۔ کیونکہ قاعدہ عربی سے ایک عسر  
 دو یسر کے درمیان واقع ہوا ہے۔ اور چونکہ محاط کا سطح مسافت  
 کے اعتبار سے محیط کو دائرہ سے کمتر ہوتا ہے۔ لہذا عنقریب شکل دائرہ  
 ظہور پذیر ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر جو اول ہی دور آخر ہی

ہجری سنہ نو سو چہین تھا۔ چند ہجری فارغ ہوا اور با اہل اصحاب سے جو اہل خیمہ کے ان بعض مقامات کے  
 متعلق جو تفصیل اور تفتیح کے محتاج تھے۔ عرض کیا۔ اگر اس عبارت کو اجمال سے نکال کر واضح اور بسیط کر دیا  
 جاوے تو ضرور ارباب استفادہ کو۔ حصول مراد میں سہولت ہو جاوے گی۔ آپ نے التماس کرنے والوں کی درخواست  
 قبول فرما کر جس طریقے سے وہ چاہتے تھے۔ اُس سے زیادہ واضح اور روشن طور پر عبارت کے لباس میں کر دیا۔  
 اس ترتیب سے کہ

پہلا جوہر۔ اقسام عبادت کے بیان میں ہے۔ نماز۔ روزہ۔ دعائیں۔ نیز سوا سے اس کے اور جو کچھ بھی  
 ہر مہینے۔ اور ہر پندرہ گز سے اور اُس کی راتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ سب اس جوہر میں مذکور ہیں۔ ان کا عمل میں  
 لانا۔ تمام طالبوں کو اولیائے کرام کے مرتبہ پر پہنچا کر ظاہر میں آراستگی اور صفائی بخشتا ہے۔ اور باطن کو فیض طریقت  
 کے واسطے مہیا کرتا ہے۔ ان چیزوں کے عاملوں کو اہل ارکات کہتے ہیں۔

دوسرا جوہر۔ زہد اور پرہیزگاری کے اطوار کے بیان میں ہے۔ ان پر عمل کرنے سے عابد کامل کو پہنچانے  
 خطرات کی پہچان اور خطرات کے دور ہونے کی پہچان پیدا ہو جاتی ہے۔ خطرات کا پہچانا مہرشد کے بتانے سے  
 تعلق رکھتا ہے۔ نیز اس جوہر پر عمل کرنے سے ہی خطرات کی پہچان ہو جاتی ہے۔ لیکن خطرات کے رفع ہونے  
 کی علامت یہ ہے۔ کہ خطرات

اگر شیطانی ہیں۔ تو کلر تمجید بکثرت پڑنے سے ناکل ہو جاتے ہیں۔  
 اگر نفسانی ہیں۔ تو بہت استغفار پڑنے سے دور ہو جاتے ہیں۔

۱۵ بے شک شکل کے ساتھ آسانی ہے نصب شک شکل کے ساتھ آسانی ہے ۱۲

اگر ملی ہیں۔ تو تسبیح سبحان ذی الملک والملكوت الخ گیارہ بار بتکرار پڑھنے سے  
دفع ہو جاتے ہیں۔

اگر وہی ہیں۔ تو اگر طیب بہت پڑھنے سے دفع ہو جاتے ہیں۔

اگر دفع نہ ہوں۔ تو جاننا چاہیے۔ کہ حضرات رحمانی ہیں۔ پس خدا کا فکر بہت زیادہ کرنا چاہیے۔ تاکہ نصرت  
نہ کرے ساک کے دل میں ثابت اور قائم ہو جاوین لے ﴿يَحْوِي اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُخْتَارُ﴾ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ  
جن صاحب کو یہ حالت پیش آتی ہے۔ ان کو اختیار کتنے ہیں۔

**تیسرے** جوہر۔ میں۔ اسما، اعظم۔ ادعیہ ماثورہ۔ اور احزاب شہورہ کی دعوت کے اعمال اور ان کی  
شرطیں نیک ہیں جب ساک اپنے اعمال کو نہ کہہ باور جوہر میں سے فرین کر لیتا ہے۔ تو یہ قیصر جوہر ہی اُس ہے  
مناذ کرتا ہے۔ تاکہ عالم اتنی کے۔ اہنیز دیگر عظیم الشان حالات۔ ساک پر منکشف ہو کر۔ اس کے دل کی آگے  
میں نور بصیرت پیدا کریں۔ اور تاکہ صورتی اور معنوی تصرف کی قوت اور ظاہری و باطنی دولت اُس کو حاصل ہو۔  
جوہر بندہ فصلوں پر مشتمل ہے۔

اولین فصلوں میں تفصیل مابعد۔ چودہ قسم کی دعوت کا بیان ہے۔ (۱) دعوت حروف تہجی۔ (۲)  
مقطعات (۳) حرفی (۴) بفعلی (۵) کلیات جزئیات۔ (۶) سفر لادم (۷) صراط مستقیم (۸) عقلی (۹) اور  
(۱۰) مجتویٰ (۱۱) خم۔ (۱۲) کبیرہ (۱۳) صغیرہ (۱۴) دعوت سیفی اہنیز دیگر احزاب

چودہ ہیں فصل میں رد دعوت اور دفع سحر کا بیان ہے۔ ۱۱۔

پندرہویں فصل میں چلہ کشی کے آداب اور طریق کا ذکر ہے۔

دنیا اور آخرت کے اعتبار سے ان دعوتوں کے فوائد اور اثر سے ہر ایک فصل میں لکھے گئے ہیں۔ اس فن کا جو  
شخص طالب ہو وہ وہاں سے معلوم کر سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو ہر طالب حقیقت معنوی کے حالات  
کی گیل کے واسطے بہت بڑی بے با چیز ہے۔ اکثر انہی حقائق کے اسلہ اس جوہر کے ضمن میں اس طرح بیان ہیں  
کہ جس طرح جرم آفتاب ابر میں پنہان ہوتا ہے۔ یعنی دعوت کا شغل رکنا۔ کثرت امکانی کے باطل کو ہٹا۔  
فضائی کے گڑھ سے باطل دور کر دیتا ہے۔ اور وحدت وجود کا علم یقین۔ عین یقین کے درجہ کو پہنچا دیتا ہے  
چوتھے جوہر میں بشرط شکار کا بیان ہے۔ جب معنوی ان نہ کہہ بالاتین جوہر میں کے عمل اور کسب

لکھنے میں کو چاہتا ہے سوخ کر دیتا ہے۔ اس کو چاہتا ہے اتنی کہ ہے۔ اس کو اس میں کتاب (یعنی روح محفوظ ہو جو) ۲۴

پر قادر ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت میں اس کو شرب شطار کی جافنی چکنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس سلسلہ خاص کی محریست کے واسطے مہیا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ شرب دوسرے مشربوں کی نسبت دو ممتاز وجوہوں کے اعتبار سے اعلیٰ تاہم اخص ہے۔ (اولاً) یہ کہ اس طریقہ مالون کے واسطے نہ قتا ہے۔ نہ قتا و انضا۔ بلکہ یہ لوگ ہر ایک مرتبہ میں غیر سے معفو و (گم) اپنی ذات کے ساتھ مشہود۔ اور بقا و البقا کے ساتھ باقی ہوتے ہیں (ثانیاً) یہ کہ اس مشرب کی تلقین اولاد نبوی علیہ السلام والصلوٰۃ کے واسطے خاص ہے۔ جب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نوبت پہنچی۔ تو جب تک آپ جہاں ترکیب میں رہے۔ تب تک اپنے عالی شان فرزندوں کے سوا۔ اہ کسی کو تلقین نہیں فرماتے تھے۔ لیکن جب آپ بنا سوتی سراسے سے انتقال فرما گئے۔ تو سلطان بن ابی یزید بیطامی کے ساتھ فرزند ہی روحانیت کی مناسبت تھی ہی۔ اس واسطے اپنے عالم روحانی میں اس مشرب شطار کا افادہ سلطان العارفین کو فرمایا اس کے بعد پیر بیطام سے اس مشرب کا ارشاد مشائخ طریقت کے سلسلہ میں آیا۔

دافع ہو کہ اس جوہر کا مقدمہ اذکار ہیں۔ اور اذکار کی دو جنسیں اعلیٰ ہیں۔ جہر اور خفی۔ آدھن جنس کر جہر کی چھ نویمین ہیں (۱) نفی اور اثبات کا ذکر ہے اور نفی و اثبات کے افراد چودہ ہیں (۲) ثنا اثبات کا ذکر ہے۔ اس کی دس قسمیں ہیں۔ (۳) اسم ذات کا ذکر ہے۔ اس کے دس افراد ہیں (۴) اسم ہو کا ذکر ہے۔ یہ سات افراد میں منحصر ہے (۵) کچھ اذکار ہیں۔ جن کے نام مرشدان کا مکار نے ان کے آثار اور تنکح کی مناسبت دیکر رکھی ہیں جیسے ذکر لاہوتی۔ ذکر ملکوتی۔ ذکر جبروتی۔ اور ذکر ناسوتی۔ جس کے فرات اسی عالم کے حقائق کا کشف ہے و قس علیٰ بند ما بقی من افراد ہذا النوع کہ وہ چیس ہیں۔ اور یہ چار مل کر تیس فرد ہر چاروں (۶) وہ اذکار ہیں۔ جن کو مشائخ نے بزور کشف پرندوں کی آواز سے معلوم کیا ہے۔ یہ چار فرد ہیں۔ اول ان کے اسماء ان پرندوں کی طرف منسوب ہیں جن کی وہ آوازیں ہیں۔ ذکر حنفیہ۔ ذکر عنقا۔ ذکر فاختہ۔ اور ذکر شکر خوارہ۔

دوسری جنس ذکر خفی کی تین نویمین ہیں (۱) پاس نفاس۔ اس کی سات قسمیں ہیں۔ (۲) ذکر قاب۔ اس کے تین افراد ہیں (۳) ذکر استیلا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اگر یہ ذکر ضرب کے ساتھ ہے۔ تو اس کو استیلا عشقیہ کہتے ہیں۔ اور اگر بے ضرب ہے تو اس کا نام استیلاے نقشبندیہ ہے۔

ذکر کی دو جنسیں جو اوپر مذکور ہو چکی ہیں۔ جلسہ۔ ضرب۔ کشش۔ کوب۔ تصور۔ الفاظ۔ اور فرات کے

اعتبار سے ابن ہشون کی نوعمین اہستاسی فرمیں ہوتی ہیں۔ ان کو مشرب شطراک کے جوہر سے مطاوعہ کر کے پلکر لیا جائیے۔ جہاں ایک محزون تقفیل کے ساتھ لکھی ہوئی ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں تو صرف دو دشمن کے ظاہری علامات اور باجوہ کا بیان نمونہ کے طور پر کیا گیا ہے۔ دوسرے علوم اور فنون کے مقاصد اور مسائل کا جہاں کہیں تقریباً ذکر ہوتا ہے۔ وہاں فقط مقدار ضروری پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

جب تحصیل اذکار کی بدولت صوفی کا قلب کمال کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ نیز صوفی اشغال اور مراقبوں کی ریاضت میں کوشش کر کے کمالات اسمائی کا منظر ہو جاتا ہے۔ اور تمام کو اپنی ذات میں ادراپی لات کو تمام میں مشاہدہ فرماتا ہے۔ تو پھر پانچویں جوہر کا عمل آغاز کرتا ہے۔

**پانچویں جوہر میں اشغال درشتہ الحق کا بیان ہے۔** واضح ہو کہ سلاک کس وقت ارث کو پہنچتا ہے اور کسی وجہ میں۔ جن کی بنیاد پر سلاک وارث حق ہو سکتا ہے۔ تاکہ **اُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ** کی خوش خبری **وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ** کی بشارت فرما زبیر سے اُس سلاک کے بارہ میں بالخصوص سمجھی جاوے۔ اور اشک دو نوعیں ہیں۔ صوری اور معنوی۔ صوری وارث کو ارث کا پہنچنا مورث کی موت

کے ساتھ مشروط اور موقوف ہے۔ اور معنوی ارث میں یہ صورت محفل ہے۔ پس دونوں قسم کی ارثوں میں جو نسبت ہے۔ وہ یہ ہے۔ بدون محنت اور بدون کسب کے فضل کا حاصل ہونا اور آثار میں تصرف کرنا۔ صوری ارث کے واسطے ظاہری قبضہ اور استفادہ ہونا لازم ہے۔ اور معنوی ارث منجملہ عطیات باطن کے ایک عطیہ ہے جس کا ادراک۔ سوائے ارباب دانش و عرفان کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا ہے **عَطَىٰ كُلَّ ذِي حِرْفَةٍ** اور **عَالِدٌ سَرًّا كَيْدًا** ایسے ہی وقت میں اور ایسے ہی مقام پر ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اشغال درشتہ الحق

کا شمار اس طرح ہے (۱) صورت بند کے بیان میں (۲) مشاہدہ کے بیان میں (۳) دل کو مدور تصور کرنے کے بیان میں (۴) روحانی تصور کرنے کے بیان میں (۵) عقائق فیاکی معرفت کے بیان میں (۶) فنائے فہود کے بیان میں (۷) صفات سبعہ کے بیان میں (۸) وحدانیت ذات کے بیان میں (۹) تصور عالم خفی کے بیان میں (۱۰) سبب مواد کے بیان میں (۱۱) حضرات خمس کے بیان میں۔ اشغال کا بیان تمام کرنے کے بعد کہنے اس جوہر کو ایک موجدانہ۔ عارفانہ۔ محققانہ اور عاشقانہ مناہات پر ختم فرمایا ہے اُس کے چند

لہے ہیں (وگنہ اصلی) وارث میں ۱۲ گنہ اور لہے پیغمبر ایمان ۱۱ گنہ اور کو خوش خبری سنا دہ ۱۲ گنہ ہر ایک حقدار کو اُس کا حق عطا

فرمایا گنہ بیجا اپنے باپ کا راز ہے۔



چند فقرے بطور نمونہ بیان لکتا ہوں۔

احدا توحید مرت و ما من الی الا اللہ

ما بصورت ما و من با مئنا کہ تجلیات صفات تست  
میں ہمہ نشود تا۔

صدا ایچہ از غفلت بر سر گرفت۔ بیشدی گم  
از خود صدہ نہم الغافلون بنید۔ و بتائید و لاکن  
من الغافلین دست گیر۔

عیما۔ ہشاری وا ذکر ربک اذا نسیت  
لا بفراموشی نسوا للہ فالنہم النفسہم  
مبدل مساز۔

قد یا۔ ایچہ در نماز مانمادہ ازان اندیشہ ما باز مار  
ما ایچہ در استعداد است کہ فلا تعلم نفس ما  
أخفی لہم و فرترہ اعین بہ شقتا بشر است

احدا۔ مرت و ما من الی الا اللہ تک زود

کو صا اور من کی صورت میں ہم پر ظاہر نہ کر۔ کیونکہ یہ تمام  
نشود تا جو کچھ بھی ہے۔ تیری ہی صفات کی تجلیات ہیں۔

صدا غفلت کے سبب جو کچھ ہمارے سر پر لگا گیا۔ اس کا  
ہوشیاری میں برابر دیگر گرفت نہ کر خود ہی وہ فہم الغافلون تک  
قد قبول کر لیا۔ لا تکل من الغافلین نو کہ ہماری بگیرا کہ

عیما جیہم ہوں۔ ما دین تو بکم و افکرکم بکذا لیسیت  
ہوشیاری میں آئے کی تو فریق دیو و جن ہوشیاری کا فریب نسوا  
فالنہم النفسہم تراوشی سے تبدیل کو کہ ہم کو قبول نہ جا۔

قد یا تو نے جو چیز ہمارے شرف میں رکھی ہے میں اس  
چیز تک بار و اندیشہ کو پہنچنی نہ دو۔ ہر چیز ہمارے استقلال میں  
فلا تعلم نفس ما أخفی لہم من عندنا عین ربنا و لا یحسب

زلطف ایچہ مطلوب است و مقصودہ عیا کن ہوجا سنش زود

زلطف ایچہ مطلوب است و مقصودہ عیا کن ہوجا سنش زود

القصة جب بڑے بڑے لوگوں کی التماس کے پر جب دوسرے نسخہ تیار ہو گیا۔ تو اپنے فرمایا۔ کہ پلاسٹ  
جہان کین ہی ہو۔ اس نسخہ ثانی سے تصحیح کر کے مطبوع کر لیا جاوے۔ کہتے ہیں۔ اس کے بعد کم و بیش چھ برس  
اور گجرات میں قیام فرما کر فیض ہدایت عام طور پر جاری رکھا جب ہجری سنہ نو سو تریسہ آیا۔ اور چالیسویں علم ملک  
ہند میں پر آ نصب ہوئے۔ اور ہمایون کے فرزند رشید ابوالفتح اکبر شاہ نے شاہی تلج اپنے سر پر لکھ کر تخت  
سلطنت پر جلوس فرمایا۔ تو غوث الادویا نے بی السبل شانہ کا شکر بجا لاکر ملک گجرات سے گواہیار اور  
گواہیار سے دہلی کی طرف معاودت فرمائی۔ بادشاہ نے بہت کچھ مراسم تعظیم ادا کر کے استقبال کیا۔ اس کے

۱۵ ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ۱۶۔ یہ لوگ غافل ہیں ۱۷۔ تم فغان نہ جو ۱۸۔ اگر کبھی جہل جایا کرتو اپنے پروردگار کو  
یاد کر لیا کرو ۱۹۔ جنہوں نے خدا کو بلایا۔ ان کی ایسی امت خدا نے ماری۔ کہ اپنے آپ کو بھی ہوں گئے ۲۰۔ کون کون شخص  
ہی نہیں جانتا۔ کہ کیسی کیسی آنکھوں کی ٹنڈک ان کے لئے پرورد غیب میں موجود ہے ۲۱۔

بھاپنے سات سال اور بھی جسم کے ساتھ تعلق رکھا۔ پہلی ہجری سنہ نو سو ستتر میں۔ حیات کی کشتی۔ کثرت کی امواج سے اور نضانی ہوا کے طوفان سے صبح و سلم ایسا کر وحدت کے جزیرہ میں منگر کر دیا۔ اور عالم نبیود کی سیویا سے فارغ ہو کر عالم اطلاق کی جنت کو روانہ ہوئے۔

اور ادغوث الاولیا میں لکھا ہے۔ جب حضرت شیخ ظہور حاجی حضور نے تلقین اور تعلیم کے واسطے اس درویش کو قبول فرما کر خلعت خلافت عطا فرمایا۔ اور کوہستان چنار میں رہ کر جذبہ کشتی کرنے کی اجازت دی۔ دو لنگہ کے کنارہ ایک درہ میں حسب الارشاد مینے ایک سالہ چلہ کی نیت کی۔ جب ساں پورا ہونے کو ہوا۔ تو ایک شخص میرے پاس آیا۔ اور اُس نے بہت بکومت و سماجت کی کہ مجھ کو اپنا مرید فرما لیجئے۔ مینے ہر چند ممانعت کی اور انکار کیا۔ لیکن میرا انکار اُس کے مستحکم خیال اور اصرار کو روک نہ سکا۔ مجبوراً مرید کیا۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ کال تلقین مینے ملک بیماری میں مبتلا رہا۔ جس کی وجہ سے سہ ماہ سے اعمال اور اشغال انجام نہ دے سکا اسی طرح تین بار گرفتار بلا ہوا۔ یہ حال دیکھ کر یقین ہو گیا۔ کہ ابھی میں حقیقی خلافت کے تخت پر بیٹھنے کے لائق نہیں ہوا ہوں لہذا کسی کو مرید نہیں کرنا چاہئے۔ مگر یہ خلش دل میں ضرور رہتی تھی۔ کہ دنیا کے اندھ بے شمار مشائخ۔ سلسلہ بیعت جاری رکھتے ہیں۔ مگر کسی قسم کا آزار اُن کو نہیں پہنچتا ہے۔ تجھ کو جو یہ تمام آزار بیعت کے سبب سے پہنچتا ہے اس کا کیا سبب ہے۔ جب یہ خلیجان مد سے زیادہ بڑھا۔ تو ایک ہاتھ نے مجھ کو مطلع کیا۔ کہ تم رسمی پر نہیں ہو اس عمل سے چند روز صبر کرو۔ تاکہ حقیقہ پیر حقیقت ہو جاوے۔ بیشک جب میں سب طرح کی ریاضتیں کر چکا ہوں اور عالم باطن میں مشائخ سلف کی ارواح سے قدسنا اللہ با سر ارحم بے حقیقی اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے فرقتا ہے اجازت پہن چکا۔ اور مرید کرنے سے جو آزار اور آفت پاتا تھا۔ اُس سے وہاں مل گئی۔ تو اب یہ بات سمجھ میں آئی۔ کہ رسمی اور معمولی اصحاب کے علاوہ جو لوگ اہل حقیقت ہوتے ہیں۔ ان کو تادفتے کہ پیران ظاہر و باطن سے اجازت نہیں ملتی ہے۔ اُس وقت تک وہ حقیقی بیعت لینے کے قابل نہیں ہوتے ہیں۔ اس خلافت کی تفصیل شایقین اُن چند مکاشفوں سے معلوم کر سکتے ہیں۔ جو نسخہ مذکورہ کھاتہ میں لکھے گئے ہیں۔

مذکورہ بالا دو نسخوں کے علاوہ آپ کے حالات اور مقامات کے متعلق چند کتابیں اور بھی آپ کے قلم کی لکھی ہوئی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۳) کلید مخازن عجیب و غریب رسالہ ہے مبہم و معاد کے متعلق۔ اس میں علوی اور سفلی اشیا کی

حقیقتیں - توحید صوفیہ کے مشرب اور کشفی تحقیق کے اصول پر بتائی گئی ہیں - اور فیذا رباب فنا و بقا کے مذاق کے لئے - عینی اور علمی موجودات کی شناخت - کشف اور معائنہ کے ذریعہ سے ظاہر کی گئی ہے - کتے ہیں احمد آباد گجرات میں یہ کتاب میر عبدلول کرہاتہ آگئی تھی - میر عبدلول بڑے ذی معرفت عالم تھے جب میر نے اس رسالہ کو صوفیہ کر کے دیکھا - اور رسالہ کے مغرب کا اور خلاصہ مافیہا کا فرہ لیا - تو رسالہ کی سنجیدگی کی نسبت اس طرح بغوث الاولیا کی خدمت میں عرض کیا کہ حکمت اور ہیئت کے چند مسئلے جن کی دشواریاں عدم دستری ذہن کے سبب سے باسانی حل نہیں ہوتی ہیں - اس مشکل کثار سالہ کی بدولت آسان ہو گئیں -

(۵۴) دو صحیفے ضماؤ اور بصائر بھی آپ کے قلم تحقیق کے لکھے ہوئے ہیں - ان میں علم تصوف کے موضوع سبب دی - مسائل - اور مقاصد کا بیان ہے - اور نیز اس علم کے حقائق اور معاملات ظاہر کئے گئے ہیں -

(۶) ایک کتاب بحر الحیوۃ - جریدہ دستور العمل طائفہ جوگی و سنیا سی کا ترجمہ - اس میں باطنی اعمال - تصوری اشغال پاس نفاس کا ذکر - اور نیز ان امور کے سوا اور بھی اقسام ریاضت بیان کئے گئے ہیں - جن کی بدولت روحی شکر کو جسمانی سپاہ پر فتح ملتی ہے - جوگیوں اور سیناسیوں کی دو جماعتیں - ہنود کے ریاضت مندوں - گوشہ نشینوں - اور رہبانوں کی سرگردہ ہیں - اور انہیں اشغال و اذکار کے برکات سے استدراج اور خرق عادات کے درجہ کو پہنچانے کے ضمیرون کی چستان پر اطلاع حاصل کرتی ہیں - آپ نے ان تمام معانی کو سنسکرت عبارت سے جو کتب ہنود کی زبان ہے - اخذ کر کے - فارسی لباس پہنایا ہے - اس کتاب کے مضمومات سے زنا و توڑ کر بجائے اس کے توحید اور اسلام کی ترویج گردن بین ڈال دی ہے - نیز حقیقی ایمان کی توت سے ان مضمومات کو تقلید کی قید سے نکال کر صاحب تحقیق صوفیوں کے اذکار اور اشغال سے تطبیق دی ہے

یہ بالکل سچ ہے - کہ پیش ہا شاہ اور جواہرات - بڑی بہایم کے تاجون میں لگے ہوئے تھے - جو اؤلشٹل کا لالغایم بل ہم آفٹسل کے مصداق ہیں - وہ جواہرات اپنے اکھاڑ لئے اور ان کا گھما بنا کر - ان خداوندان عرت و تکریم کے تاجون میں ٹسکایا - جو اؤلشٹل ان الدین عند اللہ الاسلام میں داخل ہیں لہذا کچھ واٹما اٹیس ہے کہ اس کتاب کے حالات نے والون کو جو گمان - اس کا وصف سننے سے پیدا ہوگا - اس کے شکنجہ سے کتاب مذکورہ کا دیکھنا - اور غور کرنا - جلد اور خوبی کے ساتھ رہائی دیکر یقین کے

۱۵ - لوگ چار پاون کے مثل ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزر - ۱۲۷۰ھ (حق) تو خدا کے نزدیک ہی اسلام

درجہ کو پہنچا دیوے گا۔

(۷) ایک کتاب کثر الوحده ہے۔ اور یہ کتاب غوث الادبیا کی آخرین تصنیف ہے اس کتاب کے ضمن میں توحید کشفی اور ایمان حقیقی کا یہ بیان ہے۔

قيل اقسام الايمان عند اهل الذوق  
خمسة  
کتنے ہیں۔ ایمان کے اقسام اہل ذوق کے نزدیک  
پانچ ہیں۔

الاول تكليفى اعمر من الكل ويشتمل كل فرد  
من نوع الانسان مؤمناً كان  
او كافراً  
ادول۔ ایمان تکلیفی ہے۔ جو کل کو عام ہوتا ہے  
اور جو نوع انسان کے جمیع افراد کو شامل ہے خواہ وہ  
مومن ہو یا کافر۔

والثاني۔ تقليدى نام يعمر كل مؤمن مقلداً  
كان او محققاً۔  
دوسری۔ ایمان تقلیدی عام ہے۔ جو ہر مومن  
کو شامل ہے خواہ وہ مقلد ہو یا محقق۔

والثالث۔ استدلالى خاص تختص به العلماء من  
المؤمنين۔  
تیسری۔ ایمان استدلالی خاص ہے جس کے ساتھ  
علمائے مومنین خصوصیت رکھتے ہیں۔

والرابع۔ حقيقى خصر من ويتصف به الاولياء  
منهم۔  
چوتھی۔ ایمان حقیقی ہے۔ جس میں تیسری قسم کے  
ایمان سے زیادہ خصوصیت ہے۔ اور اس ایمان کے ساتھ  
اولیاء مومنین تصف ہیں۔

والخامس۔ عینى ذاتى صلحہ مختص بالولاية  
المحمدية وجالس على سريرة الخلاق الحقيقية  
ناظر بعين البصيرة الى الاحدية  
المطلقة وبعين الباصرة الى الكثرة بلا حصر  
الوحدانية المختصة  
پانچویں۔ ایمان عینی ذاتی ہے اس قسم کا صاحب  
ایمان ولایت محمدیہ کے ساتھ خاص اور خلافت حقیقیہ  
کے تحت پر جلیس ہوتا ہے۔ بعینت کی آنکھ سے احدیہ  
مطلقہ کو اور سر کی آنکھ سے وحدانیہ خاصہ کا بخار کھل کر کثرت  
کو دیکھتا ہے۔

فاعلم ان صاحب هذه المنزلة الجامعة  
كان في كل قرن على بسط الارض واحدا  
ففي القرون التي صرفت عنها سلطان  
واضح ہو۔ کہ یہ جامع مقام جس شخص کو حاصل  
ہوتا ہے۔ وہ شخص ہر ایک قرن میں تمام روئے زمین پر  
ایک ہی ہوتا ہے۔ پس جو قرون ہم سے پہلے گزر گئے ان

المحققین و برهان العارفین المشیخ محمد  
المخاطب بالغوث العطاری نسبا و الشطاری  
مشرقا قدس الله اسرارہم و لو کان رئیس  
المحدثین المشیخ محمد ابن ابی الحسن البکری  
التافعی المصری قدس سرہ و حہما و افاض  
علینا برکات انفسہما۔ و فی القرۃ الذی  
کافیہ ہو عین الزمان مسیح العاشقین  
الشیخ عینی ابن قاسم امد اللہ ظلال  
ارشادہ علی روس المتتافین الی  
جمال ہذا الولاية المذکورۃ والی  
صاحبہا علیہ التحیۃ والسلام و علی  
تابعیہ بالکشف فی اوراک  
عالم الجہم والفرق علی  
حکم الفرقان البجید المحفوظ المحیط  
بمالہ و علیہ۔

قرنوں میں سلطان المحققین برہان العارفین شیخ محمد  
المخاطب بالغوث تھے جو عطاری نسب اور شطاری مشرقی  
اسد تعالیٰ آپ کے اسرار میں تقدس عطا فرماوے۔ پہلے آپ کے  
بعد رئیس المحدثین شیخ محمد ابن ابی الحسن البکری شافعی  
مصری ہوئے۔ اسد تعالیٰ ابن دونوں باپ بیٹے کی روحوں کو  
مقدس فرماوے اور ابن دونوں اصحاب کے انفس کی برکت  
کو ہمارے اوپر بندھیل دیوے۔ اور جس قرن میں ہم ہیں۔  
اس میں عین الزمان مسیح العاشقین شیخ عینی ابن قائم  
ہیں۔ اسد تعالیٰ جل شانہ ابن کی ہدایت کا سایہ ان  
اصحاب کے سروں پر مبسوط رکھے۔ جو اس مذکورہ بالا  
ولایت جامع اور صاحب ولایت جامع (محمد مصطفیٰ)  
کے جمال کے مشتاق ہیں۔ آپ پر۔ اور نیز ان صاحبوں  
پروردہ و سلام الہی نازل ہو جنہوں نے مع تعلقات  
قرآن کے حکم کے بموجب عالم جمیع اور عالم فرق کے احکام  
میں کشف کے ذریعہ سے آپ کا اتباع کیا ہے۔

### یاد شیخ عبدالمومن

آپ شیخ محمد ابن شیخ خلیل چشتی کے فرزند ہیں۔ ظاہری اور معنوی دونوں ملکوں کی سیر آپ نے کی تھی  
خانہ خلیل۔ اور خانہ خلیل دونوں گروں کے آپ حاجی تھے۔ کتبہ ہیں۔ آپ کے جد امجد نے شہر مندو  
لکھنؤ سے دہلی میں جا کر وطن اختیار کیا تھا۔ شیخ عبدالمومن کو فرقہ خلافت اپنے پد بزرگوار سے ملا تھا آپ  
کو بارہ سال کی عمر میں خدا شناسی اور خدا پرستوں کے دیدار کی آرزو۔ گھر سے نکال کر اجیر کی طرف لے گئے  
تھی یہاں سے آپ مکہ معظمہ کے طواف کا احرام باندھ کر حج کو چلے گئے۔ اور ارکان جمع انا کئے۔ اس کے  
بعد بارہ سال تک جا بجا ملکوں کی سیر و سیاحت کر کے بہراجمیر میں لوٹ آئے۔ اور قمری چہ بیٹے۔ خوبصورت  
کے روضہ کے آستانہ میں احتکاف کے طریقہ پر گزارے۔ اور اپنی آرزو میں کامیاب ہوئے۔ یہاں سے آگرہ

رہنے کی ہدایت ہوئی۔ چنانچہ اس بنیاد پر اپنے اسی زمانے ہوئی جبکہ اگر وہ میں قیام کی بنیاد قائم کی اس وقت سلطان سکندر لودی کی سلطنت کا زمانہ تھا۔ آپ کی عمر بھی نوے سے سال کی عمر تھی۔ اس نے نوے سال میں جس قدر حصہ عمر کا باقی رہا تھا۔ وہ کل حصہ اگر آٹھ مہینے تک رہا۔ یعنی۔ نین گدازی اور ہمدانی پرستش میں گزارا۔ دوسری شوال ہجری سنہ نو سو ستتر کو عنصری ویمان سلسلے سے نورانی آباد بستی کی طرف کوچ فرمایا۔

## یاد شیخ سلج

آپ شیخ عبدالملک کے بڑے بیٹے تھے۔ علم۔ عرفان۔ اور معانی آپ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر برے تھے۔ جوان موت مرے۔ جب سپرد خاک کئے گئے۔ تو آپ کے باپ نے فرمایا۔ آج علمی پیکر خاک میں مل گئی۔

مصراع از وصل دست خاطر او بادشاہان

## یاد قاضی قطب مجذوب

آپ قاضی کمن ابن قاضی سعد اللہ شرف جہانی کے قرشی النسل بیٹے ہیں۔ آپ کی پیدائش کی جگہ چندیری ہے۔ عیسوی ملک اور اویسی ولایت پر آپ کا قبضہ تھا۔ جس سال چتور کے نام نے چندیری فتح کی تھی۔ اسی سال آپ نے کاپی میں آکر مکان بنا لیا تھا۔ آغاز شباب میں تمام اوقات مصروف نماز رہتے تھے۔ ہیبت نصیحت کرنے۔ اور حق کئے میں سخت اور تلخ بات کہا کرتے تھے اور ان کے منانے کے واسطے بہتر اور لکڑی سے کام لیا کرتے تھے۔ آپ کی اس قسم کی روش و رفتار سے لوگوں کی طبیعتوں میں نفرت پیدا ہوتی تھی۔ ایک روز اپنے کچھ صلوا باہر سے گھر کے اندر بھیجا۔ جب گھوم جا کر اپنا حصہ مانگا۔ تو جواب ملا کہ وہ تو کما لیا گیا۔ اپنے فرمایا۔ جس نے کہا ہے۔ وہ مر جاوے۔ تین روز کے اندر تمام گھر واپس آگئے۔ آخر میں آپ کا حال یہ ہو گیا تھا کہ ہوش جذبہ کو۔ اور شباب پیری کو سپرد کر دیا تھا۔ اور ظاہری کے حوض میں گویا بی بی دی تھی۔ لیکن۔ نماز پڑھنے کی آپ کی عادت نہیں گئی تھی۔ اگرچہ وقت کا اور شمار کعات کا ہوش نہیں رہا تھا۔ روزمرہ صبح کے وقت گھر سے نکل کر جنگل کو چلے جایا کرتے تھے اور پانی گرم کرنے کے واسطے لکڑیاں لایا کرتے تھے۔ ایک روز صبح کو دربان نے فضل نہیں کہولا۔ تو اپنے قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر۔ اپنے تئیں نیچے گرا دیا۔ دربان نے خیال کیا۔ کہ ایسا کم زور بڑھا ہے اور اپنے قلعہ سے ایسی عمیق خندق میں گرے گا۔ تو کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ خیر۔ اوپر چڑھ کر دیکھا

تو آپ آرام کے خیال سے - اور روزوں سے زیادہ تیز راستہ چل رہے ہیں۔ کتھے ہیں۔ ایک بار بہت کچھ بہت جو  
 سے تین روز بعد ایک جنگل میں ملے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ آپ ایک پتھر کے پاٹ پر نماز پڑھ رہے ہیں دریافت کیا گیا  
 کہ آپ کمان سے کمانے تھے۔ جواب دیا۔ وہی کینز کمانا دیکھنا کرتی تھی۔ جو روزانہ دیا کرتی ہے۔ ایک دن میں اگر کئی دفعہ  
 کمانا دیکھا جاتا تھا۔ تو کمانے تھے۔ اور اگر بہت روز تک کمانا نہیں ملتا تھا۔ تو خواہش نہیں کرتے تھے۔ صاحب تجریم  
 حقیقی مبارک خان ہردی کے مصاحب تھے۔ ہجری سنہ ۱۰۵۰ میں لوگوں کی نظر سے خفیہ کی طرح مخفی ہو گئے۔ ہر چند  
 تلاش کی گئی۔ پتہ نہیں لگا۔ مصرع باور علی سیسی منشیین باد۔

## یا وقاضی قطب مجرور

آپ کو زمان دمکان ملے کرنے کی قدرت حاصل تھی۔ نصب ہو یہ آپ کی دائمی آرامگاہ ہے۔ قاضی ہوسلی مجرور  
 چشتی کے مرید۔ اور قاضی سعد اللہ شرف جہانی کے پیر ہیں۔ ایک روز قاضی قطب کے پیر نے۔ مرید کا تنگی بائنا  
 دور سے دیکھ لیا۔ فرمایا بہت مضبوط باندھنا چاہیے۔ آپ نے جواب دیا۔ اگر پیر کا حکم ہو۔ تو دونوں جہان کے  
 واسطے باندھ لوں۔ پیر نے فرمایا۔ نہیں۔ صرف اسی عالم میں جس میں ہم اور تم دونوں وصف تجرور کے ساتھ  
 مشورہ ہیں۔ بہتر ہے کہ علی سوسی تجرور کی ردا کو مجرور کے کندھے پر ناز ہو اور احمدی ولایت کا نگینہ اُس کی اونگلی میں  
 درخشان ہو کتھے ہیں۔ ہر روز پنجگانہ نماز۔ کعبہ معطرہ کے حرم میں ادا کیا کرتے تھے بہت لوگوں کی۔ خواہش رہتی تھی  
 کہ آپ کے ساتھ ناز پڑھیں۔ جب مقام معین کا نام پوچھا جاتا تو فرمادیتے تھے جھکو غنڈہ رکھے۔ میں ہی دعا دیکھ  
 سے جس مسجد میں کثیر جماعت ہوتی ہے۔ پہنچ جاتا ہوں۔ ایک بڑھیا نصب ہو یہ کی تھی جمع کرنے کو گئی تھی۔ کہ  
 سے قافلہ چلا آیا۔ اور موسم گرما گیا۔ اس سبب کہ میں رو گئی۔ ایک روز بہت تنگ دل ہوئی۔ اور چہینے  
 پکارنے لگی۔ کہ کیوں کر اپنے وطن کو پہنچوں گی۔ ایک بزرگ نے اندازہ مہربانی اُس سے کیا۔ غم نہ کر دو  
 کے قاضی پانچون وقت حرم محترم میں آتے ہیں۔ تم کو بتا دینا گا۔ جب بڑھیا کی نظر قاضی جی بڑھی۔ تو اُس  
 قاضی جی کا دامن پکڑ لیا۔ اور طرح طرح سے آنکھوں سے آنسو بہانا۔ اہلبون سے فریاد کرتا شروع کیا۔ بیان تک  
 کہ قاضی جی کو انکار اور جہانہ کی گنجائش نہیں رہی۔ کہا۔ آنکھ بند کر۔ آنکھ بند کرنا کہ میں تھا۔ اور کہو نانا اپنے گھر میں۔  
 القصد۔ یہ گزری ہوئی کیفیت بڑھیا ضبط نہ کر سکی۔ اہل لوگوں۔ زبان زد ہو گئی۔

ایک بزرگ سید مینا تھے۔ رتہ فتانی اللہ حاصل تھا۔ آنسو نے جب جسمانی حرکت روحانی آرام کے  
 سپرد کی۔ تو عام لوگوں کی زبان میں کچھ کلمہ کہنے لگیں۔ کایا بزرگ ہو کر اپنا حاسین نفس کلمہ طیبہ پر سپرد کرے۔

سے مینا کے بھائی کو لوگوں کا ملامت کرنا سخت ناگوار گوارا لگوانے میں استحکام کے ساتھ تہان لیا۔ کہ ایسے بھائی کو جلا وطن گا۔ لوگوں نے منع ہی کیا۔ مگر اسپرکھ چنیال ذکر کے۔ جلا نے کا سامان فراہم کیا۔ اس اثنا میں سید مینا نے کھن سے سر نکالا۔ اور بلند آواز سے کلر بڑا۔ ملامت کرنے والے حیرت میں رہ گئے اور مخالفت میں ڈوب گئے۔ سید مینا نے یہی کہا تھا کہ زمانہ بلوغ سے نماز عصر کی سنتیں پڑھنے کی جس شخص نے مداومت رکھی ہو۔ اُس شخص کو مینا کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہئے۔ مجبوراً قاضی قطب نے اور ایک اور شخص نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد قاضی نے کہا۔ اب کہ لا ز بازاروں میں آمد گہروں میں عام طور پر شہر ہو گیا۔ لہذا لوگوں کی نظر سے چھپنا ہو جانا ہی دلی ہے۔ ایسی عرصہ میں آپ عالم خاک سے روئے قدس کو روانہ ہوئے۔ مصراع باد عالم دست در آغوش باد۔

## یاد شیخ برہان الضاری

آپ کا پس کے رہنے والے ہیں۔ آغاز شباب میں ہمیشہ شیخ عبدالملک کی شاگردی میں حاضر رہا کرتے تھے۔ اس غرض سے۔ کہ اُستاد دوسروں کی بہ نسبت آپ کو زیادہ پسند کریں۔ ایک روز صبح کو اٹھ کر۔ مدرسہ کی طرف جاتے تھے۔ راستہ میں ایک پیر دساٹھ سے آتے ہوئے ملے۔ کہا۔ برہان۔ کہاں جاتے ہو۔ تمہارا نام یہ کام ہے۔ اور نہ پورا ستہ ہے۔ لوگو۔ گوشہ خین ہو جاؤ۔ اور زانو پر سہ کر لو۔ کیونکہ جو لوگ کشافیں چاہتے ہیں۔ وہ گریبان کے راستہ سے جاتے ہیں آپ پیر مرد کے کھنے پر دل مناد نہیں ہوئے۔ اور چلے گئے۔ دوسری بار پیر اسی طرح پیر مرد نے آپ کو روکا۔ یہ بھی کارگر نہیں ہوا۔ تیسری بار جب دہلیز سے قدم باہر رکھا۔ تو اُس پیر مرد نے آپ کا گریبان پکڑ کر زمین پر دے پٹکا۔ کہ آپ کا پانون ٹوٹا گیا۔ ادھ کہا۔ جب تک اس طرح نہ توڑینگے۔ پانون جانے سے باز نہیں ہوگا۔ اس کے بعد ہوش پیدا ہوا۔ اسی سے تنگ مجرمین گس بیٹھے۔ جس میں پانون پھیلانے کی بھی گنجائش نہیں تھی۔ تنگدازی۔ اور نفس کے ساتھ لڑائی کرنے میں بہت کچھ کوشش کی۔ پکا ہوا کھانا بالکل ترک کر دیا۔ کسی قدر دودھ۔ اور کسی قدر دہی برگیر تھی۔ آپ کے بدن کی رگین اور ہڈیاں ایک ایک شمار میں آتی تھیں۔ چونکہ سجدہ میں سر بہت چڑا رہتا تھا۔ تو آپ کی پیشانی کے داغ کو لے بیٹھا ہم فی و جوی ہبہ من اثر التیموم کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ رحلت کے بعد وہی حجرہ آپ کی گور بجا۔ دل آویز تقریر اور شور انگیز کلام کے دوست تھے لیکن اکثر اشعار ہندی زبان میں کہا کرتے تھے۔ آپ کے فراق نامہ میں ایک ایک حرف درد اور ہوسر سے بہا ہوا ہے۔ بعض لوگ آپ کو مدد دینے جانتے ہیں۔ لیکن یہ بات تحقیق نہیں ہوتی مصراع باد ہم فیض باد یک جلن لو



## یاد محمد و معباس

آپ جلال سندھی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے بلند ہمتی کی طاقت سے شیوہ بھجودی کو کرسی پر۔ اور ساندہ سلاطین  
خواہشلت کو خاک پر بٹھایا تھا۔ آپ کی ولادت اور نشوونما دونوں موضع پاتر میں ہیں۔ جب زمانہ شورش  
کی پریشانی نے آپ کو زادوم سے دور نکال پھینکا۔ تو تقدیری زمان کے بموجب آپ نے موضع ہنگوچہ میں اقامت  
اختیار کی۔ جو صفانات بکر میں سے ہے۔ بہت برسوں تک ہنگامہ دوس گرم ہکا۔ اور آپ کی ہدایت کے فوٹوں  
پر اذن عام تھا۔ قاضی عبدالسلام سندھی۔ دارالاسلام برہان پور میں۔ زمانہ روا سے خانہ یس علی عادل شاہ  
فاروقی کے حکم سے نضا کے عالی منصب پر سرفراز تھے۔ قاضی صاحب حکیم عثمان بوبکانی کے شاگردوں میں سے  
ہیں۔ جب قاضی جی سندھ بار میں تھے۔ تب تکمیل علوم نحمدہ کی خدمت سے کیا کرتے تھے۔ قاضی جی کا بیان ہے  
دین۔ دیانت۔ دانش۔ پیش۔ طبیعت میں نرمی۔ اور اختلاط میں گرمی۔ اور صفات یقیناً محمدیہ کی شریعت  
میں داخل تھے۔ آغاز ہوش سے داپسین دم تک طلب کے واسطے کسی کے گھر۔ اور کسی کے سامنے نہ بیٹھے  
میں اپنے قدم کو گروا لو نہیں کیا۔ اب بااستحقاق جانشین اس مسجد میں اور نعل کے مدرسہ میں مسیح العکوب  
شیخ حبیب اللہ من جو ظاہری فضیلت میں سب زیادہ کامیاب اور سرسبز۔ اور برہنہ گاری میں وہاں کے  
جملہ فضلاء سے زیادہ مشہور اور بااستحکام ہیں۔ مصرع دیدہ اور منظر دیدہ آباد۔

## یاد شیخ شاہ علی احمد آبادی ماہر لغت

آپ کی زبان سے حرف توحید کے سوا۔ اور آپ کی قلم سے موصلا نہ اشعار کے سوا۔ کوئی حرف نہیں نکلنا  
آپ کا ایک دیوان ہے ہندی زبان میں۔ روش احمد معنی کے اعتبار سے شیخ محمد مغربی کے دیوان کا بانی ہے۔  
آپ سیدی احمد کبیر فاعلی کی منس سے ہیں۔ قدس سرہما۔ ملک محمود بیارا۔ جن کے عرفانی حالات ان کی  
یادداشت میں لکھے گئے ہیں۔ اور ملک الشرف گجراتی جنہوں نے اس جہان کی دوست کے سرمایہ کو اپنی خزان  
احمال کی کیتھی کا تخم بنایا تھا۔ ان دونوں اصحاب نے عالم علوی کو آپ کے کیرج فرما جانے کے بعد آپ کو قطب  
عالم تہوہ کے پائین فرار دیکھا ہے۔ اور نیز احمد آباد اور تہوہ کے دو سب بزرگوں نے بھی اس خرق عادت کے  
متعلق گواہی دی ہے۔ ہجری سنہ نو سو ستون روحانی گلشن کی سیر کا عزم فرما کر جہان مسکن کو رخصت کیا گیا  
کبیر فاعلی بڑے بزرگ شخص تھے۔ مشافعی مذہب میں۔ ہجری سنہ پانسوا تھاسی میں آپ کا وصال ہے۔ اور خواجہ  
محمود بیمن میں ہے۔ ان کے کوئی فرزند نہ تھا۔ اور جو فرزند آپ کی طرف منسوب ہے آپ کے بہائی کی

## یاد شیخ شکر

آپ نائنتہ قوم میں سے ہیں۔ نادبوم اور خوابگاہ دونوں بچیدی میں ہیں۔ دابول بند کی طرف احمد نگر  
 دکن سے تین منزل دور۔ جو نظام الملک کا دار السلطنہ تھا۔ کتھے ہیں۔ کہ آپ بہت برسوں تک دوسروں کے  
 درس میں بیٹھے۔ اور تحصیل فضائل کی۔ اسی طرح دوسرے لوگ بھی آپ کے مدرسہ میں گئے۔ اچانک اپنے تعلیم  
 دیکر فیض پہنچایا۔ اخیر میں تمام قس و قال۔ دروہذا طلبی کی عوض۔ زرخت کر کے پیر طریقت کی رہنمائی کی بدو  
 سلوک میں آگئے۔ چند روز بعد وحدت الہی کے جذبہ کی آگ۔ ایسی بڑک اٹھی۔ کہ جس نے وہ میں عقل  
 کا فرس جہلا کر راکہ کر دیا۔ اور اسی سوختگی اور جیودی کے عالم میں جبری سنہ کچھ اور پوزوستر تھا۔ کہ اس  
 عالم فیتی کو خیر باد کہا۔

## یاد شیخ وہبان سندھی

آپ شیخ ابراہیم کلہوڑا کے مرید ہیں۔ حقیقی وحدت اور ایندی غیرت کا بہت بڑا جلوہ در بہت بڑا  
 طور۔ آپ کی فات میں تھا۔ ایک طرف چلتے چلتے سر راہ ایک حور سرشت کے چہرہ پر نظر جا پڑی۔ فوراً  
 گوش دل میں نما آئی۔ ابھی آنکھ غیر کے حسن پر نظر ڈالنے کی طرف مائل ہے۔ اسی دم آنکھوں سے قوت  
 بینائی زائل ہو گئی۔ اسی طرح آپ دل کو محنت دسوز سے۔ اور جان کو شوق وغیرت سے مالا مال لئے  
 ہوئے گاتے پہر کرتے تھے یہ عادت ہے۔ کہ چلنے میں ہاتھوں کو آمد رفت رہتی ہے۔ آپ کا ہاتھ زیادہ ہوتا تھا۔  
 فرمایا۔ اے ہاتھ۔ تو ہم سے پیتر پونچنے کا خیال ہی نہیں کر سکتا ہے یہ کتنا تاکہ اسی وقت ہاتھ خشک ہو گیا  
 اور جنبش ہی جاتی رہی۔ خوابگاہ بردان پور مصرع سینہ اش مخزن حقائق باد۔

## یاد شیخ کمال الدین

آپ سلیمان قرظی کے فرزند تھے۔ اور زاد بوم کاپی تھی۔ تقویٰ۔ توکل۔ تسلیم۔ اور رضا کا مقام  
 آپ کے حالات کی چہل قدمی کا میدان تھا۔ آپ شاہ ارغون ماری کے مرید ہیں۔ آپ کو اسماے الہی  
 اور انکار کی اجازت شیخ ابو الفتح بدیع الدین مست کے فرزند اور خلیفہ شیخ رکن الدین شطاری سے تھی  
 باز بھاوا نغان پسر سجاد دل خان کا زمانہ تھا۔ جب آپ سنڈو (مانڈھین) آئے تھے۔ راقم کے پدر بزرگوار  
 سے دوستی ہو گئی۔ اور شہرے ہوئے تھے ہمسایہ میں لے آئے۔ پانچ سال کی عمر تھی۔ کہ راقم۔ اعلیٰ تعلیم قرآن

کے واسطے آپ کی خدمت میں سپرد کیا گیا۔ دو سال کے عرصہ میں آپ کی توجہ سے قرآن مجید ختم کر لیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ سو برس کی عمر توکل میں گزار لی۔ کسی شخص کے ساتھ اپنا راز و نیاز نہیں کیا۔ کسی آشنا یا بیگانہ کے روبرو حرص اور خواہش پیش نہیں کی۔ ہجری سنہ نو سو تترتہا۔ کہ واپسین سفر اختیار کیا۔ خوابگاہ منڈو (مانڈو) ہے۔ پھر راتم کے فرار کے اس پاس دونوں جہان کے رفیق مل گئے۔

## یاد شیخ فضل اللہ

آپ شیخ حسین چشتی ملتانی کے صاحب زادہ ہیں۔ باوجودیکہ آپ صاحب تعلقات تھے۔ آزادوں ہی تھے اور اپنی ہمت سے تو نگری کو درویشی کے ساتھ دست بردار کئے تھے۔ تمام چیزیں کو وقتی ضرورت کے موافق ہی اپنے قبضہ میں نہ رکھ کر اہل احتیاج پر نثار کرنے کے واسطے ہاتھ کے سامنے لے آتے تھے۔ بعد ضرورت رسمی علم حاصل کر کے ہوش کے ذریعہ سے عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان موافقت پیدا کی تھی۔ جب آپ کے پدر بزرگوار نے ہجری سنہ نو سو پینتالیس میں معنوی سفر اختیار کیا۔ تو سنہ چیا لیس میں آپ کو شوق حج۔ راہ حجاز کی طرف لے گیا۔ وہاں حج اکبر کیا اور مدینہ نبوی صلیم کا طواف کر کے اس شرف سے بھی مشرف ہوئے۔ پھر مدینہ منورہ سے لوٹ کر مقدس خانہ خلیل کی خاک بوسی۔ اور اس کی بدولت عیال ولی حاصل کی ہجری سنہ نو سو چاس ہوا۔ کہ ہمدان میں معاودت ہوئی۔ اور اپنے مکان پر پہنچ کر کم و بیش بیس سال اپنے بزرگوں کے طریقہ پر رفتار رکھی۔ ہجری سنہ نو سو ہتھن آئی وصال کا پیغام آپ کو پہنچا ظاہری دہری سے رہائی پا کر نعلیہ میں جو منڈو (مانڈو) کے پائین میں ہے۔ خوابگاہ قبول کی مصحح فضل بیچون قرین جانش باد۔

## یاد شیخ علی شیر بنگالی

آپ۔ تمام رسمی علوم سے مستفید۔ اہل عقلی فنون سے صاحب سرمایہ تھے۔ نور الہدی ایوان لکھنات کی نسل سے ہیں۔ جو شیخ جلال الدین مجدد کے بزرگ خلیفہ تھے۔ اور شیخ جلال الدین مجدد وہ ہیں۔ جو حرمیون کا ملک فتح کرنے کے واسطے ترکستان سے ہند میں آئے تھے۔ اور جنہوں نے راجا گڑھ کونڈ کے مار ڈالنے بعد قصبہ سرسید جو صوبہ بنگالہ میں ہے۔ لہ الہدی کے حوالہ کیا تھا۔ یہ حالات کسی قدر شیخ مجدد کی یادداشت میں بھی لکھے گئے ہیں ایک کتاب شرح نزہۃ الارواح شیخ علی شیر کی تصنیف ہے۔ راتم شیخ علی شیر کے کسی قدر حالات اس کتاب کے خطبہ سے اخذ کر کے لکھا ہے۔

یہ درویش جب آغاز شباب کو پہنچا۔ تو خدا طلبی۔ حق پرستی۔ اور خدا شناسی کے درونے دل کا

گریبان ہاتھ سے پکڑ کر ایسے واناکی جبت و جوین وطن سے آوارہ کیا۔ جہد ہنمان کے ذریعہ سے  
 علاج کرے۔ اتفاق کی بات ہے۔ جس شناسا کے سامنے اندر معنی و رو بیان کیا۔ اُس کی تلقین  
 نے کوئی درستی دل کی نہیں کی۔ المقصد۔ ایک سات قصیدہ ادب میں اسی اندیشہ کے اندر ہنونا  
 پیدا ہوئی۔ اور اس حالت میں غوث الاولیاء قدس سرہ کی مثال صورت۔ مشاہدہ کی۔ اس  
 مشاہدہ نے مجھ کو فریفتہ کر دیا۔ اب ان آرزوؤں کا انجام ہوا۔ کہ بیداری میں دولت ملازمت حاصل  
 کی جاوے۔ اسی اثنا میں خبر ملی۔ کہ غوث الاولیاء سو دکانِ دہلی کی زیارت کے واسطے تشریف  
 لائے ہیں۔ میں بے تامل۔ شہر دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ جب موضع کیلو کبری میں پہنچا۔ تو میان  
 پر عالم بیداری میں۔ وہی صورت نظر آئی۔ جو میں عالمِ مثال میں دیکھ چکا تھا۔ جب مابحِ بیعت  
 طے ہوئے۔ تو مل گیا۔ جس کی تلاش تھی۔ اور دیکھ لیا جو ملتا نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے چند سال  
 آپ کے خدمت گزاروں میں کثرت ہو کر بہت کچھ فیض حاصل کیا۔ اتنے میں پیر بزرگوار نے۔ افغانان  
 سد کی بد باطنی دیکھ کر گجرات کی طرف ہجرت فرمائی۔ درویش بھی آپ کے ہم رکاب بٹروج تک  
 گیا تھا۔ چند روز بعد احمد آباد رہنے کی اجازت ہوئی۔ چنانچہ میں اُس شہر اسلام میں پہنچا۔  
 اور ملک عماد الملک رومی کی مسجد میں ایک گوشہ اختیار کیا۔ چونکہ عالم باطن سے سفر  
 مجازہ کا اعجاز نامہ نہیں ملا۔ لہذا چند روز بعد پیر بزرگوار بھی بٹروج سے واپس ہو کر احمد آباد  
 میں تشریف سے آئے۔ بیان پر بعض کوتاہ اندیش عالم۔ اور چھوٹی نظرواے خرقہ پوش آپ  
 کے ساتھ دشمنی کا بہانہ ڈھونڈنے لگے۔ اور ناخالستہ ادب نامیہ یہ باتیں آپ کی نسبت کہ کر  
 اس ذریعہ سے آپ کے سات اور شفاف دل کو اور زیادہ روشن کیا۔ اُس جگہ کا رہنا آپ  
 کو ناگوار تھا۔ ایک بار گی آسمان سے خوشخبری آئی۔ کہ ہجرت کا جو سبب تھا۔ وہ دور ہوا اور معاف  
 کا باعث پیدا ہو گیا۔ یہ سکر اپنے گویا کی طرف کوچ فرمایا مگر درویش کو اُسی جگہ چھوڑا  
 اور آپ کے ارشاد کے بموجب شرعِ نزہت کا تہ قلم تصنیف سے مرتب کیا گیا۔

کتے ہیں۔ جبری سنکچہ اور پرنوسو سترین۔ شیخ علی شیر ناسوتی تنگ و تار یک کو چپہ سے لاہوتی

نہایت آباد کو روانہ روانہ ہوئے۔ خواب گاہ احمد آباد۔

## یاد شیخ حسین پور ملک محمد

جب آپ کا آغاز سلوک تھا۔ تو بہت برسوں تک بیخودی رہی۔ اور پرمردن کی طرح ایک درخت  
 بدلتا دن بڑھے رہتے تھے۔ اسی جذبہ کی حالت میں خشکی کے راستہ سے مجاز کی طرف گئے۔ ایک رات کا فکر  
 ہے۔ حرم محترم میں خواب کے اندر خاتم پیغمبران علیہ الصلوٰۃ و آلائہ السلام کی اجازت دی۔ اور فرمایا  
 سرکار قنوع میں جو سائی پور مقام ہے۔ وہاں جا کر شیخ زمان صفی الدین چشتی سے بیعت ہو جاؤ۔ آپ کتے  
 تے۔ جب میں سائی پور میں پہنچا۔ تو میرے جی میں یہ بات آئی۔ جب میں خانقاہ میں پہنچوں گا۔ تو شیخ  
 مجھ کو خلوت کے اندر بلا لیں گے۔ اور جو کلاہ آپ کے سر پر ہوگی۔ بغیر میری اتھاس کے مجھ کو اٹھائیں گے۔ اور میری  
 عبادت کے واسطے حجر عنایت فرما دیں گے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ جب میں خانقاہ کے دروازہ پر آیا۔ تو  
 شیخ نے خادم کو فرمایا۔ کہ شیخ حسین جو دروازہ پر کھڑا ہے۔ اُس کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ خادم  
 چلایا۔ شیخ حسین کون ہیں۔ اندر آویں۔ میں نے چونکہ قلندرانہ پوست باندھ رکھا تھا۔ اس واسطے کہا۔ میں  
 شیخ نہیں ہوں۔ لیکن نام میرا حسین ضرور ہے۔ خادم لوٹ کر گیا۔ اور جو کچھ دیکھا اور سنا تھا۔ عرض کیا۔ ارشاد ہوا  
 یہی شخص مطلوب ہے۔ اندر آ جاؤ۔ چنانچہ میں اندر چلا گیا۔ اور جو باتیں میرے ضمیر کے اندر تھیں۔ وہ  
 سب کی سب ظہور میں آئیں۔ میں نے اُس خانقاہ میں در چلے کہنچے۔ اس کے بعد اجازت ہوئی۔ کہ عہد الملک  
 کا سکندر دہلی سے دور درواہ کے ناصبا پر ہے۔ اُس میں جا کر رہنا چاہیے۔ اور طالبان خدا کی ہدایت کرنا چاہیے  
 چنانچہ تعمیل حکم کی گئی۔

کتے ہیں شیخ عبد العزیز یحییٰ مندری نے جب ظاہری عالم سے سفر کے سعوی ملک کا راستہ اختیار  
 کیا۔ تو آپ شیخ عبد العزیز کی فاتحہ کے واسطے دہلی گئے۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کے فرزندوں کی طرف توجہ بہ  
 کی عمیق فرمائی۔ چونکہ نوحہ اور نار کرنا۔ شان درویشی سے بعید ہے۔ اس واسطے آپ کے کلام سے سوا  
 تسلیم اور سکون کے کوئی بات نظر نہیں آئی۔ جو لوگ گرفتاران رسوم تھے۔ وہ بڑے بڑے کرباتین مارنے لگے  
 اپنے جواب دیا۔ رونائے لوگوں کو زیب دیتا ہے۔ جو دور ہیں۔ اور مجھ کو تو بہت جلد شیخ علیہ الرحمۃ  
 سے ملنے کا موقع درمیش ہے۔ دور دور کے اندر آسودگانِ دہلی کی زیارت سے فراغت ہوئی۔ اس کے  
 بعد اپنے سکندرہ کا راستہ لیا۔ جب سکندرہ میں پہنچے۔ تو ایک گلکار کو بلایا۔ اور اپنی مسجد کے  
 معین میں جگہ تجویز کر کے۔ اُس سے کہا۔ کہ ایک بڑی لبنی چولہی گور کو دو اور اُس کے واسطے جگہ

عمارت لازم ہے۔ وہ بھی تیار کر دو۔ گورکن کو اس کام پر مامور کر کے اپنے دوستوں سے اور عزیزوں سے آفرین اللوع کرنے لگے۔ سب کو حیرت ہوئی۔ جب گور تیار ہو چکی۔ اور وداع سے بھی فراغت ہوئی۔ تو فرغ خاطر اور کشادہ پیشانی کے ساتھ ہجری سنہ نو سو چھترہین وصال دوست کا راستہ لیا۔ ایک شخص ابن آزادون کے عاشق۔ شیخ محمد یوسف کا تب باشندہ کول جو حدیث شناس ہی ہیں۔ اور شیخ حسین کی خدمت میں پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے صدر الذکر کیفیت۔ راقم یادگار کے نزدیک لکھ کر بھیجی ہے

## یاد شیخ عبد الملک بن بانی عباسی

آپ کی زاد بوم اور خواہنگاہ دولون احمد آباد ہیں۔ اپنے بڑے بہائی شیخ قطب الدین کے شاگرد ہیں جنہوں نے حدیث کی سند شیخ سخاوی مسری شاگرد شیخ ابن حجر عسقلانی سے لی تھی۔ علم حدیث اور تفسیر میں ترقی پا کر عام اہل زمانہ کے استاد ہو گئے تھے۔ صحیح بخاری اور قرآن مجید۔ لفظاً اور معنی حفظ تھے۔ ہمیشہ حجرہ اور مسجد کے اندر درو اور نماز میں مشغول رہتے تھے۔ گھر میں کمرہ جایا کرتے تھے۔ ضعیفی کے سبب سے آنکھوں کی روشنی جاتی رہی تھی۔ اور بجائے اس کے دل میں روشنی بڑھ گئی تھی۔ تمام علوم کا درس حفظ دیا کرتے تھے توکل اور تجرید میں آپ کی مثل اس زمانہ میں کوئی نہ تھا۔ مولانا کمال محمد عباسی گجراتی جو اہمین مالوہ کے مفتی تھے۔ حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں۔ ہجری سنہ کچھ اور نو سو سترہ تا۔ کہ ملک تقدس کو کوچ فرمایا۔ مصرع مرقدش از نور مالا مال باد۔

## یاد شیخ عبد العزیز

آپ کا لقب عزیز الحق۔ اور پید بزرگوار کا نام شیخ کمال الحق حسن ابن طاہر تھا۔ آپ جو پوری ہیں قدس سرہم ہجری سنہ آٹھ سو چھیانوے کا آغاز تھا کہ آپ کا قدسی نس۔ منصری جسم کے ساتھ ثابت ہو کر۔ انجام سال میں بعالم ظہور آیا۔ دو سال بعد آپ کے پدر بزرگوار زاد بوم سے ترک سکونت دہلی کو روانہ ہوئے وہاں پر چند روز زندہ رہے۔ پھر آخری سفر پیش آیا۔ اس واسطے انہوں نے اپنے لڑکے کو مرید رشید مولانا قاضی خان یوسف ناصحی ظہر آبادی کے سپرد کیا۔ ظاہری اور باطنی پرورش کی بدولت وہ کمالات پیدا ہو گئے۔ جو آپ کی استعداد میں نہان تھے۔ نثر اور سأت۔ ستر سال تکینا آپ رہنمائی کی کرسی پر بیٹھے۔ ذوق۔ وجد۔ اخلاق۔ اور اشرف۔ یہ صفات آپ میں موجود تھیں۔ نصوص محکم اور نزدیک کتب حقیقت اچھی طرح جانتے تھے۔ اور عمدہ درس دیتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو چھترہین۔ اور

ایک بیان کے بموجب پتیر میں عالم قدس کو روانہ ہوئے۔ خواہنگاہ دہلی میں ہے۔ آپ کے خلیفہ شیخ محمود مدینی نے رحلت ہر کی تاریخ میں ایک قطعہ لکھا ہے۔ قطعہ

منازل در مقام لامکان یافت

خرد کفصاحیات جادوان یا مست

حزنا بحق کہ چون غم سفر کرد

چو تاریخ و فاقش باز بستند

زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ آپ خیلوہ میں اپنا نام ذرہ ناچیز عبدالغفور لکھا کرتے تھے۔ تقدیر کے ذرہ ناچیز کی اعداد آپ کی تاریخ وصال کے برابر ہوئے۔ ایک روز حسین ابن خانون دہلوی نے جن کی پیشانی سے مقبولیت کے آثار نمایان ہیں۔ بیان فرمایا۔

”ایک بزرگ نے عالم مثال میں شیخ نظام الدار یا قدس سرہ کی خدمت میں اتنا س کیا۔ کہ  
 ۶۰ گاہ میں جو کثرت کے ساتھ مجوم ہوتا ہے۔ اس کے محرم کو کوئی خط اور حضوری نہیں ہے  
 جو اب ملا۔ البتہ جس عرس میں عزیز آتے ہیں۔ ہم ہی آجاتے ہیں۔ اور ان کی صحبت سے  
 خوش ہوتے ہیں“

## یا د مولانا پائندہ قلنتی

اپنی نا پائندگی کو حقیقی پائندگی سے ہار کر ایسے زندہ ہوئے۔ کہ پائندہ رہے۔ عقیدت میں نسبت  
 مولانا خواجگی کی خدمت سے رکھتے تھے۔ نقشی اور نفسی تمام علوم آپ کے حالات سے عیان تھے۔ بہت  
 طرح کے فن فراہم کئے تھے۔ اور کاغذی نقوش کو نفوس قدسی کے فیض کا پرورہ بنایا تھا۔ ظاہری درس دینے کی  
 شان میں۔ آپ باطنی معرفتیں لوگوں کو تسلیم کیا کرتے تھے۔ اور بیا کے گرداب سے صحیح و سالم نکل کر سلوک  
 کی آفات سے آسودہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اس شکل کے ساتھ لوگوں کو آپ کی فیض رسانی عام ہو گئی تھی۔  
 سخاوت اور ایثار کا پسندیدہ شیوہ آپ کے غمیر میں داخل تھا۔ کئے ہیں۔ آپ کی روح کرامات کی منزل سے  
 سنایت سبکی کے ساتھ اوپر کی طرف خرامان خرامان چلی گئی۔

## یاوشیخ اوصحن

آپ شیخ بہا مالہ دین جو پوری کے بیٹے ہیں۔ مرق العابدین کا خطاب ہے۔ اپنے چند بزرگوں کے  
 مرید اور تلقین یافتہ ہیں۔ بہت سے چشتیہ۔ سہروردیہ۔ اور قادریہ مشائخ کی ملازمت سے نائدہ حاصل کیا تھا  
 آپ کے دل کو انواع و اقسام کے سخی علوم سے فروغ تھا۔ یکبارگی انہی صحبت کے جذبات ایسے پیدا ہوئے

کہ علمی گہر بارسٹ ٹ گیا۔ اور اخیر میں ہواے نسانی کی مخالفت اور پوشخت نفس کی لڑائی کی بدولت  
بصیرت کے حضور میں باریابی ہوئی۔ گفتار کی قسم میں سے یاد مولیٰ کے سوا۔ اور خاموشی کی قسم میں سے  
عالم اسرار کے اندر استعراق کے سوا۔ کچھ باقی نہیں رہا۔ ضعیفی کے زمانہ میں سلع کا دلولہ پیدا ہو گیا تھا باوجودیکہ  
ظاہری پیری عارض حال تھی۔ مگر قص طاقتور جوانوں سے زیادہ طاقت کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ اور بہت سے  
نوگن کو روٹھایا کرتے تھے۔ جبری سنہ نو سو چھتیس میں عالم قدس کو کوٹھ فرمایا۔ خوابگاہ جو پور۔

مصنع سمیاء عشق پیران را جوانی مسید

## یاد شیخ حسین بغدادی

آپ امام ابوحنیفہ کوفی کی نسل سے ہیں رحمہما اللہ بہت طرح کے عقلی اور نقلی علوم میں اجتہاد اور  
یجاز و سخن کا رتبہ حاصل تھا۔ نیک عادت۔ منکر المزاج۔ برو بارہ اور ذی محبت تھے۔ جب آپ کی تحصیل تمام ہوئی  
تو افضل روزگار میر غیاث الدین منصور کی ملازمت کا خیال پیدا ہوا۔ اور یہ خیال آپ کو بغداد سے شیراز میں کسب  
لایا۔ ایک روز شیراز کے حاکم ابراہیم خان نے مقیم اور مسافر جملہ علما کو بلا کر ایک بڑی مجلس کی۔ میر قوی کو تجزیہ کی  
شرح پر علت و معلول کی بحث میں ایک اعتراض تھا جس کے حل کرنے میں تمام اہل سخن عاجز تھے۔ اور اس کے  
سبب خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ سوائے شیخ حسین کے جو نود اور تھے آپ نے فرمایا۔ دو روز کے واسطے شرح  
تجزیہ منجھو دیدی جائے۔ تاکہ اس بحث کے اندر تامل کروں۔ اور پھر جو کچھ خیال میں آوے۔ گزارش کروں۔ خیر  
خلاصہ حکما یہ ہے کہ آپ نے چند طرح سے اس مسئلہ کی الجھنوں کو کھولا۔ صاحب اعتراض کو یہ بات ناگوار گزری۔  
اس سبب سے مشکل کشا نود اور کو خارجیت کے ساتھ متہم کر کے حاکم سے عرض کیا۔ کہ ایسی فتنہ روزگار کا اس  
شہر میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ حاکم نے دل میں انصاف کر کے جواب دیا کہ جو شخص حصول سعادت کی نیت سے  
ہمارے افادت دستگاہی کی ملازمت میں آیا ہو۔ اُس کو شہر بدر کرنا۔ بہتر معلوم نہیں ہوتا ہے اور اس شکل  
کے حل کرنے کی تعریف تو نمد دم کی ہی ہے۔ اس طریقہ سے حاکم نے رنج خاطر دور کیا۔ چند روز بعد دونوں بزرگوں  
کی صحبت میں ایسی گہرا گرمی پیدا ہوئی۔ کہ بغدادی کا سینہ۔ معلومات شیرازی کے جواہر سے لبالب ہو گیا  
اور سیر و سفر کی باتیں موقوف ہوئیں۔ اخیر میں آپ کو سفر حجاز کا سودا ہوا۔ اور اس شورش نے دوستی کا اور  
بود باش شیراز کا پوند توڑ دیا۔ جب طواف حرمین شریفین سے فراغت حاصل ہوئی۔ تو سیاحت ہند کا  
خیال آیا۔ جب دہلی اور دیگر ماباد ہند کی سیر فرماتے ہوئے آپ احمد آباد میں پہنچے۔ تو اسادل کی گھلی محلہ



شاہ ابو تراب سلامی میں اترے۔ اس شہر کی محبت انگیز خاک دامن گیر ہوئی۔ جس کے سبب سے پیاشرین کی ہوس دل سے نکل گئی۔ نیز میان کے بزرگوں کی خواہش۔ آپ کے مقید کرنے کے واسطے کندہ بنی بھجوری آپ اقامت فرما کر درس دینے لگے۔ بہت سے طالبوں کا سینہ۔ آپ کے انفاس کی برکات سے علوم کا گھر بنا۔

ما خصوص حکیم عثمان بوبکانی سندھی۔ اور مولانا عبدالقادر بغدادی کو حکمت اور ریاضی کے فنون میں۔ آپ کی شاگردی سے۔ اکتادری کی سند ملی۔ جب آپ کی عمر چھتیرک میں آئی۔ تو بھری سنہ سو ستتر میں آپ کو اس سال کی بیماری ہوئی اور اس بیماری میں زمانہ زندگی انجام کو پہنچا۔ رسول آباد میں دفن کئے گئے۔ تقدیر کے طلسمات اور فضا کی گھٹکاریاں عجیب ہیں۔ اولاً سیر حجاز کا خیال ضمیر میں پیدا کیا۔ بعدہ سیاحی کی شورش مہین بہری۔ اس کے بعد جب شہر خواہنگاہ میں پہنچا یا۔ تو جہان گردی کی ہوس دل سے دور کر دی۔

لے حتیٰ یاتینہ الیقین ۵ مصرع علم اسباب بزم وصل باو۔

## یاد شیخ بہاء الدین مفتی

آپ شیخ شمس الدین محبوب ملتان۔ قریشی۔ اسدی۔ ہاشمی کے بیٹے ہیں قدس سرہ آپ رسمی علم سے ظاہر کی آراستگی اور حقیقی وجدان سے باطن کا فروغ بڑھاتے تھے۔ غوث العرفا شیخ بہاء الدین کی نسل سے ہیں۔ سعادت۔ عقیدت۔ اور خلافت اپنے پر بزرگوار سے پائی تھی۔ اور انہیں کے جانشین تھے۔ اپنی بزرگی کا لحاظ نظر انداز کر کے۔ بیچاروں کا کام بنانے کے واسطے اہل دنیا کے دولت خانوں پر چلے جایا کرتے تھے۔ جس زمانہ میں سلطان حسین نے بکر سے ملتان کی زمین میں آ کر فتنہ و فساد برپا کیا ہے۔ تو اس ملک کے بڑے بڑے لوگوں میں جلا وطنی کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ آپ نے بھی اپنا وطن چھوڑ دیا۔ اور ظہیر الدین بابر بادشاہ کا زمانہ تھا۔ کہ شہر آگرہ میں آ کر دو باس اختیار کی۔ بہت سی چہپی ہوئی ضمیر کی باتیں۔ آپ کے آئینہ خاں کو ظاہر ہو جایا کرتی تھیں۔

کتے ہیں۔ اسحق نامی ایک حافظ تھا۔ آپ کا سفارش نامہ سلیمان کر رانی کے نام لے گیا۔ جو شہر ترقی ملک کا فرمان روا تھا سب سادہ لوح کی زبان پر یہ بات آئی۔ کہ تورانی اور ایرانی قلمرو کے باشندوں کو ہمارے نام رقعہ لکھنے کا کوئی حق نہیں ہے حافظ کا دل یہ تقریر سن کر ناامیدی سے مکھڑھا۔ رات کے وقت سفارش لکھنے والے شیخ کی مثالی صورت نے عالم خواب میں زبان فصیحیت سے اس طعنہ زن شخص کو

تنبہ کیا۔ چنانچہ اُس نے صبح کی سفیدی نمودار ہونے سے پہلے ہی اپنے نوکرون کو حکم دیا۔ کہ جو حافظہ رقعہ لایا ہے۔ اُس کی اچھی طرح سے دل جوئی کی جاوے۔ اور بے تامل اُس کو دربار میں لاکر کامیاب کیا جاوے چنانچہ تعمیل حکم کی گئی۔

کتے ہیں۔ عبدالرزاق نامی ایک سوداگر ملتان کا تھا۔ اُس کا بیان ہے۔ شیخ کی رحلت گیا رہوین شوال ہجری سنہ نو سو اٹھتر میں ہوئی ہے۔ آپ کی رحلت کے بعد میں ہندوستان میں بندریہ خرید و فروخت آتا جاتا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا۔ کہ تمام سامان فروخت کر کے میں نقد روپیہ کر لیا تھا۔ اور سامان سفر باندھ رہا تھا۔ کہ ایک بدنیت غلام جو خدمت میں تھا۔ تمام نقد جو سامان کی بکری کا صبح شدہ رکھا تھا۔ اٹھا کر فرار ہو گیا۔ ایک تو دل کے اندر نقصان کا غم تھا۔ دوسرے ہوشیاری اور احتیاط کام میں نہ لانے سے ملعون و تشنیع کے تیر اوپر سے پڑنے لگے۔ اس واسطے ہمت اور عاطفت فرمانے کی غرض سے۔ شیخ کی روح پاک کی طرف متوجہ ہوا۔ رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ سجاوہ کندھے پر ڈالے ہوئے۔ مسجد کی طرف جا رہے ہیں میں نے جلدی سے دوڑ کر اپنا سرگستاخانہ۔ آپ کے پائے مبارک پر رکھ دیا۔ فرمایا۔ اتنی خوشامد نہ کرو۔ اطمینان رکھو۔ کہ بہاگے ہوئے شخص اور گئے ہوئے شے۔ دونوں کا پانوں تمہاری روزی کی زنجیر میں پھنسا ہوا ہے۔ لہذا جلد پہنچا ہوا سمجھنا۔ عبدالرزاق کا بیان ہے۔ کہ دو روز بعد اس خوشخبری کا ظہور ہو گیا۔ آدھی کوڑی کی برابر ہی اُس مال میں حیانت نہیں ہوئی۔

آپ کی خواہگاہ اگرہ کی شمالی سمت کے حدود میں ہے۔

## یاد شیخ مبارک سندھی

آپ کی زاد بوم موضع پاتر ہے۔ جس کی آبادی کی بنیاد قائم کرنے میں آپ کے جد امجد مسیح القلوب کے آباؤ اجداد۔ اور شیخ طاہر کے پدربزرگوار کے ساتھ متفق تھے۔ آپ رسمی علم میں مخدوم عباس ابن جلال کے شاگرد ہیں۔ نوشتہ تقدیر نے آپ کو وطن سے احمد آباد میں لا ڈالا۔ اور چند سال آپ اس شہر میں ناصر الملک کی مسجد میں مدرس پر بیٹھے رہے۔ اخیر میں سیاحی کا کام پیش آ گیا جو سفر کا باعث ہوا۔ جب برہان پور پہنچے تو اُس صوبہ کے حاکم نے قصبہ جو پرہ کے منصب قضا پر آپ کو مامور کیا۔ ناچار اپنے قبول فرما کر قضا کی چادر سے اپنی اندرون حالت کو چھپایا اُس وقت میں فرمان روا سے صوبہ بہار کا وزیر اعظم تھاول خان تھا۔ اُس کی التماس قبول فرما کر چند روز

بعد آپ روانہ ایلچی پور ہوئے۔ وزیر اعظم نے کمال عزت اور حرمت کے ساتھ استقبال کیا۔ اور شہر میں لاکر اسی پایہ تخت کا مدرس کر دیا گئے ہیں۔ آپ کافی گانے پر۔ اور شیخ لادھی سندھی کی نغمہ پردازی پر بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ ہمیشہ آنکھوں میں پانی بہا رہتا تھا۔ بیداری آپ کی ایسی عادت ہو گئی تھی کہ مات دن کے ساتھ ہم رنگ رہتی تھی۔ بالآخر آپ وہاں سے شیخ ظاہر یوسف کی دوستی کے خیال سے برہان پور کو ہجر ہوئے اور تمام چیزوں سے دل ہٹا کر شیخ شاکر محمد عارف کی ملازمت میں لگایا۔ شرح قیصری کا مقدمہ پڑھنا شروع کیا۔ اور انجام کو پہنچایا اس فرصت کے اندر وسیع القلوب نے چند علوم متداولہ آپ سے حاصل کئے۔ القصد روز جمعہ ہجری سنہ نو سو اٹھتر کو ملک تقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ خواہنگاہ برہان پور۔ شیخ ابراہیم ابن عمر سندھی کے حفیظہ مقدس میں قدس سرہم۔

مصرع مبارک بر مبارک باد دیدار:

## یاد سید مرشد الدین ولد میر رفیع الدین محدث صفوی

آپ کو عقلی و نقلی علوم۔ اور ظاہری و باطنی تصرفات کمال کے درجہ پر حاصل تھے۔ تمام صوفیہ اوصاف و اخلاق کے ساتھ بالخصوص سیرت۔ سخاوت۔ اور ایثار کے ساتھ موصوف تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے ایک اہل ضرورت کو اس قدر نقد دیا۔ کہ ایسے آدمی کو اس قدر مال دینا عقل ہرگز تجویز نہیں کرتی تھی۔ اس سبب خزانچی اور دیگر کارپردازوں نے اس بخشش کی رقم کو مکان کے صحن میں سید کی آمد و رفت کے واسطے پر لاکر انبار کیا۔ جب آپ کی نگاہ اس ڈھیر چوڑھی۔ دریافت فرمایا۔ یہ مال کس غرض سے اس طرح ڈال رکھا ہے۔ عرض کیا گیا۔ کہ یہ بخشش کا نہ ہے۔ جس کی نسبت فلان شخص کے لئے حکم ہوا ہے۔ بیان۔ اس خیال سے فراہم کیا گیا ہے۔ کہ ملاحظہ سے گزر جاوے۔ فرمایا۔ ہم تو سمجھتے تھے۔ کہ جو کچھ کہنے دیا ہے کافی ہوگا۔ مگر یہ تو بہت کم ہے۔ اسی قدر۔ اور اس پر زیادہ کر دیا جاوے۔ تاکہ ہمت اور بخود دی کے ناموں ہاتھ میں رہے۔ بیٹا۔

غلام ہمت آئم کہ زیر چرخ کبود	زہر چہ رنگ تعلق پذیر و آزادست
------------------------------	-------------------------------

آپ کی خواہنگاہ اپنے بزرگوار باپ کے مرقد کی برابر آگرہ میں ہے۔

## یاد مولانا ناصر مفتی

آپ جمال سادات ہروی میں سے ہیں۔ آپ کا مرتبہ عشق اور عرفان میں اونچا تھا۔ اور آپ کی سنہ

حدیث اور فقہ میں بلند تھی۔ ایک روز مشکوٰۃ کے اندر ایک حدیث نظر سے گزری۔ جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اولاً اپنا بے مثل دیدار۔ قیامت کے روز اُس شخص کو دکھا دے گا۔ جس کی ظاہری آنکھ بُری اور نا جائز چیز کے دیکھنے سے آلودہ نہ ہوئی ہوگی۔ پاک ہوگی۔ آپ نے اُسی مجلس میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ کہ آنکھ کی ضرورت نہیں ہے۔ فوراً نابینا ہو گئے۔ اس کے بعد تیس سال تک درس دینے سے طلباء کو فینس ہو چھایا۔ ہجری سنہ نو سو اسی میں آپ کی تدریس آسمان ہوئی۔ آپ کے فرزند رشید مولانا میر آپ کے جانشین ہوئے۔ میر فروغی اشرف کہتے ہیں۔ جس وقت میں ہدایہ فقہ آپ کی خدمت میں پڑھا کرتا تھا۔ تو آپ نے فرمایا تھا۔ اگر معاملات فقہ پڑھنے کی غایت فتویٰ۔ قضا۔ نذرستانی ہے۔ تو تم کو اس سے کوئی نتیجہ نہیں ملے گا۔ اور میری تعلیم تو کل پر نہیں ہوگی۔ ہجری سنہ کچھ اور نو سو نو سے ہتا کہ وصال کی نوید آئی۔ چنانچہ بے تامل حقیقی محبوب کے حضور میں روانہ ہو گئے۔

مصرع ناصب میر باد نصرت حق۔

## یاد شیخ عبدالحکیم گوشہ نشین کالیسی

اولاً آپ سپاہیانہ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ جب حاجی عبدالوہاب کی خدمت میں بیعت ہوئے۔ تو چند روز بعد خلعت خلافت سے بھی سرفرازی ہوئی۔ شمسی تین دور تک ستارہ کی طرح آپ کی موہوم ہستی۔ آفتاب احدیت کی تجلیات میں منتشر رہی۔ اور محذوبوں کا ساحل رہا۔ اخیر میں ایک گنبد تھا۔ محمود خان کی مسجد کی برابر تھامی میں۔ وہاں کے حاکم نے اپنے آباؤ کے واسطے تعمیر کرایا تھا۔ مگر اُن کو نصیب نہیں ہوا۔ اس گنبد میں آپ چالیس برس تک گوشہ نشین رہے۔ اسی مسجد میں خواجہ غفر علیہ السلام کی ملازمت سے فیض پایا۔ جب اپنے رحلت فرماں تو لفظ حکم خدا شدہ جس کے اعداد نو سو یا سی ہوتے ہیں۔ تاریخ ہوئی۔ آپ کے ایک لڑکا ہے۔ شیخ عبدالشکور نام۔ فضیلت اور پرہیزگاری میں مشہور اور گوشہ نشینی میں باپ کی طرح نامور۔ کسی حاکم اور کسی مال دار سے نذر کے طریقہ پر کبھی کچھ نہیں لیا۔ اور محض توکل اور آسمانی روزی پر گزارا کرتا رہی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ شیخ عبدالشکور کی توفیق میں دوام اور عمر میں درازی بخشے بیت۔

حکمت بے علت او باعث است

ہر چہ بر من میر سدا زینک و بد

## یاد شیخ قصاب

آپ میرزا شاہ کے باکمال مرید اور صاحب حال خلیفہ ہیں۔ شہر بنجارا میں صاحب خانقاہ اور صاحب خانوادہ تھے۔ آپ کا اکثر زمانہ جذبہ اور جلال میں گزرتا تھا۔ آپ کی عجیب عجیب خوارق عادات بہت سی تھیں۔ رفتار میں اور نیز قیام میں تنہائی کو پسند کیا کرتے تھے۔ اگر چند دوست اور مرید۔ سیر کے واسطے آپ کے جانے کے وقت پیچھے سے پوچھ جاتے تھے۔ تو دور سے ہی لوٹ کر غصہ سے پکارتے تھے۔ تم لوگ واہی تباہی آوارہ گرد ہو۔ اس شکل رفتار سے تم یہ بات جتاتے ہو۔ کہ جو کچھ تمہاری آرزو ہے۔ وہ مجھ میں نہیں ہے۔ اور جو کچھ تم چاہتے ہو۔ وہ مجھ کو نہیں ملا ہے، کتے ہیں۔ بھری سفہ نو سو اسی میں نمود کا حرف مہر مہر ہستی کی تختی سے ڈھو ڈالا ہیست

لیکن از قید جہان آزاد رفت

اگر چہ اور نہ قصد ہشتاد رفت

## یاد شیخ راجی محمد عینی

آپ شیخ خان کے بیٹے تھے۔ جو دہشت سے شیخ محمد سہرانی کو پو پختے ہیں۔ رسمی اور حقیقی دونوں طرح کے علوم آپ میں جمع تھے۔ اندرونی فروغ۔ آزادگی۔ بخودی۔ فیض رسانی۔ سلامت روی۔ بردباری۔ نمان دانی۔ اللہ شکل کشائی۔ یہ صفات حد بیان سے زیادہ آپ میں پائی جاتی تھیں۔ کتے ہیں۔ گیارہ سال کی آپ کی عمر تھی۔ کہ وطن سے پیر اور اُستاد کی تلاش میں حیران اور سرگردان نکل باگے۔ تلاش کرتے کرتے برہان پور خانہ میں آپ پونچے۔ دو سال تک رسمی علم کی تحصیل میں مشغول رہے۔ اندرونی جوش فرہ نہیں ہوا۔ لہذا وہاں سے دکن کی جانب سفر اختیار کر کے شہر بیدر میں پونچے اور بیان شیخ محمد ملتانی کی خدمت میں شرف یاب اور مرید ہو گئے۔ بارہ سال ایک حجرہ میں اپنے مخدوم زادہ شیخ مخدوم کے ساتھ۔ اشغال صوفیہ میں گزارے اور پیر کی پرورش اور حضور کی۔ کبھی دانش۔ اور وہی نبیش میں کمال اور تکمیل کے درجہ کو پونچے۔ مصرع خوب رور اگر بیا را بند زبیا تر شود۔

آپ فرماتے تھے۔ ایک رات مجھ کو مکاشفہ میں معلوم ہوا۔ کہ اکمل الاولیا شیخ محی الدین جبیلانی قدس سرہ مصلی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور بے انتہا آدمی اور بے شمار وحوش و طیور آپ کے گرد محو جمال ہیں۔ ان سب میں سے اپنے میرا نام لیکر بلایا۔ اور مصلی کے نیچے جو غس و خاشاک تھا اُس کو اپنے دست مبارک

سے جس لڑویا۔ اور فرمایا جو دونی کی زندگی۔ عنصری آثار سے تمہارے آئینہ دل پتھی وہ صاف ہو گئی اب مصلے پر بیٹو۔ اور یکتا نے بے نیاز کی ناز پڑھو۔ اور قطبی ولایت کی خوشخبری بے منت اس ہجوم میں بھگو دی۔ اس کے بعد پیر نے بھی فرقہ خلافت عطا فرما کر اربعین میں رہنے۔ اور لوگوں کی رہنمائی اور تعلیم کرنے کی اجازت فرمائی۔

ہجری سنہ نو سو تیس تھا۔ کہ آپ اربعین میں آئے چند روز چہرہ پر برقع رکھا۔ اس خیال سے کہ کسی جگہ چشم ہو س نہ جا پڑے اور کسی بال میں نہ پناں دیوے۔ اخیر میں ایک صاحب سید صفی سلطان خلیج کے امراء اعظمین سے تھے۔ اور ان کو شریف خانی خطاب ہی تھا۔ سید صاحب نے دشمنانہ لوگوں کو درمیان میں ڈال کر اپنی لڑائی کا کٹھن شیخ سے کر دیا۔ اس کے بعد خانہ قاری کے ساز و سامان کی فکر کا آغاز ہوا۔ خانقاہ۔ جامع مسجد۔ اور مقبرہ تینوں چیزیں تیار ہو گئیں۔ پچاس برس تک درس دیا۔ اور طریقت کی تلقین کر کے بہت سے درویشوں کو۔ رسیدہ لوگوں کے عالی درجہ پر پہنچایا اور ہر ستائیسویں رمضان ہجری سنہ نو سو بیاسی کو ملکوتی ملک کی فتح کے واسطے عنصری ملک سے کوچ کا تقارہ بجا دیا۔ قطعہ۔

شاہد شہود در چشم شہود

در شمار نصیب و ہشتاد و دو

شیخ راہی از محمد آنکہ بود

رفت از کوئے ہوا در ملک ہو

آپ کے چھ بیٹے تھے۔ عبدالرحمن۔ عبدالرحیم۔ عبدالکریم۔ یہ تین ایک مان سے۔ اور عبدالکلیم۔ عبدالحمید۔ عبدالحمید۔ یہ تین دوسری منکوحہ سے تھے۔

عبدالرحمن باپ سے پہلے ہی کوچ کر گئے۔ ان کے دو بیٹے رہے۔ محمد۔ اور محمود۔ پچھلے بیٹے محمود کو ہجری سنہ ایک ہزار دس میں جذبہ ہو گیا۔ اور فقوہ و انجمن ہو گئے۔ ہائیون کو دہوکہ دیکر ایک روز رات کو نکل گئے مصرع یوسف از براء ان گم شد پڑ آنے والے حجاز میں بتلاتے ہیں۔

شیخ عبدالکریم پید بزرگوار کے بعد ان کی جگہ سجادہ نشین ہوئے۔ اپنے صاحب ولایت بزرگوں کی روش کو زندہ کیا۔ اخلاق میں پسندیدگی اور اوصاف میں سنجیدگی بہت تھی۔ جوان مرد۔ پرہیزگار حق شناس۔ خدا پرست۔ پاکیزہ باطن۔ مہمان دوست۔ زندہ دل۔ اور فارغ البال یہ جملہ صفات آپ میں موجود تھیں۔ ہجری سنہ ایک ہزار پانچ میں عالم دنیا کو رخصت کیا۔ پید بزرگوار کے گنبد کے

باہر جنوبی سمت میں دفن کئے گئے۔ دو فرزند چھوڑے۔ ایک شیخ عبد العزیز۔ جو علوم متداولہ سے آراستہ ہیں۔

انہوں نے اولاً رسمی علوم کا اکتساب شیخ عبد الکریم نیروالہ کی خدمت سے کیا تھا۔ پھر بعد میں وجیہ الملتہ والدین  
 علوی احمد آبادی کے درس میں بلا التزام بیٹیکر کتب بسوطہ کی تصحیح کی۔ آپ بجا کلمہ کو مین بتی تمذہب الملوک  
 اس غرض سے کہ مستحق بیکسون کی مہات باسانی انجام پادین۔ بظاہر نواب کا منگاریہ سالار عبد الرحیم خان  
 خانخانان ابن بیرم خان خانخانان کے جاگیر ملک کی صدارت کا منصب۔ اور نیز نواب کی مجلس کی  
 مصاحبت قبول کرلی ہے۔ مگر باطن میں سرسودا بستگی خاطر کو پاس پٹکنے نہیں دیا ہے۔ راقم زمانہ ہوش سے  
 ان کے حالات کا محرم ہے شیخ عبد الکریم کے دو فرزند عبد القادر ہیں۔ جو اپنے آبا کے کرام کے وطن  
 میں خانہ اور خانقاہ کا چراغ جلاتے ہیں سلموہما اللہ

## یا دہا فظ عبد الکریم بصیر

آپ شیخ عبد الملک قاری کے شاگرد ہیں۔ قدس سرہما سا تون قرآۃ مع چودہ روایتوں کے از برتین  
 اور قصیدہ شاطبیہ مع معنی اور اس اشکل کے جو اس پر فارو ہے۔ بالکل حفظ تھا۔ آپ کی قرآن خوانی میں بہت  
 کچھ تاثیر اور دل ربائی پائی جاتی تھی۔ آپ کی بیانی۔ آنکھوں کی سیاہی سے کم کر کے سویدے دل میں زیادہ کر دی  
 گئی تھی۔ آپ کا باطن۔ قرآنی نور سے ایسا سنور تھا کہ ہمیشہ ہم نشینوں کے ضمیر کی باتیں آیات کے پردہ میں ظاہر  
 کر دیا کرتے تھے۔ آپ کی خراب گاہ آگرہ میں ہے۔

حافظی کے حالات کا بیان کرتے ہوئے۔ یہ خرق عادت یاد آگئی۔ کہ سبھی سنہ ایک ہزار چودہ  
 تا شاہزادہ شاہ مراد اکبر شاہ نے دکن فتح کرنے کے واسطے چڑھائی کی تھی۔ راقم کو بھی اس یورش کی سیر کا  
 خیال ہوا۔ جب قلعہ احمد نگر کا محاصرہ ہو گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس زمین میں شریف نامی ایک مجذوب اس طرح  
 پوشمور ہیں۔ کہ زائرین کے حالات۔ آیات قرآن کے منہا میں میں ظاہر کرتے ہیں۔ ایک روز فقیر۔ مولانا محمد رضا  
 خلیبی تخلص۔ اور فصیح ابیان انیسویں جن کا نام بوہلی بیگ تھا۔ ہم تینوں شخص ملکر مجذوب صاحب کی  
 خدمت میں گئے۔ جواب سلام کے بعد اپنے آیر ان گنتم جنباً فاطھترو ا پٹھی۔ جب آپ کے  
 نزدیک سے ہم لوگ اٹھ آئے تو بوہلی بیگ نے فرمایا۔ کہ مجھ کو احتیاج غسل تھی آپ لوگوں کے مضطر بانہ آنے سے  
 فرصت نہ ملی۔ وگرنہ غسل کے واسطے تیار تھا۔

لے اکثری۔ یہ ہیں جو ملک کی خدمت کرتے ہیں ۱۲ لے اگر تم پاک ہو۔ تو پاک ہو جاؤ

## یاد میرزا شاہ نقشبندی

آپ کے پیر بیعت مولانا خواجگی مہن۔ آپ اپنی بخشش سے مال کی گوشمالی کرتے تھے۔ اور دل ریش  
 درویش کے ریش پر مہم رکھتے تھے۔ سخاوت کو فقر کا سرمایہ کیا تھا۔ اور الفقیر فخری کی سیلہی سے وحدت کے  
 عالی شان محل پر چڑھ گئے تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ میں پانچویں پشت میں حضرت خواجہ بزرگ سے جا ملتا ہوں  
 اور ان کے باطن سے مینے فیض و کمال پایا ہے۔ البتہ ظاہر میں ارادت مولانا سے ضرور رکھتا ہوں۔ ہجری  
 سنہ ۱۰۶۰ء کو اسو سہی تھا۔ کہ منزل خاک کے سقیموں کو خیر باد کلمہ و حانیوں کے پاک مقام کو روانہ ہو گئے۔

## یاد شیخ حسن محمد فیلپانی

آپ۔ میا بخی احمد کے بیٹے ہیں۔ عالم۔ عارف۔ عاشق۔ عابد۔ اور اپنے عم مکرم شیخ جمال چشتی کے مرید  
 تھے۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کی نسل سے ہیں۔ زاد بوم اور خواجگاہ دونوں احمد آباد ہیں۔ آپ  
 کے حالات کے روزنامہ کی نہرست اس طور پر ہے۔ اولاً نماز صبح کے فرض پڑھنے کے بعد سے بلا فصل دوپہر تک تلاوت  
 اور سہی درس میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے بعد درویشان خانقاہ کے ساتھ کسی قدر کمانا کاتے تھے۔ قیلو کے  
 بعد نماز ظہر ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد وعظ و نصیحت کی مجلس شروع ہو جاتی تھی۔ تو وہ عصر تک رہتی تھی۔ عصر کے  
 بعد درو اور دعائیں شام تک مشغول رہتے تھے۔ پھر نماز مغرب پڑھتے تھے۔ ذکر و ہر شروع کر کے وقت عشا  
 تک جاری رکھتے تھے پھر نماز عشا ادا کر کے۔ حجرہ کے اندر چلے جاتے تھے۔ نماز کماں نیاز کے ساتھ ادا  
 کرتے تھے۔ رات میں تنہا بیدار رہتے تھے۔ جب صبح کی سفیدی نمودار ہو جاتی تھی۔ تو پھر وہی معمولی  
 کام از سر نو شروع کر دیتے تھے۔ المقصد ایک پاک مارنے کی برابر ہی زندگی کو بیکار نہیں جانے دیتے تھے  
 ہجری سنہ ۱۰۶۰ء کو بیعت میں رحلت کے وقت وصیت کی۔ کہ عبادت کی زمین درویش کے  
 کالبد سے آشنا ہے۔ مجھ کو اسی خاک کے سپرد کر دینا۔ آپ کے بڑے بیٹے شیخ محمد۔ جن میں زیادہ تر بزرگوار  
 باپ کی خوبی پائی جاتی ہے۔ آج کے روز آپ کے جانشین ہیں۔ مصرع نور ایمان باد شمع تربتیش

## یاد شیخ جو بیاری

خواجہ جو بیاری جو بیاری وحدت کے سرور تھے۔ اور خضر صورت تشنہ لبون کے واسطے حکم چشمہ کار رکھتے  
 تھے۔ کان میں حلقہ مولانا خواجگی کی بیعت کا تھا۔ قاسم شیخ کے ہم عصر ہیں۔ کتے ہیں۔ جو شخص قاسم شیخ  
 کی ملازمت میں جاتا تھا۔ تو قاسم شیخ اولاً اس کی ازلی اسعد اور نظر ڈالتے تھے۔ اگر وہ شخص سعادتمند بن



میں ست ہوتا تھا۔ تو خواجہ جو باری کی خدمت کی طرف متوجہ کر دیتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ طالبانِ خدا کی کشمکش کی کبھی۔ خواجہ جو باری کے ہاتھ میں دیدی گئی ہے۔ اور اگر طالب ایسا نہیں ہوتا تھا۔ تو دعا دیکر رخصت کر دیتے تھے۔ ایک ناظم نے یہ پیت لکھی ہے جو آپ کے ہم عمر ہوتا۔

مرید خواجہ جو بارباش و شاہی کن | بردیشہ ہرنیارا او ہر چہ۔ خواہی کن

ہجری سنہ نو سو اسی میں ناسوتی سرا سے سے ملکوتی گلشن آباد کو کوچ فرما گئے۔

## یاد شیخ لہرہ

آپ کا نام عبد الرزاق تھا۔ شیخ عبدالفتح مکی کے چھوٹے بیٹے ہیں۔ صاحب کمالات اور نجشائش شعار تھے۔ نان دہی۔ آپ کے ہاتھ میں تھی۔ کہتے ہیں۔ ایک شخص سے ایک کام میں ایک خیانت ہو گئی تھی۔ آپ نے از روئے نصیحت خائن سے کہا۔ ایسے نالائق کام کی تہمت تھے کیون گوارا کی۔ اُس نے آپ کے بلیکٹ سر پر جو ٹا ہاتھ رکھ کر قسم کھائی۔ کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو۔ تو کرنے والہ کی آنکھیں کور ہو جاویں دو ہفتہ سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ کہ بدون بیانہ کسی تکلیف کے آفت نابینائی اُس کی آنکھوں کو پہنچ گئی۔ شب جمعہ بیسویں جمادی الاخریٰ ہجری سنہ نو سو چوراسی میں منزل فنا سے مقام بقا کو جلت فرمائی۔ ایک اہل سخن نے یہ قطعہ آپ کی وفات کی تاریخ میں لکھا ہے قطعہ

اک سوے جنۃ المسادی گزر کرد

بزرگ دین و دنیا شیخ لہرہ

از ان روز شد شب جمعہ سفر کرد

شب جمعہ سفر چون کرد تاریخ

## یاد شیخ محمد ابن طاہر نروالہ

آپ کی ذات سے دوع اور تقویٰ کی محفلوں کی مسند کوزنیت تھی۔ اور کتاب ہ سنت کے نقد کا امتحان ہو جاتا تھا۔ حدیث میں شیخ علی متقی کے شاگرد ہیں۔ اس فن میں ایک بے نظیر کمال حاصل کیا تھا۔ مجمع البیار نام ایک مشکل کشا شرح۔ احادیث کی صحاح ستہ پر جو ہے۔ وہ آپ ہی کے قلم تالیف کی لکھی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ میرے استاد اپنے وقت کے افضل البشر۔ اور خداوند ولایت صدیق اکبر تھے۔ وہ فرماتے تھے۔ میرے بعد تم ہی اس رفیع شان درجہ کو پہنچو گے۔ بعد دیدہ گروہ جو سید محمد جو پوری کا پیرو ہے۔ اس گروہ کی شکست دینے میں آپ اپنے استاد کی طرح ہمیشہ کوشش کیا کرتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو چھپاسی میں اجمین اور سارنگ پور مالوہ کے درمیان ایک جماعت

اشائے راہ میں آپ پر آگری۔ اوشہید کر دیا۔

اس واقعہ کا آغاز اور انجام اس طور پر ہے۔ بوہرون کا گروہ آپ کے ہم قوم تھا۔ آپ نے عہد کیا تھا۔ کہ جب تک بوہرہ قوم کی پیشانی اور دل سے تشیع اور بدعت کی سیاہی۔ تلقین سنت کے آب زفرم سے دھونہ ڈالون گا۔ سرپرستار نہیں باندھون گا۔ جب ہجری سنہ نو سو اسی میں بادشاہ زمانہ اکبر شاہ نے ملک گجرات فتح کیا۔ اور نذر اللہ بین شیخ سے ملاقات ہوئی۔ تو بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر پگڑھی باندھی۔ اور کہا۔ میں نے آپ کے پگڑھی چھوڑ دینے کا سبب سُن لیا ہے۔ اور اس ذہنی صورت کا خارج میں ظہور۔ دلی زمانہ کی امداد اور دستگیری پر موافق ہے۔ اب اس سرپا خیریت پر عمل کرنا۔ میرے ذمہ لازم ہے۔ چونکہ صوبہ گجرات اور دارالخلافہ احمد آباد کی حکومت۔ اُن ایام میں نواب مستطاب خان اعظم میرزا عزیز کوکے کے نام نامی پر نام زد تھی۔ اس سبب سے نواب صاحب کی امداد کی بدولت۔ اس قوم کی گمراہی اور کج رفتاری کی بہت سی رسمیں ناسخ و بنیاد سے اُکھڑ گئیں۔ لیکن صاحب تاج کو اپنی محفل سے خان اعظم کی جدائی بہت کم پسند تھی۔ لہذا شاہ نے نواب صاحب کو اپنے حضور میں طلب فرمایا اور امراء اعظم میں سے ایک اور صاحب ایران زمین کے باشندہ تھے صوبہ مذکورہ کی جاگیر میں دیدیا۔ بس اب کیا تھا۔ اس جماعت نے بے تامل۔ جدید جاگیر دار کے ساتھ مخفی طور پر موافقت پیدا کر کے۔ سنت کی راہ راست سے انحراف کیا۔ یہ حالت دیکھ کر شیخ نے سر سے دستار کھول دی۔ اور دارالسلطنت آگرہ کو جانے کا عزم کیا۔ اس خیال سے کہ پیشگاہ حضور میں جا کر پیش آئندہ واقعات عرض کر دین گا۔ اُستادی شیخ وجیہ الدین احمد آبادی کی ملازمت میں پہنچ کر۔ وداعی مراسم ادا کئے اُستادی شیخ وجیہ الدین اس عزم سے مانع تھے اور شیخ عزم کے واسطے تخریب فرماتے تھے۔ مگر جو شخص سفر کے واسطے بالکل مہیا ہو۔ چونکہ اس کو صریح بلور پر باز رکھنا عوام کے نزدیک مبارک نہیں ہوتا ہے۔ لہذا اس قاعدہ کے موافق انہوں نے اس طرح پر یہ بات کان میں ڈالی۔

”گرامی برادر کے حقیقت شناس ضمیر کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ اس نظم و نسق کے ساتھ جو کارخانہ عالم کی آفرینش ہوئی ہے۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ اسمائی کمالا کسار سو۔ اور یہ اظہار جمالی اور جلالی مظاہر کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور اپنے عربی کے آثار و احکام کی طرز پر ہر ایک اسم کے منظر کی جو کچھ رفتار ہے۔ یہی

رفتار اس کے واسطے صراطِ مستقیم ہے۔ گواہی کے تعالیٰ پر نظر کر کے وہ رفتار مخالف اور منحرف معلوم ہوتی ہو۔ اور اس مقام پر ہر سوئی کو اپنے زعمون کے ساتھ آشتی رکھنی چاہیے۔

ماضی ہو۔ کہ صراطِ مستقیم۔ حقیقت شناس مفسرین کے نزدیک دو طرح پر ہے۔ (۱) ایک ایجابی (دوسرے) ربحادی۔ قرآن مجید میں صراطِ مستقیم کا ذکر جہان کین پر لفظ نکرہ نازل ہوا ہے۔ وہاں پر اکثر لوگ ایجابی ہے۔ اور جس آیت میں۔ لفظ معرفہ وارد ہوا ہے۔ وہاں پر زیادہ تر مقصود ایجابی ہے۔ فافہم۔

دوسری یہ بات ہے کہ انسان جو عالم کبیر کا نمونہ ہے اس کی عنفوی پکیر ہے۔ دقیقہ شناس شخص یہ عبرت کیون حاصل نہیں کرتا ہے۔ کہ اس کی ہمتی۔ اس بند دست اور ستعارت اعتدال کے ساتھ چند لطیف اور کثیف اعضا پر بہ قوت ہے۔ چنانچہ اگر اسے جیسے کثیف عضو کو بھی کوئی تکلیف پہنچ جاوے تو باغیجہ بن کی شکستگی میں سراسر آشننگی اور پڑ بردگی نمایاں ہو جاوے اب برادر من۔ سیاست فراست کی بات نہیں ہے۔ اور مشغول حق کے ساتھ ہی ہونا زیبائے خلق کے ساتھ ہے۔ اذ ان الشکوت و التزائم البیوت۔

استادی شیخ وجیہ الدین نے گو آپ کو فہمائش کی۔ لیکن بنیاد و مقصد بہت استحکام کے ساتھ قائم تھی۔ اس واسطے اس نصیحت کو آپ کے گوش قبول میں جگہ نہیں ملی۔ اور جو سفروں میں قرار دے رکھتا تھا۔ اس کے راستہ پر چل نکلے۔ پھر راستہ میں پیش آیا جو کچھ پیش آیا۔ خدا سکلام ہے۔ کہ آپ کی بہن کے بیٹے شیخ نور محمد آپ کے تابوت کو مالوہ سے نبردالین لے گئے۔ اسی بابے کرام کے تکیہ میں سپرد زمین کر دیا۔

## یاد سید عبداللہ مندی ملتان

آپ کو ایزدی توفیق کی بدولت۔ تعلقات کے بارے سے سبک دوشی ہو کر آزادی اور فارغ البالی کے حلقوں میں باریابی حاصل ہوئی تھی۔ آپ کے حالات کا کسی قدر بیان اس طرح پر ہے۔ کہ آپ کو آب و خود ش کی کشش سلطان محمود غورد کے زمانہ میں زاد بوم سے گجرات کی طرف کینچ لائی۔ چند روز بعد اپنے مناسب ہمچو سید سبک بخاری کی ملازمت اختیار کر لی۔ اور نوکری کے طور پر بسر کرنے لگے۔ سید مبارک بخاری جلال اللہ کا مخدوم جہانین کی نسل سے ہیں۔ جو حاکم محبوبہ مالوہ کے امراء اعظمین سے تھے جب آپ کے مخدوم سید مبارک

کی عمر کا زمانہ آخر ہوا۔ تو ڈگری اور سپاہگری کا خیال۔ آپ نے خاطر خاطر سے قطعی باہر نکال پھینکا۔ اور آپ کی چشم اعتبار  
 میں۔ دس سالہ امیروں کی ملازمت پوچھ اور بے حقیقت معلوم ہوئی۔ ایک روز آپ ایک دور دورہ غم میں پڑے  
 ہوئے تھے اپنی مزاج دان ہنجوابہ سے بطریق استصواب دریافت کیا۔ کہ معاش کی ضروریات۔ کون سے  
 سبب اور کون سے حیل سے ہم پر پچانی چاہئیں۔ ہنجوابہ نے یہ رائے دی۔ کہ سپاہیانہ وضع ترک کر کے۔ جینو اور وینس  
 کے حلقہ میں شامل ہو جانا چاہیے۔ اس کو دوسرے الفاظ میں اس طرح کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمت کے ہاتھ سے  
 فقر اختیار کرنے کا پیکا (دو پٹہ) سید کی کمر میں باندھ دیا۔ اور آپ کے بیقرار دل کو تسلی دیکر بشاد کلام کیا۔ اس کے  
 بعد دونوں کی رائے یہ ہوئی۔ کہ اس ملک سے کسی دوسرے ملک کو چل دینا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ اس جگہ  
 کا رہنا دل میں ننگ و ناموس کا خیال پیدا کرے۔ اور فکر کی نئی قیام کی ہوئی بنیاد کو جڑ سے کھود پھینکے۔ پس اجرات  
 سے ماہول کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ایک موضع بنتر یہ نام ہے جس کو مقامات مالوہ کا بشت کنازیبا ہے۔ اس موضع  
 کے تالاب کے کنارہ بود و باش کے واسطے ایک گوشہ اختیار کیا۔ اور توکل و تسلیم کا عادی ہو کر بہت عرصہ تک  
 خوش و خوشی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ چونکہ موضع مذکور آنے جانے والوں کے عین راستہ پر واقع ہے۔ اس واسطے آپ کا  
 گریہ من مہمان کے عین رہتا تھا۔ راقم ہی جب کبھی منڈو (مانڈو) سے عزیزان اُجین کے دیدار کے واسطے  
 جایا کرتا تھا۔ تو ایک روز آپ کی بانئیں کسمت میں ہی قیام کیا کرتا تھا۔ بہت کچھ محبت اور مہمان دوستی کے  
 مراسم ادا ہوا کرتے تھے۔ اور انہی معرفت کی سفالی اور وجدان حقیقت کی روشنی سے معنوی ضیافت بھی  
 فرمایا کرتے تھے۔ القصد جب تک آپ کی زندگی رہی۔ تب تک جاگیواروں سے وظیفہ کے طور پر کبھی ایک  
 درم ہی قبول نہیں کیا۔ اور آسمانی ہندی پرشاد واقع رہے آپ کو آئندہ ہی اس بنیاد پر کھانکے تھے کہ پیشہ  
 شگفتہ رو۔ اور خوش دل رہتے تھے آئندہ ہندی زبان میں خوشی کو کہتے ہیں۔ بھری سنے نو سو ف  
 میں عالم قدس کو رحلت فرما کر اسی مقام میں خوابگاہ اختیار کی جہاں زندگی میں رہتے تھے۔

## یا وفقیہ علی

آپ کی زاد بوم۔ ملہم کہلی۔ اور خوابگاہ بندر سورت ہے۔ جو گجرات کے پرگنات میں سے ہے۔ کہتے ہیں  
 وہ سی کتابین کما۔ یعنی تحصیل کی تھیں۔ اور کما حقہ پڑھتے تھے۔ اکثر گنار ہاے دریا کے رہنے والے آپ کی  
 شاگردی سے علمی حصہ کہتے ہیں۔ دسویں صدی کے جو تھے راج میں عالم بصورت سے جہاں حنی  
 کو روانہ ہو گئے

## یاد قاضی عبدالقادر بن علی

آپ سیانجی چشتی منڈوی کے روضہ میں مجاور تھے۔ رسمی علوم کے کسی قدر آشنا تھے۔ قزاق کو اچھا جانتے تھے۔ اور تلامذت بہت کیا کرتے تھے چند جریب کی کمی تھی۔ موصوع کا تہمین کر رکھی تھی۔ جو مضافات دیپال پور میں ہے۔ اور دیپال پور منڈو (مانڈو) سے اُجین کے عین راستہ پر واقع ہے۔ مکان بھی اُس موضع میں بنا لیا تھا۔ کمی تھی سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا۔ اُس کو آنے جانے والوں کی میزبانی میں صرف کیا کرتے تھے والپین سفر کے وقت سے جو وہ روز پیشتر آگاہ ہو گئے تھے۔ کوچ کا سامان کر لیا۔ اور کہا۔ بس اسی قدر زندگی اب باقی رہی ہے۔ آٹھویں شعبان ہجری سنہ نو سو چوراسی کو گزر گئے۔ آپ کے پانچ بیٹے۔ اور ایک لڑکی رہی۔ قطب الدین۔ عزیز اللہ۔ موسیٰ۔ حسن۔ عایشہ۔ اور شرف جہان۔ اولین صاحب زادہ اپنا دل لوگوں سے توڑ کر اور خدا سے جوڑ کر درویشی میں پدربزرگوار کے جانشین تھے۔ اور دو صاحب زادہ قضا کے کام میں باپ کی طرح مشہور تھے۔ وہ جوان مرے۔ اور انہوں نے کچھ اور پرتیس سال منصب قضا کی۔ نگہداشت اچھی کی۔ تاریخ بیسویں شعبان ہجری سنہ ایک ہزار نو کو اہل کی گہری نیند میں سو رہے۔ اب موسیٰ ہاتھ پانوں مارتے ہیں۔ اور حسن حسرت کرتے ہیں۔ عائشہ جوانی میں بیوہ ہو گئیں۔ بیوہ ہونے کے بعد انہوں نے اپنی زندگی میں شوہر کی خدمت کو آفریدگار کی بندگی کے ساتھ شریک نہیں کیا۔ اور مردانہ زندگی گزارتی ہیں مصرع دلا مردانگی زین زن بیاموز۔ ہجری سنہ ایک ہزار میں ہی ہی انجانی ہو گئے

## یاد شیخ نجم الحق

آپ کا نام چایلیدہ ہے۔ عزیز الحق کے بڑے خلیفہ ہیں۔ قصبہ سہنہ میں جو مضافات دہلی میں سے ہے۔ مکان تھا۔ آپ۔ ریاضت کے دریا میں ڈوبے ہوئے۔ اور مجاہدہ کی آگ میں پکھلے ہوئے تھے۔ بہت سے ریاضت والوں نے آپ کی خدمت سے فائدہ اٹھایا تھا۔

## یاد خواجہ محمد عبداللہ

آپ۔ خواجہ کا خواجہ کر کے مشہور ہیں۔ آپ کے بزرگوار باپ کا نام خواجہ ناصر الدین عبید اللہ ہے جو خواجہ احرار کے لقب سے مشہور ہیں۔ ظاہری علم اور معنوی کشف سے آپ کا ظاہر و باطن دونوں آراستہ اور پیراستہ تھے۔ باوجود کمالات کے جو آپ کو حاصل تھے۔ اپنی حقیقت شناس نظر سے۔ آداب شریعت و طریقت کے ہر ایک دقیقہ کا لحاظ نظر رکھتے تھے۔ اور اپنے جسم و جان کو فرد گزشتہ کی اجازت

نہیں دیتے تھے۔ آپ کے دادا چارو واسطہ سے حضرت بابا ماچھین کو پونچھتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ خواجہ احرار الاولیاء کے ساتھ سلطان ابو سعید مرزا کو حسن عقیدت تھی۔ لہذا اُس نے ان کو نہایت خواہش۔ آقا ب۔ اور خدمت گزاری کے ساتھ تاشقند سے باسند عاے اقامت سمرقند طلب کیا تھا۔ خواجہ احرار الاولیاء نے قبول تمناں کو داخل مروت سمجھ کر۔ اے ستم سمرقند میں آکر بسا اقامت بچھادی۔ اس قسم کی تفصیل مع تقریبات کے کتاب رشتہات میں نہیں ہونی ہے۔ خدا کرے۔ شایقین کو دیکھنا نصیب ہو۔

کتے ہیں اس عرصہ میں سیادت و نقابت دستگاہ میر تقی الدین محمد کے ساتھ خسر اور داماد ہونے کی نسبت طرفین سے ہو گئی۔ یعنی خواجہ احرار الاولیاء نے اپنی صبیہ عزیزہ کی نسبت میر کے فرزند کلان امیر عبدالسہ امام کے ساتھ کی۔ اور میر کی صبیہ کا عقد اپنے بڑے بیٹے کے ساتھ کیا۔ کہتے ہیں۔ میر کی لڑکی سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ جن کے نامی نام یہ ہیں۔ خواجہ عبدالہادی۔ خواجہ خاوند محمود خواجہ عبدالحق۔ محبوبہ سلطان بیگم۔ زینت سلطان بیگم۔ جب دختر میر کی مستی کے چہرہ کو فنا کے برقع نے چھپایا۔ تو خواجہ احرار الاولیاء نے اپنے پسر کلان کا عقد خواجہ نظام الدین کی لڑکی کے ساتھ کیا۔ خواجہ نظام الدین۔ خواجہ غصام الدین۔ شیخ الاسلام کے ہائی۔ اور صاحب ہدایہ فقہ کی اولاد سے ہیں ان کا کرسی نامہ اس طرح ہے۔ نظام الدین ابن خواجہ عبدالملک۔ ابن خواجہ عماد الدین۔ ابن خواجہ جلال الدین محمد۔ ابن مولانا زین الدین عبدالرحیم ابن مولانا برہن الدین علی مصنف ہدایہ۔ اس دختر سے ہی تین فرزند اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ خواجہ عبدالعلیم۔ خواجہ عبدالشمید۔ خواجہ ابو الغیض علی کلان بیگم۔ خانزادہ بیگم۔ سوائے اس کے ایک اور بیٹا ہوئے تھے۔ جس سے ایک لڑکا تھا خواجہ محمد یوسف۔

چونکہ خواجہ کے خواجہ نے اپنی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد پدر بزرگوار کی اجازت اور خوشی سے محلہ درہ سین میں عبادت خانہ اور بود و باش کا مکان تجویز کر لیا تھا۔ لہذا خواجہ احرار الاولیاء کی خدمت میں وہاں سے مقررہ اوقات میں ہی آنا ہوتا تھا۔ خواجہ احرار الاولیاء آپ کے ساتھ کمال مہربانی کے ساتھ بلکہ اعزاز کے طریقہ پر سلوک فرماتے تھے۔ باپ ہی بیٹے کے برتاؤ کی طرح پیش نہیں آتے تھے یعنی بیٹے کی عزت بہت زیادہ کرتے تھے مولانا علی صفی مصنف رشتہات لکھتے ہیں۔

”ایک روز میں آپ کی خدمت میں محلہ درہ سین بیٹا تھا۔ ایک تقریب سے آتے کریمہ

يَا نَارًا كُونِي بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلَيَّ اِبْرَاهِيم کی تفسیر کا ذکر نکلا۔ تو آپ نے علمائے ظاہر و باطن کے بہت سے اقوال عمدہ تقریر میں بیان کئے۔ اور حکمائے جو یہ تاویل کی ہے۔ کہ نار سے مراد۔ غزود کی آتش غضب۔ اور برود سے مراد شعلہ غضب کا فرو ہونا ہے۔ اس تاویل کے رو میں معقول اور حکمی دلائل سے ثابت کر دیا۔ کہ وہ نار عنصری نار تھی۔ اور برودت اس کی ناپائیداری پر عارض ہوئی۔

ایک ہدایتی فرمان جس میں پیر بزرگوار نے آپ کو تلقین فرمائی ہے۔ یہ ہے۔  
 زیند نور چشم۔ تم کو ایسی ہمت رکھنی چاہیے۔ کہ جن باتوں کا جاننا تمہارے اوپر فرض ہے۔ اور جن کے بدون قطعاً ممکن ہی نہیں ہے۔ جیسے اعتقاد صحیح رکنا۔ اور علم کا اور احکام الہی کا جاننا۔ ان باتوں سے تم جلد اپنے تین فراع کرو اور ظاہری و باطنی دائمی عبادت میں مشغول ہو جاؤ۔ اس امید پر۔ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ تمہارے دل سے اپنے غیر کا اعتبار تعظیم اور دیدہ کر کے۔ تم کو ہمہ تن انہیں تمام امور میں مشغول کر دیوے۔ جو تم سے مقصود ہیں۔ غفلتاً جن اصحاب کو تو نے محض اپنی عنایت سے اپنی غیر کے اعتبار تعظیم۔ اور دیدہ سے نجات دی ہے۔ ان اصحاب کے قرب کے طفیل میں۔ حقیر اور ضعیف بندہ زاہد کو۔ جس کے لئے تیری عنایت۔ مافیت۔ اور رحمت کے سوا۔ کوئی امید کی جگہ نہیں ہے۔ تمام گرفتاریوں سے رہا عطا فرما۔ مکنہ و کرمہ۔ بیت۔

تیغ لابر کش کہ آن مجبود تست

غیر حق ہر ذرہ کان مقصود تست

آپ کے حالات کا بیان مجملاً اس طرح پر ہے۔ جب شاہ بیگ خان کا تسلط اور ظہور ہو گیا تھا۔ تو آپ لوگوں کے آثار اور اطوار سے زمانہ کی تباہی معلوم کر کے۔ اپنے وطن سے بحکم الامراء مکالمات بظاہر منسوخ ہوئے۔ اور اس جگہ کو بھی آپ کی طبیعت نے پسند نہیں کیا۔ اس واسطے جلدی سے عالم فرودس کو جانے کے لئے۔ آخرین سفر کا سامان باندھ لیا۔ آپ کی نعش کو لوگوں نے اس ملک سے شہر تاشقند میں لاکر۔ آپ کی والدہ ماجدہ کے مرقد کے پہلو میں دفن کیا۔

۵۔ جن تکا یمنکی برداشت کی طاقت نہ ہو۔ اون سے بہانہ۔ رسولوں کی سنت ہے۔ ۱۲

## ابنِ حمن فرزندِ انِ خواجہ محمد عبداللہ

خواجہ عبداللہ ہادی آپ بہت اور فطرت میں دریا کی طرح فیاض - اور بخشش و بخشش  
 میں ابر کی طرح باہمت تھے - فقر و تجرید میں خزان دیدہ شاخ کی شکل - اور حقائق و معارف کا بیان کرنے میں پرہیزگار  
 نوجوان درخت کی صورت رکھتے تھے - جدا مجید یعنی خواجہ احرار الاولیاء کی زندگی میں ہی - آپ کو سفر حجاز کی  
 توفیق ہوئی تھی - حرمین شریفین را وہما اللہ شرفاً کے ارکان سے فارغ ہونے کے بعد روم اور شام کی زمین  
 میں بحکم **یُرَوُّ اِنِ الْاَرْضِ** چلے گئے - جب قدم رکھا - آگاہی اور عبرت کے ساتھ رکھا - اور ان اطراف  
 کے سلاطین اور حکام کے ساتھ صحبت اور مجالست کا کئی دفعہ اتفاق ہوا - ہیٹھ خواجہ کی طرف سے برتاؤ میں  
 اور کلام کرنے میں بہت کچھ بے نیازی اور وقار پایا گیا - اور کسی بڑے دولت والہ کی طرف سے تہڑا سا نقد و جنس  
 ہی نہ دیا اور سوغات کے طور پر اپنے قبول نہیں کیا - بلکہ جو لوگ ملازمت میں آتے جاتے تھے - ہر ایک کے  
 ساتھ طرفین کی مناسبت دیکھ کر مدعی کا بڑا ڈر فرمایا - روم کی قلعہ کا ٹیکس تمام تاجروں پر معاف کر دیا - اور  
 بزرگان دین اور امتیان ملت اسلامیہ سے ملاقات کر کے فیض یابی کے بوجہ سے گران بار ہوئے -  
 کہتے ہیں - حقائق پناہی مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی نے آپ کی سیر و سلوک کی روش اور سفر و حضر کا  
 طریق بہت پسند کیا تھا - اور جب تقریب ہوتی تھی - تو تعریف کیا کرتے تھے - جب آپ نے سفر مذکور سے بازگشت  
 فرما کر اپنے وطن میں خواجہ احرار الاولیاء کی قدم بوسی کی - تو خواجہ احرار الاولیاء نے کار برد ازون کو حکم دیا - کہ دو لاکھ سی سوا  
 اشقال جو مدت سفر میں خواجہ عبداللہ ہادی نے لوگوں سے بطور قرض لیکر ضروری اور شرعی مصارف میں صرف کر دئے  
 ہیں - قرض خواہوں کو فوراً ادا کر دئے جاوین - کیونکہ اس فرزند نے دور و دراز ملکوں میں ہماری درویشی اور  
 خواجگی کی تنگ و ناموس کی نگہبانی کامل طور پر کی ہے - خواجہ عبداللہ ہادی کے دو بیٹے خواجہ عبدالکافی  
 اور خواجہ قاسم اولین فرزند صالحی بہت - بلند فطرت - صاحب شجاعت - اور اہل کرم تھے - جنت آشیانی  
 ہمایون شاہ تیموری کی ملازمت میں تھے - جنگ خوشاب میں تیر کھار پانی میں ڈوب گئے - دوسرے  
 فرزند کو زیارت حرمین کی توفیق ہوئی - جس قدر عمر باقی رہی تھی - اوسی جگہ ریاضت اور عبادت میں گزار  
 دی - اور زمین اور روم کی زمین میں چل پھر کر ان شہر دن میں جو اولیاء اللہ زندہ یا آسودہ تھے - ان کے قلوب  
 کی اور قبور کی زیارت سے مشرف ہوئے - مولوی اسمعیل شردانی - خواجہ احرار الاولیاء کے بزرگ - خلیفہ صاحب  
 کرامات و مقامات - اور اہل علم و معاملات تھے - ان کی خدمت میں اپنے رسم بیعت ادا کرنے کے طریقہ پر بطور



کی تلقین کے اپنے باطن میں صفائی بہم پہنچائی لیکن اپنی نسبت اور نسل کی حقیقت مولانا کی ملازمت میں مخفی رکھی۔ مدت کے بعد اور مبالغہ کرنے سے آپ نے فرمایا۔ میں خواجہ عبدالہادی کا فرزند ہوں۔ جب مولانا اسماعیل عالم ارواح کو کوچ فرما گئے۔ اور مخدوم خواجہ محمد علی الدین عبدالحق۔ مکہ معظمہ میں تشریف لائے۔ تو خواجہ قاسم نے اپنے عم مکرم کی خدمت میں تجدید بیعت کی۔ ان کی اولاد کرام مکہ معظمہ میں تھی۔

**خواجہ خاوند محمود۔** آپ خواجہ محمد عبدالمد کے دو سسر صاحبزادہ تھے۔ شہاب الدین آپ کا لقب ہے ظاہری علم اور معنوی بصیرت سے آراستہ اور صاحب منازل و مقامات تھے۔ آپ کا جذبہ سکو کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ آپ کو طریقت کی تلقین سے۔ اور نیز اپنے جد بزرگوار کی دعا سے بہت کچھ فیض حاصل ہوا تھا۔ سفر حجاز کی سعادت۔ ادرج و عمرہ کی دولت سے دو دفعہ مشرف ہوئے تھے۔ اصحاب حجاز کی قبور کی زیارت سے۔ اور ان کے قلوب کے قبول سے اپنا باطن منور کیا تھا۔ حقائق پناہی مولانا عبدالرحمن جامی اور حلال و قائق دکشاف حقائق۔ مولانا جلال دوانی کی خدمت سے درسی علوم تحصیل کئے تھے۔ علم طب کے اندر رئیس لاطبا مولانا عماد الدین محمود کے شاگرد ہیں۔ اس باب میں مسیحائی اعجاز۔ آپ کی خدائت سے نمایاں تھا۔ اہل تصوف کے اقوال کی شرح کرنے میں۔ آپ کی زبان۔ اہل زمانہ کے نفس ناطقہ کو حقیقت کوئی سکھاتی تھی۔ ہند کی فتح کے بعد۔ آپ دہلی میں تشریف لائے۔ جنت آشیانی نے لائق و فائق ارادت اور عروت کے ساتھ پیش آکر اظہار اخلاص کیا۔ آپ کے تین فرزند تھے خواجہ نور الدین۔ خواجہ جلال الدین قاسم۔ خواجہ معین الدین۔ اولین فرزند درویش سیرت۔ فقیر دوست۔ غریب پرور۔ اور شکستہ نواز تھے۔ دو سسر فرزند کو جذبہ۔ استغراق۔ خرق عادات اور بنجیدہ حالات حاصل تھے۔ اس گروہ کے باعرقان اقوال کی حقیقت کو اچھی طرح پہنچتے تھے۔ جب آپ کے بیان سے گوہر نشانی ہوتی تھی۔ تو اہل زمانہ کے کان۔ حقائق اور معارف کے موتیوں سے بہر جاتے تھے۔ گو اپنے عالم قدس کو رحلت ہندوستان میں فرمائی تھی۔ مگر آپ کی نقش مبارک آباے کرام کے فرامین سمرقند کو پہنچائی گئی۔ تیسرے فرزند کو جاہ و جلال۔ مال و حال۔ اور بخشش و بخشائش یہ سب کچھ حاصل رہا۔ باپ اور بیٹے کے درمیان میں یعقوبی اور یوسفی معاملہ رہتا تھا۔ ہمیشہ سفر و حضر میں باہم شریک رہتے تھے۔ آپ کو تلقین طریقت باپ سے ہی تھی۔ میرزا شرف الدین حسین آپ کے ہی بیٹے ہیں۔ ہند کے اندر خلافت پناہی کبر شاہ ابن ہمایون شاہ تیموری کی ملازمت میں میرزا کے طالع کا ستارہ۔ شہنشاہی عنایت کے آفتاب سے شرف

سعادت کو پہنچا تھا۔ ان کے حق میں رعایت کی گئی۔ کہ دولت کے بڑے درجہ کو پہنچے۔ ان ایام میں سیراز کے پدربزرگوار نے کاشغر سے خانہ مبارک کے طوائف کا ارادہ کر کے۔ عبدالرشید خان والی نواح کاشغر سے رخصت لی تھی۔ رخصت لیکر ہندین تشریف لائے۔ خلافت دستگاہ۔ خلافت پنہاوش آستان نے پدربزرگوار کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھا۔ اس عرصہ میں حاسد کوتاہ نظروں کی افترا پر وازی سے سلطان کے دل میں سیراز کی طرف سے عبار کہ ورت پیدا ہو گیا۔ جب سیراز کو اس کار سازی پر آگاہی ہوئی۔ تو پانون اُکھڑ گئے۔ اور اس میں استحکام نہیں رہا۔ اپنی جاگیر کو جانے کے نام سے رخصت لی۔ اور یہ بہانہ کر کے دارالسلطنہ سے علیحدگی اختیار کی۔ سیراز کی جاگیر کا حال گجرات کے آس پاس تھا۔ لہذا گجرات کی سرحد میں آ پہنچے۔ با اینہم خلافت پنہا نے خواجہ کے ادب اور رعایت سے اپنے تئیں باز نہیں رکھا۔ خواجہ نے چند روز تو خجالت و الفعال کے ساتھ اوقات گزار دی کی۔ لیکن بعد میں سفر حجاز کے لئے رخصت سے لی۔ جب خواجہ بندر کنبایت کے نزدیک پہنچے۔ تو فرمان طلب حضرت رب العزۃ سے صادر ہوا۔ خواجہ قبول کر کے اخروی سفر کا سامان باندھ روانہ ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کی نعش کو انواع و اقسام کے بیش بہا عطروں سے معطر کر کے ایک صندوق میں کما اور صندوق کو تختی جہاز میں روانہ کیا۔ جہاز مذکور ہنوز توڑا سا راستہ بھی طے کرنے نہیں پایا تھا کہ ڈوب گیا۔ فوق الجہاز کا علی اللہ یہ بالکل سچ ہے۔ مصرع بحر معنی را بود دریا سے صورت خواجہ بگاہ۔

**خواجہ عبدالحق**۔ آپ کا لقب محی الدین ہے۔ آپ خواجہ محمد عبد اللہ کے تیسرے فرزند ہیں قدس اللہ

اسرار بہما۔ آپ کا ظاہر بہت سے کمالی اطوار اور پسندیدہ آثار کے ساتھ آراستہ۔ اور آپ کا باطن۔ معرفت اور آہی تجلیات کے انوار سے پیرا ستہ تھا۔ آپ نے خواجہ احرار الادلیا سے بلا توسط احد سے باطنی سبق لیا تھا۔ اور طریقت کی تلقین پائی تھی۔ اور اس ذریعہ سے کمال و تکمیل کے درجہ کو پہنچے تھے۔ اس جمال کی تفصیل یہ ہے۔

ایک روز خواجہ احرار الادلیا نے سمرقند سے باغ بایزید کی سیر کا عزم فرمایا۔ آپ کے کہا۔ تم ہمارے ہمراہ باغ میں چلو۔ آپ نے عرض کیا کہ میں ہنوز سبق نہیں پڑھا ہے۔ خواجہ نے فرمایا۔ آج سبق ہم تم کو پڑھا دیں گے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اُس روز سبق کے عوض۔ اس مضمون کا تفویض نامہ لکھ کر حوالہ کر دیا۔

فرزند نور چشم۔ (۱) اپنی تمام ہمت اس طرح پر رکھنا۔ کہ تمہارے دل میں حق سبحانہ کے سوا دوسری کوئی خواہش نہ ہو۔ (۲) حق سبحانہ کے سوا جو چیز تمہارے دل کو اپنی طرف متوجہ کرے لا الہ الا اللہ کہنے سے اُس چیز کو دل سے دور کر دینا۔ اور ایسا کرنا۔ کہ تم اُس چیز کو

پنا دشمن جانو (۳) ہمیشہ حق سبحانہ سے نہایت نیاز اور انکسار کے ساتھ یہ طلب کرنا۔ کہ وہ اپنے  
سوا کسی چیز میں تم کو نہ پسندوے (۴) پاکی کے ساتھ ظہارت کرنا۔ اور خلوت میں نماز پڑھنا۔ زمین  
پر سر رکھ کر حق سبحانہ سے یہ دعا مانگنا۔ کہ وہ اپنے خاص بندوں کے دل میں تمہاری محبت پیدا  
کرے۔ اور اس کے سوا کسی اور چیز میں سعادت نہ سمجھنا۔ کہ حق سبحانہ کے خاص بندے اپنے  
دل میں تمہاری جگہ دیکر حق سبحانہ سے یہ چاہیں۔ کہ اُس کی محبت تمہارے دل میں  
جگہ کرے قطعاً۔

کہ برناید زجانت بے خدا دم  
السلطانی رسالت ازین پاس

ترا یک بند بس در هر دو عالم  
اگر تو پاس داری پاس انفا س

آپ ہی فتح ہند کے بعد جنت آشیانی کی ملازمت میں تشریف لائے تھے۔ میرزا کامران آپ کے ہی  
مرید ہیں۔ خطوط کے اندر جو سوال و جواب جنت آشیانی سے ہوا ہے۔ یہ کسی قدمیر عبدالحی کی کتاب حبیب میں لکھا ہوا  
ہے۔ اکثر آپ کی عمر کا حصہ ضعف۔ درد۔ درد اور کمالسی کے مرض میں گزرا ہے۔ باوجود اس قدر ناتوانی کے  
جماعہ عبادات نفل کے ادا کرنے میں خواہ سفر ہو۔ یا حضر ہو۔ کمال جستی۔ چالاکی اور توانائی کا دم میں لاتے تھے  
حتیٰ کہ آپ کے افعال میں کسی مستحب کا بھی ترک نظر نہیں آیا۔ کتے ہیں۔ جس وقت آپ کو واپسین غسل دیا جاتا  
تھا اُس وقت مولانا مسطقی اردوی فرماتے تھے۔ کہ اس سے زیادہ بزرگ اور کونسی کرامت ہوگی۔ کہ جسم کی  
ایسی لاغری اور کمزوری پر ہی تاخرین سفر کے وقت تک اپنی کسی عبادت اور ریاضت میں مسامحت نہیں کی۔ حرمین  
شریفین کی زیارت کی توفیق ہوئی۔ اور ازراہ مردمی دونوں شریف مقامات کے اکابر موالی۔ اور فقرا کی عمدہ خدمت  
اور نذر و نیاز کا انتظام کیا۔ فرماتے تھے۔ جب میں مکہ کے اندر طواف کے واسطے حرم شریف میں جایا کرتا تھا جس  
کو اٹھ بن بہشت کی صورتوں کا ہوا کتنا زیبا ہے۔ تو وہاں کے خادموں کی طرف سے ناہمواریاں اور بے ادبیاں  
دیکھنے میں آیا کرتی تھیں۔ یہ دیکھ کر دل میں خلش ہوتی تھی۔ کہ ایسے مقدس مکانوں کے اہل۔ ان خادموں سے زیادہ  
شایستہ ہونے چاہئیں۔ اور یہ کانٹکی سی کٹنگ ہمیشہ دل کے پاؤں کو زخمی رکھتی تھی۔ ایک روز رات کے  
وقت طواف میں کسی قدر خلوت اور فرصت نصیب ہو گئی۔ تو یکایک کان میں ایک آواز آئی۔ اور کہندے ہیں  
پر ہاتھ کے رکے جانے کا احساس ہوا۔ آواز کا مضمون یہ تھا۔ کہ اس جماعت کے لوگ ہماری درگاہ کے خانہ  
بین۔ اعتراض کرنے سے باز کرنا بہتر ہے۔ یہ مضمون سنتے ہی خاطر فاتر کی تشویش بالکل رفع ہو گئی۔ اور تمام

اعضا اور حواس - تو افصح اور فرمان برداری کی طرف متوجہ ہو گئے۔

**غوثی** - اس واقعہ سے یہ سند ہاتھ آئی - کہ خوبان روزگار کی بارگاہ میں جو خدام حاضر رہتے ہیں - ان

کے ساتھ اپنے معاملات اور حقوق میں - مردت کو کام میں لانا چاہیے - قاضی کے حکم اور مفتی کے فتویٰ پر نظر نہیں ڈالنی چاہیے - کیونکہ جرم معات - اور اپنا حق ساقط کر دینا جائز ہے -

**خواجہ عبدالعلیم** - آپ خواجہ محمد عبدالمد کے چوتھے فرزند تھے - آپ کی صورت اور سیرت بالکل انہی بزرگوں

باپ کی مانند تھی - والدین شریفین اور برادران مکرم کی خدمت گزار میں اور ذوی الارحام کے حقوق ادا کرنے میں بہت کچھ کوشش اور اہتمام رکھتے تھے - ضرورتاً اپنے کاموں کو پس انداز کر کے دوسروں کی مہمات انجام دینے میں مصروف ہو جایا کرتے تھے - بیکسوں کی حاجتیں پوری کرنے میں عباٹا - گرمی - سفر - اور حضر کو خیال میں نہ لاکر رات دن مشغول رہتے تھے - خواجہ محی الدین عبدالحق فرمایا کرتے تھے - برادر عبدالعلیم خواجوں کے خاندان میں راسخ پیڑ اور ثابت قطب کی مثل ہیں ان کے کاموں میں تردد اور تزلزل کو دخل نہیں ہے - اور ان کی صلفات حمیدہ - شمار حساب سے زیادہ ہیں - جب شاہ بیگ خان کی لڑائی کے سبب اس خانوادہ کے درویشوں اور فقرا کو فقر اور در ماندگی کی تکالیف اٹھانی پڑیں - تو آپ کو آشناؤں کے حالات دیکھنے کی برداشت نہیں ہوئی - ناچار سفر کا شکر ارادہ کیا - جو دو تین سال عمر کے باقی تھے - وہ وہاں بسر کر کے - عالم ملکوت کی منزل کو روانہ ہوئے -

## یا دخواجہ عبدالشہید

آپ خواجہ محمد عبدالمد کے بیٹے ہیں - جو خواجہ کے خواجہ کر کے مشہور تھے - اخلاق انہی کے ساتھ آسانی اور حقائق اشیا کی تحقیق جیسی چاہیے - رکھتے تھے - کسی اور لدنی علم حقیقی اور ظاہری بصیرت سلوک میں یہ دونوں آپ کے رفیق تھے - جب آپ کی ولادت سے محلہ درسمین میں بلکہ تمام سمرقند میں خوشی مانی گئی - تو خواجہ احرار الاولیا نے بھی یہ خوشخبری سنی - اور اُس محامین تشریف لے گئے - پھر بزرگوار نے نورا و بچہ کو اپنے والد ماجد (خواجہ احرار الاولیا) کی خدمت میں پیش کیا - دین اور دنیا کی دولت خواجہ احرار الاولیا کی آستین میں تھی انہوں نے اُس بے بلایت کے پودہ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے از روئے محبت اٹھالیا - اور اُس کو ہر عرفان کے کان میں اذان کہی - اور منہ میں شہد چٹایا اور نام رکھا - جب دوسری بار خواجہ کی نظر اُس عالی قدرت لڑکے کے چہرہ پر پڑی - تو فرمایا - اس فرزند کے گوشہ چشم میں عرفان کا فیض اور حضور آلی کا نور عیان ہے

لوگوں کا بیان ہے۔ کہ حضرت خواجہ عبدالشہید کے کمالات جب ترقی پرتے۔ تو یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس حضور اور شہود کی خوشخبری جلد بزرگوار نے دی تھی۔ اُس کا کچھ اثر ابھی تک تو فقیر کے اور اکاب میں آیا نہیں ہے۔ لیکن چونکہ خواجہ اجالا اولیاء کی بشارت ہے۔ اس واسطے واپسین سفر تک بھی اُس کی امید واری ضرور باقی رہے گی۔ لہذا اسمہ

ہر آرزو کو دلم داشت خیمہ بیرون زد	جز آرزوے وصالت کہ پائے اونگست
-----------------------------------	-------------------------------

بیشک یہی امید واری تو ہے جس سے بہت کچھ کشائش اور کامگاری ہوتی ہے کہتے ہیں۔ آپ کے اوقات چار قسموں پر تقسیم تھے (ایک حصہ) قرآن مجید کی تلاوت اور احادیث نبوی علیہ السلام کے ذکر میں گزارتا تھا (دوسرا حصہ) کتب فنون کے مطالعہ میں (تیسرا حصہ) فوائد اور رسالوں کی کتابت میں (اور چوتھا حصہ) شب کی نماز اور شغل باطنی میں۔ اور باقی وقت اگر کچھ رہ جاتا تھا۔ تو وہ مراقبہ میں گزارتا تھا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہجری سنہ نو سو چھاسٹھ میں تقدیری کرشمہ۔ اور ہندو اسے ارباب سعادت کا جذبہ۔ آپ کو ہندوستان کی طرف کیمنیج لایا۔ اُن ایام میں فرمان رواے زمانہ اکبر شاہ دارالسلطنہ آگرہ میں سلطنت اور کامرانی کا حفاظ اٹھا رہا تھا۔ بہت کچھ عجز و نیاز اور کمال تعظیم و تکریم کا اظہار آپ کے استقبال میں کیا۔ اور اس طریقہ سے سلوک کے ساتھ پیش آیا۔ کہ با اعتقاد مرید ہی اپنے روشن ضمیر پیر کے ساتھ اس طرح پیش نہیں آسکتا ہے۔ اپنے کم و بیش پندرہ سال تک اپنی نکیس سے اس ملک کے لوگوں کو رہنمائی کا فیض بخشا۔ کہتے ہیں۔ ایک رات آپ کے جلد بزرگوار نے معاملہ کی حالت میں ایک جزوان آپ کے سپرد کیا۔ جو رقعوں سے بہرا ہوا تھا۔ تعبیر اس واقعہ کی اس طرح بظاہر ہوئی۔ کہ اخیر میں صاحب قیاس اور خدا شناس لوگوں نے جو تعداد میں دس ہزار سے زیادہ تھے۔ بیعت کے ذریعہ سے آپ کی کلاہ قبواں اپنے سروں پر رکھی۔ اور توبہ و دعا کی توفیق پا کر سلوک میں داخل ہوئے۔ معلوم ہوا۔ کہ وہ پرچہ پائے کا غذا جس جماعت کے نامہ ہائے طریق تھے۔ قصہ کوتاہ چونکہ پیری عالم روحانی کی بازگشت کا مقدمہ ہے۔ لہذا پیری نے آکر آبائے کرام کا اخروی وطن یاد دلایا ہجری سنہ نو سو بیاسی میں واپسی کا عزم۔ اور سفر کی تیاری کر کے ہند سے روانہ ہونے لگے۔ منزلوں پر قیام کرنے۔ اور سامان و اسباب کو لئے میں دیر پور پیدا ہوتی تھی۔ اور سواری اور سفر کا اہتمام فرمانے میں۔ آپ رفتار اور گفتار سے نہایت عجلت ظاہر فرماتے تھے۔ خاص کر جب قافلہ دریا کے آمو کے کنارہ پہنچا۔ تو آپ خلاف عادت سب لوگوں سے پہلے اتر گئے۔ جس سے پایا گیا کہ کوئی اندرونی

سرت باعث اس کا ہے۔ جو خادم اور بھراہی محرم خاص تھے۔ انہوں نے بتیا بانہ کئی دفعہ اس صورت کا باعث دریافت کیا۔ اور اصلی حقیقت معلوم کرنے کے واسطے آپ کا جواب چاہا۔ لیکن آپ نے سوائے اس کے کوئی جواب نہیں دیا۔ کہ مجکو ان ایام میں ہر لمحہ شوق کے سبب ایسی حالت پیش آتی ہے۔ جس کا مخاطب کو سمجھنا ناظر اور زبان کے امکان میں نہیں ہے۔ اور بجز اس کے جو کچھ بیان کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی منکر سننے والوں کو حیرت ہوگی۔ لرا سکر

زبانِ حال وارد نالہ من فہم سے باید	چہ شد گر آرزو ہا از زبان گفتن نمی داند
------------------------------------	--

اور نیز فرمایا۔ کہ واپسین سفر کا آغاز اس ظاہری سفر کے انجام کے ساتھ مجکو ملا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور غالب گمان یہ ہے کہ ان دونوں سفروں کے درمیان میں مدت اقامت سے تعلق پیدا نہیں ہوگا۔ اور با اینہم چند روز سے میرے کان میں طلب کا مضمون میرے بزرگوں کی طرف سے پہنچ رہا ہے۔ بلکہ ابھی انہیں ایام میں حضرت قطب الدیاعین خواجہ بزرگ نے ایک شب عالم مثال میں صریح طور پر فرمایا ہے۔ صاحب زادہ۔ اب آئندہ سستی اور درنگ نہ کرو۔ اور اپنے تئیں نہایت تیزی کے ساتھ ہمارے مقام میں پہنچاؤ۔ اس سبب سے میں چاہتا ہوں۔ کہ جہان تک ہو سکے۔ اپنے تئیں بہت ہی جلد اپنے آبائے گرام کے بافیض فرار کے قدموں میں پہنچاؤں۔ اور ان اصحاب کی ہمسائیگی میں اخروی آسائش گاہ اختیار کروں کہتے ہیں۔ جب سمرقند کی سرحد میں پہنچے۔ تو فرمایا۔ اسی جگہ اپنے سر کے بال و در کرنے چاہیں شاید سمرقند میں سر شہداء کی بلکہ سر کھجائے کی بھی فرست نہ لے۔ القصد اپنے وطن میں پہنچنے کے بعد ایک مہینے سے کچھ کم زندہ رہے۔ اور یہ وقت کوچ کے انتہام میں گزرا۔ میر عبدالحی اپنی کتاب مجمع میں لکھتے ہیں۔ جمعہ کا دن تاریخ ساتویں رمضان کی تھی جامع مسجد سے لڑتے کر لوگ حضرت خواجہ کی خدمت میں آئے۔ تمام فرزند۔ خوش متعلقین اور اندرونی و بیرونی خدام باری باری سے رخصت ہو کر آپ کی خوشنودی طلب کرتے تھے۔ بیان تاکہ شام کا وقت آیا۔ اپنے تیمم فرما کر۔ مغرب کی نماز اشاروں سے ادا کی۔ اور مجکو اپنے نزدیک باکر اپنا دست مبارک کامل مہربانی کے ساتھ میرے سر شہداء۔ اور کند ہے پر پیرا۔ اسی اثنا میں طبیعت شریف پر ضعف غالب ہوا۔ خواجہ ہاشم سر ہانے کی طرف تشریف رکھتے تھے۔ حافظوں کو فرمایا۔ یسین ختم کیجئے۔ آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا۔ جب وقت آجاوے گا۔ تو اس کی طرف اشارہ کر دیا جاوے گا۔ اس پر ایک لمحہ نہیں گزرا تھا۔ کہ فرمایا۔ وقت ہو گیا ہے۔ خواجہ ہاشم سمجھے۔ کہ نماز عشا کا وقت دریافت فرماتے ہیں۔ جواب دیا۔ کہ ہنوز شام ہے

پہ فرمایا نہیں۔ وقت ہو گیا۔ اُس وقت ذہن میں آیا۔ کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ حافظوں نے تلاوت یسین شروع کی۔ اور حاضرین اللہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہوئے۔ تھوڑی دیر اس حالت پر گزری تھی۔ کہ احساس حرکت موقوف ہوا۔ میں نے خواجہ ہاشم سے عرض کیا کہ شاید حضرت نے جہان فانی کو رخصت فرمایا۔ جب ہم نے تحقیق کیا۔ تو ایسا ہی تھا۔ یعنی سینچر کی رات تاریخ آٹھویں رمضان المبارک ہجری سنہ نو سو ترسی میں اپنے اپنا ظاہری نقش۔ زمانہ کے نامی صفحہ سے مٹا کر۔ علم الہی کے صورت خانہ میں باطنی نقش جا جمایا۔ لہٰذا کماکان قبل اللہ کتھے ہیں۔ جمعہ کے روز صبح کے وقت آپ نے خواجہ ہاشم کو فرمایا۔ قلمدان منگا کر میری چند باتیں لکھو۔ جو وصیت کے طور پر ہیں۔

(اولیٰ) کہ جو میرا جانشین میری بیروی کرنا چاہے۔ اُس کو چاہیے۔ کہ میرے طریقہ کو اپنا پیشوا بناوے۔ اور لوگوں کو چاہیے۔ کہ وہ بھی اُس کے ساتھ اُسی طرح آداب اور خدمت سے پیش آویں۔ کہ جس طرح بالخصوص میرے ساتھ پیش آتے ہیں۔ (دوسرے یہ) کہ تجھیز و تکفین میں تکلف نہ کیا جاوے۔ اُس پست کو جو حرم شریف میں بچپا یا جا چکا ہے۔ تہ میں بچا دین۔ اور اگر کسی جگہ سے کسلا رہ جاوے۔ تو اُس کو کسی ہم رنگ کپڑے سے ڈبک دین۔ اور میزان کے دالان میں مجکو دفن کریں۔ تاکہ روضہ احرار الاولیا کے زائرین کا پہلا قدم فقیر کی خاک پر پڑے میری یاد اُن کے دل میں آوے۔ اور میری روح پر فاتحہ پڑھ کر آگے بڑھیں۔ (تیسرے یہ) کہ دل کتاب خانہ کے وقف کرنے میں لگا ہوا ہے۔ مناسب ہے۔ کہ بلا تامل کتاب خانہ وقف کر دین (چوتھے یہ) کہ حفاظ کو تین دفعہ ختم قرآن کرنا چاہیے (پانچویں یہ) کہ فرزندوں۔ دوستوں۔ اور اَشافین کو چاہیے۔ کہ سیر اور رضا کو پیشوا بنا کر قطعاً نوحہ اور نالہ نہ کریں۔ جو ماتم داری کی بنیاد ہے کیونکہ اس سفر میں بہت سے مطالب اور مرادیں میری رفیق ہیں۔

جس وقت آپ نے یہ فرمایا۔ کہ دالان میزان کے پائین میں درویش کی جگہ ہے۔ تو فرزندوں اور دوستوں نے عرض کیا۔ کہ خواجہ احرار الاولیا کے دالان میں ایک قبر کی جگہ اور خالی ہے۔ جس بزرگ کی اس جگہ قبر بن سکتی ہے۔ حضور کی بابرکات ذات کے سوا ایسا اللہ کوئی نہیں ہے۔ چونکہ التماس کا قبول کرنا۔ مردت کا جڑت لہذا اپنے قبول کر کے فرمایا۔ کہ دالان کے اوپر کے حصہ میں قبر اس طریق سے رکنا۔ کہ اس خاکسار کا سر بڑے بہائی خواجہ عبدالحق کے قدموں کی برابر میں آجاوے۔ چنانچہ اس طرز کے ساتھ آپ کی قبر کا صندوق تیار کیا گیا۔ اس

درمیان میں بڑے بہائی کی لحد کی دیوار میں سے ایک اینٹ جدا ہو گئی۔ حاضرین نے ماہر و المطلب کا ہاشاکر کے اینٹ کو پہراپنی جگہ پر استوار کر دیا۔

جناب خواجہ عبدالشہید کے دو فرزند تھے۔ ایک تو خرد سالی میں ہی رضوانی بارگاہ کو رخصت ہوئے دو سکر فرزند سعید خواجہ عبدالرشید تھے۔ جنہوں نے پیر بزرگوار کی رحلت کے بعد خاندان کا چراغ جلا یا تھا۔ خواجہ عبدالرحمن عرف بادشاہ خواجہ۔ خواجہ عبدالرشید کے ہی فرزند رشید ہیں۔ بہت کچھ آرام و اطمینان کی علامتیں اور درویشانہ اخلاق آپ کی عادات میں نمایاں ہیں۔ امید ہے کہ اپنے آبا و اجداد کے درجات پر پہنچکر دونوں جہان کی سرفرازی حاصل کریں گے۔

## یاد شیخ محمد بن شیخ عبدالملک قاری حوالہ دی

کتے ہیں۔ کتب متداولہ پر اپنے عبور اپنے بزرگوار باپ کے درس میں کیا تھا۔ اور علم قزوین میں استاد زمانہ تھے۔ آپ فرماتے تھے میں اپنے پیر بزرگوار کے خرقہ خلافت پر دل مناد ہو کر نہیں رہا۔ اور ہمیشہ غوث العرفان جیلانی قدس سرہ کے باطن سے پرورش کی تلاش رکھی۔ حالانکہ قادریہ کے ساتھ بہت کچھ دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ اپنے پیر باطن کا نام میں نے کبھی بے وضو نہیں لیا۔ جب غوث العرفان کی طرف میں نصف توجہ ہی کرتا تھا۔ تو تمام دشواریاں آسان ہو جایا کرتی تھیں۔ ہمیشہ پاس انفاس میں دل پینسا ہوا رہتا تھا۔ اپنی تمام عمر میں کسی قسم کی کشود کار۔ اہل دنیا سے نہیں چاہی۔ مولانا محمد بیان کرتے ہیں۔ جو کو تو ال کی مسجد میں گوشہ نشین تھے۔ میں نے ایک روز نماز کے اندر آپ کو شاہباز کی طرح اڑتا ہوا۔ اور سلام کے بعد بدستور صفت میں بیٹھا ہوا پایا۔ باوجودیکہ نو۔ نو روز کا علی الاصل روزہ ہوتا تھا۔ مگر عبادت گزاروں کی طاقت میں کمی نہیں آتی تھی۔ اور تیر اندازی کے بغیر ایک روز بھی نہیں گزرتا تھا۔ چادر اور تہ کے ساتھ۔ دو کٹے ہوئے لباس کی طرف کبھی ہوس نہیں ہوتی تھی۔ کمانا کمانے میں آپ کا ہاتھ اپنے سامنے سے آگے نہیں بڑھتا تھا۔ گودستار خوان پر طرح طرح کے کمانے برابر والوں کے سامنے ہوتے تھے۔ اگر گرو والوں میں سے کوئی پوچھتا تھا اپنے آج کیا کیا۔ تو جواب پاتا تھا جو کچھ تم لوگوں نے دیدیا۔ ایک روز آپ کی ہنوا بہ نے کہا۔ وظیفہ بادشاہ سے آپ لیتے نہیں ہیں۔ اور جو کچھ فتوح کے طور پر آتا ہے۔ وہ تقسیم ہو جاتا ہے۔ پھر حضرت کے وقت سوائے تکلیفات کے اور کیا پیش آویگا۔ آپ نے تبسم کر کے فرمایا۔ اس وقت میں کیا ضرورت ہے جواب میں کسی قدر روپسیکی ضرورت ظاہر کی گئی۔ ہنوز بات ختم نہیں ہوئے پائی تھی کہ دستک کی آواز



کان میں آئی ایک خردسال لڑکا دروازہ پر گیا۔ ایک شخص کھڑا ہوا تھا جس مقدار کی ضرورت ظاہر کی تھی۔ وہی مقدار لڑکے کے ہاتھ میں دیکر خود جلدی سے چلا گیا۔ جب مطلوبہ شے بی بی کے سامنے آئی تو اپنے فرمایا۔ تنگی سے درویشی زیادہ نشاط افزا ہے۔ خدا کی آفرینش کی طرف بازگشت کرنی چاہیے۔ جب واپسین سفر کا وقت نزدیک ہوا۔ تو کہا کہ محمد کو ایک جگہ مقرر کر دیتا۔ لیکن اب کہاں جاؤں گا۔ یہ اطلاع نہیں ہے۔ آٹھ روز بعد۔ کہ چودہویں ماہِ ربیع کی اور ہجری سنہ نو سو چوداسی تھا۔ رحلت فرمائی۔ خوابگاہ آگرہ۔

## یاد شیخ محمد ابن ابی اللطف

آپ۔ شافعی المذہب۔ قدس خلیل کے شیخ الاسلام۔ اور جامع علوم عقلی و نقلی ہیں۔ انوار شافعی پر ایک مہوہ شرح لکھی ہے شیخ قطب الدین پنواری کہتے ہیں۔ میں نے ایک روز شیخ کے نزدیک درووں کی شکایت کی۔ کہ میں نہر چند دعا کی۔ وظیفہ پڑھا۔ طومار اور تعویذ لکھے اس امید پر۔ کہ صاحب ختم نبوت علیہ السلام کو ایک بار خواب میں دیکھوں۔ مگر نصیب نہیں ہوا۔ جواب ملا کہ یہ سعادت اس جانب کی عنایت سے وابستہ ہے۔ نہ اس جانب کی انہوں پر ہوتی ہے۔ پیت

اکہ دل ہزار دعا خواند و صد نوشتہ بوخت

چو سز نوشت نہ باشد وصال دوست چہ سود

پہر میں نے دریافت کیا۔ کہ یا شیخ کیا آپ اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ فرمایا۔ کئی دفعہ۔ اور بیان کیا۔ ایک رات خواب میں مجھ کو خبر ملی۔ کہ نورانی شکل پیغمبر علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کو اپنے قدموں سے منور فرمایا ہے۔ میں دوڑ کر حاضر ہوا۔ تو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ صلوة و سلام کا جھگو جواب ملا۔ فرمایا۔ یا شیخ محمد طبت قلت الان برویتک۔ جب میں نے حضور کے ہاتھ کا بوسہ لیا تو حضور نے دعا کی۔ ۱۰ بارک اللہ فی علمک و اولادک اور دوسری دفعہ جو میں نے دیکھا۔ تو حضور نے ۱۰ حسا جان کر فرمایا ۱۰ یا شیخ محمد حیلینی الیٰ ہناک فحملتہ علیہ السلام الیٰ تلتک الموضع فقمت بین یدیه فقال سئل ما سئلت فتاملت لخطہ و قلت

۱۰ شیخ محمد تم خوش ہو، میں نے عرض کیا۔ ہاں اب جو حضور کا دیدار دیکھ لیا۔ ۱۰ اللہ تعالیٰ تمہارے علم و اولاد میں برکت دیوے ۱۰ اللہ کے شیخ محمد ہم کو اس مقام پر اٹھائے چلو۔ چنانچہ میں آنحضرت صلعم کو اس مقام پر اٹھا بیگیا۔ اور ان کے سامنے بادب کھڑا ہوا حضور نے اہٹا فرمایا۔ تم جو چاہو۔ دریافت کرو۔ میں نے ایک لخطہ تامل کیا۔ اور کہا یا رسول اللہ۔ قیامت کب آوے گی۔ حضور نے فرمایا۔ میرے نزدیک آؤ چنانچہ میں حضور کے قریب گیا۔ آنحضرت علیہ السلام نے اپنا دہن مبارک میرے کان کے قریب کیا۔ اور کہا جو کچھ کہا ۱۰

یا رسول اللہ متى تقوم الساعة فقال تعال فقربتہ فوضع  
فمہ علیہ السلام الی اذ فی فقال مال آپ کی زاد بوم اور خوابگاہ قدس خلیل ہیں۔

مصرع خدائش با نبی شتاق داراد؛

یاد شیخ ابوالنصر طبرلاوی مصری

آپ۔ شافعی المذہب۔ اور اپنے وقت کے دانشمند تھے۔ آپ کی ذات سے علما کو جمال حاصل تھا۔ ازل  
علم کی جہاں تک آپ میں پائی جاتی تھی۔ مہذب الاخلاق۔ خندہ رو۔ کشادہ پیشانی تھے۔ اور نیز دیگر بہت سے آثار  
جہادگی آپ میں موجود تھے۔ شیخ قطب الدین بنواری کتھمین۔ تاریخ سنائیسویں رجب شب معراج کو۔ مصر کی  
جامع الازہر میں شمالی حصہ کے اندر جہان آپ کی درگاہ ہے۔ آیتہ معراج کا بیان۔ نماز عشا کے بعد سے صبح تک  
طرح طرح کے معانی۔ اور عمدہ عمدہ تفسیر کے ساتھ کیا۔ اور ہر ایک سننے والہ کو اس کی سمجھ کے موافق تعلیم دی۔ اور  
بیان مذکور تمام کرنے کا وعدہ دو گونہ وقت پر موقوف رکھا۔ عجب علمی تبحر تھا۔ آپ کی خوابگاہ مصر میں ہے۔

مصرع بمعراج معانی جاے اوباد

یاد شیخ علی تہدی

آپ حنفی المذہب تھے۔ مقدس سے مصر میں جا کر وطن کر لیا تھا۔ آپ کا درس کتب متداولہ کا بہت رونق  
پر تھا۔ علم سمیاء کا قانون بھی جانتے تھے۔ شیخ محمد ابن ابی لطف مقدسی نے شیخ قطب الدین بنواری سے  
روایت کی۔ میرے بھائی ابوالبرکات آپ کے درس میں جایا کرتے تھے۔ اس درمیان میں آپ کی کسی قدر  
سمیائی نمائش دیکھی تھی۔ شیخ قطب الدین نے اس قسم کی ایک بات لکھ کر شیخ علی کے سامنے پیش کی  
آپ نے قسم کھائی۔ اور کہا۔ جس روز سمیاء کی خدمت میں امام ابو یوسف صریح کی ایک روایت میری نظر سے  
گزری۔ اسی روز اوراق نیر نجات آگ میں جلا دئے۔ اور اس کی یاد بالکل بھول گیا۔ ورنہ آج اس کے بتلائے  
سے کوئی امر مانع نہیں ہے۔

اس علم کے جاننے والوں کو واضح ہو۔ علم سمیاء و طرح پر ہوتا ہے۔ (ایک مجازی ہے) یعنی ہا یک ممکن کی  
صورت۔ وہ سے ممکن کی شکل میں نمایان کی جاوے۔ اور یہ بات عربیوں اور افسونوں کے ذریعہ سے پیدا  
ہو جاتی ہے۔ (وہ سے حقیقی) یعنی ممکنات کی صورت میں ایزدی صفات کا جلوہ دکھایا جاوے۔ اور یہ بات  
اشغال۔ انکار۔ اور تصورات کے ذریعہ سے جو علم حقیقت کے مبادی ہیں۔ ہاتھ آتی ہے۔ القصہ عالم جو

جوہر واحد میں چند فراہم آمدہ اعراض سے عبارت ہے ایک سیمائی صورت ہے اس شخص کی نظر میں جو اہل بعیت ہے۔ مصحح نیش اہل دل نیش باد۔

## یاد شیخ معروف و شیخ عثمان

یہ دونوں اصحاب فذوق و وجدان کے خزانہ اور علوم و عرفان جو اہر کی کان تھے۔ نیز دونوں مسیح القلوب کی مان کے چچا اور شیخ طاہر یوسف کے چچا زاد بھائی ہیں۔ ان کی زاد بوم موضع پاتر ہے۔ لیکن کرشمہ تقدیر ان کو وطن سے نکال لایا۔ اول ایک مقام صیت پورستان اور بکر کی سرحد پر واقع ہے۔ اس سرزمین کے درویشوں کی رہنمائی کے واسطے وہاں پر ان دونوں کو لے گیا۔ اس مقام کے باشندوں نے ان دونوں بزرگ اشخاص کی تشریف آوری کو گنج باد آمد و سحر بہت غنیمت جانا۔ اور نیک اعتقادی کے ساتھ پیش آئے۔ یہ دونوں بزرگ سب چوٹوں برون کے پشت پناہ اور مرشد ہو گئے۔ قاضی قاضن سندھی کے مصاحبوں میں سے تھے۔ شیخ طاہر یوسف فرمایا کرتے تھے میں ان دونوں صاحبوں سے سندھ میں وحدت وجود کی باتیں سنا کرتا تھا۔ اور مرصاد العباد بڑا کرتا تھا اور نہیں سمجھتا تھا۔ جب تک غوث الاولیاء کی ملازمت میں بمقام گجرات نہ پہنچ گیا۔ دونوں بزرگوں کی خواب گاہ صیت پور میں ہے۔ جہاں نیاز مند اور صاحب ارادت لوگوں کی بازگشت ہے۔

## مصحح سواد باغ ر عنوان خاک شان بادو یاد شیخ محمد فقیہ متصفیہ

فقیہ۔ تحریر میں ایک قصبہ ہے۔ جو دار الملک میں داخل ہے۔ صلاحیت۔ صدق۔ صفا۔ بدل اور ضیافت۔ یہ جملہ صفات حمیدہ آپ کامل درجہ رکھتے تھے۔ باوجودیکہ تنگی میں والوں بے کبھی جدا نہیں ہوتی ہے مگر آپ۔ ہر روز دوپہر کو اور شام کو طرح طرح کے کمانے کھاتے تھے۔ اور ایک معلم کو کچھ حق دیتے تھے۔ تاکہ وہ لوگوں کے لڑکوں کو قرآن اور نماز یاد کراوے۔ دیکھنے والوں کو یہ حال دیکھ کر حیرت ہوا کرتی تھی۔ ایک بزرگ نے دریافت کیا۔ ایسی دستگاہ اس بڑے گانوں میں کس طرح حاصل ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ ایک ہندی انس آدمی بیان آہو پتھا۔ وہ مجھ کو علم تکسر سکھایا۔ اس بزرگ نے پر پوجا۔ کون اسم۔ کس شکل میں۔ اور کس طرح ثبت کرتے ہو بیت

دولت بکدام دام گیہ رند

سیا دیکے مرابیا سوز

آپ نے فرمایا۔ بیت

بل هو کسر الاشکال و محو الالہیاء

لیس تکسری مثل ما عرفہ

مصروع محبوبا نام اور نام حق :

## یاد شیخ زائر اللہ

آپ شیخ عمر منٹو (مانڈو) دارہ کے بیٹے ہیں۔ آپکا دادا کے بیان قایلین بننے کی کارگاہ تھی۔ سلاطین خلیج کا زمانہ تھا۔ کہ منڈو میں آئے تھے۔ القصد شیخ عمر نے بزرگوں کا پیشہ ترک کر کے درویشی لباس اختیار کر لیا۔ بہت کچھ کمالات حاصل کر کے۔ عالم دنیا سے رحلت فرمائی۔ شیخ عمر کے فرزند (آپ) نے بھی باپ کے مراسم باپ سے زیادہ ادا کئے۔ پرنسز۔ توکل خوشنودی۔ کوشش۔ سپاس۔ اولاد استی۔ یہ صفات آپ کے غیرین داخل تھیں۔ اسی رفتار سے اپنی عمر اسی سال تک پہنچائی۔ ماہ رمضان ہجری سنہ نو سو پچاسی میں رمضان رات کو رات کی مسجد میں قرآن سننے۔ اور تراویح پڑھنے کے واسطے آیا کرتے تھے۔ چونکہ آپ کا گھر دور فاصلہ پر تھا۔ اس واسطے رات اسی جگہ بسر کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ ہماری آخرین تراویح ہیں۔ اگلے سال ماہ رمضان سے پہلے عید وصال نصیب ہو گئی۔ خواہنگاہ منڈو (مانڈو)۔

## یاد میان سیاحی بن داؤد

آپ راقم گلزار کے مامون ہیں۔ آپ کی زاد بوم منڈو ہے۔ آپ کے پدر بزرگوار۔ سلطان ناصر الدین خلیج کے زمانہ میں ہندو دارہ سے منڈو میں آئے تھے۔ جب آپ کی عمر بارہ سال کی ہوئی۔ تو باپ عالم دنیا سے کوچ کر گئے۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ آپ بہت سے مشائخ کے مقبول ہوئے۔ خاص کر کلاہ ارادت سید جلال ابن سید محمد جعفر سے حاصل تھی۔ جو سیدی ماتھر کیر رفاہی کی نسل سے ہیں۔ آپ کی قبر احمد آباد میں ہے۔ اور خلعت خلافت مطیع نصد الدین ذاکر سے ملا تھا۔ جن کی خواہنگاہ برودرہ (برودہ) میں ہے۔ ہمیشہ تجارت کے ذریعہ سے قوت حاصل کیا کرتے تھے اور ہمسایہ درویشوں کو تقسیم کر کے۔ اُس کو مقبولیت کے درجہ پر پہنچاتے تھے۔ اسی سال کی عمر ہوئی۔ منجملہ اس کے تیس سال سے زیادہ آپ کی نیم شبی نماز اور سحری نماز میں فرزند گواہت نہیں ہوئی۔ ہجری سنہ نو سو پچاسی میں خاکی کالبد کا بے اعتبار سرخا یہ۔ منزل گورہ کے سپرد کر کے۔ امر بانی کی لطیف بنس۔ دار الملک علیین میں پہنچائی۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ بڑے تنج محمد۔ انہوں نے تو عروس درہ کے مہر معجل میں اپنے تئیں دیدیا تھا۔ اور ساگر پوری اختیار کر لی تھی۔ بہت کچھ ثروت حاصل ہوئی۔ چھوٹے شیخ حسین۔ صاحب حال و قال اہل رضا و تسلیم ہیں۔ نقیوت اور وحدت کی شان آپ کی ذات کے عیان ہے۔ نیاز و شکستگی۔ اور بزد باری و فروتنی یہ اوصاف سزا پاتا آپ میں برے ہوئے ہیں۔ باپ کی

طرح رستے ہیں۔ اور مکان کو ظاہری و باطنی چراغ سے روشن رکھتے ہیں۔ خدا کرے۔ عمر میں ترقی ہو۔

## یاد شیخ برہان

آپ کی زاد بوم حد آباد گجرات ہے۔ ہجری سنہ ۱۰۵۰ یا ۱۰۵۱ میں اپنے وطن سے شیخ صدر الدین محمد فاکر کی ملازمت میں بمقام گواہ گئے تھے۔ اور واپسی کے وقت شیخ فاکر کے ہمراہ سندھ میں آئے۔ تصوف کا طریقہ اور ذکر و شغل کی سند شیخ فاکر کی تلقین سے حاصل کی تھی۔ عقلی اور نقلی علوم میں قوت استعداد روان تھی۔ راقم کی دوستی کے سبب سے کہ نجومین آپ کا شاگرد ہے۔ مرشد کی اجازت سے اور شیخ محمود جلال کی مصاحبت کے خیال سے سندھ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ جب مالک ملک اکبر شاہ۔ سیر و شکار کے طریقہ پر عایا اور سپاہ کے حالات کو مخفی تلاش کرتا ہوا ہجری سنہ ۱۰۵۰ یا ۱۰۵۱ میں بطرف مالوہ آیا۔ کہو قطب لاقطب غوث الاوریا کے فرزند مخدوم زادہ گرامی مانا سے رموز آفرینش شیخ ضیا اللہ شاہی شکرین تھے۔ شیخ محمود جلال۔ شیخ برہان حافظ صالح۔ اور فقیر غوثی حسن یہ چار اشخاص مخدوم زادہ کی ملازمت کا ارادہ کر کے سندھ سے دیپال پور کو روانہ ہوئے۔ جہاں شاہی خیمے نصب کئے گئے تھے۔ المقصد جب شکر پور سلطنت آگرہ کو لوٹا۔ تو شیخ برہان اور حافظ صالح۔ مخدوم زادہ کے ہم رکاب چلے گئے۔ راستہ اجمیر پر جا نکلا۔ وہاں پر شیخ برہان نے جہاں صبرت کو رخصت کیا رجمہ اللہ آپ کی خوابگاہ اسی مقام بزرگ میں ہے۔

مصراع بادہم آغوش با برہان وحدت جان او

## یاد شیخ ابو جیو

آپ مخفر کے بیٹے ہیں۔ قدس سرہما زاد بوم گجرات اور خوابگاہ آسیر جو برہان پور کا قلعہ ہے صاحب کونکل اور صاحب ہمت تھے۔ پسندیدہ اخلاق کے ساتھ آپ کی زندگی گزرتی تھی۔ جو اصحاب گوناگون موجودات میں وحدت وجود کے ماننے والے اور بے شاملا مظاہرین واحد مطلق کے دیکھنے والے ہیں۔ ان اشخاص میں آپ بھی داخل تھے۔ شیخ فضل اللہ گجراتی کے مرید ہیں۔ اور شیخ نعمان آسیری کے ساتھ خوشی کا بھی پیوند تھا۔ کلام کی بندش میں صوفیوں کی طرز پر چلتے تھے۔ اور غزل قدما کی روش پر کہتے تھے۔ جیسے پیر پوری شیخ مغربی۔ اور شاہ انوار ہیں۔ آپ کی نظم اکثر دو سندن کے حق میں حکم علان رکھتی تھی۔

مصراع زیور گوشش دل او حلقہ المسام باد

## یاد شیخ ناہر بیابانی

آپ کی زاد بوم دھارہ ہے۔ جو منڈو (مانڈو) سے سات کوس کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کے بزرگ سردار کے ہیں۔ اس قصبہ میں اگر گوشہ گرین ہو گئے تھے۔ آپ کی چند کرسیاں اسی جگہ ہوئیں۔ کہتے ہیں۔ خود سالی میں آپ کو آہی جذبہ ہو گیا تھا۔ لیکن معینہ فرائض اور نوافل کے آپ کے اوقات محفوظ تھے۔ بالآخر سترہ سال کی عمر میں آپ وطن سے پیر طریقت کی جست و جو میں اجمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں جا کر خواجہ حسین کی خدمت میں مریہ ہو گئے۔ جن کو لوگ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی نسل سے سمجھتے ہیں قدس سرہما پیر کی خدمت میں ایک چلہ کینچا۔ اور دسور (مندسور) میں رہنے کی اجازت حاصل کی۔ قصہ کوتاہ دسور کے کنارہ ایک بہت بڑا درخت ہے۔ اُس کا تنہ اندر سے خالی کر کے مکان بنایا۔ درخت کا خشک نہ ہونا۔ آپ کی کرامت ہے۔

القصہ گیارہ چلے اسی حجر میں پہلو نشین دشمن (نفس) کے ساتھ لڑائی کرنے میں کینچ کر فتح حاصل کی متواتر سترہ سال ریاضت مند درویشوں کی طرح وہاں گزارے۔ چونتیس سال کی عمر میں ہجری سنہ ۷۰۰ سپہی تھا۔ کہ جہان فانی سے بوریابہ ہنا بادد گئے۔ اور اسی درخت کے تحت میں خوابگاہ اختیار کی۔ ہجری سنہ ایکڑ چودہ کے ختم پر شیخ ابوالخیر مبارک بارک الدینی علمہ و عملہ مالک اقلیم خداوند مذہمان نور الدین جہانگیر شاہ ابن اکبر شاہ کے حکم سے سلطان بخشان میرزا شاہ رخ کے پاس مالوہ میں آئے تھے۔ تاکہ میرزا شاہ رخ کو حسب اشارہ جیتور کے قلعہ کی طرف رانا پر سنراول بنا کر لویجا دین۔ جب شکر تیار ہو کر دسور میں پہنچا۔ تو ایک روز شیخ نے بیابانی کی قبر پر ہی جا کر زیارت کی تھی۔ اور درخت کے مکان میں بھی گئے تھے۔ شیخ کے فرمانے سے اُس مکان کو اندر سے اور باہر سے پھانسی کیا۔ تو باہر سے تنہ کا دودھ شرعی چونتیس گز اور اندر سے اس مقدار کا نصف ہوا۔ میں آدمی اس کے اندر باسوگی بیٹھ سکتے تھے۔

## یاد شیخ فتح اللہ راج گدھی

آپ۔ یگانہ وقت شیخ نظام امیٹھی کے مرید ہیں۔ جب سماع میں آپ گرم ہو جاتے تھے تو حیرت اس قدر غالب ہوتی تھی۔ کہ زمین پر گر پڑتے تھے۔ یہاں تک کہ ہاتھ پاؤں مارنے کی بھی طاقت نہیں رہتی تھی۔ ایک بار راج گدھ سے سیر کے واسطے فتح پور کو آئے تھے۔ جراگڑہ سے بارہ کوس فاصلہ پر چلے اور انہیں ایام میں قاضی ابراہیم ہی پنواری سے وہاں جا پہنچے۔ اور آپ کے دیدار کے واسطے ہی

گئے۔ اندر گئے سے پہلے ہی گانے والوں کو شیخ نے گانے سے روک دیا۔ خود زنگار جامہ پہنا۔ جس پر بہت سا عطر چڑکا تھا۔ اور کہا۔ اے جمال شریعت اپنی خواہشیں چھوڑ دینا۔ اور خودانہ مشیت آہی میں رہنا۔ یہ بندگی ہے۔ کبھی خسروانہ لباس سے آراستہ کر کے عزت کے صدر پر بٹاتا ہے۔ اور کبھی پڑانے بالوں کی میلی کچیلی۔ بے آستین و گوبان کی کفنی۔ گردن میں ڈال کر خاک ذلت پر بٹاتا ہے۔ ہم تماشا خانے ہونے اور حیرت کرنے کے سوا کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس کے بعد آیت **لَا تَسْئَلْ عَمَّا يَفْعَلُ** پڑھی۔ اور آنکھوں سے آنسو نکلے۔ اسی دفعہ آپ شیخ عبد البنی صدر کی ملاقات کے واسطے بھی گئے تھے۔ شیخ عبد البنی درس حدیث میں مشغول تھے۔ آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔ درس نے رسمی تواضع کے مجھ کو باز رکھا۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ درویش مخدوم کے باعتبار حالات چھوٹا ہے مخدوم کی طرف سے بس مہربانی ہی کافی ہے۔ اور یہ حدیث پڑھی۔ **مَنْ لَوِ مَرِحَ صَغِيرًا صَدَرَ صَدْرٍ يَسْكُرُ خَوْشًا** ہونے۔ اور دعا کی۔

## مصرع خدائے مہربان باد ؛ یا د شیخ موسیٰ

آپ باشندہ اُجین میں شیخ چند ن مند سوری کے مرید اور بڑے خلیفہ ہیں۔ ریاضت۔ تن گدازی۔ اور نفس کے ساتھ لڑائی کرنے میں۔ تمام اہل زمانہ میں فرد تھے۔ کم کھاتے کھاتے یہ حال ہو گیا تھا۔ کہ آپ کے بن کا پوسٹ رگون اور ہلیوں کے شمار کرنے اور دیکھنے سے پردہ داری نہیں کرتا تھا۔ سانس لیتے وقت آپ کی پسلیوں کی ہڈیاں۔ دو چہریوں کی رگڑ کی طرح آواز دیتی تھیں۔ جس سال دار السلطنت آگرہ سے مالک اقلیم اکبر شاہ نے ماہ کو کوچ فرمایا تھا۔ اور دیا پور سے ہی واپسی ہو گئی۔ اُس وقت میں خدائے شان شکر کی ملاقات کا خیال آپ کو سیر و سیاحت میں کیج لایا۔ شیخ ضیاء اللہ غوثی۔ قاضی صدر الدین لاہوری۔ قاضی جلال الدین۔ اور صدر الصدور شیخ عبد البنی ان اصحاب کی ملاقات سے نشاد خاطر حاصل ہوا۔ صدر الصدور نے آپ کو متوکل اور مستحق سمجھا۔ ایک مناسب وظیفہ مقرر کیا۔ لیکن آپ نے اسکو عذر کر کے قبول نہیں فرمایا۔ اور اپنی نفس تک کہ جہمی سزا نو سو چھپاسی تھا۔ زمانہ زندگی۔ مولیٰ کے کام میں گزارا۔ ہمیت

۱۲۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے۔ اسکی بابت وہ پوچھا نہیں جاسکتا ہے ۱۲

۱۳۔ یہ اختصار حدیث ہے۔ پوری حدیث یہ ہے۔ من علم یرحم صغیرنا۔ وللم یوقر کبیرنا۔ فلیس منا۔ ترجمہ جس شخص نے ہمارے چہلوں پر رحم نہیں کیا یا اور ہمارے بڑوں کا وقار نہیں کیا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے ۱۳۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - من ترانی لبشئو

است با محبوب زمان من نسبت محکم

## یاد شیخ ولی محمد

آپ شیخ شکر محمد عارف کے مامون تھے۔ نادبوم قلعہ جانا پیر تھا۔ جو سابق فرمان روایان گجرات کا دارالخلافہ ہے۔ وحدت وجود کا جوش بہت کچھ پکڑتا جس کے سبب آپ کائنات کے تمام ذروں میں ذات کا مشاہدہ۔ صفات کے نقاب میں کیا کرتے تھے۔ آپ کے اولین پیر طریقت شیخ قطب جہان فاخر نذیر الدین بعد میں اپنے قطب الاولیاء شیخ محمد غوث قدس اسرارہم کی خدمت سے ظاہری و باطنی کمالات کا حصہ لیا تھا۔ ہجری سنہ نو سو سیاسی تھا۔ کہ احمد آباد سے برہان پور میں آئے۔ کم و بیش پانچ برس اجل نے لوگوں کی دلہنائی کی فرصت دی۔ پھر ہجری سنہ ستاسی میں فرمان طلب صادر ہوا۔ نہایت تازگی چہرہ کے ساتھ قبول فرما کر حضور قرب کو روانہ ہو گئے۔ سید حسین قدس اسرارہم کی زہت لاروح پر اپنے ایک شرح لکھی ہے جس میں متن کی تمام عبارتوں کو توجیہ اور تاویل کے ذریعہ سے وحدت وجود کی طرف پیرویا ہے۔ شرح نہایت دقیق لکھی ہے۔ حقیقت دان عالم کی نگاہ نہایت غور اور خوض کے ساتھ اس کے مقاصد کی تہ کو شاید دور سے پہنچیں گی شیخ شکر محمد عارف کہتے ہیں۔ اپنے ایک دفعہ رات کو مجھے اپنے مجازی معشوق کے بلانے کے لئے بھیجا۔ اس نے آنے سے انکار کیا۔ مینے واپس آ کر خدمت میں اطلاع کی۔ آپ رو پڑے۔ میں اپنی دستار کے کونہ سے آپ کے رخسار پر جو آنسو بہ رہے تھے۔ پوچھنے لگا۔ یکایک میری نظر جو گوشہ دستار پر جا پڑی۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ سب جگہ خون کے داغ لگے ہوئے ہیں۔ شیخ ابراہیم قاری جو غوث الاولیاء کے امام تھے۔ کہتے ہیں۔ آپ کے بارہ میں مجھ کو کمال حیرت تھی۔ کہ مظاہر جمیلہ کے ساتھ اس قدر تعلق خاطر ہوتے ہوئے۔ آپ کا ایک مستحب بھی ضائع نہیں ہوتا تھا۔ مصحح ہمیشہ حفظ ایندرو زلش باد۔

## یاد شیخ حمید لار

جو شخص بی زمانہ خرد سال مکتب میں۔ بی زمانہ جوانی مدد سر میں۔ اور بی زمانہ پیری خانقاہ میں عمر گزارا کر کے مالک ہر دو جہان ہو گیا۔ وہ غوث الاولیاء کے خلیفہ ہیں۔ جن کے باپ کا نام لار ہے۔ جن ایام میں علما سے احمد آباد نے غوث الاولیاء کی وجہانی باتوں پر زبان اعتراض کہولی تھی۔ تو آپ نے اول شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی نے۔ اعتراضوں کے رد میں منقولی اور معقولی جوابات دیکر ظاہر بینوں کی دلزار نفسیان رو کی تھیں۔ آپ کی زاد بوم گجرات ہے۔ لیکن تقدیری کرشمہ گجرات سے آپ کو برہان پور میں



کیسے لایا۔ حاکم برہان پور نے آپ کو عورت و توقیر کے ساتھ لیکر ضروریات کے بہم پہنچانے میں بہت محنت کی۔ آپ کی عمر انسی سے متجاوز ہو گئی تھی۔ بے شمارہ عصا کے آپ چلتے پرتے تھے۔ مسیح القلوب کہتے ہیں۔ ایک سوس میں اپنے پیر کے ہمراہ میں شیخ حمید کی ملازمت میں گیا تھا۔ مجلس سماع ختم ہونے کے بعد حضرت کے وقت میرے پیر نے شیخ کے قدموں پر سر رکھ کر بہت کچھ مجھ کو نیاز کا اظہار کیا۔ مریدان ہمراہ نے یہی پیر کی پیروی کی۔ مگر عرض کیا۔ کہ اتنی زیادہ تواضع کا کیا سبب ہے۔ پیر نے فرمایا۔ ایسا درویش جس نے طفولیت سے لیکر زمانہ پیری تک حقیقی محبوب کے خیال میں دل۔ اور اس کی یاد میں زبان مصروف رکھی ہو۔ اور اس کے سوا کسی کے طرف متوجہ نہ ہوا ہو۔ آپ کی مانند نایاب ہے جو اب سنے والوں کو ایک بڑا جد ہوا۔ اور رکت پیل ہوئی۔ آپ کی خوابگاہ۔ اسی اسلامی شہر میں ہے۔ مصر عاقبہ محمود بادشاہ بود جوں اول حمید۔

## یاد شیخ جمال ابن شیخ الاسلام

آپ کی زاد بوم چندیری ہے۔ باپ کے ہمراہ رابیعین سے اجمین آئے تھے۔ تصوف کے فارسی رسالوں کا درس محققانہ دیتے تھے بالخصوص سید حسین کی نزہۃ الارواح پر شیرین اور تازہ تاویلات سے بہت کچھ عطفیے۔ اہل رموز بیان کیا کرتے تھے۔ آپ کا باطن گونا گون الہی معرفتوں سے آراستہ۔ اور ظاہر بالکل حسیہ جہانی کا روبرو معطل تھا۔ میان تک کہ سوئی کے اندھاگاہ۔ بدون کسی بتانے والے آپ کے ہاتھ سے پڑھیں سکتا تھا۔ سائل آپ کے سامنے سے خالی ہاتھ نہیں پرتا تھا۔ اور مہانوں کے ساتھ دوستی کرنے میں حضرت ابوالہریرہ خلیل اللہ کی عادت کام میں لاتے تھے۔ ایک روز گھر کی نادمہ کچھ کہنا آپ کے پاس لائی۔ آپ نے ببول سے چند فقرہ کہائے۔ خوش مزہ کہنا تمنا کہایا۔ اس خیال نے آپ کے دل میں نگہ پر پیدا کیا۔ ناچار باقی ماندہ کہنا ہاتھ پر رکھ کر باہر آئے۔ اہل باہر والوں سے کہا۔ اس کہانے میں ایسی بات معلوم ہوئی ہے۔ کہ قیامت کے روز اس کی شکر گزاری یا عند سوائے اسکے خیال میں نہیں آتا ہے۔ کہ کہنا آپ لوگوں کے ساتھ کہایا جاوے۔ بیٹ

مرا گھر کہ حرام از حلال نشنا سم | شرب با تو حلال ست و آب بے تو حرام

شیخ تقی الدین محمد۔ آپ کی بہن کے بیٹے تھے۔ کہتے تھے۔ کہ سحری سنہ نو سو چھیاسی میں شہنشاہان کی طرف سے شیخ منور صدر مالوہ تھے۔ ان کی خواہش پر اور نیز ان کی رفاقت میں شیخ جمال مندو (مانڈو) کی سیر کے واسطے گئے تھے۔ وہاں پہا یک روز صبح کے وقت اپنے فرمایا۔ تقی۔ انسان کو بیمار کی طرح۔ صحت کا عاشق نہیں

ہوتا چاہیے۔ تاکہ واپس نفس کے وقت ناروا اعلان اور کام میں لائی ہوئی تلخ دوا۔ بیمار کے حق میں زہریلی گھاس کا حکم نہ رکے۔ بلکہ تسلیم کی عادت اچھی ہے۔ کہ انہری شتا اور دعا کو تو شہ اور تعویذ جانے اور کسی علاج کو صحت کی دست آویز نہ سمجھے۔ اس نصیحت کے ذریعے اپنے اپنے جلد جانے کی خبر دی۔ اور نیزیہ طریقہ ہی بتلایا۔ کہ بیماری کس طرح کی جاوے۔

فیضیہ نقی الدین محمد کہتے تھے۔ کہ جب آپ منڈو سے پراچین میں آئے۔ تو غزہ رمضان کی صبح کو خانقاہ کے صحن میں سرزانو پر رکے ہوئے۔ عالم استغراق میں تھے۔ میرے پانوں کی آہٹ پا کر آگاہ ہوئے فرمایا۔ تم کون ہو۔ میں نے عرض کیا۔ آپ کا فرزند نقی ارشاد فرمایا۔ بااقتی۔ اس کہنے میں ہی میری جانشینی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایک پتھر کا پاٹ پڑا ہوا تھا۔ وہ مجھ کو دکھایا کہ اس پتھر کا نصف حصہ پیشتر چھوٹے بانی عبد القادر کی قبر کی لوح ہو چکا ہے۔ یہ دوسرا نصف حصہ منتظر ہے کہ فرار جمال کی لوح بنے۔ اور قبر کی جگہ ہی تجویز کی۔ اُس جگہ انار کا ایک درخت تھا۔ اس کے سینچنے میں اہتمام فرمایا۔ اور اسی روز فرانس میں دوسرا رنگ ہو گیا۔ شیخ منیر صدر نے قرۃ سمجھ کر پیغام دیا۔ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ کہ شیخ کا فرانس بہت جلد مائل بہ تن درستی ہو جاوے گا۔ آپ نے سنا۔ متعجب ہوئے۔ اور فرمایا۔ بیشک۔ صدر کی خبر درگاہ کی ہے۔ اور درویش کی بات بازاری ہے۔ یہ بھی فرمایا۔ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ صوفی۔ آخر دی سفر کے وقت کونہ پہچانے۔ اور اس سے بھی زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ آگاہ ہو جاوے۔ اور خوشحالی کے ساتھ آمادہ نہ ہو۔ اور اس کو وصال نہ سمجھے۔ تاریخ سائیسویں رمضان کی صبح کو ہجری سنہ نو سو ستاسی میں یہ مصراع پڑھا۔ مصراع پردہ بردار۔ کہ من عارض زریا نگرم اور فرمایا۔ کہ دوسرے مصراع کی گنجائش کیونکر ہو سکتی ہے۔ کہ وقت میں ہی گنجائش باقی نہیں رہی جلدی سے دوسرا مصراع ہو پڑھا۔ مصراع درنہ از آہ جگر پردہ عالم بدرم پو حسرت کا ہاتھ زمین پر دے چکا۔ اور آنکہہ جہان سے بند کر لی۔

مصراع گوارا با وجہام وصل اورا۔

یاد شیخ اولیا

آپ شیخ سراج کے بیٹے ہیں۔ دنیا سے محویت۔ آپ کی عادت تھی۔ مالی فریبی کو درم سمجھتے تھے۔ اور سخاوت کے سبب مال و منال کو لا غور کہتے تھے۔ اور جو شے ہاتھ پڑ جاتی تھی۔ وہ حاجتمندوں کو دیدیا کرتے تھے۔ گردش زمانہ آپ کو کابلی سے اچین میں لے آئی۔ خاندان اور فرزند پیدا ہو گئے۔ ستر سال کی عمر میں

سفر حجاز کی توفیق ہوں۔ ادا سو دکانِ خاک مکہ کے ساتھ ہم خواب ہوئے۔ اپنے تین ارٹھ کے چوڑے شیخ نقیب

شیخ مودود۔ اور شیخ نظام۔ درمیانی صاحب زادہ کو ظاہری فضیلت اور معنوی سعادت حاصل ہے

جامی الحرمین ہیں۔ شیخ علی متقی کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں التزام کر کے۔ حدیث کی تفہیم کی

ادہ تلقین پائی۔ خدا کرے عمر دراز ہو۔ مصرع بادشاہ و صفت گراہی پیام او۔ لعل ساگر

## ہر روز یاد شیخ احمد ابن شیخ جلال جاپانی پیری

آپ شیخ محمود کبڑے بہائی۔ اور شیخ صدر الدین ذاکر کے مرید ہیں۔ کلام ربانی مسلسل مع معانی حفظتا

جب آپ تلاوت کیا کرتے تھے۔ تو سننے والوں کو ہوش نہیں رہتا تھا۔ اور ستانہ سماع کرنے لگتے تھے۔ آپ کے

چوٹے بہائی (شیخ محمود) منڈو (مانڈ) میں تھے۔ اتفاقاً دونوں طرف شوق دیدار کا هجوم ہوا۔ اور دونوں طرف

طاقت ضبط نہیں رہی۔ ایک بارگی منڈوی بہائی بعزم گجرات اور گجراتی بہائی بارادہ منڈو سفر کو نکل کھڑے ہوئے

چونکہ آنے والے اور جانے والے کا راستہ جدا گانہ واقع ہوا۔ اس وجہ سے اس جگہ والے اس جگہ جا پہنچے۔ اور

اس جگہ والے اس جگہ پہنچے۔ کمال منت اور خدمت کر کے گجراتی بہائی کو جلدی لوٹ جانے سے ایک مہینے

تک باز رکھا غوثی اس لطیفہ کو اپنی ازلی سعادت کا تم کرشمہ جانو۔ اور سمجھو۔ کہ خداوند تعالیٰ جل شانہ نے

تمہارا خالی رہنا پسند نہیں کیا۔ ایک کو بیان سے روانہ کرو یا۔ تو دو سکر کو بیان بھیج دیا۔ تاکہ کمالات کی تحفیں

میں تم بیکار نہ رہو۔ المقصدہ ایک ہلالی دور کے بعد محمود والعاقبہ گجرات سے لوٹ کر آئے۔ اور دونوں جاپانی

نے ایک دوسرے کا دیدار دیکھا۔ ایزدی شکر ادا کیا چند روز بعد شیخ احمد کو اس سال کی بیماری ہوئی۔ حتیٰ کہ

زیست کی اُمید کو موت کا ڈر پامال کئے دیتا تھا۔ اس اثنا میں شیخ شمس الدین زندہ دل شیرازی گوالیار سے

مراجعت کر کے منڈو میں پہنچے۔ یہ شیخ شمس الدین غوث الاولیا کے برگ خلیفہ ہیں۔ اور بیجا پور دکن

میں مکان بنایا جب ان کے قدم کی برکت سے بیمار کو کسی قدر افاقہ ہوا شیخ شمس الدین نے فرمایا۔ محمود۔

اب بہائی احمد کو ان کے فرزندوں میں پہنچا دینا چاہیے۔ میں بھی اپنی راہ مقصد چھوڑ کر ان کا راہبر اور ہتھیار

سفر کارفیق ہوں۔ چونکہ اس سال میں غوث الاولیا کے باطن سے اجازت لے لی ہے۔ کہ آپ نے اور جازے

مجاہد پوری باندکتی ہے۔ یہ زیارت۔ ودیش کی آخرین زیارت ہے۔ اور بہت روز ہوئے ہیں کہ بہائی شیخ

صدر الدین فدا کر کے نہیں ملا ہوں۔ اور شیخ وجیہ الدین حلوی کو بھی نہیں دیکھا ہے۔ عمر پوری ہوئے کہ کوئی

منڈا اس بہانہ سے گجرات جانا چاہتا ہوں۔ تاکہ ہم ایک دوسرے کو باہم وداع کر سکیں۔ تینوں عزیز ملاقات

گجرات ہوئے۔ لیکن شیخ احمد کو کامل تندرستی کی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ دو سال کے اندر کسی قدر بیماری جسم میں باقی رہ ہی گئی۔ یہاں تک کہ آپ موت کی خطرناک منزل سے۔ دائمی زندگی کے ایمن آباد شہر کو ہجری سنہ نو سو اٹھاسی میں روانہ ہو گئے۔ خوابگاہ برودرہ (بڑودہ)

## یاد شیخ زکریا

آپ شیخ عبدالرزاق جنہا نوی کے مرید ہیں۔ نوزانی باطن۔ اور روحانی شکل تھی۔ ہجری سنہ نو سو چوبیس میں دہلی سے صوبہ مالوہ کا عزم کر کے چلے۔ جب قصبہ دہارمین درود ہوا۔ تو بیان کی ہما کی لطافت۔ لوگوں کی ملنساری۔ اور عارف وقت شیخ معروف سعد اللہ کی صحبت آپ کی دامنگیر ہوئی۔ شیخ صدر جہان کہتے ہیں جب آغاز سلوک میں مجھ کو صرف ایک کرشمہ دکھا کر فیض کا دروازہ بند کر لیا۔ تو مجھ کو ایک عجب انقباض پیدا ہو گیا۔ جس کے بعد انبساط کی کوئی صورت تھی ہی نہیں۔ القصہ حیدرآباد کے رند جامع مسجد میں آپ کی ملازمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت فریاد بتی معلوم کر لی۔ ازراہ مہربانی۔ انقباض طبیعت میں کسی قدر کشائش فرمائی۔ اور کہا۔ نگین نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ معشوقی مذہب کا ڈھنگ اس طرح پر ہے۔ کہ اولاً ایک جھلک دکھا کر ہی مبتلا کو زہر چکھا دیتے ہیں۔ اور پر بے نیازی کر کے اس کے سینہ میں شوق کی پرورش کرتے ہیں۔ اس وقت میں عاشق زبان حال سے یہ گاتا ہے بیت۔

اکنون کنارہ گرفتی جو کار خود کردی

بیک کرشمہ دلم را شکار خود کردی

آپ کی اس نماندانی اور دل دہی پر میں سلوک سے باز نہیں رہا۔ اور پہلے سے زیادہ گرم ہو گیا۔ کہتے ہیں تمام عمر محو در ہے۔ البتہ پیری کے زمانہ میں ایک مرید نے ایک کینوشیں کی تھی۔ اس کو چند روز خدمت میں رکھا تا ہجری سنہ نو سو اٹھاسی میں آپ بہشت نشینوں کے ہم نشین ہوئے۔ خوابگاہ دہار ہے مولانا غیاث کی تربیت کے ہلو میں۔ مصرع بہشت جاودان ماواے اباد۔

## یاد شیخ صدر الدین ذاکر

آپ شیخ شمس کے بیٹے ہیں۔ اور نام محمد ہے۔ زاد بوم جانا پانیر۔ اور خوابگاہ برودرہ (بڑودہ) آپ کے آبا کے کرام سوداگری کے فریوے گزر اوقات کیا کرتے تھے پچیس سال کی عمر تھی۔ کہ آپ کو ترک اور تجرید کی توفیق ہوئی۔ ہجری سنہ نو سو باون تھا۔ کہ قطب الاقطاب غوث الاولیاء کی خدمت میں پہنچ کر مرید ہوئے اور ہمیشہ ملازمت میں رہنا اختیار کیا۔ جب آپ کے پیر بزرگوار نے گجرات سے گواہیا رکبہ معاودت فرمائی

تو آپ ہمراہ گئے۔ اور وہاں پر جو ہر قسم کو تمام و کمال عمل میں لائے نفس کے ساتھ جنگ کر کے۔ تقویٰ کو  
 لڑائی میں غلبہ دیا۔ اور نفس فرجام کو ہموار اور فرمان بردار بنایا۔ بعد از خلافت کا خرقہ۔ اور تمام مشہور سلسلون  
 کا اجازت نامہ حاصل کر کے اپنے وطن میں رہنے کی اجازت لی۔ علی ہذا القیاس تین دفعہ گجرات سے گویا  
 کو گئے اور آئے۔ ایک بار پیر کی حیات میں اور دوبار پیر کی رحلت کے بعد قدس سرہ ہر دفعہ کی بازگشت  
 میں منڈو (مانڈو) پر ہو کر گزرہوا کرتا تھا۔ پچھلی مرتبہ کم و بیش ایک سال رہ کر چلے کینچھے تھے۔ اور بہت سے  
 صاحب استعداد منڈو والوں کو اپنی بیعت اور تلقین کے حلقہ میں لاکر عرفانی اور وجدانی کمالات کو  
 پہنچایا تاہم بعد اُن کے شیخ امان الدین شیخ کمال الدین کاپوری ہیں۔ جو پرنسپل گاران جہان کے سرگروہ تھے۔ نیز شیخ  
 عثمان ابن لادن قریشی۔ نیز سرد فرستہ کلان زمانہ شیخ کنز مجرہ۔ جو بہت مدت تک شاہ میان جی مجذوب کے روضہ  
 میں حجرہ کے اندر رہے۔ نیز شیخ جمال بن شیخ بکھاری۔ اور ماتم گلزار کی عمر ہی اُس وقت میں پندرہ سال تھی۔ میں نے  
 آپ کی ملازمت میں اہل زمانہ کے اسباب تعارف سے ہاتھ دھو کر بالکل بیکاروں کا سا طریقہ اختیار کر لیا تھا جب  
 آپ اپنے وطن کو تشریف لے گئے۔ تو خلفا میں سے شیخ محمود ابن جلال کو بیان والوں کی پرورش اور رہنمائی  
 کے واسطے قیام کی اجازت ہوئی۔ شیخ محمود سلوک اور تصوف کی منزلین طے کرنے میں یگانہ روزگار تھے۔ تمام  
 گجرات آپ کے خلفاء مریدوں سے بہرا ہوا ہے۔ چند اشخاص کے حالات یادداشت میں لکھوں گا۔ جو  
 صحیح صحیح معلوم ہوئے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز۔

القصدہ آپ کی نظر میں کیمیائی اثر۔ اور بات میں مقبولیت کی تاثیر تھی۔ آپ کا باطن شوق اور دل سے  
 لیریز اور ظہار اتفاق پرستش سے آراستہ تھا۔ آپ کے کرنے کے کام اتنے زیادہ تھے کہ رات دن میں بیکار ایک  
 سانس ہی نہیں گزرتا تا آپ کی ریاضت داخل سلسلہ ہونے کے اولین روز سے فالپین نفس تک دم بدم  
 زیادہ ہی ہوتی جاتی تھی۔ وجدان آپ کا جس قدر زیادہ ہوا۔ اسی قدر خاموشی بڑھتی چلی گئی۔ خوبی خاموش ہو  
 آپ کی تعریف انجام پذیر نہیں ہے۔ آگے چلو۔ تاکر بات ختم ہو۔ بالآخر جانپانیر کے ویران ہونے کے بعد اپنے  
 گمراہ و خالقہ۔ بہ دورہ (بہ دورہ) میں بنالی۔ جو جانپانیر سے تین منزل دور ہے۔ آپ بہت سے ارباب بصیرت  
 کے پیشوا ہوئے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو نواسی میں۔ حقیقی وصال کی تاشا گاہ کو رخصت ہو گئے۔  
 مصرع در جہان بے اونداز صد شحنی رو رفتے۔

## یاد شیخ چاون ابن عمر پشتی

آپ کی زاد بوم اجمیر ہے۔ ہجری سنہ کچھ اور نو سو پچاس میں اپنے وطن سے مالوہ کی سیر کے واسطے آئے تھے۔ چند روز قصبہ بغلیہ میں قلعہ مندور (ماٹھ) کے نیچے بساغات کی۔ پھر منڈولی بڑی جامع مسجد میں جو ایک طاق ہے۔ اُس میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ایک ٹوکرا بہررتی زمین پر پیلا لے رکھا کرتے تھے۔ اسی پران میں بیٹھے تھے۔ اور اسی پر رات میں سویا کرتے تھے۔ ایک پرانی کھلی پیوندون سے بہری ہوئی ہمراہ رکھا کرتے تھے۔ موسم سرما کے سوا اُس کو کبھی نہیں اڑھتے تھے۔ نہ کسی کے گھر جایا کرتے تھے۔ نہ کسی سے کچھ مانگا کرتے تھے۔ اسی طریقہ پر تقریباً تیس سال اُس جگہ کوئل میں زندگانی گزاری۔ ہجری سنہ نو سو اسی میں جب کہ صوبہ مالوہ بڑبڑا رہا۔ سجادول خلیفہ افغان کے قبضہ سے نکل کر فرمان رانا سے اقلیم اکبر شاہ کے قبضہ میں آیا۔ اور وہ بد نصیب کو ہتھانے لگا۔ نہ میں بھاگ کر جا چھا۔ تو بخشیان صوبہ نے سرکار منڈو کو پیر محمد خان کے نام سے جاگیر میں دیدیا۔ اور اُس کے متعلق تین ہزار سوار کی تنخواہ کر دی۔ اس کے دو سو سال صاحب جاگیر شیخ کی ملازمت میں حاضر ہوا اور یہ کہ ملک خاندیس۔ ساتویں صدی کے نصف سے فاروقی طبقہ کے قبضہ میں ہے۔ اس کی فتح کے ارادہ کے متعلق کچھ گزارش حال کیا۔ اپنے اجازت نہیں دی۔ بلکہ فسخ ارادہ کے لئے اشارہ فرمایا۔ اُس نے گوش قبول سے نہیں سنا۔ اور لشکر کشی کا اہتمام کیا۔ خلاصہ کلام۔ شکست کھا کر لوٹا۔ خاندیس کی فوج نے تعاقب کسان اس طرح آملایا۔ کہ اتنی گنجائش اور فرصت ہی نہیں رہی۔ کہ کشتی کو طلع لوگ اُس کنارہ سے اس کنارے آئے اور ناپا گمرا اور یا سے زبرد میں ڈال دیا۔ پانی ڈباؤتا۔ بہت سے سواروں کے ساتھ ڈوب گیا۔

فَقَسِيحَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا شِئِبَهُمْ

مذکورہ بلا خرق عادت دیکھنے کے بعد۔ اکبر شاہی ادلیا سے دولت جو ملک مالوہ میں جاگیر دار ہوئے آپ کے ساتھ نذرت نیک اعتقادی سے پیش کرتے تھے اور آپ کی باتوں سے انجام حالات کا تقاضا کیا کرتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو نواسی تھا۔ کہ اپنے دریدہ اور بوسیدہ ناسوتی چادر جس کو کون و مکان کے نسا جوں نے لکھ خَلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقِ کے عنصری تانے بانے سے بنا تھا جان کے گاندھے پر سے اتار دی۔ اور بجائے اسکے بیش بہا ہوتی چادر جس کو اسما و صفات کے رشیم بافون نے سمے فَلَکَمَا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَنَّبِلِ

۱۵۔ پھینکا جیسا کچھ (دبلا) اُن پر آیا سو آیا ۱۵۔ دوپہا کیا گیا ہے بان (یعنی نظر ہنی) سے جو آپس کر نکلتے ہیں ۱۵۔ پھر جب

کی تجلیات کے زین تارون سے بنا ہے۔ بغل میں مابلی۔ اور حضور وحدت کو روانہ ہو گئے۔ سلطان شوکت غوری کے گنبد کے باہر جو صحن ہے۔ اس میں آپ کی قبر تیار ہوئی۔ مصحح سیرگاش گلشن ویدار باد۔

## یا مولانا روح الدین

آپ کی زاد بوم لار۔ اور خواہنگاہ برہان پور خاندیس ہے۔ مولانا عمار دطاری کی بہن کے بیٹے ہیں۔ لار سے براہ ہرز آئے۔ اور دکن کے بندون میں سے کسی ایک بند میں ظہر فرمایا۔ احمد نگر کا فرمان روا برہان نظام الملک تھا۔ اس نے شائستگی کے ساتھ آپ کو نہیں لیا۔ لہذا آپ نے وہاں سے برہان پور کا عزم کیا۔ بیان کے سپاہی نے نہایت دلی توجہ سے آپ کی آؤ بگت کی۔ اولاً آپ کے واسطے گہرا مدرسہ قرار دیا۔ پھر چند روز بعد حاکم صوبہ نے کمال آندو۔ اور عاجزی کے ساتھ آپ کو اپنے علاقہ کا قاضی القضاة بنایا۔ آپ کئی برس تک عقلی و نقلی علوم کا درس دیتے رہے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی ملازمت سے فضیلتیں حاصل کیں۔

مصحح روح روشن ذر وکھ اعلیٰ بدان

## یا شیخ حسن محمد

آپ شیخ عبدالدین محمد فلک کی بہن کے بیٹے ہیں۔ نادبوم اور خواہنگاہ دونوں جانا پیر میں ہیں۔ توکل اور تسلیم نے آپ کے باطن میں گہر بنالیا تھا۔ گڈی اور پیراہن کو اپنی درویشی کا نشان نہیں سمجھا۔ آپ قبا وغیرہ لباس پہنا کرتے تھے۔ جس سے فقر کا چہرہ چہپ جاتا تھا۔ احوال کے چہپانے میں آپ اس قدر کوشش کرتے تھے کہ برسوں تک دوستان محرم کو آپ کی تہی دستی اور فاقہ کشی پر اطلاع نہیں ہوتی تھی۔ جب آپ کے قطع اسباب کی حقیقت ظاہر ہو گئی تو ایک روز آپ کے مامون نے آپ سے کہا۔ کنظاہری اسباب کو ہاتھ لگانا۔ کچھ حقیقی تکل کے منافی نہیں ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ اسباب متعارف سے جو تو سل قطع کیا گیا ہے۔ یہ توکل کی راہ سے نہیں ہے۔ بلکہ بہت کے سامنے دنیا اور مافیہا کی حیثیت دور میں نظر میں ایک رائی کے دانہ سے بھی کم معلوم ہوتی ہے۔ اور بے شمار شرکاء اس میں دل الجھا کر تلاش میں پڑے ہوئے ہیں۔ ناچار غیرت اور شرم نے مجھ کو اس بات پر مجبور کیا کہ اپنے تئیں چند فرمان برداران ہوس کا شریک نہ بناؤں۔ اور ممتاز حیثیت سے زندگی بسر کروں بیت

در خردے کہ نیستی و ہنیش یکے ست

با شکرے شریک شدن بہت خردنی

مصحح دستار را باو روزی شکرہ از ہمتش

## یا مولانا عبد الجلیل جونپوری

آپ عزیز الحق کے خلیفہ ہیں۔ صاحب فضیلت اہل کمال ریاضت شعار۔ اور باعنوان تھے۔ کتب  
مستادہ کا محققانہ درس دیا کرتے تھے۔ اکثر گزشتگی کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب وجد ہوتا تھا۔ یارقت ہوتی تھی  
تو فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ میرے اور اعلیٰ مسائل کی صورت میں تجلی فرماتا ہے۔ ہجری سنہ  
نوسو اسی میں حجاز کے مبارک سفر کا عزم کیا تھا۔ ناگاہ آپ کے پیر کی خانقاہ میں بے باک بد معاشرتوں کی  
ایک جماعت گھسائی، آپ کو شہید کر دیا۔ اسی جگہ قبر بنائی گئی۔ مصرع

شہید غنیمت سلیم عبد ودان ولد

## یا شیخ حسن پور شیخ عبد اللہ قریشی

آپ کی زاد بوم اور خوابگاہ دونوں کالپی میں ہیں۔ شیخ برہان الضاری کے مرید ہیں فارسی شعر کا مذاق اور  
نظم کا رنگ قدیمانہ تھا۔ رسمی علوم سنجیدگی کے ساتھ تحصیل کئے تھے۔ گروہ وحدت کی اصطلاح پر عقائد نہ  
گفتہ و گو کیا کرتے تھے۔ اور بنا کرتے تھے۔ سماع کی مجلس میں کم تر جایا کرتے تھے۔ اور جو بہلا مستقیم ہوتی تھی  
اس میں ہمیشہ بیٹھا کرتے تھے۔ ملک اشتر شیخ ابو فیض فیضی فیاضی نے آپ کی ولادت کا سال ذکر نہیں کیا  
پناہی سے نکلا ہے۔ جو بھی سنہ نو سو نو اسی ہے مصرع باوا نزول اوبقاسم وجدان

## یا دراجی سید مصطفیٰ

آپ کے پدر بزرگوار کا نام سید مبارک ابن سید محمود ابن سید نور ابن سید عامر شاہ ہے۔ اور سید عامر شاہ  
شیخ حسام الدین مانک پوری کے پڑے خلیفہ تھے۔ آپ کے گروہ و شانہ اخلاق اور صوفیانہ اطوار تھے۔ آپ کی  
طبیعت۔ ناموافق چیزوں کی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ زندگی کمال ظریفانہ طور پر بسر کیا کرتے تھے۔ بیرونی  
ہائیزگی۔ اور اندرونی صفائی۔ آپ کے خمیر میں داخل تھی۔ سرد اور سماع کو بہت دوست رکھتے تھے۔ لیکن  
ہر ایک نغمہ پر آپ کا دل بے قابو نہیں ہوتا تھا۔ جب تک گانے نہ لایا۔ اور بجانے والا۔ ایسے کامل نغمہ سے  
آرام نہ نہیں ہوتا تھا۔ جو علم موسیقی میں درکار ہے۔ تب تک آپ کو نہ وجد اور رقت کی حالت پیدا ہوتی تھی۔ اور  
نہ عقید کی پستی سے اطلاق کے اوج کو پہنچتے تھے۔ اس صورت میں آپ کا معنوی سکر طول کسب جاتا تھا۔  
غوث الاولیاء کی خدمت میں دامادی کی نسبت تھی۔ اور قطب الاقطاب کی لڑکی سے کئی فرزند ہیں۔ منجملہ  
ان کے ایک راجے سید محمد ہیں۔ جو اپنے بزرگوار آپ کے جانشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ سب کی



اصدار کے کمالات پر پونچا دے۔ جب ہجری سنہ نو سو چھاسی میں عرش آستانی اکبر شاہ کا لشکر دارالمخلدہ آگرہ سے مالوہ کی طرف کوچ کر کے آیا۔ تو تمام مشائخ۔ فقرا۔ فضلا۔ قضات۔ اور شعرا لشکر کے ہمراہ تھے۔ راقم ہندگوں کی ملازمت کا تشذہ ہی ہے۔ جب یہ خبر سنی۔ تو بیتاب ہو کر گھر میں نہ بیٹھ سکا۔ جو بزرگانِ شہر۔ شیخ کے واسطے روانہ ہوئے تھے۔ ان کے ہمراہ میں نے بھی عزیمت کیا۔ اس سلسلہ میں راجہ سید مصطفیٰ کے دیدار سے ظاہری اور باطنی آنکھیں منور ہوئیں۔ اور انہیات والوں کی بزرگ انجمن میں۔ بارہا شامل ہوا یہ انجمنیں ایسی بافیض تھیں۔ کہ ایک چلہ ریاضت کا فیضان ہر ایک مجلس میں شرکاء کے مجلس پر نثار ہوتا تھا۔ بالخصوص اس مجمع میں جو شیخ ضیاء اللہ ابن غوث الاولیاء قدس اللہ اسرارہم کے خیمہ میں فراہم ہوتا تھا۔ ہر ایک طرف سے الحوصلہ الحوصلہ کی آواز اور الاستعداد۔ الاستعداد کی زیادہ۔ بلند ہوتی تھی۔ وہ شخص عجب سعادت مند ہوش ہے۔ جس کی طلب کا پیالا اس وعدت کی شراب سے مالامال ہو جاوے۔

## یاد شیخ شمس الدین

آپ کا لقب اور تخلص زندہ دل تھا۔ اور آپ خیرازی ہیں۔ مرقد آپ کا بیجا پور دکن میں ہے۔ کسی قدر حالات آپ کے اس طرح ہیں۔ چودہ سال کی عمر تھی۔ کہ اپنے علوم متداولہ تحصیل کر کے تفسیر بیضاوی شریف پر حاشیہ لکھا تھا۔ زمانہ روایان پارس کی نسل سے ہیں۔ جب سلطنت بنی اعمام (چچا زاد بایون) کے ہاتھ میں پہنچی۔ تو آپ کے ساتھ بد اخلاقی اور کوتہ نظری کا برتاؤ ہوا آپ کی والدہ ماجدہ نے فرزند کی سلامتی کے واسطے یہ رائے قائم کی۔ کہ تم کو اس ملک سے سفر کر جانے کے سوا۔ چارہ نہیں ہے۔ جب حکومت زمین ہی نہیں رہی۔ تو وہ پیشوں کے ساتھ تو سل اختیار کرنے سے درویشی اچھی ہے۔ آپ نے مان کا فرمانا قبول کیا۔ مادر مہربان نے وقت روحانی و نصیحتوں کو آپ کی راہ کا گوشہ بنایا (اولیاء) کہ اپنے دست بیعت سے ایسے بزرگ کا دامن گہرا جو زمانہ کا قطب اور نیز غوث ہو (دوسرے یہ) کہ جب تک زندہ رہو۔ اس ملک میں واپس آنے کی خواہش نہ کرنا اپنے والد کی رائے کے بموجب فلندری لباس میں آکر۔ عراق عرب کے راستے سے ہر ایک شہر میں گھر کیا۔ اس سیر و سیاحت کے سلسلہ میں جہان کین ہوئے۔ پیر کی تلاش میں چھوڑی۔ لیکن تقدیر نے آپ کی خاطر میں یہ بات نہیں آنے دی۔ کہ کسی بزرگ کے آئے سانسے ہو کر بیعت ہو جاوین۔ بیان سے آپ جزیرہ دیو میں آئے۔ وہاں پر ایک درویش صاحبک ملاقات ہوئی۔ جن کا دیدار دیکھ کر ایک قسم کا انجذاب پیدا ہوا۔ لہذا

آپ چند دنوں کی صحبت میں سدک آزمائش دل کے درپے رہے۔ اس شانمندانہ خبر ملی۔ کہ شیخ محمد فرزند  
قدس سرہ جو ان درویش صاحب کے پیروں۔ گویا راکھ کی طرف سے ہجرت فرما کر احمد آباد میں آئے ہیں  
اور میدان میں سب سے سبقت لے گئے ہیں۔ آپ نے یہ الہامی پیام شکرِ خوشی کے ساتھ آنکھوں سے احمد آباد  
کا راستہ طے کیا۔ اور خانقاہ کا پتہ لگا کر حاضر و ہاں ہوئے۔ ایک اخروٹ ہاتھ میں لیکر قلندرانہ سامنے گئے  
معتل اور خواہش جس قدر ہی تھی۔ تمام دکال ایک ہی دیدار کے نذر ہو گئی۔ خیالات اور سوالات جو ضمیر میں  
پہرے تھے سب فراموش ہو گئے۔ اس عالم بیوشی میں قطب الاقطاب نے آپ کا ہاتھ مع اخروٹ کے  
پکڑ لیا۔ اور فرمایا۔ تم میرے مرید ہوئے۔ آپ نے جواب دیا۔ ان بالآخر۔ چند سال خدمت اور ریاضت کی بدولت  
اپنے اخلاق اور اوصاف کی تہذیب و تبدیل کر کے مالک ہر دو عالم ہو گئے۔ باشندگان صوبہ دکن کی رہنمائی  
کی اجازت ملی۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ جب میں مالوہ سے چلا تھا۔ تو کئی سیرگیون زونبیل میں رہ گئے تھے۔  
جب بیجاپور میں پہنچا۔ تو آبادی سے پانچ کوس دور ایک خوش ہوا ٹیلہ تھا۔ وہاں پر رہنے کا ٹھکانا کر لیا۔ اور  
وہ باقی ماندہ گیہوں بندی کے دامن میں بکیر دئے۔ ہر سال آگ آتے تھے۔ میں بقدر صرفہ اٹھالیا کرتا  
تھا۔ اور باقی ماندہ زمین پر گر پڑتے تھے۔ پھر فصل پراگ آتے تھے۔ اسی طرح ہلکے جڑا جب گزرا وقت  
کے لائق قوت اس طور پر مقرر ہو گئی۔ تو میں کسی سے کچھ نہیں لیتا تھا۔ اور باوجودیکہ تمام مشہور خانوادوں  
میں مجھ کو اجازت تھی۔ لیکن جب تک پیر نے اپنی صورت ظاہر بینوں کی آنکھ سے نہیں چھپائی۔ کبھی مرید  
کرنے کا خیال ہی نہیں ہوا۔ بعد میں شیخ عبدالغفور نام ایک جوان صاحب استعدادتھے۔ ان کو اپنی  
خدمت میں قبول کیا۔ اور نیز ان کی تربیت میں بہت ہی کام میں لائے۔ شیخ عبدالغفور کو اپنے  
مکان میں چھوڑ کر۔ ایک سال درمیان آپ اپنے پیر کے روضہ کی زیارت کو گیا۔ جایا کرتے تھے۔  
اور جانے میں اور آنے میں دونوں دفعہ منڈو (مانڈو) پر سے گزرا کرتے تھے اور راقم کے محلہ میں اتر کرتے  
تھے۔ راقم علم تکسیر اور جفر جامع میں آپ کا شاگرد ہے۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ ایزدی اسرار کے ہنگامہ میں  
عجب رونق آتی تھی۔ ہجری سنہ نو سو چھاسی میں زیارت کرنا چھوڑ کر تین سال تک اپنے مکان میں حق  
پرستی کرتے رہے۔ پھر ہجری سنہ نو سو نوے میں اخروی سفر پیش آگیا۔ وہی مرید شیخ عبدالغفور۔ تکسیر میں  
پیر بزرگوار کا طریقہ جاری رکھتے ہیں۔ خدا اور زیادہ توفیق دیوے۔ مصرع

زندہ دل رفت و برو زندہ دلی و

## یاد شیخ عبدالوصاب افغان

آپ شیخ فضل اللہ ۳۰ جن جن ملتان ہجرتی کے مدینہ منورہ بنگاہ افغانی اور بوم دونوں منڈ میں ہیں  
 جہاں پہاڑی تھے۔ ایک ایک آہی جذبہ پیدا ہو گیا۔ اور اس کی جہاد نے آپ کے باطن کو انسانیت کے غم مخاں  
 کے جہاد پر مار کر پاک و صاف کر دیا۔ اپنی وضع اور طرز چوڑی اس خیال سے کہ برہمن معنی مردانگی نہیں ہے  
 اور بظاہر عورت ہی نہیں ہوں۔ پس بہتر ہے کہ اپنے تین عورت اور مرد دونوں کو لباس اور زیور میں تقسیم کر دیا  
 اس میں اور پہاڑی نے نصف حصہ جسم کو زمانہ لباس اور زیور کے آراستہ رکھتے تھے۔ اور دوسرے نصف  
 حصہ کو صاف لباس اور رش میں رکھتے تھے۔ مدتوں تک اسی طرز کے ساتھ بسر کی۔ بالآخر جب جذبہ کا  
 جوش فرو ہوا۔ گڈری پہن کر سوسلوک میں داخل ہوئے۔ کشور کار کی شعاعیں آپ کی پیشانی سے نمایاں  
 تھیں۔ کسی آدمی سے تمام فقر کے اوقات میں فتوحات کے طور پر کچھ نہیں لیا۔ لیکن لکڑیوں کا گٹھ  
 جنگل سے لاکر بازار میں بیچ آیا کرتے تھے۔ اس کی قیمت کے قین حصہ کرتے تھے۔ ایک حصہ عیال پر صرف  
 کیا کرتے تھے۔ دوسرا حصہ اپنی خودک کے خرچ میں رکھا کرتے تھے۔ اور تیسرا حصہ بیچاروں اور یتیموں کو تقسیم کر دیا  
 کرتے تھے۔ بس طریقہ سے وہ معاش بہم پہنچایا کرتے تھے۔ اور کمایا کرتے تھے۔ ہجرتی سے نو سو نو سو روپے میں اپنا  
 ظاہری چہرہ عالم خاکی سے چھپا کر دھانیوں کی بزم میں جا کھولا۔

## یاد شیخ منصور

آپ شیخ نور اللہ ابن قاضی معز الدین ابن قاضی اللہ داد۔ ابن قاضی محمد شرعی کے فرزند ہیں۔ قلع  
 گروہ میں سے ہیں۔ آپ کے چوتھے پاپ کا وطن زمین توران میں تھتا۔ ان کو حادثات زمانہ سے دیوانی  
 نے آگیرا۔ ناچار ہند کی طرف آنے کا اتفاق ہوا۔ سرکار میواہ میں ایک قصبہ جبروت نامی ہے۔ صاحب  
 موصوف سیر کنان۔ اس قصبہ میں آہو پئے۔ اور رسمی علم کی تحصیل پر دل ہنا دہوئے۔ بالآخر انہیں اطراف  
 کے کہستان میں کہیں گمشدہ اختیار کر لیا۔ اور اندرونی آلائش اور بیرونی لوش کی شست و شو میں مصروف  
 ہوئے۔ چند روز قین گروہ نے پائے تھے۔ کہ اس ملک کے چوٹوں بڑوں کی انگلیاں قاضی محمد کی طرف  
 اٹھنے لگیں۔ اور نیک کرداری میں نامور ہوئے۔ اتنے میں قاضی قصبہ کی قضا لگئی۔ گاؤں کے مقدم اور  
 نیز دیگر بڑے بڑے لوگوں کے ذہن نشین یہ بات ہوئی۔ کہ قصبہ کے قفسیوں کے تصفیہ کا اختیار قاضی محمد  
 کے قبضہ اقتدار میں دیا جاوے۔ اس تجویز پر سب کا قرارداد ہو کر قاضی محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور

اس قرار داد کے متعلق گزارش حکومت اور سماجت کے ساتھ شامل کر کے بیت کچھ کوشش کی۔ مگر قبولیت کا جواب نہیں ملا۔ بائیں بہت مدت تک اس گفت و گو کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ بیان تک کہ ایک عالم مثال میں حضور خاتم النبوت علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ محمد۔ تمہاری نشت شریعت کی سند ہازل میں پسند کی گئی۔ اور فرعی لقب عنایت ہوا ہے۔ اس سبب قاضی محمد فرعی کر کے شہرت ہوئی۔ جب ایسا واقعہ پیش آیا۔ تو مجبور ہو کر اس بزرگ منصب کا بار اٹھانا قبول کیا۔ وہ فرزند دن تک عیال کے بعد دس سال مبارک سند پر جانشین ہوتے رہے۔

جب شیخ منور کی باری آئی۔ تو منصب قضا اختیار کرنے سے پہلے۔ الہی جذبہ نے آپ کی ہستی کو سر سے بانوں تک ایسا جگر بند کیا۔ کہ وطن سے نکل کر۔ رہنمائی کی جستجو میں پائے تلاش آبلہ ناک ہوا۔ جہاں کہیں کسی درویش کا نام سنا۔ ضرور ملازمت میں پہنچ کر فیض حاصل کیا۔ کتھن۔ ایک عالم خواب میں ایک دلکش میدان کے اندر ایک فرار نظر آیا۔ چاہتے تھے۔ کاس عنبرین خاک کو بوسہ دین۔ یکایک اس قبر کے اندر سے ایک ہاتھ نکلا۔ آپ نے مریدوں کے طریقہ پر مصافحہ کیا۔ اور مجاہدوں سے دریافت کیا کہ یہ قبر کن خدائش بزرگ کی ہے۔ جواب پایا۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی۔ یہ خوشخبری پا کر دل باغ باغ ہوا۔ صبح ہوتے ہی شادان اور فرحان ناگور کی طرف چل نکلے۔ بیان پر خواجہ خانوں کی خدمت میں آپ کو فیض بہایت حاصل ہوا۔ پہلا ہی دیدار کرنے پائے تھے۔ کہ تن تمام دکھاں دل ہو کر گرویدہ، اعتقاد ہوا اور ارادہ بیعت خاطر میں استحکام کے ساتھ جما۔ ہنوز اس صمم عزم کو خانہ خیال سے میدان گفتار میں نہیں لائے تھے۔ کہ ضمیر شناس خواجہ نے فرمایا۔ منور۔ میں نے تم کو اپنی بیعت کے فروغ سے درجہ سعادت دیا۔ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ صرف اسی قدر بیان پر اکتفا کر کے بیعت کے طور پر خواجہ نے آپ کو نہیں پکڑا۔ اور فرمایا۔ تم پیشتر ہی دست بوسی کی دولت سے کامیاب ہو چکے ہو۔ عالم خواب کا واقعہ یاد کر کے۔ اور زیادہ اعتقاد بڑھا۔ کیا سفر میں اور کیا حضر میں اپنے بہت مدت پیر کی ملازمت میں گورانی اور ناگور سے ساتھ ہو کر چندیری میں۔ اور چندیری سے گوالیار میں آئے۔ پیر نے چند روز بعد گوالیار میں خرقہ خلافت آپ کو عطا فرمایا۔ اور اپنے ہمراہ آپ کو آگرہ میں لے گئے۔ اور جگہ دکھلائی۔ کہ اس جگہ اپنا گلیہ بنالو چنانچہ حسب ارشاد مرشد۔ واپسین سفر تک کہ تاریخ ستائیسویں ذی قعدہ ہجری سنہ نو سو نو سے تھا۔ اسی پیام کی زمین میں رہے جب تک جئے۔ اور اسی میں مر گئے۔

کتے ہیں شیخ جنید امین شیخ بہاء الدین مفتی۔ ایک روز ادوہم خان کو شیخ منور کی خدمت میں لے کر آئے۔ ادوہم خان دیکھ کر اڑا۔ جب عرض کیا گیا۔ کہ فلان خان کڑا ہے۔ فرمایا۔ کیوں نہیں بیٹتا ہے۔ اُسے نندہ پیش کی۔ آپ نے قبول نہیں فرمائی۔ اور فرمایا۔ شہر میں جو لوگ اس کی خواہش رکھتے ہیں۔ ان کو تقسیم کر دو۔ اس کے بعد ادوہم خان نے دعا کے واسطے عرض کیا۔ تو آپ خاموش ہو رہے۔ آنے والا پریشان حالی کے ساتھ خدمت سے اُٹھا۔ جب ہم نشینوں نے دعا نہ کرنے کا سبب دریافت کیا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ اس کے سر میں فرمانِ رفاہی کی آرزو بہری ہوئی ہے۔ حالانکہ اس کے تن پر سر نہیں ہے۔ پھر ہمیت کیوں کر امداد کرے کتے ہیں انہیں یا ماہمین اٹکہ خان نے اُس کو قلعہ آگرہ کے اوپر سے ڈال کر نیستی کے مسکن کو روانہ کر دیا۔

## یاد شیخ یوسف بنگالی رحمہ اللہ

قرطاسی علوم کے واسطے آپ کا دل۔ کتابوں کا صندوق تھا۔ اور آپ کی زبان مجلد کتابوں کی دوکان تھی۔ آپ نے آغاز جوانی میں عرفی علم کی تحصیل کے واسطے اپنی نادبوم سے غربت اختیار کی تھی۔ مہربان تعلیم دہندہ اُستاد کی تلاش میں ایک شہر سے دوسرے شہر کو۔ اور ایک دیہے سے دوسرے دیہے کو چلے پھرے۔ بالآخر ازلی ہدایت نے آپ کو احمد آباد گجرات میں خدیو نشا تین قطب مدار علیہم شیخ وجیہ الدین احمد علوی کی ملازمت میں پہنچایا۔ جب تمام قلبی اور عقلی فنون کو تحصیل کر لیا۔ تو شیخ علوی کی خدمت سے برہان پور کی اجازت ملی۔ آپ نے اُس جگہ پہنچ کر شیخ سالم کی ہمسائیگی میں گوشہ اختیار کیا۔ علم طب میں شیخ سالم کے بیان کو جابینوسی حکم اور نفس کو مسیحائی حکم حاصل تھا۔ چند روز بعد شیخ سالم نے اپنی لڑکی آپ کو دیدی۔ گہرا دردِ سلمان دونوں جہم پہنچ گئے۔ بہت مدت تک آپ نے درس دیا۔ لیکن تصوف کی تعلیم سے ہمیشہ احتراز کیا کرتے تھے اور اگر کوئی آرزو مند صندک بیٹتا تھا۔ تو آپ اُس کو حقیقت آگاہ۔ شیخ طاہر یوسف سندھی کے درس میں بھیج دیا کرتے تھے۔ مسیح القلوب۔ بعض علوم میں۔ اور دریاے فضیلت و کمال شیخ پیر محمد حلیم۔ اکثر علوم میں آپ کے شاگرد ہیں۔ شیخ پیر محمد حلیم۔ آج کے روز اس درجہ کے آدمی ہیں۔ کہ چوٹے بڑے۔ اور مسافر و مقیم ان کے درس سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ ایک روز شیخ یوسف کے داماد شیخ سکھ می نے جو حکیم عثمان بولکانی کے شاگرد ہیں۔ مسیح القلوب کی خدمت میں عرض کیا۔ میرے خسر نے واپس سفر کے وقت وصیت کی تھی۔ کہ میرے فرزندوں کو جقائق شارح حقیقت آگاہ شیخ طاہر ابن یوسف کے درس میں بزرگوار دو تین حروف پڑھ لینا چاہئے۔ اس پڑھنے کی برکت کا اثر اخیر میں ظاہر ہوگا۔ اب آپ کے دو فرزند عبد المد اور عبد الرحمن نے چونکہ پدربزرگوار کی وصیت پر عمل کیا۔

اس واسطے اُن کو علم - فضیلت - حق شناسی - اور خدا پرستی یہ جملہ صفات حاصل ہو گئے ہیں۔ یوسفی خواب گاہ  
مصر برہانپور میں ہے۔ مصحح علومش رہنمائے میں حق باد۔

## یاد شیخ ابراہیم قاری شطاری

آپ کی زاد بوم سندھ ہے۔ شیخ شکر محمد عارف کے مرید ہیں۔ آپ کے افعال کا دامن رعونت کی گرو سے  
غبار آلودہ نہیں ہوا تھا۔ اور آپ کے مراقبہ کا گریبان خود فرودشی کے تکیے سے خالی تھا۔ آپ کئی نوع کے  
خطوط استادانہ لکنا جانتے تھے۔ علم قرآن میں اہل زمانہ کو جبرئیلی لہجہ سکھایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے پیر اور  
سیح القلوب دونوں تجوید قرآنی میں آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کے پیر نے چند روز فتوحات کی آمد اپنے اوپر  
حرام کر لی تھی۔ آپ پچیس سال تک لکھڑیاں جنگل سے لاکر فروخت کرتے رہے۔ اور اس کی قیمت جو کچھ آتی تھی  
وہ خوراک پیر میں صرف ہوا کرتی تھی۔ القصد جب اپنے اپنے پیر کے ہمراہ احمد آباد میں غوث الاولیاء  
قدس سرہ کی ملازمت کی۔ تو غوث الاولیاء نے بہت کچھ توجہ فرما کر آپ کو نماز میں اپنا امام بنایا۔ اس  
کے بعد اپنے گیارہ سال تک خاص غوث الاولیاء کی امامت کی۔ اور لاہوتی قرع لقب پایا۔ سیح القلوب  
بجوالہ بیان پیر روایت ہے۔ کہ فرماتے تھے۔ آپ فرض عشا سے فارغ ہونے کے بعد آٹھ رکن کا غسل شروع  
کر دیا کرتے تھے اور صبح کی سفیدی نمودار ہونے تک جاری رکھتے تھے۔ اور استیلائے عشقیہ کے شغل کو ایک  
سائس میں چوبیس بار پورا کرتے تھے۔ لیکن آزادگی اور بخود کی زمانہ کی نیرنگیوں کے ہاتھ جیتے نہیں تھے۔ اس  
قول کی تصدیق اس طرح پر ہے۔ کہ ایک روز مولانا حافظ صدر سندی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ ہمارے  
حاکم محمد شاہ فاروقی نے فرمایا ہے۔ ایک دیرینہ سال ضعیف شخص قرآن پڑھانے والا جو اصول قرآن جانتا ہو۔  
پیدا کرو۔ تاکہ ہم اُس کو پردہ نشینان حرم کی تعلیم پر مقرر کریں۔ اب بہت کچھ تلاش کے بعد مذکورہ بالا صفات کے  
ساتھ موصوف آپ کو پایا ہے۔ اگر اجازت ہو۔ تو اس کی تجویز عمدگی کے ساتھ کی جاوے۔ آپ نے فرمایا میں  
نظر باز پیر ہوں۔ میری سال خوردہ صورت پر نگاہ نہیں کرنی چاہیے۔ لہذا اسمہ

اگاہ ہے کہ پادگار عذاریم

ابن ظاہر من نگہ روانیست

بر باطن نا کہ حسن ساریم

اگماہ نظر اگر توانی

کیونکہ میری آنکھ اور میز دل ہنوز میرے قابو میں نہیں ہیں۔ لہذا بہتر یہی ہے۔ کہ اس خیال کو ہی چھوڑ  
مجھ کو اور نیز خود کو خطرناک گرداب میں نہ ڈالو۔ تاکہ میں ہم عمر دن کی تجالت کا باعث نہ بنوں۔ اس طرح کی بے قیہ

گفت و گو سے اپنی وضع داری کو اپنے تبدیل نہیں فرمایا۔ اور آنادی کا نام سبز باغ و کمانے والے ہاتھ میں جانے نہیں دیا۔ توکل اور تواضع میں استحکام کے ساتھ قدم بٹھکا لباس و دوش نثار کتے تھے۔ ہر ایک طرز کے ساتھ خواہ سلا ہوا ہوتا۔ یا بے سلا ہوا ہوتا۔ ہر ہنگی کا علاج کر لیتے تھے۔ ایک روز اپنے ساتھ کر ایک شخص ایسا لکتا ہے۔ کمانا کمانے کے وقت۔ رندی دینے وارضہ کا نام یاد کرنا چاہیے۔ اس کا جواب اپنے دیا۔ آفرین ہے۔ تم کو۔ لیکن ابراہیم کے نزدیک تو صوفی وہ ہے۔ جو حقیقی مازق کے مشاہد کے بدون کمانے پر ہاتھ ہی نہ بڑھاوے۔ ہجری سنہ نو سو اکیانوین میں آپ کی زندگی کی صبح۔ کوچ کی شام سے جا ملی۔ خواہ بگاہ برہان پور۔ مصر صبح و شامش باؤلف و دوی حور۔

## یاد شیخ قطب جہان ذاکر نیر والہ قدس سرہ

آپ نے تجرید کا پانوں ہمت کے کا ندبے پر کہ چھوڑا تھا۔ اور تعلقات کی پابندی اور نیرا ہمت کی دوستی سے انکاری سر ہلاتے تھے۔ ایسی حالت کے ساتھ اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی یاد۔ اور بندگی میں آپ کا ظاہر و باطن آراستہ تھا۔ آپ کے فرزند شیخ عابد کہتے ہیں۔ میرے بزرگوار باپ کے گھر میں۔ پرانی چٹائی کے سوا۔ دیگر اساس البیت میں سے کچھ نہیں تھا۔ مگر ہمیشہ دہلیز کے کواڑوں میں زنجیر لگی رہتی تھی۔ جب کوئی شخص آپ کی ملاقات کے واسطے دروازہ پر آتا تھا۔ انہیں چاہتے۔ کہ اندر بلا یا جاوے۔ تو خود پہر نکلا دروازہ کھول دیکرتے تھے۔ اور حجرہ تک ہمراہ آتے تھے۔ جب وہ شخص لوٹ کر جاتا تھا۔ تو شاہ بیت کے واسطے دروازہ تک جاتے تھے اور پر بستوز بھرنگا خلوت خانہ میں چلے آتے تھے۔ الغرض ہمیشہ اسی طریقہ لوگوں کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے۔ شیخ احمد یحییٰ منیری قدس سرہ کے مکتوبات کے مقابلہ میں آپ نے مکتوبات لکھے ہیں۔ جداگانہ ہر ایک مکتوب کے اندر آٹھی اسرار اور معرفتیں بہت کچھ بھری ہیں ان کے دیکھنے سے ان کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ دیگر نہ بیان کے ذریعہ سے کوئی ہاتھ ان کے کمال کے چہرہ پر تھا پکا ایک کوہ ہی نہیں ہٹا سکتا ہے شیخ لشکر محمد عارف۔ اور ان کے ماسون شیخ ولی محمد نے اولاً یقین فرمایا کہ انہیں ہر حد بزرگوار کی ملازمت سے لے لی تھی۔ پھر اسکے بعد ان اصحاب نے قطب اللہ لیا شیخ محمد غوث کی خدمت میں اپنی اس قدر اور ترقی دیکر۔ گروہ کے گروہ لوگوں کو دایا اور ولایت کے درجہ پر پہنچایا۔

مصر صبح کھل چش راحہ دیار باد

## یاد شیخ یانیزید شروانی

آپ سید ولی چرتا ولی کے مرید ہیں۔ آزادہ ولی کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ آپ کے شور و غوغا سے مجلس سماع میں نکلیں پیدا ہو جاتی تھی۔ اور آپ کے رونے سے ہم نفس اور نظارہ کرنے والے اصحاب رقت لگ رہے میں اگر اس طرح کا نغمہ گایا کرتے تھے۔ بیت۔

رفتہ از آسودگی تا دیدم این از رده را

اکاش غوثی را نمی دیدم درین آزر دگی

دسویں صدی کے اخیر میں دارا محض و کوروانہ ہو گئے۔ خواب گاہ پایہ تخت اگر۔

## یاد شیخ شکر محمد عارف قدس سرہ

آپ ملک راجن۔ ابن ملک پیر۔ ابن ملک رکن قریشی کے فرزند رشید ہیں۔ زمانہ معنی کے اعتبار سے آپ کی نظیر الہی علم کے عالم میں بتلاتا تھا۔ اور نظارہ کرنے والا۔ صورت کے اعتبار سے۔ آپ کی شبیہ۔ آئینہ فروش کی دوکان میں ظاہر کرتا تھا۔ چونکہ عبارت کا گھوڑا حقیقت گزاری کے میدان میں بالکل نگرہا ہے۔ لہذا بہتر ہے۔ کہ کسی قدر آپ کے پسندیدہ حالات بیان کر کے سرمایہ سعادت حاصل کروں۔ مصنفات گجرات میں ایک مقبہ مہلا سے نام ہے۔ اس مقبہ میں آپ کا قدسی نفس۔ دسویں صدی کے آغاز میں علم (عدم) کے عیان (وجود) میں ہیجا گیا۔ آپ کی والدہ نے تیرہ روز بعد۔ اور پندرہ روز گوار نے چہ برس بعد فرمان طلب قبول کیا۔ لہذا آپ کی پرورش کی نوبت آپ کے دادا کو پہنچی۔ آپ کے آبا کے کرام سپاہی شہادت سے آپ نے ابتدا سے زمانہ ہوش میں قاضی محمود بیر لوری کا دامن رہنمائی۔ اپنے دست ارادت سے پکڑا تھا۔

ایک روز آپ نے فرمایا۔ قاضی محمود کو سپٹ کی بیماری تھی۔ ایک میدان میں پردہ کی ضرورت پیش آئی اسی اثنا میں میرے دادا کا اونٹ آپ کو بچا۔ اپنے اُس کو بٹھایا۔ اور اسباب میں سے خیمہ نکال کر کھڑا کر دیا۔ میرے اس عمل سے پیر بہت خوش ہوئے اور اُن کی خوشی سے میرے حالات کی بہت کچھ درست ہوئی۔ اور نیز یہی خوشی۔ میری صلاحیت۔ اور راست کرداری کی بنیاد ہوئی۔ شیوہ سپاہ گری۔ آباد اجداد کا طریقہ تھا یہ طریقہ بیسے سولہ برس کی عمر میں توفیق کی بدولت ترک کر دیا۔ اور حقیقی رہنمائی کی تلاش کرنے لگا۔ طالب صادق تھی۔ اس نے مجھ کو بجز المعارف شیخ قطب جہان ذاکر نذر والہ کی خدمت میں پہنچایا۔ شیخ نے اولاً مجھ کو ذکر کا شغل تلقین فرمایا۔ تلقین کے بعد میرے باطن پر وہ ذکر کا ل طرح سے غالب ہو گیا۔ بیان تک کہ دو سال تک میرے دل پر تمام اشیاء کی آمد و رفت کا راستہ ہی بند رہا۔ میں رسالہ منہاج العابدین



بڑھا کرتا تھا۔ جب تک پڑھے ہوئے سبق کے مفہوم کے ساتھ متصف نہیں ہو جاتا تھا سبق اگر نہیں پڑھتا  
تھا۔ اس کے بعد ہجری سنہ نو سو کیا دن تھا۔ کہ احمد آباد گجرات میں غوث الاولیاء قدس سرہ کی خدمت میں پہنچ کر  
حق شناسی کے پسندیدہ اسباب بہم پہنچائے۔ جب غوث الاولیاء نے گوالیار کو معاودت فرمائی تو میں نے بھی ہماری  
کا عدم کیا۔ ارشاد ہوا۔ عارف۔ ہم تم کو اپنی جگہ طالبان معرفت کی ہدایت کے واسطے اسی صوبہ میں چھوڑ  
ہیں۔ چنانچہ بتعمیل حکم مرشد کم و بیش تیس سال تک احمد آباد میں رہنے کی توفیق ہوئی۔ آخر کار ہجری سنہ  
نو سو بیاسی میں برہان پور خاندیس کی طرف ارادہ کر کے روانہ ہو گیا۔

ہجری سنہ نو سو ترانوین تک طالبان خدا کے چہرہ پر آپ کی ہدایت کا دروازہ کھلا رہا۔ بہت سے  
لوگوں نے آپ کے موثر انقباس کے فیض سے امکان کے تیرہ دناریک گھر کو۔ شہود کے فروغ سے آگلی نور  
کا محل بنایا۔ اور حقیقت کے ستارہ کو قید کے حفیض سے نکال کر اطلاق کے اوج پر پہنچایا۔ جو اصحاب  
آپ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ ان کے اذکار سے یہ حالات ناظرین کو معلوم ہونگے۔ انشاء اللہ  
الغریب۔ دوسری سوال سال مذکور کو عالم شہادت کے تنگ کوچہ سے چل کر عالم غیب کی وسیع آبادی  
میں جا پہنچے۔ آپ کا اسم شریف جو شکر محمد عارف ہے۔ یہ سال رحلت بتاتا ہے۔

سیح الاولیاء سے روایت ہے۔ ایک روز اپنے فرمایا۔ عیسیٰ۔ اب کثرت اعتباری نے حقیقی لباس  
پہن لیا ہے اور حقیقی وحدت پر وہ اعتبار میں چپ گئی ہے۔ کیونکہ عالم (بحیثیت موجودہ) ظاہر ہونے سے  
پہلے عین حق تھا۔ اور ظاہر ہونے کے بعد حق عین عالم ہو گیا ہے۔ اور جب یہ حالت طاری ہوتی تھی۔ تو یہ  
جنیدی زفر نہ گایا کرتے تھے۔

وَعَنِّي لِي مَنِّي وَتَلْبِي  
وَكُنَّا حَتْمًا كَانُوا  
وَعَنِّيْتُ كَمَا غَنَّا  
وَكَانُوا حَتْمًا كُنَّا

نیز سیح الاولیاء سے روایت ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ خدا کو پہنچنا آسان ہے۔ لیکن حضور خاتم النبوة  
علیہ السلام کو پہنچنا دشوار بلکہ سخت دشوار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ تمام اشیا پر جداگانہ خاص خاص  
طریقوں کے ساتھ متجلی ہے۔ اور اپنے اپنے خاص طریقہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف ہر ایک کا  
راستہ لگا ہوا ہے۔ پس اس خاص طریقہ کے ساتھ وجود مطلق کے تعین اور شخص کا ادراک یہی خدا کا پالینا  
ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جمیع آئی اور امکانی کمالات کی جامع ہے۔ اس

حقیقت کی شناخت تمام اسماں اور صفائی کمالات کے ساتھ متصف ہونے پر موقوف ہے۔ متفرق تعینات کے ساتھ جو طریقے مخصوص ہیں۔ جب تک ان تمام طریقوں کے ساتھ۔ وجود کی معرفت اجمالاً اور تفصیلاً حاصل نہ ہو۔ تب تک طالب ذات بابرکات احمدی علیہ السلام کا عارف نہیں ہو سکتا ہے۔

نیز صبح الادویا سے روایت ہے۔ سید عبدالغفور سندھی نے۔ جب آپ کے حضور میں رسم بیعت اہلک۔ تو اپنے فرمایا۔ عیسیٰ شیخ ابو العباس قصاب کہتے تھے۔ میرے باپ مجھ کو زکشی کے سوا اور سرگرم کھاتے ہی نہ تھے۔ اور استعداد کی تعلیم نے ولایت کے اس عالی مرتبہ کو پہنچایا۔ اور خود میرے آباؤ اجداد کا شمار مردم کشی و سپاہیانہ نوکری تھا۔ دیکھو۔ استعداد نے مجھ کو کمان کمان لاکر اکابر اور صلوات کی زمینوں کے واسطے مامور کیا ہے۔

نیز صبح الادویا سے روایت ہے۔ ایک روز رابعہ وقت بولوراستی فرماتی تھیں۔ ایک روز صبح کے وقت پیر زنگوار نے مجھے اور برادر محمد سے اولاً راز مخفی رکھنے کا عہد لیا۔ اور اس کے بعد یہ الہامی لطیف بیان کیا۔ کہ آج کی رات تاریک مکان میں مراقبہ کے واسطے مینے سر جھکا رکھا تھا۔ یا عبد الرحمن کی آواز تین دفعہ مینے سنی۔ تیسری دفعہ مینے بیک کہا۔ آواز آئی۔ تم تاریکی میں بیٹھے ہوئے ہو۔ میں چراغ بجھنا چاہتا ایک کیلیسی رشتی پہلی۔ کہ اس کی کیفیت کے خط سے سر ملاتے تھے۔ اور بولوراستی نے یہ بھی کہا۔ کہ تیس سال بعد آپ کے دریافت کرنے پر مینے اس راز کی مہر کھولی ہے۔ اور نیز آپ فرمایا کرتے تھے ہنی قطبیت کا خطاب میں بہت برسوں تک پوشیدہ رکھا رہا۔ ایک روز قوال آیا۔ اور اس نے وہ قول گائی۔ جو درجہ قطبیت کی خبر دیتی تھی۔ مسکراتے ہوئے فرمایا۔ عیسیٰ۔ اس قوال کو میرے راز کی آگاہی کس نے دیدی بیت۔

سر خدا کا ساکب عارف بہ کس نہ گفت

دھیر تم کہ با و فرزند از کجا شنید

نیز صبح الادویا سے روایت ہے۔ خدبان کا مینا اور طلل سنہ ایک ہزار تیرہ تھا۔ کہندہ نطلتن۔ خدانہ دولت دارین خانان سپہ سالار اکبر شاہ۔ مالطہ نجمیدہ اطوار۔ پسندیدہ اخلاق۔ شیخ الہامی مبارک۔ رکن فضیلت و عرفان مولانا صالح سندھی۔ اور صدر آراء شریعت و عدالت قاضی عبدالعزیز عیسیٰ قادری۔ اجینی۔ چاہدن اسباب اس درویش کے مکان میں راز کی باتیں کر رہے تھے۔ اسی اثنائیں بکر العلوم قاضی نعیر بن شیخ سراج محمد مبنانی دروازہ کے باہر سے جوڑتے ہوئے آپوٹھے۔ اور جو چند۔ باتیں بیان کیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے۔ کہ رابعہ وقت بولوراستی دختر شیخ لشکر محمد عارف ایک روز فرماتی تھیں۔ بابا کے ادب ایک عجیب حالت طاری تھی۔ جو تعبیر اور تقریر میں نہیں آسکتی ہے۔ جب وہ

حالت موقوف ہوئی۔ تو اُس کی کیفیت دریافت کی گئی۔ فرمایا۔ بائزیدی مقام پر مجھ کو لے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اجل شانہ کا احسان ہے۔ کہ میری زبان سبحانی کلمے سے محفوظ رہی۔ اس کے بعد مسیح الاویا سے روایت ہے۔ کہ اس میں شک نہیں ایسا ہی ہے۔ مجھ کو بھی اُس وقت میں بلایا تھا۔ اور فرمایا۔ عیسیٰ سبحان ربی الاعلیٰ بہتر ہے یا سبحانی الاعلیٰ اور سبحانہ کنا اچھا ہے۔ یا سبحانی کنا سینے عرض کیا۔ نہیں۔ سبحانہ ہی کنا اچھا ہے۔

راقم۔ گلزار کے ذہن میں یہ بات آتی ہے۔ جب صوفی فنا کی امداد سے۔ عربی سیر میں۔ امکانی خلعت جسم سے آثار کرائی لباس میں آگیا۔ اور اُسکی مراد اپنی تنزیہ ہوئی۔ تو اُس وقت میں سبحانہ کی آواز کا منہ سے نکلنا تاویل اور توجیہ کا محتاج ہے۔ اور سبحانی کی آواز اگر نکلے۔ تو بے محل نہیں۔ کیونکہ یہی اُسکی مراد ہے۔ اس بنیاد پر سبحانہ کے بہتر ہونے کے واسطے دو توجیہ میں درکار ہونگی۔ البتہ اُس وقت میں توجیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ جب مراد یہ ہو۔ کہ بائزیدی مرتبہ کو پہنچنے والا شخص اگر سبحانہ کہے گا۔ تو ظاہر ہوگا۔ کہ امکان اور وجوب کے دونوں دریاؤں کو جذبات کی موجوں نے درہم برہم نہیں کر دیا ہے۔ اور شریعت کا برزخ کہ اسی کی رعایت کے اندر حفظ مراتب ہے۔ درمیان میں حائل ہے اور اس مقام کا کمال بھی اس کے ساتھ نہیں ہے۔ یعنی بائزیدی مرتبہ کو پہنچ کر سبحانی نہ کہے۔ بلکہ سبحانہ کہے۔ جیسے کہ نزولی میمون جب ذات مطلق۔ انسانی مظہر سے ظہور کرتی ہے۔ تو سبحانہ کہتی ہے نہ سبحانی۔

جو اصحاب مبداء اور معاد کا راستہ چلنے والے ہیں۔ اور نیز جن صاحبوں پر عروج اور نزول کی منزلوں کے حالات منکشف ہیں۔ اُن روشن ضمیر اصحاب کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ عنوان سوال یہ ہے۔ سبحانی کنا بہتر ہے۔ یا سبحانہ۔ اس عنوان سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے۔ کہ جب سالک امکانی مراتب طے کر کے وجوب کے مرتبہ کو پہنچتا ہے۔ تو اُس وقت ان دونوں صیغوں میں سے کون سے صیغہ کا کنا بہتر ہے۔ ظاہر میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سبحانی کنا مناسب ہے نہ سبحانہ۔ پس اس حالت پر نظر کر لے اس اعتراض کو گنجائش ہے۔ کہ مجیب نے کس اعتبار سے سبحانہ کو اولیٰ کہا۔ لیکن جب سوال وجوہ کی عبارت سے مراد یہ مفہوم نہ ہو۔ جس کا ذکر اوپر کیا گیا۔ بلکہ مراد یہ ہو۔ کہ مقام سبحانی مقام سبحانہ سے بہتر ہے۔ یا سبحانی کلمے والا سبحانہ کلمے والا سے افضل ہے۔ یا اس کے خلاف ہے۔ تو اس صورت

میں جواب پر ہرگز اعتراض وارد نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ اس تقدیر پر جواب کے معنی یہ ہو جاتے ہیں۔ کہ سبحانہ کا مقام۔ اور سبحانہ کہنے والا۔ افضل اور اعلیٰ ہے۔

ولا ریب فیہ خصوصاً لمن کان لہ  
فنب او القی السمع وهو شہید لان  
القائل بقولہ سبحانہ متصف بالکون بعد  
الاتصاف بالاولیۃ کما انصف الحق ب  
بعد ما کان واجباً والقائل بکلمۃ سبحانی  
هو المتصف بالوجوب بلا اعتبار انصاف  
بالکون فالاول محقق والثانی مجذوب  
ومقام التحقیق اسنی من مقام المجذوبۃ  
اس میں کچھ شک نہیں ہے بالخصوص اس شخص کے  
واسطے جو صاحب دل ہے یا کان لنگر حضور قلب کے  
بات کو سنتا ہے۔ کیونکہ سبحانہ کہنے والا الوہیت کے  
ساتھ متصف ہونے کے بعد امکان کے ساتھ متصف  
ہے جیسے کحق بعد اسکے کہ واجب متاوب امکان کے  
ساتھ متصف ہو گیا۔ اور کلمہ سبحانی کہنے والا۔ وجوب کے  
ساتھ متصف ہوتا ہے جس کے اندر امکان کے ساتھ  
متصف ہونے کے اعتبار کو دخل نہیں۔ پس سبحانہ  
کہنے والا محقق ہے۔ اور سبحانی کہنے والا مجذوب ہے  
اور مقام تحقیق مقام جذبہ سے روشن تر ہوتا ہے۔

اور اسی توجیہ پر مسیح الاویا کے خطا کی بھی نظر پڑتی ہے۔ جو رافیم کے عریضہ کے جواب میں صادر ہوا ہے۔ ہاتم  
کے عریضہ میں اسی قسم کا اعتراض تھا۔ حاصل خطا یہ ہے۔ کہ جب سلطان العاقلمین ابو یزید بطنامی نے مرجا  
سبحانی سے ترقی فرمائی۔ اور اپنے تئیں جس طرح انہیات کے ساتھ منجلی پایا تھا اسی طرح حکمت کے ساتھ  
متلبس پایا۔ تو بول اُٹھے۔

ان قلت یو ما سبحانی ما اعظم شانی فانما  
مجوسی وانا کافر واقطم نرناری واقول اشہد  
ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ  
کیونکہ انسان جو مطلق کا خلیفہ ہے مرتبہ واحدیت کے اعتبار سے۔ اس واسطے کہ اُسے مرتبہ واحدیت  
کے اندر ظاہر وجود میں بھی ظہور کیا ہے۔ جس کا خاص وصف وجوب ہے اور ظاہر علم میں بھی ظہور کیا ہے  
جس کے لوازم میں ممکن و دخل ہے۔

ولذٰلک یقال فی حق ابن منصور لو کان  
اسی واسطے ابن منصور کے حق کہا جاتا ہے۔ اگر ہمارے

فی زماننا الرقیبنا ہما کان علیہ و ما  
ذک الترقی الا الاتصاف بالکائنات  
بعد الاتصاف بالانبیاء کما تصف الحق بالکون  
بعد ما کان واجبا۔

نانہ میں ہوتے تو ہم ان کو اس حالت سے ترقی دیتے  
جو ان کو حاصل تھی۔ اور یہ ترقی سوائے اسکے نہیں ہے  
کہ انبیاء کے ساتھ انصاف پیدا کیا جاوے۔ بعد اسکے  
حق۔ امکان کے ساتھ متصف ہوا ہے۔ بعد اسکے  
اگر واجب تھا۔

پس سجانہ۔ عبارت ترقی مراتب سے ہے۔ نہ سجانہ۔ پس اس کو سمجھ لینا چاہیے۔

ماضی ہو۔ کاس مقدمہ کا قلاب۔ صاحب فصوص الحکم کا کلام ہے۔ جس کو مصنف نے نفس زومی میں  
عارف فرمایا ہے۔ یعنی یہ کہ قوم کا نوح علیہ السلام سے باگنا اس واسطے تھا۔ کہ آپ کی دعوت میں تنزیہ اور  
تشبیہ کے درمیان میں جامعیت پسین تھی۔

نوح علیہ السلام نے عرض کیا۔ میں نے اپنی قوم کو بلایا تو ان  
میں ان کی باطنی حقیقتوں کے اعتبار سے تنزیہ کی طرف  
اور دونوں میں ان کی ظاہری حقیقتوں کے اعتبار سے  
تشبیہ کی طرف۔ مگر میری دعا نے فرار کے سوا کون فر  
نہیں کیا یعنی قوم کو جس امر کی طرف میں بلاتا تھا اس سے  
نفرت ہوئی۔

پھر مصنف فصوص لکھتے ہیں۔ قوم نے جو نوح علیہ السلام  
کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ تو اس کا سبب سوائے  
اس کے نہیں ہے کہ اس دعوت کے اندر تنزیہ اور تشبیہ کے  
درمیان میں۔ فرقان (انفراق) ہے۔ اور نفس الامم میں عموم  
اور تشبیہ کے درمیان قرآن (ترقب) اور جمع چاہیے۔  
نہ کہ ان دونوں کے درمیان فرقان (انفراق)  
اور امتیاز۔

قال دعوت قومی لیل من حیث  
حقایقہم الباطنۃ الی التنزیہ و  
نہا را من حیث حقایقہم الظاہرۃ  
الی التشبیہ۔ فلم یزدہم دعا فی اکا  
فرا را۔ ای نفوراً۔ مہاد دعوتہم  
الیہ

ثم قال انما لم یجیبوا دعوتہ لہما فی  
من الفرقان بین التنزیہ والتشبیہ و  
فی الامرای فی نفسہ قرآن و جمع  
بینہما لا فرقان و تمیز بینہما۔

ثم قال فان القرآن يتضمن الفرقان  
تضمن الكل لاجزائه والفرقان لا يتضمن القرآن  
الجزء لا يتضمن الكل فالقران اكمل من  
الفرقان -

ثم قال وهذا اى لكون القرآن  
اكمل من الفرقان ما اختص بالقران  
الاحمد صلى الله عليه وسلم بالاصالة  
وهذه امة التي هي خير امت اخرجت  
للناس بالمتابعة والمراد بالقران الذي  
اختص به النبي صلى الله عليه وسلم  
وامنه انا هو بالحقيقة السوائية الاعتدالية  
المجاورة بين التنزيه والتشبيه وسائر  
المتقابلات بحيث لا يغلب احد  
المتقابلين على الآخر في مرتبة من  
المراتب فليس كمثله شىء اى فقوله  
تعالى ليس كمثله شىء فجمع الامراء  
امر التنزيه والتشبيه في امر واحد اى آية واحدة  
وهي مجموع تلك الالوية او كلام واحد  
وهو كل من نصفها -

ثم قال فلوان نوحا الى بمثل  
هذه الالوية اجابوه -

پرمصنف نصوص لکھتے ہیں۔ کہ قرآن شامل ہے  
قرآن کو جیسے کہ کل اپنی جزا کو شامل ہوتا ہے۔ اور فرقان  
قرآن کو شامل نہیں ہے۔ کیونکہ جزا کل کو شامل نہیں  
ہوتا ہے لہذا قرآن بہ نسبت فرقان کے زیادہ کامل ہے۔

پرمصنف نصوص لکھتے ہیں۔ چونکہ قرآن۔ فرقان  
کی بہ نسبت زیادہ کامل ہے۔ لہذا قرآن کے ساتھ جس کو  
غضب و صیست آدمی گئی۔ وہ اصالتاً محمد رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ اور اتباعاً یا مستحکم جو بہترین  
امم ہے۔ وہ اہم جو لوگوں کی رہنمائی کے لئے پیدا کی گئی ہیں  
اور جس قرآن کے ساتھ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات  
پاک اور آپ کی سمت خاص کی گئی ہے۔ اس سے مراد وہ  
قرآن ہے۔ جو ایسی حقیقت کو شامل ہے۔ جو مساوات  
اور اعتدال کا درجہ رکھتی ہے۔ اور نیز تنزیہ و تشبیہ اور کلام  
متقابلات کو اس طور پر جامع ہے۔ کہ دونوں متقابلوں  
میں سے کوئی کسی پر کسی مرتبہ میں غالب نہ ہو۔ لہذا مثل  
اس قرآن کے کوئی شے نہیں ہے یعنی خود قول اللہ تعالیٰ  
جل شانہ کا ہے لیس کمثلہ شعی پس تنزیہ و تشبیہ دونوں  
ایہ واحد میں جمیع ہیں۔ اور آیت سے مراد ساری یہ آیت  
ہے۔ یا تنزیہ و تشبیہ دونوں کلام واحد میں جمیع ہیں  
اور کلام سے عبارت منجملہ آیت کے دو نصفوں کے  
کوئی سا بھی ایک نصف ہے۔

پرمصنف نصوص لکھتے ہیں۔ اگر نوح علیہ السلام  
اس آیت کی ہدایت کے بموجب تعلیم فرماتے۔ تو قوم اس کو

ضروری قبول کرتی۔

اور اسی طرز پر مسیح الاولیا کا یہی بیان ہے جس کو صاحب موصوف انوار الاسرار کے ویجاچہ

بین جہان اقامت تفسیر لکھے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

قوله ومن فسرہ واولہ علی الباطن

ولہ یلتفت الی ظاہرہ اصلاً کا ذہب

الی فرعون انہ طغی مراد بھان موسیٰ

روحہ و فرعون نفسہ من غیر ملاحظہ

معنی الاصلی الذی نزل لاجلہ فہو باطنی

لبطونہ فی احد معانیہ ومن فسرہ علی

الظاہر الصرف من غیر ایمان و اقرار

بالاشارات والنکت الی عین البلاغۃ

الی ربہ و محض الفصاحتہ من نفسہ فہو

حشوی خارجی ما رای من جلال قرآنہ

الاس اوقات عزتہ و لم یظفر بدخولہ

فی مجلس وقوف علی جمالہ المندر جزیف

والمندجرتحتہ ومن جمع بینہما فہو

العارف الکامل الی اقف بالکتاب

و بہر اد نزولہ۔

مسیح الاولیا کا بیان ہے جس شخص نے قرآن کی تفسیر

کی اور صرف باطن کی طرف تاویل کر کے کہیں گے گیا۔ اور

ظاہر کی طرف قطعی ملتفت نہیں ہوا۔ جیسے اذہب الی

فرعون انہ طغی سے یہ ارادہ کیا کہ موسیٰ اُسکی روح ہے اور

فرعون اُس کا نفس ہے۔ بغیر اُن اصلی معنی کے لحاظ

کے جن کے واسطے خاص کر قرآن نازل ہوا ہے وہ

شخص باطنی ہے۔ کیونکہ قرآن کے دونوں معانی میں سے

ایک کو چھوڑ کر ایک کے اندر گمس گیا ہے۔ اور جس

شخص نے قرآن کی تفسیر صرف ظاہر پر کی۔ اور جو اشارات

اور نکات اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی نسبت کر کے عین غلت

میں۔ اور تفسیر کنندہ کی نسبت کر کے محض فصاحت میں

ان اشارات اور نکات کا یہ مفسر نہ ایمان رکھتا ہے۔ اور

نہ اقرار کرتا ہے۔ وہ شخص حشوی خارجی ہے جس کو جلال

ترتیب میں سے بیرونی پردہ ہی عزت کے سوا۔ کچھ نظر

نہیں آیا۔ اور اُسکو محل قیام میں داخل ہو کر اس جمال

کا دیکھنا نصیب نہیں ہوا جو اس کے مندر مندرج اور

پوشیدہ ہے۔ اور جس شخص نے ظاہری اور باطنی

دونوں معانی کو جمع کیا۔ وہ شخص عارف کامل ہے

اور کتاب سے اور مراد نزول کے واقف ہے۔

اور انہیں ظاہری باتوں کے طور پر وہ تحقیق بھی ہے۔ جو لفظ النفس کے متعلق مسیح الاولیا نے لکھی ہے

یعنی انسان کی عنصری ترکیب میں روح واجب کے مرتبہ میں ہے۔ کالبد ممکن کے درجہ میں ہے۔ اور وہی اُس مقام پر پہنچو دونوں کو جامع ہے لہٰذا عِبَارَاتُنَا شَتَّى وَحَسْبُكَ وَاحِدًا بیعت۔

یک نکتہ بیش نیت غم عشق دین عجب	اکڑہر کے کے سے شہنوم نام کر رست
--------------------------------	---------------------------------

خلاصہ اس طویل و طویل منقولات کا سوا اس کے نہیں ہے۔ کہ جامعیت کا مرتبہ افضل ہے سبجانہ تنزیہ جامع ہے۔ اور سبحانی صرف تنزیہ واجب ہے لہٰذا فظہر المراد و مراد الاعتراض۔

### یاد قاضی محمود مورہی

مورہ ایک موضع ہے مضافات گجرات میں۔ آپ شیخ لشکر محمد عارف قدس سرہ کے مرید ہیں۔ رسمی علوم کی تحصیل نے آپ کو فضیلت کے درجہ پر پہنچایا تھا۔ حکیم عثمان بوبکانی اور مولانا موسیٰ بوبکانی جو عادل پور برہان پور کے مدرس تھے۔ بعض علوم میں مثل عربی اور نحو کے آپ کے شاگرد ہیں آپ کے پیر سے روایت ہے۔ جن ایام میں راوی (میں) ہدایہ فقہ قاضی محمود سے اور قاضی محمود نقد لصوص اندمراة العارفین۔ اس درویش سے پڑھتے تھے۔ تو آپ کو ایک مسئلہ کلام میں سخت دشواری پیش آئی۔ کہ یہ جلیل القدر صفت اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نسبت اس طرح کیوں کر ثابت کی جاوے جو اعتراض سے سالم رہے۔ القصد مسئلہ مذکور اس طرز سے دلنشین کیا گیا۔ کہ تردد کی خلش آپ کے ذہن میں باقی نہیں رہی۔ اور عبارت والون کے جگر ٹوٹے سے آپ کے ضمیر کو نجات مل کر سکون حاصل ہوا۔ اُس وقت آپ نے کہا۔ مردون کے واسطے یہ بڑی لغزش گاہ ہے۔ اس موقع کے واسطے ایک عصا ہاتھ آیا۔ اور نیز آپ فرماتے تھے۔ جس روز سے شیخ عارف کے ہاتھ پر مینے بیعت کی ہے۔ اُس روز سے علوم اور فنون کی بہت سی مشکل اور مخفی باتیں میری طبیعت پر ملازمت پیر کے فیض سے باسانی حل ہو جاتی ہیں۔ اور بہت مدت سے ایسا ہوتا ہے۔ کہ حقائق پناہی مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ عالم خواب میں میری دشواریاں حل کر دیتے ہیں۔

مصرع باد آسان در طرقت انچہ دشواریش بود۔

### یاد شیخ اولیا

آپ نے قدم فرسائی کی۔ تو صدق و صفا کے میدان میں۔ اور خانہ نشین ہو گئے۔ تو فقر و فنا



کے کوچہ میں شیخ شکر محمد عارف کے خلیفہ تھے۔ اور شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری سے نسبت تھی۔ قدس  
اسرار اہم۔ ایک روز آپ کے پاس خیر آئی۔ کہ آپ کا بیٹا اور داماد دونوں۔ جان فرسار طائی کے معرکہ میں مارے گئے  
اس خبر کو آپ نے کشادہ پیشانی کے ساتھ سنا۔ ماتم اور تعزیت کا رنگ ڈہنگ آپ کے اوصناع اور اطوار سے قطعی  
پیدا نہیں ہوا۔ اور ان دونوں عزیزوں کی خبر کا جان گزارا خط اپنی بیوی کے پاس لیجا کر اس عنوان سے سنایا۔ کہ تمہارے  
واسطے ایزدی بارگاہ کا ہدیہ لایا ہوں۔ مصحح خدا بر صبر او پاواشس بخشاد۔

## یاد شیخ رکن الدین ابن محمود

آپ کی زاد بوم بیانا ہے۔ جو دار السلطنہ آگرہ سے دو منزل دور ہے۔ بیان کاینل اور ہندی دونوں چیزیں  
بے مثل ہوتی ہیں۔ اہل جہان سے غات سمجھ کر ہر ایک ملک کو لیجاتے ہیں۔ آپ فرماتے تھے۔ ہم تین شخص جو باہم  
برادر تھے۔ مراد تیز۔ ہند کی طرف آئے تھے۔ شرف الدین۔ داؤد۔ اور عبدالمجید۔ پہلے بہائی نے بیانا میں  
عقد کر لیا۔ اور دو سکر ڈبہور ہے۔ یہ مجر داوڑ حصو رہی مرے۔ شیخ رکن الدین چودہویں پشت میں شرف الدین  
کو پونچتے ہیں۔ جس سال پہو نام پکیر پست۔ جنت آشیانی کے لشکر سے بڑ گیا تھا۔ آپ بیانا سے چل کر دارالامان  
منڈو مالوہ میں چلے آئے تھے۔ صناعت خان کی بے ستون مسجد بادشاہان خلیج کا جہان گنبد ہے۔ ادسکی جنوبی  
سمت میں واقع ہے۔ اسی مسجد میں آپ نے قیام فرمایا۔ اور خدا پرستی۔ اور بیدار دلی کے ساتھ متوکلون کی طرح گزاران  
کی۔ نحو اور فقہ کی کتابوں سے آگاہ تھے۔ پرہیزگاری اور کم آزاری میں استحکام کے ساتھ قدم جمانے ہوئے تھے  
کامل بائیس سال تک درویش زادوں کو۔ بدون اجرت لینے اور احسان رکھنے کے قرآن پڑھایا۔ اور عربی زبان میں  
استعداد پیدا کرتے رہے۔ اپنے حجرہ سے جامع مسجد اور جنازہ کی نماز کے سوا۔ کہیں نہیں گئے۔ تاریخ چوبیسویں  
جمادی الاول ہجری سنہ نو سو باون کو روانہ مکان قدس ہوئے۔ ایک لڑکے کو بیانا سے ہمراہ لائے تھے۔  
جس کا نام عبد الغفار ہے۔ یہ آج تک اسی مسجد میں زندگی گزار رہے ہیں۔ خواہنگاہ منڈو۔ سید محمود کی مسجد کے  
صحن میں مصحح باور کنی از ارم ماوے او۔

## یاد شیخ یوسف قادری

آپ سید اسمعیل کے مرید ہیں۔ جو شیخ کمال الدین قریشی کے خلفائے میں سے ہیں۔ آگرہ کے نئے قلعہ میں  
سکونت رکھتے تھے۔ سرگشتہ طالبان خدا کی رہنمائی کے بارہ میں بہت کچھ دسوزی اور کوشش سے کام لیتے  
تھے۔ بالآخر پیر بزرگوار نے اپنی دامادی سے آپ کو سرفراز فرمایا۔ اس ظاہری رشتہ کے ساتھ معنوی نسبت کا رشتہ

اور پیدا ہو گیا۔ ان دونوں صدقوں کے شاہوار موتی دارا سلطنت میں موجود ہیں۔ خدا کرے۔ خدا شناسی کا شرف نصیب ہو مصرع کو درخت سعی تا از وصل جانان بخوریم۔

## یاد شیخ حسن چشتی

آپ کی زاد بوم قصبہ تھانہ ہے۔ جو سلطان پور نذر بار کے پرگنات میں سے ہے۔ آپ بہت پرانے ضعیف العمر مگر زندہ دل شخص تھے۔ ہمیشہ نم ناک آنکھوں کے ساتھ زانو پر سر رکھے ہوئے بیٹھے رہا کرتے تھے آپ کی صحبت میں دل ربانی کی صفت تھی جو شخص ایک بار آپ کو دیکھ لیتا تھا۔ اس کو پھر دوبارہ آپ کے دیکھے بدون آرام پانا ممکن نہیں ہوتا تھا۔ مسیح القلوب سے روایت ہے باوجودیکہ آپ کے پانچ لڑکے تھے۔ جو نینداری اور علم سے آراستہ تھے۔ اور بارادت معتقدین کی ایک جماعت کی جماعت تھی۔ لیکن درویشوں اور عالموں کی ملازمت میں جب جایا کرتے تھے۔ تو تنہا جایا کرتے تھے۔ جب اس بارہ میں آپ سے دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا کہ مجھ کو یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ میں ایسا نہ ہو کہ بزرگان دین کی ملاقات کے وقت ہمراہیوں کے دل۔ کسی اندیشہ باطل میں مبتلا ہو جاویں۔ یا میرے دل میں اپنے ہمراہی فرزندوں اور مریدوں کے واسطے کوئی ایسی خواہش پیدا ہو دے جس میں مشائخ طریقت کی خوشنودی نہ ہو۔ اس سبب خدا شناس گروہ کی خدمت میں تنہا جانا بہتر معلوم ہوا۔

جانا بہتر معلوم ہوا۔

شب تنہا پیش را اور کین باد

چراغ ہر و خورشید مجت

## یاد شیخ محمد

آپ علوم غریبہ بالخصوص قسام جفر اور دفع اعدا و اچی طرح جانتے تھے۔ علم کو عمل کے ساتھ رفیق بنا کر اپنی مصابحت سے لوگوں کو فیض پہنچاتے تھے۔ قرآنی تلاوت کے وقت بہت کچھ تاثیر اور تریل کام میں لاکر سنے والوں کو خدائی پیغام پہنچا پاتے تھے۔ ہمیشہ مہمان خانہ میں مقیم اور مسافر ہم نشینوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے۔ محبت کا ولولہ۔ اور عشق کا شعلہ۔ ہمیشہ اور ہر وقت آپ کا حریف تھا۔ اور دائمی شگفتگی آپ کے مزاج کا جزو تھی۔ امام فضل آپ کی رحلت کی تاریخ ہے۔

## یاد شاہ منجم

آپ عبد اللہ ابن قاضی خیر الدین کے فرزند ہیں۔ شریف اور نجیب الطرفین تھے۔ آپ کے پدری

دادا۔ خلاصۃ العلماء قاضی تلح الدین نحوی۔ اور مادری دادا۔ زبیدۃ السادات قاضی سمار الدین دہلوی ہیں۔ جو

فتویٰ نویسی کے عالی منصب پر سرفراز اور قلعہ خانی کے پاک خطاب کے ساتھ مشہور تھے۔ آپ کے پیر ہجت تاج العرفا سید تاج الدین بخاری ہیں۔ یہ سید صاحب بہت کچھ معرفت اور سیاحتی کے ساتھ دانشاں ہیں۔ اور ہر ایک ملک کے مشائخ سے ان کو خلافت حاصل ہے۔ جب سید صاحب ہند میں آئے۔ تو غوث اولیاء کی ملازمت حاصل کر کے خلعت اجازت پایا۔ پھر اس کے بعد۔ اسی شطاریہ سلسلہ میں اپنے تئیں مشہور کیا۔ اپنے مرید شاہ منجمن کی سفارش۔ حضور غوث اولیاء میں کر کے۔ خدمت میں چھوڑا۔ آپ اس فرصت میں مرشد کی جملہ تصانیف میں سے جواہر خمسه کو پیر کی خدمت میں پڑھ کر۔ اپنے عمل میں لائے۔ جواہر خمسه ایک کتاب ہے۔ جو زاہد کے افعال۔ سالک کی رفتار۔ اور صوفی کے اعتقاد پر شامل ہے۔ خرقد خاص جو کوہستان چنار کی ریاضت کے وقت غوث اولیاء اپنے رہتے تھے۔ آپ کو عطا ہوا ہجری سنہ ایک ہزار چودہ میں آپ کے فرزند ارجمند شیخ عثمان کے ہاتھوں۔ راقم نے بھی اس خرقد کی زیارت کی تھی۔

اب میں کسی قدحلات لکھتا ہوں۔ شاہ منجمن۔ خلاصہ علمائے زمانہ شیخ احمدی کے مدرس تھے۔ تمام علوم متداولہ کا محققانہ درس فرمایا کرتے تھے۔ شرعی حدود اور اس کے آداب کا لحاظ رکھنے میں۔ بہت کچھ کوشش اور اہتمام کلام میں لاتے تھے۔ آپ کے ایام زندگانی۔ دس۔ مطالعہ۔ مراقبہ۔ اور محاسبہ میں وقف تھی۔ جس سال میں شہر خان سونے قلعہ راے سین فتح کر کے اسلام آباد نام رکھا۔ اس سال میں آپ اپنے وطن لکنؤں تھی چل کر اس قلعہ میں آئے تھے۔ ایک عزمک اس قلعہ کی شیخ الاسلامی اور خانقاہ داری کا منصب آپ کے نام سے رہا۔ جب قلعہ مذکور کی سرداری کی نوبت انہوں کو پہنچی۔ تو آپ وہاں سے بہتر سکونت سازنگ پورہ مالوہ میں چلے آئے۔ اور یہیں مکان بنا لیا۔ ایسا عالم جو علوم کی فیض رسانی کا دروازہ لوگوں پر کشادہ کرے۔ اس زمانہ میں اور ان اطراف میں زمین تھا۔ اور کتابیں بھی حادثہ کے سبب لوٹ میں جاتی رہیں تھیں۔ ناچار اپنے ہر ایک فن میں اپنی یاد سے ایک ایک سال مرتب اور تحریر کر لیا۔ اور طالبان علم کو اس وقت تک کہ معسری بسوا کتابیں ہاتھ آدیں۔ ان مرتبہ رسالوں کے ذریعہ سے فیض بخشی فرماتے رہے۔ بعد کہ آپ کے گرامی قدم کی برکت سے سازنگ پورہ شہر۔ شیراز کی طرح دارالعلوم بن گیا۔ اور بہت سے اہل کمال آدیں کے واسطے وہاں کی دنیاگیر خاک سکونت کا باعث ہوئی۔

جب آپ کا وقت پیری آ پہنچا۔ تو اپنے دل کو فرزندوں اور عزیزوں کی محبت سے پاک کیا اور قصیدہ اشٹہ میں جو سازنگ پور سے در منزل دور ہے۔ گوشہ نشینی کے واسطے مکان اختیار فرمایا۔ پھر چند سال بعد ہجری

سنہ ایک ہزار ایک کے ماہ ربیع الاول میں آپ بمقام سارنگ پور گئے۔ اور تمام جہوٹوں بڑوں سے خوشنودی حاصل کی۔ اور رخصت ہو کر وہاں سے پہراپنے گوشہ نشینی کے حجرہ میں واپس چلے آئے۔ اب اس وقت میں عمر شریف کا سال اسی کے خانہ میں آگیا تھا۔ اس مہینے میں آپ نے ایک روز ان اصحاب کے ساتھ جو ذکر جبر کے ہنگامہ میں حاضر تھے۔ جہاں فانی کے وداعی مراسم ادا کئے۔

آپ کے جد بزرگوار قاضی تاج الدین نحوی شیخ محمود زندہ پوش قرشی عشقی کی نسل سے ہیں۔ جن کی خانقاہ اسلامی شہر بلخ میں تھی۔ جس زمانہ میں اشرف دانشوران قاضی شہاب الدین صاحب بحر مواج اور قاضی فخر الدین کی ذات مبارک سے ہند میں مجلس فیض عین رونق برتی۔ اُس زمانہ میں قاضی تاج الدین نحوی بلخ سے ہندوستان میں آئے تھے۔ اور شہر لکنوتی میں قیام کی تجویز کی تھی۔ بہت سے طالبان علوم کو علوم اور فضیلت سے آشنا کر دیا۔ جب ہجری سنہ نو سو چھیاسی میں مالکہ کلیم اکبر شاہ نے مالوہ کی طرف کوچ فرمایا۔ تو صوبہ مالوہ کے تمام مشائخ ایک وجہ خاص سے لشکر میں فراہم کئے گئے۔ اس مجمع میں راقم کو شاہنشین کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا تھا۔ دیدار اور دست بوسی سے فیض پایا تھا۔ خدا کرے۔ آپ کی برکات و امداد کے ساتھ ہم آغوش رہیں۔

## یاد خواجہ کلان پور خواجہ چوہباری

آپ۔ دینی سعادت میں۔ موجدان سابق کے ہم پایہ۔ اور دنیاوی تصرفات میں فرمان روا یا ان زمانہ کے ہمسر تھے۔ با اینہم طریقت۔ آزادگی بے تعلقی۔ اور درویشی کے قانون اور آئین میں۔ ایک شمع ہی فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ حاجتمندوں کی معروضات اور ارباب ہوس کی خواہشات۔ سننے کے بعد۔ اسی حجرہ میں گس جایا کرتے تھے۔ جو بنا کما تھا اور تن گدازی۔ اور روح پروری کے کام میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اسی طریقہ سے تمام عمر گزار دی۔ جب ہجری سنہ نو سو بانوین میں۔ اپنے اعضا و جوارح ملک عدم کے سپرد کر کے عنصری مکان سے اصلی مقام کو کوچ فرمایا۔ تو گھر میں سے سوائے ایک شکستہ خشت اور ایک پرانی چٹائی کے کچھ نہیں نکلا۔

## یاد شیخ یوسف بن شیخ عبدالستیم الضاری

آپ نے کتابی علم کی تحصیل۔ اپنے پرنسپل گوار کی تعلیم سے کی تھی۔ جب آپ امیر سید اسمعیل ابن سید ابدال قادری کی صحبت میں ہوئے۔ تو بیان نسبت دامادی پیدا ہو گئی۔ اور نیز ان کا دامن بکڑ کر اتنی

معرفت کا سامان فراہم کیا۔ چند روز بعد یہ اسمعیل نے فرقہ خلافت عطا فرما کر اپنا جانشین بنایا۔ دنیاوی  
 وادستہ۔ ہر ایک کی ضرورت اور عدم ضرورت کے اعتبار سے لازمہ بشریت ہے۔ اس داووستد کے اندر  
 مکہ و یثرب کو آپ کے افعال میں اور ناراستی کو آپ کے اقوال میں دخل نہ تھا۔ ہجری سنہ نو سو چوہرانوین میں  
 شوال مہینا گزر کر چاند رات کے دن نماز عصر مسجد میں پڑھنے کے بعد معمولی وظیفہ میں مشغول تھے۔ آفتاب  
 ڈوب جانے کے بعد بعض مسجد نشینوں نے ہلال ذی قعدہ کی رویت کے واسطے اٹھ کر باہم مبارک باوکی  
 آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ اور دکر کہا۔ اگر چاند نظر آگیا ہے۔ تو درویش کو عنصری تعلقات کے  
 بار سے سبکدوش کر کے۔ اپنے حضور میں کیوں طلب نہیں فرمایا۔ شاید خداوندی بارگاہ کے لائق نہیں  
 جانا ہوگا۔ اسی قسم کی باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں نماز مغرب کی تکبیر ہوئی۔ آپ نماز پڑھ کر اپنے مکان کی طرف  
 چلے آئے۔ اسی دم تکیہ پر سر رکھ کر۔ اپنی جان کو کلہ شہادت کے ساتھ۔ اصلی وطن میں پہنچا دیا۔ خواجگاہ گور

## یا مولانا کا سکرانی ابن امیر امین الدین خراسانی

آپ اپنے مامون مولانا فخر الدین علی واعظ کے مرید ہیں۔ آپ کے دل میں عشق اور عرفان کے جواہرات  
 بہرے ہوئے تھے۔ اور آپ کی زبان کی گنجی سے عقل و نقل کے خزانے کھلتے تھے۔ کسی مقام میں بلکہ اپنے مکان کراٹا  
 میں ہی رہنا پسند نہیں تھا۔ ہمیشہ آرزوے قمار ہستی تھی۔ کہتے ہیں۔ بہت لوگ آپ کے درس سے استادی اور مدرسہ  
 کے درجہ کو پہنچ گئے۔ نیز آپ فرماتے تھے۔ میرے مامون ہمیشہ باغ میں تنہا جایا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے  
 عرض کیا۔ مجھ کو بھی اپنے ہمراہ لے چلیے۔ فرمایا۔ تم کو باغ دیکھنے کی تاب نہیں ہے۔ لیکن اس لحاظ سے  
 کہ میں دل شکستہ نہ ہوں مجھ کو ہمراہ لے گئے۔ جب باغ کے اندر قدم رکھا۔ تو اس کے درخت تمام دکال  
 قیام سے رکوع میں جبک گئے۔ مجھ کو حیرت اور حیرت کی وجہ سے بیہوشی ہونے لگی۔ آپ نے میری پیٹھ پر ہاتھ  
 پیر۔ تب میرے دل میں اس حالت کے دیکھنے اور برداشت کرنے کی طاقت پیدا ہوئی۔ ہجری سنہ نو سو چوہرانوین  
 میں جہان فانی کو وداع کیا۔

## یا مخدوم حنفی

آپ کی زاد پوم اور خواجگاہ سدو نون بوبک گائون میں ہیں۔ جو سیہوان کے نزدیک ہے۔ سیہوان  
 کو سیستان سندھ بھی کہتے ہیں۔ زبان کو رسمی فضیلت اور دل کو حقیقی معرفت حاصل تھی۔ آپ ضمیر کی باتوں  
 سے آگاہ۔ عمودا دلون کے دوست۔ اور نیز رموز النفس و آفاق سے واقف تھے۔ شیخ طاہر ابن یوسف سنہ

کے استاد زادہ ہیں۔ جو مجمع البحار طاہری۔ اور ریاض الصالحین کے مصنف تھے مسیح زمان شیخ عیسیٰ قاسم مظلمہ سے روایت ہے۔ حکیم عثمان بوبکانی سے مینے سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ مخدوم نے آخر عمر میں منطق کی کتابیں دریا میں بہا دی تھیں۔ اور احیاء العلوم۔ عوارف۔ فصل الخطاب۔ اور نیز ان کتابوں کی مثل جو دیگر کتب ہوتی تھیں۔ ان کے مطالعہ کے سوا کوئی شغل نہیں تھا۔ مصرع باد بروحش مقام جنت فصل الخطاب۔

## یا مخدوم بایزید لاکھ

لاکھ۔ ایک قبیلہ ہے سندھ میں۔ عزت آماے دارین۔ بہرہ مند نشاتین۔ مرزا عبدالرحیم خان خانان۔ ابد و ولایت نے مسیح زمان کی خدمت میں بیان کیا تھا۔ کہ جب میں صوبہ تہہ فتح کرنے کے زمانہ میں۔ مخدوم کی خانقاہ میں پہنچا۔ تو صوفیوں کی ایک جماعت دیکھنے میں آئی۔ کہ ان کے ہاتھ تو لازمی ضروریات بہم پہنچانے کے کام میں مصروف تھے۔ ان کی زبانیں تلاوت قرآن کے ساتھ۔ ذکر الہی میں لگی ہوئی تھیں۔ اور ان کے قلوب۔ نفسانی خطرات دور کرنے کی فکر میں مشغول تھے۔ آپ کی گرامی صحبت سے بہت کچھ باطنی فروغ حاصل ہوا۔

## مصرع آئیے نور باد شمع شبش

## یا مخدوم بلال سندھی

آپ۔ حق کے عارف۔ اور خلق کے معروف تھے۔ ہدایت سندھی سے روایت ہے۔ ایک رات کا ذکر ہے۔ مخدوم خلوت خانہ کے اندر۔ مطالعہ اور مشاہدہ میں مشغول تھے۔ پیاس کا زور بہان تکا ہوا۔ کہ پانی کے واسطے باہر آنا پڑا۔ ناگاہ خواجہ خضر علیہ السلام موجود ملے۔ دیا جو کچھ دیا۔ اور پایا جو کچھ پایا پیت

آرزو آنچنان نداند خواست

آنچہ حق بہر بندگان آراست

## یا مولانا خرد دیوانہ

آپ کے ہاتھ نے دامن مولانا خواجگی کاشانی کے ارشاد کا پکڑا تھا۔ آپ آگاہ دل۔ خدا شناسوں میں سے تھے ہمیشہ فیض رسانی کی مسند پر معرفت الہی کا بیان کرنے کے وقت جذبہ کی جسے چہرہ سرخ ہو جایا کرتا تھا۔ اور معانی کا نشہ سر سے جوش مارا کرتا تھا۔ ایسی اونچی اونچی باتیں بیان کیا کرتے تھے۔ کہ اندیشہ ہی ان کے ادراک سے قاصر رہتا تھا۔ اور کوئی دانشمند۔ آپ کے بیان کی توجیہ نہیں کر سکتا تھا۔ کہتے ہیں۔ دارالاسلام بلخ کے فرمان روا پیر محمد خان اوزبک نے اپنے زمانہ حکمرانی میں ایسے خلیفہ کی درخواست کی تھی۔ جو نقش بند یہ سلسلہ پر لوگوں کو تالیف قلوب کر کے کہنچ لاوے۔ چنانچہ مولانا نے اپنے

یاروں سے استفسار فرمایا۔ ہر ایک نے اس کام کے لئے۔ اپنے تئیں تجویز کیا۔ اس وقت مجلس میں مولانا  
 فردموجود نہیں تھے۔ پیر بزرگوار نے سب کی رائے کو نظر سے گزرایا۔ کیونکہ بوسے چند آتی تھی۔ اور قلبی توجہ سے  
 مولانا فرد کو صحیح کی طرف کیسے بلایا۔ اور فرمایا۔ دلچاہہ تم وہ ویشان بلخ کے پیشوا کئے گئے ہو۔ اٹھو۔ اور روانگی کا  
 سامان کرو۔ جب وہاں پہنچ جاؤ تو طریقہ رہنمائی اختیار کرنا۔ اور طالبوں کو اپنے مطلوبہ میں کامیاب کرنا۔ اپنے  
 تعمیل حکم کی۔ اور رہنمائی کا کام۔ سنجیدہ روش کے ساتھ انجام دیا۔ ہجری سنہ کچھ اور نو سو نوے تھا۔ کہ آپ کی  
 طلب۔ روحانی عالم میں ہوئی۔ آپ نے قبول فرما کر بلخ میں خواجگاہ اختیار کی۔

### یاد شیخ صدیق برودہ (برودہ)

آپ عطار کے راہ کے تھے۔ جب توفیق کی بزم سے آپ کو کیفیت حاصل ہوا۔ تو آپ کی عطاری کی دوکان  
 چھوڑ کر۔ پیر کا عطاری طریقہ اختیار کیا۔ توڑے ۶ صد میں ذاکر۔ شاعری۔ عابد۔ عارف۔ فانی۔ متوکل۔ اور نیز  
 گوشہ نشین ہو گئے۔ خلافت کا فرقہ۔ اور بیعت کی کلاہ۔ شیخ صدر الدین ذاکر سے ملی تھی۔ ہمیشہ جان توڑ کوشش  
 کیا کرتے تھے۔ کہ پیر کی ہی ملازمت میں رہیں۔ پیر کی آخری رحلت کے بعد ناچار ہو کر ایک مسجد کا گوشہ  
 اختیار کر لیا تھا۔ اور اسی میں رہے۔ جب تک کہ ناسوتی تلچھٹ کا پیار لڑا کر لاہوتی شراباً طوراً کا پیمانہ منہ سے  
 نہیں لگا لیا۔ اور بزم وحدت میں صاحب دور نہیں ہو گئے۔ ہجری سنہ نو سو بانوین میں جو مظفر گجراتی کے خارج  
 ہونے کا اور خانانان کی فتح کا سال ہے۔ راقم سہمی علوم کی تحصیل کے ارادہ پر اپنے وطن سے احمد آباد گجرات  
 کو جا رہا تھا۔ جب شہر برودہ (برودہ) ہو کر گزر ہوا تو اپنے مرشد شیخ صدر الدین ذاکر کے روضہ کی زیارت کے  
 واسطے۔ اور نیز اس شہر کے مشایخ کی ملازمت کے قصد سے دو تین روز وہاں پر مقام کیا۔ اور اپنی شاق  
 آنکھیں ان اصحاب کے دیدار سے منور کیں۔ اس درمیان میں شیخ صدیق کی خدمت میں کئی دفعہ رازداری  
 کی باتیں ہوئیں۔ پیر جب ہجری سنہ ایک ہزار تین میں اسٹادی شیخ وجیہ الدین علی کے روضہ مقدس کی  
 خاک بوسی کے واسطے گجرات کو گیا۔ تو اس دفعہ آپ کو برودہ (برودہ) کی اس مسجد میں نہ پایا۔ مسجد کے  
 ہمسایوں سے آپ کے حالات تحقیق کئے۔ تو اوہنوں نے بیان کیا۔ کہ ہجری سنہ نو سو ستانوین میں آپ  
 آنجہاں ہو گئے۔ بعض نے سنہ چیا نوین بیان کیا۔ العلم عند اللہ الملک العلام  
 یاد شیخ عبدالرحمن صوفی سرہندی  
 آپ ترین گروہ میں سے ہیں۔ عاشق منش۔ مبتلا شریعت۔ سوختہ دل۔ حسن پست۔ فراخ مشرب

ہار و جو بلند ہمت - ستودہ خو - گوشت نشین - گرسنگی پرور - نیاز گزار - آرزو دشمن - قناعت دوست  
 اور اہل کشف تھے - آپ کو سید بدایہ بلگرامی کی خدمت میں ارادت تھی - جب اپنی زاد بوم سے آپ دارالسلطنت  
 آگرہ میں آئے - تو غوث الاولیاء کے صاحب نادہ مخدومی شیخ ضیاء اللہ کی خانقاہ میں مجرہ تجویر کر لیا قدس  
 اور چند روز میں ضیائی صحبتوں نے زندگانی کا باغ پُر بہا کر دیا عایشہ نامی ایک عورت حسینہ اور جمیلہ تھی  
 یکا یک آپ اُس پر عاشق ہوئے - زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے - کہ عورت مذکورہ نے بھی - درویش اور نیز  
 درویشی پر دل دیدیا تھا - المقصد دونوں طرف کی اجازت - اور خوشنودی سے عقد کی رسم ادا ہوئی - بہت  
 برسوں تک دونوں ہم راز رہے - سید احمد قادری آپ کے ہم رازوں میں سے ہیں - ہمیشہ کہا کرتے تھے - کہ  
 شیخ اس عورت کے ساتھ ایسا گہرا رقبہ کیا کرتے تھے - کہ رات کو صبح کر دیا کرتے تھے - اور تَبَّيْنَ لِلنَّاسِ  
 حُبَّ الشَّهَوَاتِ کے گردیدہ لوگوں سے مستثنیٰ تھے - کیونکہ آپ کی نظر بساط زمانہ کی رنگ آمیزی کو دیکھ کر بھی انہی  
 جگہ سے نہیں سکتی تھی - اور آپ کا دل - روزگار کے طلسمی ہنگامہ سے کبھی دہو کہ نہیں کہاتا تھا - بلکہ نہایت  
 کم درجہ کی خویش اور پوشش سے بہو کی دفع الوقتی - اور برہنگی کی دلاسا کشادہ پیشانی کے ساتھ فرمایا  
 کرتے تھے - ہجری سنہ نو سو پچانوین میں اپنی عنصری صورت - سپرد خاک کر کے - اصلی وطن کو  
 رخصت ہوئے -

## یاوشیخ طیب طاب ثراہ

آپ - حافظ - عالم - قاری - بے تکلف - شکستہ دل - اور نناک چشم تھے - اپنے گھر کی ضروریات  
 خریدنے کے واسطے بازار کو جایا کرتے تھے - ایک روز اپنے ایک حسین کو جو معشوقی کے ساتھ اس ملک میں مشہور  
 تھا - بیچ القلوب کے ہمراہ دیکھا ہے - اور مذاق کے طور پر کہا اَلْهَذَا الَّذِي بَدَا لَكُمْ الْهَيْتَ كُمْ اور یہ کہ کھل  
 دئے - مخدوم ہارون ایک بزرگ تھے - سند کی تمام زمین ان کے وجود سے روشن تھی - اور تہ کی تمام اطراف  
 ان کی با علم اولاد اور شاگردوں سے منور ہیں - کتنے ہیں شیخ طیب انہیں مخدوم کے فرزندوں میں سے ہیں  
 ظاہری علم میں آپ کے استاد - ملا یونس ماضی سند ہی ہیں - تقدیر کے کرشمہ سے ناچار ہو کر آپ اپنے وطن  
 سے دل برداشتہ ہوئے - اور ایلیچ پور ہزار کی طرف سفر اختیار کیا - اس زمانہ میں شیخ طاہر پورسف بیان

۱۵ لوگوں کو (دنیائی) مرغوب چیزوں کے ساتھ دل بستگی پہلی معلوم ہوتی ہے ۱۵ کیا ہی ہیں - جو تمہارے معبودوں کو



تشریف رکھتے تھے۔ ایک دوسرے کا وہیلہ دیکر خوش ہوئے۔ اور شکر الہی بجالائے۔ ان دونوں صاحبوں کے درمیان میں بیان تک محبت بڑھی۔ کہ شہر کے لوگ دونوں بزرگوں کو باہم بہائی بہائی سمجھتے تھے لیکن شیخ طیب۔ وہ شیخ طیب منین ہیں جو ان کے بہائی تھے۔ ان کا پیمانہ زندگی۔ ہماری سنو پہچان میں لب ریز ہو چکا ہے۔ القصد۔ آپ نے ایک مفید شرح رسالہ غوثیہ پر لکھی ہے۔ اور آپ کے عمدہ عمدہ حاشیہ مشکوٰۃ حدیث پر بھی ہیں۔ مسیح القلوب اصول فقہ اور کلام میں آپ کے شاگرد ہیں۔ برار کے حاد و معلوم میں شیخ ظاہر کے ہمراہ آپ بھی حاکم کی التماس قبول کر کے برہان پور میں آ گئے تھے۔ بہت کچھ فیض بیان کے لوگوں کو پہنچایا اور دسویں صدی کے دسویں حصہ میں آپ نے اُس جہان کا عزم فرمایا۔ خوابگاہ۔ شیخ ابراہیم عمر سندھی کے حلیہ میں ہے۔ مصرع باد طیب ہجو نامش خاک او۔

### یاد شیخ عربی دیانہ سندھی

آپ کی ایسی عجیب و غریب ہوش رُبا خارق عادات۔ زمانہ کے لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ اُن کو تحریر اپنے آغوش میں نہیں لاسکتی ہے۔ منجملہ خارق عادات کے ذکر قربان کو کمال کے درجہ پر پہنچایا تا جب آپ اُس کا شغل کیا کرتے تھے۔ تو تمام جسمانی اعضا بند بند کر کے جدا ہو جایا کرتے تھے۔ اور پہر مل جلیا کرتے تھے۔ بعض کا یہ گمان ہے۔ کہ مخدوم نوح آپ کے مریدوں میں سے ہیں والد اعلم۔

مصرع منظر معجزات احمد بود و

### یاد شیخ سعد الدہلوی چشتی

آپ کا روزمرہ کا خرچ۔ دیہقان۔ سوہاگری۔ یا ساگری پر منحصر نہیں تھا۔ بلکہ فی السماء رزقکم کے جاگیر داروں کے نام دیوان ازل سے فرمان و وظیفہ جاری ہو گیا تھا۔ اس سبب آپ نے زندگی۔ اسی آسمانی رزقی پر بسر کی۔ کسی متعارف سبب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور آزادگی اور گوشہ نشینی کا دامن بہت ہاتھ سے پکڑ کر واسطیہ کی ملازمت سے فیض اٹھایا۔ آپ اپنے تئیں شیخ چالیہ دہلوی قدس سرہ کے خانقاہ نشینوں میں سے بیان فرمایا کرتے تھے شیخ عبدالعزیز چشتی سندھی دہلوی کے ساتھ نسبت خویشی رکھتے تھے شیخ محی الدین شیخ الملک کو۔ عادل شاہ برہان پوری کے حضور میں عرض بیگی کا منصب حاصل تھا۔ یہ آپ کے ہی فرزند ہیں۔ اور عادل شاہ کی التماس پر آپ براہ مہربانی۔ دہلی سے بہرک سکونت برہان پور چلے آئے تھے۔ چند سال بعد۔ اسی شہر کی

حدود میں شمالی سمت پر شیخ ابراہیم سندھی کی تربت کی ہمسائگی میں خواہنگاہ اختیار کی۔

مصروع ہمایاش رسول خدا باد و بشت

یاد سید حسین مقدس سرہ

آپ کا آغاز سلوک تھا۔ کہ شیخ بلال کی ملازمت میں پہنچے۔ امدان کے موثر انفاس سے تلقین چاہی

شیخ بلال نے فرمایا۔ سیادت خود فی نفسہ بڑا عالی شان ہے۔ آپ کو حاصل ہے۔ آپ کا رہنا مجھ جیسا گڑبڑ یا فقیر

جو کچھ نہیں سمجھتا ہے۔ زیبا نہیں ہے۔ لہذا بہتر ہے۔ کہ کسی ایسے بزرگ کی تلاش میں بہت کا پائونڈن غبار آلود کر کے

اپنی مراد میں کامیابی حاصل کیجئے۔ جو آپ کی نسبت کے ہم پلہ ہو۔ قصہ کوتاہ آپ نے جہاں پہا قدم سے قید

اٹھائی۔ اور سیامی شروع کی۔ آپ فرماتے تھے۔ ایام سیامی میں۔ جس صاحب کی خدمت میں پہنچتا ہوتا

اُمید پوری نہیں ہوتی تھی۔ جواب ملتا تھا۔ کہ تمہاری ہدایت شیخ بلال کے حصہ میں آچکی ہے۔ ناچار پرہیزگار

شیخ بلال کے آستانہ پر حاضر آیا۔ اور بیعت ہو گیا۔ نیز فرمایا کرتے تھے۔ جب میں چہ روز کا تھا اس وقت کے

حالات مجھے یاد ہیں۔ مگر میں کس طرح امدان تھا مصروع بصارت با بصیرت روز نشین باد۔

یاد شیخ کستین لاکہ

آپ کے پیر طریقت شیخ بلال ہیں۔ کہتے ہیں۔ آپ صاحب دولت اور صاحب سامان تھے۔ حتیٰ کہ

چند گروہ آپ کے زیر فرمان رہتے تھے۔ یکایک اس ساز و سامان کے ترک کا خیال آپ کے دل میں پیدا ہوا۔

جو چوڑ چھاڑ کر کس کی کفنی گلے میں ڈال لی۔ اور پیر کی خدمت کا شغل اختیار کیا۔ ایک روز آپ سے دریافت کیا

کیا۔ عز و جہاد کو چھوڑ کر۔ فقر و نیاز کی دوستی اور سوختگی کے ساتھ آشنائی کس حد تک پہنچ گئی ہے۔ آپ نے

فرمایا۔ گدائی۔ اور ظاہری خواری کے ساتھ مجھ کو اس قدر آرام معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر میں فرمان برداروں کے

مکانوں پر بھا کر روٹی کا ٹکڑا ایک مانگوں۔ تو میری طبیعت پر گرانی پیدا نہ ہو۔ بلکہ آسودگی بڑھے۔ جب آپ

قبر میں رکھے جاتے تھے۔ تب ذکر کی آواز سننے میں آئی تھی۔ مصروع جزبہ ذکر حق زبان گو یا مسبا دے

یاد شیخ محسن کھسانہ

کسانہ ایک قصبہ ہے دہلی سے شرقی سمت میں چالیس کوس دور۔ توکل اور خاموشی یہ دو گواہ آپ

کی ولایت کے تھے۔ ایک بزرگ روہنگ سے لکھتے ہیں۔ آپ اپنے گانوں سے کہیں نہیں جابا کرتے تھے

بلکہ چند روز بعد روہنگ کے دیدار کے واسطے ہمارے قصبہ میں آیا کرتے تھے۔ یہاں کے باشندے

چوٹے سے لیکر بڑے تک تمام آپ کی پیشوائی کے واسطے جاتے تھے۔ اور عمدہ طرح سے آپ کو شہر میں لاکر ہر ایک شخص اپنے گھر میں اترنے کی التماس کیا کرتا تھا۔ آپ سب سے عذر معذرت کر کے۔ جہاں آپ کا دل چاہتا تھا وہاں اتر پڑتے تھے۔ سوائے ضروری بات کے زبان نہیں کہولتے تھے۔ اور ایک حکم کی مقدار کے سوا کسی روپیہ پیسہ کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ اسی طرز کے ساتھ ایک دو ہفتہ وہاں رہ کر اپنے وطن کو لوٹ جایا کرتے تھے۔ بہت برسوں تک اسی طرح گزاری۔ خواہنگاہ کمانہ۔

## یاد شیخ ظہور الدین محمود بن جلال

آپ۔ گجرات کے فرزند۔ قطب الاقطاب غوث الاولیاء کے مرید شیخ صدر الدین ذاکر کے خلیفہ راقم گلزار کے مربی۔ ربانی کلام کے حافظ۔ بے یاروں کے یار۔ اہم کم زوروں کے قوت بازو تھے۔ ہر ایک خانوادہ کے پیروں میں دعوت کا علم۔ اور اذکار کا طریقہ مختلف ہوتا ہے۔ اور علی ہذا مشہور سلسلوں کے مشائخ میں اشغال اور اسرار کی طرزین گوناگون ہوتی ہیں۔ ان سب امور میں آپ کو کمال فیض حاصل تھا مرشد کے ساتھ بہت مدت تک سیر و سفر میں ہم قدم۔ اور خلا و طمانین ہم دم رہے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پیر کے اسرار اور افعال کا آپ آئینہ تھے۔ یعنی پیر کی صورت سے رنگ اور پیر کے معنی سے بوجہم پونچائی تھی جب مرشد کو گجرات جانے کا خیال پیدا ہوا۔ تو آپ کو انہوں نے منڈو (مانڈو) داہون کی ہدایت کے واسطے سین چھوڑا۔ کم و بیش دنل برس باخندگان شہر کی فیض رسانی کی بعد کہ تاریخ اٹھارہویں شعبان کو ہجری سنہ نو سو چھیانوین میں منزل قدس کی طرف روانہ ہو گئے۔ خانقاہ میں ہی قبر بنائی گئی۔ شہر والہ آپ کی عمر جو کوتاہ بتاتے تھے۔ اس کی وجہ اپنی کم واقفیت سمجھتے تھے۔ بیچ و فاسوس کی زیادتی کا حال کیا لکھوں۔ کہ اس علامہ دہر کے نہ لکھے ہوئے واقعات کا ایک انبار ایسا ہے جس پر علم حاصل نہیں ہے۔ رحلت کے وقت آپ کے چند کامگار خلفا حاضر تھے۔ آپ نے حاضرین میں سے شیخ داؤد کو منتخب کر کے اپنی جانشینی کے واسطے اجازت فرمائی۔ شیخ داؤد جیسے ظاہر میں برگزیدہ تھے دیے ہی معنی میں بھی برگزیدہ تھے انہوں نے شیخ عبداللہ اور شیخ ضیاء اللہ مخدوم زادوں کی خدمت میں رہ کر فضیلتیں اور صفائی وقت حاصل کی۔ اب ان دونوں صاحب زادوں کے بجانب گوالیار چلے جانے کے بعد۔ آپ ہجری سنہ ایک ہزار بیس میں منڈو کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ان کو قیام اور راستی کی توفیق عطا فرماوے۔ صحیح ہجو داغ نام کار داؤد محمود داؤد

## یاد شیخ محبت

آپ نبی اسرائیل گروہ میں سے ہیں۔ زاد بوم دہلی۔ اور خواب گاہ سازنگ پور مالوہ ہے۔ سپاہیانہ  
 روش تھی۔ نستعلیق خط استادانہ لکھتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو پچاسی تھا۔ کہ قصبہ دہار مالوہ میں ایک حسین منظر  
 پر عاشق ہو گئے۔ خلعت کو گدڑی کی عوض۔ اور عقل کو دیوانگی کی عوض فروخت کر دیا۔ اس درمیان میں سفر  
 حجاز کا دلولہ اندرون باطن سے جوش کراٹھا۔ تو حرمین شریفین زاد صما اللہ شرقاً کے طواف سے سرفراز  
 ہوئے۔ بحر اعظم کے کناروں کی سیر کرتے ہوئے۔ مالوہ کو لوٹ آئے۔ ایک مدت دراز تک راقم گلزار کے  
 ساتھ مصاحبت رہی۔ انہیں ایام میں ایک دوست کے گھر خوشی کا جلسہ تھا دو قوال آپس میں بٹڑ گئے  
 آپ نے صفائی کرانی چاہی۔ تقدیر ناموافق تھی۔ آپ کی صلح کنان بائین۔ اُن دونوں میں سے ایک کو ناگوار  
 گزریں۔ اُس نے کہیں سے خنجر نکال کر آپ کے پہلو میں مارا۔ حاضرین محفل کو انصاف اور حمایت حق نے اُس  
 بد کردار کے مار ڈالنے پر آمادہ کیا۔ مگر آپ نے پکار کر کہا۔ کہ درویش کا خون سبیل ہے۔ دیت اور قصاص لئے  
 جانے کے لائق نہیں ہے۔ جو اصحاب میری خوشنودی چاہتے ہیں۔ اُن کو چاہیے۔ کہ اپنی تکلیف اور  
 دشمن کا آزار گوارا نہ کریں۔ کیونکہ ازلی دفتر میں خنجر مارنے والا۔ اور زخم کھانے والا دونوں ایک ہی اصل کی فرع  
 ہیں۔ اور کسی کو تقدیر کا لکھا ہوا اگر گون کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ المقصدہ جو مرغ غا کو شگفتگی کے ساتھ منتشر  
 کیا۔ چند روز بعد زخم اچھا ہو گیا۔ تو آپ اُجین سے سازنگ پور میں چلے گئے اس جگہ ایک سانپ کے کاٹنے  
 سے آپ کی عنقریب عمارت کے اندر ہجری سنہ نو سو چھیانوین میں خرابی پیدا ہو گئی۔ عارف وقت محی قلوب سید  
 محی الدین سپر سید چاند سازنگ پوری۔ جن کا ظاہر اور باطن دونوں آراستہ ہیں۔ بیان کرتے ہیں ایک روز میں امیر  
 سید علار الدین کے روضہ میں شیخ محبت کے رازداری کی باتیں کر رہا تھا۔ اتنے میں ایک طرف سے ایک نعش آتی  
 ہوئی معلوم ہوئی۔ اور دوسری طرف ایک جمیل مظہر نمایاں ہوا۔ میری نظر تابوت پر پڑی جس سے مجھ کو  
 حیرت اور عبرت زیادہ ہوئی۔ اور آپ کی نگاہ اُس محبوب کے چہرہ پر پڑی۔ جس سے آپ مشاہدہ میں مستغرق  
 ہو گئے۔ میں نے کہا۔ تابوت کی طرف نگاہ کرنا عبرت پیدا کرتا ہے۔ اور جمیل صورت پر نظر ڈالنا۔ نفسانی  
 خواہش بڑھاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ درویش کی نظر میں یہ دونوں باتیں ہم پلہ ہیں۔ اور جو شخص فنا ہو گیا ہو۔  
 موت اور زیست اُس کے اختیار میں ہے۔ چنانچہ اسی شب کو آپ نے ہم نشینوں کو یہ دہو کر دیا۔ کہ مجھ کو

سانپ نے کاٹا ہے۔ جب علاج اور جبر منتر کرنا شروع ہوا۔ تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ ہر دیش کو اس محل کی فرقت نہیں ہے۔ پس یہی بہتر ہے کہ اپنے تئیں خدا کے سپرد کر کے بالکل خواب راحت میں سو جاؤں۔ صبح کے وقت لوگوں نے آپ کو رحمت حق میں آسودہ پایا۔ اور آپ کے کسی عضو پر سانپ کے کاٹنے کا نشان نہیں رہا۔ اور آپ کے مراقبہ کے مکان میں ایک شرعی تمہ کے سوا۔ کوئی روپیہ پیسہ نہیں نکلا۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ سانپ کاٹنے کی روایت عام خلائق کی شہرت ہے۔ واصل آپ کی رحلت فرمائی کی حقیقت اس طرح پر ہے۔ کہ جیسے بیان کی گئی۔ اس کے بعد آپ کے دیرینہ رازدار اور غمگسار شیخ صدر جہان نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ تو آپ سے آہی عالم کا ماجرا دریافت کیا۔ آپ ہنسے۔ اور فرمایا۔ المؤمن مرآة المؤمن اور منہ بند کر لیا۔ مصرع آئینہ خدا ہے ناپاؤ جان او۔

## یاد سید بیدالدین ابن سید جلال متوکل

آپ کی تمام وکمال ہمت۔ حد و شریعت کی نگاہبانی میں۔ اور تمام وکمال نیت۔ اسرار حقیقت کی پاسبانی میں مصروف تھی۔ آپ ہمیشہ رہنمائی اور نصیحت کے وقت۔ معرفت۔ اور کشف کے انوار۔ شریعت کے لباس میں۔ پوشیدہ عبارت کے ذریعہ سے بیان کیا کرتے تھے۔ تصوف کی برہنہ باتیں۔ بہت کم کیا کرتے تھے حقائق اور اسرار بیان کرتے وقت۔ دل چسپ اشاروں۔ اور دل آویز نکتوں کے جواہرات۔ نظم اور نثر کے ناگہن پرہر۔ سننے والوں کے کان اور گردن کا ہار بناتے تھے۔ ظاہری علم کی تحصیل۔ شیخ ابوالفتح تہانیسری۔ اور شیخ جلال انصاری کی فیض بخشی سے۔ اور باطن کی پرورش۔ اپنے پدر بزرگوار کی توجہ سے کر کے ان کمالات اور حالات کو پونچھے تھے۔ آپ کی ولادت کا سال نو سو تینتالیس ہے۔ آغاز جوانی کے بعد فرائض سنن۔ اور نوافل کے ادا کرنے میں جان توڑ کر کوشش کرتے تھے۔ شیخ محمد صوفی سے روایت ہے۔ ایک روز میں جنگل میں جا رہا تھا۔ دو مرد عرب سامنے آئے۔ اور سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے دریافت کیا۔ سید بیدالدین ابن سید جلال متوکل کو آپ جانتے ہیں۔ میں نے کہا۔ میں آپ کے خانوادہ کا غلام ہوں۔ انہوں نے کہا۔ ہم کو ان سے ملنا ہے۔ میں ان دونوں شخصوں کو سید کے نزدیک لے گیا۔ انہوں نے قدم بوسی کے بعد عرض کیا۔ فرزند رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت ہونے کی آرزو ہمارے دل میں تھی۔ معاملہ میں حضور نبوی نے ہم کو اجازت دی ہے۔ کہ ہندوستان میں جا کر آگرہ میں سید بیدالدین کے مرید ہو جاؤ۔ اگرچہ ہمارے فرزند اس ملک میں ہی ہیں۔ لیکن۔ تمہارا حصہ ازل میں انہیں کی تحویل سے ملنا

معین ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس شہر میں اس ہمتارے مطلوب نام کا شخص شاید کوئی اور ہو۔ تشخیص و تحقیق کے بعد بیعت کرنا۔ انہوں نے عرض کیا۔ جن دل ربا خصلتوں کے ذریعہ سے علامتیں ہم کو بتائی گئی ہیں۔ وہ تو آپ میں ہی پائی جاتی ہیں۔ خیر۔ رسم بیعت بجا لا کر۔ اسی رات کو اجازت معاودت حاصل کی۔ راوی ہی دہلیز کے باہر تک انہوں کی متابعت میں گیا تھا۔ انہوں نے فرمایا۔ جس سال میں کہ لعنان الشیب فی الاسلام نوری سید کی ڈاڑھی میں فروغ پیدا کرے گا۔ وہی سال سید کے کماں کا ہوگا۔ کہتے ہیں۔ جب آپ کی عمر پچیس کو پہنچی۔ تو پیری کی سفیدی نمودار ہوئی۔ اور اسی سال کی چھٹی ماہ صفر کو استقا کی بیماری آپ کو عارض ہو کر۔ کامل دو مہینے لگاتار رہی۔ لیکن عبادات کے وظیفوں میں کسی قسم کا فتور واقع نہیں ہوا۔ تاریخ چہیسویں ربیع الاول ہجری سنہ نو سو اٹھانوین کو آپ نے بزرگان شہر کو بلا کر ان کے رو برو خرقہ اور سجادہ اپنے فرزند سید بہاری کے حوالہ کیا۔ حاضرین نے دعا کے واسطے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اللہ تعالیٰ اجل شانہ اس وصیت کو مبارک کرے۔ آپ نے فرمایا ہر ایک طریق سے مبارک ہے۔ بالآخر۔ اسی ربیع کی چاند رات کے دن دنیا کی ویرانہ جگہ کو رخصت فرما کر عالم غیب کی آباد عمارت کی طرف سفر کر گئے۔ خواب گاہ آگرہ۔

### یاد شیخ راہی محمد برودرہ (بڑودہ)

آپ زند تھے۔ مگر سادہ نما۔ آزاد تھے۔ مگر سوزنجیرین پانوں میں پٹی ہوئے دیوانہ تھے۔ مگر کام سب عاقلانہ فنا فی الشیخ کو فنا فی اللہ سے زیادہ دست رکھتے تھے۔ اور ترجیح کی وجوہ بیان کیا کرتے تھے۔ تمام کردار گفتار۔ اور رفتار میں اپنا نقش خاکی لوح سے مٹا کر تمام کوشیخ کی طرف منسوب پاتے تھے اسی اندیشہ میں انکی آمد و رفت رہتی تھی۔ اور بدون ستانہ نعرہ ملانے کے کوئی قدم راستہ میں نہیں رکھتے تھے۔ ہجری سنہ کچھ اوپر نو سو نو سے تھا۔ کہ آپ کے نام الہی طالب کا پیغام پہنچا۔ آپ قبول کر کے۔ عِنْدَ مَلِئِكَ مُقْتَدِرًا کے حضور میں روانہ ہو گئے۔ آپ نے ایک بیٹا چھوڑا۔ شیخ ولی محمد نام تھا ان کو سلوک سے پہلے آغاز ہوش میں ہی۔ توحید کے قوی جذبہ نے آ لیا۔ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ توحید کی بات کے سوا۔ آپ کی زبان۔ دو سکر حرف کے واسطے حقیقتہً گونگی تھی۔ ہجری سنہ ایک ہزار ایک میں احمد نگر دکن کے مقام پر نظر آئے تھے۔ پھر آپ کی کوئی خبر نہیں آئی۔ آپ کے بزرگزیدہ مریدان میں سے شیخ صدر الدین ذاکر ہیں۔ یہ اپنے پیر کے ساتھ ہمیشہ واپسین نفس تک سفر اور

حضرت رفیق رہے۔

## یاد شیخ میان آبا

آپ کا نام ابراہیم ہے۔ صاحب حلل قال۔ اور اہل مقامات و کرامات تھے۔ زاد بوم قلعہ بہرہ چ گجرات اور خواجگاہ برہان پور محمد شاہ فاروقی کے حلیہ میں۔ کہتے ہیں۔ یوں تو آپ نے بہت سے مشایخ زمانہ کی نظر دیکھی اور ملازمت کر کے فیض پایا تھا۔ لیکن فرقہ خلافت آپ کو غوث الاولیا قدس سرہ کی خدمت عالی سے ہی حاصل ہوا ہے۔ المقصد جب گجرات سے برہانپور میں آئے۔ اس وقت میں محمد شاہ وہان کا حاکم تھا۔ اور سیدین الدین اس کا وزیر اعظم تھا۔ جس نے غوث الاولیا کی خانقاہ میں ایک مدت تک رہ کر کام کیا تھا۔ یہ دونوں اصحاب صفائی قلب سے آپ کے مرید ہوئے۔ جب حاکم اور وزیر مرید ہو گئے۔ تو آپ نے مرید کرنا ترک کر دیا۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو جواب دیا۔ کہ میں ایسا نہ ہو۔ کہ اب جو لوگ میری طرف اظہار ارادت کرتے ہیں۔ اس میں لوگوں کا خیال یہ ہو۔ کہ اس صوبہ کے حاکم کا میں پرہون پس یہی بہتر ہے کہ میں اپنے تئیں اس خطرناک شیوہ سے باز رکھوں۔ تاکہ جو لوگ ارادت کی استعداد رکھتے ہیں میں ان کی گمراہی کا سبب نہ بنوں اور کسی کے خالص عمل کو دیکھ کر آلائش سے آلودہ نہ کروں۔ ہجری سنہ نو سو اٹھائیس یا نیا نوین میں اعلیٰ عالم ارواح کو رحلت فرمائی۔ خلیل الرحمن آپ کی تاریخ وفات ہے۔

مصع ملارا علی بادجاے یاد اوہ

## یاد حاجی ابراہیم مہندی

آپ کی رنگین طبیعت کا شاہد۔ علوم اور معرفتوں کے زیور سے آراستہ تھا۔ شیخ الحدیث شیخ ابن جنیم نبوی کی خدمت میں اپنے حرم محترم میں رہ کر احادیث کی تفسیح کی تھی۔ حدیث اور تفسیر کی سندیں آپ کو نسبت عالی حاصل تھی۔ آپ کی قوت ناطقہ موثر اور واعظانہ اشعار کی زبان سے آشنا تھی۔ جس زمانہ میں تمام ملک ہندوستان کو شہنشاہ زمانہ اکبر شاہ نے فتح کر لیا تھا۔ تو اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ تمام علما۔ جو گروہ کے گروہ پائے تخت کے شہزادوں میں ہیں۔ ایک ایک کر کے تمام قلمرو کے ایک ایک حصہ میں مقرر کئے جاویں جس طرح ظاہری فوج اور امر سے ملک میں امن و امان اور آرائش ہے۔ اسی طرح اس باطنی گروہ کے بابرکت انقباس کی برکات سے بھی۔ ہر ایک ملک کے باشندوں کو اپنی اپنی استعداد کے موافق فیض پہنچے اور نیز ہر ایک شخص بقدر حوصلہ۔ اس جماعت کی ملازمت سے فروع معرفت حاصل کرے۔ اس

خیال کی بنیاد پر ایک شخص۔ ایک جداگانہ سمت میں نام نہ کیا گیا۔ جس ملک میں آپ مامور تھے وہاں سے آپ بدون حصول اجازت۔ دارالسلطنت میں لوٹ آئے۔ یہ بات شہنشاہ کوناگوارگری۔ اس ناخوشی کے سبب آپ کو قلعہ رنتھپور میں بھیج دیا۔ بیان پرتھوئی اور اپنی حالت میں سختی دیکھ کر بہت پریشان ہوئے۔ ایک مدت تک تو یہ انتظار کیا۔ کہ کوئی سبب رہائی کا پیدا ہو۔ مگر پیدا نہیں ہوا۔ پھر ایک رات رستی بہم پونجا کر دیوار قلعہ پر لٹکانی۔ تاکہ اُس عالی شان قلعہ سے نیچے اتر جاویں۔ اور فرار ہو کر چند روز گناہی کے طریقہ پر بسر کریں۔ آدھی دوڑ تک اتر آئے تھے۔ کہ لیکا ایک رسی ٹوٹی۔ جس نے عمر کا بھی پیوند قطع کیا۔ جو ایک بال کے تار سے بند ہوا ہے۔ آپ کی روح نے درمیان میں سے ہی آسمان کا راستہ لیا۔ اور کابلہ نے اپنا اسباب زمین کے حوالہ کیا۔ بیٹ

پیوند عمر بستہ بہ مورتے ہوش دار ہڈ	غم خوار خوش باش غم روزگار چسپیت
------------------------------------	---------------------------------

یہ واقعہ پیش آنے سے خرد شناس حقیقت بین نظر کے سامنے آیت کریمہ **طِيعُوا لِلّٰهِ وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِیْ اٰمْرِ مِنْكُمْ** کی حکمت ظاہر ہوئی اور شکی طبیعتوں کو اور مرد تو ابھی کے بارہ میں یقین پیدا ہو گیا۔

## یاد شیخ و دو والد شطاری

آپ شیخ معروف صدیقی کے بیٹے ہیں۔ اور نام شیخ لاہ ہے۔ ہمیشہ درویشی اور فقر میں گزارا۔ آپ کے آبا کے کرام معنعن شیخ عبدالرحمن کو پونچتے ہیں۔ جو حضرت صدیق اکبر کے پوتے ہیں رضی اللہ عنہم غوث الاولیاء کے مرید اور نیز خلیفہ ہیں۔ کم و بیش بارہ سال برابر اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں رہ کر شطاری مشرب کے اشغال اور اذکار کا طریقہ اور دعوت کی سند حاصل کی۔ اور سب کو عمل میں ہی لائے۔ حضرت غوث الاولیاء نے جب گویا سے گجرات کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ اور اس کا سبب ابھی ابھی اوپر گزارش ہو چکا ہے۔ تو آپ کو ایک مانع نے ہمراہی سے باز رکھا۔ اور آیت کریمہ **لَا سَلَةَ الَّذِیْنَ اٰذَلَا الْاَوْکَ لِتَحْمَلَهُمْ قَلْتَ لَا اَجِدُ اٰجْمَلَكُمْ عَلَیْهِ تَوَلَّوْا وَاَعْيُنُهُمْ تَفْرِضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَنْ لَا یَجِدُوْا مَا یَتَّقُوْنَ**

۱۲۔ رنتھپور مقام۔ اگرہ اور جیپور کے درمیان میں واقع ہے۔ ۱۳۔ لکھنؤ کا حکم مانو۔ اور رسول کا حکم مانو۔ اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں (۱۴۔ ابھی ۱۲ لکھنؤ لوگوں پر کسی طرح کا الزام ہے) کہ جس وقت تمہاری پامانے۔ کہ تم ان کے لئے سواری بہم پونجاؤ۔ تو تم نے جواب دیا۔ کہ میرے پاس تو کوئی سواری ہے نہیں۔ کہ تم کو ادھر سواری کر دوں۔ وہ لوگ لوٹ گئی۔ اور فریخ میسر آئے غم نے ان کو ان کی انگوٹھی اسوجاری تھے۔



کے مصداق معذورون میں سے ہوئے۔ ناچار آپ چند سال تک قصبہ آشت میں گوشہ نشین رہے۔ یہ قصبہ  
 مصافحات مالوہ میں ہے۔ پھر جب باز بہادر افغان۔ اکبر شاہ کی افواج سے بہاگ کر لنگرانہ کے اطراف میں  
 آیا۔ اور ملک مالوہ کو دولت اکبری نے فتح کیا۔ اور افغانوں کی جو جماعت ازراہ اعتقاد آپ کی خدمت  
 میں آمد و رفت رکھتی تھی۔۔۔ سو قوت ہوئی۔ تو آپ ہجری سنہ نو سو چوبہتر میں۔ اس قصبہ سے تبرک سکونت  
 ملک خاندیس کو چلے گئے۔ اور قصبہ جامود میں اقامت کا سامان کیا اس زمانہ میں یہ قصبہ اُس صوبہ کے حاکم  
 میران محمد شاہ فاروقی کے حکم سے سید میران شکر کوٹی کی جاگیر میں تھا۔ اس سال میں شیخ و دو والد کی عمر شریف  
 سنہ سے تجاوز کر گئی تھی۔ مسیح الاودیہ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھ کو کسی تقریب سے اپنے و مشرف شیخ شکر محمد شاہ  
 کے ہمراہ جامود کے میدان میں جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہاں پر شیخ و دو والد کی ملازمت بھی میسر  
 ہوئی تھی۔ ہم نے ایک نورانی پیر دیکھا۔ جس کی پیشانی سے ولایت اور کرامت کے انوار دیکھنے والوں کی نظر  
 کے سامنے عیان تھے۔ ہجری سنہ نو سو ترانوین میں عالم خاک سے ملک پاک کو کوچ فرمایا۔ خواہ بگاہ جامود۔  
 اپنے ایک لڑکا چھوڑا جسے شیخ اسمعیل نام۔ انہوں نے بیس سال تک مسیح الاودیہ کی خدمت میں رہ کر اندرونی اور  
 بیرونی شست و شو کی تھی۔ اور فقرو واقد کے ساتھ اس طرح یگانگت پیدا کی تھی۔ کہ اگر تمام اہل جہان کی دولت  
 مندیان ان کی بے نیازی کے سر پر قربان ہو جاویں۔ تو زیبا ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار بیس میں مرشد کی اجازت  
 سے پدربزرگوار کے پرانے مقام کو جا رہے تھے جو قصبہ آشت ہے۔ چونکہ آشت جانے والا گاگز منڈ (مانڈو)  
 میں ہونا ضرور ہے۔ لہذا شیخ اسمعیل کو منڈو میں آنا پڑا۔ اور راقم گلزار کے غیب خانہ پر چند روز مہمان رہے  
 بہت کچھ تسلی دلا سادی گئی۔ کہ فقرا سے باب الحد کی گوشہ گرینی کے واسطے آشت سے منڈو بہتر ہے۔  
 تو اپنے یہ عند کیا۔ کہ مرشد کی اجازت آشت میں ہی رہنے کے واسطے ہوئی ہے۔ اور راقم کی التماس  
 کو قبول نہیں فرمایا۔ تاریخ پندرہویں ربیع الثانی سنہ صد کو لغز آشت ہوئے۔ مصرع

پھر کجا بہت خدا یا بسلامت وارش

## یاد میان و حبیب سندھی

آپ کی ولادت ایک کانون میں ہے تہ سے نزدیک۔ ایک روز مسیح زمانہ کہتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار  
 سات میں ہرگزیدہ صاحب دلان۔ مردم چشم کی میا نظران۔ خانخانان ایدر ولت نے جب برہان پور خانہ میں  
 میں نزول فرمایا تو اولاً خانخانان خمیرہ گاہ میں نہ اترے۔ براہ راست جلو کے سازد سامان کے ساتھ فقیر

کی مسجد میں چلے آئے۔ سب سے پہلے آپ کی بات یہ تھی۔ کہ جب میان وجیہ کے گانون کی حدود میں شکر کے خیمے نصب ہوئے۔ تو باوجودیکہ میان کے ساتھ میرا اعتقاد درست تھا۔ مگر نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ نا وقت غنودگی پیدا ہوئی۔ اس عرصہ میں میان کا گانون لوٹا میں آ گیا۔ اس سبب سے میرا دل ہر وقت ایک عجیب انقباض میں ہے۔ اور اسی خیال اور خوف سے خیمہ گاہ میں نہ اتر کر آپ کے دیدار کے واسطے آیا ہوں۔ اور میان وجیہ کے کچھ حالات بیان کئے۔ جس کا اجمال یہ ہے۔ بیان کیا کہ ایک شخص تھے جن کا دل ہمیشہ درد طلب سے مالا مال تھا۔ آنکھیں اشک پشیمانی سے بہ رہی ہوئی تھیں۔ اور زبان یاد حق سے لبالب تھی۔ مصرع چشم و زبان دوش باد پر از معرفت ؛

### یاد شیخ احمد متوکل اجدینی

اجین۔ صوبہ مالوہ کا ایک شہر ہے۔ آپ کو خرقہ خلافت غوث الاولیاء سے حاصل ہے قدس سرہما آپ ہمیشہ زبانی اور نمائی ذکر کے ساتھ پاس انفاس رکھتے تھے۔ امور کی باریک باریک تدابیر کو اپنے کبھی ایک جو کی برابر ہی نہیں سمجھا۔ پیدائش ہند میں کسی شرقی شہر کی ہے۔ شیر شاہ سور کا زمانہ تھا۔ کہ آپ وطن سے چل کر اجین میں آئے۔ اور سامان قیام کیا۔ کسی شخص سے روپیہ پیسہ۔ ایک روز کے خرچہ سے زیادہ کبھی نہیں لیا۔ ہمیشہ واپسین نفس تک آپ کی روزی آسمان پر رہی۔ اہل رفدگار کی دانائی پر نادانی کو ترجیح دیتے رہے۔ راقم کو آپ کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ نہایت محرمیت اور دلچسپی تھی اور وہ بھی استمرا کے ساتھ۔ ہجری سنہ نو سو اٹھانوین میں آپ کی نوبت زندگان انجام کو پہنچی۔ خوابگاہ اس حوض کے کنارہ ہے۔ جو قلعہ اجین کے باہر کی طرف سے ملا ہوا ہے۔ ایک جانشین چھوڑا تھا شیخ عبد اللطیف نام تھا۔ انہوں نے ریاضت کے ذریعہ سے خلافت کے چراغ میں بہت کچھ روشنی بڑھائی تھی اور مسیح القلوب کی خدمت میں برہان پور جا کر حقیقت اور معرفت کا سرمایہ ہم پہنچایا تھا۔ ہجری سنہ ایک ہزار سات میں عارتی عالم کو ترک کیا۔ مصرع شدہ وزیش اللہ لطیف بجایا

### یاد شیخ معروف ابن قاضی سعد اللہ

آپ صدیقی النسل ہیں۔ شیخ نظام نارنولی کے خلیفہ تھے۔ زاو بوم دہار۔ خوابگاہ خاک مدینہ۔ آپ کے اصبا و بغداد سے آئے تھے اور شرقی دیار ہند میں صوبہ جونپور کے متعلق ایک شہر بہار نام ہے۔ اس کو اپنا وطن بنا لیا تھا بارہ سے آپ کے دادا شیخ محمود سلاطین خلیج کے عہد میں منڈو (مانڈو) میں آئے۔ اور میں سامان

اکامت کیا چند روز بعد قصبہ الجھیرہ کے قاضی ہو گئے۔ جو مشہور سے بارہ کوس۔ اور وہاں سے پانچ کوس مسافر  
 اس قصبہ کے پان ایسے خوشبو۔ اور عمدہ خزانہ دار ہوتے ہیں۔ کہ وہ سب صوبوں میں لوگ سوغات  
 لیجاتے ہیں۔ جس شیخ محمود کو سامانی قضا آئی۔ تو ان کے بیٹے شیخ سعد اللہ سند شریعت پر بیٹھے جب  
 انہوں نے بھی عالم دنیا کو چھوڑا۔ تو اس وقت میں شیخ معروف چھوٹے تھے۔ جب شیخ معروف کا  
 زمانہ ہو کر آیا۔ تو پیر لقیات کی جست و جو میں بہاگ دور کرنے لگے۔ اس اثنا میں شیخ نظام نارنولی کی فیض سانی  
 کا شہرہ سنا۔ دل سے صبر جاتا رہا۔ ناچار نارنول جا کر مرید ہوئے۔ اور چند سال خدمت حضور سے فیض پایا  
 فرماتے تھے۔ پیر کے ہم رکاب نارنول سے دہلی کو جاتا تھا۔ ایک سیاح شیخ عبداللہ تھے۔ ان کو عالم  
 اربعہ کی رموز اور عالم شہود کے حقائق میں اچھی واقفیت تھی۔ اثنا سے ماہ میں ایک گانوں کے بند  
 ان کی ملازمت پنہا حاصل کی۔ ہر ایک قسم کی باتیں کہیں۔ بالآخر میں ماور و دونوں ایک دوست کے بنی عم  
 نکلے۔ بہت کچھ دلجوئی اور نوازش عمل میں آئی۔ اور مجھ کو ہر ایک خانوادہ کے پیروں کی خلافت کا خرد حمت  
 فرمایا۔ سوائے اجازت سلسلہ چشتیہ قدسیہ کے۔ جو مجھ کو پیر سے حاصل تھی۔ چند سال بعد قصبہ وہار  
 میں لوٹ آئے۔ اور اسی قصبہ کی حدود میں ایک کوٹھری پسند کی۔ جہاں پر نفس کے ساتھ لڑائی میں  
 مشغول ہوئے۔ اور اس خانگی چور اور ہم نشین ترقی کی درآمد پر آمد کے راستوں پر چوکیدار مامور کئے۔  
 تو بڑی تیزی غذا گھٹانے سے۔ نفس فریب ہونے سے باز رہا اور اس طریقہ پر سونے اور کمانے کی  
 پابندیوں سے رہائی پائی۔ سبحان اللہ اگر پانی یا شربت آپ پیتے نہ ہوتے تو لہ و با جعلہ ذہ  
 بسد الا یا کلون الطعماء کی نفی میں شامل ہونے سے۔ آپ مستثنیٰ ہو جاتے۔ با این ہمہ  
 آہنی خار۔ ایک پرانی گوڈی کے اندر پیٹا ہوا۔ پیراہن کے اندر ہمیشہ رکھتے تھے۔ اور تمام عمر نماز  
 معکوس میں راتوں کو دن کرتے رہے۔

ہجری سنہ نو سو پیناون میں صوبہ مالوہ کے حاکم نواب خان اعظم میرزا عزیز بزرگ کو کہ اکبر شاہ تھے  
 ابد و ولتہ اس سال میں شیخ نے اجدین سے احرام عمرہ باندھا۔ اور راہ حجاز اس شکل کے ساتھ طے  
 کرنے کا عزم دل میں مصمم کیا۔ کہ سر کو نیچے ٹکائے ہوئے جاؤں گا۔ لیکن نواب سے دوستی تھی۔ نواب  
 نے آپ کو روکا۔ اور نیز دوستوں اور عقیدت مندوں نے ہی اسی طرح پر التماس کیا۔ لہذا آپ نے  
 مہربانی فرما کر اس سال میں توقف کیا۔ جب زیارت کعبہ کے شوق کا غلبہ ہوا۔ تو اپنے آنکھوں پر

پٹی باندہ لی تاکہ دوسری دیکھنے کی چیزیں دیکھنے میں نہ آدین۔ اور اپنے اوپر لازم کیا۔ کہ جب تک جمال کعبین دیکھ لوں گا۔ پٹی نہیں کہوں گا دوسرے سال قرار داد کے موافق زود ماہ اور سفر خرچ کے واسطے جس قدر ضرورت تھی۔ اور وہ بھی صرف اس قدر۔ کہ درویشی میں بھی خلل انداز نہ ہو۔ نواب عزیز کے خزانہ سے لیکر انتظام سفر کیا۔ ایک آدمی کے قد کی برابر ایک حجرہ تیار کر کر دو اونٹوں پر بند ہوا یا۔ اور اس حجرہ کے اندر اپنے اپنے تین اونٹن لٹکایا۔ اسی طریقہ سے سمندر کے کنارے پہنچے۔ بعدہ حجرہ کو ہزار میں کٹا کر دیا۔ اور آپ اس میں بدستور آویزان تھے۔ کتے ہین۔ کہ راستہ کے اندر آپ بہت روئے۔ آنسوؤں کی حرارت سے پٹی کے اوپر بٹنے کا داغ لوگوں نے دیکھا ہے۔ المقصد بیت الحرم کا دیدار آپ کو ہوا۔ جس کے سبب سے آپ کی آنکھوں پر لذت نظارہ حال ہوئی۔ عمرہ اور حج کے ارکان ادا کئے۔ اور مدینہ مقدرہ کا طواف کر کے روشن ضمیری حاصل کی پانچ مہینے کی فرصت ملی۔ جب تاریخ تیسری بیچ الاول ہجری سنہ نو سو اٹھانوین کو فرماں طلب صادر ہوا۔ تو کمال آرزو شگفتگی خاطر۔ اور خندہ پیشانی کے ساتھ عالم قدس کو روانہ ہوئے۔

مصرع پیشگاہ قرب باد اجاے او۔

## یاد مولانا اسماعیل سومرہ

سومرہ۔ سندھ میں ایک گروہ کا نام ہے۔ آپ اس ملک کے نامور مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کی خانقاہ کیا تھی۔ ایک زاہدستان تھا۔ کئی ہزار گون غلہ۔ زراعتی تخم کا ہوتا تھا۔ جس کا حاصل خانقاہ نشینوں کے مایحتاج میں صرف ہوا کرتا تھا۔ آپ کا خاص طریقہ۔ درویشوں کی خدمتگاری کرنا تھا۔ ہجری سنہ نو سو اٹھانوین میں یا نینانوین میں رحمت حق سے جا ملے۔ مصرع بادوش غنچہ بارغ صفا۔

## یاد شیخ عبدالکھواسن

آپ کے پر بیعت اور رشد طریقت کیمین بیان میں نہیں آئے ہیں۔ غالباً آپ کا مشرب اولیہ تھا۔ آپ نے۔ توکل اور آزادگی کے محل کی بنیاد نہایت گہری اور مستحکم رکھی تھی۔ کبھی اہل زمانہ کے رویہ و محتاج کا منہ بیکر نہیں گئے خواہ بگاہ دارا مخلانہ آگرہ۔

## یاد ملا دوست صحائف

جو محرم ہم نشین تھے۔ وہ آپ کو کا کا کرتے تھے۔ آپ مولانا خواجگی کا شانی کے خاص عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ آپ کے دریا جیسے ضمیر کے عرفانی ڈبہ میں۔ آئی اسرار اور نقوش کے بے شمار جواہرات اور

سوتی بہرے ہوئے تھے۔ ایک مدت تک بلجزمین لوگوں کی رہنمائی کی۔ بہت سے طالب آپ کی ملازمت سے اپنے مطلوب کو پہنچے۔ ایک روز پرانے رازدار صوفی شادی آپ کے عبادت خانہ میں آئے۔ اہ کیا۔ کا کا۔ آپ کو یاد ہوگا۔ جب تلاش مقصود میں آپ کی کوشش بڑھی ہوئی تھی۔ اور جلد سازی کی دوکان کیا کرتے تھے۔ ان ایام میں آپ کیسے خوش وقت اور خوش دل رہا کرتے تھے۔ اب مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ جو لوگ خانقاہ میں رہتے ہیں۔ انہوں نے آپ کو خلوت قرب سے دور پھینک دیا ہے۔ اور آپ کو پریشان خاطر رکھتے ہیں آپ نے یہ بات سنی۔ آنکھوں میں آنسو بہا آئے۔ اور جواب دیا۔ بیشک ایسا ہی ہے۔ جیسا آپ نے فرمایا۔ کہتے ہیں ہجری سنہ کچھ اوپر نو سو نوے میں عنصری منزل چھوڑ کر علوی وطن کا عزم کیا۔ خواجہ بگاہ بلجزمین۔

## یاد شیخ جنید مفتی

آپ شیخ بہار الدین قریشی اسدی ہاشمی کے فرزند ہیں۔ صاحب علم۔ درست احوال۔ پاکیزہ اخلاق۔ ستودہ صفات اور زاہد انہ اعمال تھے۔ علم کی تحصیل اپنے پدربزرگوار کی خدمت سے کی تھی۔ بے مہازوں کے کمانا نہیں کیا کرتے تھے۔ اس طریقہ سے آپ نے خلیلی رسم زندہ کر رکھی تھی۔ صاحبان احتیاج کے حق میں آپ کی سفارش موثر ہوا کرتی تھی۔ اہل ضرورت کی ضرورت کا تعلق جہاں ہوتا تھا وہ خواہ کتنا ہی نامہرا اور سیہ دل ہوتا تھا مگر کام بے تامل حسب وخواہ انجام کو پہنچ جاتا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس آپ کی دعاؤں کا حال تھا۔ کہ آشنا اور بیگانہ کی مشکلات میں مقبول ہوا کرتی تھیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ آپ کی گفتار کی پیشانی ناگامی کے داغ دہرے سے پاک صاف تھی۔ تاریخ جو تھی شعبان ہجری سنہ نو سو اٹھانوہ کو آپ روحانی باغ کی سیر کو چلے گئے اگرہ میں مدفون ہیں۔

## یاد شیخ نظام ابن عبدلکریم نارنولی

آپ حضرت فاروق اعظم کی نسل سے ہیں۔ اور الہمداد نام ہے۔ مولداورمقدونون نارنولی میں ہیں آغاز شباب میں آپ محقق رہنمائی تلاش کے واسطے وطن سے غربت میں نکل کر پڑھے ہوئے۔ اور ہمدرد یار۔ سید فیروز کی ہمراہی میں بہت کچھ نشیب و فراز طے کیا۔ بہت سی آبادیاں اور جنگل و بیکہ ڈالے۔ اور بہت سے سالکوں اور مجذوبوں کی ملازمت کی لیکن فضل کشا کبھی کوئی بات نہ نہیں لگی۔ اس اثنا میں میں آپ کو ایسا پہنچے اور چند روز غوث الاولیاء قدس سرہ کی خانقاہ میں دیگر خانقاہ نشین صوفیوں کے ساتھ رہے۔ تقدیر میں لکھا تھا۔ جس کے بموجب خواجہ فانون علائح ناگوری کی ملازمت سے

اپنی مراد میں کامیاب ہوئے۔ اور نور خلافت سے۔ روشنی قلب حاصل کی۔ خواجہ کی صحبت اور خدمت کی برکات سے کمال اذکمیل کے درجہ پر پہنچے۔ اور پیر کی اجازت سے اپنے وطن میں آکر رہنمائی کی سند پر جلوں فرمایا۔ پاک ذات اور صاحب استعداد لوگ گروہ کے گروہ آپ کی پرورش اور فیض سے الہی معرفت کے عالی درجہ پر سفر گزارے ہوئے۔ اور ہر ایک صوبہ اور سرکار میں بڑے چھوٹے کی ہدایت کے واسطے آپ کے فیض یافتہ باخبر اصحاب میں سے ایک ایک صاحب نام زد کئے گئے۔ آپ کے صاحب ولایت حنفا کی فہرست بڑی لمبی جوڑی ہے اس کتاب میں نہیں آسکتی ہے۔

القصہ آپ کی فیض رسانی۔ نور پاشی۔ سہمیری۔ اور رہنمائی کا شہرہ اس مقدمہ کا تمام اطراف ہندوستان میں پھیل گیا۔ آپ کے زمانہ میں بالکل سلطان مشائخ نظام الاودیا قادر سسرہ کا عہد مبارک حاصل ہو گیا تھا۔ اور نارنول کی زمین سے مثل دہلی اشاعت فیض ہوئی تھی۔ تاریخ اٹھاسیسویں صفر چری سنہ نو سو ستاون کو عالم ناسوت سے عالم ملکوت کی سیر کو روانہ ہو گئے۔ مصرع

سیر گاہش سنزل لاہوت باوڑ

یاوشیخ بیارہ نور ظہور رحمہ اللہ

آپ ایک مجذوب تھے جمالی مظاہرے عشق رکھتے تو چند سال دیوانگی کا عیش اٹھایا۔ اندرونی بے آرامی بہت کچھ رہتی تھی۔ اس سبب سے ایک ساعت بھی ایک جگہ نہیں بیٹھتے تھے۔ اور زبان حال سے لوگوں کو سناتے تھے۔ بیت۔

بانڈک حسن از جامی سردودل

بجسن از بس کہ بسیاریم مائل

اس میں شک نہیں۔ کہ عشق اور دیوانگی یہ دونوں جب دل میں جمع ہو جاتے ہیں تو نظر بازی کا شوق اوپر آتا ہے۔ اور دور اندیشی اور عقل و فہم۔ ملک باطن سے کوچ کر جاتے ہیں۔ اس سبب سے آپ کا پردہ فاش ہوا۔ اور آپ ہر ایک شمع پر۔ پروانگی طرح گر کر۔ تکلیف اور مصیبت جیسا کرتے تھے۔ ایک روز راقم گلزار آپ کے ساتھ ایک راستہ میں کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ اتنے میں عماری دار ہاتھی آ پہنچا۔ آپ نے اچھل کر ہاتھی کے دانت پر قدم جا جمایا۔ اور عماری کے پردہ سے لٹک کر ایک پردہ کشا نغمہ کی تان لی۔ عماری کے اندر جو عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے بتیاب ہو کر پردہ اٹھا دیا۔ اور دیوانہ کو اپنے ناز و کرشمہ کا نشانہ بنا کر خود بھی اس کے راز و نیاز پر فریفتہ ہوئیں۔ القصہ طرفین کی حیرت بیان تک بڑھی۔ کہ

اس حیرت کی بیوشی نے ہاتھی میں ہی سرایت کی۔ بے اختیار ہو کر فیلبان نے پردہ عماری کا چھوڑا۔ اور غصہ سے آنکس مار کر ہاتھی کو راستہ پر لایا۔

مختصر یہ ہے۔ کہ چند روز بعد آپ لوگوں کی نظر سے مخفی ہو گئے۔ مہر عظمیٰ یا کم نشان اور کجانت بیان تک کہ ہجری سنہ ایک ہزار سولہ میں شیخ دولت کی زبانی جو نہڑیہ و میا پور کے تالاب کے کنارہ ایک کوہڑی میں رہتے ہیں۔ کچھ حال سننے میں آیا۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ ہجری سنہ نو سو ستاون ہوا۔ فقیر اس وقت اجین میں شیخ عبد الغفور داد کی مسجد نور نام کے اندر رہتا تھا۔ شیخ بیارہ ہی اس مسجد میں آکر گوشہ نشین ہوئے۔ چند روز بعد آپ کو اس مال کی بیماری ہوئی۔ یہی بیماری اس عالم سے آپ کے چلے جانے کا سبب ہوئی۔ اور اسی مسجد کے صحن میں دفن کئے گئے۔

### یاد سید ابراہیم ہسکری

آپ شیخ جلال متو کے خلیفہ ہیں۔ جو شاہ شاہباز کے بزرگ جانشین تھے۔ قدس سرہم پیر کی مدتی اور مہربانی۔ اور حاکم وقت کا آرزو اور نیاز کے ساتھ پیش آنا۔ آپ کے برہان پور رہنے کا سبب ہوا بہت برسوں تک اس دارالاسلام میں اپنے قیام فرمایا۔ اور بہت سے لوگ جو صحرا سے تلاش میں بیٹھتے پرتے تھے۔ عرفان اور وجدان کی آبادی میں پہنچ گئے۔ مسیح القلوب سے روایت ہے۔ ایک دفعہ میں سید کی ملازمت میں بیٹھتا تھا۔ اپنے فرمایا۔ شیخ شکر محمد عارف قدس سرہ سے بیٹے سنا ہے جس وقت وہ امریکہ جاوی کا تاشا کر کے زبان حال سے یہ ترانہ گایا کرتے تھے لہذا اعلیٰ العاصی فی عصیانہ و ذکر اعلیٰ الناس فی نسیانہ۔ حال آگے اس بات کے سننے کو ایک زمانہ گزر گیا۔

لیکن ابھی تک دل کے اندر۔ اس بات کا جو ذوق باقی ہے۔ یہ ذوق شکل فوارگی نہیں چھوڑتا ہے۔ ایک روز ایک سپاہیانہ وضع کا آدمی عرس کی مجلس میں ایک گوشہ سے اٹھا۔ اور دونوں ہاتھ ادب کے ساتھ بلند کر کے سامنے آگے اٹھا ہوا۔ اور درو کر فاتحہ اور دعائے خیر کی التماس کی۔ جواب پایا۔ ابراہیم کا باطن آتش غرور سے بھی زیادہ پردہ ہے۔ اگر تم کو اسپر اطلاع ہو جاوے۔ تو سو دفعہ لا حول پڑھو۔ اس کی صحبت سے گریز کرو۔ اور ہزاروں مہربانی اور وسوسہ کے ساتھ۔ اس کی بخشش کے واسطے دعا مانگو۔ یہ جواب سن کر خجمن میں جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان میں ایک جوش و غروش پیدا ہوا۔ ہجری سنہ نو سو اٹھاون میں آپ شش مہینے

لے نا فرمان نے تیری نافرمانی میں گویا فرمان برداری کی۔ اور ہونے والے تیری نسیان میں گویا تم کو یاد کیا۔

قید خانہ سے رہا ہو کر بہشت بہشت کی سیر کے واسطے ناز کے ساتھ چلے گئے۔ خوابگاہ برہان پور۔ تین  
 لوگ کے خلف۔ اور بہت سے خلفا چھوڑے جو روش سلف کے ساتھ متصف ہیں۔

## یاد شیخ عمر اللہ

آپ کا قدیمی نام بیگم جی ہے۔ آپ کے باپ نعلب خان ضرب خانہ کے داروغہ اور سکر کن تھے۔ آپ  
 ہی باپ کے کاہخانہ کا پیشہ کرتے تھے۔ شروع جوانی میں کدخدا ہو گئے۔ عروس کے ساتھ کمال دولتگی ہوئی۔  
 جب ناز و نیاز نے ایک دوسرے سے باہم کیف پایا۔ تو شوق اور کرشمہ ایک دوسرے کی مصاحبت سے  
 کامیاب ہوئے۔ بیان تک کہ اجل کی جان گزرتی تھی۔ نوز عروس کے سلوین ڈال کر پلاوی گئی۔ فراق کے دلغ  
 نے آپ کے شکستہ دل پر دیوانگی کا سکھ جایا۔ پریشان ہو کر اپنا کام چھوڑ دیا۔ اہل زمانہ کا لباس اتار کر مکمل  
 کی کفنی پہن لی۔ چند روز بعد پیر طریقت کی ہدایت سے آپ کی مجازی محبت حقیقی عشق کے لباس میں نمایان  
 ہوئی۔ بہت برسوں تک گھر کے اندر بیٹھا رہا۔ تنہائی میں زسری۔ اور خدا شناسی کا راستہ سلوک کی پامروں سے  
 طے کیا۔ آپ ایک حزانہ تھے۔ جس میں دل آویز گفتار کے جواہرات بہرے ہوئے تھے۔ ہجری سنہ نو سو نیا تو  
 میں اپنے چشم عبرت کو نائش گاہ دنیا کے تماشائے بند کر لیا خوابگاہ شہر مندو۔ مصرع

باغ انزل اور بہت ام موحدان

## یاد شیخ ابو یزید

آپ شیخ شکر محمد عادت کے فرزند ہیں۔ قدس سرہما۔ جو اصحاب آپ کے پدر بزرگوار کی دعوت  
 ہستی کو قبول کر کے آئے ہوئے تھے۔ جب وہ ضیافت زندگانی ختم ہو جانیکے سبب سے ایک ایک  
 کر کے اپنے اپنے مقام کو لوٹ گئے۔ اور باپ کی جگہ آپ جانشین ہوئے۔ تو حاکم نے زوجان بیٹے کا استحقاق  
 مسافر باپ سے کتر سبجہر و ظیفون کے مواضع کو ضبط کر لیا۔ چونکہ تسلیم اور توکل آپ کی سرشت میں  
 داخل تھے۔ تو اپنے پیشانی میں چین تک نہیں آنے دی۔ اور خانگی روزی کمانے والوں کے واسطے  
 آپ کے دل میں طلق فکر کا غبار پیدا نہیں ہوا۔ باوجودیکہ ایک ایک ہفتہ تک بدل مایہ تحمل نہیں پہنچتا  
 تھا۔ مگر عبادت کی طاقت زائل نہیں ہوتی تھی۔ اور آپ کے خاندان پر ہر طرف سے فقر خواہ کتنی ہی۔  
 چڑھائی کر کے آیا۔ لیکن اپنے پاسے ترود۔ خلوتی خانہ کی دہلیز سے باہر نہیں نکالا۔ البتہ آپ وصیت کے  
 بموجب سبب القلوب کے درس میں آفتاب طلوع ہونے سے پہلے روزانہ پونچھکریسوی فیض حاصل کیا



کرتے تھے۔ **القصد** راستی اور سلامت روی آپ کا حصہ تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ سچے القلوب کے ہمراہ سید ابراہیم بکری قدس سمرہ کی ملازمت کے ارادہ پر جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک خدمتگار نے لیکا ایک گھر سے ایک دل آزر خبر لا کر آپ کو دی۔ اور بازگشت کے واسطے جلدی کی۔ آپ نے فرمایا۔ ایک بزرگ کی ملاقات کے ارادہ پر۔ درست نیت کے ساتھ چلا ہوں۔ لہذا معاہدوت نہیں کروں گا۔ کیونکہ شروع کیا ہوا کام۔ انجام کو نہ پہنچا کر۔ نفس کے ہکانے سے کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جانا صوفی کے واسطے زیبا نہیں ہے۔ توڑی سی زندگی میں بہت سارے بانی عرفان آپ نے حاصل کر لیا تھا۔ ہجری سنہ نو سو نیا نوین میں اپنے اہل جہان سے دل اٹھالیا۔

## یاد مخدوم نوح مالاکتدی

آپ۔ سندہ کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں۔ مسیح القلوب سے روایت ہے شیخ یوسف۔ رسمی علوم کے آغاز تحصیل میں آپ کے ہم درس تھے۔ یہ کہتے تھے۔ آپ کو جذبہ نے ایک بارگی آلیا تھا۔ پھر چند روز بعد آپ کی زبان میں قوت بیانہ پیدا ہو گئی۔ باوجودیکہ علم نحو کی استعداد نہیں تھی۔ مگر قرآن کی تفسیر آپ کئی کئی طرح سے بیان کیا کرتے تھے۔ کیا سندہ کے۔ اور کیا تہ کے اکثر اہل علم لوگ امتحان کے واسطے آکر ہر ایک فن کی مشکلات آپ کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ آپ یہ تامل ایک روشن جواب کے ساتھ خدشات کی شورش و بادیتے تھے۔ اور معترضوں کو معتقد کر لیا کرتے تھے حکیم عثمان بوبکانی سے روایت ہے۔ میں ایک روز مخدوم کی خدمت میں گیا۔ اور چاہا کہ علمی کمالات حاصل ہونے کے واسطے دعا کے لئے تمناں کروں۔ ہنوز ضمیر کی مخفی بات عبارت میں نہیں آنے پائی تھی۔ کہ آپ نے فرمایا **لہ و اتقوا اللہ بعلمکم** اس وقت سے میرا اتقا اور علم روز افزون ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ قرآن کے معانی کی تعلیم آپ کو من عند اللہ ہے۔ اور بعض کا یہ بیان ہے کہ خضر علیہ السلام سے ہے۔ اور بعض روایت کرتے ہیں ایک بزرگ خراسان سے اس قصبہ میں آئے تھے۔ ان کی تلقین سے پہنچا جو کچھ پہنچا۔

## یاد شیخ مبارک مجزوب

آپ کی حالت دل فریب۔ اور صحبت خوش گواری تھی۔ اگر وہ میں ڈھولی کہاں دروازہ۔ جس پوش گھر کے اندر مدتوں تک جگر گدازی کے ساتھ بسر کی۔ چونکہ دل کی تعمیر کا کام درپیش تھا۔ اس واسطے آپ

گلی بنیاد کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ واپسین سفر کے بعد اس زمانہ میں آپ کی قبر پر پختہ اینٹوں کی ایک عمارت بنا دی گئی ہے۔ لرا اسمہ

چرا بکار و گرد نند بہشت طلب

بنائے قعر بہشت ست بر عمارتِ دل

## یادِ سید حبیب رحمہ اللہ

آپ کا جذبہ سلوک کے ساتھ شامل تھا۔ اورستی ہوشیاری کے ساتھ ملی جلی تھی۔ پوشیدہ واقعات اور پنهانی حالات کا آپ کی بصیرتِ عینیہ میں عکس پڑتا تھا۔ دارالسلطنۃ آگرہ میں شاہ قلی خان محرم کا ایک بلغ ہے۔ جو دولت۔ اور فقر کی محبت میں مشہور ہیں۔ اس بلغ کے پہلو میں آپ کا گہر تھا۔ لرا اسمہ

اندک از منی بمن نہ گذاشت

اندکے سکر برد و سختی صحو

## یادِ شیخ نطم مجذوب

آپ نے اہل زمانہ کی طرح لکڑی اور سی سے ایک لمبا چوڑا مچان بنا رکھا تھا۔ جس پر درشل آدمی آسوں گے کے ساتھ لیٹے بیٹھ سکتے تھے۔ آپ ہمیشہ اسی پر بیٹھے رہا کرتے تھے۔ اور اس پر سے بہت کم نیچے اترتے تھے۔ جو کچھ آپ کی زبان سے نکل جاتا تھا دیر سے یا جلدی سے۔ وہی وقوع میں ہی آجاتا تھا۔ کتھے ہیں۔ جس زمانہ میں شیخ ابوالفضل مبارک کے ہوش اور عقل کو روز افزون ترقی ہوتی جاتی تھی۔ عقلی و نقلی علوم کی تحصیل میں نمایاں افزائش تھی۔ اور خلوت نشینان صورتہ ومعنی کے آستانہ کی حاضر باشی میں۔ کمال کوشش تھی۔ اس زمانہ میں جب مشارائیہ شیخ کی ملازمت میں حاضر ہوتا تھا۔ تو آپ بلند آواز کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔ آؤ۔ وزیر چغتائی آؤ۔ بالآخر شیخ ابوالفضل مبارک تو بڑے ہی عرصہ میں شہنشاہ نمان اکبر شاہ کی خدمت سے بڑی دولت پر مہراز ہوئے۔ اور سلطان کی مصاحبت اور مہم کی خلعت پایا۔ نیز کئی صوبوں کی جاگیر دار ہوئے۔ شیخ ابوالفضل مبارک کے چہوٹے بھائی۔ شیخ ابوالبرکات مبارک نے آگرہ میں آپ کی قبر پر ایک گنبد تعمیر کرا دیا ہے۔ خدائے تعالیٰ اسکو جزا سے خیر عطا فرماوے۔

مصراع از حبیب نیستی طلبان دوست مرشد

## یادِ شیخ عبدالجلیل ننگ پوری

آپ کو لداوت اور نیز خلافتِ چشتیہ معینیہ سلسلہ سے تھی۔ آپ کا سکر۔ آپ کے ہوش پر غالب تھا جب آپ ہوش میں آتے تھے تو اپنے ہمدون گویش و قال کے گرفتار علما۔ اور دانش کے

خریدار طلبا کی ہم نشینی اور ہمدلی سے منع فرمایا کرتے تھے۔ جب حالت ہوش کے بعد پراسٹغراتی حالت کا عود کر آنا۔ دوسری قسم کی باتوں کی گنجائش نہیں دیتا تھا۔ تو سوائے اسکے۔ کہ آپ سب کو دعا دیکر بخود ہی میں محو ہو جاؤں اور اپنے تئیں حوالہ مستی کر دین۔ کوئی چارہ کار نہ تھا۔

## یا و ملک محمود بیارہ

آپ ملک خاندیس کے وزیر زادہ تھے۔ اور آپ کے سبب فضلاء کے زمانہ کو اعتبار حاصل تھا ربانی کلام کا حفظ۔ عربی زبان اور فارسی عبارت کا علم۔ اسماء و رجال کی یادداشت طبیعت کی موزونیت سنجیدہ کاری۔ انفاس کی پاسبانی۔ جوہر شناسی۔ اور اندرونی صفائی۔ یہ تمام صفات۔ آپ کی ذات میں کمال کے درجہ پر حاصل تھیں۔ فرماتے تھے۔ جب پندرہ گوار کو واسپین سفر کی اجازت آئی۔ تو نوبت وزارت میرے نام پر پہنچی۔ یہ کام شروع سے ہی مجھ کو دشوار معلوم ہوا۔ اور ترک کا خیال بالکل دل میں سمایا۔ اس اثنا میں ایک روز شاہ منصور مجذوب کی خدمت میں گیا۔ تو شاہ صاحب نے فرمایا۔ محمود فارسی قرآن جو تم نے ان ایام میں ہم پر پوچھا یا ہے لاؤ۔ آپ کہتے تھے۔ میںے مولوی کی شنوی خریدی تھی وہ شاہ صاحب کی خدمت میں لے گیا۔ فرمایا کہ لو۔ اور پڑھو۔ جب چند بیتیں پڑھی گئیں۔ تو فرمایا کہ پیشہ اسی کتاب کے مصاحب رہنا۔ بہت سہل طریقہ کے ساتھ آزادی منصب گرفتاری سے حاصل ہو جاوے گی۔ میںے شاہ صاحب کے ذہان پر کمال کوشش کے ساتھ عمل کیا۔ اور عجلت کے ساتھ ظاہری منصب کے دل ہٹا کر بیکاری اختیار کر لی۔ اس کو بعد میں شاہ صاحب کے ارشاد سے سید عرب شاہ بخاری کی خدمت میں حمد آباد گیا اور ان کی طاعت سے بہت کچھ فیض حاصل کیا۔ سید عرب شاہ قطب عالم بخاری کہتے تھے۔ اور سجادہ نشین ہیں۔ انیس یامین خراجی کی یہی توفیق ہوئی۔ اور حرمین شریفین زادہ صاحب اللہ شرفا کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس مبارک سفر سے سعادت کرنے کے بعد چند روزا جمیر میں مقیم رہا۔ اور نیز اس وقت میں روضہ معین الاولیاء کا متولی بھی ہو گیا۔ بیان سے ہجری سنہ نو سو پچاسی میں حمد آباد کی طرف منڈو (مانڈو) کے راستے سے گیا۔ اس وقت میں راقم نے ہی آپ کی دست بوسی سے برکت حاصل کی تھی۔ کہتے ہیں۔ آپ کو جملہ نامور خانوادوں سے خلافت اور نسبت تھی یا خصوص مغربی مشائخ اور بخاری سادات کے سلسلہ سے استحکام کے ساتھ دستیابی کہتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار میں سامان زندگی۔ اسی عالم کی سیر کے واسطے باندھ گئے۔ خواہنگاہ حمد آباد مصحح جملہ کارش را بنا بر عاقبت محمود باد۔

## یاد سید مصطفیٰ محبوب اللہ

آپ سید حسین شہتی کے پوتوں میں سے ہیں۔ ہمیشہ پیش با خلعت پہنا کرتے تھے۔ اور عشوقانہ وضع رکھا کرتے تھے شیخ مشائخ کے بیٹے ملک شیر کتے ہیں۔ ایک رات عرس ہوا۔ اس رات میں یہ حسین نے مجاور قطب زمان شیخ عبد الملک کے بلانے کے واسطے بھیجا تھا۔ چونکہ شیخ عبد الملک سلسلہ ابول کے مرض میں گرفتار تھے۔ اور رات تھی۔ اس واسطے نہیں آئے۔ کہ معلوم العذر بیماروں کا بلانا دن میں تبرج اور اگر رات میں بلانے کا موقع آوے۔ تو بلانے والے میں مدد ملنی چاہیے۔ ملک نے پیغام سید کے نزدیک پیش کیا۔ تو سید۔ نامل کے بعد فرمایا۔ ملک شیر جاؤ۔ اہ کہو۔ جس طرح اشارہ فرمایا گیا ہے اسی طرح بلانا چاہتا ہوں۔ جب شیخ عبد الملک۔ نہ یہ جواب سنا۔ تو بے نامل مجلس میں چلا آئے۔ صبح تک وجہ سماع میں مصروف رہے۔ اور استنجا کی ضرورت نہیں ہوئی۔ اہ سید کو فقیر نے کچھ اور پر ایک سو کلونخ دیے۔ اور جب میں نہیں ہوتا تھا۔ تو دوسرے خادم پہنچاتے تھے انقصہ اپنے مذکورہ بالا بیمار ہی شیخ عبد الملک کے سلب کر لی۔ اور اپنے اوپر لے لی۔ مسیحائی تصرف کو اپنے ایوبی ولایت کے ساتھ ملا دیا۔ آپ کی خوابگاہ احمد آباد گجرات میں ہے۔ مصرع و مسل حق تا ابد بکاشش بادو۔

## یاد شیخ محمد نابلسی

نابلس۔ شام کا ایک قصبہ ہے۔ بیان کی آب و ہوا خوش گوار ہے۔ سیاح لوگ اس کی زمین کو بہشت کی زمین بتلاتے ہیں۔ اس قصبہ کے باشندے۔ نقد بہشت سمجھتے ہیں۔ آفاق کے سافر عاریتی بہشت جانتے ہیں۔ اور جو لوگ درہوں نے کے سبب سے محروم ہیں۔ وہ بہشت موعود کی طرح ادھار کر کے مانتے ہیں۔ آپ اپنی زلویوم سے چل کر سفر میں آئے۔ اہ بیان پر سعادت مند اولیاء کی دوستی اور کشش کے سبب وطن اختیار کر لیا۔ آپ اپنی زندگی کے ہر سال کو از روی عبادت تین حصوں پر تقسیم کرتے تھے۔ چار مہینے درہ میں صرف کیا کرتے تو دوسرے چار مہینے سفر حجاز میں گزارتے تھے۔ اور تیسرے چار مہینے حباد کے واسطے اسکندریہ میں جا کر گزارتے تو اس طور پر آپ زمانہ ہوش و سہم نفس تک اپنے اعمال کے روزنامہ کی خانہ پری کرتے رہے۔ خوابگاہ مصر مصرع روح اور کنار راحت بادو۔

## یاد شیخ قاسم

آپ شیخ یوسف سندھی کے صاحب زادہ شیخ طاہر محدث کے چھوٹے بہائی۔ اور شیخ الغلوب کے پاپ ہیں۔ تقویٰ۔ توکل۔ اور تصرف یہ جملہ اوصاف حمیدہ آپ کی ذات میں موجود تھے۔ آپ کے پیرہیت

شیخ بہار الدین بدیع شیخ کبیر ہین۔ جو دسویں صدی کے اخیر میں شیخ الاسلام شیخ بہار الدین زکریا ملتانی کے جانشین تھے۔

سیح القلوب بیان کرتے ہیں۔ ہنوز میرا زمانہ ہوش نہیں آیا تھا۔ کہ آپ کا سایہ عاطفت میرے سر پر اٹھایا گیا۔ اُس وقت میں پدربزرگوار کے بعض ہم نشینوں سے بیٹے سنا ہے۔ کہ توحید وانی۔ خدا شناسی۔ اور وحدت وجود کے اعتراف کے بارہ میں لوگ آپ کی تعریف کیا کرتے تھے۔ اور آپ کی بہت کچھ خارق عادات۔ اور بے تعینی و آزادی کی باتیں۔ بیان کیا کرتے تھے۔ منجملہ ان کے ایک واقعہ مجھے یاد ہے۔ ایک روز میری ماں بچوں کو ہمراہ لیکر میرے عم مکرم شیخ طاہر رحمہ اللہ کے گھر گئی تھیں۔ عم مکرم کا گھر دو۔ تین گلی کے فاصلہ پر تھا۔ پدربزرگوار کا ارادہ ہوا۔ کہ آپ بھی وہاں جا دیں۔ لہذا میں نے چاہا کہ مکان کو مقفل کر دوں۔ مگر آپ نے اجازت نہیں دی۔ اور فرمایا۔ اہل حقیقت کا یہ شیوہ نہیں ہے۔ یہ سن کر میں اسی طرح غیر مقفل دروازہ چھوڑ کر چلا گیا۔ لراقمہ

دو این خانہ بے بوج ست غوثی از خرد نبود

پنے پاس متاعش خستہ دیوار بر بستن

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا احسان ہے۔ کہ واپس آکر تمام چیزوں کو اپنی مقامات پر بدستور پایا۔ اور آپ کے توکل کی بدولت کسی چور کا ہاتھ کسی شے کو نہ لگا۔

” اور اب اس زمانہ میں اپنے عم اُستاد سے میں نے سنا۔ کہ فرماتے تھے میرے چہرے بھائی شیخ قاسم کا مشرب صوفیہ تھا۔ اور ان کی دل آویز گفتار۔ اور پسندیدہ انحال سے اختیار اور ابرار کی حلاستین ظاہر تھیں۔“

نیز سیح القلوب کہتے تھے۔ جب شہنشاہ زمانہ اکبر شاہ مجکو بدون میری خواہش کے۔ ازلی مشیت کے بموجب برہان پور سے دارالسلطنت آگرہ کو لے گئے۔ تو چند روز بعد میں نے اپنے پدربزرگوار کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے ایک سندھی زبان کی بیت اس مضمون کی پڑھی۔ اُسے فرزند۔ تجھ کو ہر چند لفظ لالا کے ساتھ درمیان میں سے ہٹا کر نیت کر دیا۔ مگر تو ابھی تک اپنی ذات میں زعم ہستی رکھتا ہی ہے کہ جب میں بیدار ہوا۔ تو اس اشارہ سے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اپنی رہائی کے واسطے تفکر کے ذریعہ سے تدابیر نکال کر زبان سے بیان کرنا۔ اس سے مطلب فنا حاصل نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ ایسا کرنا دراصل اپنے تئیں تسلیم اور رضا کے مرتبہ سے شکوہ اور ٹکر کھیتی میں ڈالنا ہے۔ لہذا یہ شیوہ چھوڑ دینا چاہیے۔ اس خیال کی بنیاد پر انواع و اقسام

کے تخیلات کا تموج دل سے مدد کر دیا۔ اور اسودگی حاصل ہوئی۔ اور ایک ہفتہ سے کم مدت میں وطن آنے کی اجازت مل گئی۔ یہ بیشک سچ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو غیر سے استفادہ کیا تھا۔ تو یہ استفادہ زندان میں بضع سینین تک قیام کرنے کا باعث ہوئی تھی۔

## یاد شیخ ہول مجذوب

آپ کی ذات سے خرابات کا مکان زیادہ رونق پاتا تھا۔ خرق عادات کی قوت حاصل تھی۔ اور الہی جذبات ہی آپ میں موجود تھے۔ چند سال تک مٹیامحل میں زیر زمین فارم کو کراہا اور پورے خمس پوش کر کے بسری مٹیامحل دارالاساطینہ اگرہ میں ایک مشہور جگہ ہے، اس وقت میں خمس پوش مکان کی جگہ ایک بڑا عالی شان محل ہے۔ بیت

تصرف دروس و کاغذ دل باشہ

جاے زیدار و بس در جہان

## یاد سید جمال

آپ شیخ ابراہیم میان آبادی مسجد میں مدرس تھے۔ نیز عابد و وقت۔ اور زاہد زمانہ تھے۔ احیاء العلوم اور عین العلم کے مطالعہ سے ایک خاص تعلق رکھتے تھے۔ شیخ محی الدین عربی کی تصنیفات پر آپ کا دل مائل نہیں ہوتا تھا۔ لیکن انصاف کو کام میں لاکر باطن سے انکا زمین کرتے تھے۔ علم حدیث پر بہت کچھ آپ کا دل تھا۔ جب شیخ طاہر یوسف نے ہزارے نکل کر برہان پور کو نورانی فرمایا۔ تو سید اپنی بزرگی کو چھوڑ کر چند سال تک جب تک کہ زندگی باقی رہی۔ اپنی مسجد سے روزہ شیخ کے درس میں پہنچا کرتے تھے۔ شیخ کا قیام سندھی پورہ میں تھا۔ جو سید کی مسجد سے ایک میل کی مسافت سے کچھ زیادہ ہی زیادہ ہے اس مسافت کا کچھ خیال نہیں ہوتا تھا۔ چاروں فضلوں میں برابر جایا کرتے تھے۔ بیچ بخاری آغاز سے انجام تک پڑھی۔ مولانا حافظ سندھی جو معنوی خوب روہین۔ آپ کے شریک اور سامع تھے۔ جب آپ کی زندگی کا ورق بوٹ دیا گیا۔ تو خوب لگاؤ شیخ ابراہیم عمر سندھی کے مقبرہ میں بنا کی گئی۔ مصحح جمال حق فروغ دیدہ اش باد۔

## یاد شیخ الہد او مارہرہ

آپ کو ہمیشہ تلاوت کے ساتھ ایک خاص تعلق تھا۔ آپ نے ہمیشہ زمانہ توکل۔ تسلیم۔ اور رضا مندی حق میں گزارا۔ قرآن کا ترجمہ یاد تھا۔ کہتے ہیں۔ آغاز جوانی میں ایک حسینہ و جمیلہ عورت کے ساتھ دل بستگی ہو گئی تھی۔

چند سال نظر بازی میں گورے۔ بعدہ دل کی اجازت لیکر عقد کر لیا۔ المقصد ہمیشہ حسین مظاہر پر نظر بازی کے ساتھ زندگی گزارا۔ لیکن مظاہرین جو مظاہر شاہدہ کا ذوق حاصل ہوا تھا۔ یہ بعیرت کے ذریعہ سے حاصل ہوا تھا اور اس بیت کا مضمون زبان حال سے پڑھا کرتے تھے بیت

حسین خوش از روئے خوبان آشکارا کردہ

پس چشم عاشقان آزار تا شا کردہ

## یاد شیخ محمود نجب ارہ

آپ خوبان سکنا آگرہ میں سے تھے۔ مبدرا اور معاویہ کی شناخت میں آپ کا مرتبہ عالی تھا۔ آپ کے خالق عادت کا مون میں سے ایک یہی تھا۔ کہ دیو کے یا پری سے۔ جس کسی کو آسیب ہوتا تھا جب آپ کا نام اس کے سامنے یا جاتا تھا۔ یا آپ کے ہاتھ سے پھول لہجا کر ماؤن شخص کو سونگھایا جاتا تھا۔ تو وہ بہت جلد ہوشیار اور تن درت ہو جاتا تھا گویا سلیمان ولایت آپ کو حاصل تھی لہذا سمہ۔

کسی کا نقش ترا بر نگین دل دارد

بکار خلق کند مجسمہ سلیمانی

## یاد شیخ عبدی ساکن آگرہ

آپ۔ غابد۔ مستوکل۔ اور عارف زمان تھے۔ سردار منچہرین علیہ السلام کی محفل میلاد ترتیب دینے میں استطاعت سے زیادہ کوشش کیا کرتے تھے۔ اور عمدہ عمدہ طریقہ کے ساتھ انجام دیتے تھے غالباً آپ کو اخروی کشود کار۔ اسی پسندیدہ کام کی بدولت ہاتھ آئی تھی۔ اور یہی خدمت۔ آپ کی مخدومی وہ بزرگی کا سراپہ ہوئی تھی۔ اس میں شک نہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ذرہ برابر محبت ہی آخرت میں تمام اہل عالم کی نجات کے واسطے بس ہے۔ مصرع محبت کیمیا کے اہل در دست۔

## یاد شیخ شہاب الدین واصل

آپ۔ باعمل عالم اور با حضور کامل تھے۔ شیخ طاہر یوسف اور ان کے بہائی شیخ طیب نے جب ان کے احوال کا متوسط زمانہ تھا۔ منہاج العابدین آپ کے درس میں گزرانی تھی۔ اور نیز آپ کی ملازمت سے بہت کچھ فیض پایا تھا۔ شیخ القلوب نے اپنے عم مکرم شیخ طاہر کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ کہ کہتے تھے۔ میں ایک ہندو ستراخوان پر شیخ سے دور بیٹھا تھا۔ اُس وقت میرے دل میں آیا۔ کیا اچھا ہوتا۔ جو میں شیخ کے پیالہ میں شریک ہوتا۔ فوراً اُسی وقت آپ کے آئینہ خاطر میں عکس پڑ گیا۔ مجھ کو وہاں سے بلایا۔ اور اپنے برابر من جگہ دی۔ پھر میری یہ آرزو ہوئی۔ کہ شیخ ایک لقمہ پینے ہاتھ سے مجھ کو دیوں۔ آپ نے ایسا ہی

کیا۔ اور تبسم فرمایا۔ اس قسم کی بہت سی عجیب و غریب روایتیں آپ کی گجرات اور سندھ والوں کی زبان زد  
ہیں۔ آپ کی اولاد بھی بزرگی کے اعتبار سے اپنے آباء کرام کی خانقاہ کو آباد رکھتی ہے۔ خدا کرے  
آباد رہے۔

## یاد شیخ عبدالملک

آپ۔ علامہ وقت۔ اور شیخ ابراہیم کے صاحب زادہ تھے۔ بہت برسوں تک رسمی علوم کا درس دیا  
جنت آشیانی ہمایون بادشاہ کے زمانہ میں تھے۔ واپس سفر کے روز بھی حسب معمول درس دیا۔ لیکن  
فرزندوں کو اطمینان علم کو فرمایا۔ جلد ناز کے واسطے آجاؤ۔ چنانچہ تعمیل حکم کی گئی۔ فرض سے فارغ ہونے  
کے بعد سرسجدہ میں رکھ دیا اور **عَبْدُكَ حَتَّىٰ يَا تَيْبُكَ الْيَقِينُ** پڑھا۔ اور ترجمہ کا خاتمہ۔ آخرین  
سانس کے ساتھ دوش بدوش ہوا۔ خوابگاہ کاپی میں پد بزرگوار کے گنبد کے باہر مصراع

باد انصیب سینہ او نور معرفت

## یاد شیخ الخبش پستی

آپ کے آباواجداد کا سلوک۔ چشتیہ سلسلہ کی بیعت اور خلافت پر تھا۔ انہی مشیت نے  
آپ کے اعتقاد کی چوٹی خانوادہ شطاریہ کی طرف کینچ کر غوث الرحمن کے دست لقرن میں دیدی تھی  
صاحب موصوف کے فیض ارشاد سے قطع منازل میں تیز روی۔ اور سیر مقامات میں استغراق اس  
درجہ بہم پہنچا۔ کہ مناظرہ کے آداب۔ اور وسیع قبیل و قال کے مقاصد سے دل سرد ہوا۔ اور تحقیق  
کی طرف التفات کرنے سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ زمانہ اور اہل زمانہ کی رسوم سے آنادی مل گئی۔

کہتے ہیں جس وقت آپ سماع میں محو ہو جاتے تھے۔ تو غوث الرحمن آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ پر رکھ کر  
گھوما کرتے تھے سینکڑوں طرح کی نوازشیں اور اکرام کام میں لاتے تھے۔ چونکہ آپ مغلوب احوال زیادہ تھے  
آپ کے اوقات اور حالات اکثر وجد و توجہ۔ اور سکرو بخود ہی میں گزرتے تھے۔ اگرچہ اختلاف ممالک کے سبب  
نقش اور صورت کی بندش میں ہر جگہ راگ کارنگ جداگانہ ہوتا ہے اور صوفیوں میں کثیر ایسے ہیں۔  
کہ جو روش ان کے ملک کی معمولی ہوتی ہے۔ اسی ایک روش کے عادی ہو کر دوسری وضع کی طرف  
مائل کتر ہوا کرتے ہیں۔ لیکن آپ کو سرود کی ہر ایک روش۔ رقت اور شورش پیدا کر کے خوش وقت

لے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو۔ یہاں تک کہ تم کو برعینہ (یعنی موت) پیش آئے۔



کرتی تھی۔ آپ کا سماع کسی طرز کو چھوڑ کر۔ کسی خاص طرز کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا تھا۔ آپ کی فہم اور ہمت۔ سماع و سرود کی تمام روشنوں پر پورے پورے جاتی تھی۔ اور سماع کے عین جوش میں۔ جو بات۔ بشارت یا ڈرانے کی شان میں آپ کی زبان مبارک سے جدا ہو کر ہونٹوں تک آجاتی تھی۔ وہ بہت جلد وقوع پذیر ہو کر عجائبات کے عالم میں مشہور ہو جاتی تھی۔

نقل ہے۔ گو ایار میں ایک روز شیخ نظام نارنولی نے آپ کی مجلس میں کہا تھا۔ ہر چند ریاضت اور مجاہدہ کیا۔ لیکن غیب کے خزانچی نے اس دروازہ کی کنجی۔ ہمارے ہاتھ میں نہیں دی۔ جس کا کوئی مقصود درویشی ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا شیخ اس مدعا کے دروازہ کا کلنا کہ کیا خاص در کیا عام تمام عالم کا عالم مہتاری بیعت کا طوق اپنی عقیدہ۔ تاکہ گردنوں میں ڈال لو۔ اس بات پر موقوف ہے کہ گرفت مذکور کی صورت اگر شدہ قلب میں محصور کی جاوے۔

کتے ہیں۔ جب شیخ ماجد بخش کا زمانہ پیری آیا۔ تو آپ نے قرآن کی حقیقت آمیز تفسیر۔ اور صحاح احادیث کی لطافت انگیز شرح کی طرف کامل طور پر توجہ ہو کر شغل اختیار کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ خاک منناک کے دائرہ سے نکل کر عالم پاک کے کنگورہ پر عروج فرما گئے۔ ان کا ذکر فی اشاعہ عشر من ربيع الثاني من سنہ نین و سبعین و تسعمائة مہر مع سخن او حدیث تقدیرت۔

## یاد شیخ علی متقی

آپ حسام الدین جو پوری کے فرزند ہیں۔ خدا پرستی۔ پرہیزگاری۔ تنگدازی۔ اور نیکو کاری۔ ان جملہ صفات میں آپ کی فات سے فروغ تھا۔ آپ کبھی علوم۔ اور کشفی معارف میں صاحب ولایت عمل کا درجہ رکھتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو تریسپن میں ہند سے حرمین شریفین کی طرف کوچ کیا وہاں پر شیخ ابوالحسن بکری شامی مصری۔ اور نیز دیگر اعجاز بیان مدنیوں کی ملازمت میں رہ کر۔ جملہ صحاح احادیث کی کامل طور پر تصحیح کی۔ بہت سے ذی استعداد لوگوں کو اپنے فیض اور فائدہ سے استاد کی سند پر بٹھایا۔ اور فن حدیث میں لوگوں کی رہنمائی کے واسطے بہت سی ہونڈیاں تالیفات چھوڑی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک کتاب آپ کی ہے۔ جس میں ایک لاکھ حدیث لکھی ہے۔ اور شیخ جلال سیوطی کی کتاب جامع الصغیر پر ایک عمدہ فہرست لیا آپ کے ذریعہ سے بنائی ہے۔ نیز سلوک اور تقویٰ میں بھی چند رسالے تحریر فرما کر اہل جہان کے

واسطے اپنے کمالات کا نمونہ چھوڑا ہے۔ پدر بزرگوار فرماتے تھے۔ جب آپ سفر حجاز کو تشریف لے جاتے تھے۔ تو منڈ (مانڈو) کو بھی آپ کے عبور سے شرف حاصل ہوا تھا۔ اپنی والدہ کی بیماری کے سبب چند روز بے ارادہ قیام کرنا پڑا۔ آپ کی فیض بخش ملازمت میں معرفت کی باتوں کے بیان سے فائدہ کا بہت کچھ حصہ لوگوں کو ملا۔ جب پاک دامن مرصیہ نے جہان فانی کو حضرت فرمایا۔ تو آپ نے حوالہ خاک کر کے دو سو روز کوچ کر دیا۔ اور وداع کے وقت مجھ سے کہا۔ کہ پتر ایسی جگہ سے نہ اٹھائے جاؤں۔ جس میں دو سو کی ملک کا وہم ہو۔ بلکہ سیراہ سے جس طرح کا اینٹ پتر ہم پہنچ جاوے۔ اٹھا کر مقبرہ میں صرف کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آپ ذکر۔ فکر۔ شغل۔ مراقبہ۔ اور دیگر نفل عبادات میں پوشیدگی کو کمال درجہ کام فرماتے تھے۔ اس بنیاد پر لوگوں نے آپ کی نسبت قیاس نقش بند یہ شرب کا کیا ہے۔ بھری سبز نو سو چھپتہ میں جب آپ مکہ معظمہ میں تھے۔ فرمان طلب صادر ہوا۔ آپ نے قبول فرما کر عالم ترکیب کی قید سے آزادی پائی۔ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ آپ کو سنت نبوی علیہ السلام کی پیروی میں اہتمام بہت کچھ تھا۔ اس سبب الفاظ متابعۃ نبی شمار میں آپ کے سال رحلت کی برابر آئے۔ اور چونکہ اُس مقام کے شرف اور علما۔ اپنے شہر کا شیخ جانتے تھے۔ اس واسطے الفاظ شیخ مکہ ہی آپ کے سال انتقال کی برابر ہوئے مصرع پر و خاص مصطفیٰ است علی۔

## پادشہ شیخ خواجہ عالم

آپ۔ باپ کی طرف سے خواجہ مودود حشپی گو۔ اور ماں کی طرف سے مخدوم شیخ جلال بانی تہی کو پہنچتے ہیں۔ غوث الرحمن کے بخلص مہرید۔ اور خاص خلیفہ تھے۔ آپ کے حالات کا کسی قدیم بیان۔ اس طرح ہے کہ جب سینہ کے عنصری طاق میں (جو تبدیل قلب کے رکھنے کی جگہ ہے) استعداد اور قابلیت کے نور کا عکس۔ چراغ کی طرح پڑا۔ تو اپنے دینی علوم اور یقینی معارف کی شاہراہ میں بہت کا قدم استحکام کے ساتھ لے کر۔ علوم کے چمک دار جواہر ہم پہنچائے۔ اور ان کو طبیعت کے خزانچی کی تحویل میں رکھا۔ باقی زمانہ زندگی جو رہا۔ یہ طالبانِ علم کی فیض رسانی میں صرف کیا۔ خاتم نبوت علیہ السلام کی سنت کی پیروی میں تیر اندازی کی مشق اس درجہ کی۔ کہ خطا قبضہ اسکان سے باہر ہوئی۔ اور ہمیشہ اچھا اور لوجہ اللہ شکر اسلام کے ہمراہ۔ حرب کفار کے مقام پر پہنچ کر درست تیر اندازی کا استحسان مقبولیت کے ساتھ دیا۔ جب ملک علام کی طرف سے فرمان طلب آیا۔ تو اپنے عارف وقت شیخ عبد الملک شطاری

اور قاضی عبدالقادر کو اپنی عیادت کے بہانہ سے طلب فرمایا۔ اور کہا۔ کہ سرور انبیا علیہم السلام با صیابہ  
 کرام رضی اللہ عنہم تشریف ازدانی فرما کر مجھ کو بلا تے ہیں۔ آپ دونوں بزرگ اصحاب آگاہ اور گواہ زمین  
 کہ میں اپنے اسلام کی جنس اور ایمان کا نقد صحراے ناسوت کے ٹیڑوں کی لوٹ سے صحیح و سالم ملکوت کے  
 دارالاسلام کو لئے جانا ہوں۔ اور حکم ہے کہ میری قبر بیرپور میں بنائی جاوے۔ مصرع

خواجہ عالم شد ندیم خواجہ عالم در بہشت

یاد شیخ جیوہ

آپ کا نام عبدالحی ہے۔ حضرت غوث الرحمن کے بڑے خلیفہ ہیں۔ ہمیشہ ریاضت کے گریبان  
 میں سر جھکا ہوا اور قناعت کے دامن میں بانوں سمٹا ہوا رہتا تھا۔ کبج توکل۔ گوشہ تسلیم۔ زاویہ نقر۔ کلبہ تنہائی۔  
 صحرائی آزادی۔ ویرانہ بخودی۔ اور حجرہ شکیبائی۔ یہ سات مقامات آپ کی دنیاوی تجربہ کی سات اقلیمیں تھیں۔  
 جس وقت تک آپ کے نورانی جسم پر زندگی کا خلعت رہا۔ اس وقت تک آپ نے فتوحات قبول کرنے کے واسطے  
 ہاتھ آستین سے باہر نہیں نکالا۔ تندی نے کی عادت سے استغنا کی پیشانی کو داغ دار نہیں بنایا۔ اور نہ اپنی ہمت  
 کو اس عادت کے رنگ سے رنگین فرمایا۔

شیخ داؤد شطاری سے روایت ہے۔ ایک روز حضرت غوث الرحمن نے چاول اور نیز دیگر غلہ سے  
 بار کئے ہوئے۔ چند زرگاؤ۔ آپ کے گہرا لون کی قوت کے واسطے بھیجے۔ آپ نے ان کو نہیں لیا۔ حضرت  
 غوث الرحمن نے فرمایا۔ پہر لیجاؤ۔ اور یہ کہو۔ ہر کی بھی ہوئی شے نہ لینا۔ اور بکی عمارت کا ڈھانڈنا ہے۔ آپ نے  
 جواب میں کہلا بھیجا۔ بھیجی ہوئی شے کسی کی ہی ہو۔ مرید جیوہ معذور ہے۔ نہیں لیوے گا۔ پھر حضرت غوث الرحمن  
 نے فرمایا۔ ایک بار اور لیجاؤ۔ اگر نہیں۔ تو سرزنش کرنا۔ کہ تمہارے پیڑ پڑتے ہیں۔ دفتر خلافت سے تمہارا  
 نام کاٹ دوں گا۔ آپ نے جواب دیا۔ پیر کی رہنمائی کی بدولت۔ روکے خون کا۔ اور قبول کی امید کا نقش۔  
 خاطر ویش سے بالکل دھو دیا گیا ہے۔ یہ تندی ہی پیغام ہی نقش بر آب ہے۔ جب یہ جواب حضرت غوث الرحمن  
 کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ تو تندی رقت اور افزونی توجہ کا باعث ہوا۔ حضرت غوث الرحمن بے اختیار  
 اپنے خلو تخانہ سے نکل کر مرید کے تکیہ میں آئے۔ بہت کچھ نوازش اور مہربانی کام میں لائے۔ اور نہایت  
 گرم جوشی کے ساتھ ہم آغوش ہو کر یہ خوشخبری سنائی۔ عبدالحی استقامت اور ثابت قدمی کے منصب کا  
 فرمان۔ آج تمہارے نامی نام پر مراد دستخط سے مکمل ہو گیا۔ اب تم الاستقامت فوق الکرامت

کا علم طریقت کی سرکارانی میں نصب کرو۔ اور یہ فَاَسْتَقِرَّ كَمَا اُمِرَتْ كَاتَمَاج - افعال کے سر پر۔ اور فقر کی  
بغت کثیر کی سلطنت اپنے اوپر سلم مجبو۔

کہتے ہیں۔ جب گوالیار میں لوگوں کے هجوم سے آپ کے اوقات میں خرابی کا نقصان پیدا ہوا۔  
تو آپ یہاں سے بہت جلد وہلی کی طرف چلے گئے۔ چند روز بعد اس جگہ بھی ایسی ہی صورت پیش آئی  
اس واسطے اس شہر سے بھی عجلت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور پانی پت مقام کو روانہ ہو گئے۔ یہاں بھی بدستور  
آپ کے اوقات میں آفت پیش آئی۔ لہذا یہاں کی اقامت سے بھی دل اٹھانا پڑا۔ اور قصبہ بدولی میں جا کر  
وہاں جمنا کے کنارہ۔ خدایہ پرستی کے واسطے ایک حجرہ اختیار کیا۔ اور جس قدر آب حیات زمانہ کی  
ابریق میں رہا تھا۔ اُس کو ظاہری اور باطنی طہارت میں صرف فرما کر خاک پاک کے خلوتی نامہ میں گوشہ گزین  
ہو گئے۔ اور دائمی خوابگاہ بنالی۔ مصرع باد خاک پاک اور شک بہشت۔

## یاد شیخ وجیہ الدین احمد

آپ شیخ نصر اللہ علوی کے بیٹے تھے۔ مولد اور قدردون احمد آباد گجرات میں ہیں۔ آپ دونوں جہان  
کے قطب۔ دونوں جہان کے حقائق کے مرکز۔ حصول اور ضروری علوم کے مالک۔ اکتسابی اور وہی نون کے خداوند۔  
کتابی منقوش اشیا کے رموز دان۔ اور اسرار لوح محفوظ کے راز دار تھے۔ کہتے ہیں۔ اپنے علمی سورت سے۔ نقل کر  
ہجری سنہ نو سو دو میں عنصری پیکر کے وطن کو اپنی ولادت کے جلوہ سے منور فرمایا۔ اور ولادت کے بعد پانچویں  
سال کے آغاز سے اخیر تینتیس سال تک آپ طرح طرح کے علوم متداولہ اور غریبہ کی تحصیل میں مشغول  
رہے۔ یہاں تک کہ ساٹھ علم سے زیادہ ہی زیادہ آپ کو حاصل ہو گئے۔ جب مجازی کثرت آباد سے  
حقیقی وحدت گاہ کو آخرین سفر ہوا۔ تو تاریخ اکتیسویں صفر تھی۔ اور ہجری سنہ نو سو ستاونین تھا۔ اس  
وقت تک آپ تمام علوم کے درس دینے میں مشغول رہے۔ اور اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی بخششیں۔ آپ  
کے اوقات عزیز کے شامل حال رہیں۔ اس باسٹھ سال کی مدت میں آپ کی فیض رسانی کی بدولت  
بہت سے ذی استعداد لوگوں نے آپ کی شاگردی سے خلعت استادی پایا۔ اور بہت سے بلند ہمت  
صوفیوں نے آپ کی دلنشین تلقین سے فرقہ خلافت حاصل کیا۔

مولانا عالم گلبہاری اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔ کہ ہجری سنہ نو سو تراسی تا۔ میں نے وجیہ الحق کی

خانقاہ میں آکر مریدوں کے طریقہ پر فیض یابی کے لئے اتماس کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ تم کو ظاہری علم کامل طور پر حاصل ہے۔ تم دو سو لوگوں کی تکمیل کے محتاج نہیں ہو۔ اپنی معلومات کو کام میں آدھ تکرار میں لانا چاہیے۔ میں نے عرض کیا۔ ان مقاصد کے سوا۔ کسی شغل کی آرزو رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اس سے زیادہ کیا بہتر ہے۔ کہ باطنی سعادت کے اسباب بھی ہاتھ آجاویں۔ ملامت کلام یہ ہے۔ کہ آپ نے تقریب کا موقع نکال کر یہ ماجرا بیان فرمایا۔ جن مقدمات پر آپنی حقائق کا دریافت۔ اور کشف سو توونے۔ ان مقدمات کی تحصیل کا شوق میرے دل میں ہی اُس وقت پیدا ہوا تھا۔ کہ جب میں درس اور تدریس میں مشغول تھا۔ ناگاہ ایزدی مشیت جس کی ہر ایک مقدر شے میں سو سونکتے اور نیرنگیان میں حضرت غوث الرحمن کو گوالیار سے گجرات کی طرف کنوچ لائی۔ یہ صورت وجہ الدین کو (مجھ کو) حضرت غوث الرحمن کی شرف پابوسی سے مشرف ہونے کا باعث ہوئی۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں صاحب مدوح کی کمیائی پرورش کے ذریعہ سے میرا اسلام تانبے کی طرح کندن سونابن گیا۔ رسمی عقائد کی قید سے نکل کر حقیقی ایمان کی بہشت میں چل قدمی کرنا نصیب ہوا۔ اور چند روز بعد خلافت مطلق کا خلعت پا کر سر فراز ہو گیا۔ اور پالیا جو کچھ پاس نہ تھا۔ اور جو کچھ پاس تھا۔ پر وہ نہ ملا۔ پیت

آرزو آچھان نداند خواست

اچھ حق بہر بندگان آاست

خاص سچ الاولیاء کے خدا کے مضمون سے ہی ایک شکل آپ کے خرق عادت کی ظاہر ہوتی ہے۔ مجھ کو واقعہ ہذا کا بیان اس طور ہے۔ کہ ایک روز خواجہ عبدالشہید کے ایک مرید نے وجہ الحق کی خدمت میں یہ ماجرا عرض کیا۔ فقیر اپنے وطن میں ایک سخت مرض کے اندر مبتلا ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو صحت ہونے سے مایوسی ہو گئی تھی۔ خیر۔ میں پیر کی اجازت سے۔ پیر کے آستانہ پر جا پڑا۔ اس خیال سے کہ اس جگہ کا موجود ہونا بشرط حیات یقیناً جلد تن دست ہو جانے کا سبب ہے۔ اور بشرط موت پر شک حصول آسائش کا باعث ہوگا۔ گودیر سے سہی۔ ایک روز پیر نے مراقبہ کے واسطے زانو پر سر رکھا تا ستوری دیر کے بعد ایک نوزانی شخص ایسے لباس میں جو ہمارے ملک کے اعتبار سے غیر متعارف ہے۔ مجھ میں آئے۔ کچھ دیر کے بعد پیر نے فقیر کو بھی مجرہ کے اندر بلالیا۔ آنے والے نوزانی شخص نے پانی کے اد پر دم کر کے بیمار کے لئے گویا شربت شفا بنایا۔ فی الفور مجھ کو آمار صحت اپنے جسم میں معلوم ہونے لگے اسی وقت وہ خضر رفتا رہی مجرہ سے نکلے۔ اور میری آنکھوں سے ان کا مبارک حلیہ پوشیدہ ہو گیا۔ منے پیر

سے دریافت کیا۔ کہ ان بزرگ کا نام کیا ہے۔ جو یہی مشرباہ محییٰ نظر میں۔ اور ان کا مقام کمان ہے فلانا  
 نام شیخ وجیہ الدین احمد۔ اور مسکن احمد آباد گجرات ہے اسم الحیحی کے منظر اس زمانہ میں آپ ہی ہیں۔  
 جب میری نظر متاری دشوار بیماری پر پڑی۔ تو نا اُمیدی کا اثر دل میں محسوس ہوا علاج کے واسطے محبت  
 اٹھ کھڑی ہوئی۔ لہذا ضرورتاً میں نے آپ سے استدعا کی۔ اس کے بعد تم نے دیکھا ہی جو کچھ گزرا۔ اور معلوم ہی  
 کیا جو کچھ پیش آیا۔ جب پیر کی زبانی میں یہ ماجرا سنا۔ تو اس ملک کے سفر کی اجازت لیکر روانہ ہوا۔ طلب  
 اور ارادت صادق تھی کہ اس کی برکت سے قدسوس کی سعادت کو پہنچ گیا۔ احمد اللہ میں نے پایا جو کچھ  
 چاہتا تھا۔

شاہ شیخ جی کے ایک مرید شیخو نام قصبہ کپرنج میں رہتے تھے۔ اور احمد آباد کی سیر کے واسطے کبھی  
 کبھی آیا کرتے تھے ایک دفعہ ان کے دل میں یہ بات آئی کہ اس شہر میں آنا۔ اور وجیہ الحق کی ملازمت بدو  
 حاصل کئے ہوئے لوٹ جانا۔ ناسعادت مندی کی نشانی ہے۔ اس بنیاد پر عزم ملاقات کر کے ایسے وقت میں  
 پہنچے۔ کہ شیخ طالبان علم کے درس سے فارغ ہو کر گھر میں تشریف لے گئے تھے۔ جب آپ کو اطلاع پہنچی۔  
 کہ فلان درویش دروازہ پر کھڑا ہوا قدسوس چاہتا ہے۔ تو گھر سے باہر نکل آئے۔ مسافر کے بعد زائرے آئے  
 کی۔ کہ ملاقات کا فرہ ظاہر ہونا چاہیے۔ آپ نے فرمایا شیخو۔ رو برو دیکھو۔ پھر دریافت کیا۔ فقیر کی صورت سے  
 کس کی صورت تم کو نظر آتی ہے۔ عرض کیا حضرت غوث الرحمن کا حلیہ شریف نظر آتا ہے۔ پھر فرمایا۔  
 اور نظر کرو۔ جب دیکھنے والہ کی نظر آپ کے چہرہ پر پڑی۔ تو دریافت فرمایا۔ اب کس کی شکل ہے۔ جو درویش  
 کی صورت سے ظاہر ہو رہی ہے۔ عرض کیا۔ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بالکمال جمال  
 ظاہر ہے۔ تیسری بار فرمایا۔ اور زیادہ تامل کر کے دیکھو۔ اور معلوم کرو۔ کہ اس دفعہ کس کی تجلی ہے۔ اور کیا ہے  
 نام نے سبحان اللہ لکھ کر اسی وقت سر سجدہ میں رکھ دیا اور بہت سے کلمات تنزیہ زبان سے نکالے  
 اور کہا۔ جامی۔

اہمہ بردجہ کمال ست کمال کھنی

اہرچہ اسباب جمال ست رخ خوب ترا

سید خواجہ عالم کی گزارش بھی بالکل اسی گزشتہ بیان کی مثل ہے۔ اس کی کیفیت مجھلا اس طور پر ہے  
 کہ سید خواجہ عالم۔ عرش آستان اکبر شاہ کے امراء اعظم میں سے تھے۔ بالآخر تمام سامان دولت پرانداہ ہمت

لاست مار کر فقر کے توکل آباد میں آگئے۔ اور رہنما پیر کی تلاش میں سیاحی شروع کی۔ جب آپ احمد آباد گجرات  
میں آئے۔ تو وجیہ الحق کی خدمت میں حاضر ہو کر مشغل اور ذکر کی تلقین کے لئے عرض کیا۔ آپ ارشاد کے  
ہر ایک باب کے متعلق جو فصل بیان فرماتے تھے اُس کے جواب میں سید خواجہ عرض کرتے تھے۔ کوئی اور  
بات فرمائے۔ کیونکہ جو کچھ بیان ہوا ہے۔ یہ سب مرشدانِ کامگار کی امداد سے عمل میں لایا جا رہا ہے۔ جب  
آپ نے صورتِ حال سے ایسا معلوم کیا کہ اس قسم کی کوئی بات کارگر نہیں ہوگی۔ تو فرمایا۔ کل کے روز  
درویش کو درس دیتے وقت تشریف لاکر مشاہدہ کرنا۔ خیر۔ تعمیل حکم کی گئی۔ وہی دیکھا جو اولین شخص  
نے دیکھا تھا۔ کہتے ہیں یہ دونوں اشخاص اسی مشاہدہ کی بدولت اپنے مقصد کو پہنچے۔

شیخ عثمان ابن شاہ منجم سارنگ پوری مالوی سے روایت ہے۔ ایک روز شیخ منور ابن شیخ  
عبد المجید لاہوری نے بیان کیا۔ کہ وجیہ الملہ کے حاشیے دورانِ تشریح اور بلند نظر نکتہ سخن کی نظر میں کمال  
علمیت کا کوئی رنگ نہیں رکھتے ہیں۔ راوی نے جواب دیا کہ بزرگوار محشی کا انداز تعلیقات کے لکھنے  
میں۔ اس طرف ہمت کا صرف کرنا نہیں ہے۔ کہ وقت اور عمیق نظری سے کوئی کام لیکر سخن کا پایہ  
اوپن کیا جاوے۔ بلکہ آپ کی طبیعت اور ہمت کو جو منظور ہے۔ وہ یہ بات ہے کہ جب عبارت کی دشواری  
مخبرجون اور ممنون کے اندر طالب کی نظر میں مراد کے چہرہ پر نقاب ہو جاوے۔ تو آپ آسان تحریر اور سہل  
ترکیب کے ساتھ وہ نقاب طلبا کی نظر کے سامنے سے اٹھا دیوں حال آنکہ یہ جواب معانق واقعہ ہے  
لیکن معترض نے اس کو مست توجیہ سمجھا۔ اتفاقاً چند روز بعد درس کے وقت مختصر عرضی کی شرح میں  
ایک عبارت پر نظر پڑی۔ کہ اُس کی گرہ کشائی کی طاقت شیخ منور نے اپنے اندیشہ میں بلکہ کسی حاشیہ نویس کے  
حل میں نہیں پائی۔ ناچار وجیہ الملہ کے حاشیہ کی طرف استمداد کا رخ کیا۔ تو وہی توجیہ سے وہ عقدہ حل ہو گیا  
اور اس واقعہ کی صورت کو شیخ منور نے محشی کی کرامات سمجھا۔ **راستہم کلزار نے توجیہ کرنے والے کو**  
ہی اہل کرامات ہی سے سمجھا ہے۔

شیخ عبد القادر بغدادی گتے ہیں۔ کہ آپ عقد کی شب میں اپنی عروس کے گہرا ایک مجمع کے ساتھ  
گئے تھے جیسی کہ رسم ہے۔ صبح کے وقت اہل ہند کا دست تود ہے کہ داماد اور عروس کو بنا سنوار کر ایک آگے  
کئے ہوئے تخت پر بٹاتے ہیں اور کچھ تکلفات اور تجلیات کام میں لاتے ہیں۔ آپ اس معینہ وقت پر  
درس میں چلے گئے۔ لوگ اس عرض سے کہ مقررہ رسم پوری کی جاوے۔ آپ کی تلاش کے درپے ہوئے

آپ کے پدر بزرگوار نے فرمایا۔ کہ وجیہ الدین کو تحصیل علم کا شوق۔ اُس سے زیادہ ہے۔ کہ بیان میں آسکے۔ مدد  
میں ہونگے۔ وہاں سے بلا لیا جاوے۔ کیونکہ آپ کا پانون کسی منزل اور کسی محفل سے آشنا نہیں ہے اس وقت  
کو وجیہ الحق۔ علوم کے مطالعہ اور تحصیل کی ترغیب کے واسطے فرزندوں اور شاگردوں کے سامنے بار بار  
بیان فرمایا کرتے تھے۔

ایک روز اتنا سے دس میں ایک طالب علم نے اُس وقت کے ایک جاگیر دار کا حال بیان کرنا شروع کیا  
اور شیرین عبارت سے اُس کی تنگ دلی۔ کوتاہ دستی۔ امساک۔ اور بخل ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ اُس کی صفت  
سب لوگوں کے واسطے عموماً اور خدا پرستوں کے واسطے خصوصاً اچھی ہے۔ کیونکہ وہ اس صفت کے  
ذریعہ سے دلوں کی محافطت طمع۔ طلب۔ خواہش۔ اور نیز آرزو پیدا ہونے سے کرتا ہے۔ یہ بالکل بیج  
ہے۔ مصرع نازمین جملہ نازنین مین۔

یہ تفصیل آپ کی مصنفات کی ہے۔ جو از قبیل حواشی و شروح وغیر صہا میں۔ حاشیہ فوائد منیائے  
شرح ارشاد قاضی۔ شرح ابیات منہل و مائینی علم نجومین۔ حاشیہ مطبل و مختصر تلخیص علم معانی میں۔ حاشیہ  
عضدی و تلوغ و بزودی اصول فقہ میں۔ حاشیہ شرح تجرید و اصغہانی۔ محقق دوانی کے قدیم حاشیہ پر حاشیہ  
علم کلام میں۔ حاشیہ بیضاوی علم تفسیر میں۔ حاشیہ شرح وقایہ و ہدایہ فروع فقہ میں۔ حاشیہ قطبی شرح شمسیہ فن  
منطق میں۔ حاشیہ شرح کلید العین مرگ چنگل فن حکمت میں۔ شرح نختہ الفکر اصول حدیث میں۔  
شرح جام جهان نما و کلید مخازن غوث الاولیاء و رسالہ حقیقہ محمدیہ بیان تصوف میں علی صاحبہما  
افضل الصلوٰۃ و اکتما۔

## یاد قاضی جلال الدین ملتانی

آپ۔ ہندوستان کے نامور علمائے ہند۔ چند روز تک استاد شیخ وجیہ الدین احمد علوی  
احمد آبادی کے درس میں بیٹھ کر دینی علوم تحصیل کئے تھے۔ اور نیز فقر و تصوف کی چاشنی چکھی تھی۔ پھر  
کئی برس تک دارالسلطنہ آگرہ میں گوشہ خاموشی میں بیٹھ کر توکل کے طور پر رہے۔ اس کے بعد چند  
روز چھوٹے سی سوداگری کر کے روزمرہ کی ضروریات بہم پہنچاتے رہے۔ پھر علوم کی برکت سے درس دینا  
شروع کیا۔ گروہ کے گروہ عجمی اور ہندی لوگوں نے آپ کی ملازمت سے فہن و اور علوم سکھ کر عقل و  
فہم کا سرمایہ بہم پہنچایا۔ قاضی کمال الدین یعقوب کروی۔ فقہ کے اصول اور فروع کے اندر۔ اُس



زمانہ میں پنا مثل نہیں رکھتے تھے۔ اور بہت برسوں تک عوش آستانی اکبر شاہ کے لشکر کے قاضی رہے تھے جب وہ معزول کر دیے گئے۔ تو لشکر کی قضا کا منصب آپ کے نام سے نام زد ہوا۔ ایک مدت تک زمانہ کی گردش شریعت کے طریقہ پر رہی۔ جب ظاہری علما اور فضلا خود نمائی کے واسطے نہ کہ تنقیح حق کے واسطے آپس میں ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ تو کچھ اور ہی طرح کی باتیں ہونے لگیں۔ فقہ اور اجتہاد کے اختلاف اور باہمی نزاع علی الاعلان پیدا ہوئے صاحب اقلیم نے اختلافات اور باہمی نزاعات کی اصابت کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ اور شک کی طرف اپنا خیال دوڑا اگر گفت و شنید کے درمیان میں صلح کل کا طریقہ اختیار کیا۔ جو اہل فناء کے نزدیک سلطان الطرائق ہے۔ لیکن اس طریقہ کو کسی پر بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ اس سبب چند متعصب علما کو صحبت کی بے لطفی کا شہرت پینا پڑا۔ یعنی سلطان نے خود رائی سے اس گروہ کو جدا ہر طرف بھیجا اپنی ملازمت سے منتشر کیا۔ اس میں شک نہیں سلطنت کی نوعوس کے گلہ میں موتیوں کا ایک ہارتا۔ جس کو غصہ کی حالت میں نادانی کے ہاتھ نے توڑ کر موتیوں کا ایک ایک دانہ الگ الگ کر کے بکیر دیا القصد اس سلسلہ میں آپ کی روانگی بیجا پور دکن کی طرف ہوئی۔ آپ نے ایک مدت تک اُس جگہ بسر کی۔ اُس صوبہ کا حاکم آپ کی تعظیم و توقیر حد سے زیادہ عمل میں لایا ہجری سنہ نو سو نیا نوین میں آپ کی زندگی کا زمانہ ختم ہوا۔ خواب گاہ اُسی جگہ ہے۔

## یاد قاضی صدر الدین لاہوری

آپ اپنے وقت کے فقیہوں میں سے اور اُس ملک کے بزرگ عالموں میں سے تھے۔ نقلی علوم کے دقیقے۔ اور کشفی علم کی حقیقتیں آپ کو بہت کچھ یاد تھیں۔ صوفیہ گروہ کے ساتھ محبت اور اخلاص کے ساتھ تھے بالخصوص شیخ موسیٰ حداد (لوہار) لاہوری کی صحبت میں مہیکر۔ بہت سافیز حاصل کیا تھا اور طریقت کا سلوک رکھا تھا۔ شیخ موسیٰ حداد۔ ذی ہوش مجنون۔ اور اپنے وقت میں مرجع خاص و عام تھے۔ بزرگان شہر بعض تو آپ کے بارہ میں نیکی اور راستی کا گمان رکھتے تھے۔ اور بعض ناروا بہتان بندیاں کرتے تھے۔ لیکن اولین گروہ۔ نظر بظاہر راست معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسرے گروہ کی راستی کا پتہ لگانا دشوار بات ہے۔ القصد سلطان وقت اکبر شاہ کے حکم سے ہجری سنہ نو سو چالیسی میں لاہور کے عہدہ قضا سے حصار برون کے عہدہ قضا پر جو مضافات گجرات میں سے ہے آپ کی خدایات منتقل کی گئیں۔ آپ جائے تقرر کو جا رہے تھے۔ کہ منٹو (مانڈو) کے راستے سے گزر رہا۔ راقم نے بھی آپ کے دیدار سے

استفادہ کیا تھا۔ ایک سرفراز قاضی صدر الدین۔ عارف سید احمد قادری ابن سید اسمعیل کی ملازمت میں شیخ محمود ابن جلال شطاری شیخ المن السد قریشی۔ اور فقیر غوثی حسن کے ساتھ رازکی باتیں کر رہے تھے۔ اس اثنا میں ایک بارگی قاضی جی رونے لگے۔ اور آنکھوں سے آنسو روان ہوئے۔ اس جلسہ میں جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس رونے کو اسی جذبات سے تصور کیا۔ جب جوش فرو ہوا تو آپ نے فرمایا۔ وطن کی اکفت۔ اور اس کی خوبیوں کی یاد سے آنسو نکال دئے۔ یہ سنکر سننے والین کو حیرت ہوئی۔ چونکہ آپ باوقار اور فضیلت شعار سپر۔ اور معزز مہمان تھے۔ لہذا زبانی نصیحت کا موقع نہیں تھا۔ اور طرح دنیا طبیعت کو گوارا نہیں ہوا۔ ناچار صبح کے وقت حکم لے سیر دانی الارضین کیف کان عاقبۃ الذین من قبلکم۔ منڈو کی عالی شان عمارات اور محلات کے دیکھنے کے واسطے راقم نے آپ کے قدم بچہ فرمانے کے لئے التماس کیا۔ منڈو شہر۔ عمارت کی پسندیدگی۔ اور فراوانی کے اندر تمام ہندوین فرو ہے۔ جب آپ کی نظر۔ بلند اور منقش محلات۔ اور اونچے اور روشن والائون پر پڑی۔ تو دل کے اوپر ایک عبرت کی روشنی کا اثر پڑا۔ اور اپنے گہروں کی دبستگی نکل گئی۔ مسکرا کر فرمایا۔ اس قسم کی جو چیزیں ہنسنے چوڑی ہیں۔ وہ ان محلات کے کترین ستون کی ایک سنگین کرسی کی قیمت کی ہی نہیں ہیں۔ پر کہا یہ بات بالکل سچ ہے۔ جو نکتہ آفرین دانشمند ہوتے ہیں۔ وہ غلگین دستوں کا دل ایسی ہی نصیحتوں کے ذریعہ سے ٹیکادیکر ٹھکانے لایا کرتے ہیں۔ دو سکر روز جہان کو جانے والے تھے۔ روانہ ہوئے۔ تین سال تک بروج میں عسہ قضا کا کام انجام دیا۔ جب آپ کی عمر ستر سال سے متجاوز ہو گئی۔ تو تاریخ پندہ ہون اور معنان المبارک ہجری سنہ نو سو نوے کو غروب آفتاب کے وقت۔ آسمانی قضا آپ کو پوچی اور آپ کی زندگی کا آفتاب۔ نیستی کی مغرب میں جا چھا۔ کتے ہیں جس کے وقت جب غسال کو جسم شریف کے پٹنے کی احتیاج ہوتی تھی۔ تو آپ خود اس پہلو سے اس پہلو کو پہر جاتے تھے۔ اور شرمگاہ کو اپنے ہاتھ سے چھا لیتے تھے۔ یہ حال آپ کے فرزند قاضی محمد کی زبانی لوگوں کے زبان زد ہے۔ قاضی محمد۔ تمام علوم اور فنون میں۔ فقرو فنا کی تمام باتوں میں۔ اور سلوک و تصوف کے طریقہ میں فرو کامل ہیں مصرع

مکن او قصہ جنت با دو لبس

یا دملک شہر خلوتی

آپ شیخ مشائخ کے بیٹے۔ اور شیخ بابا الدین زکریا کے پوتوں میں سے ہیں۔ سید عطفی اچھی

میدیتے۔ زاوہوم احمد آباد گجرات اور خواجگاہ موضع بوہڑ سے جو علاقہ خاندیس میں ہے۔ آپ درویشی کی وضع کو سپاہیانہ وضع میں چپائے رکھا کرتے تھے۔ لیکن اولاً معاہدہ کر لیا کرتے تھے کہ تمام رسوم سے آزاد رہوں گا۔ اور دوسرے سپاہیوں کی طرح سلام کے واسطے ہر روز زمین آؤن گا۔ بلکہ جس وقت سردار لشکر شکار کے واسطے۔ یا لڑائی کے واسطے۔ یا دیہات اور ملک کے دیکھنے کے واسطے سوار ہوتا تھا۔ اُس وقت آپ بھی رکاب میں ہوتے تھے۔ اور ان اوقات کے سوا۔ دیگر اوقات کے اندر باطن کی صفائی۔ اور ظاہر کی شست و شو میں مشغول رہتے تھے مشائخ زمانہ کے رحمانی انفاس کی برکات سے۔ معرفت پر معرفت بڑھاتے چلے جاتے تھے۔ اور سالکان طریقت کو منزلوں کی رسمیں اور علامتیں تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس طریقہ پر اپنے گرمی اوقات کو معمور رکھتے تھے۔ اور تمام دن اور رات کو نفل نمازوں کے پڑھنے میں اور نبی علیہ السلام پر درود بھیجنے میں صرف کیا کرتے تھے۔ دسویں صدی کے بہت سے مشائخ کی صحبت سے فیض حاصل ہوا تھا اور شیخ بدہاشتی کی ملازمت سے بالخصوص علم طریقت یاد کیا تھا۔ اور ان کے ارشاد سے مقامات اور منازل پر فائز ہوئے تھے۔ ہجری سنہ نو سو بیاسی میں گجرات سے خاندیس میں آئے۔ چند روز اس ملک کے امراء اعظم کی نوکری میں بسر کئے۔ جب آپ کی بزرگی اور آدای کا شہرہ عادل شاہ فاروقی کے کان میں پہنچا۔ جو اُس ولایت کا فرمان روا تھا۔ تو اُس نے حکم جاری کیا۔ کہ سردار لشکر کو آپ کی اس نسبت کے شرف سے سعادت حاصل کرنی چاہی۔ ملک نے بھی سردار لشکر کی اتماس کو قبول فرمایا۔ ہجری سنہ ایک ہزار چار میں جب عادل شاہ۔ شاہ زادہ شاہ مراد کی ملک کے واسطے دکن کی لڑائی پر گیا۔ تو آپ ہمراہی میں نہیں جاسکے۔ نوکری ترک کر دی اور ظاہری چاکری سے دل بالکل ہٹالیا۔ قصبہ بوہڑ کے ایک گوشہ میں ہو بیٹھے۔ اور ہجری سنہ ایک ہزار پانچ کے نصف میں ملک علیہم کا فرمان طلب صادر ہوا۔ جس کے بموجب ملک معانی کی طرف روانہ ہوئے۔ مصوع نہایت کد وصل باوجائش:

### یاد شیخ عبدالغفور

آپ داؤد ابن خان قادری کے فرزند تھے۔ اور شیخ راجی محمد قادری اُجینی کے بھتیجے ہیں۔ زاوہوم بیاس ہے۔ جو ایک قصبہ ہے۔ سرکار سلطان پور نذر بار کا۔ آپ نے ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے علوم کی تحصیل اپنے عم مکرم سے کی تھی۔ اور بہت سے مشائخ وقت کی ملازمت سے فیض پایا تھا۔ قرآن حفظ یاد تھا۔ قرآنی مشکلات کو تفسیر دن کے ذریعہ سے حل کیا تھا۔ بیان کی وجوہ نوکہ۔ زبان پرتین۔ ہر سال

رمضان مینے میں ایک قرآن خود لکھ کر قرآن خوان درویش کو دیا کرتے تھے۔ لوگوں کے کاموں میں دوسوی کر کے انجام کو پہنچا دیا کرتے تھے بیت۔

در خدمت کے نشاۃ ہم ہائے خویش

سعی من از براے فروماندگان بود

اکثر اوقات بے چاروں کے کاموں کی دستی میں صرف کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حرمین شریفین زاد صہا اللہ شرفاً کا طوائف کر کے لوٹ آئے۔ لوٹ آنے سے پشیمان رہتے تھے۔ پھر دوبارہ جانے کی آرزو۔ آپ کے دل سے باہر نہیں نکلی۔ ہر چند سفر مبارک کا سامان بہم پہنچانے کے درپے ہوئے۔ لیکن میسر نہیں ہوا۔ ہجری سنہ ایک ہزار پانچ یا چوتھ میں ظاہری کعبہ سے معنیٰ قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ بیت

ہزارت آفرین مردانہ رفتی

اکسال از کعبہ رفتی بر در یار

خوابگاہ کنوئین کے کنارہ مسجد کے صحن میں جو مجین کی مشرقی سمت میں آپ کی ہی بنوائی ہوئی ہے۔ اور نور مسجد کے مشہور ہے۔

### یاد شیخ زین الدین پور شیخ منور

پدر بزرگوار کی پیروی کا خیال بالکل آپ کے سر میں بہا ہوا تھا۔ ظاہراً اور معنیٰ باپ کے قدم بہ قدم چلنے کے سوا کبھی ایک قدم۔ نہیں رکھا۔ سہمی علم کی تحصیل زیادہ تر قاضی جلال الدین ملتانی کی خدمت سے اور کٹر ملا مقیم کے درس سے کی تھی۔ المقصد آپ کی ظاہری تہذیب کا مل طور پر تھی اپنے تنگ گوشہ کو چھوڑ کر کسی دولت مند کو وسیع دولت خانہ پر آپ کو بہت ہی کم جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ علی العموم درویشوں کی خدمت کی عادت رکھی اور غبار آگین ہونے سے دلوں کو محفوظ رکھنے کے لئے بہت سے طریقہ کام میں ملایا کرتے تھے۔ غالباً اس لحاظ سے کسی دل کو نہیں ستاتے تھے۔ بیت

کہی ترسم درو جانے تو باشد

نیازا ہم ز خود سرگردے را

تاریخ سترہویں رمضان ہجری سنہ ایک ہزار پانچ کو معنوی سفر کے واسطے سامان کو چھ کا باندھ کر چلے گئے۔ خوابگاہ آگرہ۔

### یاد شیخ عبدالرحیم کپورتی گجراتی

یہ موضع احمد آباد سے پانچ کوس دور ہے۔ اپنے اس مقام سے چل کر بہان پور سے ایک کوس کے فاصلہ پر دریا کے کنارہ حجرہ پسند کیا تھا۔ چند روز بعد علی عادل شاہ فاروقی فرمان روا کے صوبہ جاندیس

نے اُس جگہ جامع مسجد اور ایک بڑی سرائے تعمیر کرا کر ایک شہر آباد کر دیا۔ اور عادل پور نام رکھا۔ اور آپ کا حجرہ جامع مسجد کے متصل واقع ہوا۔ اس میں شک نہیں۔ آپ ایک شخص تھے۔ فارغ البالی اور آزادی میں بہت اور توکل کے ساتھ آشنا۔ آپ کے پیر ارادت کا نام معلوم نہیں ہوا۔ لیکن آپ کے مرشد طریقت شیخ براہیم قاری سندھی ہیں۔ جن کا لقب مرغ لاہوتی ہے۔ ایک روز آپ نے مسیح القلوب کی تطہیر کی خوشخبری لوگوں کو سنائی۔ اور کہا۔ مجھ کو عالم خواب میں اس منعمون کی آگاہی دی گئی ہے۔ آپ کی رحلت ہجری سنہ ایک ہزار بائیس ہجری ہوئی ہے۔ اسی حجرہ کے اندر آپ کی قبر بنائی گئی۔ جس میں بزمانہ حیات رہا کرتے تھے۔

## یاد سید حسین

آپ کی زاد بوم سون پت میں ہے۔ آپ کی زبان رسمی علم سے۔ اور آپ کا دل خدا طلبی کے شوق سے تو نگرتا۔ رہنما پیر کی تلاش میں۔ اپنے وطن سے دل برداشتہ ہو کر جنگل بن جنگل بن قدم نرسائی شروع کی۔ تقدیر اکی۔ اہمیر کی طرف آپ کو کینچ لائی۔ اور خواجہ عمر بالمحشی کی ملازمت سے مشرف کیا۔ خواجہ غالباً آپ کے آنے کے منتظر ہی تھے۔ فرمایا میں حضور ہوں۔ تم کو میری فرزندگی کے واسطے بھیجا ہے۔ آنے والے نے اس بات کو سوا دل سے قبول کیا۔ قصہ کوتاہ خواجہ نے مرید کر کے اپنے ایک عزیز کی لڑکی کے ساتھ کد خدا کر دیا اور خرقہ خلافت دیکر سجادہ طریقت پر بٹھایا۔ شیخ گدائی پانی بتی سے روایت ہے۔ خواجہ کا زمانہ عمر تھوڑے روز بعد پھلا ہو گیا۔ اور میرے پیراؤں کے جانشین ہوئے مصحح پیر و خوش بہ فرزند بست۔

## یاد شیخ یوسف لنک

آپ شیخ داؤد ملتانی کے فرزند ہیں۔ جن کے آباء کرام کو ایزدی تقدیر اس طرف کی رہنما ہو کر دارالاساطفہ اگرہ میں باعث قیام ہوئی۔ باوجودیکہ آپ کا باطن توحید کے زیور سے آراستہ اور آپ کا دل تحقیق کے نور سے منور تھا۔ آپ شیخ جلال تہا نیسری کے مرید ہو گئے علم تصوف کی مشکلات۔ اس طرح مضمیع البیانی کے ساتھ حل کیا کرتے تھے کہ اشکال کی وجوہ کو سننے والہ کے دل میں راہ ہی نہیں ملتی تھی۔ المقصدہ آپ کا ضمیر اکی ہاسار کا فرمانہ تھا۔ با اینہم بے تعین اور خاکساری کو نہایت خوبی کے ساتھ فراہم کر رکھا تھا۔ اپنے گھر کی ضروریات خریدنے کے واسطے بازار کو جایا کرتے تھے۔ کبھی ایسا ہوتا تھا۔ کہ لڑکے راستہ میں شوخی سے پیش آ کر تمسخر چھیڑا کرتے تھے۔ آپ پیشانی پر چین تک نہیں آنے دیتے تھے۔ اور مسکراتے ہوئے نکل جایا کرتے تھے۔ میر رفیع الدین محدث صفوی نے لکھا ہے۔ آپ کی ملازمت بہت کچھ تاثیر

پیدا کرتی تھی۔ کسی تخت کے او کیا دولت میں سے ایک آپ بھی ہیں۔ عام طریقہ آپ کا برتاؤ۔ آپ کی درویشانہ حالت کی چہرہ پر نقاب تھا۔ آپ کی رحلت کے وقت جو اصحاب حاضر تھے۔ اُن میں سے بعض نے آپ کے معتقدین کے حالات کی نسبت دریافت کیا۔ تو ہر ایک کے بارہ میں ایک جداگانہ عنایت فرمائی۔ جب رفیع الدین کی (میری) نوبت آئی۔ تو فرمایا اَلَسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ اَوَّلِيكَ الْمُتَرَبِّعُونَ۔ یعنی ابھی اس لتفات کے اسرار پر آگاہی نہیں پائی ہے۔ لیکن امیدوار ہوں۔ کہ آپ کے موثر بیان۔ افضیہ بخش ملازمت کی برکت سے دینی اور اخروی فلاح کو پہنچوں گا۔ خدا کرے۔ پہنچ جاؤں۔ خواہ گاہ آگرہ میری مدت صفوی کے روضہ کے پہلو میں مصرع لنک خود را بگراے وصل کن۔

### یاد شیخ آدم صدونی

آپ تصوف کے جمال کو سپاہ گری کے لباس میں پوشیدہ رکھتے تھے۔ ناگاہ آپ کا تعلق خاطر ایک دہو بن کے ساتھ پیدا ہوا۔ اُس کے حُسن کی تروتازگی نے صابون کا کام کیا۔ دنیاوی تعلقات کے میل سے اچھی طرح پاکیزگی کے ساتھ شوب دیا۔ لڑکری کا دماغ سوخت ہو گیا ناچار لڑکری ترک کر کے خرقہ پوشی میں آرام دل کی جست و جو ہوئی۔ ادھ مجازی عشق کو حقیقی مشاہدہ کا آئینہ بنا کر کائنات کے صحرا سے آبیات کے باغ میں جا پہنچے۔ بیت

از قیہ حقیقت و مجازش برہان

راہے بصف خانہ مطلق ہما

### یاد شیخ محمد

آپ شیخ ابوالحسن۔ بکری شافعی مصری کے بیٹے ہیں۔ آپ کی ذات میں دونوں جہان کی فضیلتیں اور دونوں جہان کے اسرار موجود تھے۔ جب تک زندگی باقی رہی۔ تب تک اپنے پدربزرگوار کی طرح ہمیشہ ایک سال بیچ۔ مصر سے حرم محترم مکہ معظمہ کے طواف کو جایا کرتے تھے کہتے ہیں جب آپ کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی۔ تو پدربزرگوار کی حیات میں ہی۔ ماہن کے درس کی سند پر صورتہ اور معنی جانشین ہو گئے۔ مومنین نے اس واقعہ کی کیفیت مجمل طور پر۔ اس طرح لکھی ہے۔ کہ شیخ ابوالحسن ایک سال باہری گرفتار اور کے بموجب مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے۔ وہاں سے اکابر مصر کے نام اس مضمون کے خطوط بھیجے کہ جس ہفتہ میں یہ خطوط پہنچیں۔ اسی ہفتہ کے جمعہ کے روز نور چشم شیخ محمد کو درویش کے درس کی سند پر ٹھہرایا

لے جو (سب) آگے (سند بٹانے گئے) میں (سوا) آگے (بٹانے کے قابل) ہیں (کہ یہ بارگاہ خداوندی) مقرر ہیں

جاوے۔ جب آئی ہوئی تحریرات کا مضمون بڑھا گیا۔ تو تمام ارباب فضیلت اور اصحاب مناصب کو ہریت ہوئی۔ کہ شیخ محمد کا حوصلہ ابھی ایسا نہیں ہے۔ کہ قانون عبارت فہمی کے اصول کو ضبط میں لاسکے جس مدرسہ میں شیخ ناصر طبلاوی شیخ ابوالقاسم مفتی۔ اور شیخ یوسف کرو۔ جو آپ کے پدر بزرگوار کے درس میں نائب ہیں۔ حاضر ہوتے ہیں۔ اُس مدرسہ میں شیخ محمد ہر ایک فن کے مقدمات اور مقاصد کی تفریح۔ اور ہر ایک علم کے مسائل اور مبادی کی صورت اور تہید کیونکر بیان کر سکیں گے۔ کیونکہ جس بچہ نے میدان علم میں ماہی ابھی قدم رکھنا سیکھا ہے۔ اُس کو اُن اصحاب کے برابر چلنے کی طاقت نہیں ہو سکتی ہے۔ جو گونا گون علوم کے دقیقون اور حقیقتوں کی مسافت طے کر چکے ہیں۔ اس سبب سے اس عجیب و غریب حکم کے قبول کرنے میں بہت کچھ بہانہ اور تاخیر کی آوازیں اندرون دل سے زبان پر آئیں۔ قصہ کوتاہ یہ ہے چونکہ کل کاموں کا انجام لاعلمی کے پردہ میں چھپا ہوا ہوتا ہے۔ لہذا تمام دورانہ پیش ارباب مجلس نے رحمہما یا لغیب اطاعت حکم کی راے دی۔ اور کہا۔ کہ یہ حکم ایسے شخص نے صادر فرمایا ہے۔ جو عالم ارواح اور عالم شہادت کی رموز کا جاننے والا ہے۔ اور ہم کو اس عجیب و غریب فرمان کی اصلیت پر پوری پوری آگاہی نہیں ہے۔ اگر حکم کی بجا آوری کے بعد کوئی نامناسب بات ظہور پذیر ہوگی۔ تو مامور محذور مانا جاوے گا۔ لیکن بائینہما ایسا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید میں سے کوئی آیت پہلے سے ہم تجویز کریں۔ جس کی تفسیر کی جوہ اور اُس کے لطائف سجادہ نشین صاحب آئندہ جمعہ تک حفظ کریں۔ اور قرار داد کے بموجب مٹری ہی وہی آیت پڑھے۔

جب اس مشورہ کی کیفیت شیخ محمد کی خدمت میں عرض کی گئی۔ تو آپ نے جواب دیا۔ یہ فرصت میرے ظاہر حال کے اعتبار سے ہرگز کافی معلوم نہیں ہوتی ہے۔ اس فرصت میں چند در چند غور و فکر کی گنجائش نہیں۔ اور ایسے عجیب و غریب حکم کے بجالانے کی بنیاد حیا و حوالہ پر نہیں رکھنی چاہیے۔ اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے۔ کہ ہمت کا قدم توکل کے راستے میں استحکام کے ساتھ رکھ کر یہ دشوار نامہم سبب الاستیاء کی گرہ کشائی کے سپرد کر دی جائے۔ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ کے عقیدہ پر۔ اور اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی مَا يَنْشَاؤْنَ وَاَعْمَالِهِمْ لَشَدِيْدٌ عَلِيْمٌ کے یقین پر ہر دوسہ کیا جاوے۔ اور تردد کا گرد و غبار۔ ضمیر کے خلوت خانہ سے ہٹا کر تسلیم کی صفائی بیان جلوہ گر کی جاوے۔ المقصد جو بات قرار پا چکی تھی۔ وہ جمعہ کے روز

علم میں لائی گئی۔

جب شیخ محمد منبر پر چڑھے تو مرقی نے آیۃ الکرسی شہ دع کی شیخ نے اولاً ایک ایسا خطبہ روشن چڑھا جس کی فصاحت اور بلاغت کی برابر کوئی عبارت کہی غواصان دریائے معانی کے گوش زد نہیں ہوئی تھی۔ اور اس طرح کے مفہوم کہی شاہان ملک سنخوری کے خیال میں ہی نہیں آئے تھے۔ اس کے بعد اہل تحقیق عالموں کو ایسا السامعون اسمعوا کی ندا سے خطاب فرما کر کہا۔ قرآنی کلمات کے معانی۔ لغت اور عبارت کے اعتبار سے حائزین علم کے علم میں۔ اور اباباصیرت کی تفسیروں کے خزائن میں موجود ہیں۔ اس بنیاد پر نوسوار منبر تدریس کے خیال میں ایسا آتا ہے۔ کہ جو کنجی اسرار مقطعات کے خزانچوں نے زبان مترجم کو سپرد کی ہے۔ اس کنجی سے مفرد حروف کے خزانوں کے دروازے۔ کھولے۔ اور حقائق کے مخفی جواہرات کو ہوش طلب سامعین کے کانوں کا زیور بنا دے کہتے ہیں۔ اسم اللہ کے الف سے شروع کر کے ایسے معانی اور ایسی معرفتیں بیان کیں۔ کہ محقق سامعین کو ذہنی نادانی کا اقرار کرنا پڑا۔ ہر طرف سے عذر اور معذرت کا اظہار ہوا۔ القصہ آپ کی دل آویز تقریر کے سننے میں یہاں تک سرگرمی ہوئی کہ نماز عصر کا وقت اخیر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ الفاظ اور معانی کے قافلہ کے قافلے لدنی علم اند وہی فیض سے برگزیدہ دیوں پر علی الانصال آتے ہیں۔ **لَا تَعْدُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْهَا لَتُحْضِرَنَّهَا لَكُمْ لِكُنْزٍ لَكُمْ** کے راستہ سے بیان کے لباس میں سننے والوں کی استعداد کے موافق کانوں میں پہنچائے جاتے ہیں **لَا تَعْدُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْهَا لَتُحْضِرَنَّهَا لَكُمْ لِكُنْزٍ لَكُمْ** کے ابی بقرہ میں بتا رہے۔ کہ باقی ماندہ ذکر کو دوسری مجلس پر موقوف رکھ کر وقتہ میں سے ادا کرنے میں توجہ کی جاوے۔

کہتے ہیں۔ اٹھارہویں سال سے شروع کر کے۔ واپسین نفس تک کہ پتیا یسوان سال تھا ہر جمعہ کے روز اسی ایک الف کے معانی منبر پر پیش کر بیان کئے جاتے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے دریافت کیا۔ شاہ ودوان شیریزدان حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ فرماتے تھے

اگر تم خدا کی نعمتوں کو گنتا جاؤ۔ تو (اتنی ہمت ہیں۔ کہ تم لوگ) ان کو پورا پورا نہ گن سکو ۱۲ لکھ جتنی چیزیں ہیں ہمارے ہاں سب کے خزانے (کے خزانے بہرے بڑے) ہیں مگر ہم ایک اندازہ معلوم (دمقرہ) کے ساتھ ان کو (مخلوقات کے لئے) بیچ رہتے ہیں ۱۲۔



اگر میں چاہوں۔ کہ سورد فاتحہ کی تفسیر قلم سے لکھوں۔ تو سات اونٹوں کا بوجھ ہو جاوے۔ اور جناب نے ایک الف  
 الف کی تفسیر اس مدت میں اس قدر فرمائی ہے کہ اگر لکھنے میں آتی۔ تو بہت سے اونٹوں کا بوجھ ہو جاتا۔ پس  
 جناب کا علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علم سے شاید زیادہ ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ سلطان الخلفا  
 برمان الاولیاء نے جو تفسیر فاتحہ کا حصر اس اندازہ میں کیا ہے۔ تو یہ مخاطب کے حوصلہ۔ اور تکلم کی فرصت پر نظر  
 کر کے کیا ہے۔ کیونکہ اُس وقت میں اسلام کی ابتدائی حالت تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو باوجودیکہ  
 آپ اسی علوم کا خزانہ تھے۔ مگر کفار کے ساتھ جہاد کرنے سے اور اعلاے کلمۃ الحق سے فرصت بہت کم  
 تھی۔ اور یہ درویش۔ اس زمانہ میں بائیں بنانے کے سوا۔ کوئی کام ہی نہیں رکھتا ہے۔ اور نیز معلومات فقیر کی  
 حقیقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وجدانی انوار سے ہی اخذ کی ہوئی ہے۔ جو گونا گون علوم کے  
 قواعد کے بانی ہیں۔

غوثی صدر الذکر عبارت لکھنے کا سبب یہ ہے۔ کہ اس ذکر کے پڑھنے والے۔ آپ کے حُسن۔  
 ادب اور جمال علم کو استعداد کی نظر سے مشاہدہ کر کے اپنے اعتقاد کی درستی کریں۔ اور دل میں استحکام کے  
 ساتھ سمجھیں کہ مٹت خاک انسان کے ساتھ خداے پاک کے کیسے کیسے راز ہیں سبحان اللہ یہ  
 چند کلمہ آپ کی حقائق بیانی اور رہنمائی کا نمونہ ہیں۔ ورنہ آپ کے حالات لکھنے کی قلم کو۔ اور بیان کرنے  
 کی زبان کو طاقت کمان ہے۔

آپ کی تصنیفات تمام فنون میں ہیں۔ باخصوص آپ علم حدیث میں استاد تھے۔ اور حال کے  
 مصنا میں کو قال کی زبان سے تشبیہ اور تاویل کے پیرایہ میں اس طرح سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ بے  
 تامل لوگوں کی سمجھ میں آجاتے تھے۔ دسویں صدی کے اخیر عشرہ میں عالم علوی کو کوچ فرمایا۔ اس زمانہ میں  
 آپ کی باکمال اور ہدایت کنندہ اولاد بہت سی ہے۔ منجملہ اُس کے پیشواے ارباب ارشاد۔ آپ کے  
 فرزند رشید تاج العارفین نام ظاہر اور معنی آپ کے خاص جانشین ہیں۔ یہ بزرگ۔ عقلی۔ کشفی۔ اور کبھی  
 علوم میں اپنے پدر بزرگوار کی مثل بے نظیر ہیں لے اَللّٰهُمَّ مَتَّعِ الْمُسْلِمِيْنَ الطَّالِبِيْنَ بِطَوْلِ بَقَائِهِ  
 سید احمد قادری فرماتے تھے۔ میں شیخ محمد بکری کی خدمت میں رہ کر اپنی عمر کے چند سال محسوس  
 کئے ہیں۔ اُس مدت میں دیکھا گیا ہے۔ کہ ہر ایک ملک کے قسم قسم کے آدمی۔ آپ کی محفل میں حاضر ہوا

کرتے تھے۔ اور چونکہ عربی زبان پر قدرت نہیں ہوتی تھی۔ اس واسطے ہر ایک شخص اپنے مقاصد اور مسائل کو اپنی خاص زبان میں عرض کیا کرتا تھا۔ اور آپ سب کے جوابات عربی زبان میں دیا کرتے تھے۔ اس لئے مسائل کو نیز مجیب کو۔ سوال اور جواب کا مدعا سمجھنے میں ہرگز ترجمہ کی احتیاج نہیں ہوا کرتی تھی۔ یہ مجیب صورت دیکھ کر تعجب اور حیرت ہوئی۔ اس واسطے میں ایک روز بے اختیار ہو کر عرض کر بیٹھا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ جناب مختلف لغات اور ہر ایک طرح کی زبان جانتے ہیں۔ لیکن عجیبی لوگ اکثر عربی زبان نہیں جانتے ہیں۔ کس طرح ان کو مدعا جواب پر اطلاع ہو کر تسلی ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بیشک۔ اگر میں چاہوں کہ ہر ایک زبان میں بیان مقاصد کروں۔ تو کر سکتا ہوں۔ لیکن جب مراد کے معانی۔ عربی محاورہ اور روزمرہ میں محمد بکری کی زبان سے۔ عوام کے ذہن میں آجاتے ہیں۔ تو پھر زبان مخصوص میں جواب کیوں دیا جائے۔ اور بدردن ضرورت کے محبوب اللہ خاتم النبوة علیہ افضل الصلوٰۃ کی زبان کیوں ترک کی جاوے۔ اور پراسی تقریر کے ضمن میں چونکہ تقریب تھی۔ فرمایا۔ کہ بیان کے افہام و تفہیم۔ اور عدم افہام و تفہیم کی قوت محمد بکری کے اختیار میں سپرد کردی گئی ہے۔ اگر محمد بکری چاہے۔ کہ الفاظ کے معانی کو روک لیوے۔ تو حاشا للہ بیان کسی سننے والے کے ادراک میں بھی آسکے۔ خواہ مخاطب کتنا ہی بڑا مدعا فہم عالم۔ اور کلام نہایت درجہ سادگی میں ہو۔ اور اگر چاہے۔ کہ سننے والے کے ذہن میں معانی آویں۔ تو عبارت خواہ کتنی ہی زیادہ دقیق۔ اور سننے والا بازاری غمی ہو۔ مگر بہت جلد ادراک مقصود کریوے گا۔

مولد اور مرقد یوسف علیہ السلام کے مصعبین۔ اور ایام رحلت نوسواٹھ اٹھاونین۔ اور اور ستاونین بھی کہتے ہیں۔

## یاد شیخ ہانساجناری

آپ مخدوم جہانیاں کی نسل سے ہیں۔ آپ آغاز جوانی میں سلوک اور شریعت کے پابند تھے۔ اوسط عمر میں الہی جذبہ پیدا ہوا۔ اور تمام حواس اور قوی اپنے اصلی مرکز کو بازگشت کر گئے۔ یہاں تک کہ آپ میں ہستی مہووم کا خیال اور گمان بھی نہیں رہا تھا۔ ڈیڑھ سو برس کی عمر پائی۔ بات کرتے وقت ہر ایک نیک و بد کی نسبت ہمیشہ اپنے نفس کی طرف کیا کرتے تھے۔ لیکن مخاطب میں اس بات کے آثار بہت جلد ظاہر ہو جاتے تھے۔ آپ کی زبان سے ایسی بات جو وقوع پذیر نہ ہو۔ نکلتی ہی نہیں

تھی۔ سید قاسم پسر سید محمود بارہد عش آستان اکر شاہ کے امراء اعظمین سے تھے۔ یہ سید صاحب  
ہجری سنہ ایک ہزار تین میں آپ کو اپنے ہمراہ شہر میں سے احمد آباد کو لے گئے تھے۔ ایک روز ایک  
کنوئین کے کنارہ بیٹھے ہوئے تھے۔ سید نے ایک روپیہ آپ کے ہاتھ پر رکھا آپ نے اسی ہاتھ سے کنوئین  
میں ڈال دیا۔ لوگوں نے کہا۔ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ فرمایا۔ میں نے کچھ برا نہیں کیا۔ ایک برہمن کے  
ہاتھ جنت کو بھیج دیا۔ چند روز بعد آپ کی والدہ کے پاس سے اس مضمون کا خط آیا۔ کہ تم نے جو کچھ ایک  
برہمن کے ہاتھ بھیجا تھا۔ پہنچ گیا ہے۔ کہتے ہیں۔ جنت آپ کی ماں کا نام تھا۔ اور یہ بھی عجیب نہیں  
ہے کہ اللجنۃ تحت اقدام اتھامتھم کے اعتبار سے کہا ہو۔ جب آپ لوٹ کر پٹن میں آئے  
تو ہجری سنہ ایک ہزار پانچ یا چھ میں علوی عالم کو کوچ فرمایا۔ قبر صحن مسکن میں بنائی گئی۔ آپ کی ایک  
ہمیشہ بزرگ نام ہیں۔ جو آپ کی قبر پر مجاور ہیں۔ اور ذکر و فکر میں زندگی بسر کر رہی ہیں بہت سے آثار  
ولایت ان کے اندر موجود ہیں۔ مصرع رونق آرام گاہش دولت دیدار باد پڑا

## یاد شیخ حمزہ پور شیخ سدا قریشی

آپ کی زاد بوم قصبہ دیپالپور مالوہ ہے۔ اور مخدوم شیخ بہار الدین زکریا کی نسل سے ہیں قدس  
بہر نگار۔ نیکو کار۔ اور محبتہ افعال تھے۔ آپ ہرت کے کارخانہ میں جام اور علاس وغیرہ ظروف بنانے  
سے اپنی وجہ قوت بہم پہنچایا کرتے تھے۔ نذر کے طور پر کوئی روپیہ کسی سے نہیں لیا کرتے تھے۔ بلکہ  
ضرورت مند دوستوں کی امداد اپنی محنت کے پیسے سے کیا کرتے تھے۔ نلقین طریقت شیخ ضیاء الدین  
غوث الادویا قدس سرہما کی خدمت سے تھی اور راقم کے مرید شیخ محمود جلال کی ملازمت سے  
بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا تھا۔ عبادت اور عادت میں عجب راستی بہم پہنچائی تھی۔ ہجری سنہ ایک ہزار پانچ  
میں آپ کی زندگی کی باری پوری ہوئی۔ قبر زاد بوم میں ہی ہے۔ دوارہ کے چھٹے ہیں۔ دونوں پدر بزرگوار  
کے طریقت پر چلتے ہیں۔ اللہ جل شانہ ان کو توفیق معرفت نصیب کرے۔ مصرع

باودائیم از می وحدت بابا بجاہم او

## یاد شیخ امان اللہ

آپ شیخ کمال الدین سلیمان قریشی کا بی وال کے فرزند ہیں۔ آغاز ہوش سے انجام زندگی تک زہد  
فقر۔ ابشار۔ توکل۔ اور راستی میں عمر گزار دی۔ آپ کا پاس سلوک۔ شریعت کی شاہراہ کے سوا۔

ایک قدم ہی نہیں چلا اور آپ کا دست ہمت - دامن نبی کے سوا - کسی شے کو چھو تک نہیں شیخ صدر الدین ذاکر شطاری کے مرید ہیں۔ تریسٹھ سال کی عمر پائی۔ چالیس سال تک راقم کو اپنی ہسا نگلی سے سر فرازا لکھا۔ ہجری سنہ ایک ہزار پانچ مین عنصری تیرہ و تار یک کوچہ سے عالم قدس کی وسیع آبادی کو روانہ ہوئے۔ آپ کے دو لڑکے تھے۔ بڑے شیخ منصور - حمیدہ اوصاف اور پسندیدہ اخلاق سے آراستہ تھے۔ باپ سے پانچ مینے پیشتر سامان ہستی باندھ کر چلے گئے۔ دوسرے شیخ عبدالشکور ہیں۔ ان کی طینت میں تمام فضیلتیں جمع ہیں۔ جنموں - خموشی - اور خوش دلی ان کے خمیر میں داخل ہیں۔ خدا کے ان کو عمر طبعی روزی ہو۔ مصراع شکر خدا کہ ہم دم و ہمایہ من است۔

### یاد شیخ نور الدین ضیاء اللہ

آپ غوث الادریا کے صاحب زادہ ہیں۔ قدس سرہما اطوار شریعت کے سلوک میں آپ کی رفتار دل پسند تھی خوان معرفت کی بھی اچھی چاشنی چکھی تھی۔ وجدان طریقت کے بیان میں آپ کی تقریر و نواز تقریر تھی۔ اور اسرار حقیقت کی شراب کا ایسا سکر حاصل تھا جس میں چون و چند کی کیفیت کو دخل نہ تھا۔ آپ کی عقدہ کشا زبان صاف عبارت میں رموز حقیقت کے پھرہ کا نقاب اٹھاتی تھی۔ آپ کا طریقہ اور آئین - عالم وحدت کے چلنے والوں کو کثرت کی گھاٹیوں سے سلامتی کے ساتھ نکال لیجاتا تھا۔ آپ کی عطا پیشہ نظر سنگ دلون کو موم کرتی تھی۔ اور شکنستہ دلون کے حق میں مومیاں کا حکم کہتی تھی۔ آپ کی سلیم فکر - لوگون کے سقیم افعال کو صحت کی طرف پھیر لاتی تھی۔ آپ اپنی حسن معاشرت اور مصاحبت سے مسافرت کا اندوہ - غم ناک مسافر کے دل سے دور کر دیتے تھے اور نیز مقصودہ مطلوب میں کامیاب کر کے۔ ذی احتیاج مقیم کے دوش سے نا امیدی اور بیچارگی کا بیماری وزن اٹھا لیتے تھے۔ اس قدر کمالات کا سرمایہ ہوتے ہوئے۔ آپ فقرائے باب اللہ کے ساتھ طالبانہ پیش آتے تھے۔

القصدہ مذکورہ بالا تفصیل کے ساتھ آپ کا زندگانی کرنا۔ واپسین سفر تک کہ رمضان کی تاریخ تیسری اور ہجری سنہ ایک ہزار چہدہ تا۔ یکسان استقامت کے ساتھ رہا۔ یعنی اپنے نوافل اور دوا مند خیرات اور عبادات جس قدر اپنے اوپر لازم فرمائی تھیں۔ ان میں فرد گزاشت کا دخل کہی نہیں ہونے دیا۔ ہجری سنہ نو سو ستر تا۔ کہ پدربزرگوار کی رحلت کے بعد آپ گوالیار میں آئے۔ بیان پر چند مذموب اور روضہ بہر دار سلطنت آگرہ کو چلے گئے۔ اور اس جگہ سامان اقامت رکھا کہ در نیز خانقاہ تعمیر کرائی۔ کم و بیش پینتیس سال

از روئے باطن خدا شناسی کے حجرہ میں چلے نشین رہے۔ اور از روئے ظاہر لوگوں سے میل ملاقات سے اجتناب کیا۔  
 جلسوں کی نشست برخواست کو اپنی خلوت کے جمال کا نقاب بنائے رکھا۔ علم حدیث کے اندر نہروال  
 شہر میں کامل دس سال تک شیخ محمد طاہر محدث نہروال کی شاگردی کر کے اور نیز شیخ وجیہ المسلمہ علوی  
 احمد آبادی کے درس سے تمام فنون کی تحصیل کر کے کل علوم میں استاد وقت ہوئے۔ اگرچہ ظاہر میں ظاہری  
 سجادہ نشینی کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ لیکن الولد لایبہ کا فروغ آپ کی پیشانی سے  
 درخشاں تھا۔ جس زمانہ میں آپ احادیث کی تصحیح نہروال میں کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں محمد اقبال  
 سے غوث الاولیاء نے شیخ نور محمد کو فرقہ خلافت اور اجازت نامہ دیکر آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔  
 اور اجازت عطا فرمائی تھی۔

آپ کی رحلت فرمائی کا واقعہ اس طرح پر ہے۔ جن ایام میں عرض آستان اکبر شاہ دارالخلافہ لاہور  
 میں تشریف رکھتے تھے ان ایام میں ایک روز ہرنون کی لڑائی کے ہنگامہ میں ایک ہرن کے سینگ کا  
 ایک کاری زخم شہنشاہ کی ران مبارک میں آیا تھا۔ شہنشاہ نے چند روز بعد فرمایا۔ کہ اس واقعہ کے اندر  
 دور و نزدیک کے جمیع اکابر اور امرا کے آنے سے پہلے شیخ ضیاء اللہ کی یاد کی۔ لیکن شیخ نے ہماری یاد  
 نہیں کی۔ شیخ ابوالفضل مبارک نے اس تقریر کی نقل لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیجی۔ جب یہ اطلاع  
 آپ کو پہنچی تو آپ نے بے تامل اپنے تئیں لاہور میں پہنچا کر سلطانی دیدار حاصل کیا۔ اور شہنشاہ نے بھی  
 آپ کی تشریف آوری سے اپنی عافیت اور تن درستی کی فال لی۔ چند روز بعد فرمایا۔ کہ شاہزادہ دانسیال کی  
 ایک حرم امیدوار ہے۔ بادشاہ کو منظور یہ ہے۔ کہ حرم مذکورہ شیخ ضیاء اللہ کے مکان میں رہے۔ تاکہ  
 وضع حمل اُسی جگہ ہو۔ آپ نے اس حکم کی تعمیل میں دو تین مرتبہ عذر کیا۔ مگر قبول نہیں ہوا۔ اور حرم مذکورہ  
 نے آپ کے مکان میں آکر وضع حمل کیا۔ چونکہ شیخ اس واقعہ کی اصلیت سے بالکل محترز تھے۔ لہذا اپنی  
 زندگانی سے ہی تنگ دل ہوئے۔ ایک ہفتہ بعد مرض الموت پیش آیا۔ اور صدر الذکر تاریخ میں  
 اپنی جان حوالہ جہان کی۔

پھر سب سے ذرا سیاسی میں راقم اپنے وطن سے چل کر دارالسلطنہ آگرہ میں گیا تھا۔ اُس وقت میں  
 راقم کے چچا زاد بھائی شیخ علی شمس آپ کی ملازمت میں استفادہ کر رہے تھے۔ انہوں نے فقیر کو آپ کی  
 آستانہ بوسی اور خدمت کر شرف سے مشرف کیا تھا پانچ مہینے اُس جگہ رہ کر آپ کی فیض بخشی کا حصہ

لیا۔ اسی سال میں اعرار لادیا کے پوتے مشہود العرفا خواجہ عبدالشہید قدس سرہما شہر آگرہ کے قلعہ میں اکبر شاہ کے بنگالی محل کے اندر اترے ہوئے تھے۔ اور شاہنشاہ فتح پور میں داد سلطنت دے رہا تھا فقیر ہی خواجہ کی قدم بوسی کے واسطے اس محل میں گیا تھا اور شرف دیدار سے اپنے حوصلہ کے موافق فروغ حاصل کیا تھا۔ مصرع خوشہ ہائے خرمین من خوشہ ہر خرمین ست؛

### یا حاجی ابراہیم محدث قادری

آپ شیخ داؤد کے بیٹے ہیں۔ کنیت ابوالکرام۔ تخلص وصالی۔ زاد بوم مانگ پور۔ اور خواجہ بگاہ آگرہ ہے آپ کے افعال سے شریعت عیان تھی۔ اور اسرار میں طریقت کا خزانہ نہان تھا۔ عقلی اور نقلی علوم کی تحصیل اپنے وطن میں کر کے سیروسیاحت کا ارادہ کر لیا تھا۔ بالآخر بغداد میں ڈہائی سال رہ کر تفسیر اور حدیث کا علم تحصیل کے ذریعہ سے درجہ کمال کو پہنچایا اور پھر وہاں سے خانہ مبارک کطواف کے واسطے روانہ ہوئے۔ پرستش اور حج کے ارکان بجلا کر مصر کو چلے گئے۔ یہاں پر شیخ شمس الدین علقمی کے نزدیک حدیث کی تصحیح کی۔ شیخ شمس الدین علقمی شیخ جلال الدین سیوطی کے بالواسطہ شاگرد ہیں۔ اور اسی جگہ آپ نے شیخ العرفا شیخ محمد بکری شافعی سے سند اور اجازت لی۔ اس قدر کمالات فراہم ہونے کے بعد۔ پھر مکہ معظمہ کی طرف لوٹے۔ اور شیخ عبدالرحمن ابن الفہم مغربی شیخ مسعود مغربی۔ اور بدرالافتاب شیخ علی متقی کی صحبت سے از سر نو کتب احادیث کی تکرار کی۔ اور صحت و شناخت کا بڑا مرتبہ حاصل کیا۔ اس کے بعد پھر دوبارہ مصر میں گئے۔ اور چوبیس سال تک تمام علوم کا درس دیا۔ با اہمیت کسی سال میں حج کو جانے آنے کا سلسلہ ہی منقطع نہیں ہوا۔ مکہ شام میں شہری اور صحرائی بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر فیض پایا۔ اس کے بعد وطن کی صحبت نے جوش کیا۔ تو آپ نے ہندوستان کو اپنے قدم کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔ جب وہاں سلطنت آگرہ میں گورہوا تو تقدیری کرشمہ۔ اور آپ کو روانہ کی کشش نے یہاں کے قیام کا خیال آپ کے دل میں پیدا کیا۔ لہذا اگر اختیار کر کے تفسیر۔ حدیث۔ اور فقہ کے درس میں۔ اور نیز و عظامین آپ مشغول ہوئے اور ہمت سے اشخاص کو فہم اور علم کی منزل پر پہنچایا۔ تاریخ اونیوسین ذی الحجہ ہجری سنہ ایک ہزار ایک میں چھپاسی برس کی عمر کے بعد جسمانی کمحت آباد کے تنگ و تاریک کوچہ سے روحانی راحت افزا اقلیم کو روانہ ہو گئے۔ مصرع پیری و علم و ہمت و آزادگی طلب۔

## یاشیخ امان اللہ افغان

آپ سید ابراہیم بکری کے مرید ہیں۔ خود بینی سے گزر کر ارادت اور شریعت کی مشکلات کے تماشہ میں محو تھے۔ کہتے ہیں الہی دیدار کی آرزو۔ ہمیشہ آپ کے دل کو بے آرام۔ اور آنکھوں کو اشکبار کنتی تھی۔ اور پیر کی ملازمت میں اسی خواہش کا اور دبا رہا بیان کیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ کہ زیادہ نہیں۔ صرف ایک ہی دفعہ اس آرزو میں کامیابی ہو جاوے۔ آپ کے پیر وعدہ دیکر تسلی اور تسکین دیا کرتے تھے۔ بالآخر اس اندیشہ نے آپ کو آیا۔ یہاں تک کہ جس جنبش کرنے والے اور اڑنے والے پر نظر پڑتی تھی۔ اس پر آپ مطلوبہ کامیابی کرتے تھے۔ کہتے تھے۔ میں ایک رات پیر کے ہاتھ پاؤں دبا رہا تھا۔ یکایک اٹھ بیٹھے۔ اور مجھے بخلگیر ہوئے۔ فرمایا۔ امان۔ تم نے دیکھا جس کی تم کو تلاش تھی۔ ہاں عرض کیا۔ ہاں دیکھا۔ اس کے بعد وحدت وجود کا دروازہ صورتاً اور معنی کشادہ کر دیا۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے۔ ایک سوار نے اپنے گھوڑے کو گولامانا۔ آپ نے آہ کینچی۔ جب گدڑی اٹھا کر دیکھا گیا۔ تو آپ کے بدن پر تازیانہ کا نشان پایا گیا۔ المقصود پیر کی اجازت سے براہ خشکی۔ سفر مجاز کو روانہ ہوئے۔ ماوراء النہر۔ خراسان۔ پارس۔ اور عراقین کے اکثر مشایخ کی ملازمت کی۔ اور اس سے فیض و فائدہ بھی اٹھایا۔ جب مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو گئے۔ تو ایک دختر کے حسن پر فریفتہ ہو گئے۔ ایک روز سخت بیتاب ہوئے اور حالت بیتابی میں اس کے باپ سے کہا کہ اپنی لڑکی کا میرے ساتھ عقد کر دیجئے۔ اس نے جو جواب دیا۔ اس سے مہر کی خواہش پائی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ امان اللہ۔ وہ بندہ نہیں ہے جو اپنے پاس پیسہ رکھے۔ پھر لڑکی کے باپ نے کہا۔ کہ اگر آپ اس رعنائی کے ساتھ درویشی کا بھی دم ہرستے ہیں۔ تو یہ ہو سکتا ہے۔ کہ پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام مجھ کو اس بارہ میں خواب کے اندر اجازت فرمادیں۔ آپ نے کہا۔ اگر آپ تمام مال و دولت۔ جو آپ کے ملک میں ہے۔ محتاجوں کو تقسیم کر دیں۔ اور دنیاوی آلائش سے پاک ہو جاویں۔ تو اس شرط پر شاید ایسے خواب سے آپ کو سعادت حاصل ہو جاوے۔ لڑکی کے باپ نے کہا۔ اس مال و مال کے ساتھ مجھ کو بت ہی دلہنگی ہے۔ اگر آپ کا تصرف مجھ کو آزاد۔ اور بے میل کر دیوے۔ تو آپ کا فرمانا ظہور پذیر ہو سکتا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھ سے اور نیز تمام مقبولوں سے جو بہترین۔ انہوں نے آرزو فرمائی تھی۔ کہ ابو جہل کا دل کفر سے ہٹ جاوے۔ تو یہ وقوع میں نہیں آیا۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ كَاَعْتَابِ سَا۔ اسی طریقہ پر چند

ملک (اسے پیغمبر اپنی خواہش کے مطابق تم جس کو چاہو۔ ہدایت نہیں دیکتے۔ ۱۲۔)

ان دونوں اصحاب کے درمیان میں گفت و شنید کا سلسلہ جاری رہا۔ کتے ہیں۔ اولاً مدینہ مقدسہ کے حرم میں ایک جھوٹے اندر ہتے تھے۔ پھر بعد میں بقیع کے اندر قبہ عثمانیہ کے نزدیک خلوت اختیار کر لی تھی۔ اس انتقال مکان کا سبب دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا۔ روزمرہ آدھی رات کو مدینہ کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اور سورہ نبیا علیہ السلام اس قبہ میں تشریف لاتے ہیں۔ اور حضور کے ساتھ خلفائے اربعہ میں سے تین اصحاب بھی ہوتے ہیں۔ اور اس قبہ کا دروازہ بھی کھلتا تھا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ استقبال کے واسطے دروازہ کے باہر آتے تھے اور امان دروازہ پر کھڑا ہوتا تھا۔ اور اپنے تئیں اس مقام کے نامناسب شہر مندہ پاتا تھا۔ لہذا ازراہ ادب سابقہ جگہ چھوڑ کر اس جگہ حجرہ تجویز کر لیا ہے۔ چند روز بعد عنصری قفل ٹوٹ گیا۔ اور مرغ حقیقت روضہ جاوید کی طرف اڑ گیا۔ مصرع جان اوہم نشین جانان باد۔

### یاد شیخ اسحق قلندر سندھی

جہان پیمائی کرتے کرتے۔ آپ کے پاؤں گس گئے تھے۔ ہر ایک ویران اور آباد گوشہ اور کنارہ میں پھینک کر ایک ملک کی خصوصیات سے آگاہ ہوئے تھے۔ لیکن ہجری سنہ نو سو اٹھاون کے آغاز سے سیاحی ترک کر کے۔ قدوۃ المحدثین شیخ طاہر یوسف سندھی کی مصاحبت اختیار کر لی تھی۔ ہجری سنہ ایک ہزار تین۔ ان روحانی مصاحب (شیخ طاہر یوسف) کا سال رحلت ہے۔ اس سال تک آپ نے شیخ کی ملازمت سے کبھی جدائی پسند نہیں کی۔ راقم گلزار نے ہجری سنہ ایک ہزار دو میں برہان پور مقام پر ان دونوں بزرگوں کی ہمسائیگی سے بہت کچھ فیض کا لیا تھا۔ آپ کا سلوک استقامت کے طریق پر تھا۔ ہجری سنہ ایک ہزار دس میں آپ کی اقامت اس جہان کی انجام کو پہنچ گئی۔ مصرع روح اوہم نشین رضوان باد؛

### یاد شیخ افضل محمدی

آپ شیخ یوسف تمیمی کے بیٹے۔ مرید۔ اور خلیفہ ہیں۔ اپنے پدر بزرگوار کی زندگی میں ہی۔ جانشین ہو گئے تھے۔ رسمی علم کی کسی قدر تحصیل اپنے عم مکرم شیخ جلال کی خدمت سے۔ اور ان کی رحلت کے بعد یقینی علوم کی تحصیل شیخ ابوالفتح مفتی کو درس سے فرمائی تھی ہمیشہ اہل تجرید فقرا۔ اور صاحب عرفان و رویشوں کے ساتھ ہم نشینی رکھا کرتے تھے۔ کبھی زمانہ کے دولت مندوں اور امیروں کے دیدار کی آرزو نہیں کی۔ خاتم النبوة علیہ السلام کے حلیہ اقدس کی زیارت سے عالم خواب میں کئی بار مشرف ہوئے تھے۔ اور حزب البحر پڑھنے کی اجازت ملی تھی۔ تاریخ اکیسویں صفر کو ہجری سنہ ایک ہزار تین میں



عنصری صورت - خاک آگرہ کے سپرد کر کے - الہی دیدار کے جلوہ گاہ کو روانہ ہو گئے۔ لفظ **فضل انام** اور آپ کا نام واپسین سال کے ساتھ ہم عدد ہیں۔

## یاد شیخ طاہر

آپ یوسف ابن رکن الدین ابن معروف - ابن شہاب الدین سندھی کے بیٹے ہیں - آپ مینخانہ تحقیق کے پُرانے میگسارون کے حریف - اور منزل توحید کے ویرینہ سیاحوں کے ہم قدم تھے - جب آپ فیض رسانی کی مجلس میں علمی مسائل بیان کرنے کی طرف متوجہ ہوتے تھے - تو دل پذیر نکتوں کی گل افشانی سے فصیح البیانی کام میں لاتے تھے - اور جب تصنیفات جمہور کے معانی اور مطالب ذریعہ - مطالعہ حل فرماتے تھے - تو آپ کی پرہیزگار فطرت - رنگ برنگ کے پھول کھلاتی تھی - آپ کا بیان رسمی علوم کی نوع و صوموں کے چہرہ کا نقاب دور کرتا تھا - اور آپ کا قلم حقیقی علوم کے خلوت خانہ میں رہنے والی پروردہ نشینوں کی چہرہ کشائی عمل میں لاتا تھا - تاکہ علمی اور عینی کمالات کے تلاش کرنے والے - نظارہ کی امداد سے - اندرونی فروغ حاصل کریں -

**غوثی** آپ کی تعریف - کوتاہی کی آشنا - اور اتمام کو پہنچنے والی ہمین ہے - لہذا تم کسی قسم کی حالات لکھنے کے واسطے قلم اٹھاؤ - اور وہ جو تمنے اختصار کا عہد کیا ہے - اس کا لحاظ نہ نظر رکھ کر سخن کا آغاز کرو - کہتے ہیں - دسویں صدی کی دوسری دہائی کے کسی سال میں قصبہ پاتری کے اندر کار پر دازان قضا و قدر نے آپ کے نفس ناطقہ کو عنصری جسم کے ساتھ وابستہ کیا تھا - قصبہ پاتری آپ کے جد بزرگوار کا آباد کیا ہوا قصبہ ہے -

**القصد** جب آپ کا آغاز ہوش ہوا تو آپ کو اور آپ کے بڑے بہائی شیخ طیب کو باپ کے ہمراہ سفر کا اتفاق پیش آیا - تینوں اشخاص - وانا حقیقت آگاہ شناسائے فضیلت دست گاہ شیخ شہاب الدین سندھی کی ملازمت میں ایک گائون کے اندر پہنچے - جو شیخ سندھی کے نام زد تھا - آپ نے شرح شمس پڑھنے کی التماس کی - چونکہ شیخ شہاب الدین نے منطق کا درس - اپنے مناسب حال نہیں سمجھا - اس واسطے حجت الاسلام امام محمد غزالی کی منہاج العابدین پڑھنے کی طرف اشارہ فرمایا - کم و بیش دو ہفتہ کے اندر کتاب مذکور کو ان تینوں شخصوں نے لکھ کر سبق شروع کر دیا - اس کے بعد چھری سنہ نو پچاس میں آپ کو میان سے خیال سفر ہوا - چنانچہ آپ گجرات کی طرف تشریف لے گئے - شہر

بروج میں ہو چکر غوث العالم شیخ محمد غوث قدس سرہ کی بابرکت محبت سے بہت کچھ حصہ لیا۔ پھر اس  
 صوبہ ملک دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں ہو چکر شیخ وقت پیر عہد۔ میان مخدوم جی پسر شیخ محمد  
 ملتانی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ شیخ محمد ملتانی۔ شیخ بہاوالدین قادری کے بزرگ خلیفہ ہیں۔ بعد  
 ایرج پور برار میں قیام فرمایا۔ اور فرقہ خلافت آپ کو پیر سے اسی شہر میں عنایت ہوا۔ بہت مدت تک آپ اس  
 جگہ رہے۔ اور لوگوں کو درس و تلقین کے ذریعہ سے فیض پہنچاتے رہے۔ جس سال حاکم احمد نگر مرقضی نظام الملک  
 ایرج پور پر قابض ہوا تھا۔ اور نرنالہ کے قلعہ پر فتح پائی۔ ملک برار کی آبادی بظاہر فتنہ و فساد کے سبب سے ہو گئی  
 اور وہاں کے باشندوں کو مجبوراً جلا وطن ہونا پڑا۔ اس اثنائے اپنے والی خاندیس کی التماس سے برہان پور میں  
 ہو چکر سامان قیام فرمایا۔ ہجری سنہ ایک ہزار چار تک اس شہر کے اندر آپ ظاہر و باطن کی صفائی اور آرائش  
 میں ثابت قدمی کے ساتھ مقیم رہے۔ اور بہت سی تصانیف صغیرہ و بزرگ پر یادگار چھوڑ کر ملک تقدس  
 کو روانہ ہوئے۔

منجملہ تصانیف مذکورہ کے ایک تفسیر مجمع البہار ہے۔ جو بالکل لطائف قشیری کے اسباب پر

طائف صوفیہ قدس سرہم کے نکات اور اشارات کو حاوی ہے۔ اُس میں سے توڑی سی عبارت  
 نقل کر کے نمونہ کتاب کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

فی تفسیر قولہ تعالیٰ - فی قلوبہم  
 مرض الخ المرض حقیقۃ فی مایع رض للبلد  
 فیخرجہ عن الاعتدال الخاص۔ ویوجب  
 الخلل فی افعالہ وفعالہ فی الاعراض  
 النفسانیۃ التي یخل بکمالها کالجہل و  
 العقیدۃ والزینۃ وحب المعاصی لانھا  
 مانعۃ عن نیل الفضائل ومودیۃ  
 الی نزوال الحیوۃ الحقیقیۃ لا بد  
 والایۃ تحتلھا فان قلوبہم  
 کانت متالمۃ تحزن علی

المدخل شانہ کا جو قول ہے فی قلوبہم مرض الخ  
 اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ مرض۔ ایک تو حقیقی ہوتا  
 ہے اس اعتبار سے کہ جب وہ جسم کو عارض ہوتا ہے  
 تو اس کو اس کے خاص اعتدال سے خارج کر دیتا ہے۔  
 اور اُس کے اعتدال میں لازمی خلل ڈالتا ہے۔ دوسرے  
 مجازی ہوتا ہے۔ جو حالت اعراض نفسانی کو عارض  
 ہو کر ان کے (اعراض نفسانی کے) کمال میں خلل انداز  
 ہوتی ہے۔ اُس حالت پر مرض مجازی کا اطلاق  
 آتا ہے۔ جیسی جہل۔ سو عقیدہ۔ کجی۔ اور گناہوں  
 کی رغبت یہ تمام امراض مجازی ہیں۔ کیونکہ یا تو یہ

مافات عنهم من الرياسة وحداً اعلیٰ  
 ما یرون من اثبات امر الرسول واستیلاً  
 شأنه یوماً فی ما فراد الله عنهم بما  
 ناد فی اعلیٰ امره واسادۃ ذکره  
 ونفی سهم کانت ماؤفة بالکفر و  
 سوء الاعتقاد ومعاداة النبی صلی الله  
 علیہ وسلم ونحوها۔ فراد الله ذلك  
 بالطبع او بازیاد التکالیف وتکریر  
 الوحی وتضاعیف النصر۔

چیزیں انسان کو حد فضائل تک پہنچنے سے مانع  
 ہوتی ہیں۔ یا یہ چیزیں انسان کو حقیقی اور ابدی حیات  
 کے زائل ہونے کی طرف کینچ لیجاتی ہیں۔ اور قرآنی آیت  
 سے یہی مجازی معانی مراد ہیں۔ کیونکہ منافقین کے ہاتھوں  
 سے جو ریاست نکل گئی تھی۔ تو اسکے غم میں وہ مبتلا تھے  
 یہ گویا ان کے قلوب میں مرض تھا۔ اور یونانیوں کا جو رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ثابت اور آپ کی شان ارفع ہوتی ہوئی  
 دیکھتے تھے۔ تو اسپر وہ حسد کرتے تھے اور ان وجوہ سے  
 ان کے قلوب سخت الم پارہے تھے۔ گویا کہ ان کا مرض  
 یا الم اللہ تعالیٰ جل شانہ نے زیادہ کیا۔ کیونکہ حکم رسول صلی  
 علیہ وسلم اور آپ کے ذکر کی شان ارفع کرنے میں زیادہ تر حصہ  
 اللہ جل شانہ نے ہی تو لیا۔ اور منافقین کے نفوس پہلے  
 ہی سے کفر۔ سو اعتقاد۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 عداوت وغیرہ وغیرہ کی وجہ سے ماؤت تھی تو اللہ جل شانہ  
 نے منافقین کا الم یا تو بالطبع زیادہ کیا۔ یا اس طور پر زیادہ  
 کیا کہ الم کی تکلیفات بڑھائیں۔ مستورات و حیمان ہیجین۔ اور  
 فتوحات پر فتوحات عطا فرمائیں۔

اور تفسیر رحمانی میں لکھا ہے۔ فی قلوب ہم مرض۔ یعنی  
 منافقین کے قلوب میں قوت حکمیہ کی کمی اور قوت شہوانیہ  
 کی زیادتی ہے۔

احیاء میں لکھا ہے۔ واضح ہو۔ کہ غضب اور شہوة  
 کے دو شکر کہی تو قلب کے مطیع ہوتے ہیں کامل طاقت  
 کے ساتھ۔ اور اس صورت میں دو قلب کو اس طریقہ پر

وفی الرحمانی فی قلوب ہم مرض هو نقصان بطہم  
 فی القوۃ الحکمیۃ وافر اطمہ فی  
 الشہویۃ۔

فی الاحیاء اعلان جندی لغضب  
 والشہوة قد ینقادان للقلب انقیاداً  
 تا قافیعیناہ علی طریقہ الذی لیس لکہ

وقد يستعصيان عليه استعصاء بغى و  
 نمر دحتی یلکاه ویستعبداہ وفیہ  
 ہلاکہ وانقطاع عن سفرہ الذی  
 بہ وصولہ الی سعادة الابد والقلب  
 حنڈ آخر وہو العلم والحکمة والتفکر  
 وحقہ ان لیستعین بہذا الحنڈ فانہ  
 حزب اللہ تعالیٰ علی الحنڈین الآخرین  
 فانہما قد یلحقان بحزب الشیطان فان  
 من ترک الاستعانة وتسلط علی نفسہ  
 جنڈی لغضب والشهوة هلك - هلا  
 یقیناً وخیر خسراناً مبیناً وذلک  
 حال اکثر المخلوق فان عقولہم صارت  
 مسخرة لشرہم واتھم فی استنباط الحیل  
 لقضاء الشهوة وكان ینبغی ان یکون  
 الشهوة مسخرة لعقولہم -

چلنے میں مدد دیتے ہیں۔ کہ جس طریقہ پر قلب چلتا ہے  
 اور کبھی قلب کی نافرمانی کرتے ہیں اور روے بغاوت  
 اور تروکے۔ بیان تک کہ قلب کے مالک بن جاتے  
 ہیں۔ اور قلب کے اطاعت چاہتے ہیں۔ اور اس عہدت  
 میں قلب کی ہلاکت متصور ہے۔ اور نیز جس سفر کے  
 ذریعہ سے قلب ابدی سعادت کو پہنچ سکتا ہے  
 اس سفر سے بوجہ تعجیب غضب اور شہوہ کے انقطاع  
 ہو جاتا ہے۔ اور قلب کا ایک شکر اور ہے۔ جس کے  
 افراد علم حکمت۔ اور تفکر ہیں۔ اور قلب کو یہ حق حاصل  
 ہے۔ کہ اس شکر سے مردمانکے۔ کیونکہ یہ شکر صدر بالذکر  
 دو دنوں شکر دن کے مقابلہ میں۔ خدائی گروہ ہے۔ یہ  
 دو دنوں شکر شیطان گروہ سے مل جاتے ہیں۔ تو جس  
 شخص نے اس شکر سے مدد نہیں مانگی۔ اور اس کے  
 نفس پر غضب اور شہوہ کے دو دنوں شکر مسلط ہو گئے  
 وہ شخص یقیناً ہلاک ہو گیا۔ اور اس نے صریح نقصان  
 اٹھایا۔ اور اکثر مخلوقات کا خیال ایسا ہی دیکھا جاتا ہے  
 یعنی شہوات پوری کرنے کے واسطے حیلے اور بہانے  
 سوچ سوچ کر نکالتے ہیں۔ اکثر مخلوقات کی عقلیں  
 ان کی شہوات کی تابع ہو رہی ہیں۔ حال آنکہ یہ نایہ  
 چاہیے۔ کہ شہوہ ان کی عقلوں کے تابع ہو۔

مرض قلب کی علامات کا بیان اس طرح ہے  
 جیسے جسمانی اعضا میں سے ہر ایک عضو اپنے خاص  
 فعل کے واسطے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کا مرض

اما بیان علامات مرض القلب  
 فلکما ان کل عضو من اعضاء البدن خلق  
 لفعل خاص بہ ومرضہ ان یتعدر علیہ فعلہ

الذی خلق لاجلہ کذلک مرض القلب  
ان یتعدر علیہ فعلہ الذ خلق لاجلہ و  
العلم والحکمة والمعرف وحب اللہ تعالیٰ وعباد  
والنار ذبہ وایتاد ذلک علی شہوتہ و  
وخامیۃ النفس التی للادنی فایتیمز  
به عن البھائم ولم یتیمز بھاتفوۃ الاکل  
والوقاع بل بعتق الامتیاء علی ماھی علیہ  
اصل الاشیاء موجدھا ومخترھا الذی جعلھا  
شیئاً ہو للہ تعالیٰ فلو عمر کل شیء لم یعب  
اللہ تعالیٰ فکانہ لم یعب شیئاً فان الناس کلھم  
قد حرجوا ہذا السام والندر فی ہذا الاعصا  
واستخلوا بتوسیط المخلوق فی الخنوم ما  
التأثرۃ من اتباع الشہوات قالوا هو  
الفقہ وخرجا ہذا العلم الذ ہو فقہ الدن  
من جملۃ العلوم وتجر والفقہ الدنیا الذ  
ما قصد بہ الارفع الشوائل لتتفرغ فقتہ  
الدین فکان فقہ الدنیا من فقہ الدن  
بواسطۃ ہذا الفقہ

یہ ہے۔ کہ جس فعل کے واسطے وہ عضو پیدا کیا گیا ہے۔ اُس فعل کا  
عضو نہ کہہ سے صدہ وبتعذر ہو جاوے۔ اسی طرح قلب کا مرض یہ ہے  
کہ جس فعل کے واسطے قلب پیدا کیا گیا ہے۔ اُس فعل کا قلب سے صدہ و  
بتعذر ہو جاوے۔ اور افعال قلب یہ ہیں۔ علم۔ حکمت۔ معرفت  
اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی محبت۔ اُس کی عبادت۔ اُس کے ساتھ لذت پانا  
اور کامل اتقنا کے موافق ان چیزوں کو کام میں لانا اور نفس آدمی کی خامیت  
ایسا امر ہونا چاہیے۔ کہ جس کے سبب آدمی بہائم سے الگ متمیز ہو سکے  
آدمی بہائم سے قوت اکل اور قوت جنگ کے سبب متمیز نہیں ہو سکتا ہے  
بلکہ اشیا کو ان کی اصلی بابت کے موافق پہچاننا یہ وجہ تمیز ہے۔ اصل اشیا ان  
کے موجد اور مخترع کو سمجھنا چاہیے۔ جس نے اشیا کو اشیا کر کے بنایا۔ اور وہ ہر  
اللہ تعالیٰ جل شانہ ہے۔ اس واسطے اگر انسان نے بالفرض تمام اشیا کو پہچانا مگر اللہ  
تعالیٰ کو نہیں پہچانا۔ تو گویا اُس نے کچھ ہی نہیں پہچانا۔ تمام لوگوں نے ان علوم کو  
چھوڑ دیا ہے۔ اس زمانہ میں یہ علوم پُرانے پڑ گئے ہیں۔ اور جو خصوصیات  
اتباع شہوات سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کے تصفیہ کے اندر اپنے اخلاق کو  
واسطہ بنانے میں لوگ مصروف ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ فقہ یہی ہے اور  
اس علم کو جو خاص فقہ دین ہے۔ تمام علوم میں سے خارج کر دیا ہے۔  
دنیاوی فقہ سے مقصد یہ تھا۔ کہ اس ذریعہ سے کوسکرمانعات اُٹھائے جاویں  
تا کہ فقہ دین کے واسطے فراغت حاصل ہو۔ مگر اب مجرب اسی دنیاوی فقہ کی طرف  
رخ کر بیٹھے ہیں۔ گویا دنیاوی فقہ ہی دراصل دینی فقہ ہے۔ اس فقہ کے  
ذریعہ سے۔

بعض کتب میں لکھا ہے۔ واضح ہو۔ کہ قلب حقیقہ میں زروے شریعت  
بمیزر قابل ہے۔ اور قلب کے سوا کسی اور شے پر اعتماد نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ  
کی نظر کا مقام قابل ہی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے

وفی بعض الكتب - اعلم ان القلب فی الحقیقۃ  
القاب الشریعہ ولا معول الاعلیٰ القلب لاند مع  
فطر اللہ تعالیٰ كما قال علیہ السلام ان اللہ

لا يظن إلى صومك الخ - فقل قلب على  
 مثل امراض الأشخاص فان قلب الانسان  
 حقيقه وله من الاعضاء حقائق فقل قلب  
 يعني بسما عييل ليدف براسه فاذا اجزا  
 البدن لا يحيد فلكذلك القلب راس القلب  
 ادراك لطائف الغيب هذا الادراك  
 ينقسم مثل انقسام حواس الراس انقسا  
 البصيرة والتذكر المراقبة والتمييز والتفكر  
 فالبصيرة عذر القلب للتذكر لسان القلب  
 والمراقبة سمع القلب للتفكر خيال القلب  
 والتمييز تجاربه وفعلة فاذا اراد الله تعالى  
 بسبل خيال فتح علق قلبه شرح لسانه فاذا اراد  
 واذا اراد الله تعالى بصيد شر اختم على سمعه  
 وبصيرة ومنعه عن ادراكاته وذلك لمنع من  
 روحاني يكون صيداع القلب منه ومهما  
 زاد المنع تولدت الغفلة الغفلة للقلب  
 بمنزلة الصرع وغلبة الطنون الفاسدة  
 مثل لما ليخوليا للرأس فان الرأس اذا  
 به يتخبط اعماله والقلب اذا انفعلى بالطنون  
 الفاسدة تظهر فيه تخبطات كثيرة و  
 بصيرة كالمجنون المتعير المنوع من معرفة  
 بالله تعالى وحسن الظن به وامتلأ  
 القلب لفضول الطمع والطمع به

کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا ہے بل جس طرح انسانوں کو  
 امراض لاحق ہوتے ہیں۔ اسی طرح قلب کو بھی علتیں اور امراض لاحق ہوتے  
 ہیں۔ کیونکہ قلب ہی فی نفسہ انسان حقیقی ہے۔ اور اس کے اعضا بھی حقیقی ہیں  
 چنانچہ قلب کا ایک سر ہے۔ جس کے سبب سے وہ زندہ رہتا ہے جس  
 طرح بدن اپنے سر کے سبب سے زندہ رہتا ہے۔ اگر بدن کا سر کاٹ لیا جاوے  
 تو جس طرح بدن زندہ نہیں رہ سکتا ہے اسی طرح قلب بھی زندہ نہیں  
 رہ سکتا ہے۔ اور قلب کا سر غیبی لطائف کا ادراک کرنا ہے۔ اور  
 جس طرح سر کے حواس کی تقسیم ہے۔ اسی طرح اس ادراک کی بھی تقسیم ہے  
 اور اس تمام ادراک یہ ہیں۔ بصیرت۔ تذکر۔ مراقبہ۔ تمييز۔ اور تفکر۔ بصیرت  
 صاحب کی تاک ہے۔ تذکر قلب کی زبان ہے۔ مراقبہ قلب کے کان ہیں  
 تفکر قلب کا خیال ہے۔ اور تمييز قلب کے تجر بہ اور انفعال ہیں۔ پس جب  
 اللہ تعالیٰ جل شانہ کسی بندہ کو خیر پہنچانا چاہتا ہے تو اس کے دل کی  
 ذنون آنکھیں کھول دیتا ہے۔ زبان روان کر دیتا ہے۔ اور کان کو قوت  
 سماعت دے دیتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ جل شانہ کسی بندہ کو شر پہنچانا چاہتا  
 ہے۔ تو اس کے کان پر ادا تکمہ پر لگا دیتا ہے۔ اور اس بندہ کو ادراکات  
 سے باز رکھتا ہے۔ اور یہ بازداشت۔ روحانی مرض ہے جس سے مدارع قلب  
 عارض ہوتا ہے۔ اور بازداشت جس قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اگسی قدر  
 غفلت زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ اور قلب کی غفلت بمنزلہ صرع کے ہے۔  
 اور فاسد تخيلات کا ظہر کے واسطے مثل ماینجو لیا کے ہے۔ جب سر مرض  
 ماینجو لیا میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو اس کے اعمال متخبط ہو جاتے ہیں۔ اور جب  
 قلب تخيلات فاسدہ سے منفعول ہوتا ہے۔ تو اس میں بہت کسی  
 خبط یا متن پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور ایسے مجنون کی طرح ہو جاتا ہے  
 کہ جیسے کوئی متعیر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی معرفت سے باز رکھا گیا

یورت الاستقاء فی قلبی الخ اور نیز اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن نہ رکھتا ہو۔ اور طمع کی فتنوں سے قلب  
لا یروی من المال والحجاء والدخان کا متنی ہونا۔ اور نیز طمع اس کو لاحق ہونا۔ قلب کے اندر استقامت پیدا  
العقلۃ یورث علی البصیرۃ فان البصیرۃ تطلم کرتا ہے۔ بیان تک کہ مال سے اور جہاں سے سیر نہیں ہوتا ہے۔ اور غفلت  
وقیل لہ ہا بلخان لہو کما یظلم البصر وہو ان ہے۔ جو بصیرت کی نامینائی پیدا کرتا ہے۔ یعنی بصیرت میں تاریکی  
بجارت اللہ فی عالم الدنیا آجاتی ہے۔ اور اس کا نور۔ نفسانی خواہشات کے دہو میں سے کم چھٹا ہے  
جس طرح آنکھوں کی نظر بیرونی بخارات سے عالم دنیا میں تیز و تاریک ہو جاتی ہے

وہ شخص بلا خوش قسمت ہے جو اس دریا سے معافی کی تہ کو پہنچ کر اسرار کے موتی عبارات کے ذریعہ سے  
نذر ناظرین کرے۔ ایک روز اس تفسیر کے اجزا۔ دریا سے کشف و شہود کے مستغرق شیخ شکر محمد عارف شطاری  
قدس سرہ کی نظر سے گزرے تو بہت خوش ہوئے۔ فرمایا۔ اس رنگین کتاب کا مصنف اپنی حسنت کی  
جزا کا اندازہ شاید قیامت کے روز ہی کر سکیگا۔ کیونکہ یہ اندازہ آج کے روز ان حسنت کی کیفیت بیان  
کرنے سے نہیں ہو سکتا ہے۔

فرمان روئے صوبہ علی عادل شاہ فاروقی نے مولانا حسین شیرازی کو جو حکمت کے فنون اور عقلی  
علوم میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اور ندیم خاص جلال خان بباری کو جن کو رسمی علوم میں دستگاہ تھی۔ ان  
دونوں اصحاب کو مصنف کی خدمت میں بھیجا تھا اور التماس کی تھی۔ اگر اس پاسان خلائق کا عمدہ اس  
کتاب کی تصنیف کی تاریخ میں درج کر دیا جاوے۔ تو عنایت و درجہ عنایت ہوگی اپنے التماس قبول فرمایا  
اس وجہ سے کتاب ہذا کا خطبہ و طرح پر واقع ہوا ہے۔

آپ کی دوسری تصنیف مختصر قوۃ القلوب ہے۔ تیسری منتخب مواہب لدنیہ۔ چوتھی ملقط جمع الجوامع  
سیوطی۔ پانچویں موجز و تطلانی۔ جس سے بڑی کوئی شرح بخاری پر نہیں ہے۔ بڑے بڑے بارہ دفتر و دلاکہ بیت میں  
مختصر کئے ہیں۔ چھٹی تفسیر مدارک اپنے دونوں بیٹوں عبدالسداور رحمۃ اللہ کے واسطے۔ مختصر کی تھی۔ اور اس  
کا آغاز اس طرح سے کیا ہے۔ قال ابو عبد اللہ طاہر بن یوسف علیہ رحمۃ اللہ۔  
ساتویں اسامی رجال صحیح بخاری۔ ایک شرح ہے کرمانی کے طور پر۔

آپ کی آٹھویں تصنیف ریاض الصالحین ہے۔ جس کی فہرست کی ترتیب میں ردصنوں پر رکھی گئی ہے  
(دہلا روئے) ان احادیث صحیحہ اور حدیث کے بیان میں ہے۔ جن کے اندر اہمیت کی بخشش۔ اور اہمیتوں کی

کامیابی کی نوید دارو ہے۔ (دوسرا روضہ) بڑے بڑے مشائخِ حقیر کی تاسیخِ باتوں سے سہزہ ہے۔ جیسے  
 قطب الاقطاب شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی حجة الاسلام امام محمد غزالی۔ قدوة العرفاء ابو طالب مکی۔  
 شیخ الادویہ شہاب الدین سہروردی۔ تاج السالکین زین الدین خوانی۔ اور اکرم الاتقیاء۔ شیخ علی متقی ہندی  
 وغیرہم من الاکابر قدس سرہم (تیسرا روضہ) اربابِ توحید و وجدان اور اصحابِ عشق و عرفان کی عمدہ  
 عمدہ عبارتوں اور نمکین اشاروں کے ترنمازہ ہے۔ جیسے قافلہ سالار شاہراہ تحقیق شیخ محی الدین عربی  
 منبع عین فاتی چشمہ سار آثار اسمائی۔ عین القضاہ ہمدانی۔ صدر آراے طائفہ توحید شیخ صدر الدین  
 ترمیزی۔ اور نیز دیگر معتدین وحدت وجود۔ نفعنا اللہ و جمیع الطالبین بانفاہم اس طرح  
 پر تینوں روضہ سہزہ و شاداب ہیں۔ وہ شخص نیک نجات ہے جو مطالعہ کے ذریعہ سے ہر ایک روضہ  
 کے پیل پونے اور رنگ آمیزی کو دیکھ کر بوجہ اس کے کار بند ہو۔

### یاد شیخ محمود بن عبداللہ گجراتی

آپ کی زاد بوم گجرات۔ اور خواہنگاہ برہان پور ہے۔ جس وقت سماع میں آپ کو جوش آتا تھا۔ تو آپ  
 کی آہ سے دریاے عشق میں طوفان پیدا ہوتا تھا۔ اور آپ کے آنسوؤں سے فنا کے گرداب میں موجوں  
 پر موجیں آتی تھیں۔ آپ شیخ شکر محمد عارت کے خلیفہ ہیں۔ قرآن حفظ تھا۔ دل آویز بجا اور واگدوی الحان کے  
 تلاوت کیا کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں میان مجموعی مدرف تھے اور ملک پر محمد حسن کی دولہی۔ فرمان رعائے  
 نواح گجرات کی وزارت سے ملی ہوئی تھی۔ آپ ان دونوں اصحاب کی مصاحبت میں برہان پور سے سفر عجز  
 کو روانہ ہوئے۔ اور لوٹ آئے۔ مسیح القلوب کہتے ہیں۔ ایک روز میں آپ کی عیادت کے واسطے گیا تھا۔  
 اپنے فرمایا۔ اے فلان۔ میرے واپسین سفر کا دنت آگیا ہے۔ آپ ایسی دعا سے میری مدد کریں۔ کہ ارباب  
 شہود کے طریقہ پر میں دفن کیا جاؤں۔

القصد فقیر اور نیز دیگر چند دوست رحلت فرمائی کے روز آپ کے سر ہانے موجود تھو۔ حلقہ چشم میں آگین  
 اس طرح عاشقانہ گردش کرتی تھیں۔ کہ جیسے کوئی محبوب جان نشانی اور نظر بازی کرتا ہے۔ نیز مسیح القلوب کہتے  
 تھے۔ ہنگام رحلت اسی طرح دو شخص اور بھی میری نظر سے گزرے ہیں۔ میرے عم مکرم شیخ طاہر ابن یوسف  
 اللہ شیخ الادویہ۔ آپ کا سال رحلت ہجری سنہ ایک ہزار چار ہے۔ کہتے ہیں۔ ایک سطر ب کا لڑکا  
 مہر میں نام تھا۔ مدتوں تک آپ کی نظر اسکو دیکھتی رہی۔ چند روز میں محمودی عشق کے کشش نے اُس



کھلنے کو پیکر پرستی کی قید سے نکال کر۔ تاج ایمان سے سرفراز کیا۔ اور ایازی کے درجہ کو پہنچا دیا بیت

معتوق در لباس یازست جلوہ گر  
غوثی مگر بدولت محمود میرسد

## یاد قاضی ابراہیم ابن قاضی محمد

آپ اپنے باپ کے شاگرد اور مرید ہیں۔ اور قاضی قطب مجذوب آپ کے عم مکرم ہیں۔ عالم خوشنویس فصیح البیان اور محبوب القلوب تھے۔ ایک عمر تک قصبہ پنواری میں جو سدر کار کالی میں ہے۔ رسمی علوم کا درس دیتے رہے۔ اور وہ سی کو جمال درویشی کا برقع بنا کر کما تھا۔ بہت سے لوگ آپ کے فیض پا کر عربی زبان سے واقف ہو گئے۔ پرانی بغیر پڑھی ہوئی کتابوں کو آپ کی پرزور طبیعت پڑھی ہوئی کتابوں سے زیادہ آسانی کے ساتھ پڑھتی تھی۔ یہ فقہ کو استاد شہر شیخ عبدالملک کے درس میں نکالا تھا۔ اور استاد کے موثر دم کی بدولت سب جگہ۔ سب قسم کی گفت و شنید میں سب لوگوں سے آپ سبقت لے گئے تھے۔ نسب الانساب نام ایک بڑی کتاب اپنے مادی و پدری آبا و اجداد کی نسل کے بیان میں بزبان فارسی تصنیف کی تھی۔ اس کتاب میں دو ہمت مند ان صورت و معنی کے کسی قدر حالات درج کئے ہیں۔ جو ہتر سال کی عمر پائی۔ ماہ رمضان ہجری سنہ ایک ہزار چار میں اس جہان سے دل اٹھایا۔ خواجگاہ پنواری ہے۔

مصراع ارم با خاک پاکش ہم نشین باد

یاد سید ہبۃ اللہ

آپ کے آبا کے کرام رضوی سادات میں سے ہیں۔ امام رضا رضی اللہ عنہ کے مشد سے ہند میں آئے تھے۔ مان اور باپ دونوں آپ کو خرد سال چھوڑ کر آجمنانی ہوئے۔ دایہ کی مہربانی اور قسمت کی خوبی نے آپ کو خواجہ حسن کی خدمت میں پہنچایا۔ خواجہ حسن کو لوگ معین الدین ثانی کہا کرتے تھے۔ اور نیز خواجہ حسن خواجہ معین الاولیا چشتی اجمیری کی نسل سے تھے۔ خواجہ حسن نے فرزند کی طرح آپ کی پرورش فرمائی۔ جب حقل آئی۔ تو اپنا مرید کیا۔ جب پیر کی رہنمائی سے تزکیہ اور تصفیہ ہو گیا۔ تو خرقہ خلافت مل گیا۔ اور ملکوتی سیر کا درجہ حاصل ہوا۔ ہمیشہ گزرے ہوؤں کی روح سے گفتار اور دیدار کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ آپ کی عمر بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ بیان تک کہ آپ کے سفید بال دوبارہ مائل سیاہی ہو چلے تھے جس طرح سیاہ بال سفید ہوتے ہیں۔ اور دانت بھی دوبارہ نکلنے شروع ہو گئے تھے۔ کسی قدر آپ کے حالات کا بیان اس طرح ہے۔ جب زمانہ شیرخان سور کا تھا۔ تو آپ نے اجمیر سے گواپار میں آکر حجرہ اختیار کر لیا تاکہ

پہر میان سے گردش روزگار کی وجہ سے مالوہ کی طرف سفر فرمایا۔ قصبہ چولی ہمدیر منڈو سے جنوبی سمت میں تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بیان آکر لیتر اجمایا۔ پرگنہ کے بہت سے باشندے مرید ہوئے۔ آپ کے پیر کا سلسلہ نوبطن سے خواجہ فخر الدین محمد کو پہنچتا ہے۔ جو خواجہ معین الاولیا سے اجمیری کے صاحبزادہ ہیں اس طرح پر خواجہ معین الدین ثانی - خواجہ بایزید ثانی - خواجہ طاہر - خواجہ بایزید کبیر - خواجہ شہاب الدین خواجہ احمد - خواجہ نجم الدین - خواجہ حسام الدین - خواجہ فخر الدین محمد قدسنا اللہ بآسرا رہم آپ کا سال رحلت ہجری سنہ ایک ہزار چار ہے۔ آپ کے ایک بیٹے ہیں شاہ محمد - پرگنہ چولی ہمدیر کے۔ یہ تاقصی ہیں جہاں آپ کے باپ کی قبر ہے۔

## یاد شیخ ولی پور ملوک شاہ صدیقی

آپ سید ولی بدایونی کے مرید ہیں۔ وطن اور مقصد دونوں چرتا ولی میں ہیں۔ چرتا ولی سرکار روہی میں ایک قصبہ ہے سہارنپور کے پہلو میں۔ ایک روز آپ ایام طفلی میں ہم عمروں کے ساتھ کیل رہے تھے۔ سید ولی بدایونی کی بالگی دور سے آتی ہوئی دیکھی۔ آپ کیل چوڑا کر۔ ایک طرف ہو گئے۔ اتفاقاً اس وقت سید کی نظر خرد سال ادا کے کے ہوش کی طرف گئی۔ سید نے دریافت فرمایا۔ کیل سے تم نے کیوں کنارہ کیا۔ آپ نے عرض کیا۔ آپ کے دیدار کی آب و تاب نے مجھ کو کیل سے باز رکھا۔ پھر پوچھا تمہارا نام کیا ہے آپ نے کہا ولی۔ فرمایا۔ ہمارا اور تمہارا دونوں کا نام ولی ہے۔ آپ نے عرض کیا۔ لیکن ایک فرق ہے۔ میرا نام باپ کا رکھا ہوا ہے۔ اور جوڑا ہے۔ اور آپ کا نام فرستادہ حق ہے۔ اور سچا ہے۔ سید اس بات کو سن کر خوش ہوئے دعا کی۔ مرید کیا بغلین خاص عنایت فرمائیں۔ اور کہا تمہارے پاؤں میں بھی آتی ہیں۔ اس کے بعد آپ کو سلوک کی توفیق ہوئی۔ حقیقی اور مجازی کمالات حاصل کئے۔ اور عالم و محقق بنے۔

مصع ایزد بہاں یار شش باد؛

## یاد شیخ فتح اللہ بروچی فتح اللہ علیہ البواب ما اراد

بروچ ایک قلعہ ہے صوبہ گجرات کا۔ دریا سے زبدا کے کنارہ آغاز جوانی میں رسمی علوم کے ساتھ دائمی استغراق تھا۔ اور آپ کے کلام میں نہایت سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ بالآخر خدا طلبی۔ اور حق شناسی کی آمد ہی جو چلی۔ تو رسوم کی پابندی اور حروف کی وابستگی کا خس و خاشاک آپ کے سینہ کے میدان سے صاف ہو گیا۔ اور اسپر فریاد یہ ہوا کہ ازلی سعادت نے آپ کو شیخ لشکر محمد عارف کی فیض بخش خدمت میں

پونچایا۔ ظاہری معیت کی رسوم ادا کر کے۔۔۔ میں دائمی حاضر باضی اختیار کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بہت جلد بے انتہا کثافتہ۔۔۔ یہ معارف فتوح حاصل ہوئیں۔ آپ اپنے ہمراہوں سے کہا کرتے تھے مجکو نماز کے وقت کئی دفعہ رومی و جی سیر حاصل ہو کر ناز میری معراج بن چکی ہے۔ صلوٰۃ القیوم روزانہ آپ کا ورد تھا۔ جس وقت سماع کی مجلس میں لغزہ مارتے تھے۔ تو بہت سے ہم نشینوں کے دلوں میں درد پیدا ہو جایا کرتا تھا۔ چونکہ شیخ محمود عبدالعزیز کی جدائی کی تاب نہیں تھی۔ لہذا اُن کے بعد یہ سفر روزی ہجری سنہ ایک ہزار چار میں عالم علوی کو روانہ ہو گئے۔ مصرع باویزد آرزو بخشش دلتش؛

### یاد شیخ کرم اللہ

آپ قصبہ سوئی سوپر کے بیٹھے ہیں۔ روایت ہے۔ اُس قصبہ میں ایک پیکر پرست بقال بڑا صناعت دولت تھا۔ لیکن بیٹا نہیں رکھتا تھا۔ وہ بقال ایک روز بدیع الدین شاہ مدار کے خلیفہ سید حمین حتی کی خدمت میں آیا قدس سرہما دل میں درد تھا۔ رو پڑا۔ اور اپنی خواہش پیش کی۔ آپ نے فرمایا۔ روز اول کی تحریر سے تمہاری تقدیری فرد علیقہ میں سات بیٹھے مقرر ہیں۔ لیکن ایک شرط ہے کہ ساتوں ٹکڑوں میں مدوش کے حوالہ کرو۔ جب خوشخبری کا ظہور ہوا۔ تو بقال مذکور بجائے ساتوں لڑکے کے کوئی اور لڑکا اٹھا لایا۔ اس کو سید نے قبول نہیں فرمایا۔ اہ کمنا۔ لایا ہوا لڑکا تمہارا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس آئینہ میں اُس کو مصیبت ادا نہ تھی پیش آئی۔ بقال نے اس مصیبت کو ایفا کے نذرین تاخیر ہونے کے سبب سمجھا۔ پشیمان ہوا اور اصلی ساتوں لڑکے کو سید کی بارگاہ میں پیش کیا۔ سید نے نہایت خوشی سے لیکر فرمایا۔ میرے نام زیبی لڑکا ہے کرم اللہ نام رکھ کر تعلیم تہمت میں مشغول ہوئے۔ جب آپ نے عقل و ہوش کی سیڑھی پر قدم رکھا۔ تو آپ کے مذاق میں درد ویشی شیرین کر کے دکھائی گئی۔ اپنے ربی کے مرید ہو گئے۔ اور سلوک و تصوف کے راستہ میں قدم استحکام کے ساتھ رکھا۔ آپ کی عبادت تلاوت تھی۔ نفس پر کامیابی نصیب ہوئی۔ خرقہ خلافت پنا۔ ہجری سنہ نو سو چونبہٹھ میں گانون اور خاندان ترک کر کے۔ مندومین چلے آئے۔ اور بمیں بود و باش اختیار کر لی۔ کم دیش شمس ہال میں اسی شہر میں اپنے قیام فرمایا۔ سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ پھر ہجری سنہ ایک ہزار چار میں سفر کر گئے۔ خواہ گاہ آپ کے فرمانے کے بموجب محسن مکان میں بنائی گئی۔

### یاد شیخ عبد الکریم

آپ شاہ مبارک کے فرزند۔ اہل نیز خلیفہ ہیں۔ قدس سرہما پیدائش اور مرقد دونوں برہان پور میں ہیں

ہجری سنہ نو سو آٹھ میں نقاش تقدیر نے آپ کی علمی صورت کو بشری شکل میں نمایاں کیا۔ دیکھنے والوں نے یہ ترانہ گایا پیٹ۔

نخل قدش کہ از چین حسان برآمد	شام گئے بصورت انسان برآمد
------------------------------	---------------------------

اور تاریخ بارہویں شعبان ہجری سنہ ایک ہزار چار کوناسوت کے تیرہ پارک کوچہ سے نکل کر ملکوت کی آباد نایش گاہ کو چلے گئے مامیوں نے اس طرح نوہ کیا ۵

آبے سید از زمین برآمد	مرگ از در آسمان برآمد
بارید باغ مانگرگے	داز گلبن مانساند برگے

چہا زین سال زندگی کو شریعت غزا کے طریقہ پر اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی پرستش میں اس طرح گزارا کہ زمانہ کا ہاتھ آپ کے ایک مستحب کو ہی غارت نہ کر سکا۔ اور بے تعلقی اور آزادی کی بنیاد اس طور پر استحکام کے ساتھ رکھی تھی۔ کہ روزانہ آئے ہوئے نقد اور جنس کو جب تک ضرورت مندوں کے گھر نہیں پہنچا دیتے تھے۔ شام کو آرام نہیں پاتے تھے۔ اور رات کے آئے ہوئے مال و منال کو جب تک تنگ دستوں کے مکان میں دست بدست نہیں بیچ دیتے تھے صبح کے وقت خوش نہیں ہوتے تھے۔

ایک روز ایام طنلی میں آپ ایک درخت پر چڑھ کر ہاتھیوں کی لڑائی دیکھتے تھے۔ پالون ہسلا تو سر کے بل زمین پر آئے۔ بال برابر ہی صدرہ نہیں پہنچا۔ خدائی حفاظت کا شکر بجا لا کر عرض کیا۔ ازلی عنایت نے نگہبانی کی۔ ورنہ جان کا نقصان تھا۔ آپ کے پد بزرگوار نے فرمایا۔ اس میں شک نہیں۔ مگر انہی نسبتوں کا ظہور بے سبب نہیں ہوتا ہے۔ یقیناً۔ سبب یہ تھا۔ کہ میں نے ہاتھ کا کام آنکھ سے لیکر تم کو درخت کے اوپر سے آہستگی اور نرمی کے ساتھ اتار لیا۔ اس قسم کا تصرف وہ شخص کر سکتا ہے جو انہی اسم یا سطر اور جامع کے ساتھ متصف ہو کر جو اس اور اعضا سے ایک دوسرے کی جگہ کام لے سکے۔ اور الکل فی الکل کا لطیفہ حاصل کرے۔ یہ عالی شان مقام تم کو بھی عنقریب عطا ہو جاوے گا۔

ایک سال ایسا اتفاق ہوا کہ زمانہ کی ناموافقیت سے آپ مع سامان خانہ داری وطن سے ہجرت کر کے قنسہ برار کو چلے آئے تھے جو فاندیس اور دکن کے درمیان میں ہے۔ آپ کے ہمارے یوں ہیں سے ایک شخص کو کسی چوٹی سی بات پر وہاں کے باشندوں نے شکنجہ میں بندھا دیا۔ شخص ملک

موقع پاکر رویشون کی پناہ میں آگیا۔ وہ تالائق گروہ سراغ لگاتا ہوا چلا آیا۔ اور اس بہانہ سے صوفیوں کے گہروں کو لوٹ کر جہاڑو پیر دی۔ اور چند آدمیوں کو مجروح کر کے۔ آپ کے اوپر بھی کہ مجسم روح تھے خنجر اور تلوار کے بے شمار وار کئے۔ لیکن کاٹ پیرا ہن سے آگے متجاوز نہیں ہوا۔ الحاصل جب شورش فرو ہوئی۔ اور بے تمیزی کی تاریکی درمیان میں سے اٹھ گئی۔ تو شقہ دار پر گانون والوں کی زیادتیان مخفی نہیں رہیں۔ اس نے تمام مفسدون کی مشکین بند ہوا کر اور غارت کی ہوئی تمام اشیا کو (جو لازمہ سفر ہے) فراہم کر کے شیخ کی ملازمت میں بیجا۔ بیان پر شیخ کے حکم سے مشکین کہوں دی گئیں۔ اور واپس لائی ہوئی کل چیزیں اسی گروہ کو بخش دیں۔

ہجری سنہ نو سو اسی تھا۔ کہ اپنے کسی قدر روپیہ جمع کیا۔ ایک محرم نے جو آپ کی عادت سے آگاہ تھا۔ اس کی وجہ دریافت کی۔ جواب ملا۔ یہ آرزو ہے۔ کہ فرض زکوٰۃ اور فرض حج بھی ادا کر کے استفادہ کروں۔ اور نیز اس کے سوا ایک پوشیدہ فائدہ اور بھی ہو سکتا ہے۔ اتفاقاً ہجری سنہ نو سو بیاسی میں اکبر شہ نے صوبہ گجرات فتح کیا۔ اور اس ہنگامہ میں بہت سے مصیبت زدہ لوگ وہاں سے خاندانیں میں آئے۔ آپ نے ان چیزوں سے جو جمع کر رکھی تھیں۔ اس مصیبت زدہ گروہ کی بے سامانی کا علاج کیا۔

آغاز سلوک سے وقت وصال تک جو آہی اسرار اور کشفی اطوار وقتاً فوقتاً آپ کے اوپر نزول کرتے تھے ان میں سے آپ ایک شمع بھی زبان پر نہیں لاتے تھے۔ آغاز ہوش سے ختم زندگی تک خضوع علیہ السلام کے ساتھ ملاقات رہی۔ یہ حال واپسین نفس کے وقت صرف ایک محرم سے ظاہر کیا۔ باقی کسی سے کبھی نہیں کہا مصرع گلشن دیدار باد آرا مگاہِ حبان او؛

## یاد میان جموجی پور ملک چاند

آپ کا نام جمال محمد۔ اور زاد بوم احمد آباد گجرات ہے۔ خوابگاہ عادل پور برہان پور میں۔ دریاخانہ رومی کے باغیچے کے اندر جو آپ کے با اعتقاد مریدوں میں سے تھا۔ آفتاب طلوع ہونے کے وقت سے نماز عشا تک مدتوں تفسیر اور حدیث درس دینے کا شغل رکھا۔ اور ایسا نہیں کیا۔ کہ فیض کا دروازہ دشمن کے واسطے بند کر کے صرف دوست کے واسطے کھولا ہو۔ تعلیم دینے میں کبھی آشنا کو بیگانہ پر ترجیح نہیں دی۔ ہجری سنہ نو سو ستاون میں تھا۔ کہ سفر حجاز کے واسطے روانہ ہوئے۔ شیخ محمود عبدالعزیز۔ شیخ عبدالقادر اور وہ ملک پیر محمد حسن۔ جنہوں نے اولیا اللہ کے حالات کا تذکرہ لکھا ہے۔ یہ تینوں اصحاب آپ کے ہمراہ

تھے۔ ایک روز اپنے مسیح زمان شیخ عیسیٰ قاسم سے دریافت کیا۔ سندھیوں کے محلہ میں کتنے مدرس ہیں  
 جواب دیا۔ دو شخص تھے۔ لیکن شیخ طاہر یوسف قدس سرہ دنیا سے کوچ کر گئے۔ اب حکیم  
 عثمان بوبکانی کو جو معنی کے اعتبار سے یکتا زمانہ ہیں۔ ظاہری تنہائی ہی ہو گئی۔ فرمایا نہیں نہیں۔  
 قاسم ہی ان کے عمدہ تر مقابل ہیں اس کے بعد انسانی جو اہرات سے زمانہ کا دور احوالی ہونے کے  
 متعلق کچھ بیان کر کے موتیوں کی طرح آنسو آنکھوں سے نکالے۔ مسیح زمان کتے ہیں۔ شیخ طاہر یوسف  
 نے جب سنا۔ غوث الثقلین شیخ محی الدین جیلانی کا پیرا ہن۔ شیخ جموجی کے نزدیک ہے تو شیخ  
 طاہر آپ کے نزدیک گئے۔ فقیر اور دیگر چند مشائخ وقت ہی ہمراہ تھے۔ تمہیں کی دامن بوسی سب  
 کو نصیب ہوئی۔ مصرع بادار داسے جانش تشریف لی مع اللہ۔

## یاد سید پیر سیدی تخلص

آپ کے پد بزرگوار کا نام سید علی ہے۔ آپ کے باپ قطب السوات سید محی گیسو دراز کی نسل سے  
 اور آپ کی ماں۔ قدوۃ المشائخ شاہ باجن کی نسل سے ہیں۔ قدس اسرار رحم آپ کی زاد بوم برہان پور۔ اود ابدی  
 آرام گاہ آسیر خاندیس کا قلعہ ہے۔ آپ کو سپاہیانہ وضع میں ارادت مسیح زمان شیخ عیسیٰ قاسم مدظلہ سے تھی  
 آپ کی طبیعت نظم کے ساتھ مناسب تھی۔ ہمیشہ صوفیانہ باتوں کو نظم کے پیرایہ میں ادا کیا کرتے تھے  
 مشائخ شطاریہ کا شجرہ، پنے پیر سے شروع کر کے۔ حضرت خاتم النبوة علیہ السلام تک فصیح عبارت  
 میں موزون کیا تھا۔ کہتے ہیں۔ آپ اپنے پیر ارادت کو اتنا دوست رکھتے تھے۔ کہ دوسرے صوفی آپ کو  
 دیکھ کر حرم کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ آپ کو بئی و مکانی مظاہر کے تبدیل شدہ حالات سے الہی صفات  
 کی تجلیات کا نظارہ کیا کرتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار کے بعد اولین عشرہ میں کوچ فرمایا۔

مصرع بادرو حش غریق بجر کرم :

یاد خواجہ کلان خواجہ و عبد سیدی

آپ مولانا خواجگی کا شانی کے فرزند رشید ہیں۔ آپ کو لوگوں کے دلوں پر تصرف اور ضمیروں  
 کی باتوں پر وقوف حاصل تھا۔ جس سال میں براق خان۔ سمرقند کا قبضہ چھوڑ کر بخارا کو گیا۔ اُس زمانہ  
 میں بہت سے علما۔ خان کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ ان خواجہ کو انواع واقسام کی خواہش سے

ادھ کمال عجز و انکسار کے ساتھ خان بخارا میں لایا۔ آپ کے طلسماتی سلوک کے کرشموں کو دیکھ کر توڑے  
 زمانہ میں ازراہ عقیدت بہت سے نیک منش اور درست عقیدت آدمی۔ خدا پرستی اور حق شناسی کی  
 ماہ راست پر آئے۔ اور صورتہ اور معنی سعادت حاصل کی۔ بالآخر جبری سنہ ایک ہزار چہ مین فرمان  
 طلب صادر ہونے پر۔ آپ ملک تقدس کو روانہ ہو گئے۔ خواہنگاہ بخارا۔ مصرع

باد و صہیب رہ جای رشت بہشت

یاوشیخ الہ بخش لمیتہور می

یہ ایک گانوں سے سازنگ پور مالوہ کا۔ آپ کی کرامتیں بالکل عیان تھیں۔ ایک شخص شیخ فریدی  
 لاؤ محمد باسر سرکینچی گجراتی کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے گجرات سے آکر اجین مالوہ میں گھر بنایا ہے۔ شیخ فریدی  
 ایک روز راقم کے سامنے بیان کیا ایک سال پانی برسے میں دیر ہوئی۔ باشندگان وہ۔ شیخ کے پاس  
 آئے۔ ہر کی طرح زار زار روئے۔ اور عدلی طرح نالہ و فغان کیا۔ اور مینک خواہش کی۔ شمار میں جتنے آدمی  
 آپ کے پاس گئے تھے۔ ہر ایک سے اپنے مٹھائی چاہی۔ لوگوں نے قبول کر کے فرمایش پدی کی  
 دور در انتظار میں گورے۔ پانی نہ برسا۔ آپ نے ایک خادم سے کہا۔ مجرم کی طرح رستی پانوں میں باندھ کر مجھ کو  
 گانوں کے گردا گرد گشت کراؤ۔ دور فریسا بھی کیا گیا۔ مگر آسمان کو آپ کے حال پر رونامین آیا۔ پتر اپنے  
 فرمایا۔ مینے غلط کیا۔ میں سنگساری کے لائق ہو گیا ہوں۔ قصہ کوتاہ مگر برابر ایک گڑھا کھودا گیا۔ آپ  
 خاک کے اندر اس گڑھا میں کترے ہوئے۔ اور لوگوں کو پکار کر فرمایا۔ کہ چھوٹے بڑے سب مجھ کو سنگسار  
 کریں۔ اہتمام سنگساری ہو ہی رہا تھا۔ کہ آپ کے دل میں یہ بات آئی۔ جو نادان اللہ تعالیٰ جل شانہ کے  
 کرم کی امید پر تکیہ کر کے لوگوں کو دشواری کے وقت میں بہتری اور آسانی کے وعدہ سے تسلی دیوے  
 اس کا سنگسار کرنا زیادہ آسان ہے۔ یا مینہ برسا دینا۔ یہ بات ہنوز دل میں ختم نہیں ہوئی تھی۔ کہ آسمان  
 نے ابر سے پانی برسایا۔ اور کیتوں کو شادابی کی خوشخبری پہنچی۔ کتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد اپنے  
 پگڑی سو رہنیں باندھی۔ اور عورتوں کے لباس میں زندگی گزار دی۔ جب تک زندہ رہے۔ آپ کی خواہنگاہ  
 وہی گانوں سے جس میں رہتے تھے۔ مصرع بکام اور سز و بازان رحمت پ

یاوشیخ علاء الدین ثانی مجذوب

آپ کی گفتار۔ غیبی علوم کا رسالہ۔ اور آپ کی زبان لوح محفوظ کی مترجم تھی۔ زاد بوم تھسا سرہ ہے جو

احمد آباد گجرات کے توابع میں سے ہے۔ کتے ہیں۔ آپ کو آئی جذبہ نے ایک بار لگی آلیا۔ اپنے وطن سے اجمیر میں آئے۔ اور چند سال اُس شہر کے اندر حالت چہر میں گزار کر گوالیار پہنچے۔ چند روز یہاں کا بھی تماشا کر کے دارالخلافت اگرہ کو چلے گئے۔ جو ذی احتیاج لوگ آپ کی خدمت میں حاضر آتے تھے۔ اُن کے ضروریات پر آپ کو علم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ بغیر عرض حال کے ہوئے۔ ہر ایک شخص اپنے مدعا کا جواب آپ کی تقریر سے پالیتا تھا۔

آپ کے خادم شیخ نظام کا بیان ہے۔ تاریخ ساتویں جمادی الآخر۔ اور ہجری سنہ ایک ہزار ایک تھا۔ کہ جب ہمارے زمانہ کے سپہ سالار میرزا عبدالرحیم خانخانان ابن ہریم خان خانان منگل گجرات چل کر خداوند قلعہ کبیر شاہ کی ملازمت میں بمقام دارالسلطنت لاہور حاضر ہوئے تو حکم ہوا۔ کہ ایک کثیر لشکر اپنے ہمراہ لیکر صوبہ تہہ کی فتح کے واسطے کوچ کریں۔ یہ حال شکر میرے دل میں آیا۔ کہ صوبہ تہہ میں بہت سے خدا شناس حق پرست اور ایزد دوست لوگ تھے۔ اور نیراب ہیں۔ کیونکہ فتح کی صورت پیدا ہوگی۔ ہنوز اس خیال کی تصویر ذہن میں پورے طور پر منعکس ہونے ہی نہیں پائی تھی۔ کہ اپنے خشم آلود نگاہ سے مجھ کو دیکھا اور بہت سی نیکی وضع کی تصنیف کی ہوئی گالیوں کا خلعت عطا کیا۔ اور فرمایا۔ تو کون ہے جو تجھ کو بزرگوں کے قرار دے رہا ہے۔ اور خطا کے ساتھ راے زنی کا منصب حاصل ہو۔ مالک تہہ علارالدین ہے۔ اور سپاہ بیجانے والا اُس کا برگزیدہ دوست ہے۔ ایسی خوبصورتی کے ساتھ فتح کا چہرہ نمایاں ہوگا۔ کہ اس سے بہتر شکل کسی کے بھی تصور میں نہیں آسکتی ہے۔ چنانچہ آپ نے جیسا فرمایا تھا۔ ویسا ہی ظہور پذیر ہوا۔ اسی طرح جب سپاہ نے دکن کی فتح کے واسطے عزم کیا تھا۔ تو اپنے خوشخبری دی تھی۔ کہ گالاند قلعہ اس دفعہ میں ہمنے تمہارے واسطے فتح کر دیا ہے۔ اُس قلعہ کو تم بے تامل دیکھ لو گے۔ بالآخر ایسا ہی ہوا۔ قلعہ سے مراد احمد نگر پانچت دکن ہے۔ اس قسم کی باتیں شیخ نظام کے نزدیک بہت سی تھیں۔ مگر اُس نے چند بیان کیں ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ کے بعد آپ آسمان کی جانب تیاری کر گئے۔ حدود اگرہ میں قبر ہے۔

مصرع علم حق جو ہر زبان شس بود

یاد شیخ بابو جیوا بن شیخ جیو

آپ کی زراہ پوم پٹن ہے۔ اور مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری کی نسل سے ہیں قدس سرہم کتابی علوم اور ایرونی عرفان آپ کو کمال کے درجہ پر حاصل تھا۔ شہر پٹن کے اکثر طبیبان علم نے آپ کے



دس میں تحصیل کی ہے۔ آغاز جوانی میں آپ شیخ یعقوب چشتی نروال کے روضہ پر متولی تھے جو شیخ برہان الدین دولت آبادی کے بزرگ خلیفہ ہیں۔ بعض کے نزدیک آپ کو خرقہ خلافت شیخ نظام الاولیا قدس سرہ سے ملا ہے۔ شیخ برہان غریب اللہ کے ساتھ بہت کچھ لگانگت اور ہمدمی تھی۔ اور اسی شہر میں خواجگاہ بھی ہے۔ ۶۷ گاہ کے اندر مشائخ گجرات کا طریقہ ہے۔ کہ زنبیلین ریشمین اور زرین کپڑے سے منڈھ کر اور وہ النوع و اقسام کے حلوے اُن میں بہر کر سر بہر کرتے ہیں۔ اور وہ زنبیلین بزرگان دین و دولت میں تقسیم کرتے ہیں۔ مگر آپ نے اُن ظروف کو بینوا اور ویشون پر تقسیم کیا۔ دوسرے مجاہدوں کو جن کو توہین سے اس کے بدل میں نذرین ملتی تھیں۔ یہ بات ناگوار گزری۔ اور خشم آلودہ گفتگوئیں کیں۔ آپ ان لوگوں کی ناموزون تقریر سے دل تنگ ہوئے۔ تمام تصرف اور تولیت انہیں ارباب غرض پر چھوڑ دی اور خود گوشہ اختیار کر کے باقی ماندہ عمر توکل اور تسلیم میں گزار دی۔ ہجری سنہ ایک ہزار چہمیں عالم صورت سے ملک معنی کو سامان زندگی باندھا اور چلے گئے۔ مصرع از خود گستن و بتو پیوستم یکے ست

### یاد سید تاج الدین قادری نروال

آپ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی کی نسل سے ہیں قدس سرہما آپ ایک پیر سال خورد۔ اور صحاح ستہ حدیث کے حافظ تھے۔ کہتے ہیں۔ اُن ایام میں جاگیر دار سرکار سید محمود بارہ کے بیٹے۔ سید تقی تھے۔ بڑے عارف پرست اور درویش سیرت آدمی تھے اپنے سید قاسم کو ہجری سنہ ایک ہزار سات میں کھلا بھیجا تھا۔ کہ ان دو تین روزوں میں تاج الدین واپس سفر کر جاوے گا۔ معلوم رہے جب تیسرے روز شام کے بعد اپنے عالم بقا کا غم کر کے جہان فانی کو رخصت کیا۔ تو جن صاحبوں نے پیغام سنا تھا۔ اُن کو حیرت ہوئی اور روئے۔ آپ کے چار لڑکے تھے۔ جمال۔ احمد۔ اسحاق۔ اور ابراہیم سب چھوٹے کو خرقہ اور سجادہ سپرد کر دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ یہ میرا جانشین ہے خواجگاہ پٹن۔

مصرع تحت رحمت بادشاہک تلج دین  
یاد خواجہ کلان ابن مولانا خواجگی

آپ کے بیان کی اکسیر میں معانی کا نرخ اور حیثیت بڑھانے کے خواص۔ اور آپ کی صورت کے دیدار میں ربانی مشاہدہ کے احکام پائے جاتے تھے۔ طالبان خدا کی رہنمائی کے واسطے بلج میں خوش وقتی کے ساتھ آباد تھے۔ کہتے ہیں۔ جب عبدالمدخان نے بلج کو اپنے بیٹے عبدالمومن سلطان کی

جاگیرین نام زد کیا۔ تو عبدالمومن سلطان کا یہ حال تھا۔ کہ دولت جوانی۔ اور جوانی دولت سے مدہوش  
 تھا۔ گوشہ گزینوں اور خاک نشینوں کے ساتھ متانہ سلوک سے پیش آتا تھا۔ اور امتیازی منش کو  
 معزول کر کے۔ سب سے اپنی تعظیم اور تسلیم کراتا تھا۔ اس عام بلوے میں خواجہ سے بھی مثل دیگران فروتنی چاہی  
 اپنے تعمیل نہیں کی۔ اس سبب سے غصہ ہو کر حکم دیا۔ کہ فلان شخص سلطان قلمرو سے باہر چلا جاوے۔ اپنے  
 بلا ادا وہ تاشقند میں جا کر سامان اقامت رکھ دیا۔ جب عبدالمومن سلطان نے تاشقند بھی فتح کر لیا۔ تو  
 خواجہ باجارت سلطان پیر بلخ میں چلے آئے۔ میر فروغی اشرف کہتے ہیں میں اس دفعہ کی بازگشت  
 میں آپ کی خدمت سے مستفید ہوا تھا۔ ریاضت کی جان گدازی سے تن بالکل گملا ہوا۔ اور صورت مطلق  
 ناخوش ہو گئی تھی۔ جب کسی طرف کا ارادہ ہوتا تھا۔ تو ڈولی میں بیٹھ کر جایا کرتے تھے۔ جو شخص چند روز آپ کی صحبت  
 میں بیٹھ گیا۔ اس کا کام خیر و خوبی کے ساتھ انجام پا گیا۔ آپ کے دیدار سے بہت کچھ اکی فیض لوگوں کی ہونگے  
 کو نصیب ہوتا تھا۔ ہجری سنہ ایک ہزار سات تو۔ کہ روحانی عالم قدس کو روانہ ہو گئے۔ میں نعش پر  
 حاضر ہوا۔ اور تعمیل وصیت آپ کی قبر بلخ کے شوقیا محلہ میں آپ کی خانقاہ کے اندر تیار کی گئی۔

مصرع معبد اور وصف جاوید شد

یاد شیخ لا وجیو سندھی

آپ باعتبار صورت مقید۔ اور باعتبار معنی آزاد تھے۔ چونکہ آپ کا حجر دربان پور میں مسج العلو  
 کی جامع مسجد کی شمالی دیوار سے ملا ہوا تھا لہذا راقم گلزار کا گریہ اس طرف وقتاً فوقتاً ہوا کرتا تھا۔ سامان  
 خانہ داری میں سے کوئی چیز اس گھر میں مطلق نہیں پاتا تھا۔ کبھی پُرانا بوریا ہی بچھا کر رات کو اس پر سو جایا  
 کرتے تھے۔ آپ حسن فروش معشوقوں کی محبت سے دل باز نہیں رکھ سکتے تھے۔ ہمیشہ نظر بازی کا  
 بازار گرم رکھتے تھے۔ کافی سندھ کے مقبول ماگوں میں سے ہی۔ آپ ہمیشہ گانا سنا کر سننے والوں  
 کا دل چین لیا کرتے تھے۔ کم و بیش ستر سال کی عمر پائی۔ اور اپنے تئیں اسی طرز کے ساتھ کم و بیش ہجری  
 سنہ ایک ہزار سات تک پہنچا کر آنجہانی ہونے کا ارادہ کر دیا۔ خواجہ نگاہ حدود برہان پور کے اندر  
 شیخ ابراہیم سندھی کے روضہ منورہ کی ہمسائیگی میں۔ عادل پور کے راستہ پر مصرع

روضہ اش بزم گاہ رضوان باد

## یاد بابا بہرنگ

آپ ایک شیرین مجذوب اور رنگین دیوانہ تھے۔ آپ کے حرف اور حرکات کی ہوا سے خوشی پیدا ہوا کرتی تھی۔ اور آپ کے شگفتہ دیدار کو دیکھ کر غمگینی سا مان باندھ جاتی تھی۔ آپ کی تعریف کی شرح ختم نہیں ہو سکتی ہے۔ لہذا کسی قدر حالات لکھتا ہوں۔ پرگنہ دہار کے ایک گانوں میں آپ ایک مقدم کے بیٹے تھے ایک بار گی آپ کو عقل کو دینے والا ایک جذبہ پیدا ہوا جس نے خان ومان کے آوارہ کر دیا۔ آپ منڈو (مانڈو) میں آئے۔ قلعہ کی ہوا کچھ ایسی خوش گوار معلوم ہوئی۔ کہ آپ کی رفتار کے پانوں میں زنجیر پڑ گئی تمام دن کو چہ و بازار میں سیر کرتے۔ اور گاتے پیرا کرتے تھے۔ اور تمام رات ایک حلوائی کی دوکان کے گوشہ میں سر زانو سے حیرت پر رکھے ہوئے۔ دن کر دیا کرتے تھے۔ آپ کی ایسی برکت تھی۔ کہ دنیا وی دولت مند ہی حلوہ فروش کے حق میں۔ شیرین کام ہوئی۔ ایک مدت تک اسی طریقہ پر بسر کی۔ منڈو (مانڈو) سے بیس کو س فاصلہ پر شہر قی سمت میں کوہستان جیت پور ہے۔ اس کوہستان سے حمیر نام ایک زمیندار نے ہجری سنہ نو سو پچانوین میں حوالی شہر کو شاہی لشکر سے خالی دیکھ کر بوٹنے کا موقع پایا۔ ایک رات اُس نے کیا کیا۔ دو سو سوار۔ اور ہزار پیادے قلعہ کے اوپر چڑھا دیئے۔ اور خود ایک اور جماعت لیکر ملک کے طور پر نیچے قلعہ کے کٹرا ہو گیا۔ کوچہ میں گمنے اور ہمارا ہون کے مقابل ہونے کے وقت بابا کو چیر دیا۔ بابا نے پکار کر کہا۔ شہر والو۔ آرام سے رہو۔ سحرانی لوگ۔ لاتوں میں اڑ گئے۔ یہ بات ان جناتیوں کو ناگوار معلوم ہوئی۔ ان میں سے ایک سگ طینت شخص نے تلوار نکال کر چند زخم بابا کو لگائے۔ آپ نے کشادہ پیشانی سے ان زخموں کو برداشت کیا۔ جب قدم آگے بڑھایا۔ یکایک تیروں کی شیشپ۔ اور تلواروں کی چاکا چاک کی آواز ایسی کثرت سے سننے میں آئی۔ کہ کان بہر گئے ناچار یہ لوگ ہباگ کر پریشان ہوئے۔ اکثر ان اجل رسیدوں کو صبح کے وقت پہاڑوں میں اور دیرانوں میں بدون زخم تلوار اور تیر کے مردہ پایا۔ کتر لوگ پائین قلعہ تک نیم جان گئے۔ اور یہ گوشمالی دیکھ کر خود حمیر زمیندار کے ہاتھ میں باگ اور رکاب میں پانوں نہ تھا۔ بلکہ کئی آدمی اُس کو دائیں بائیں سے گولوں کے اوپر تھامے ہوئے تھے۔ بالآخر چند روز زندہ رہا۔ لیکن ہوش میں نہیں آیا۔ اور بابا نے ہی یہ اجازت نہیں دی۔ کہ زخم پر پٹی باندھی جاوے۔ یا مہم کا پایہ رکھا جاوے۔ اس سبب سے

چند روز میں زخموں کے اندر کیڑے پڑ گئے۔ جب کوئی کیڑا زمین کے اوپر گر پڑتا تھا۔ تو آپ اس کو اٹھا کر  
 بستور اس کی جگہ رکھ دیتے تھے اور ایوبی طریقہ لوگوں کو دکھاتے تھے۔ المقصدہ اسی طرح پر زندگی گزارتے  
 تھے۔ ایک سال بعد وہ زخم مندمل ہوئے۔ اور تندرستی حاصل ہو گئی۔ آپ کی اس قسم کی بہت سی  
 خرق عادات راقم کے علم میں موجود ہیں۔ لیکن اس گلزار میں گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے  
 تختہ ہائے چمن تنگ ہیں۔ ہجری سنہ ایک ہزار سات میں آپ طبیعت کے تنگ و تاریک  
 کوچہ سے۔ حقیقت کی نزہت گاہ کو روانہ ہوئے منڈو میں قبر بنائی گئی مہر مع

عقل کل ہم دم جنونش باد

یا وحکم عثمان

۲ آپ کے پدر بزرگوار کا نام شیخ عیسیٰ ابن شیخ ابراہیم صدیقی ہے رحمہم اللہ زاد بوم موضع  
 بوبکان جو سیوستان سندھ کے مصنفات میں سے ہے۔ خواہ گاہ علاقہ خاندیس کا ایک گاؤں  
 آپ متداولہ علوم۔ اور حکمیہ فنون کے اندھا ستا وقت تھے۔ آپ کے علوم نقلی میں طراوت اور تازگی۔ اسوۃ معلما  
 قدوة الاولیاء۔ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی اور قاضی محمود مورپی کی شاگردی سے پیدا ہوئی تھی۔ اور آپ کے  
 علوم عقلی کے خزانوں میں بہت سے جواہرات۔ خلاصہ فرزند ہان شیخ حسین بغدادی کی شاگردی سے  
 جمع ہوئے تھے علماء زمانہ میں سے کوئی عالم ہر ایک فن کے مباحث اور مسائل کی تحقیق اور دقیقہ شناسی  
 میں آپ کے رتبہ کو نہیں پہنچا راقم گلزار چند ہیئتہ اور حکمت کی کتابوں میں آپ کا شاگرد ہے۔ شیخ سراج محمد  
 بنبانی کے بیٹے قاضی نصیر الدین شیخ صالح سندھی جو استاد کے داماد کے مشہور ہیں قاضی عبدالسلام  
 سندھی جنہوں نے مختصر وقایہ پہ ایک شرح لکھی ہے۔ جو تمام جزئیات روایات کو شامل ہے۔ اور شیخ  
 یوسف بنگالی کے داماد میان سکھ جی۔ یہ بھی سب آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ کے حالات اس طرح پر ہیں۔ ہجری سنہ نو سو تراسی کا آغاز۔ اور محمد شاہ ابن مبارک شام  
 فاروقی خاندیسی کا زمانہ تھا۔ کہ آپ گجرات سے براہنپور میں آئے۔ حاکم نے آپ کی تشریف آوری کو مبارک  
 سمجھ کر عزت و توقیر سے رکھا۔ اور درس و فتوے کے عالی منصب کی رونق آپ کے نام زد کرنے سے جو چند  
 کی۔ ستائیس سال تک آپ نے درس دینے اور فتوے لکھنے سے لوگوں کو فیض یافتہ و پونچایا۔ المقصدہ  
 ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ کی فصل خریف میں اپنے وظیفہ کے موضع میں۔ جو خاندیس کی سرحد پر تھا۔

بزرگ سکونت چلے گئے۔ جب گائون میں پہنچے۔ تو خداوند اقلیم اکبر شاہ کا شکر آنے کی خبر سننے میں آئی۔  
 برمان پور کو لوٹنا مصلحت نہ دیکھا۔ بلکہ چند روز جنگل کی ہی بو دو باش بلی معلوم ہوئی۔ ناگاہ اسی سال کے  
 ماہ شعبان میں چورون کا ایک گروہ جن کو ہندوستان وائے کوئی کہتے ہیں۔ صبح کے وقت ننگی تلواریں کھینچے ہوئے  
 اور نیزے ہلاتا ہوا۔ آپڑا۔ آپ مع ستر کس قریب ترین عزیزوں کے۔ جو حسب و نسب سے آراستہ اور میدان  
 علوم کے پہلوان تھے۔ شہید ہوئے۔ اور خون میں بہری ہوئی جاننازین ان کے کفن ہوئیں۔ شیخ شکر محمد عارف  
 فرمایا کرتے تھے۔ حکیم کی مثل سکون و آرام کے ساتھ نماز گزار۔ مجکو بس حکیم ہی نظر آئے۔ اور حکیم ہی فرمایا کرتے تھے  
 کہ میں اعتقاداً شیخ شکر محمد عارف کا گرویدہ اس سبب سے ہوا ہوں۔ کہ میرے استاد قاضی مور پی  
 ان کے مرید ہیں۔ سچ القلوب کہتے ہیں۔ میرے عم مکرم شیخ طاہر یوسف ہمیشہ کہا کرتے تھے جیسی  
 شکستگی خاطر۔ خوشی۔ عاجزی۔ اور گناہی۔ نامی حکیم کی ہے۔ ایسی بیٹے عالمون میں سے کسی کی  
 بھی نہیں دیکھی ہے۔ کیونکہ علم کی مدہوشی ایک بڑا امتحان ہے۔ دیکھا چاہیے۔ علوم کی مجلس کے بیٹھنے  
 والوں میں سے کس کو ہوشیاری قلب نصیب ہو۔ چالیس سال کے اندر کسی کے گمراہی نہیں کیا۔  
 کمال بہ ہوشیاری کے ساتھ زندگی بسر کی۔ آپ کی تصنیفات بہت سی ہیں منجملہ ان کے تفسیر قاضی بیضاوی  
 کا حاشیہ۔ اور بخاری کی شرح۔ یہ دو کتابیں۔ نہایت مشکل نما۔ اور دشوار کشا ہیں مصرع

شربت دیدار خواہم بشکند پر پیہ نژاد

یا دخواجہ اسحق ابن مولانا خواجگی

آپ مسیحانی معجزات میں جان ڈالنے والے۔ اور ظاہر و باطن دونوں عالمون کے علم سے  
 واقف تھے۔ خرقہ خلافت اور نامہ اجازت پدربزرگوار سے ملا تھا۔ اور بزرگ داماد مولانا لطف اللہ کے  
 فیض ہم نشینی سے گویا معرفت کا خزانہ حاصل ہو گیا تھا۔ جو شخص آپ کے پاس ایک دم کو بھی بیٹھ گیا  
 کامیاب ہو کر اٹھا۔ آپ کی کام بخشی کی چادر۔ ایسی موزون قطع کی گئی تھی۔ کہ ہر ایک شخص کی استعداد کے  
 قدر ٹیک آجاتی تھی۔ کہتے ہیں۔ آپ کی رہنمائی کے زمانہ میں چند روز بعد جب آپ دشت قباق کا گشت  
 اور تماشا فرما رہے تھے۔ اُس وقت اُس جنگل کے باخندے۔ اور پرگنات کے ترک جنگل کے جنگل۔ کفر  
 کی گھاٹیوں سے نکل کر اسلام کے دارالسلام میں داخل ہوتے جاتے تھے۔ اور بہت سی خرق عادات  
 آپ کے اقوال اور افعال سے ظہور پذیر ہوتی تھیں۔ جیسے بیمار کی تندرستی۔ نابینا کی بینائی۔ جذام

اور برص سے صحت یابی۔ خلاصہ کلام یہ کہ آپ کے موثر دم سے عیسوی معاملات اُن شہروں کے لوگوں پر ظاہر ہوتے تھے۔ چونکہ انسان اس شیوہ پر فطرۃً دل داوہ ہوتا ہے۔ لہذا آپ کی بزرگی کا اعتراف کر کے رونق اسلام کے واسطے کوشش کام میں لائے۔ اور خواجہ سے پیشوا اور معلم کے لئے التماس کیا۔ اس بنیاد پر اپنے صوفیوں کی ایک جماعت کو اُس ملک میں مقرر کیا۔ جب رہنمائی اور تعلیم اسلام کی رونق دن دردن بڑھتی گئی تو فرمان رواے کا شعر محمد خان ابن عبدالکریم خان ابن عبدالرشید خان ابن تعلق تیمور خان آپ کا مرید ہوا۔ اور کافی اور آبی سنگ لیشب کا حاصل مع دیگر فتوحات کے آپ کے خاتقا و نشینوں کے نام سے سال در سال نام زد کر دیا۔ خواجہ نے بھی خان کی آرزو قبول فرما کر دیوانہ اختر نامی شخص کو جس کو مستی اٹھ ستوری دونوں حاصل تین۔ کا شعر میں بھیجا کہتے ہیں جب دیوانہ اختر کو جذبہ کا جوش اور دیوانگی کا متوج ہوتا تھا۔ تو اُس وقت میں اُس ملک کے باشندوں میں سے اگر کوئی شخص انکار کا خیال بھی ضمیر میں لاتا تھا۔ فوراً زمانے سے اُس کو گوشمالی ملتی تھی۔ عبدالملک خان فرمان رواے ایران و توران عبدالملک خان اوزبک کا بیٹا تھا۔ ہجری سنہ ایک ہزار چہمین بلا وجہ۔ حکم کی تیرگی نے اسکی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ کہ اس نے خواجہ کو سمرقند سے نکال کر بلخ میں جانے کی اجازت دی۔ آپ ہمیشگی سے کام لیکر تھوڑا تھوڑا چلتے تھے۔ ہمارے ہوں نے سستی رفتار کی مصالحت دریافت کی۔ جو اب ہمارے معاودت سمرقند کو عنقریب ہے۔ لہذا دور کیوں جانا چاہیے۔ ہنوز باقی راستہ قطع نہیں ہونے پایا تھا۔ کہ عبدالملک خان کے مارے جانے کی خبر پہنچی۔ اسی منزل سے اپنے وطن کا رخ کیا۔ اور دو سال بعد ہجری سنہ ایک ہزار آٹھمین عالم شہادت کے سمرقند سے غیب کے مہر کو معاودت فرمائی مصرع سیرت جان بخش عیسیٰ صورت اسحق ماست و

## یاد شیخ عثمان ابن لادن قریشی

آپ راقم کلزار کے ہمسایہ۔ اور شیخ فضل اللہ حسین حشیتی کے مرید تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد کے سپاہی تھے آپ تیس سال کی عمر کے بعد۔ اسباب سے ہاتھ دھو کر گھر کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ سوال نہیں کیا۔ وظیفہ نہیں لیا۔ بدون وہمان درویش کے بقرہ نہیں اٹھایا۔ ہر روز کوشش کر کے کسی نامراد کو پیدا کرتے تھے۔ راتوں میں نہایت سوز و گداز کے ساتھ بہت سی نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ جمعہ کی رات کو ایک دامن بہر غلہ خرید کرتے تھے اور چاروں طرف درود پڑھتے ہوئے لوگوں کو

تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ جب غلہ تمام ہو جاتا تھا۔ تو اپنے گھر کو لوٹ آیا کرتے تھے۔ اور یا دھن میں مشغول ہو جاتا تھے۔ جب تک گوشہ گزین نہیں ہونے تھے تب تک بہت سے مجذوبوں اور سالکوں سے ملتے تھے جیسے شاہ منصور مجذوب برہانپوری۔ شاہ تاجو۔ اور پیر باجو منڈوی جب کیفیات کا بیان شروع کرتے تھے تو صدرالذکر اصحاب میں سے ہر ایک کی دل ربا نقلیں سنایا کرتے تھے۔ ہندی طرز کا گانا خوب جانتے تھے۔ آدھی رات کے وقت اپنے حجرہ میں تنہا۔ دل آویز راگ سے وردناک چیزیں گایا کرتے تھے۔ سننے والوں کو گویا داؤدی ولایت کا پیغام پہنچتا تھا۔ جب پیری آپو پنچی۔ تو گانا چوڑا دیا تھا۔ لیکن مجلس سماع میں جانے سے پانون نہیں روکا۔ اسی طرح پچاس سال تک عمل درآمد رکھا کم و بیش اسی سال کی عمر پائی۔ ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ میں عالم صورت سے ملک معنی کو روانہ ہوئے۔

منڈو (مانڈو) میں قبر بنائی گئی۔ مصرع رحمت حق نثار روحش بادو

### یاد شیخ ابو الفتح ابن جمال لدین

آپ کی۔ عباسی۔ اور قادری ہیں۔ ہر ایک قسم کے فضائل اور کمالات سے خود ہی مستفید تھے اور لوگوں کو بھی فائدہ پہنچاتے تھے۔ غوث الاعرف اگیلانی کا خرقہ حاضر آپ کو پہنچاتا۔ وہ پستہ اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ زاد بوم شروان ہے۔ مکہ معظمہ میں بہت رہے تھے۔ اسوے کی کر کے مشہور ہوئے۔ سیاحی و اطراف زمین کی کیفیات معلوم کرنے کا شوق آپ کو پیدا ہوا۔ اس نے آپ کو وطن سے نکال کر براہ خشکی۔ ہند کی طرف متوجہ کیا۔ جب آپ سندھ کے کنارہ پہنچے۔ تو ایک پیکر پست کو میر کج پر پایا۔ یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ اور کہا جس ملک میں اسلام والوں کی عنان اختیار۔ دوسری قوم کے ہاتھ میں ہو۔ ابو الفتح کا اُس ملک میں رہنا موزوں نہیں ہے۔ لہذا قندھار کو لوٹ جانے کا عزم فرمایا۔ اُن ایام میں فرمان روا کے اقلیم۔ سلطان۔ سکندر لودی۔ ملتان کے اطراف میں تھا اُس کو خبر ملی۔ کہ ایک پرہیزگار دانش مند آدمی۔ سندھ کے ملک میں آیا تھا۔ اور وہ فلان سبب سے لوٹا جاتا ہے۔ ایک عریفہ آپ کی خدمت میں بیجا۔ جس میں طرح طرح کی خوشامدین اور آرزوئیں۔ دوح کی تھیں اور دار الخلافہ آگرہ کی طرف آنے کے لئے عرض کیا۔ شیخ نے نصیحت کی نیت کر کے معاودت فرمائی جب آپ کی ملاقات ہوئی۔ تو سلطان نے جو کچھ لکھ کر بھیجا تھا۔ اُس سے دو چند زیادہ عاجزی اور محبت کے ساتھ پیش آیا۔ اپنے فرمان روا کی دوستی کے سبب سے قیام کا ارادہ کر لیا۔ کہتے ہیں

ایک دولت مند شخص نے اپنی بد باطنی سے آپ کے خط کے مشاہدہ سے ایک خطا - ایک دشمن سلطان کے نام کھٹکلا س طرح بیجا کر اہمارہن کے ہاتھ جا پڑا - جب وہ نوشتہ - سلطان کے حضور میں پیش ہوا - تو سلطان نے شیخ کے پاس بیٹھ کر کسی قدر گدگد کیا - آپ نے جواب دیا - ابو الفتح ایسا نہیں ہے - کہ ایسی تالائق تحریر سے اپنے قلم کو ملوث کر کے دل آزاری روار کے - حکم خداوند تعالیٰ سے مفتری شخص جلد اپنے کیفر کو وار کو پونج جاوے گا - کہتے ہیں - ایک ہفتہ نہیں ہونے پایا تھا - کہ اُس نابکار کا ہاتھ ایک ایک مست اونٹ نے اس طرح چاب ڈالا - کہ بیکار اور خشک ہو گیا - نیز یہ بھی کہتے ہیں - جس وقت ظہیر الدین بابر شاہ ہند میں آیا - تو سلطان ابراہیم نے اُس سے لڑنے کے واسطے فوج میدان میں نکل - اور یہ بھی حکم دیا - کہ تمام قلمرو کے فقرا اور فضلا بھی - جو خبیث لشکر میں ہمراہ ہیں - سید رفیع الدین صفوی اور نیز دیگر بزرگوں نے کوچ کیا - آپ بھی بادل ناخواستہ ہمراہ لشکر ہوئے - جب دہلی میں پہنچے ایک ہفتہ پچھلی دو نمازون کے درمیان ایک صحن کے اندر آپ ٹل رہتے - ایک بارگی مغرب کی سمت سے آپ عجلت کے ساتھ لوٹے ایک شخص نے جو وہاں کھڑا ہوا تھا - یہ لوٹنا بے سبب سمجھ کر دریافت حال کیا - فرمایا اس طرف سے خدائی آفت اور ازلی آشوب اس لشکر کے اوپر نام زد ہے - لہذا باگنا واجب ہوا - دو سہ روز صبح کے وقت یاروں کو آگاہ کر کے خود آگرہ کی طرف چلے آئے - جب شکر بانی پتہ میں پہنچا - تو بڑی بیماری لڑائی ہوئی - سلطان ابراہیم مارا گیا - اور بہت سی فوج - اور فوج کے سوا دوسری مخلوقات بھی ضائع ہوئی آپ نے واپسین ہفتے تک ایک سو چونتیس سال - طالبان خدا کی رہنمائی کی - تاریخ بائیسویں شعبان ہجری سنہ نو سو تریس کو آپ خاک آگرہ کے سپرد کر دئے گئے - سید رفیع الدین محدث نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی - مصعب رحمت حق باد بردوش و شاہ

## یاد شیخ داؤد براری

آپ کی زاد بوم موضع بورد کام میں ہے - جو خاندیس سے سات کو س شمالی سمت میں قلعہ آسیر کی طرف واقع ہے - سپاہی کے لڑا کے تھے - جوانی میں توفیق ہوئی - سپاہگری اور اسباب نوکری ترک کر دئے - سواے نیزہ کے - کہ عصا کی جگہ ہاتھ میں رکھا کرتے تھے - اور تیر و کمان اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیتے تھے - رسمی ارادت کسی رہنما کے ساتھ نہیں تھی - اولیہ فیض - آپ کے حالات سے عیان تھا - جذبہ اور سلوک کے درمیان میں ایک حالت بنی رہتی تھی - آغاز سخن -



ہوش کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور اخیر میں کلام کے اندر منتشر پیدا ہو جاتا تھا۔ لیکن خشم آلود باتوں سے جلد پر جاپا کرتے تھے۔ اور مہربانی کرنے لگتے تھے۔ لوگوں کے منے سے اور آبادی سے بہا گتے تھے اور عمر تنہائی کے ساتھ صحرا میں گزارتے تھے راقم تذکرہ کے استاد سید شاہ محمد کے ساتھ دوستانہ پیش آتے تھے۔ اور شیخ بہکاری کے بیٹے شیخ جمال سے بہت ملتے تھے۔ کیونکہ شیخ کا گھر آپ کے جنگل سے نزدیک تھا۔ راقم کی مصاحبت سے بھی خوش ہوتے تھے۔ اور خدمتوں کی فرمائش کر کے۔ راقم کو احسان مند فرماتے تھے ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ میں جسمانی جاگیر آپ کی تبدیل کر دی گئی۔ اور روحانی پرگنہ جاگیر میں دیا گیا۔ مندر (مانڈو) کے اندر بابا بزرگ کی ہمسائی میں خواہگاہ ہے۔ مصرع باد جانش میں باغ ارم۔

## یاد شیخ کمال

آپ شیخ ابراہیم ابن شیخ جمال کے بیٹے ہیں۔ یاد شیخ جمال سر غزل دیوان ولایت۔ اور سر دفتر اہل ہدایت شیخ نعمان آسیری کے پوتوں میں سے تھے۔ ابتداً ابتداً میں مسیح القلوب مظلمہ کے ساتھ اویس نسبت رکھتے تھے۔ جب ہجری سنہ ایک ہزار نو میں عرش آستانی اکبر شاہ نے خاندیس پر شکر کشی کی تھی۔ اور فرمان رواے خاندیس مسیح القلوب کو برہان پور کے قلعہ آسیر کے اندر لے آیا تھا۔ تو اس اثنائے میں اویس منزلت (شیخ کمال) ملازمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور ظاہر ظہور ہی تلقین سے حصہ پایا۔ اسی سال کے اندر آپ کی روح قدسی کا لبد کے عنصری حصار سے نکل کر لامکان کی نزہت آباد کو کشادہ پیشانی کے ساتھ چلی گئی۔ اور ایسی خوش دلی کے ساتھ دوش بدوش گزر گئے۔ کہ جیسی خوش دلی قیدیوں کو آزادی کے بعد ہوتی ہے۔ خواہگاہ۔ قلعہ آسیر کے دامن میں مصرع زندان جہنم بشکن و بکشادہ جنت

## یاد شیخ ضیاء الدین چشتی

آپ کا نام اسمعیل۔ اور زاد بوم قلعہ گو ایار ہے۔ قصبہ دوسر (مندسور) میں گوشہ نشین تھے۔ اپنے سلطان ابراہیم لودھی کا زمانہ لڑاکپن میں پایا تا پندرہ برس کی عمر تھی کہ سید رضی ابن صفی حسینی سوانیہ کی خدمت میں پہنچ کر آداب ارادت بجالائے۔ سید رضی حضرت غوث الاولیاء کے خلفا میں سے تھے۔ بہت تھوڑے عرصہ میں خلعت خلافت پاکر کامیاب ہوئے۔ آپ کے مکان کے پہلو میں ایک مسجد تھی۔ خلعت خلافت پانے کے بعد۔ اسی مسجد کی زمین میں حجرہ کے اندر حجرہ کوہود کر۔ کم و بیش نوے سال خدا پرستی۔ تن گدازی اور جان پروری میں گزارے ایک سو پانچ برس کی عمر تھی۔ کہ فرمان طلب

پونچا نہایت خوشی کے ساتھ تاریخ پندرہویں جمادی الثانی ہجری سنہ ایک ہزار نو کو سامان باندہ کر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے دیدار کے واسطے کوچ فرمایا۔ اسی سجد کے صحن میں قبر بنائی گئی۔ آپ کے چار لڑکے تھے۔ منجملہ ان کے شیخ حبیب نے بانٹینی کا جھنڈا کھرا کیا مصرع پیرانہ وصل دوست جوانی دیگر گت

### یاد قاضی عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ۔ صوبہ حاندیس کے قاضی القضاة۔ اور کتابی نقوش اللہ لدنی علوم کے عالم تھے۔ جب جوانی تھی۔ تو کتب متداولہ کا درس بہت دیا کرتے تھے بالخصوص علم تراتو میں بہت سے حافظوں کو فیض پہنچایا۔ جب ضعیفی نے آدبایا۔ تو تمام قیل وقال۔ اللہ لولاسلم کوناطر سے نکال پینکا۔ صرف پیر ہر دور کی عوارف۔ گلشن راز لایہی کی شرح اور بخاری کی شرح۔ ان کتب کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار نو میں عالم قدس کا سامان کو کے۔ جہان خاکی کو رخصت فرمایا۔ اور برہان پور میں ابدی خوابگاہ کے اندر آسائش کے تکیہ پر سر رکھا۔ بیت

باویرجان پاک جو سراو

رحمت حق و منت احمد

### یاد شیخ نظام رحمہ اللہ

آپ کو فرقہ خلافت سید ابراہیم بہکری سے ملا تھا۔ باوجودیکہ پیر کے دو بیٹے تھے۔ مگر انہوں نے اپنا جانشین آپ ہی کو کیا تھا۔ آپ متداولہ علوم۔ اور صوفیوں کی اصطلاحات خوب جانتے تھے تمام سال کتابت کیا کرتے تھے۔ اور جو کچھ اُس کا حاصل آتا تھا۔ وہ اپنے پیر کے عرس میں صرف کرتے تھے۔ شرح مواقف اور سطوں معانی پر حاشیہ یہی امی یہ دونوں کتابیں اپنی قلم کی لکھی ہوئی راقم گلزار کو ہجری سنہ ایک ہزار میں عنایت فرمائی تھیں ہجری سنہ ایک ہزار نو میں سہیلی سرسے کو رخصت کر دیا خوابگاہ برہان پور مصرع نظام ہر دو عالم روزش بادو

### یاد شیخ عبد الزاق طائی

آپ کی زاد پورم پٹن ہے۔ نوربان تھے۔ زہد و تقویٰ کا خلعت زیب بدن تھا۔ ناگاہ الہی جذبہ پیدا ہوا۔ اور یکبارگی خودداری جاتی رہی۔ جو لباس کہ بدن پہنچا۔ پارہ پارہ کر دیا۔ اس کے بعد لوگ آپ کا ستر عورت سوائے کفن کے نہ کر سکے۔ جب کوئی شخص عبد الزاق لکھ لکھتا تھا تو آپ غصہ ہوتے تھے۔ گالیان دیتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ زراق کہو۔ کیونکہ میں کسی کا بندہ نہیں ہوں۔

اور ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ رزاق۔ تم جب تک دو الہ کے ساتھ گرویدہ نہ ہو گے۔ حقیقی ایمان کی سرحد پر نہیں پہنچو گے۔ اور انہی معرفت کے کمال کا راستہ نہیں ملیگا۔ غالباً آپ کا مقصود دو الہ سے یہ ہے کہ بعض اصحاب الہ کو منزہ جانتے ہیں۔ اور بعض تشبیہ کے ساتھ کہتے ہیں۔ لہذا جو شخص جامع بین تشبیہ و التنزیہ نہ ہوگا۔ کامل مومن نہ ہوگا۔ اس بنیاد پر خدا پرستوں کی تین قسمیں ہیں۔ مشبہ۔ منزہ۔ اور جامع۔ اہل تشبیہ کا فرہین۔ ارباب تنزیہ مومن ہیں۔ اور اصحاب جمع صوفی ہیں۔ یہ بحث مفصل الحکم میں۔ اور فتوحات میں ایک دلپند وسعت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ اس صحرا کے پیاسوں کو اس عبارت کے چشمہ سے سیراب ہونا چاہیے۔ ہجری سنہ کچھ۔ اوپر ہزار میں آپ کی عمر کا زمانہ انجام کو پہنچ گیا۔ خوابگاہ زاوہوم ہے۔

## یاد شیخ تاج الدین

آپ شیخ مبارک الدین زکریا بن عیسیٰ دہلوی کے فرزند میں۔ بہت سے کمالات اور حالات حاصل تھے علم تصوف کچھ تو اپنے پدر بزرگوار کے نزدیک۔ اور کچھ شیخ مان السد پانی پتی کی خدمت میں پڑھتا تھا۔ شاہراہ طریقت کی روش میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا تھا۔ بالآخر یہ آرزو ہوئی۔ کہ عاجزون کے مہمات انجام ہو چکے ہیں۔ تگ دو کرنی چاہیے۔ اس واسطے عبا کا پہننا چھوڑ دیا۔ اور قبازیب بدن کر کے عرش آستانی اکبر شاہ کی چاکری کے واسطے کمر باندھ لی۔ اور عمدہ طور پر خدمات انجام دیکر مقبول مقربوں میں داخل ہوئے۔ یہ بالکل سچ ہے۔ بہت سے لوگ آپ کی بہت اور دسوزی کی بدولت تکلیفات کی پستی سے نکل کر۔ تو نگری کی اونچی سیڑھی پر چڑھ گئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ شریعت داغے۔ اور نیز جلی و خفی وحی داغے بہت سے پیغمبر۔ اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے ساتھ چاکرانہ سلوک کیا کرتے تھے۔ اس نیت سے۔ کہ عاجزون کا کام شاہنشاہ کے حضور میں یاد دلا کر اچھی طرح انجام کرادیں۔ اور ظلم کا دوہترہ کھائے ہوئے۔ اور شوکر کھا کر گرسے ہوئے لوگوں کی شکستہ دلی کو داورس کی خدمت میں عرض کر کے دستگیری کریں۔ ایک روز راقم کے مرشد بھی فرماتے تھے کہ درویش صورت مرد کو دنیاوی دولت مندوں کی ملازمت اس نیت کے ساتھ رو اسے کہ ارباب احتیاج کی مہم انجام دیوے۔ قطعہ

در خدمت کے نشاہم برای خویش  
غوثی کہ بہت خسرو وقت و گدا می خویش

سعی من از برے فرد ماندگان بود  
ہر کس کہ با کسان بنماید نیاز و نیاز

## یاد شیخ فیضی فیاضی

آپ کا نام ابو الفیض - اور باپ کا نام شیخ مبارک خضر ہے - زاد بوم تو آگرہ ہے - لیکن آپ کے عشیق کی کان بھنی ہے ہندی النفس نہیں ہے علوم متداولہ اور غریبہ کی تحصیل بدر بزرگوار کی شاگردی سے کر کے چودہ سال کی عمر میں کمال کے درجہ کو پہنچے تھے - فارسی شعر گوئی میں خسر و کا سوز - سعدی کی ملاحمت اور حسن کا حسن - تمام اہل زمانہ کے اوپر وقف کر رکھتا تھا - اور ملک الشعرا ہو گئے تھے - آپ کی بہت نے دنیاوی طمطراق کو لوگوں کی فیض رسانی کے واسطے بہم پہنچا کر لوگوں کے کام میں رکھا و باقی نہیں رکھتا - آپ کی طبیعت فطرۃً ایسی زکی تھی کہ رسمی علم کے لم ولا تسلیم کو حاصل کر کے کسی فن میں کوئی بات مشکل سمجھی ہی نہیں - آپ کی مٹھی تئید ستون کا خزا بخی - اور آپ کی زبان عاجزون کو سرمایہ دینے والی تھی - آپ ان صوفیوں میں سے ہیں - جو وحدت وجود کے مقرر ہیں - زمانہ کے ورق پر آپ کی بہت سی تصنیفات یادگار ہیں - یہ تصنیفات اس میرے بیان کی مستحکم دلیل ہیں -

منجد تصنیفات (۱) سواطع الالہام - ایک بے نقطہ تفسیر عربی زبان میں ہے - زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے - کہ ایسے مشکل کام کو مدت دو سال میں الحمد کے الف سے والناس کے سین تک انجام کو پہنچایا - اندازہ شناس طبیعت آپ کی دانش و بنیش کے درجہ کا قیاس تفسیر موصوفہ کے مطالعہ سے کسی قدر کر سکتی ہے (۲) موارد الکلم ایک رسالہ ہے غیر منقوہ طالعرب میں بہت کچھ عجیب و غریب باتیں اس رسالہ میں درج ہیں (۳) دیوان غزلوں اور قصیدوں کا بارہ ہزار بیت سے زیادہ ہی زیادہ ہے (۴) خمہ میں سے چار کتابیں تو یہ ہیں - (الف) مرکز ادوار (ب) نل ومن (ج) سلیمان بلقیس (د) رزم نامہ اور پانچویں کتاب رسالہ ہزار رباعی ہے (۵) لیلا واتی کا فارسی ترجمہ ہے - لیلا واتی ایک رسالہ ہے ہندی لغت کے اندر عالم حساب میں جو بہت کچھ غرائب اور عجائب کو شامل ہے -

چونکہ مدت سے اپنی طرف متوجہ ہونا - اور بوقلمون نفس کی معرفت کے واسطے سرگردان میں جبکائے رکھنا آپ کو پسند تھا - اور خاموش رہنے کو اور نیز ایزدی صفات کے اندر تفکر کام میں لانے کو گویائی اور باتیں کرنے پر ترجیح دیتے تھے - اس سبب سے منجد خمہ کے

پچھلی دو کتابیں باوجود شہنشاہی کوشش اور اہتمام کے انجام کو نہیں پہنچیں۔ شروع بیماری میں جو بازگشت اور تدارک مافات کا وقت ہے یہ رباعی کہی تھی۔ رباعی

دیدیں کہ فلک چہ زہرہ نسیہ نگی کرد	مخ دلم از نفس شب آہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمے درومی کنجید	تا نیم نفس برآورم تنگی کرد

اور اثنائے بیماری میں یہ بیت اکثر پڑھارتے تھے۔ بیت

اگر ہمہ عالم ہم آئیںد تنگ	بہ نشو و پایاں کے مورنگ
---------------------------	-------------------------

القصدہ راقم گلزار نے آپ کے کسی قدر حالات جو لکھے ہیں۔ سنے ہوئے نہیں ہیں۔ بلکہ ان حالات میں سے لکھے ہیں۔ جو معائنہ کر کر اور باس بہیکر معلوم کئے ہیں۔ اور نیز جو تحقیق ہوئے ہیں۔

### یاد شیخ برہان علوی

آپ شیخ وجیہ الدین احمد آبادی کے بہائی ہیں قدس سرہما گجرات سے برہان پور میں آ کر توطن اختیار کیا تھا آپ کی بہت سی انگلیان مٹھی باندھنے سے دور رہیں۔ دوسروں کے ساتھ سلوک کرنا اور نیز دوسروں کی منفعت کو اپنی مصالحت پر مقدم رکھنا۔ یہ امور آپ کے ہاتھ کے ساتھ آسان تھے۔ آپ کے کارخانہ کا نقد و جنس بے دریغ تھا اور کسی شے کے ساتھ دبتگی آپ کے نہ افعال سے ظاہر تھی نہ اقوال سے۔ اس طریقہ سے زندگی بسر کر دی۔ اور وہ کمال آزادی کے ساتھ گزر گئی۔ خواجگاہ برہان پور

مصرعہ بمانش از آزاد رفتن شاد باد  
یاد شیخ عبداللہ صدیقی شطاری آگرہ

آپ کمال الدین ہبلول ابن چاند۔ ابن جلید۔ ابن محمد۔ ابن برہان الدین۔ ابن عزالدین محمود ابن نجم الدین احمد۔ ابن مولانا شمس الدین ہرودی عثمانی کے فرزند رشید ہیں۔ آپ کے کسی قدر حالات اس طرح پر ہیں۔ نماز عصر کے وقت دو شنبہ کے روز تاریخ بارہویں ربیع الثانی ہجری سنہ نو سو چار کو آپ کی ولادت سے قصبہ سندیلہ میں بیچ خوشی ہوئی۔ چونکہ خدا طاہری کا جوہر آپ کے ساتھ ساتھ تھا لہذا نو سال کی عمر میں آپ کو پیر ارادت کا شوق پیدا ہوا۔ مخدوم شیخ صفی ساتی پوری کے مرید ہو گئے اور سواہ برس کی عمر میں کتابی علوم کی تحصیل کے ارادہ پر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور قصبہ گویا موہن شیخ امداد ابن سعد اللہ عثمانی کی خدمت میں پہنچے۔ جو مان کی طرف سے اپنے ہوتے تھے۔

اور صرف و نحو کا پڑھنا شروع کر دیا۔

شیخ بدرالدین بدایونی اپنے وقت کے قطب تھے۔ انہوں نے آٹھائے تعلیم میں خواب کے اندر تشریف لاکر آپ کو فرمایا۔ عبدالمعتمد چند روز ہماری خدمت سے حصہ لو۔ جب آپ بیدار ہوئے۔ تو بے تامل بدایون کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ بدایون میں پہنچنے کے بعد شیخ بدرالدین کا سراغ لگایا۔ کسی نے بتہ نہیں دیا۔ رات کے وقت ناامید ہو کر جامع مسجد میں اندر تیناک سو گئے۔ پھر شیخ نے خواب میں فرمایا کہ فلان جگہ ہمارا روضہ ہے۔ وہاں آکر مجاور ہو۔ پس آپ ہللی چہہ دور کامل اعتکاف کے طور پر اس فرما پاک پر رہے۔ اور بہرہ یاب ہوئے۔

اس اعتکاف کا انجام ہی تھا کہ خواجہ قطب الدین اوشی حشتی دہلوی نے خواب میں فرمایا۔ تم کو ایک سال ہمارے حظیرہ میں رہنا چاہیے۔ صبح ہوتے ہی۔ دہلی کو روانہ ہوئے۔ چاشت کا وقت تھا۔ کہ قلعہ دہلی کے دروازہ پر پہنچے۔ شیخ معز الدین بخاری سے ملاقات ہوئی۔ وہ آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ جب مکان میں پہنچے تو مہمان کے ساتھ بہت کچھ مہربانی سے پیش آئے۔ اور فرمایا۔ اس شہر کے قطب بنے تم کو میرے سپرد کیا ہے۔ تم اسی جگہ ٹھہرو۔ روضہ کی خدمت کرتے رہو۔ اور اس خانقاہ کے مدرس سے سبق پڑھا کرو۔ نحو کا کافیہ۔ لب۔ اور ارشاد۔ یہ تینوں کتابیں۔ اسی جگہ پڑھیں اور ہمیشہ نماز عشا سے فارغ ہو کر روضہ متبرکہ پر جایا کرتے تھے۔ اور رات کو دن کر دیا کرتے تھے۔ فیض روحانیت سے روشنی قلب حاصل ہوئی۔ اور ایک سال بھی ختم ہونے کو آیا۔

حضور خاتم الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ عالم مثال میں تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ کہ مولانا برہان الدین طسانی حصار میں تمہارے پہنچنے کے منتظر ہیں۔ ان کو درس میں جا کر تحصیل کمالات کرو۔ آپ نے تعمیل حکم کی۔ چند روز بعد جناب مولانا نے احمد آباد گجرات کا عزم فرمایا۔ آپ بھی ہمراہ گئے اکثر علوم غریبہ کی کتابیں اور تفسیر مولانا کی ملازمت میں رہ کر پڑھیں۔ اور شرح مواقف۔ شرح مقاصد الکمیات۔ اور نیز بعض دیگر ریاضی کے رسالے۔ شیخ وجیہ الدین احمد علوی شطاری کو درس میں لکائے۔ بزودی۔ ہدایہ فقہ۔ اور عصدی یہ کتابیں۔ شیخ مبارک دانش مند شطاری کو الیاء میں سامنے صل کین علم حدیث اور اصول حدیث میر عبد الاول دولت آبادی کی تعلیم سے حاصل کیا۔ اور فصوص کی اجازت مولانا مصطفیٰ اروی سے لی۔

بالآخر چوبیس برس کی عمر میں جب یہ تمام کمالات فراہم ہو گئے۔ تو ایک عجیب جذبہ پیدا ہوا  
تمام کتابیں لوگوں کو تقسیم کر کے بلخ ارم کے ایک گوشہ میں نفس بقلموں کی اصلاح میں مصروف  
ہوئے۔ چند عرصے کے بعد اسی طلب اور انبوی معرفت کا ایسا ہجوم ہوا۔ کہ تمام حواس اور قوی کو  
جکڑ بند کر لیا۔ اور ہر ایک کو اس کے کام سے معطل کر دیا۔ حضور خاتم النبوت کی طرف توجہ ہوئی علیہ  
من الصلوٰۃ الملحہ کسی مرشد کا پتہ بتا دین۔ جو نایابی کے در کا علاج کرے۔ اور جس کے  
نفس ہدایت سے طالب عرفان کے اعلیٰ مطلب کو پہنچ کر۔ صاحب بصیرت ہو جاوے۔ آخر کار  
حضور نے غوث الاولیاء کی خدمت کا راستہ دکھایا۔ حضرت غوث الاولیاء نے دو مہینے کے اندر۔  
مشرقیہ کے تمام اذکار۔ اور اشغال سکھا کر۔ انوار اور اسرار سے بہرہ یاب کیا۔ اور ہجری سنہ  
دو سو پچاس میں عید الضحیٰ کے عہد کے روز آپ کو تمام خانقاہ نشینوں کا سہلہ بنایا۔ تمام صوفیوں  
کی حلقین آپ کے سپرد ہوئی۔ کامل دس سال تک ہمیشہ بتدی درویشوں کی تربیت آپ کرتے  
رہے۔ بتدی درویشوں میں سے جو شخص کمال کے درجہ پر پہنچ جاتا تھا۔ غوث الاولیاء کی خدمت  
میں عرض کر کے سند ارشاد لیکر اس کو دیدیتے تھے۔ اور کسی سمت کی رہنمائی کے واسطے اجازت  
ہو جاتی تھی۔

اس اثنا میں غیب سے بیت الحرام کے طوائف۔ اور حرم سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی زیارت کے واسطے مامور ہوئے۔ مدینہ منورہ میں پانچ سال قیام کر کے کمال ریاضت میں منہمک  
رہے۔ اور ہر سال حج کے واسطے ہی آمد و رفت رکھی۔ پھر حکم عالی کے بموجب احمد آباد میں بازگشت  
فرما کر قابل ہوئے۔ کم و بیش پندرہ سال اس شہر میں گزارے۔ ہجری سنہ نو سو اکیاسی میں پیر کی زیارت  
کے واسطے گوالیار میں آئے۔ یہاں دو سال روضہ منورہ کی خدمت کی۔ بعد ازاں پیر ہجری سنہ  
نوسو تراسی کے آغلذ میں دارالخلافتہ آگرہ کو جا کر سٹیٹیا محل گلی میں حجرہ تجویز کیا۔ اور نماز عصر کے  
وقت درشنیہ کے روز۔ تاریخ تیسویں جمادی الاول ہجری سنہ ایک ہزار دس میں عنصری منزل  
سے تہی مقام کو عروج فرمایا۔ آپ گوشہ نشین تھے۔ آشنا اور بیگانہ کے دروازہ پر مطلق نہیں  
گئے۔ اور اسی عبادت خانہ میں اپنی خواہش کے موافق خواب گاہ اختیار کی۔

آپ کی تصنیفات یہ ہیں۔ (۱) سراج السالکین برسنن جو اہر خمسہ (۲) اور اوصوفیہ (۳) رسالہ

صوفیہ (۴) انیس المسافرین (۵) اسرار الہیۃ (۶) شرح رسالہ غوثیہ (۷) رسالہ کنز الاسرار فی حال سخاں شفا  
آپ کے ہا برکت کلمات میں سے نمونہ کے طور پر چند لکھ لکھے جاسکتے ہیں۔ صوفی ایسا درخت ہے جس کو وارث  
کی آندھی جنبش نہیں دیکھتی۔ اور ایسا باوہ نوش ہے۔ جس کو شراب محبت کے پیمانے نے متواتر  
چڑھا جانا مست نہیں کر سکتا۔ دریا کو نوش کر جاوے۔ اور اس پر بھی عقل منقذ فریڈ کا نعرہ لگاوے۔ اور  
اوس کی گرمی سے پسینہ کی نمی تک اس کی پیشانی پر نہ آوے (ویگر) فقیر کو چاہیے۔ کہ تو نگرہ کی ہم نشینی  
سے ہمیشہ گریز کرتا رہے۔ مینے مانا۔ کہ دنیا پرست کا مصاحب خواہ ایسا شخص ہو۔ جس کے افعال  
حضرت بایزید کے جیسے ہوں۔ مگر یہ خوف ضرور ہے۔ کہ مرتبہ میں عام لوگوں سے نیچے ہو جاوے گا۔  
اور اگر اغنیاء سے گریز کرنے والا خواہ فاسق ہی ہو۔ مگر یہ امید ہے۔ کہ بایزید وقت ہو جاوے گا۔ (ویگر)  
صوفی کو چاہیے کہ بے آرام اور ترقی طلب ہو۔ کسی واردے کے سامنے سر نہ جھکاوے اور کسی منزل اور کسی  
مقام پر آرام نہ لیوے (ویگر) راستہ چلنے میں جب یہ تین چیزیں فراہم ہو جاویں گی۔ بے شک سالک  
ولایت کے کمال کو پہنچ جاوے گا۔ (۱) فردوسیوں کا ساتر زکیہ اور تصفیہ۔ (۲) سہروردیوں کی سی غذا  
(۳) شطاریوں کی سی مشغولی۔ (ویگر) نفسانی کدورتوں کی شست و شو کرنے کے بدون صرف ریاضت  
سے کشف و کرامت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ اور مراقبات اہل فکر کے بدون فنا اور بقا کا چہرہ نظر نہیں آ سکتا  
سے (ویگر) جب تک سالک اپنی قید سے رہائی نہیں پاوے۔ تب تک واصلوں کے درجہ کو نہیں  
پہنچ سکتا (ویگر) صوفی کا کام صرف اندیشہ کا تبدیل کر دینا ہے۔ اور بس۔ (ویگر) بتدی کو چاہئے  
کہ خطرات کی آمد کو روکے تاکہ عرفان کے دروازے اس پر کشادہ ہوں۔ اور متوسط کو تحلف (خلافت آئی)  
اور القیام مزیدی بلیت ہے۔ تاکہ وسط سے نکل کر منتق ہو جاوے۔ اور منتہی کی سر غیر منتہی ہے۔ (ویگر)  
شریعت اور طریقت بجز صغریٰ و کبریٰ کے ہیں۔ اور حقیقت بجائے نتیجہ کے۔ جب تک سالک شریعت  
اور طریقت کے آداب کے ساتھ آراستہ نہیں ہوتا ہے۔ تب تک حقیقت کے انوار اس پر جلوہ گر نہیں ہوتے  
ہیں۔ (ویگر) ملاحظہ کے ساتھ اور مفہوم ملاحظہ کے ساتھ ذکر موجب کشائش ہوتا ہے۔ اور بدون اس کے  
سبب ثواب کا۔ بس یہ باتیں سمجھ لی جائیں۔ آپ کے فرزند رشید شیخ عبدالنبی ہیں۔ مدظلہ بہت سے علوم  
میں آپ کو کافی دستگاہ ہے۔ انہوں نے اپنے پدر بزرگوار کے حالات۔ رسالہ جوامع کلم الصوفی میں جو انہیں  
کی تصنیف ہے۔ مفصل لکھے ہیں۔ ناظرین کو چاہئے۔ کہ کتاب مذکور مطالعہ فرماوین صحیح دے مطالعہ حل خود نصیب تو



## یاد شیخ ولی محمد

آپ قاضی زادہ احمد آباد گجرات کے بیٹے ہیں۔ کہتے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو اکیاسی میں جب شیخ صدر الدین  
 ذاکر جانیہ سے غوث الاولیاء قدس سرہ کے مرقد کا طواف کرنے کے واسطے احمد آباد کے راستہ سے  
 گواہیار کو روانہ ہوئے تھے۔ تب آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ اُس وقت میں سلوک طریقت کی آرزو۔ ۳۰ کے  
 سر کے بال پکڑ کر شیخ ذاکر کی خدمت میں لے گئی۔ گہر بار کو چھوڑ کر اُس سفر میں آپ ہی ہمراہ ہو گئے۔ واپسی کے  
 وقت منڈو (مانڈو) ہو کر شیخ ذاکر کا گزر ہوا تھا۔ بیان کے لوگوں کی محبت اور اس مقام کی سرسبزی اور شادابی زیادہ  
 دیکھ کر دل نشینی کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ چنانچہ تین چلے پورے کئے۔ جب وطن کا ارادہ کیا۔ تو شیخ محمود جلال  
 کو راقم گلزار کی بردارش کے واسطے۔ اور شیخ ولی محمد کو محمود العاقبہ کا بیچ تنہائی مٹانے کے واسطے بیان  
 رہنے کی اجازت دی۔ آپ نے چند سال اس شہر میں خدائے یکتا کی پرستش۔ اور اسباب کمال کی تحصیل  
 کی۔ بعدہ ان رہنما شیخ محمود جلال کی اجازت سے روانہ ہو کر برہان پور خانہ بیس میں قیام فرمایا۔ ہجری سنہ  
 ایک ہزار دس میں قسّم کنان لب کے ساتھ۔ جان گرامی کو رخصت کیا۔ راقم اور حافظ صالح اُس وقت  
 برہان پور میں موجود تھے۔ اور آپ کے جنازہ کی نماز میں بہت سے ولایت شعرا اصحاب شامل تھے۔

معصع معصع کن جمع درمن از دنیا زب

## یاد شیخ ماکھو علیہ الرحمۃ

آپ حضرت غوث الاولیاء کے مرید ہیں۔ متاہل ہوئے پر دل ہنارد نہ ہو کر مسیح علیہ السلام کی طرح  
 بعالم تجرد کو توجہ کیا۔ زاد بوم گجرات۔ اور خواہ بگاہ برہان پور ہے۔ کسی سبب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور مدتوں تک  
 توکل بے سبکی۔ سرور و صلح کے جلسہ میں عارفانہ سلوک کیا کرتے تھے۔ خوش گلو اور داؤدی لہجہ قوالوں کو  
 نسبت مستعدا دیکھ کر جدا ان سامعین کے نامزد فرما دیا کرتے تھے جن میں رقت اور وجد کی استعداد  
 پاتے تھے۔ اور آپ کی تجویز اور تدبیر سے حال بردارش پاتا جاتا تھا۔ جو صوفیان ابن الوقت کا نوزاد  
 ہے۔ اس بنیاد پر مذاق دوست اصحاب نے آپ کا نام وجد میں آنے والے درویشوں کی دایہ رکھ چھوڑا  
 تھا۔ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی کہ ایک حسینہ عورت ہانسو نام پر آپ عاشق ہوئے آپ کی توجہ کی برکت

اور باطنی کشش سے محبوب کو توبہ کی توفیق ہوئی۔ اُس نے درویشی کے لباس میں آکر عاشق کی خدمت دل جان سے اختیار کی۔ اور آپ کی ہدایت۔ اور ارشاد کے بموجب راہِ صفا چلنا شروع کیا۔ آپ کے گلے میں داؤدی لہجہ تھا۔ والی خاندیس علی عادل شاہ۔ درویش دوست اور ولی شرت تھا۔ زمین آباد میں جامع مسجد اسی کی تعمیر کرائی ہوئی ہے۔ اس مسجد کی خطابت کا عمدہ والی خاندیس کی التماس کے بموجب چند روز کے واسطے اپنے قبول فرمایا تھا ہجری سنہ ایک ہزار دس میں جب کہ عرش آستانِ اکبر شاہ کے شکر نے خاندیس سے دارالخلافہ آگرہ کی طرف مراجعت کی۔ تو اپنے ہی واپسین سفر کا سامان باندھا۔ اور روانہ ہوئے۔ مصرع متاعش را خدایا دا خریدار۔

## یاد شیخ سران محمد بن بنانی

آپ کبھی اور وہی علم سے آگاہ۔ اور متداولہ وغیبہ علوم سے بہرہ یاب تھے۔ فرقہ خلافت حضرت غوث الاولیاء سے حاصل ہوا تھا۔ شیخ نظام گنج کے مخزن پر ایک حقیقت آمیز شرح لکھی ہے۔ بلکہ یون کسنا ناموزون نہ ہوگا۔ کہ اس خزائن کے ناپید دروازہ کی مشکل کشا کنجی ارباب زمانہ کے حوالہ کر دی ہے۔ ہجری سنہ نو سو بیاسی تھا۔ کہ اپنے احمد آباد سے خاندیس میں آکر زمین آباد میں گہر تجویز کر لیا تھا۔ تقریباً تیس سال تک درس اور تلقین کی راہ سے ارباب استعداد کو فیض پہنچایا۔ ایک روز راقم کلمہ ارسیدا احمد قادری کے ہمراہ بیت

آنکے گرد اندونگر پیشگی راعنا زہ کار	تانا مید فقر گا ہی روی خود را گل عذار
-------------------------------------	---------------------------------------

واپسین سفر کی بیماری میں آپ کی عیادت کے واسطے گیا تھا۔ رازگوئی کا جلسہ گرم ہوا۔ اور فرمایا اللہ موجود کا تصور بہتر ہے۔ یا اللہ موجود کا مینے عرض کیا۔ اللہ موجود کے معنی کا تصور کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے معنی میں احاطہ اور شمول زیادہ ہے۔ اس جواب کو اپنے گوش قبول سمنا۔ اور خوش ہو کر فرمایا۔ تمہارے نہ آنے اور نہ پوجنے سے مجا کسی قدر گلہ تھا۔ اب آئندہ ایسا مناسب ہے۔ کہ ان دو تین روزوں میں میرے حال کے خبر گیران رہنا۔ اس گفت و شنید کے بعد تیس روزہ شعبان ہجری سنہ ایک ہزار دس میں عالم قدس کو روانہ ہوئے۔ مصرع بعالم نیست جز اللہ موجود۔

## یاد سید حسین پڑ

آپ شیخ جلال بہتری کے چوتھے فرزند ہیں۔ حافظ۔ زاہد۔ عارف۔ اور درویش تھے۔ اکثر وقت

دو دو تلامذہ میں گورتا تھا۔ گجرات سے ہجری سنہ نو سو بیاسی میں خاندیس آئے تھے۔ بیان کے حاکم نے موضع جو کامہ میں وظیفہ مقرر کر دیا۔ جو کامہ۔ پرگنہ جو برہ میں ایک گاؤں ہے۔ آپ نے اسی جگہ گوشہ نشینی اختیار کی۔ تیس سال خدا پرستی اور تنگداری میں گزارے۔ پھر ماہِ رجب ہجری سنہ ایک ہزار گیارہ میں محمد پور کو چلے آئے۔ موضع محمد پور سرکار سارنگ پور میں ہے۔ محمد پور کا جاگیردار اپنے وقت میں یکتا سے روزگار تھا ناہر خان نام تھا۔ آپ سے سابقہ شناسائی تھی۔ اور طبیعت بھی درویش دوست واقع ہوئی تھی۔ ان بزرگوں کی تشریف آوری سے جاگیردار نے بہت خوشی مانی۔

ناہر خان راے سلمدی کی نسل سے ہے۔ جو شمشیر بازی۔ جان بازی۔ سپہداری۔ دلیری۔ اور دلاوری میں اپنے زمانہ کا ایک ہی تھا۔ راجستھان کے قلعہ پر مع اُس کے مصنفات کے قابض تھا۔ چنانچہ اس کا قصد ہندوستان میں کمائی کے طور پر گاتے ہیں۔ اور ترانہ میں بجاتے ہیں تقدیری کرشمہ آپکا باب جہان خان کو بزدگون کی سز میں سے خاندیس کی طرف کینچ لایا۔ ناچار بیان پر قیام کی بساط بچھا دی۔ اور اس ملک کے امیر اعظم میں سے ہوا۔ ہجری سنہ نو سو تراسی تھا۔ کہ بیان کے فرمان روا کہ جہان خان کی نسبت ناراستی کا وہم پیدا ہوا۔ جس کی وجہ سے غصہ آیا۔ جہان خان کو سننے کی تاب نہ ہوئی۔ اپنے صاحب کے روبرو میان سے تلوار نکالی۔ اور چنید لوگوں کو خاک و خون میں ملایا۔ پیر و والوں اور حاشیہ نشینوں نے جہان خان کو گمیرا۔ اور کام تمام کیا۔ جہان خان کے بڑے لڑکے نے یہ دنگ اور فساد دیکھ کر تمام خانہ نشینوں کو۔ اور چھوٹی بڑی پردہ والی عورتوں کو گھر میں بند کر کے آگ لگا دی۔ اُس وقت میں ناہر خان کی عمر کم و بیش دو سال کی تھی۔ ناہر خان کو وایہ اٹھا کر باہر نکالے گئے۔ بالآخر لوگوں نے پایا۔ اور اُس کو حاکم کے نزدیک لے گئے۔ ان ایام میں ایک حبشی بھی جہان خان نامی تھا۔ ایسا بامروت اور مردم شناس شخص تھا۔ کہ اُس کی مثل حبش کے ملک کا کوئی آدمی ہندوستان کی نظر میں نہیں آیا۔ باپ کی مناسبت ہمنامی کے لحاظ سے ناہر خان۔ حبشی جہان خان کے سپرد کر دیا گیا۔ اُس نے اپنی فرزندگی میں لے کر پرورش میں پورا اہتمام کیا۔ جب زمانہ ہوش آیا۔ تو دانش مند استاد کے سپرد کیا۔ چند روز میں ناہر خان خوبصورتی اور نیک نشی سے آراستہ اور پیراستہ ہو گیا۔ سچان العجب یوسف نامی شخص کی نقاشی تھی۔ اگر بالفرض یعقوبی یا زلیخائی نظر عالم ملکوت سے عاریت لاکر نظر بازوں کی آنکھوں کو بخش دی جاوے۔ تو یہ لوگ پہلے ہی نظارہ میں مجھو ہو کر ایسے بے خود ہو جاویں۔ کہ دوبارہ خوبی دیدار دیکھنے

کی تاب اپنی دورین عقل میں نپا دین۔ اور عجب و مسانہ مزاج کا بناؤ سنگھار تھا۔ اگر ہزاروں تماشائی دل اور آنکھیں۔ عالم وحدت کے دانشمندان کی راے سے روشنی مانگ کر اس کی شائستگی کو عمیق نظر سے دیکھیں۔ تو بے انتہا اخلاق میں سے معمولی دریافت اور شناخت کے ایک شمع کو ہی نہ پہنچ سکیں۔ غوثی تعریف کا دروازہ مست کہو لو۔ اور مہمل واقعات نگاری کا دامن ہاتھ سے مست چھوڑو۔

القصدہ ناہر خان کے روشن ضمیر پیر شاہ لطیف محمد جو قطب عالم بخاری قدس سرہ کے بلون میں سے ہیں۔ مرید کے جمال پر فریفتہ ہو گئے۔ اور مرید ایک حسین اور خوش گلو مطربہ تحفہ نامی کی حسین آواز اور حسین صورت پر عاشق تھا۔ یہ عجیب بندہ ہے۔ جو یوسفی پیکر میں یعقوبی روح رکھتا ہے۔ اور ظاہر میں محبوب اور باطن میں محب ہے۔ اور راقم گلزار نے ان دونوں معشوقی آسمان کے شمس و قمر کی خوبصورتی پر آنکھ اور دل سے رکھتا۔ یہ تماشائی داستان بڑی لمبی چوڑی ہے۔ اس کے جواہر جہانگشا نظم و نثر کے تاگے میں پردے جا رہے ہیں خدا کرے انجام کو پہنچ جاوے۔ ہجری سنہ ایک ہزاروں میں جب عرش آستان اکبر شاہ کا لشکر برمان پور گیا۔ تو اس صوبہ کے جاگیرداروں کو دوسری جاگیر میں دیدی گئیں اس سلسلہ میں ناہر خان کو محمد پور من مضافات سارنگ پور مالوہ دیا گیا۔

نوجوان اور سعید ناہر خان نے سید کی تشریف آوری کو مبارک سمجھ کر جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ تمام مراسم ادا کئے۔ اور مسافر سید نے دنیا سے دل ہٹا کر ایک مہینے دس روز بعد تاریخ بارہویں شعبان میں نیاویں سفر کو آنجہانی سفر کے ساتھ دوش بدوش کیا۔ اور قصبہ کے کنارہ قبر بنائی گئی۔

مصحح بادا با سہامی اور حسن اختتام

## یا وقاضی عبدالقادر

آپ شاہ عبدالرزاق جنجھانہ کے مرید۔ اور خلیفہ۔ اور قاضی محمود کے بیٹے ہیں۔ قاضی محمود جامی عبدالصمد اور شیخ عبدالغفور بولہ کے پوتے۔ اور شیخ امان اللہ پانی پتی کے چچا کے بیٹے بہانی تھے قاضی عبدالقادر نے علم تصوف کی تحصیل شیخ امان اللہ کی خدمت سے کی تھی۔ جوانی شروع ہوتے ہی سیامی کی ہوا۔ سر میں بھری۔ ہر ایک لباس بدل کر۔ ہر ایک ملک میں سیر و سیاحت کی۔ تین دفعہ حرمین شریفین اور بیت المقدس کی زیارت کر کے سعادت پر سعادت سے بہرہ یاب ہوئے۔ اثنائے سفر میں پیکر پستون کی وضع بنا کر انہوں کی بڑی بڑی پرستش گاہوں میں بچھنے۔ اور بیان ہی دریافت

حقیقت کام میں لائے۔ اور سفر میں کسی جگہ توشہ اور زور اور راہ کو ہاتھ نہیں لگایا۔ راستہ میں قدم عاشقانہ رکھ کر تمام دریاؤں اور جنگلوں کو چہان مارا۔ اس کے بعد اربعین مالوہ میں آکر چند سال گوشہ میں بیٹھے۔ بالآخر عزیزوں کی عاجزی اور خواہش سازنگ پور مالوہ میں آپ کی اقامت کا سبب ہوئی۔ آپ کے عم مکرم۔ سازنگ پور کے قاضی تھے۔ ان کی رحلت کے بعد منصب قضا آپ کے نام ہو گیا تھا۔ لیکن آپ کے دل سے بدستور دارستگی اور آزادی جوش کرتی رہی۔ اس سبب سے کئی دفعہ مسند قضا چھوڑ کر آپ آوارہ ہو گئے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا۔ کہ دس سال بعد دوست اور احباب بہت کچھ حبت و جو کر کے دور دور از ملک سے گوناگون فریب دیکر پیر لائے تھے۔ القصد کسی چیز کے ساتھ ذرہ برابر ہی نشان و لبثگی پایا نہیں جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی ذات کے سوا۔ کسی شے کی طرف آپ کی بہت کارُخ نہیں تھا۔ قدما کے عربی اور فارسی اشعار جو صوفیہ عبارتوں کے ساتھ آراستہ اور آشنا ہوتے تھے۔ فصیح الہیانی کے ساتھ ان کی ایسی توجیہ کیا کرتے تھے کہ سننے والے وجد اور سلوک میں گرم ہو جایا کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ جس طرح آنے کے وقت آپ ہمہ نوع مجرد آئے تھے۔ اسی طرح بازگشت کے وقت بھی بدن لباس اور احساس سے۔ اور دل لعلق اور خیال سے سبکدوش کر کے۔ عالم قدس کو روانہ ہو گئے۔ قاضی زیدہ رحمۃ اللہ علیہ دل آپ کی رحلت کی تاریخ ہے۔ جس میں ایک ہزار گیارہ عدد نکلتے ہیں۔ شیخ عثمان پسر شاہ منجمن بیان کرتے تھے۔ کہ تفسیر کا علم حفظ تھا۔ تشابہات کی تاویلات۔ ناسخ و منسوخ کی تقدیم و تاخیر۔ مشکلات کا حل۔ مجملات کا بیان اعراب کی تخصیص۔ تعمیر۔ اور وجوہ۔ حقیقت و مجاز کی شان نزول۔ اور قرآن کی عبارات اور استعارات کو خوب جانتے تھے۔ اور ہر جموع کے روز جامع مسجد میں تفسیر قرآن بیان فرمایا کرتے تھے۔ جس میں مفسرون کے بہت سے قوانین کی رعایت رکھتے تھے۔ رحلت کے روز بھی حسب عادت مقررہ سورہ منزل کی تفسیر بیان کی۔ آپ کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا۔ توڑی دیر وصیت فرمائی۔ بعدہ جس طرح کہ لکھا گیا۔ اس فانی جہان سے ملک بقا کو کوچ فرمایا۔ مصرع شکر ایزد کر جہان آزاد رفت بؤ

## یاد شیخ مبارک صدیقی شطاری

آپ مرید توشیح جلال لوہانگی کے تھے۔ مگر فرقہ خلافت۔ شیخ عبد الملک شطاری سازنگ پور مالوی سے حاصل تھا۔ شیخ عبد الملک خلیفہ وجیہ الملہ احمد آبادی کے ہیں۔ آپ تصوف میں والی ملک

اور خان میں صاحبِ عثم تھے۔ ہجری سنہ نو سو اکیاسی تھا۔ کہ سنڈو میں آئے۔ راقم کے رہنما شیخ محمود جلال شطاری کی خدمت میں جوہر دعوت میکا۔ اور اجازت لی۔ چند چلے ہی کئے تھے۔ دعوت کے جزئیات اور کلیات کو عمل میں لائے۔ استغنا کی بنیاد بہت استحکام کے ساتھ رکھی تھی۔ کسی اہل حکومت سے روزمرہ نقد۔ یا کمیٹی کی زمین قبول نہیں کی۔ تیس سال تک سنڈو (مانڈو) میں رہ کر توکل کی خوشنویسی سے بیماری احتیاج کا معالجہ کیا اور ہجری سنہ ایک ہزار دس میں عنصری گودری۔ جسم کے اوپر سے اوتار پینکی۔ خوابگاہ سنڈو۔ مصرع مبارک باد ملک جاودانش؛

### یاد شیخ علم الدین مجذوب

آپ رہتک کے باشندہ ہیں۔ آپ کی بات ایزدی تقدیر کا نسخہ تھی۔ ایک روز مولانا منکن مفتی مہم کے دوران گھوڑے گم ہو گئے تھے۔ مہم ایک گاون ہے رہتک سے بارہ کوس دور۔ چند روز بعد مفتی کے ہم نشینوں نے کہا۔ اس مجذوب سے گمشدہ مال کی حقیقت پوچھنی چاہیے۔ چونکہ گم ہونے کو ایک زمانہ گزر گیا تھا۔ لہذا مالک کی رائے اجازت نہیں دیتی تھی۔ تاہم مفتی مجذوب کی ملازمت میں گئے۔ مجذوب جلدی سے پکارا مٹھا۔ فلان دروازہ پر تلاش کرو۔ چنانچہ تعمیل حکم کی گئی۔ اور بیان سے گم گشتہ مال مل گیا۔ خوابگاہ رہتک۔ رحلت دسویں صدی کے اواخر میں بمصرع

خرد سربان این دیوانگی باد؛

### یاد شیخ علی افغان

آپ اولیہ مشرب میں چشتیہ سلسلہ کے مرید تھے۔ آپ کے پیر ارادت معلوم نہیں ہیں۔ کم و بیش پچاس برس تک مولانا مغیث اُجینی کے روضہ کی مجاور رہے۔ سو برس کی عمر پائی۔ حسین مظاہر سے تعلق خاطر رکھا کرتے تھے۔ قلندرون کی طرح تجرد میں زندگی گزاری۔ کسی مخلوق کی طرف احتیاج لیکر نہیں گئے۔ اپنے گوشہ سے بہت کم کہیں جانے کا اتفاق ہوا۔ ہجری سنہ ایک ہزار بارہ میں راقم اُجین کو گیا تھا۔ تو اپنے کھلا بیجا۔ کہ مجکو پیری جنبش سے باز رکھتی ہے۔ لیکن شوق اور آرزو دل سے جوش مار رہے ہیں۔ ازراہ ترحم اگر آپ چند قدم چل کر فقیر کے حجرہ میں آویں۔ اور آرزو کا شعلہ فرو کرین۔ تو نامناسب نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخری سفر پیش آکرہ گرانی۔ آزادی کو اذیت پہنچا دے میں حسب اشارہ ملازمت میں حاضر ہوا۔ تو بے انتہا شگفتگی اور خوشی دونوں طرف پیدا ہوئی۔ رحمت

کے وقت فرمایا۔ یہ درویش کی آخرین ملاقات ہے۔ چند روز بعد آپ کی رحلت کی خبر سننے میں آگئی۔

خوابگاہ روضہ مغیشیہ قدس سرہما۔ مصلح بادجانش روشن از انوار عشق :

## یاد شیخ کمال محمد عباسی

آپ کی ولادت احمد آباد گجرات میں ہوئی۔ شیخ حبیب الدین احمد علوی احمد آبادی کے شاگرد۔ اور نیز

خلیفہ ہیں۔ عالم۔ عارف۔ عابد۔ حافظ۔ اور محدث تھے۔ حدیث کی سند شیخ عبد الملک بن بان سے

حاصل کی تھی۔ ہجری سنہ نو سو بیاسی میں وطن سے خاندیس کے راستہ اُجین مالوہ میں آئے تھے۔

ببین گمر تجویز کر لیا۔ اور شیخ اولیا کا پوی کی لڑکی سے کہ خدا ہوئے۔ فتویٰ نویسی کا منصب ملا۔

کامل تیس سال اس مقام پر شرعی اور حکمی علوم کا درس دیا۔ اور مفتی پر روایات پر فتوے لکھے۔ بیکاری

کبھی آپ کے گرد ہشک ہی نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ رات اور دن کی تقسیم اپنے اس طرح پر کر رکھی تھی۔ رات

کا ایک ثلث حصہ باقی رہتا تھا۔ کہ اٹکر غسل کرتے تھے اور نماز تہجد کے اندر کبھی چہ اور کبھی سات پارہ قرآن

پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ صبح کی سفیدی نمودار ہو جاتی تھی۔ پھر دعائوں اور ذکر جبر سے فارغ ہو کر نماز صبح ادا

کرتے تھے۔ پھر وقت اشراق تک تلاوت کرتے رہتے تھے۔ نفل اشراق پڑھنے کے بعد زوال تک برابر

دس ویٹے رہتے۔ پھر اہل سبق کے ساتھ کہا بنا کاتے تھے۔ پھر ایک گھڑی کے انداز سے قیلول

کر کے نماز ظہر کے واسطے اٹھ بیٹھتے تھے۔ نماز ظہر کے بعد نماز عصر تک لوگوں کی مشکلات۔ فتویٰ نویسی

سے حل کیا کرتے تھے۔ پھر شام کے بعد درویش دوستوں کے ساتھ راز نقون اور تحقیق کی باتیں کرتے رہتے

تھے۔ نماز عشا پڑھ کر اندر گھر میں چلے جاتے تھے۔ شب کے اولین ثلث تک آئندہ روز کے سبقوں

کے مطالعہ میں مشغول اور منہمک رہتے تھے۔ اور شب کے درمیانی ثلث میں سے کچھ حصہ تو خانہ

نشینوں کے ساتھ۔ اور کچھ حصہ سونے میں صرف کرتے تھے۔ گیارہ سال کے آغاز سے چوٹن سال

تک اسی طریقہ پر زمانہ گزرا۔ ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ میں ایک خط فقیر غوثی حسن کے نام اس مضمون

کا بھیجا تھا۔ کہ بنیاد عمر نہایت ناپائدار ہے۔ اعتماد کے لائق نہیں ہے۔ مشوق اس بات کو چاہتا تھا۔

کہ دوستانہ مندوب کے دیدار کے واسطے میں وہاں آؤں۔ لیکن موانع باہر ہوئے۔ اگر مندوب والوں

کو کوئی حذر مانع نہ ہو۔ تو سیر اُجین کرنی چاہیے۔ تاکہ باہم ایک دوسرے کا دیدار غنیمت سمجھ کر توڑی

ویر مل بیٹھیں۔ میں حسب التعمیر آپ کی ملازمت میں گیا۔ چند روز حقائق کی عید۔ اہل معارف کا لفظ

رہا۔ بالآخر اسی سال کی دسویں شعبان کو دو شنبہ کی شب میں ہر شب کے معمول کے موافق جس قدر طاقت میں گنجائش ملی۔ مصیبت معتاد میں مشغول رہے۔ راقم ہی اس وقت حاضر تھا۔ دو کلہون پر وصیت تمام کی اور شب کے اخیر حصہ میں ناسوتی مجلس سے منہ پیر کر ملاوا علی کی طرف روانہ ہوئے۔ خواب گاہ اسی دالان میں اختیار کی۔ جس میں درس دیا کرتے تھے۔ مصرع یقین میدان کمال از ملک بادفت۔

### یاد شیخ تاج العاشقین پور عبد اللہ سندھی

آپ کا نام محمد ہے۔ زاد بوم برہانپور۔ اور شیخ شکر محمد عارف کے خلیفہ ہیں قدس سرہم حسن آواز پر۔ اور حسن سیرت پر شہدار تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار ایک کے آغاز سے چار سال تک راقم گلزار آپ کی۔ اور مسیح زمان کی ہمسائیگی سے سعادت حاصل کرتا رہا۔ اس درمیان میں بارہا فرمایا کرتے تھے میں ایام طفلی میں مسیح زمان کا ہم مکتب۔ اور آغاز ہوش میں علوم عربی زبان کی تحصیل کے اندر ان کا شریک تھا۔ چمن شباب میں ایک آنکھ کی مردم فریب نگاہ نے میرا قدم راستہ سے ڈگادیا۔ اور مسیح زمان کی ثابت قدمی گوناگون علوم کے دروازوں کی کنجی ہوئی۔ بالآخر عقلی علوم میں حکیم عثمان بوبکانی کی شاگردی۔ اور نقلی اصطلاحات میں شیخ طاہر یوسف سندھی کی شاگردی کی۔ اور شرح منازل السائرین۔ نقد لفظوں۔ شرح گلشن راز۔ اور کسی قدر شرح مواقف مسیح زمان کے درس میں ہی نکالیں۔ ایک حسین منظر کے حسن پر عاشق تھا۔ کہ اس درمیان میں چلہ نشین ہو گیا۔ اور نفس نافرجام کی لڑائی کے واسطے کوشش کے لئے کمر باندھی۔ ایک رات خواب کے اندر حقیقی معشوق کو مجازی محبوب کی صورت میں دیکھا۔

جس سال میں عرش آستان اکبر شاہ نے اپنے خاص نزول سے صوبہ خاندیس کو مزین فرمایا تھا اس وقت میں دیرینہ حاکم خاندیس کی دوستی کی تہمت لگا کر آپ قید میں بھیج دئے گئے تھے۔ پھر چند روز بعد دوستوں کی عسائب تدبیر کی بدولت اس تیرگی سے نجات ملی۔ اس کے بعد دار الخلافتہ آگرہ کو روانہ ہوئے۔ قلیچ خان نامی سردار۔ شاہنشاہ کے امرا کے اعظم میں سے تھا۔ اور عقلی و نقلی علوم سے آراستہ تھا۔ یہ سردار تعظیم و توقیر کے ساتھ پیش آیا۔ اور آپ کی خدمت کا بار ازراہ ہمت اپنے ذمہ لیا۔ ہجری سنہ ایک ہزار گیارہ میں خان کا کوچ لاہور کو ہوا۔ اور ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ میں غرہ مجاہدی لاہور کو آپ پنجاب میں پیکر پرست راجپوتوں کی لڑائی کے اندر شہید ہو گئے۔

مصرع شہید و عاشق درودیش دو انارفت از دنیا۔



## یاد شیخ ابوسعید پور شیخ جگن کھت دوتی

آپ کی رسمی علوم کی تحصیل کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ ہجری سنہ ایک ہزار چودہ میں عالم ناسوت کو رخصت کیا۔ ملا کلامی کاپی کے فصیح شاعر دن میں سے ہین انہوں نے آپ کے واپسین سفر کا سال مصرع۔ فریاد زبوسعید ثانی سے نکالا۔ اور کہا۔ ابوسعید جو صحابہ کبار میں سے ہین رضی اللہ عنہ ان کی نس سے آپ کے ہونے نے لفظ ثانی کو معنی بھی برابر کر دیا ہے۔ خواہ گاہ کاپی اپنے پدر بزرگوار کے مرقد کے پائین میں اختیار کی رحمہما اللہ تعالیٰ۔

### یاد شیخ کبیر برصنہ مالوی دیپالپوری

آپ کے باپ درزی۔ اور پیکر پرست تھے۔ آپ مان کے پیٹ سے ہی مجذوب پیدا ہوئے تھے خرد سالی میں یتیم ہو گئے مان پرورش کے زمانہ میں تنگ رکھتی تھی۔ اس واسطے قصبہ دیپالپور کے قاضی شیخ عبدالقادر نے آپ کی کفالت اپنے ذمہ لے کر کبیر نام رکھا۔ کم و بیش پچیس سال اپنی زاد بوم میں رہے۔ پھر ہجری سنہ ایک ہزار بارہ میں بیان سے چل کر دولت آباد میں جا رہے۔ جو دیپال پور کے چار کوس دور ہے۔ لوگ آپ کی خرق عادات بہت کچھ بیان کرتے ہین۔ راقم نے بھی بارہا آپ کا دیدار دیکھا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ آپ کی بیخودی میں آثار انبساط پاکر بہرہ یاب ہوا ہے۔ لیکن کوئی حرف یا کوئی حرکت ایسی ظاہر نہیں ہوئی۔ جو آپ کی خرق عادت پر محمول کیجا سکتی۔ یا راقم کے ہی علم میں نہ آئی ہو۔ ہجری سنہ ایک ہزار سولہ میں دنیا سے گز گئے۔ مصرع و لے پوشیدہ در تحت قبا بست۔

### یاد شیخ مرتضیٰ

آپ سید محی الدین ابن سید یحییٰ گجراتی کے فرزند ہین۔ زاد بوم برودرہ (بڑودہ) ججایک بڑا شہر ہے احمد آباد اور بہرچ کے درمیان میں۔ آپ والا ہمت۔ نیک نیت۔ درست عقیدہ۔ شفیقہ دل تجرید دوست اور پیر پرست تھے۔ آپ کے پیر بیت سید کالے شطاری برودرہ والے تھے۔ جو غوث الاولیاء کے خلفائے کرام میں سے ہین۔

القصۃ آپ نے حقیقی رہنما کی جست و جو میں وطن سے سفر اختیار کیا۔ اور دوران سفر میں گزر برہان پور پر ہی ہوا۔ تقدیر میں لکھا تھا۔ جس کے بموجب شیخ شکر محمد عارف کی ملازمت سے فیض

حاصل کیا۔ شیخ شکر محمد عارف کی رحلت کے بعد سادات کی تلقین مسیح القلوب کے ہاتھ میں آئی۔  
 مولیٰ کے عشق میں بے انتہا آرام پاتے تھے۔ اور نیز حقیقۃً فریفتگی تھی۔ چند چلے گئے۔ اور خلوت میں  
 بھی بیٹھے اس آرزو میں کہ کیا چوٹے اور کیا بڑے جملہ سادات کو ایزدی محبت نصیب ہو۔ چونکہ فنا فی الشیخ  
 کے مقام میں کمال استغراق تھا۔ اس واسطے اپنے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کو اپنے مرشد کے حلیہ  
 میں عالم خواب کے اندر شاہدہ کیا۔ ہجری سنہ ایک ہزار دو میں عنصری عالم سے ملکر ت آباد کو کوچ  
 فرما گئے۔ خوابگاہ برہان پور میں شیخ بہکاری قدس سرہ کے حظیرہ کے روبرو اختیار کی۔ ملا یونس  
 سلمیٰ کہتے ہیں پچھلے لوگوں میں تو سلطان ابراہیم ادہم نے دائرہ ترک میں قدم رکھا تھا۔ اور اس  
 زمانہ میں سید یحییٰ برودرہ والدہ بنجودی کا راستہ چلے ہیں۔ مصرع خسرو ملک بے نیازی بود۔

## یاد شیخ نصیر خان

آپ ترضی خان کے بیٹے۔ اور میان جموجی کے داماد ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد۔ سپہداری وضع کے  
 اندر پر گنہ گجرات میں رہتے تھے۔ جس سال میں فرمان رواے اقلیم اکبر شاہ۔ گجرات فتح کرنے میں کامیاب  
 ہوا۔ اسی سال آپ خاندیس کی طرف چلے گئے۔ اور آہستگی کے ساتھ ترک اور تخرید میں کمال پیدا کر کے  
 توکل اختیار کیا۔ بیان تک ہوا۔ کہ کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ اور کسی سبب پر دل نہاد نہیں  
 ہوتے تھے۔ نیستی اور گرسنگی کے ذریعہ سے دل کے اندر فروغ بڑھاتے تھے۔ آرزو اور حرص کا دروازہ  
 آشنا اور بیگانہ دونوں کے لئے مقفل رکھتے تھے۔ بہت کچھ بہاگ دوڑ کے بعد خوش قسمتی نے میان  
 جموجی کی ملازمت کی طرف آپ کی رہنمائی کی تھی۔ احیاء العلوم کے مطالعہ پر عاشق تھے۔ اور اسی پیمانہ پر  
 اپنے اندرونی اعتقاد اور بیرونی اعمال کو جانچ لیا کرتے تھے ایک روز اپنے مسیح زمان کی خدمت میں عرض کیا  
 دنیا کا ترک کرنا۔ حقیقت فہمی کی رود سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ میں گجرات مقام پر  
 مغلوں میں ہنس گیا تھا۔ تو سپاہیانہ وضع ترک کر کے رہائی پائی تھی۔ اب درویشی کا سبب اُس نذر کا ایفا  
 ہے۔ جس روز آپ نے اخروی سفر اختیار کیا ہے اُس روز خداوند ہر دو عالم شیخ حبیب الدین علوی گجراتی  
 کے بہانے کے بیٹے شیخ محمد بہار الدین فرماتے تھے۔ آج کے روز شیخ علی متقی دنیا سے جمال تقویٰ گور  
 میں اپنے ساتھ لے گئے۔

مصرع گورا پر نور تقویٰ باد تا روز جزا

## یاد شیخ عبداللطیف پور ملک شاہ گوری

معرفت - حقیقت - صفا - اور صلاح ان جملہ صفات کے آپ مالک تھے - آپ کے حالات  
 اصلاح الناس حافظ صالح محمد نے بہت کچھ بیان فرمائے تھے - ان میں سے کسی قدر حالات جو یاد ہیں  
 وہ یہ ہیں - آپ کی زاولوم نذر والہ ہے - بنوڑ آپ کا زمانہ ہوش نہیں آیا تھا - کہ پدر بزرگوار کو ج فرمائے گئے - چند روز  
 بعد خدا طلبی کی شورش آپ کے سر میں پیدا ہوئی - اور اسی اثنائے شیخ صدر الدین محمد شمس ذاکر جاپانی  
 کی ہدایت کا شہرہ سننے میں آیا - لہذا قلعہ جاپانی میں آکر خواہان ہدایت ہوئے - شیخ صدر الدین کی ملازمت  
 سے درویشی اور صفا کا طریقہ حاصل کیا - اور ریاضت کے ذریعہ سے نفس کی گوشمالی کر کے - مرتبہ  
 کمال کو پہنچے - ہجری سنہ نو سو ستتر میں اجازت ملی - کہ حضرت غوث الرحمن کے مقدس روضہ  
 کی آستانہ بوسی کے واسطے آپ کو ایازہ کو جاوین - اثنائے راہ میں جب نارنول پہنچے - تو  
 شیخ نظام ابن شیخ عبدالکریم نارنولی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے - جب بیان ماجرا ہوا - تو سفر کا  
 مقصد بھی دریافت کیا گیا - جواب دیا - حضرت غوث الرحمن کے مرقہ مبارک کی زیارت کا شوق سر میں  
 بہا ہوا ہے - یہ تقریب پا کر صاحب مکان نے کسی قدر اپنی کیفیت بیان کی جو آغاز سیر و سلوک میں  
 پیش آئی تھی - اس ضمن میں تقریر شروع کی کہ ”فقیر نظام چند مدت تک غوثیہ خانقاہ میں کلبہ نشین  
 رہا تھا - حضرت غوث الرحمن کی عنایت سے بحسب ظاہر و باطن بہت کچھ فیض پایا - اور آپ کے  
 بار احسان کے نیچے میری گردن ہمیشہ دبی رہے گی“

انقصہ شیخ نظام سے رخصت ہو کر دہلی میں پہنچے - اس شہر ولایت کے مشائخ کی ملاقات  
 اور مقابر کی زیارات کو قدس الہامی راہم اپنے حسن نیت کی علامت سمجھ کر عنایت جانا - پھر  
 دہلی سے دار الخلافہ آگرہ میں آئے - یہاں پر حضرت غوث الرحمن کے صاحب زاوہ شیخ صنیار اللہ  
 رکھتے تھے - ان کی مشکل کشا خدمت کے فیض سے بہت کچھ شرف اور سعادت کا حصہ لیا - جب  
 مخدوم زاوہ کی اجازت لیکر گوالیار میں پہنچے - تو اپنے گواہ رضاہ و روضہ پاک کے آستانہ کی خاک پر  
 رگوں کو اس میں آفتاب کی سی روشنی پیدا کی - اور حظیرہ کے گرد گردہنے والوں کی مصاحبت سے  
 کامیاب ہو کر مقام سنیچر امین ذکر اور فکر کے ساتھ متواتر دو چلے کینچے - سنیچر پہاڑ کے دامن میں ایک

غار ہے۔ گوالیار کی عمارتوں سے ساتا کوس دور۔ اور حضرت غوث الرحمن ہی ابتدا سے سلوک  
 میں اسی جگہ جلد نشین ہوئے تھے۔ اُس مقام پر چند حجرہ۔ چبوترہ۔ حوض۔ اور سایہ دار  
 درخت ہیں۔ جب چلہ سے فراغت ہوئی تو باحقیقت سجادہ نشین شیخ عبداللہ سپر غوث الاولیا  
 کی ملازمت سے اور نیز دیگر باعظمت مخدوم زادوں اور خلفا کی خدمت سے واپسی کی اجازت لی۔  
 آپ کی بہت کا منتہی یہ تھا۔ کہ مرشد کی قدم بوسی حاصل کی جاوے۔ چنانچہ جانپانیر میں پہنچ کر کامیاب  
 ہوئے۔ جب شہر جانپانیر ویران ہونا شروع ہوا۔ تو آپ شہر بردردہ (برٹوہ) میں چلے گئے۔ بیان  
 صاحب مکان اور کہ خدا ہوئے۔ ایک دفعہ اور ہجری سنہ نو سو چوراسی میں مالوہ کے راستہ سے  
 گوالیار کی طرف کا احرام باندھا تھا۔ جب منڈو (مانڈو) میں پہنچے۔ تو آپ کے قدموں سے راقم  
 کے مہمانخانہ کو بھی شرف صفا حاصل ہوا تھا۔ اس کے بعد بقیۃ العمر اپنے حجرہ سے سیر سفر کا عزم  
 آپ کی خاطر میں کہی آیا ہی نہیں۔ اور توکل و تسلیم میں خوش رہ کر شاد و پیشانی کے ساتھ ایقات گوہی  
 کی۔ مگر سیح الاولیا کے دیدار کا حقوق آپ کو ایک دفعہ برہان پور کی طرف دامن کشان لے گیا تھا۔ اور  
 حسن اتفاق تھا۔ کہ ان ایام میں فقیر ہی اسی جگہ موجود تھا۔ چند روز دوستانہ گفت و شنید کر کے۔  
 اپنے وطن کو لوٹ آئے۔ یہ آپ کا محققانہ کلام ہے۔ فرماتے تھے۔ سلوک کے جنگل میں نکلنے سے  
 کرنے والوں کو مرشد کی صحبت و جو میں بہاگ دوڑ کر ناسیر الی اللہ کی منزلین طے کرنے میں داخل  
 ہے۔ اور مرشد کامل کامل جاننا سیر مذکور کا واسطہ ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار سات میں جہانی تنگ  
 کوچہ سے روحانی وسعت آباد کو روانہ ہوئے خواہنگاہ بردردہ (برٹوہ) مصرع

ساکب مالک طریقت بود

یاد شیخ پیر محمد

آپ عبدالحکیم ابن شیخ جلال محمد قادری برہانپوری کے بیٹے ہیں۔ نضیات و دانش مندی  
 اور صلاح و پرہیزگاری کے چشمہ تھے۔ شیخ یوسف مفتی بنگالی۔ استاد شیخ وجیہ الدین احمد  
 علوی احمد آبادی کے تمام شاگردوں میں مقدم اور پیش رو تھے۔ ان کے درس میں آپ نے التزام  
 کو کے رسمی علوم تحصیل کئے تھے۔ جب تکفیل تمام ہو گئی۔ تب سے لیکر واپسین نفس تک سلسلہ  
 درس کا۔ اس روش کے ساتھ جاری رکھا۔ کہ نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد شام تک طلبہ

کے درس دینے میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کے مدرسہ میں کبھی تعطیل نہیں ہوتی تھی۔ بہت سے لوگ آپ کی خدمت سے عالم ہوئے۔ ایک روز والی ملک خاندیس نے آپ کو بے انتہا تعظیم کے ساتھ اپنی مجلس میں تشریف آوری کی تکلیف دیکر۔ یہ بات درمیان میں لایا۔ کہ بادشاہی خواہش یہ ہے آپ جیسے لوگ ملازم حضور ہوں۔ آپ نے جواب دیا۔ میں ایسے گروہ کی خدمت سے جو علم کا حاجت مند ہے۔ اپنی اوقات میں فرصت نہیں پاتا ہوں۔ جس سے فرصت کے وقت پیشگاہ خداوندی میں اپنے تئیں پہنچا سکوں۔ لہذا جس طریق سے تمام عمر گزری ہے۔ اسی طریق سے اگر مجھ کو حکم آزادی رہے۔ تو مراجم خسروی سے بعید نہیں ہے۔ پھر فرمایا۔ ہم ہر روز آپ کو بلانا نہیں چاہتے ہیں۔ نہ فقرا کے افادہ سے بازرگتے ہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے۔ کہ جب کبھی موقع سے طلب کی نوبت پہنچے۔ تو حاضر ہونا چاہیے آپ نے اس فرمانے کا جواب خاموشی میں دیکر گفت و گو کا سلسلہ ختم کیا۔ مسیح القلوب کہتے ہیں۔ کہ آپ دوسری بار۔ والی ملک کے دولت خانہ پر نہیں گئے۔ اور میرے پاس آکر ظاہر کیا۔ اس شرم سے کہ میں بادشاہوں کے دربار میں ہوا ہوں۔ دینی دوستوں کے روبرو نہیں ہو سکتا ہوں۔ کہتے ہیں۔ بہت مدت ہمیں گزری تھی۔ کہ والی ملک اور نیز آپ دونوں فانی جہان سے۔ جاودانی سراے کو چلے گئے ارباب عبرت و قیاس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ کہ سعید دولت مندوں کو۔ اگر خلوت آشنا درویشوں کی صحبت کی آرزو پیدا ہو۔ تو اجازت مانگ کر خود ان کے گرجانا چاہئے۔ اپنے گھر قدم رنجہ فرمانے کی ان کو تکلیف نہیں دینا چاہیے۔ نعم الامیر علی باب الفقیس ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ میں دنیا سے چلے گئے۔ خوابگاہ برہان پور۔

## یاد شیخ عبداللہ ابن شیخ وحبیب اللہ لدین احمد آبادی

آپ کی ذات میں تمام عقلی و تقالی علوم جمع تھے۔ کبھی اور کشفی دقیقے آپ سے صل ہو جایا کرتے تھے۔ ملک و ملکوت (عالم شہادت اور عالم غیب) کے حقائق کا جلوہ آپ کے اوپر ہوتا تھا۔ عالم صوری اور عالم معنوی کی معرفت حاصل تھی۔ اور نیز اپنے پد بزرگوار کے ظاہری کمالات اور باطنی خزانوں کے وارث تھے۔ کم و بیش دو قرن آپ کے والد ماجد کی درس کا زمانہ ہے۔ اس مدت میں ایک گزری بھی خدمت اور حضور سے جدا نہیں ہوئے۔ ہمیشہ باپ کی کام بخش دانش و بندش سے فائدہ اٹھایا

اور ہر دو جہان کی فلاح اور معرفت حاصل کی۔ کتے بین۔ جب اسکان کی عارتی چادر اوتار پھینکنے کا وقت وجبہ الملک کا نزدیک آ پہنچا۔ تو انہوں نے خرقہ خلافت اور فرمان اجازت آپ کو عندت فرما کر ظاہر اور معنی اپنا جانشین کیا۔ جب آپ مندر پر جلوس فرما ہوئے۔ تو عنصری پیکر کو بیان تک اگلا لیا۔ اور روحانی لطیفہ کی پرورش اس حد تک پہنچائی۔ کہ آپ کے توت یومیہ کے واسطے مرن شربت کا ایک پیالہ۔ اور مصری کی ایک ڈل کفایت کرتی تھی۔ سبحان اللہ ان دونوں بزرگوں میں عجب یکتائی اور یگانگی تھی۔ کہ کوئی مقیم یا کوئی مسافر یہ معلوم نہیں کر سکا کہ مقام دوسرے جانشین کے سپرد ہو گیا ہے۔ وہی سابقہ روش جاری تھی۔ ایک شخص تاش بیگ نام۔ سعادت مند و جہان نواب کا سیاب اعظم خان کے پرانے ملازموں میں سے ہے۔ اور وہ آج کل آپ کی خدمت کی برکت سے سرداری کے درجہ کو پہنچ کر شہنشاہی منصب داروں میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کا بیان ہے۔ جس سال نواب نے اطراف سورت کی فتح کے واسطے لشکر کشی فرمائی تھی۔ تو وہاں ہر ایک عظیم جنگ ہوئی۔ لشکروں کے مقابلہ میں مجھ پر وقت تنگ ہوا۔ تو میں نے درست اعتقاد اور صادق نیت سے شیخ عبداللہ کی یاد اپنے دل میں کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہنگامہ فرو ہونے کے وقت تک آپ کی صورت شریف کو میں اپنے گرد اگر دہر وقت دیکھتا رہا۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ آپ کی نگہبانی کی برکت سے میں میدان جنگ سے جہان سوجا میں ایک جو کی برابر ہی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ مسالہ اور خانم نکل آیا۔ اور مقابلہ لڑنے والے پر فتح پائی۔ روایت ہے۔ کہ صادق محمد خان کا ایک عمل ہاتھ تھا وہ خیانت کی قہمت میں ماخوذ ہوا۔ اور قید خانہ میں بیچ دیا گیا۔ اس کا ایک بہائی تھا۔ جو ہمیشہ شیخ کی خدمت میں آتا جاتا تھا۔ وہ اپنے بہائی کی رہائی کے واسطے فاتحہ کی التماس کیا کرتا تھا۔ چونکہ تمام کاموں کا ہونا اپنی اوقات پر منحصر ہے۔ اس واسطے اپنے کوئی دعا نہیں کی۔ اسی طرح ایک مدت گزر گئی۔ ایک روز بے موسم کا ایک سبب شیخ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ سید شیخ نے قیدی کے بہائوں کو دیا۔ اور فرمایا۔ میں قیدی کے پاس پہنچا دو۔ ہنوز اس نجات بخش مسیوہ کی خوشبو قیدی کے دماغ میں نہیں پہنچی تھی۔ کہ صادق محمد خان نے کمال نرمی اور مہربانی سے اس کو یاد فرمایا۔ اور کہا یہ بیچارہ یوں ہی ناحق قید خانہ میں پڑا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی وقت بیڑیاں پانوں سے کاٹ کر حاضر کیا گیا۔ اور ایک عمدہ خدمت اس کو دی گئی۔ مصرع آفتاب معرفت یک لعلہ رخسار اوست ؛

## یاد شیخ منور

آپ عبدالمجید ابن عبدالشکور ابن حاجی سلیمان - ابن اسرائیل کے بیٹے ہیں۔ اپنے جد بزرگوار کے مرید تھے۔ صورت اور سیرت میں دل فریبی - اور بیان میں اور نظریں دلربائی بہت کچھ تھی۔ اکثر علماء زمانہ کے جلسہ میں اپنی حسن تقریر سے امر مناظرہ کو تردد کے الجھاؤ سے نکال کر تحقیق کے درجہ کو پہنچا دیتے تھے۔ جب میر فتح اللہ شیرازی بجاپور دکن سے عرش آستان اکبر شاہ کے فرمان کے بموجب دارالسلطنہ آگرہ میں آئے۔ تو ایک روز شیخ منور سے بھی عقل و دانش کی باتیں ہوئیں۔ بہت سی پرانی لائبل باتیں آپ کی موشگافی سے راہ راست پر آگئیں۔ شیرازی عالم نے آپ کی تعریف میں فرمایا۔ سیر ہند کرتے ہوئے ایک مدت گزر گئی۔ اس مدت میں آج شیرازی کی ہمک آرزو مند دماغ میں پہنچی ہے۔ کہتے ہیں۔ قبل اس کے۔ کہ فرمان روا سے اقلیم کی ملازمت میں آپ داخل ہوں۔ چوالیس سال برابر تمام کتب امتداد کے درس کو اپنے جوہر بیان سے۔ آرائش بخشے رہے۔ باوجودیکہ فتویٰ نگاری کا بڑا باری وزن آپ کی گردن پر تھا۔ لیکن درس کے واسطے جمعہ کے روز بھی تعطیل نہیں کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ عزیز الحق شیخ عبدالغزیز دہلوی کے بڑے بیٹے شیخ قطب عالم کو سیاحی کا بڑا شوق تھا۔ اور اس شوق نے ان کو قلندرانہ لباس پہنا کر سفر کے سلسلہ میں ڈال دیا تھا۔ جب شیخ قطب عالم لاہور میں آئے۔ تو ایک روز تاشائیون کے طور پر سنوری درس گاہ میں بھی گزر ہوا۔ چونکہ علم کا مزہ چکھا ہوا تھا۔ آپ کی شیعین بیانی پر فریفتہ ہو گئے۔ فقہ کوتاہ۔ وہ ایک لمحظہ کا عبور۔ دل دادگی کا سبب ہوا۔ اور تلویح اصول فقہ کا سبق شروع کر دیا۔ چند سال کے اندر ظاہری فیض و فضل کا سرمایہ بہت سا جمع کر لیا۔ اور کمال کے معیت میں اپنے وطن کو معاودت فرما کر آبائے کرام کے طریقہ کو رونق بخشی۔ اور سجادگی کا چراغ روشن کر کے روز افزون اس کی روشنی بڑھائی۔

شیخ منور کے بیٹے شیخ کبیر کہتے ہیں۔ شمس الدین علی گیلانی کو اکبر شاہی عنایات سے

حکیم الملکی کا خطاب تھا۔ مولانا شاہ محمد شاہ آبادی کی طرف اپنی شاگردی کی نسبت کرتے تھے۔ ایک روز موقع آگیا۔ تو حضور شاہ شاہی میں عرض کیا کہ تفسیر پیناوی پر۔ اور نیز دیگر تفسیریں کتب پر۔ شاہ آبادی ہتسار کے لایدفع اعتراضات ہیں۔ اکثر علماء کے زمانہ نے صل اعتراضات کے میدان میں جواب کی

ڈہال اور تلوار۔ کمر سے کہول کر کہ دی ہے۔ اس طرح سے شاہ آبادی استاد سب پر غالب آئے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ شاہنشاہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ علما کا جلسہ فراہم کر کے اس تقریر کو درست اور صاف کرنا چاہیے چنانچہ عقلموں کے امتحان کا جلسہ قائم کیا گیا۔ گیلانی نے کہا۔ اِذَا بُنِيَ اِبْرَاهِيْمَ رَبُّنَا بِكَلِمَاتٍ خَامِسَةٍ  
 اس آیت کی تفسیر پر اعتراض ہے۔ شیخ منور نے معترض سے اعتراض کی صورت دریافت کی۔ اور  
 اثنائے بیان میں جواب دیا۔ کہ عمیر کے راجع اور مرجع کے متعین کرنے میں تساہل ہوا ہے۔ اگر ایسا  
 کہا جاوے گا۔ تو اعتراض پیدا نہیں ہوگا۔ اور مراد میں بھی خلل واقع نہ ہوگا۔ حکیم الملک نے نامنصفانہ  
 جانب داری کی۔ اور تقریب پر نظر کر کے ایسی گفت و گو کی جو حد ادب سے متجاوز تھی۔ شیخ منور نے  
 شہنشاہ سے بذریعہ قرعہ حکم کے واسطے التماس کیا۔ قرعہ قاضی صدر الدین لاہوری کے نام سے  
 نکلا۔ قاضی نے بیضاوی کی عبارت۔ اعتراض۔ اور جواب۔ ان تمام باتوں کو منصفانہ نظر سے  
 دیکھ کر فرمایا۔ آج کے روز اگر قاضی ناصر الدین بیضاوی موجود ہوتے۔ تو شیخ منور کی دور بین طبیعت  
 کی داد دیتے۔ یہ معما کی مثل نمائش کی بات بدون تعین اسم کے اس واسطے لکھی گئی ہے۔ تاکہ  
 فنون اور علوم کے اندر شیخ منور کی دقیقہ شناسی اور سخن آفرینی ظاہر ہو جاوے۔ کہ مجلس علم کی  
 ہم نشینوں کے مقابلہ میں کس درجہ برتری۔

ہجری سنہ نو سو پچاسی میں آپ کو صدارت صوبہ مالوہ کا عالی قدر منصب عطا ہوا علماء  
 ارباب ریاضت۔ اور عاشق مزاجوں کے ساتھ اس عہدگی سے پیش آئے۔ کہ تمام لوگ اوقات  
 اجابت میں۔ آپ کے لئے دعائے خیر کے واسطے آسمان کے سامنے ہاتھ پیلانے تھے۔ اور  
 چند سال تک سازنگ پور مالوہ میں قیام فرما کر اس صوبہ کو طالبان علم کو فیض پہنچایا۔ ہجری سنہ نو سو پچاونین  
 میں عضد الدولہ علامہ عصر میر فتح اللہ شیرازی کو جو صاحب دانش ملا میرزا جان کے ہمدردس۔ اور  
 میر غیاث الدین منصور کے بالواسطہ شاگرد و شہور تھے۔ صوبہ مالوہ کا منصب صدارت ملا۔ جب  
 میر فتح اللہ سازنگ پور میں پہنچے۔ تو شیخ منور نے مقدمہ طوابع کی شرح علامہ کے سامنے پیش کی  
 جس کو خود عقیم اور منہج اشکال کے مطالب میں لکھا ہے۔ اور جس کو وہ اپنی سخن آفرین طبیعت کا  
 نتیجہ فکر سمجھتے ہیں۔ دو سکر روز علامہ نے فرمایا۔ میں نے اس باب میں چند باتوں کا مسودہ کیا ہے  
 جن سے جواب پر اعتراضات واقع ہوتے ہیں۔ کسی شخص کو میرے ہمراہ کر دیجئے۔ میں ان کو



صاف کر کے۔ اُس شخص کے ہاتھ خدمت میں بھیج دوں گا۔ شیخ کا بیجا ہوا شخص۔ دو تین منزل گیا۔ اور بے جواب واپس آیا۔

تحصیل علوم میں آپ کے پاس سند عالی تھی۔ آپ کے خالو شیخ سعد اللہ۔ اپنے وقت کے عالم اور خدا شناس تھے۔ آپ انہیں کے شاگرد ہیں۔ شیخ سعد اللہ کے حالات کسی قدر اس گلزار میں تحریر ہو چکے ہیں۔ دیگر یہ ہیں کہ شیخ سعد اللہ نے تحصیل علم کا آغاز ہی کیا تھا۔ کہ اپنے پدر بزرگوار شیخ ابراہیم جامع کی شاگردی میں داخل ہوئے۔ پھر جب پدر بزرگوار کو آخری سفر پیش آیا۔ تو بقیہ تحصیل دار السلطنہ لاہور میں آکر مولانا عبدالرحمن ملتانی کے درس میں تمام کی جن کو ثانی امام اعظم کہتے ہیں مولانا عبدالرحمن۔ اپنے والد ماجد شیخ عزیز اللہ کے شاگرد ہیں۔ اور شیخ عزیز اللہ نے با تفاق شیخ ابراہیم جامع۔ جامع کے پدر بزرگوار مولانا فتح اللہ کی خدمت سے تحصیل علوم کی تھی۔

شیخ جمالی کنبو نے سیر العارفین میں مولانا فتح اللہ کی بہت کچھ تعریف لکھ کر تحریر کیا ہے۔ کہ میں نے مولانا کو۔ اور مولانا کے بیٹے جامع کو دیکھا ہے۔ اور ان کے درس کے جلسہ میں آمد و رفت رکھی ہے۔ اُس زمانہ کے تمام فضلاء مولانا کے ساتھ مستفیدانہ تحصیل علم کا سلسلہ جاری رکھتے تھے اور مولانا فتح اللہ۔ مولانا سناؤ الدین شیرازی کے شاگردوں میں سرگروہ تھے۔ مولانا سناؤ الدین۔ میر سید شریف جرجانی کے شاگرد ہیں۔ شیخ سعد اللہ کی تحقیقات یہ ہے۔ کہ مولانا فتح اللہ نے دہلی میں ہی مولانا موسیٰ جعبری سے بہت سے علوم اور فنون حاصل کئے۔ اور انہیں کی اجازت سے درس کی مسند کو اپنے جلوس سے آرائش بخشی تھی۔ مولانا موسیٰ جعبری۔ علامہ تفتازانی کے بزرگ شاگردوں میں سے ہیں۔

مصنفات منوری کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) شرح طوابع (۲) شرح بدیع البیان مسمی بہ حدائق البیان (۳) رسالہ موسوم بہ حق صیرج یہ رسالہ سب کنندگان رسول علیہ السلام کی توبہ قبول نہ ہونے کے بارہ میں ہے۔ العیاذ باللہ اور رسالہ مذکور۔ رسالہ مخدوم الملک مولانا عبداللہ لاہوری کی رد میں لکھا گیا ہے۔ جس میں مذکورہ بالا سیاہ باطن جماعت کی توبہ کا قبول ہونا ثابت کیا گیا ہے (۴) شرح قصیدہ بردہ۔ (۵) تفسیر درر النظیم فی ترتیب آلاء والسور الکریم (۶) تعویب بحر الموانع تفسیر قاضی شہاب الدین۔ پانچ برس گواہی کے قلم میں آپ قید رہے تھے۔ اس مدت میں ان کو

تفسیر دن کا مسودہ کر لیا تھا۔ چاہتے تھے کہ نظر ثانی سے تصحیح کر کے صاف کر لیا جاوے۔ مگر اس ویسٹ  
میں فرمان روا سے زمانہ کا دل آپ پر سخت نامہربان ہوا۔ اور آپ کی تمام کتابیں جو کم و بیش ڈیڑھ ہزار  
جلدیں تھیں۔ ورق ورق کر کے۔ بادشاہی کتب خانہ میں لے گئیں۔ آپ کی تمام تصنیفات اس  
اس درمیان میں دریا سے نیستی کا لقمہ بن گئیں۔ مگر ایک کتاب در را انظیم نوح گئی جو قیامت  
میں مصنف کے پاس رہ گئی تھی۔

القصد - اسی سلطان قہر کے جوش میں حکم صادر ہوا۔ چنانچہ آپ کو قلعہ گوالیار سے ہار اٹھانے  
آگرہ میں لے گئے۔ جو چند روز زندگی کے باقی رہے تھے۔ نہایت تنگی اور تاریکی میں اپنے بسر کر کے  
تاریخ بارہویں ذی قعدہ ہجری سنہ ایک ہزار گیارہ میں کون دھند کے جہان کو رخصت کیا۔ غربا اور فقرا کے  
مزدعوں میں خاک کے اندر سپرد کر دئے گئے۔ مگر آخر کار ماہ محرم ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ میں آپ کے  
فرزندان کرام ایک مناسب تدبیر سے آپ کی نعش خاک آگرہ سے نکال کر وارہ الاسلام لاہور میں لائے  
اور اپنے آبا و اجداد کے روضہ میں دفن کیا۔ مصرع ربیع خار بادہ وانش حسنین بود و

## یاد شیخ داؤد سلج

آپ کا وطن عماد پور ہے۔ جو احمد آباد گجرات کا ایک کوچہ ہے۔ آپ کے چوٹے بہائی شیخ خلیل کا  
بیان ہے۔ کہ پیشہ وری چھوڑنے کا اولین باعث یہ ہوا۔ کہ ایک روز آپ کے ساتھ وہ سب ہم عمر اطفال  
ایک گلی میں کیل رہے تھے۔ اُس گلی میں شیخ بدین گوڈریو کا گزر ہوا۔ آواز دی کہ جس کسی کے پاس کچھ  
ہو۔ اس گدا کو دو۔ تمام لڑکے بہاگ گئے۔ آپ نے دلیری کر کے ایک تانبے کا پیسا ہاتھ پر رکھ کر نہایت  
ادب کے ساتھ پیش کیا۔ شیخ بدین نے وہ پیسے لے لیا۔ اور اپنے منہ کا لعاب اُس نوجوان کے منہ میں  
ٹھالا۔ بس اسی میں ہونے لگا۔ جو کچھ نصیب میں تھا۔ اُس وقت سے خدا طلبی کی چنگاری دل کے مہخانہ میں  
جا پڑی۔ دنیا پرستی کی عادت اور خیال کو اُس کا ایندھن بنایا۔ اور خدا شناسی کی شورش دماغ میں پیدا  
ہوئی۔ دنیاوی محبت کی رسم و عادت کو توڑا توڑا کر کہ خدا شناسی میں زیادہ کیا۔ بیان تک نسبت پہنچی  
کہ اُس چنگاری میں شعلہ پیدا ہوا۔ اور شورش جنون سے جا ملی۔ جو ہندی اشعار۔ عشق اور خفیگی اور تجرید  
و توحید کی یاد دلاتے تھے۔ اُن کے پڑھنے۔ سنے۔ اور کہنے کا ہمیشہ ولولہ تھا اس سبب سے آپ کا  
غریب خانہ کیا تھا۔ گویا سو دو سماع اور رقص و رقت کا معرکہ تھا۔ جب یہ شہرہ۔ فرمان روا سے زمانہ

اکبر شاہ کے کان میں پہنچا تو آپ کی ملاقات کی آرزو۔ روز بروز بڑھنے لگی۔ بہت۔

جو آید جلوہ حسن از رو گو شس

ز جان آرام بر باید ز دل ہوش

ایک روز بادشاہ نے فرمایا۔ کون سے ایسے طریقے سے میں آپ کو طلب کروں۔ جو آپ کا دل آزار نہ مانے۔ ایک مزاج شناس کار پر داز نے عرض کیا۔ شاہنشاہی اقبال سے یہ مہم اس خوبصورتی سے سر کی جاسکتی ہے۔ کہ ہر وقت شگفتگی۔ آپ کی خاطر کے آس پاس ہی رہے گی۔ فوراً حکم ہوا۔ کہ بہت جلد اپنے تئیں آپ کی خدمت میں پہنچا کر قول کو فعل کے سانچہ میں ڈھال دکھاؤ۔ جب بیچے ہوئے شخص نے آپ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو منور کیا۔ تو دو روز تک ہمت سے آپ کے مزاج اور طبیعت کی جاسوسی کا کام لیکر آپ کی ہم زبان کا طریقہ پہچانا۔ تیسرے روز آپ سے کہا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اس ملک سے چل کر راہ آگرہ۔ اختیار کرو۔ آپ بے تامل سیر و تماشا سمجھ کر روانہ ہوئے۔ چند روز بعد دارالخلافہ میں آپ پہنچے۔ جب درویش کی تشریف آوری کی خبر۔ بادشاہ کے حضور میں ہوئی۔ تو بادشاہ نے شیخ ابوالفضل مبارک کو فرمایا۔ کہ آنے والے کی خدمت میں حاضر ہو۔ اگر تمہاری رائے ہوگی تو میں خود حاضر ہو کر ملاقات کروں گا۔ وگرنہ درویش کو اپنے ہمراہ نہایت عزت و حرمت کے ساتھ۔ شاہنشاہی حضور میں لے آؤ۔ جب شیخ ابوالفضل درویش کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو معرفت اور حقیقت کی باتیں بہت کچھ ہوئیں شیخ ابوالفضل نے دریافت کیا۔ آپ نے خدا کو کیسے پہچانا۔ جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ جیل مشائخ کی ذات۔ شناخت کے درجہ سے ارفع اور اعلیٰ ہے۔ عرفان کا ہاتھ صرف مبادی صفات کے دامن تک پہنچ سکتا ہے۔ متاثر جس اثر کا ظہور۔ موثر کی طرف سے اپنے میں نہیں پاتا ہے۔ اسی کے مناسب کوئی اسم۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جلت عن الاوراک کے واسطے قرار دیتا ہے۔ اور اسی اسم کے ساتھ دعوت اور عبادت کرتا ہے لیکن جس جگہ اُس کی ہو یہی ہو یہ ہے۔ وہاں پر اسم اور معنی دونوں کا راستہ بند کر دیا گیا ہے ابوالفضل۔ اس کو تم اس طرح سمجھو۔ شیرین میوؤں کو شکر کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بات یقینی ہے۔ کہ حقیقت میں اُن میوؤں کی نہ ذات شکر ہے۔ اور نہ نام شکر ہے۔ شیخ ابوالفضل نے گزارش کیا۔ سلطان کی خواہش یہ ہے۔ کہ مجھ کو سعادت ملازمت اسی جگہ حاصل ہو۔ تو بہتر ہے جو اب دیا جس شخص نے عزم کر کے تین سو کو س قدم فرسانی کی ہوگی۔ وہ شخص دیگر چند قدم ہی دریغ نہ کرے گا۔

اور اپنی جگہ سے اٹھ کر شیخ کے ہمراہ شاہنشاہ کے حضور میں چلے آئے۔ جب بادشاہ نے آپ کو دیکھا۔ تو درویش دوستی اور محبت کے مراسم نہایت شوق سے بجالایا۔ اور فرمایا۔ کوئی بات کیے درویش نے جواب دیا۔ کوئی بات پوچھے جس کا جواب دیا جاوے۔ پھر فرمایا جو گنج معرفت آپ کے پاس ہے۔ اس میں سے کچھ ہم کو بھی دیجئے۔ اور اللہ تعالیٰ صل شانہ کے عطا کئے ہوئے جو خزانہ ہم کو سپرد کئے گئے ہیں۔ ان میں سے کچھ آپ طلب فرمائے۔ درویش نے جواب دیا۔ کہ نہ میں کچھ رکھتا ہوں۔ جو آپ کو دوں۔ اور نہ آپ کچھ رکھتے ہیں۔ جو میں طلب کروں۔ پھر چند روز دار السلطنت کا تاشا کرتے رہے۔ جب وطن کو واپس جاتے تھے تو راستہ چلتے چلتے قصبہ ساہنہ میں پہنچے۔ جو ہندوستان کا نیک زار ہے۔ مقام اچھا معلوم ہوا۔ اسی جگہ ٹھہر گئے۔ ہجری سنہ ایک ہزار بارہ میں آخری سفر کو روانہ ہوئے۔ خوابگاہ ساہنہ۔ جو راجہ مان سنگھ کچھواہہ کے جاگیر میں قدیم الایام سے مقرر ہے راجہ مان سنگھ۔ اکبر شاہی بزرگ امرا میں سے ہیں۔ جن کو شاہنشاہ کی عالی توجہ اور عنایت نے صوبہ ماوہ کے شرقی حصہ کا افسر بنا دیا تھا۔ ایک لاکھ سوار کی جاگیر ہے۔ مصرع

نکین باد نقش گفتارش ؛

یا مولانا خواجہ محمد باقی

آپ قاضی عبدالسلام کے بیٹے۔ اور مولانا خواجگی آٹکنکی کے مرید ہیں۔ جو اصحاب اکابرین **اَنی اللہ یقلب سلیم** کے استثنائین داخل ہیں۔ اور نیز جو ارباب **عباد الرحمن الذین یستو** **علی الارض ہوناً** کی صفت سے موصوف ہیں۔ ابن کے زمرہ میں آپ داخل تھے۔ زادوم کابل ہے۔ ماوراء النہر کے شہرون میں۔ کتابی علم تحصیل کرنے کے بعد ہندوستان کی ہوا۔ راہ غربت میں آپ کی قدم فرسائی کا باعث ہوئی۔ جب آپ دار السلطنت لاہور میں پہنچے۔ تو شیخ فرید بخاری اکبر شاہ کی بخشگی۔ جو نہایت غریب دست شخص تھے۔ کہنوں نے آپ کے روزیہ مصارف کی ذمہ داری اپنے اوپر لازم کر لی۔ بیان پر سابق برگزیدگان خدائی بارگاہ کے پُرانے تذکرے مطالعہ میں آئے۔ جس کے سبب سلسلہ کی شورش آپ کے باطن میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ چنانچہ ان اہل

۱۷ گردان اسی کی بنات ہوگی جو پاک دل سے کرخدا کے حضور میں حاضر ہوگا ۱۲۷۵ (خدای برحق کے خاص)

بندہ تو وہ ہیں۔ جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں ۱۲۔

کے بزرگوں کی خدمات میں چل پھر کر اپنے حوصلہ اور وقت کے موافق فروغ معرفت حاصل کیا۔ اور دوسروں سے پوشیدہ - نقشبندیہ نسبت پیدا کرنے میں بہت کچھ مشق کی۔ بزرگوار خواجوں کی پاک روحوں نے معنوی امداد دیکر کرامت اور کرامت کے اوپر سعادت عطا فرمائی۔ بیان تک ہوا۔ کہ نقشبندیہ نسبت کے گرامی آثار نے آپ کے باطن کو سر سے پانوں تک جگہ بند کر لیا تھا۔ بالخصوص خواجہ بزرگ اور خواجہ احرار۔ آپ کی ہر ایک شکل کو جو پیش آجاتی۔ فوراً حاصل کر دیا کرتے تھے۔ بیان تک کہ آپ کا سلوک اویسیہ طریقہ پر انجام کو پہنچا۔ مگر طریقہ کے مقاصد میں سے دو مسئلوں کی تسفیح نہیں ہو سکی۔ لراسمہ

مشکلے کا سان نشد بر دل عمہ ہجران اوستا

از طفیل عشق آسان گشت ہر شکل کہ بود

ہر چند توجہ کی گئی۔ لیکن مذکورہ بالا دونوں مسئلے۔ حل نہیں ہوئے۔ اس نگرانی میں بے شمار مدت گزر گئی۔ پھر اس طور پر آگاہی دی گئی کہ ارباب طریقت کی عادت خاص کر اس طرح پر ہے۔ کہ جب ظاہر پیر سے بیعت کرتے ہیں۔ اسی سبب سے دو مسئلے لاینحل پڑے ہوئے ہیں۔ شرط یہ ہے۔ کہ جو رہنما اس انقباض کو دریافت سے پہلے دور کر دیوے۔ اسی کے دست قبول پر بیعت کے واسطے اپنا ہاتھ رکھ دینا چاہیے۔ ناچار آپ ایسے انفسی و آفاقی رموز کے جاننے والے بزرگ کی ملازمت حاصل کرنے کے ارادہ پر چلے۔ اور ہند کے اکثر شہروں کو تلاش کے پانوں سے کھوندا ملا۔ لیکن کسی برگزیدہ بارگاہ سے حصول مطلب میں کامیابی نہیں ہوئی۔ جب طلب کی پریشانی سے رہائی نہیں ملی۔ تو ماوراء النہر کے سفر پر کمر باندھی۔ اور وہاں پہنچ کر بھی بہت سے بزرگوں کی ملازمت کی۔ کسی شخص سے معمودہ ضمیر شناسی کا ظہور نہیں ہوا۔ اتفاقاً قصبہ اکنہ میں گزر ہوا۔ بیان پر مولانا خواجگی کے سعادت دیدار سے آنکھوں میں روشنی حاصل ہوئی۔ بدون اسکے کہ بات کی تمہید کی جاوے مولانا نے مذکورہ بالا دشواری واضح عبارت کے ساتھ حل فرمائی۔ اسی وقت مراسم بیعت بھی ادا ہوئے۔ چند روز خدمت میں رکھ کر ہندوستان جانے کے واسطے اجازت دی۔ اور فرمایا۔ کہ ہندوستان میں ایک شاہباز تمہارے ہاتھ لگے گا۔ جو ظاہر میں تو تم سے فیض پاوے گا۔ مگر باطن میں وہ تم کو منزل مقصود کی رہنمائی کرے گا۔ چنانچہ آج رات میں موعود واقعہ۔ اور اپنا طفیلی ہونا تم کو عالم خواب میں ظاہر ہو جاوے گا۔ کہتے ہیں۔ اسی رات آپ نے عالم خواب میں دیکھا۔ کہ ایک طوطی ہاتھ پر بیٹھی ہوئی ہے۔ اور آپ اپنے

منہ کا لعاب اُس کی چوخیچ میں ڈالتے ہیں۔ اور طوطی اپنی چوخیچ کا قند آپ کے دہن مبارک میں ڈالتی ہے۔ جب عالم بیداری میں بازگشت ہوئی۔ اور تعبیر کو نوید مذکور کے موافق پایا۔ تو آپ عرض کر کے راہی ہند ہوئے۔ چند مدت لاہور میں بسر کی۔ پھر دہلی کے ارادہ پر چل نکلے۔ جب شہر ہند کی حدود میں پہنچے۔ تو آفتاب کی سی روشنی اس شہر کے گرداگرد پھیلی ہوئی دیکھی۔ یہ حال شاہدہ کر کے کمال حیرت ہوئی۔ رجال الغیب میں سے ایک نے آواز دی۔ پیر بزرگوار نے جس مرد کی بشارت فرمائی ہے۔ وہ اسی ہرگز میں مشغول خدا پرستی ہے۔ لیکن ازلی فرمان کا مضمون یہ ہے۔ کہ اُس کو دہلی مقام پر آپ کی مصاحبت میں داخل کرینگے۔ اب مزید جست و جو کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

**القصة**۔ اپنے کچھ عرصہ دہلی میں رہ کر انتظار کیا۔ ناگاہ شیخ احمد کو حرمین شریفین کے طوائف کا شوق پیدا ہوا۔ یہ شوق اُن کو پریشان کر کے وطن سے سفر میں کہنچ لایا۔ جب شہر دہلی میں پہنچے۔ اور خواجہ کی ملازمت حاصل ہوئی۔ تو خواجہ کو پہلے ہی دیدار میں معرفت کا چہرہ نظر آگیا۔ اور سمجھ لیا۔ کہ شخص معهود یہی شخص ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ایک ہفتہ کی صحبت میں ہی آنے والے کا کام انجام کو پہنچ گیا تھا۔ مگر اس اثنائے مقیم کو ایک عزیز کے کارخیر کے لیے قصہ بہنل کا سفر پیش آیا۔ مجبوراً واپس آنے تک شیخ احمد کو دہلی میں توقف کرنا پڑا۔ چند روز بعد جب خواجہ نے خاتقاہ میں معاودت فرمائی اور کمال عروج کی حالت میں شیخ کا نظارہ کیا۔ تو ارور سے خواہش یہ فرمایا۔ وہ وقت آگیا ہے۔ کہ یہ وحدت کی شکر خاطر طوطی درویش کے منہ میں۔ ایک مہری کی ڈلی ڈال دیوے۔ چند مدت تک اسی طریقہ پر رازداری کی باتیں گراگرمی کے ساتھ ہوتی رہیں۔ ان واقعات کے بعد ایک محترم عزیز نے دریافت کیا۔ کہ حضرت خواجہ کے مشرب کارنگ اس سے قبل کچھ اور تھا۔ اور اب ان ایام میں بیان معارف کے متعلق جو کچھ فرمایا جاتا ہے۔ وہ سابقہ روش کے بالکل برخلاف ہے۔ فرمایا۔ کہ توحید کو چہ تنگ تھا۔ اب شیخ احمد کی مصاحبت کی برکات سے ایک شاہراہ مل گئی ہے۔ امید ہے۔ کہ تمام حقیقت طلب حقیقی دوستوں کو یہ شاہراہ نصیب ہوگی۔

کتے ہیں۔ ہجری سنہ ایک ہزار بارہ میں خواجہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے دریافت کیا۔ کہ فقیر کی عمر کے چالیس سال ہونے میں کس قدر باقی ہے۔ فرمایا۔ بارہ روز چھپنے سے دو روز نہیں گزرے تھے

اگر بیماری کا اثر عنصری ترکیب میں پیدا ہوا۔ جس روز کہ چالیسواں سال ختم ہوا۔ اسی روز منزل قدس میں  
 جا آئے۔ خوابگاہ دہلی۔ آپ کے مرید صوفی محمد صدیق ہدائی تخلص تھے۔ انہوں نے تاریخ رحلت  
 ان الفاظ میں نکالی ہے۔ ہادی شریعت بود۔ اور یہ تمام بیان صوفی کی تحریر سے نقل کیا گیا ہے۔  
 وہو اعلم بحقیقۃ الحال فمنہ الیہ مافی ہذا المقال۔

مصراع گفت وگوئی طوطی من حرف استاد من است

یاد شیخ دولت گجراتی

گننامی و خاموشی آپ کے انحال کی پیشانی کے نقش تھے اور بنجودی و انکسار آپ کے حالات  
 کے کف دست میں خطوط تھے۔ شیخ کپور مجذوب مداری گوالیاری کے آپ مرید ہیں۔ اور شیخ کا جام مجذوب  
 سارنگ پوری کی ملازمت میں ہی پہنچ چکے ہیں۔ شیخ بہکاری گوالیاری جو سارنگ پور میں مقیم تھے  
 ان کے منور باطن سے بہت کچھ حصہ آپ کو ملا تھا۔ آپ کا پانون پر کار کی طرح چکر میں ہی رہتا تھا۔ اس  
 سیاحی کی بدولت تمام سطح زمین اپنے ناپ ڈالا۔ اور جہان کا نشیب و فراز خوب دیکھا۔ ہجری سنہ نو سو ستاسی  
 میں قصبہ دسور (مندسور) کے اندر آکر ایک حجرہ اختیار کر لیا۔ اور ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ تک  
 زندگی کی گوڑی جسم پر پئے رہے۔ اور پہلو نشین دشمن (نفس) کے ساتھ لڑائی رکھی۔

مصراع خدائیش روی فی سہ روزی نمایا دہ

یاد شیخ صدر جہان ابن ابو الفتح

آپ کا مولد موضع موال ہے۔ جو مانک پور کے مضافات اور ہند کے شرقی حصہ میں ہے۔ ظاہری  
 انجمن کی آرائش۔ آپ کی باطنی خلوت میں مانع نہیں ہوئی۔ اور دنیا جیسی وسیع آبادی کی بیانیہ  
 آپ کی معنوی گوشہ نشینی میں ہر جہ نہیں ڈالا۔ ہمیشہ ہنگامہ میں گوشہ گزین اور سیر و سیاحت میں چلنشین  
 رہے۔ جب تک اپنے امانت حیات واپس سپروہین کی۔ تب تک آپ کے عیال و اطفال کی رفتی  
 میں حیثیت کا بھٹا ہوا پوچی۔ اہل جہان میں جو اسباب متعارف ہیں۔ ان میں سے کسی  
 سبب کو کسی وقت اپنے خواہش کا ہاتھ نہیں لگایا۔ با اینہم جو کچھ خشک وتر۔ دوپہر کے وقت یا شام  
 کے وقت نصیب ہو جاتا تھا۔ کسی مینواہمان کو تقسیم کرنے کے بدون کام میں نہیں لائے۔ اور  
 اپنے وطن میں جہان کین ہو کے کی خبر ملی۔ اس کی غم خواری کو اپنی دلسوزی کے ذمہ لازمی سمجھا۔

ایشارہ - (دوسرے کی منفعت ہی مصالحت پر مقدم رکھنا) از خود رفتگی - اور خیر فراموشی کا شیوہ - آپ کی خاص عادت اور خمیر بن داخل تھا - ایک عجیب و غریب حالت - آپ کے وجدان کے ساتھ ساتھ رہتی تھی - راقم نے ہر چند فکر کی - زبان کو آراستہ - اور قلم کو روان کیا - لیکن ایسا حرف جو آپ کے سلوک سے آشنا ہو - صفحہ پر تحریر نہ کر سکا - بیت

اگر حسن اور امی این و آن ست

چہ بتایم بحسن زلفِ درویش

آپ فرماتے تھے -

”آغا جوانی تھا - طوافِ حرمین شریفین کے واسطے شرفنا اللہ و ایام کم بزیار تھا - جہاں ہیماں کا شوق اپنے وطن سے دریا کے کنارہ کی طرف موکشان سے گیا - اتفاقاً اس سال دریا کے اندر ایسی شورش تھی - کہ کوئی جہاز اس بندر سے مقام مقصود کو نہیں پہنچ سکا - خوفِ دہندہ بیماری ہی عارض ہوئی - جس نے درستی عزم میں تباہی پیدائی اور سہولت دہندہ اسباب مفقود ہوئے - جو علامت انزلِ اجازت کی ہے ان امور کے جمع ہونے سے معلوم ہوا - کہ امسال غیب کی طرف سے رخصت نہیں ہے - ناکام و شاکر ملک مالوہ میں آیا - اور قصبہ دہار میں گزر رہا -

ایک تو زمین دہار کی ترد تازگی دامنگیر تھی - دو سکر بہت سے خدا شناس بزرگ بیان پر مقبروں کے اندر آسودگی کے ساتھ سوئے ہوئے ہیں - جیسے شیخ کمال مالوہ سوانا عنایت برادر مولانا مغیث جن کی آلامگاہ دریا سے اُجین کے کنارہ ہے - شیخ عبد اللہ چنگاں - اہ شیخ جو بہلان صدر الذکر بزرگوں کے کسی قدر حالات ہر ایک کی یادداشت میں لکھے ہی گئے ہیں) - ان کی معیت نے مجھ کو جنبش نہیں کرنے دی - یہ دونوں باتیں باقی اور تامل کا سبب ہوئیں - القصد شیخ معروف غیب اللہ کی خدمت میں آمد و رفت بہت زیادہ ہوئی - جس نے مجھ کو درویشی اور عینواری کی روش سے آشنا کیا - اور استعداد کے موافق الہی تجلیات نے خودی سے کہو دیا - چند روز بعد شیخ معروف کو ازلی توفیق اور خاک گور کی کشش حرمین شریفین کی طرف کینچ لے گئی - اور ان کے (وہ کے شیخ تاج الدین عواما اللہ کی نسبت یہ اسے قرار پائی کہ چونکہ شیخ طبع الدین خود سال ہیں



لہذا ان کی پرورش میرے شیخ صدر جہان کے سپرد کرنی چاہیے۔ اس سبب سے  
میری کوشش نے سفر مبارک کی رفاقت کا ثمرہ پیدا نہیں کیا۔ اور خطاب میں مغلوب ہوا  
بالآخر شیخ معروف مجھ کو اپنی خانقاہ میں جانشین کر کے روانہ ہوئے،

چنانچہ شیخ معروف کا تحت الذکر خط جو مکہ معظمہ سے شیخ صدر جہان کے نام آیا تھا۔ یہ بھی صدر الذکر مضمون  
کو ظاہر کرتا ہے۔

محب جان یار و دو جہانی بالصدق والا یقان شیخ صدر جہان - معروف غریب اللہ  
کی طرف سے عارفانہ دعا اور سلام قبول فرما کر خدا کرے۔ ہمیشہ خیر کے ساتھ مع العشق  
والعرفان رہیں۔ والسلام بآسہ۔ ایک دم اور ایک قدم بھی آپ کے بدون نہیں گزرتا ہے۔  
اگرچہ بظاہر مصاحبت اور قربت سے جدائی ہے۔ لیکن معنی ہمیشہ اس طریق معظمتی میں  
رفاقت بنی ہوئی ہے۔ مدعا سے ضروری یہ ہے۔ کہ فرزند ارجمند شیخ تاج الدین عطار  
کو میں نے آپ کی سپردگی میں دیا ہے۔ اور آپ کو اپنی جگہ چھوڑ آیا ہوں۔ جو شخص میری  
طرف ارادت لیکر آوے۔ اس کو بیعت اور حق سبحانہ تعالیٰ کی رونمائی کرنا۔ اور با  
بشارت خلافت نامہ۔ عالی مقام ابیت الحرام سے روانہ کیا گیا ہے۔ مشایخ رحمہم اللہ  
تعالیٰ کے طریق میں ثابت قدم رہنا۔ اس حج و عمرہ کا ثواب آپ کو اس مقدار سے  
زیادہ نصیب ہوگا۔ کہ جس قدر ہمارے ہوں نے پایا ہے۔ والسلام۔

جب آپ کے پاس خبر آئی۔ کہ شیخ معروف کی خاک پاک مدینہ منورہ میں مدفون ہو گئی۔ نیز اس  
جگہ سائن کے فرزند رشید کو بھی علی کتابوں کے پڑھنے کی استعداد ہو چلی۔ تو شیخ صدر جہان کی نیاز مندی  
جو معنوی رہنما کے ساتھ تھی۔ جوش میں آئی۔ جست و جو کے راستہ میں قدم رکھنا تیزی کے ساتھ شروع  
کیا۔ تقدیری سعادت کا جذبہ آپ کو مسیح الاولیا کی خدمت میں لے پہنچا۔ قصہ کوتاہ۔ توڑے عرصہ  
میں نایافت کے درد کا مسیح الاولیا کی ہادیانہ تلقین سے علاج ہو گیا۔ اس کے بعد جب تک کاہد کے  
عنصر آباد سے آپ کی رحلت نہیں ہوئی۔ تب تک ہر سال اپنے وطن سے ایک دفعہ مسیح الاولیا کی  
خدمت میں برہان پور جاتے رہے۔ برہان پور وطن سے ساڑھے کوس دور ہے۔ وہاں پر ایک اعتکاف  
کر کے بازگشت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی تاریخ رحلت ستر ہویں ربیع الاول ہجری سنہ ایک ہزار چودہ ہے

آپ کے وطن سے جو راستہ برہان پور کو جاتا ہے۔ منڈو (مانڈو) اُس راستہ کے عین خطا پر واقع ہے اور راقم کا اقامت کدہ ہے۔ آپ جب اس طرف سے اور نیز اُس طرف سے جاتے آتے تھے۔ تو چند روز اس عبرت افزا شہر میں بھی ٹھیرا کرتے تھے۔ اور نیز بدون اس سلسلہ آمد و رفت کے بھی راقم کی دوستی اور آرزو کا لحاظ کر کے سال میں دو۔ تین دفعہ اپنے سعادت بخش قدم سے غریب خانہ کو منور فرمایا کرتے تھے۔ اور رازداری کی باتیں کرنے میں باہم ایک کے حالات دوسرے کو معلوم ہو جایا کرتے تھے۔ نیز ایک دوسرے کے عیب و بہتر پر بہت کچھ متنبہ کرنے والی نگاہیں پڑ جایا کرتی تھیں۔ آپ کی مصاحبت کا مزہ بس ذوق ہی پاتا ہے۔ گویائی میں نہیں آسکتا۔ جس کو زبان حوالہ قلم اور قلم حوالہ کا عقد کرے۔

## یاد شیخ حمیت

آپ کے پیر ارادت شیخ نظام نارنولی ہیں۔ آپ کئی چشم ہمت میں زمانہ کا قیمت پانے والا نقد و جنس۔ کچھ قدر نہیں رکھتا تھا۔ آپ کا ہاتھ سوال کے حق میں۔ گویا چلنی تھا۔ اسی دم دو حصہ اس طرح کر دیتا تھا۔ ایدہر لینا۔ اور اوہر بخشنا کمال چابک دستی سے ایک چیز کو پاک مارنے میں ایک ملک سے دوسری ملک میں پہنچا دیتے تھے۔ توقف کو داد و دہش کے مقام پر ننگ جو افرودی۔ اور نشان و بستی سمجھتے تھے۔ جب جذبہ پیدا ہوا۔ تو دار السلطنت آگرہ میں آکر ایک درخت کے نیچے نشستگاہ اختیار کر لی تھی۔ چند روز بعد اُس درخت کی شاخیں۔ چاروں طرف سے ایسی بڑھیں۔ کہ آفتاب کی دھوپ آپ تک نہیں پہنچتی تھی۔ ہمیشہ اپنے سانسے ایک بڑی اونچی آگ مشتعل رکھتے تھے۔ اس سبب سے ہند کی زبان میں آپ کو تپا کہتے ہیں۔ ہجری سنہ ایک ہزار اونیس تھا۔ کہ عنصری پیکر کا آتش خانہ ترک کر کے۔ جاوید بہار باغ کی سیر کے واسطے روانہ ہوئے۔

مصراع رخت ہستی آتش با فروز شتائے عشق باد پڑا

## یاد شیخ امین ابن احمد نروال

آپ علوم متداولہ کو اچھی طرح جانتے تھے۔ مولانا محمد طاہر محدث نروال کے بزرگ شاگردوں میں سے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو ترسی میں گجرات سے مالوہ کی طرف تشریف لائے تھے۔ ایک سال کے کچھ زیادہ دار الفکر منڈو (مانڈو) میں رہے۔ بعد اُجین کی طرف چلے آئے۔ بیان شیخ راجے محمد

قادری شیخ عبدالغفور شیخ الاسلام شیخ جمال ابن احمد۔ قاضی بابا خواجہ میان کالے میان امین مالوی اور نیر اس مرزین کے دیگر مشائخ کی مصاحبت ہوئی۔ نفعنا اللہ وجميع الطالبین ببرکاتہم یہ مصاحبت کچھ ایسی دل چسپ معلوم ہوئی۔ کہ جہان گردی کی ہوا۔ اور گھر کی تجویز کی فکر دل سے نکل کر اجمین کی اقامت کا سبب ہوئی۔ اس یادداشت کی نگارش کا آغاز ہجری سنہ ایک ہزار چودہ سے ہوا ہے۔ اس سال تک آپ زندگانی کی سند پر بیٹھے رہے۔ اور درس دیتے رہے ہمیشہ وضو آب روان سے کیا کرتے تھے۔ بارش کی کثرت۔ تازت آفتاب کی شدت۔ سرہا کی فراوانی۔ اور گھر سے ندی کا دور ہونا ان چیزوں میں سے کوئی چیز آپ کو مانع نہیں ہوتی تھی۔ قاضی عبدالعزیز۔ ابن شیخ عبدالکریم۔ ابن شیخ راجی محمد قادری برہان پور میں ظاہری اور معنوی کمالات سے آراستہ اور سیراستہ تھے۔ آپ ان کے دیدار کے واسطے ہجری سنہ ایک ہزار ستترہ میں برہان پور کو گئے تھے۔ اتفاق سے چونکہ آپ کی خاک پاک وہین کی تھی اس واسطے تاریخ یکم۔ میج الاول سنہ مذکور کو اسی جگہ سپرد خاک کر دئے گئے۔

مصرع چون امن بود شد ظلوم و جہول و

یا و شیخ محمود ابن سید ملک

آپ کی زاد بوم قلعہ سورت ہے۔ جو دارالملک گجرات کے بندرون میں سے ایک بندر ہے ہجری سنہ نو سو اسی میں اپنے وطن سے بتلاش پر جہان پیمائی کا آغاز کیا۔ چند روز سید احمد بخاری کی خدمت میں دل نہاد ہو کر رہے۔ اور آرزو سے ارادت ظاہر کی۔ سید احمد بخاری نے مراقبہ اور تامل کے بعد جواب دیا۔ تمہارا نام میرے یاروں کے دفتر میں نہیں ہے۔ لیکن سبر کرنا چاہیے۔ میں جس کی طرف اشارہ کروں۔ اسی سے تم ارادت لانا۔ یہاں سے آپ چلے۔ اور اثنائے سیاحت میں دولت آباد دکن کے قلعہ پر گزر ہوا۔ اور یہاں پر آپ باجارت سید احمد بخاری۔ شیخ عبداللطیف مجاور کے مرید ہوئے۔ شیخ عبداللطیف چند واسطہ سے سلطان برہان الدین غریب قدس سرہ کو پہنچتے ہیں۔ آپ کو پیر کی خدمت میں رہنے کی توفیق نہیں ہوئی خوشی کے ساتھ سفر کی اجازت لی۔ اور مالوہ کے راستے سے نارنول کو گئے۔ وہاں پر قطب الاولیا۔ شیخ نظام نارنولی کی ملازمت حاصل کی۔ اور شیخ جمال کو بھی دیکھا۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک مقام کے زندہ دہن اور مدفون کے آستانوں پر ناک رگڑی۔ اور فروغ باطن چاہا۔ قلعہ سنڈو (مانڈو) کے پائین میں دو کوس کے فاصلہ پر ایک قصبہ بغلچہ نام ہے۔ اس قصبہ کے اطراف میں

ہجری سنہ نو سو چھاسی تھا۔ کہ دالان اور مسجد کی بنیاد رکھی۔ انیس سال کے برابر آج تک آپ سرسراہ  
 سر دیوانی سے بہے ہوئے گہرے موجود رکھتے ہیں۔ اور آنے جانے والوں کو ان میں سے پانی پلا کر تازگی  
 بختے ہیں۔ حرص سے اور آلاؤہی سے آزاد زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور طبیعت کو ہوس سے دور رکھتے  
 ہیں۔ فرماتے تھے۔ ایک روز ایک شخص ایک تیترزنج کر کے درویش کے کمانے کے واسطے بکلا لایا۔ اس  
 نقد کی لذت ایسی ملی کہ ہوس نے بیدار ہو کر یہ بات دل میں جمائی۔ کہ کبھی پہر ہی تیتزر کا شور باکمانا چلے  
 پہر یہ خیال آیا۔ کہ ذبح کون کریگا۔ خود ہی منے کہا کہ فلان شخص ذبح کرے گا۔ فوراً سمجھ میں آیا۔ کہ  
 نفس چاہتا تھا لذت کا فریب دیکر۔ دل کو ہوس کے جال میں پھنسا دے۔ اس کشاکش سے پشیمان  
 ہوا۔ غیب سے نما آئی۔ کہ زندہ کو بچان کرنا۔ اور اپنے تن کو پالنا۔ درویشوں کا طریقہ نہیں ہے۔ بس  
 وہی فرہ دال چاول کے پانی کا پسند آیا۔ میں گہری خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور وہ کمانا دھک  
 کو دیدیا۔ خشک روٹی کھا کر ہوک کر رخصت کیا۔

سال کے اندر ایک دو مرتبہ منڈو (مانڈو) کے قلعہ میں آتے تھے۔ اور اپنے مبارک قدموں سے  
 راقم گلزار کے مکان کو منور فرمایا کرتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار انیس میں نظاہری بیداری کو ترک کر کے  
 قصبہ لغجہ کے میدان میں ابدی خوابگاہ اختیار کی۔ صبح ظل رحمت بر سرش مدد و باد۔

## یاد بھائی اسحق حضور

آپ۔ حافظ اسمعیل سندھی کے را کے ہیں۔ جوانی کا کسی قدر زمانہ سپاگہری میں گزارا۔ جب تیس  
 سال کی عمر ہوئی۔ تو اسی جذبہ پیدا ہوا۔ یہ جذبہ ہستی کا سامان۔ درویشی کی منزل میں پہنچ لایا۔ اور  
 بنیوانی کا آشنا بنایا۔ متفرق طور پر جا بجا سے قرآنی سورتیں اور آیتیں یاد تھیں۔ ان کو ہمیشہ حزمین  
 آواز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اور سنے دار کو ہلا دیتے تھے۔ اور جہان کھینچ بگائے اوقات نماز  
 میں سے کوئی وقت آجاتا تھا۔ دہن بلند آواز سے اذان دیا کرتے تھے۔ مسجد اور بت خانہ میں کوئی  
 تفاوت نہیں کرتے تھے۔ قصبہ مہیسر میں شیخ عبد اللہ حشمتی قدس سرہ کے روضہ کی چہار دیواری  
 کے اندر رہا کرتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار بارہ کے ذی حجبہ میں راقم کے یہاں پر خوردار  
 شیخ عبد الاول زرا و عمرہ کی شادی کا آغاز ہوا۔ شہر منڈو (مانڈو) کے اطراف کے قصبات اور  
 موضع سے بہت سے دیوت اور درویش۔ مہمانخانہ میں تشریف لائے تھے۔ طبیعت بڑے بڑے

کاموں میں مشغول تھی۔ اس وجہ سے آپ کا بلانا بھول گیا۔ لیکن نگرانی دل میں ضرور تھی۔ جس کا سبب ظاہر  
 نظر نہیں آتا تھا۔ کہ مبادا دوستوں میں طلبی سے کوئی صاحب باقی نہ رہ گئے ہوں۔ آپ کے دل میں  
 وہی سابقہ دوستی کا خیال آیا۔ اور بے تکلف اپنے مکان سے چل کر ایک گلدستہ تہنیت کے طور پر  
 ساتھ لیتے آئے۔ مجلس شادی کو رونق بخشی۔ فرمایا۔ جس کی طلب دل کے اندر کھٹکتی تھی۔ وہ اسحق  
 ہے۔ کم و بیش تین مہینے وہاں رہے۔ ایک روز بدون رخصت ہوئے۔ اپنے گھر کو چلے گئے۔ سید شاہ محمد  
 ولد سید بہتہ اللہ میسری سے روایت ہے۔ آپ کا مرض الموت مرض اسہال تھا جب ماہتہ پانوں کی  
 طاقت سفر کر گئی۔ تو تنہائی سے دل تنگ ہو کر اپنا حجرہ چھوڑ دیا تھا۔ اور راوی کے مکان پر چلے آئے  
 تھے۔ بعد کچھ روز تک دانہ پانی سے حلق کو آشنا کر کے ہجری سنہ ایک ہزار چودہ کے رمضان  
 مہینے میں حقیقی محبوب کی دیدار سے روزہ افطار کیا۔ صبح شام افطاریں پھینچ کر باوٹو

## یاد شیخ محمدی برہنہ

آپ کی زاد بوم احمد آباد گجرات ہے۔ شیخ صدر الدین ذاکر کے فارغ البال صونیوں میں سے ہیں  
 آپ کا سلوک جذبہ کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ لیکن آپ کے اکثر حالات جذبہ میں گزرا کرتی تھی۔ زیادہ تعجب  
 کی یہ بات ہے۔ کہ آپ کے فرض نماز اور روزہ کے تمام اوقات۔ درنگ اور تعطیل کی غارت گری سے  
 ازلی حفاظت میں محفوظ رہتے تھے۔ آپ کے پیر بزرگوار۔ حضرت غوث الاولیاء کے روضہ مقدس  
 کے طواف کے واسطے۔ ہجری سنہ نو سو تراسی میں برودرہ (بڑودہ) گجرات سے گواپار کو گئے  
 تھے۔ اس وقت آپ نے پیر کی خدمت سے رخصت ہو کر شیخ حبیب شطاری کے ہمراہ۔ مالوہ کے  
 راستہ سے اپنے وطن کو معاودت کی۔ شیخ حبیب شطاری۔ حضرت غوث الاولیاء کے بزرگ خلیفہ ہیں۔  
 اس سلسلہ میں آپ کا گزرمندو (مانڈو) پر بھی ہوا تھا۔ جو راقم کی زاد بوم ہے۔ چند روز باہم ایک  
 دو سکر کی صحبت غنیمت شمار کی گئی۔ جب آپ اپنے وطن میں پہنچے۔ تو تھوڑے ہی  
 روز کے اندر آپ کی زندگی کا آفتاب دلپسین نفس کی افق میں غروب ہو گیا۔ جس گفت و گو  
 سے کہ ایک شہہ انانیت یا علامت ہستی پانی جاوے ایسے مضمون سے آپ کی زبان روزمرہ  
 کے محاوروں میں بھی قطعاً آشنا تھی۔ ہمیشہ اپنے عرفانی مقاصد کو موحدانہ عبارت

سے بیان کیا کرتے تھے۔ سخت افسوس ہے۔ کہ اس روزمرہ روش کی خصوصیات تحریر کے ذریعہ سے  
ادائین ہو سکتی ہیں۔ اور تقریر کا عصا ان خصوصیات کو دل سے باہر نہیں کینچ لاسکتا ہے۔ ورنہ آشا  
کے کا نون کو اس لذت میں شریک کر لیتا۔ جو ابھی تک فقیر کا دل۔ آپ کی دل آویز تقریر کے اثر سے  
سے رہا ہے۔ واہ عجب تعبیر اور تصویر کی نارسائی ہے۔

## یاد شیخ عبد الواحد تارک الما

آپ کے باپ کا نام شیخ محمد ہے۔ جو تحت الذکر چار واسطہ سے شیخ رحیم الدین یوسف چندیری  
کو پہنچتی ہیں۔ یعنی شیخ عبدالکریم۔ شیخ ابراہیم۔ شیخ نعمت اللہ۔ شیخ سالار۔ پد بزرگوا نے آپ کو خواجہ حسین  
چشتی جمیری کا مرید کیا دیا تھا جب آپ کا زمانہ ہوش آیا۔ تو کسی قدر علم اپنے شیخ محمد کی شاگردی سے تحصیل  
کیا۔ جو میر عبد الاول شیرازی کے شاگرد تھے۔ اور پھر چند روز بعد شیخ عبد اللہ صوفی شطاری اکبر آبادی  
اور شیخ مبارک دانش مند گوالیاری کی ملازمت میں پہنچ کر شطاری طریقہ پر تلقین طریقت ل۔ صدر الذکر  
دونوں اصحاب حضرت غوث الاولیا قدس سرہ کے بزرگ خلفا میں سے ہیں۔ آپ کو دونوں سلسلوں  
کے خلعت خلافت سے سرفرازی ہوئی اور اگرچہ آخر الذکر شیخ کے دس سے آپ کو تمام علوم کے کمالات  
حاصل ہو چکے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں تمام علوم سے درگزر صرف فقہ اور تفسیر کے علم میں منہمک تھے  
ہجری سنہ ایک ہزار چودہ کے آخرین حصہ میں راقم ہی دسور (مندسور) مقام پر آپ کی خدمت میں پہنچا تا  
ایک رات رازداری کی باتیں ہوئیں۔ بہت سی پرمعانی باتیں دونوں طرف سے کہی سنی گئیں۔ اس  
درمیان میں اپنے فرمایا۔ جب میری عمر تیس سال کی تھی۔ اس زمانہ میں دو تین سال تک بچہ جذبہ رہا تھا۔ جب  
کہ آپ ستر کے قریب ہو گئے ہیں۔ ابھی تک اسی از خود رفتگی۔ جنون۔ بے تعین۔ اور بخودی کارنگ  
آپ کی پیشانی اور کاروبار سے عیان ہے مصحح آب حیوان را لبسان بادہ میداند حرام؛ کم دیش ستائیس  
برس تک اپنے پانی قطعی نہیں پیا۔ خواہ کیسا ہی سخت آب طلب کما نامعدہ میں پہنچا۔ ہجری سنہ  
ایک ہزار سترہ میں اپنے آب و خاک کی اس سرا سے جان پاک کے جان کو جا کر سیر فرمائی۔

مصحح خشک لب میرا دیدہ زندگانی کرد و رفت؛

## یاد شیخ بدھا

آپ کا نام عبد اللہ ہے۔ حضرت غوث الاولیا کے فرزند رشید اور سجادہ نشین ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ

حضرت گنجشک کی پاک نس سے ہیں۔ گنت کترا غفیا کی رموز وانی کی عبا۔ اور واین منی شیء الای  
 عندنا خرائتہ کی قبا آپ کے زیب بدن تھی۔ دنیا اور آخرت کی سعادت مندی۔ آپ کے واسن ہمت  
 پر سجات تھی۔ اور آپ کی نسبت کی استین پر ذاتی شرافت کا ثبہ لگا ہوا تھا۔ وجیہ الملتہ حمد آبادی۔ اور  
 مولانا مبارک دانش مند گویا ری کی شاگردی سے بہت سے رسمی علوم کا سرمایہ آپ کی جیب میں فراہم ہو گیا تھا  
 اور نیز استاد کی درجہ کو پونچھے تھے۔ تمام فنون میں درس دیکر اپنے طلبا کی استعداد کے موافق فیض اہ  
 فائدہ پہنچایا تھا۔ جب حضرت غوث الاولیاء عالم قدس کو روانہ ہوئے۔ تو آپ نے پدربزرگوار کی مسند رہنمائی کو  
 اپنے جلوس سے رونق بخشی۔ اُس زمانہ میں شہنشاہ زمان اکبر شاہ کو یہ منظور ہوا۔ کہ روضہ غوثیہ کی عمارت  
 دولت کی طرف سے تیار کی جاوے۔ شیخ بدہانے عرض کیا۔ کہ یہ خدمت اپنے فقیر زادہ کو سپرد زمانی جاوے  
 تو اچھا ہے۔ تاکہ شاہنشاہی بارگاہ سے جو کچھ میرے نام مقرر ہو۔ اُس میں سے درویشانہ معاش  
 کے موافق صرفہ معاش میں اٹا کر باقی جو کچھ بچے۔ حظیرہ کی تعمیر کے مصالح میں صرف کر دے۔ اور اسپر ہی  
 اگر کچھ ضرورت باقی رہے۔ تو حضور خسرئی سے مدد یوں۔ بادشاہ انصاف پسند اور مت آفرین تھا۔ اُسے  
 آپ کی ہمت کی داد دیکر بہت کچھ عنایتیں اور استغاث ذریا یا۔ چونکہ شہنشاہ کو یہ منظور نہ تھا۔ کہ آپ گوشہ نشین۔  
 درویش ہو کر رہیں۔ لہذا حکم دیا۔ کہ مخدوم زاد و چند روز بحسب ظاہر کمر میں تلوار باندھ کر اولیاء سے دولت میں شامل  
 رہیں۔ تاکہ آپ کی باطنی توجہ پر ظاہری امداد اصفافہ ہو کر۔ یہ دونوں امدادیں شاید حضرت غوث الاولیاء کی  
 باطنی پرورش کے ثمرات کی برابر ہو جاوین۔ اور سب جگہ اور ہر حال میں آپ کی ہمراہی میرے قلبی سکون کا باعث  
 ہو کر مجھ کو شاد کام اور کامیاب کرے۔

القصد چونکہ دو امور کے درمیان میں تعارض کی ادنیٰ شرط۔ مساوات مان لی گئی ہے۔ اس  
 بنیاد پر اگرچہ اختیار دنیا کے تمام باعث بوجہ معارضت (بارج ہونے) موانع کے درجہ اعتبار سے  
 ساقط تھے۔ مگر نقد ان شرط کے سبب موانع موجودہ معارض نہیں ہو سکتے تھے۔ اس واسطے یہ باعث  
 اختیار دینا جس کے آثار۔ سپاگری کا قبول کرنا ہے۔ وقوع پذیر ہوا۔ یعنی آپ نے منصب عالی کے  
 سعادت سرفرازی پائی۔ اور چالیس سال تک صورت عین سپاہی اور معنی میں درویش رہے۔ کتنے عین  
 جب شہنشاہ زمانہ اکبر شاہ نے آپ کو وکالت کے نام سے میرزا شاہ رخ کے پاس بدخشان کو روانہ  
 فرمایا تھا۔ تو میرزا نے ایک منزل کی مسافت آپ کا استقبال کیا۔ اپنے دولت خانہ پر کمال عورت و

اکرام کے ساتھ لے گیا۔ اور شاہانہ مہمانداری کی۔ اس ملک کے امرا اور علما۔ آپ کی سپاسیانہ شکل۔ اور سبزی کی اس قدر تواضع و تعظیم کو دیکھ کر حیرت اور تعجب میں ہوئے۔ اور آپ کے حوصلہ کی آزمائش کے واسطے علمی گفت و گو کے بندوں سے مشکلات علوم کا جال بنا کر پھیلا یا بالآخر جب بات کی نوبت آپ تک پہنچی۔ تو پھیلائے ہوئے جال کو اپنے ایک ہی اڈان میں توڑتا دکھا کر وہ ہم پر ہم کر دیا۔ اس واقعہ سے آپ کی شاہبازی کی حقیقت اور باب امتحان پر روز و دشمن کی طرح ظاہر ہو گئی۔ اور اس نواح کے طلبہ نے جیسی جیسی فرصت پائی۔ آپ کی خدمت سے مختلف فنون کا استفادہ کیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ جب ملک و ملت کا تخت و تاج ہجری سنہ ایک ہزار چودہ میں جب انگریز شاہی جلوس سے زینت یاب ہوا۔ تو نشاط۔ کامرانی۔ خواہش پذیری۔ اور آرزو شکنی کا ہنگامہ گرم ہوا۔ اور آپ کو سپاہگری کے منافی جو پیری ہے اُس نے آگیا۔ ترک اور تجرید کا شوق آپ کی جلی بات تھی اس کو ترقی ہوئی۔ لہذا آپ نے اپنی ناتوانی کو شفیع بنا کر حضور شاہی میں التماس کیا۔ کہ زندگانی کے دن میں نماز عصر کا وقت آگیا۔ اگر سلطانی اجازت دستگیری فرماوے۔ تو میں اپنی صورت کو معنی کے ہم رنگ بنا لوں اور ایک رنگی و یک جہتی کے ساتھ۔ اپنی عمر کی نماز مغرب ادا کروں۔ آپ نے مشایخ کے طریقہ پر دو تین گھڑی گوشہ نشینی کو غنیمت سمجھوں۔ اور ایک دل اور یکتائی کے ساتھ دنیا سے لکل جاؤں۔ تاکہ سابقہ عمر کا تدارک اور تلافی کر سکوں۔ کیونکہ العبرة بالخواتیم واقع ہے۔ شہنشاہ نے آپ کی حقیقت نامہ رائے کی آفرین کی۔ اور التماس کو شرت قبول بخشا۔ سال جلوس کے آغاز سے ہجری سنہ ایک ہزار اسی تک کہ یہی سال رحلت ہے۔ آپ حسب اجازت سلطانی اپنے وطن میں فارغ البال۔ عبادت ذوالجلال کے اندر مشغول رہے۔ اور اپنے پدربزرگوار کے مرقد مبارک کی مجاورت سے عزت حاصل کی۔ شیخ ظہور الدین محمود جلال شطاری کے خلیفہ شیخ داؤد جو اباب طریقیت میں نظیر کے قابل ہیں روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے رحلت سے چہرے پہلے تمام ماکولات اور مشروبات کو ترک کر دیا تھا۔ صرف ایک کٹورہ پانی پی کر **وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا آَلِيًّا كَلُودًا الطَّعَامَ دَعَا كَانُوا خَالِدِينَ** کی نصیحت فرماتے تھے۔ جب تلخ اٹھارہویں محرم سنہ مذکور اور شب بعد آئی۔ تو حاضرین

لے اور ہم نے ان کے ایسے جتنے بنائے تھے۔ کہ کمانا نہ کھاتے ہوں۔ اور نہ وہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ رہنے



خدمت کو رخصت کر کے عالم محسوس سے ملک معقول کو روانہ ہوئے۔ اور حضرت غوث الاولیاء کی نورانی  
 آسائش گاہ کے پہلو میں خواب گاہ اختیار کی۔ آپ کی معنوی درویشی کا یہ بڑا شاہرہ عدل ہے۔ کہ آخری  
 سفر کے بعد آپ کا نقد متروکہ تجویز و تکفین کو کافی نہیں ہوا۔ اور متاع۔ اساس البیت اور آبادی کے  
 مکان کی قیمت میزان قرض کی برابر نہیں آئی جو آپ کے ذمہ تھا۔ حال آنکہ چند سال آباد سرکار میں  
 اور معمور پرگنات ہی آپ کی جاگیر میں رہے۔ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حقیقی فقر والہ کا دل صاف ہوتا ہے  
 اور معنوی تجرید والہ کا ہاتھ چلنی کا حکم رکھتا ہے۔ اگر بالفرض مشرق و مغرب کی سلطنت کی دستگاہ اُس کو  
 مل جاوے۔ تب ہی وہ ظاہری تعلقات میں مبتلا نہ ہو۔ اسی بنیاد پر کہا ہے۔ جس کسی نے کہا ہے  
 مصرع گدا اگر ہم عالم بدو دہند گداست۔

## یاد شیخ نور محمد خلیل جانا پانیری

آپ پورہ قوم میں سے ہیں۔ مدت ساٹھ سال تک خوردہ فروشی کی بساط سے قناعت۔ توکل۔  
 اور رصناہ قضا کے ساتھ نعمت حاصل کرتے رہے بازار نشینی کے شیوہ کو اپنے مقام خلوت در انجمن کے  
 چہرہ کا نقاب بنا کر کتے تھے جب حضرت غوث الاولیاء نے گوالیار سے ہجرت فرما کر اپنا جہان افزہ  
 جمال گجرات نشینوں کو دکھایا۔ تو ایک روز بازار جانا پانیر کے راستہ میں حضرت غوث الاولیاء کی کمیہ اثر  
 نگاہ شیخ کے استغراق پر جا پڑی۔ فرمایا۔ اے شیخ۔ کمان تک فطری نور مخفی رکھو گے۔ بہت مدت ہوئی  
 ہے کہ لوح محفوظ سے تمہارا خطاب شیخ نور السد ہو گیا ہے۔ یہ لکھ حضرت غوث الاولیاء نے آپ کا ہاتھ  
 اپنے ولایت بخش ہاتھ سے پکڑ کر دوکان سے اٹھالیا۔ اور دوکان کو فقرا پر لٹا کر۔ آپ کو خانقاہ میں لے  
 آئے۔ اسی وقت خلعت خلافت پہنا کر رہنمائی اور شیخوئی کی سند پر بٹھایا۔ پھر اخیر زندگی تک آپ  
 سوائے عزم مسجد کے حجرہ سے باہر نہیں نکلے۔ اور **اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** کا منظر  
 بن گئے۔ خواب گاہ احمد آباد۔

## تمہید نگزاری

چونکہ کتاب نگزار ابرار۔ طوالت سے مطلق خالی۔ اور اختصار سے بالکل مالا مال۔ چارچمن

کی چار چوٹی طنابوں میں بندھی ہوئی ہے۔ اس سبب بہت سے دانش و نبیش والے اصحاب کے حالات کے سبزہ زار کو تفصیل نگار قلم کے سینچنے سے نہیں۔ بلکہ مجمل نویس قلم کی ہوا داری سے بھی سبز نہ کر سکا۔ اور اس نہ لکھ سکنے کی غلش ہمیشہ دل کے اندر خراش پیدا کرتی رہتی۔ اگر اپنے اپنے وقت کے تذکرہ نویسوں نے صدر الذکر اصحاب کے باہرکت حالات لکھنے سے کہ ورت خاطر کی جھاڑ پونچھ کر کے صفائی نہ بخشی ہوتی۔ با اینہم دل اور جان کو تسلی اور تسکین نہیں ہوتی۔ ناچار ہر ایک ملک کے چند اصحاب جو اس چار چمن کی انجمن میں رونق بخش نہیں ہوئے تھے۔ ان کے نام آخر میں لکھا جس طرح فرانون کو تام کرنے کے بعد مہر اور سکے سے فرین اور مسجل کرتے ہیں۔ اسی طرح راقم نے بھی اس سالہ کو مکمل اور مرتب کیا پیت

رونق خالقہ نامہ ماست

اتام ہر ایک کہ در دحامہ ماست

## یاد شیخ ابوالفتح و معلوی

آپ۔ سید محمد گیسو دراز کے خلیفہ ہیں۔ آپ کے مراتب اور مقامات نہایت عالی تھے۔ مگر گھبر سے بجا زت پر بزرگوار گجرات میں تشریف لائے۔ بہت سے اصحاب معرفت کے کمالات آپ کی رہنمائی کی بدولت۔ قوہ سے فعل میں آئے۔ جیسے (۱) شیخ علی خطیب احمد آبادی۔ اور (۲) شیخ سراج الدین۔ شروع شروع میں یہ دونوں صاحب۔ سلطان السادات قطب عالم بخاری کے مرید تھے۔ مگر اخیر میں شیخ ابوالفتح کی صحبت سے فیض پایا۔ (۳) شیخ محمد پیارا۔ ان کی پرورش سید محمد گیسو دراز نے اپنے عزیز پوتے شاہید اللہ حسینی کے حوالہ فرمائی تھی۔ خرق عادات میں ان کو پورا کمال رہتا اور (۴) شاہ جلال گجراتی۔ جو شیخ منکن کے پر تھے۔ اور جو سنہل کے ملاوہ میں مدفون ہیں۔ یہ چاروں اصحاب آپ کے مرید تھے۔

## یاد مولانا سعود بیگ

آپ۔ ترکان عراق و تبریزی قوم میں سے ہیں۔ کہتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں معرفت کا میوہ کتابی علم کے باغیچے میں کمال کی شاخ سے آیا تھا۔ لیکن صحیح روایت یہ ہے۔ کہ سعود بیگ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے مرید ہیں۔ ترکمانی تھے۔ سپاہیانہ وضع تھی۔ ظاہری علم اور فصیلت کی تحصیل سے کوئی حصہ نہیں ملا تھا۔ چراغ دہلی کی خدمت سے آپ کی دانش و نبیش کی اشعاع روشن ہوئی تھی

اور آپ کا ملون کے درجہ پر پہنچے۔ بہت سے رسالے عربی اور فارسی زبان میں آپ کی طرف سے منسوب ہیں۔ آپ کی تصنیفات جو زیادہ تر مشہور ہیں مرآة المعارفین۔ اور غزلوں کا دیوان ہے۔ جس کو اپنے پیر تہذیب کی طرز پر فراہم کیا ہے۔

(۱) شیخ شہاب الدین لکنوی۔ حاجی الحرمین۔ اور محرم اسرار کونین تھے۔ (۲) مولانا حجتہ الدین بلکانی آپ کی پرستش اور پرہیزگاری طرح کا تھا۔ اور اقوال و انعال میں شوق انگیزی کی شان عیان تھی۔ چشتیہ بڑے بڑے سلسلوں کو عربی زبان میں نظم کیا ہے۔ (۳) مولانا بدر الدین تولہ (۴) مولانا رکن الدین (۵) خواجہ عبدالرحمن سازنگ پوری (۶) خواجہ احمد بدایونی (۷) خواجہ لطیف الدین کندی (۸) مولانا نجم الدین محبوب عرف شکر حامی تمانیسری (۹) خواجہ شمس الدین دہاری جنہوں نے اپنے پیر کے ملفوظات کو صحیفوں کی شان میں محفوظ کیا ہے (۱۰) مولانا سراج الدین حافظ بدایونی (۱۱) مولانا قاضی شاہ پابلی (۱۲) مولانا قوام الدین یکدانہ ادوہی جن کی نسبت شیخ کلام کرنے میں ہمیشہ نیک مرد کر کے خطاب کیا کرتے تھے (۱۳) مولانا برہان الدین سادی (۱۴) خواجہ عبدالعزیز بانگر سوی (۱۵) مولانا جمال الدین ادوہی جو تحصیل علم اور تعلیم فنون میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے (۱۶) مولانا بچا شاہ جو دہلی کے تمام علمائے مناظرہ کے اندر سبقت کیا کرتے تھے۔

القصد صدر الذکر تمام بزرگان نام آفرین جو آہی حقائق کے نمونے اور ایزدی تجلیات کے مظاہر ہیں ان میں سے اکثر کو خرقہ خلافت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کی خدمت سے حاصل ہے۔ اور ہر ایک نے اپنے اپنے مقام پر گروہ کے گروہ لوگوں کو جن کی جیب حسن عمل کے نقد سے بھری ہوئی تھی۔ اپنی ہدایت بخش تلقین سے سلوک اور رہنمائی کے خزانہ کا مالک بنا دیا ہے۔ غرض اس سے ہے کہ طریقت کا سلسلہ اس نمود بے بود کا رشتہ ٹوٹنے کے وقت تک مسلسل جاری رکھیں۔ اور نیز انہوں نے غول کے غول نبی آدم کو جہالت کے غار سے اپنے فیض تعلیم کی بدولت۔ علم اور دانائی کے بلاخانہ پر چڑھا دیا ہے۔ اس نیت سے کہ عنصری اور فلکی صحیفوں سے موجودات کے نقوش ٹٹنے کے روز تک کتابی تصویر خانہ میں رنگ آمیزی کرتے ہیں۔

## یا مولانا عالم دہلوی

آپ کا لقب فرید الدین ہے سلطان فیروز ابن رجب اجملی کے زمانہ میں۔ ان کے داماد ملک

تہ بازخان نامی کے مصاحب تھے۔ کئی قسم کے علوم اور فنون میں تبحر حاصل ہوا۔ بالخصوص فقہ کے اصول اور فروع میں آپ کی یکتائی کا ذکر لکھتا تھا۔ فتاویٰ تاتارخانی آپ کی ہی تالیف ہے۔ عجب کتاب ہے فقہ کی تمام جزئی روایتیں۔ جو فتویٰ لکھنے والوں اور لکھوانے والوں کو درکار ہوتی ہیں اس فتویٰ کے بابوں درج ہیں۔ کہتے ہیں سلطان نے بہت کچھ کوشش کی تھی کہ فتاویٰ تاتارخانی فتاویٰ فیروز شاہی کے ساتھ نام زد ہو جاوے۔ لیکن مصنف نے اس کو قبول نہیں کیا۔ اور اپنے محسن مصاحب کے نام پر بعنوان اور فرین کر دیا۔ اس کتاب کی تالیف اسی سال میں ہے۔ کہ جس کی اکائیان۔ وہائیان اور صدیان سات سات ہیں۔

اس میں شک نہیں۔ اگر ایسے لوگ۔ لوازم آشنائی کے بارہ میں حقیقت کا لحاظ نہ کر کے تمنا کے تیز مزاج گھوڑے کو سابقہ معرفت کی شاہراہ سے لٹا لیجائیں۔ اور اس باب ہوا و ہوس کی تحصیل کے میدان۔ اور نفس پروری کے کوچہ میں اس کو جولانی دین۔ تو پھر یہ مناسب ہوگا کہ حق شناسی اور حق گزاری کی امید کا قافلہ۔ ولوں کی سرا سے کوچ کر جاوے۔

### یاد مولانا سماء الدین جو پوری

آپ قاضی شہاب الدین زابلی کے بالواسطہ شاگرد ہیں۔ سلطان حسین۔ ابن سلطان ابراہیم شرقی آپ کا ہی شاگرد ہے۔ چونکہ سارا ملکہ کی را سے امور ملکی میں پیش بہا ہوتی تھی۔ لہذا سلطان نے خواہی نہ خواہی سند وزارت پر بٹھا کر قتلِ خالی خطاب عطا فرمایا تھا۔ جب سلطان بلول لودی نے سلطان حسین شرقی پر لشکر کشی کی۔ تو قتلِ خان گرفتار کر لئے گئے۔ اور شہرِ دہلی میں لاکر مثل یوسف قید خانہ میں محبوس رکھے گئے۔ دہلی کے بہت سے با استعداد لوگوں نے آپ کے دیدار اور گفتار سے قلبی فروغ اور فراغ بہم پہنچایا۔ بالخصوص شیخ عیسیٰ ابن شیخ بدہا آپ کی صحبت میں بہت جایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ خان۔ ظاہری و باطنی علم میں ایسا کمال رکھتے ہیں۔ جس میں نقصان نہیں ہے۔

(۱) مولانا خمس الدین (۲) شیخ رکن الدین (۳) بابو تلج الدین (۴) شیخ مرغان (۵) شیخ جہانگیر (۶) اور شیخ کبیر۔ ان محقق بزرگوں نے شہرِ جوپور میں نشوونما پائی تھی۔ اور اسی شہر میں ان کی خوابگاہیں بھی ہیں۔ چشتیہ اور سہروردیہ سلسلہ میں منسلک تھے۔ اور اس باکمال جماعت میں سے ہر فرد۔ تن گدازی۔ جان نوازی۔ تحصیل علوم۔ اور عمل کے ساتھ تکمیل علوم میں۔ استوار رہا۔ ان کی مانند

راسخ مستقیم - اور مستقل بنا۔

## یاد (۱) شیخ حاجی چراغ ہند (۲) ویداسدالدین

یہ دونوں صاحب نظر آباد کے باشندے۔ اور شیخ زکریا الدین جو بھوپالی کے خلفائے سیدین  
دن اور رات - بولمیں نفس کے ساتھ روزہ والی کامزار بہ رہتا تھا۔ اور بیداری کی صفت آرائی بہتی تھی  
جہاد اکبر کے میدان میں شہسوار تھے۔

## یاد شیخ الحداد صالح

آپ شیخ عبدالواحد کے خلفائے سیدین سے ہیں۔ ظاہری اور باطنی علوم آپ میں جمع تھے۔ لیکن کتابی  
علم کو اپنے باصفا باطن کے جمال کا برقع بنا کر ہمیشہ درس دینے میں مشغول رہتے تھے۔ اکثر اُس زمانہ کے  
طالبان علم۔ آپ کی خدمت میں فضیلت اور مولویت کی اپنی سیڑھی پر چڑھ گئے ہیں۔  
نجمہ ان کے ایک مولانا مجید الدین محمد ہیں۔ تمام علوم اور فنون میں آپ کی مشکل کشا تصانیف  
اور لطیف تالیفات ہیں۔ اور ہندوستان کے بہت سے متبحر علماء آپ کے شاگرد ہیں۔ اور مشہور  
سلسلوں کے اکثر مشائخ آپ سے کامل طور پر پروردہ یاب تھے۔ ہجری سنہ نو سو تیس میں فرمان ردا کے  
سلطنت ظہیر الدین بابر شاہ نے ملک ہند کو فتح کیا تھا اُس زمانہ میں آپ مسند حیات پر ارباب فضل کی فیض  
سانی کر رہے تھے۔ اس بزرگ دولت اور بزرگ دوست بادشاہ کی طرف سے آپ کے بارہ میں بہت  
کچھ تعظیم اور توقیر طور میں آتی تھی۔

انہیں میں سے ایک مولانا عبد القادر صابونی ہیں۔ شہر وہلی کے تمام درس دینے والوں  
میں آپ افضل تھے۔ کہتے ہیں۔ مولانا عصام الدین ابراہیم اسفرائی کے شاگردوں میں سے ایک  
شاگرد بیان کرتا تھا۔

میں ہجری سنہ نو سو چالیس میں شرح کافیر مولانا الحداد کی جو میان الحداد دیا کر کے  
لوگوں میں مشہور ہیں۔ دہلی میں لایا تھا مولانا کے تمام شاگردوں نے اور نیز دیگر علمائے  
اُس شرح کو مطالعہ کر کے تعلیقات اور حاشیے چڑھا دیے۔ جب میں دارالعلوم  
بنارہ کو بٹ کر گیا اور اُسٹاد کی نظر سے وہ حاشیے گزرے تو تمام تعلیق نویسوں میں سے  
مولانا عبد القادر کی علم نحو میں زیادہ تعریف فرمائی۔

## یاد مولانا عبد اللہ

آپ مولانا شمس الدین انصاری لاہوری کے فرزند ہیں۔ آغاز جوانی سے آپ کو مخدوم الملکی اور شیخ الاسلامی کا خطاب تھا۔ آپ کی تقریر کی زبان اور تحریر کا قلم فصاحت اور بلاغت کی عروسوں کو زیور پہنا کر حسن و دو بالا کرتا تھا۔ آپ کے قلم کی لکھی ہوئی تالیفات اور تعلیقات تو بہت کچھ ہیں۔ لیکن عصمت الانبیا۔ منہاج الوصول۔ اور رسالہ تفضیل عقل بر علم جو عقلی اور نقلی دلائل سے استوار کیا گیا ہے۔ یہ تین کتب باتمیز ظریفوں کے نزدیک آپ کی جملہ تصنیفات میں زیادہ مقبول ہیں۔ ہجری سنہ ۱۲۵۰ جو چونتیس میں جب میر ابو البقا ابن میر عبدالباقی ابن میر تقی الدین محمد جوایران اور توران کے تمام علما اور فضلاء میں افضل تھے۔ ہند میں آئے۔ اور بیان کے علما کے ساتھ علم آزمائی کی مجلسیں ہوئیں تو انہوں نے مخدوم الملک کو سب پر ترجیح دی۔ اور فرمایا۔ اس نوجوان کی معنوی فطرت۔ پختگی کی راہ سے کمال پیری میں۔ اور استحکام کے اعتبار سے آغاز شباب میں ہے زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ جمع کی فرضیت ساقط ہونے کے بارہ میں انہیں معمولی کتب فقہ میں سے اپنے روایتیں سو سے زیادہ ہی زیادہ نکالی تھیں اکثر روایتوں کی بنا۔ راستہ کے غیر مامون ہونے پر رکھی تھی۔ لیکن اخیر میں تقدیری کرشمہ۔ عرش آستان اکبر شاہ کی سلطنت کے صدر الصدقہ شیخ عبدالبنی کی رفاقت میں۔ آپ کے گردن اختیار۔ اگرہ (تا خوشی) کی رسی میں باندھ کر دریا کے راستہ سے سفر حجاز کو لے گیا۔ ایک مدت تک اُس اسلامی مقام میں رہے۔ اور مدد سزا گفت و گو کے ذریعہ سے مختلف علوم کے آئینوں کی رنگ دور کر کے صیقل پر چڑھایا۔ جب اپنے وطن کو معاودت کی۔ تو اٹنا سے راہ میں احمد آباد گجرات بھی پڑا بیان پر آپ کا زمانہ حیات جو تقریباً سو سال تھا۔ پورا ہوا۔ اور صدر عالی قدر عرش آستان کے دربار معلیٰ میں آ پہنچے۔ اور عین طلع سے مقدر میں تھا۔ روز زندگی کی شام لے لی۔

## یاد مولانا عبد الرحمن لاہوری

آپ شہر لاہور کے بڑے عالموں میں سے ہیں۔ خواجہ عبدالحق احراری کی خدمت میں راوت لائے ہوئے تھے۔ ہجری سنہ ۱۲۵۰ جو پچاس میں جب ان فانی کو خدمت فرمایا۔ خواجگاہ لاہور۔

## یاد (۱) مولانا حسام الدین بنوری (۲) مولانا حسام الدین بنوری

یہ دونوں صاحب شہر لاہور میں مختلف فنون کے اندر ملکہ رکھتے تھے۔ اور ان کے اخلاق بھی پسندیدہ تھے۔ خواجگان سلسلہ نقشبندیہ کی خدمت میں ارادت مندانہ برتاؤ سے پیش آتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو ستر میں اس عسکری ملک سے باریہتی باندہ کر چلے گئے۔  
خوابگاہ لاہور۔

## یاد مولانا بدر الدین اسحاق

آپ۔ علم اور پرہیز کے خزانہ تھے۔ احرار یہ سلسلہ کے حضرات سے مریدانہ اعتقاد رکھتے تھے اور اس خانوادہ کے بزرگ اصحاب بھی آپ کے فطرت فروش اور بافیض درس میں کتاب کھول کر شاگردی کرتے تھے۔ اور اپنے حوصلہ کے انداز کے موافق جنس علم لے جاتے تھے۔

## یاد مولانا عبدالسلام لاہوری

آپ علمائے زمانہ میں افضل تھے۔ ہجری سنہ نو سو ستر میں مولانا سعید ترکستانی سفر حجاز کے ارادہ پر ہند کی طرف آئے تھے مگر کچھ آسمانی واقعات پیش آجائے کے سبب مقصد کو نہ پہنچ سکے اور ناچار ولایت ماہاراشٹر کی طرف لوٹ جانا پڑا۔ کتے تھے ہند کے عالموں میں مولانا عبدالسلام ایک ہی سرآمد وہ وقت میں۔ ہجری سنہ نو سو تر اسی میں آپ کے نفس مطمئنہ نے ارجی الی ربک کی ندا قبول کر کے سامن باندھا۔ اور دارالسلام کی طرف چلا گیا۔ خوابگاہ لاہور۔

لھم دارالسلام عند زکھم ان کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں سے دارالسلام مقرر ہے بعض کتے  
یقال السلام ھمنا بمعنی السلام <sup>من</sup> ہر سلام کے معنی اس مقام پر سلامتی کے ہیں اور جو شخص عوارض کی  
ومن کان فی رق شی من العوارض <sup>من</sup> یا کون و مکان کی کسی شے کی قید میں مقید ہوگا۔ اس کے دماغ  
والمکونات لم یجد مشاہد <sup>من</sup> میں سلامتی کی خوشبو نہیں ہو چکی۔ یہ خوشبو اوس شخص کے دماغ کو  
السلامتہ وانما یجدھا من یحرف <sup>من</sup> پہنچے گی جس کی گردن مخلوقات کی قید سے محفوظ (آئاد) ہوگی یہ حفظ  
رقبتہ من رق المخلوقات عرفنا <sup>من</sup> عارضی ہو یا اصلی ہو ظاہری ہو۔ یا باطنی ہو۔ اور قرآنی آیت اس بات  
کانت او جوہر۔ ظاہرۃ کانت <sup>من</sup> کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اسلامی قوم جنت میں رہنے والی ہے۔ لیکن

یہ لوگ صرف جنت کے پروردگار میں بیٹھے والے نہیں ہیں۔ بلکہ کل کوئی و مکانی  
 قید سے نجات پاؤنگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ صحب نار۔  
 (دوزخی) اور اصحاب جنت (جنتی) باہم برابر نہیں ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ  
 اصحاب جنت ہی نجات پانے والے ہیں۔

نیز کے معنی میں نجات پانا۔ ان تمام چیزوں سے جن میں شائبہ کسی علاقہ  
 کا یا رعایت کسی قید کی پائی جاوے۔ اور کہتے ہیں۔ اس دار السلام کے  
 مرتبہ کا شرف اس سبب ہے۔ کہ یہ محل کرامت میں واقع ہوا ہے۔ اور  
 قرب قربی کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ ورنہ کل اقطار دار گھر ہیں لیکن  
 قدر و قیمت گہری باعتبار ہمسائیگی ہوتی ہے اسی معنی میں کسی شاعر نے اچھا لکھا

### ترجمہ

میں آپ کے ہمسایہ پر آپ کی ہمسائیگی کے سبب حسد کرتا ہوں

جو شخص آپ کے گھر کا ہمسایہ ہو کر رہا۔ اس کو بڑی خوشی کا موقع ہے

اے کاش آپ کا ہمسایہ اپنے گھر میں سے بھگو فروخت کر دیوے

ایک بالشت بہ زمین۔ میں اوسکو بالشت بہ زمین کے عوض ایک پورا مکان دیدینگا

کہتے ہیں۔ اگرچہ حقیقت ایزدی ہمسائیگی قبول کرنے سے بالکل پاک ہے اور

حقیقت کا قرب۔ قرب اقطار کے ذریعہ سے نہیں ہوتا ہے بلکہ اس

لفظ قرب کا جو اطلاق کیا گیا ہے۔ تو اس کا سبب یہی کہ لفظ قرب کا اطلاق

قلوب احباب میں اُس پیدا کرنے والا ہے۔ بلکہ اگر قرب کا وصف مست

کے اعتبار سے جائز مانا جاوے تو یہی اس کا کچھ فرمایا نہیں ہے۔ اور

اسی قرب سے قلوب کی حیات ہے کیونکہ حقیقت ایزدی ان صفات کے

پاک ہے۔ پس قلوب احباب کے لحاظ سے قرب کا لفظ بولا جاتا ہے

اور البتہ علمائے اولیات کے جہگڑے میں بڑے ہونے میں بلکہ یہی تو

محبت کی علامت ہے۔ کہ اپنے آپ کے سبب سے ایسی شے کو اپنے

او بالہنہ ولایۃ تشیرا از القوم فی الجنة

لکنہم لیسوا فی اشر الخبت بل تمحو وامن ق

کل کون لقولہ متدا لیسوا مع اصحاب النار

واصح الجنة اصحاب الجنة هم الفائزون

الفوز النجاة من کل ما یکن فیہ شائبہ

علا و ملاحظہ فرمائیے و یقال شرف قلبی

الدار لکونہا فی محل الکرامۃ و احتصا

بغدیۃ الزلفۃ و الافلاک و اقلہا دار

لکن بقہ الدار ما یجاری منہا کالتشد

### قطعہ

الی لا حد جارک لجوارک

طوبی لمن اصحی لدارک جار

بالیت جارک باعنی من داسرہ

شیر الاعطیہ لبشیر داسرہ

یقال الحقیقۃ و از کانت منزہۃ من قبول

الجوار لیس القرب منہ تبدالی الاقطار

ما طلاق هذا اللفظ القلوب الاحباب

بل لوجاز القرب فی وصفہ من سبب السائفة

لہمکن لهذا کثیر اثر و انما حیوۃ القلوب

یعد الان حقیقۃ مقدسۃ عن

هذا الصفات ثم لاجل قلوب احباب

یطلق هذا و لوقوع العلماء فی کلامہم

بل هو هذا امارۃ الحب انما من اجلك



## یادداشتیں نوزالدین و (۲) شیخ شمس الدین

یہ دونوں اصحاب شیخ یعقوب ابن شیخ رکن الدین کے فرزند ان رشید ہیں۔ اولین صاحب زادہ ظاہری علم سے بہت کچھ بہرہ یاب تھے۔ تکمیل علم کی سیر ہی پر چڑھا کر اخیر میں دریا سے لاہور کے کنارہ موضع میانہ میں چلے گئے تھے۔ اور وہیں گوشہ درویشی اختیار کر لیا تھا۔ اور بقیۃ العمر اسی گوشہ میں اور اسی کنارہ دریا پر گزار دی۔ دوسرے صاحب زادہ کو بھی بقدر حاجت رسمی علم کا سرمایہ حاصل تھا۔ سلوک اور طریقت کے اندر اپنے بڑے بہائی کی برابر تھے۔ دونوں صاحب زادے اپنے پدر بزرگوار کی راست روی کے راستہ پر ثابت قدم تھے۔

مولانا قاضی شاہ لاہوری۔ شریعت اور طریقت کی شاہراہ کے سوا۔ قدم نہیں رکھتے تھے۔ اور مجاز و حقیقت کے اصول سے بھی پوری معرفت حاصل تھی۔ بخودی کے گوشہ میں قناعت پسند قوت سے عمر گزاری۔ اور مرتبہ تلوین (ایک مقام ہے تصوف کا) کی رنگ آمیزی سے رہائی پا کر بے رنگی کے مقام میں آسودہ رہتے تھے۔

## یاد مولانا اسماعیل لاہوری

آپ ارباب حدیث کی بڑی سند دینے والوں میں سے ہیں۔ فقہ اور سنت کی کتابیں ایران میں شیخ الاسلام مولانا سیف الدین احمد شہید بہروی۔ اور حضرت امیر سید جمال الدین عطار المدینہ کی خدمت میں تعیج اور مطالعہ فرمائی تھیں۔ نقشبندیہ سلسلہ میں ارادت رکھتے تھے۔ امیر عبدالمد بہروی جو میر قبطی کر کے مشہور ہیں شیخ جلال واعظ بہروی بخاری کے مرید تھے۔ امیر عبدالمد کی ملازمت بھی آپ مریدانہ سلوک سے پیش آتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو اسی میں فرمان طلب قبول فرما کر لاہور میں خوابگاہ اختیار کی۔

## یاد (۱) مولانا المداد و (۲) مولانا شمس الدین

آپ دونوں صاحب شیخ احمد ابن شیخ شمس الدین ملتانی سلطانپوری کے بیٹے ہیں۔ بڑے بالکمال عالموں میں سے ہیں۔ ان کے پدر بزرگوار۔ ملتان کے بزرگان ولایت میں سے تھے۔ اور

ان کے جدا جدا جناب مولانا کمال الدین دادوہین۔ جو تمام علوم میں فاضلان عمد کے استاد تھے فنون حکیم کی زیادہ تر تحصیل۔ سید شریف جرجانی کی خدمت میں بمقام شیراز کی تھی۔ القصد ان اصحاب کے طبقہ میں۔ دین۔ وفتش۔ دیانت۔ درویشی۔ پیرہیز۔ پرستش۔ پند۔ اور پذیرائی یہ جملہ اوصاف موردی اور نیز کسبی ہیں۔

خواجہ قطب الدین سہرندی۔ زمان کے شرف۔ مکان کی سعادت۔ علم کی کمال۔ اور عمل کے جمال میں شیخ الہمداد صالح کے سہیم و شریک تھے۔ اور مولانا مجد الدین محمد کی خدمت میں لوجہ اللہ محبت اور دوستی رکھا کرتے تھے۔ سراسر مجد کے دروازہ پر آپ کی قبر اس مدعا کی شاہد ہے۔

## یاد شیخ بدر الدین سہرندی

آپ شیخ یحییٰ کے خلیفہ ہیں۔ جو مقام سندیلہ میں قیام رکھتے تھے۔ اور نہایت بزرگ تھے۔ اس نواح کے بہت سے عالی قدر لوگوں نے استنباط انوار بدر اللہ سے کیا۔ اور آپ کی تلمیذین کی روشنی میں طریقت کی منزلیں طے کی ہیں۔ بجز ان کے

ایک میان امان اللہ ابن میان غازی سہرندی ہیں۔ جو مقاصد فنون کے عالم۔ مخفی اسرار کے عارف۔ کلام مجید کے حافظ۔ اچھے شاعر۔ رنگین نگار منشی۔ موسیقی دان۔ مختلف قلموں کے خوشنویس اور فقراے باب اللہ کے خادم تھے۔

دوسرے مولانا میر علی کنبوہین۔ صاحب حکمت و صفات تھے۔ اور آپ کا ظاہر ہمیشہ باطن کا مغلوبہ رہتا تھا۔ درویشوں کے ساتھ ہمیشہ پرستارانہ بسر کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں سہرند کے اکثر فضلا۔ آپ کے ساتھ نسبت شاگردی رکھتے تھے۔ آپ کے تمام شاگردوں میں افضل۔ جامع کمالات صدوری و معنوی شیخ عبدالحی ہیں۔ جو شیخ جوہر کر کے مشہور تھے۔

## یاد میان علی شیر سہرندی

آپ ایک عالم تھے۔ جن کو تمام مشہور سلسلوں سے بالخصوص قادریہ خانوادہ سے استحکام کے ساتھ نسبت تھی اپنے عمر عزیز مشائخ طریقت کی خدمت میں صرف کر کے ہجرت فرمایا۔ نو سو پچاسی میں عالم علوی کو کوچ فرمایا۔

## یاد شیخ احمد سزندی

آپ فقہ کے اصول اور فروع کو استادانہ جانتے تھے۔ اور اکثر اہل تجرید۔ اور صاحب فننا  
مشائخ کے ساتھ اعتقاد صحیح رکھتے تھے۔ اس مقام کے تمام چوڑے بڑے ہنگام ضرورت فتویٰ۔ آپ  
کے محکمہ میں آکر اپنی مشکلات حل کیا کرتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو چھیاسی میں مفتی قضا کے حکم سے  
آپ نے نقد حیات ملک الموت کے سپرد کر دیا۔

## یاد شیخ عبدالاحد سزندی

آپ شیخ عبدالقدوس حسینی کے دلی ارادتمندوں میں سے ہیں۔ آپ کو مولویت کا شرف۔ اور  
تصنیف و تالیف کا سلیقہ حاصل تھا۔ بہت سے مفید رسالے آپ کے قلم کے نکلے ہوئے ہیں۔  
باطنی شعلہ۔ پردہ سوز برق تھا۔ اس کی روشنی میں آپ نے مجاہدہ کے ہنگامہ سے نکل کر شاہدہ کے  
خلوت خانہ میں راہ پائی تھی۔ بڑی عمر تک خوشحال زندہ رہے۔ مگر <sup>وَوَدَّ اللَّهُ</sup> <sup>مِنْ يَرُدُّ إِلَىٰ أَرْضِهَا</sup> <sup>وَيَكِيلُ لِكُلِّ</sup>  
بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۝ کے قبیلہ میں داخل نہیں ہوئے۔

بعض محققین نے فرمایا ہے۔ رذیل ترین حصہ عمر کا وہ زمانہ ہے جس میں مجاہدہ کے بعد فترہ واقع ہو جاوے یا وہ حالت ہے جس میں شاہدہ کے بعد حجاب واقع ہو جاوے۔ بعض کہتے ہیں رذیل ترین حصہ عمر کا وہ وقت ہے جس میں انسان ایسا نہیں جاوے کہ اپنی عمر کی قدر نہ پہچان سکے۔ بعض کہتے ہیں رذیل ترین حصہ عمر کا وہ زمانہ ہے جس کے اندر انسان اس خیال کے وادی میں خوشی خاطر سے چلے کر کوئی شے اسد جبل شانہ کے سوا ہی ہے۔	قال بعض المحققين اردل العمر لحجة زمان الفترة بعد المجاهدة وحالها تقياً المشاهدة ويقال اردل العمر تخس المرء عجبت لا يعرف قدره يقال اردل العمر التطوع في اذنية الحسبان ان شياً بغير الله۔
--	--

## یاد شیخ علاء الدین سارنی و (۲) شیخ خیر الدین سارنی

یہ دونوں صاحب۔ الہی تجلیات کے مظہر تھے۔ پریز اور صبر کا مرقع۔ توکل اور محویت کی چادر۔

۱۵ اور تم میں سے کوئی کوئی سب سے زیادہ لمبی عمر (یعنی بڑا پے) کی طرف لوٹا کر لایا جاتا ہے۔ کہ (سب کچھ) جانے بیچے۔

(آخر میں سزا بترا ہو کر کچھ بچے (بوجھے خاک) نہیں۔ ۱۲)

دانش اور نبیوں کا فرقہ اور فقر و فاقہ کی گودری۔ اپنے مشرب کے قدر پہنے ہوئے تھے۔ تمام تعلقات سے آزاد و خاطر اور آزادانہ رہتے تھے۔

## یاد شیخ اختیار الدین سارنی

آپ کو تمام شیائے کے روحی تصرفات میں۔ اور جانداروں کے ضامن معلوم کرنے میں کامل اختیار تھا۔ روایت ہے کہ عزیزانِ قصہ بہ سارن چشتیہ اور سہروردیہ سلسلہ میں مرہوم ارادت و خلافت ادا کیا کرتے تھے۔ موصدانہ ولایت احمدی کی چچا در اور فقر محمدی کی عبا علی صاحبہما افضل الصلوٰۃ اپنی دوش بہمت پر رکھتے تھے۔ اور انفسی و آفاقی (عالم ارواح اور عالم شہادت) کی رموز سے واقف تھے۔ کما فہم من مضمون بعض مکتوبات بعضہما منہما۔

عزیز من۔ ارباب بصیرت کو تحقیق طور سے دریافت ہوا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام اور ان کے بنی نوع کی پیدائش۔ ذات اور صفات جلت عن احاطتہ کی معرفت کے واسطے ہے۔ اور اس معرفت اس مقدمہ پر موقوف ہے۔ کہ شناخت نتیجہ اس امر کا ہے۔ کہ عارف اور معروف کے درمیان میں اشتراک اور اتحاد۔ صورت اور معنی کے اندر پیدا ہو جاوے۔ ناظر اس کی یہ ہے کہ جب تک کوئی شخص بادشاہ نہیں ہو جاتا ہے۔ وہ دوسرے بادشاہ کے حالات اور اوصاف کافی بحقیقت جان نہیں ہو سکتا ہے۔ پس انسان بدون اس مرتبہ کے حقیقی مالک الملک۔ اور اصلی ملک الملوک کو کیسے پہچان سکتا ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جو انسان کو پیدا کیا۔ تو اپنی سلطنت کی صورت اور ملکیت کی صفت پر پیدا کیا۔ تاکہ انسان۔ انسانی سلطنت کی مطابقت۔ الہی سلطنت کے ساتھ اس ترتیب سے دیوے۔ کہ دل عرش۔ دماغ کرسی۔ توتہ حنیال لوح محفوظ روح حیوانی اسرفیل۔ دوسرے ظاہری حواس اور باطنی قوی ملائک۔ قبہ دماغ جو اعصاب کا منبت۔ اور قوت نامیہ کا منبع ہے آسمان اور کوکب۔ اخلاط اربعہ اور کیفیات مترتبہ عناصر اور قوت ہائے باطنی و مدبرہ۔ سپاہ اور اہل کچہری۔ یکے با دیگرے جڑے ہوئے اعضا وغیرہ رعیت۔ اور انسانی روح جو یگانگی۔ بیچونی۔ اور بیچگونگی کے عالم سے اصل خلقت میں حصہ اپنے ساتھ لیکر آئی ہے۔ سب پر بادشاہ اور حکمران ہے۔

القصہ عالم ارواح پر عالم شہادت کے قیاس کی شرطیں انسان کو حاصل کرنا چاہیے۔ اور

اور معلوم کرنا چاہیے کہ جو شخص ازلی عنایت کی مدد سے جس کا یہ سولہ پیر کا ارشاد اور مرید کا مشغل ہے  
اپنی سرکاری سبب اسباب درہم برہم کر کے ناشناسا ویران جنگل میں جا کر مقیم نہ ہوگا۔ اور نیز جو **لہ من گان فی**  
**ہذہ اعمی فہو فی الاخوۃ اعمی** کے گروہ میں داخل نہ ہوگا۔ وہ شخص اس معرفت کے فروغ سے ان معانی  
کی اہل معانی دیکھ سکے گا۔ وہی شخص اہل معرفت کی سعادت سے سرفراز ہوگا۔ اور وہی شخص **لہ من**  
**عزت نفسہ فقد عرف ربہ** کے دائرہ میں داخل ہوگا۔ لیکن اس معرفت کا چہرہ بدون فکر کے نظریں  
آسکتا ہے۔ اور فکر۔ ذکر سے۔ اور ذکر۔ محبت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور سالک طالب جب تک دنیا کی خرابی  
خواری۔ تباہی۔ اہتاہی (انتہا) معلوم کر کے۔ اُس کو دشمن قرار نہیں دیتا ہے۔ اور اس کی محبت کو  
جو بغض۔ حسد۔ کینہ۔ اور نیز دیگر خسیس عادات توں اور ناقص سیرتوں کا سرمایہ ہے۔ بالکل سینہ کے اندر  
سے جاڑ بھاڑ کر جگہ پاک صاف نہیں کرتا ہے۔ تب تک اُس کی گردن اس مکار دنیا کی محبت کے طوق  
سے آزادی نہیں پاتی ہے۔ اور ایزوی محبت چل کر وہ اُس کی انسانی سلطنت میں پیدا نہیں ہوتی ہے  
وہذا ما اتفق علیہ خاتم النبیین والانبیاء السابقون واللاحقون والاولیاء  
اللاحقون۔ امید ہے کہ توحید کی توفیق بخشنے والا اللہ جل شانہ اپنے تمام دوستوں کو انفس  
وآفاق (عالم ارواح اور عالم شہادت) کی یگانگی اور اصل کے اندر سایہ کی فنا کا مکاشفہ روزی فرماویگا۔  
اس انفاس فروشی کی غرض۔ اس امر کا ظاہر کرنا ہے۔ کہ اس مقبول جماعت کے کچھ لوگ تو ظاہر و  
باطن سے آراستہ اور بیرونی و اندرونی گزشتگی سے پیراستہ تھے۔ جو فنا اور بقا کے مرحلے۔ اور جمیع و تفرقہ  
کی منزلیں طے کر کے اہل کشف و کرامات ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے کاغذی نقوش کی شناخت اور تحصیل  
کی سیر میں سخن آفرینی کا منصب پا کر علم کا دروازہ اہل جہان کے سامنے کھول دیا۔ اور بعض لوگ درویشی۔  
تقاعدت۔ گوشہ نشینی۔ اور تنگدازی کے طریقہ میں مشغول ہو کر تجرید اور تفریق کی شاہرہ پر پڑے۔

## یاد شیخ یحییٰ کبیر خجستیار

آپ مخدوم جہانیاں کے خاص مرید۔ اور بزرگ خلیفہ ہیں۔ جو کوہستان ملتان اور قندھار کے درمیان  
ہے۔ اُس میں رہتے تھے۔ سیادت اور شرفت کے نسب کے ساتھ خلافت اور شجاعت کا شرف اپنے  
لہ جو شخص اس (دنیا) میں (دید و دانستہ) اندھا (بنا) رہا۔ وہ آخرت میں ہی اندھا ہوگا۔ ۱۴۱۵ جس شخص نے اپنے  
نفس کو پہچانا۔ اُس نے اپنے رب کو ہی پہچانا۔

حاصل کر لیا تھا۔ تمام صحرا کے رہنے والے افغان آپ کے ساتھ اعتقاد اور ارادت سے پیش آتے تھے۔ اب آپ کی نسل کے تمام افراد بختیار کے لقب کے ساتھ مشہور ہیں۔ منجملہ ان کے ایک شیخ محمد بختیار ہیں۔ تمام ہند کے رہنے والے افغانوں کی گردنوں میں آپ کی بیعت کا طوق پڑا ہوا ہے۔ جیسے شیرخان سورا اپنے تئیں آپ کے مریدوں میں سے شمار کیا کرتا تھا۔ اور اپنی ظاہری سلطنت اور اُس کا تسلط آپ کی باسعادت دعا کا ثمرہ سمجھتا تھا۔ شیرخان سوہمبری سندھ نو سو سینتالیس میں ہند کے تمام صوبوں کا فرمان روا۔ ہو چکا ہے۔ شیخ محمد کے فرزند خواجہ خضر دار السلطنت آگرہ میں گوشہ گزین تھے انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کا طریقہ اور مشرب تعلیم کرتے کرتے زندگی کی شام کو اجل کی صبح کر دیا تھا۔ منجملہ پرہیزگار ان سلسلہ بختیاریہ کے دو سید شیخ حسن محمد۔ اور سید شیخ ابا بکرتے۔ جنہوں نے آغاز جوانی میں ترک و تخرید کی توفیق پا کر اپنے بابرکت اوقات خدا پرستی میں گزارے۔

## یاد سید حسین مشہدی

آپ کے آباؤ اجداد کرامت کے ہیں۔ اور خواجہ بگاہ بہرودج گجرات ہے۔ مخدوم جہانیاں کے سعید خلیفہ تھے۔ اکثر سفروں میں ہمرکاب اور ہم عنان رہنے کا شرف حاصل تھا۔ آپ کی باحقیقت باتیں بالکل سید محمد گیسو دراز کے ہم رنگ تھیں۔ غالباً ان دونوں بزرگوں کا باطنی باغ۔ ایک ہی ندی کے پانی سے سینچا گیا۔ اور شاداب ہوا ہے۔

القصہ۔ یہ دونوں والا فطرت نامور اپنے وقت میں کمالات اسمائی کے عیش محل کی رونق تھے۔ اور رہنمائی کی صفائی سے فروغ معرفت کی متلاشی اپنی آنکھوں میں خدا شناسی اور حق بینی کا سرمہ لگا کر نوزانی رکھتے تھے۔ نفعنا اللہ والمسلمین ببرکات آثارہم اجمعین۔

## یاد سید شیخ ابن شیخ عبداللہ عند روسی صادق منی حضرت

آپ عالی نسب سادات میں سے ہیں۔ نب میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو پہنچنے ہیں۔ حدیث۔ اسماء رجال۔ اور انساب کے علم میں سیر و تاریخ میں۔ اصطلاحات تصوف میں۔ اور بیان عرفان میں کامل طور پر تبحر اور سائی رکھتے تھے۔ داد و دہش کی ہمت کی۔ اور اخذ و جر سے دو گزر کرنے کی۔ مشق اعلیٰ درجہ کو پہنچائی تھی۔ اپنی مدۃ العمر میں کسی امیر و وزیر کے دروازہ پر نہیں گئے

اپنے عالی خاندان آبا و اجداد کا سلسلہ صحیح ہوتے ہوئے۔ قادریہ خانوادہ اور مغربیہ خاندان میں اپنی ارادت اور خلافت کی نسبت قائم کرتے تھے۔

## یاد شریف شیخ

ذاتی اور اکتسابی دونوں طرح کی شرافت آپ کو حاصل تھی۔ دسویں دور کے اخیر حصہ تک حیات کی سند پر بیٹھے رہے۔ راقم گلزار ہی شریف کی شریف ملازمت سے بہرہ یاب ہو چکا ہے۔ احمد آباد کے محلون میں سے ایک محلہ جوہری واڑہ ہے۔ اسی میں آپ کی خواہگاہ ہے۔

## یاد شیخ عبد المعطی

آپ اپنے وقت کے بزرگ محدثین میں سے ہیں۔ حدیث کی تصحیح اور سند آپ کی ایک واسطہ سے امام سخاوی مصری کی خدمت میں پہنچتی ہے۔ احمد آباد میں رہتے تھے۔ قادریہ اور مغربیہ خانوادہ میں اعتقاد ارادت رکھتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو چوراسی میں عالم علوی کو کوچ فرمایا۔

## یاد شیخ عبد اللہ شیخ رحمت اللہ

ان دونوں بزرگواروں کی زاد بوم سیوسان سند ہے۔ ایک تو انہوں نے شہر مدینہ میں رکھ کر زاوہا اللہ شرفاً علم حدیث کی تحصیل بہت کچھ کی تھی۔ دوسرے شیخ علی متقی کے ساتھ شیخ ابوالحسن بکری شافعی مصری کی ملازمت میں اور نیز دیگر دالاسند میثین کی ملازمت میں حاضر ہو کر احادیث کی تصحیح کی۔ اور عالی درجہ کی سندیں لی تھیں۔ لہذا یہ دونوں بزرگوار شیخین منی کے لقب سے مشہور تھے۔ بالآخر گجرات میں آکر دونوں نے احمد آباد میں مکان قیام تجویز کر لیا تھا۔ لیکن شیخ عبد اللہ کو حجاز کی طرف پہلوٹ جانے کی توفیق ہوئی۔ اور ہجری سنہ نو سو چوراسی میں مدینہ معظمہ کے اندر آخر دی خواہگاہ اختیار کی۔

## یاد سید عطا محمد

آپ کا لقب علاء الدین ہے۔ صحیح النسب سادات۔ اور سلسلہ قادریہ کے عالی مرتبہ مشائخ میں سے ہیں۔ احمد آباد گجرات میں ریاضت اور عبادت کے لئے۔ ایک حجرہ تجویز کر لیا تھا۔ ہجری سنہ نو سو اکتالیس ہوا۔ کہ جنت آشیانی ہمایون شاہ نے جب صوبہ گجرات فتح فرمایا۔ تو سلطان بہادر ابن مظفر گجراتی شکست کما کر جزائر کے سواصل کی طرف بہاگا۔ اُس وقت سید نے بھی بہادر کے لشکر کے ہمراہ ہجرت کی تقدیری کرشمہ سے۔ دریا کے ایک ساحل پر اسیر فرنگ ہو گئے۔ اور جب وہاں سے رہائی ملی۔ تو حرمین محترمین

زاوہما اللہ شرفاً کے طواف سے سعادت حاصل کی۔ پھر وہاں سے توڑی سی ہی مدت میں قدیمی وطن کی طرف بازگشت فرمائی۔ آپ کے حالات کا بیان کسی قدر اس طرح پر ہے کہ ایام سال کا اکثر حصہ روزہ میں گزارتا تھا۔ روزہ کے اندر افطار کا سبب ضیافت کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا تھا۔ آپ کارات کا کمانا صرف ایک پیالہ شوربا سے باقلا۔ اور ایک پیالہ دودھ ملا ہوا قہوہ تھا۔ دونوں پیالوں کا وزن پانچ چھ چمچہ سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ چشتیہ۔ سہروردیہ۔ مغربیہ۔ اور بخاریہ خاندانوں سے ہی اجازت۔ خلافت اور ارشاد کا فرقہ ملا تھا۔ عربی شعر شیخ ابن فارض مصری کی مدوش پر کہا کرتے تھے۔ اجموبہ الزمان۔ اور نادرۃ الدوران۔ یہ دودلووان آپ کے۔ ارباب سخن میں مشہور ہیں۔ ماہ ربیع الاول ہجری سنہ نو سو چھیاسی میں اُخر دی سفر فرمایا۔ آپ کی قبر اسی خانقاہ میں بنائی گئی۔ جس میں رہتے تھے۔ پانچ بیٹے اور تین خلیفہ چوڑے۔ سب رشید تھے۔ اولین فرزند سجادہ نشین تھے۔ سید عبدالرزاق نام اور ابو بکر کنیت تھی۔ دوسرے فرزند سید نصیر نام اور ابو صالح کنیت تھی۔ تیسرے فرزند سید محمد۔ چوتھے فرزند سید علی۔ اور پانچویں سید احمد تھے۔ اولین خلیفہ شیخ بہا الدین۔ دوسرے خلیفہ شیخ محمد۔ اور تیسرے خلیفہ شیخ ابراہیم تھے۔ یہ تمام اولاد اور خلفا۔ رہنمائی کی مسند پر ظاہری و باطنی کمالات۔ دینی و دنیوی سعادت۔ اور علمی و عملی شرف سے آراستہ اور پیراستہ تھے۔ اور زمانہ کے مشائخ اور اولیاء کے حلقہ میں کامل طور پر ممتاز رکھتے تھے۔

## یاد شیخ کلیم الدین موسیٰ گجراتی

آپ نامور علمائین سے ہیں۔ تقریر اور تحریر میں فصیح زبان اور شیرین قلم تھے۔ کئی طرح کی عبادات میں اپنی اوقات منضبط رکھتے تھے۔ شمس عالم اور قمر عالم آپ کے فرزند ان رشید ہیں۔ یہ دونوں صاحبِ ارادہ حقانی الزوار اور ربانی تجلیات کے منظر تھے۔ ان تینوں اصحاب کی خواہ گاہ احمد آباد میں ہے۔

## یاد شیخ نصیر جمال

آپ کی خواہ گاہ نوساری میں ہے۔ جو گجرات کے پرگنات میں ہے۔ آپ شیخ الشیوخ سہروردی کی پاک نسل سے ہیں اپنے زمانہ کے قطب تھے۔ بہت سے لوگ آپ کی ہدایت سے کمال کے درجہ کو پہنچے۔





## یاد شیخ شریف محمد

آپ ہجری سنہ نو سو چوراسی میں منڈو (مانڈو) میں تھے۔ تصوف کا آغاز۔ علم کی تحصیل۔ جو اہر فرما  
کا عمل۔ دعوات کی استجازہ۔ اذکار کی سند۔ اور اشغال و رشتہ الحق کی تعلیم۔ یہ تمام کام آپ نے۔ شیخ  
محمود جلال شطاری کی خدمت میں کئے تھے۔ جو راقم گلزار کے مربی ہیں شیخ نصیر جمال کی نسل میں سے  
ہیں۔ کشائش (کشف ہونے) کے بعد چند روز اپنے قصبہ دیو اس مالوہ کے کوہسار میں ریاضت کی۔ اور  
بیان سے حضرت غوث الاولیاء کی زیارت کے واسطے گوالیار کو گئے۔ گوالیار پہنچ کر شیخ عبدالسجود  
کی خدمت سے اور شیخ ضیاء اللہ۔ اور نیز بیان کے دیگر مشایخ کی خدمت سے فیض حاصل کیا۔ پھر بیان  
سے دہلی کی سیر کے واسطے روانہ ہوئے۔ دہلی میں اہل دہلی کے قلوب اور قبور کی زیارت کی۔ پھر گجرات  
کو لوٹ آئے۔ اب اپنے آبا کے کرام کے وطن میں۔ چراغ معرفت روشن کر کے۔ گوشہ گزین ہیں۔ ہجری  
سنہ ایک ہزار اٹھارہ تک خبر ملی ہے۔ کہ منہ حیات پر بیٹھے ہوئے تھے۔ خدا کرے۔ عمر دراز ہو۔

## این ترانہ در پرودہ شکر گزاری ست

الحمد لله المعین علی اتمام ما اراد ظهورہ فی الانزل منا کہ چارون صدیوں کے بیداروں  
اصحاب جو خردی خواہنگاہ کے تہ خانوں میں آسودہ ہیں۔ ان کے موحدانہ حالات کے لکھنے سے فراغت ہوئی  
اور جو شب زندہ داران خلافت ظاہری زندگان کے دالان میں تلقین و ارشاد کی انجمن۔ ان ایام میں گرم رکھے  
ہیں۔ ان کے بابرکت حالات لکھنے کے واسطے ایزدی تجلیات کے دربار سے مجکو شروع کرنے کی توفیق  
ملی اعلیٰ افعال السون علی بسا القز و الجوز کہ یہ بات کسی اہل دانش کے یقین میں نہیں آتی ہے۔  
کہ اباب سیر و تاریخ۔ اصحاب تذکرہ و تبصرہ۔ اور اہل انساب و اسما و رجال۔ اس امر کا شکر کیوں کر ادا کریں کہ  
یحییٰ علی الاطلاق نے ان کے حامی تصنیف کے ذریعہ نفس کتابت میں کرامت کے طور پر عاۃً احیا ہوا  
اور ابقا۔ نسل انسانی کی وہ خاصیت عطا فرمائی ہے۔ جو نطق کے ذریعہ سے انفاس میحالی کو بطور معجزہ  
عطا فرمائی تھی۔ یا یون کہتے۔ وہ خاصیت رعایت و شفقت کے طور پر نفس رحمانی کے ساتھ

مخصوص ہوا اور لہ من اَجْیَاہَا فَاکَا نَمَّا اِجْعَى النَّاسِ جَمِیْعًا کَے ثواب کا خلعت مصنفین کو پینا کر کافی امتیاز بخشا ہے۔

اس میں شک نہیں۔ کہ طبیعت اور فطرت کے اہل حقیقت اور صاحب طریقت گروہ نے عالم ارواح اور عالم اجسام کی رموز دانی کے دریا میں جو اپنے اور اک کا حال ڈالا ہے۔ اس تلاش سے ان کی غرض سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ عالم شہادت اور عالم ترکیب کے بیابانی شکار کے بارہ میں تو حلال و حرام۔ اور منع و اجازت کی نسبت کہیں اختلاف اور کہیں اتفاق ہے۔ لہذا اپنی فرصت کا وقت اس شکار کے کام میں صرف نہیں کرنا چاہئے۔ تاکہ روز پریشی کی کشاکش سے۔ جو اب وہی کی کش مکش میں گرفتار نہ ہونا پڑے۔ بلکہ بجائے اس کے فنا اور استغراق کے دریا میں مراقبہ کو شکار کا موقع دیا جاوے۔ اور کشف اور عین الیقین کے ذریعہ سے مرکبات اور مجردات کے حقائق کو شکار کر کے حقیقۃ الحقائق کے دستار خوان پر الاکل علی ملک البیوع کے فتویٰ کے بموجب اپنے لئے مباح کیا جاوے۔ تاکہ فرقانی بطون کی عرفانی مجلس میں آیۃ اَلْحِلُّ لِمَصِیْدِ الْبَحْرِ کے مخاطب ہونے کا شرف حاصل ہو۔

<p>قيل المراد من البحر الفناء في الله ومن الصيد حقائق الموجودات ومراكز الكائنات۔</p> <p>كما قال بعض المحققين في تفسيره حکم البحر خلاف حکم البر فاذا غرق العبد في بحر الحقائق سقط حكمه فصيد البحر مباح له لانه اذا غرق صار محو انما اليه وليس به ولا منه اذ هو محو والله غالب على امره۔</p>	<p>کہا گیا ہے۔ کہ بحر سے مراد فانی الہد اور صید سے مراد موجودات کی حقیقتیں اور کائنات کے مرکز ہیں۔ جیسا کہ بعض محققین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے بحر کا حکم بر (جنگل) کے حکم کے خلاف ہوتا ہے۔ جب بندہ حقائق کے دریاؤں میں غرق ہوا۔ تو حکم بری اُس پر سے ساقط ہو گیا۔ اور اس وقت میں دریا کا صید اُس کے واسطے مباح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بندہ جب غرق ہو گیا تو وہ محو ہو گیا۔ پس کوئی بات نہ اُس کی طرف سے نہ اس کے ساتھ ہے۔ اور نہ اُس کی طرف سے ہی کیونکہ وہ تو محو ہوا اور اس لئے اپنے حکم پر غالب اور قادر ہے۔</p>
--	--

۱۲ جس نے مرتے کو پچایا۔ تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو پچایا ہے ۱۳ بیابانی شکار ہمارے لیے حلال کیا گیا ہے ۱۴

اس بنیاد پر اعتقاد اور اخلاص کی منزلوں کے رہنے والوں اور چلنے والوں کے حال و حال کے مناسب یہ ہے۔ کہ اس جماعت کے جس حال اور حال کو اپنے اور اک کی ترازو سے صحیح صحیح نہ کر سکیں۔ یا جس حال و حال کو اپنے حوصلہ کے ظرف میں نہ لاسکیں۔ اس حال و حال کی تحقیق اور تصحیح سے متعرض نہ ہوں۔ کیونکہ جس شے کو اس جماعت نے آفتاب کشف کی روشنی میں پایا ہے اس کو یہ لوگ چراغ عقل کے پر تو سے نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا اسم

از خرد جان را جهان افزوز نتوان ساختن | از فروغ شمع شب را روز نتوان ساختن

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْلُوا  
عَنْ أَشْيَاءٍ أَنْ تَبَدَّلَ لَكُمْ تَسْوُؤُهُمْ قَالَ  
بَعْضُ الْمُحَقِّقِينَ فِي تَفْسِيرِهِ إِذَا اسْتَبَلَّ  
عَلَيْكُمْ سِتْرُ اللَّطْفِ فَلَا تَتَعَرَّضُوا  
لِلْعِلْمِ بِمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ فَيَتَنَصَّرَ  
بِالتَّجَسُّسِ عَلَيْكُمْ عَيْشَكُمْ وَيُقَالُ  
لَا تَتَعَرَّضُوا لِلْوُقُوفِ عَلَى مَحَلِّ الْأَنْبِيَاءِ  
فَلَا يَسْتَوْجِبُونَ ذَلِكَ فَيَسُوءُكُمْ  
تَقَامِرًا تَبْتِكُمْ۔

مسلمانو! بہت باتیں (کرید کرید کر) نہ پوچھ کر۔ کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بڑی لگیں۔ اس آیت کی تفسیر میں بعض محققین نے فرمایا ہے۔ جب تمہاری آنکھوں پر (مصافحہ کسی امر کے مخفی رکھنے کے واسطے) مہربانی کا پردہ ڈال دیا جاوے تو جو امر تمہارے اوپر مخفی رکھا گیا ہے۔ اس پر علم حاصل کرنے کے درپے نہ ہو۔ کیونکہ اس تلاش سے تمہارے اوپر تمہارا عیش منغص ہو جاوے گا۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ تم اکابر کے مقامات پر وقوف حاصل کرنے کے درپے نہ ہو۔ کیونکہ اکابر یہ علم تم کو دنیا (اپنے اوپر) واجب نہیں سمجھیں گے۔ اور ہر تم کو اپنے مراتب کی کمی جرمی معلوم ہوگی۔

پس یہی بتر ہے۔ کہ اصحاب دعوت اس کتابی کشف (غار) کے اندر عبارت کی قیلو لہ گاہ میں بے اعتبار اختیار کی نظر سے اپنے تین پوشیدہ رکھیں۔ اور حقائق و معارف بیان کرنے کے مقام پر بظاہر۔ تحت رحمت کے سونے والوں کی طرح سے خاموشی۔ اور باطن میں محفل زندگانی کے مستنشینوں کی مانند گویائی اختیار کریں۔ تاکہ ان کی رہنمائی کی ہمیشہ رہنمی والی بہار۔ طالب افسردہ دلون کی زمین استعداد سے مل کر اس زمین کو ارضیوان عنہم و عنہ کا باغ بنا دیوے۔ الی یوم الوقت المعلوم۔

یاد شیخ علی بن ابی شیبہ قاسم سندھی

جب آپ کی عقیدت کے آفتاب سے وحدت کی شعاعیں نکلیں۔ مقبولیت کے چاند میں معائنہ

کا اقتباس ہو۔ مراقبہ مشاہدہ کے جہان کو حاوی ہو۔ ہمت کا سایہ دار درخت۔ بد نصیب اور دیشوں کے سرور پر چتر کا کام کرے۔ ہنگام ارادت آپ کی دست بوسی۔ ریزوی عرفان کا سرمایہ بخشے۔ تلقین کی گوہر نشان زبان۔ آئی وجدان کے خوانہ کا راستہ دکھا دے۔ ایک لحظہ کی باطنی توجہ ملک و ملکوت (عالم شہادت اور عالم ابراج) کے کام بناوے۔ اور آپ کی کشادہ پیشانی کا شیوہ۔ ربانی لوگوں کی دل ربانی کرے۔ تو کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ کہ آپ کے وجود کا باغ صرف علوم اور فضائل کی بہار سے سرسبز ہے۔ بلکہ یوں کہنا نہایت موزون ہے کہ آپ کا فیض رسان وجود تمام عقول اور کل علوم کے چمنستان کا نوروز ہے۔ مدظلہ العالی آپ شیخ شکر محمد عارف کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ اگر تصوف کے شہرستان کو شیخ شکر محمد عارف کی بصیرت کا قدم فرسودہ کوچہ اور سلوک کے سنسان جنگل کو صاحب مدوح کی دانش کے قدموں سے کندی ہوئی گہائی کہا جاوے تو ناموزون نہ ہوگا قیس مسرکہ۔ شیخ عیسیٰ کی زاد بوم ایرج پور دارالسلطنہ صوبہ برار ہے۔ ایک روز آپ نے فرمایا۔

جن ایام میں میری مان مجھے امیدوار تھیں۔ ان ایام میں پدر بزرگوار کے استاد نے خواب دیکھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ انہیں ایام کے قریب قریب میری مان نے یہ خواب دیکھا۔ کہ مولانا یونس ہمارے گھر آئے ہوئے ہیں جو ایک عالم متبحر اور درویش مستغرق تھے۔ ان ایام میں پدر بزرگوار ایک گانوں کو گئے ہوئے تھے۔ جو ایرج پور کے نزدیک ہی ہے۔ والدہ ماجدہ نے علی الصباح عمی و استاد شیخ طاہر محدث کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ خواب کا عرض کیا۔ عم مکرم نے فرمایا۔ تمہارے اس شکم سے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ جس کو دونوں جہان کی ریاستیں نصیب ہوں گی بالآخر عم مکرم کے موثر انفاس کے فیض سے روز یکشنبہ تاریخ پانچویں ذی الحجہ ہجری سنہ ۱۰۸۰ یا ۱۰۸۱ کو عنقریب تصور خانہ میں میرا نقش نمودار ہوا۔ عم مکرم نے تمنا اپنے عم کے ہم نام میر نام عیسیٰ رکھا۔ عم مکرم کے عم محترم۔ دونوں جہان کے فضائل اور کمالات سزا ستہ۔ قرآن کے حفظ اور قرات کے ساتھ نامور۔ اور سخاوت و دوت میں شہر بزرگوار تھے۔ اس کے بعد پدر بزرگوار اس موضع سے لوٹ کر آئے کہ جس موضع کو گئے ہوئے تھے۔ تو انہوں نے اپنے استاد کی خواب کی بنیاد پر یہ چاہا۔

کہ میرا نام سلیمان رکین لیکن بڑے بہائی کی بزرگی اور ادب کے لحاظ سے بازرگما۔ بہت تاریخ پڑھیں  
 محرم ہجری سنہ نوسو اکیاسی کو پید بزرگوار کا سایہ میرے سر پر سے اُٹھ گیا۔ اسی سال اپنے عم مکرم  
 رحمہ اللہ کے ہمراہ سامان اقامت اٹھا کر یرمان پور خانڈیس میں چلا آیا۔ اور ہم دونوں نے  
 یہیں مکان تجویز کر لیا۔ ہجری سنہ نوسو پچاسی تھا۔ کہ رہنما پیر کی تلاش کے واسطے۔ جو معرفت  
 کی آباد اور با فروغ بستی میں ہو پنا دیوے۔ سیاحی کی شورش نے دل کے اندر سے پانون  
 باہر نکالا۔ جب مکان سے نکل کر مسافرت کے راستہ میں چل کھڑا ہوا۔ تو دوسری منزل پر  
 قصبہ کو رووا فتح ہوا۔ اس کے قریب ہو چکر یہ تلاش ہوئی۔ کہ منزل پر جلد ہو چکر کسی عزیز آشنا  
 کا ہمان ہونا چاہیے۔ یہ خیال دل میں اتھکام کے ساتھ قائم ہوا۔ اور اس اندیشہ سے  
 خاطر میں ایک قسم کی شگفتگی تھی۔ ایک بارگی ایک گھاٹی میں راہ بول گیا۔ کوہستان اور  
 بیابان میں بہت کچھ سرگردانی اٹھائی۔ اتنے میں دور سے ایک ویران وہ نظر آیا۔ میں  
 سمجھا۔ کہ پٹے پڑانے کپڑے جو پاس ہیں۔ یہی لٹ جاویں گے۔ یہ خیال کرتے ہوئے  
 فقیر اور رفیق دونوں شکستہ دل اور دعاکنان پانی کی تلاش میں گانون کے کنارہ پہنچے  
 ویرانہ کے گوشہ میں جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہم درویشوں کو دیکھا۔ اور دو تہی  
 دلجوئی۔ زد تہی۔ اور خوش دلی کے ساتھ گانون کے اندر لے گئے۔ اور جو کچھ ان سے  
 ہوسکا۔ پرستاری میں کوتاہی نہیں کی۔ اس کے بعد آئندہ منزل کے واقعات بھی اسی روز  
 کی طرح پیش آئے۔ یہ دو قوی ثبوت دیکھ کر توکل کا خیال دل میں پیدا ہو گیا۔

القصد جب میں امجدین مالہ میں پہنچا۔ تو شیخ عبدالکریم ابن شیخ راجے محمد قادری علیہ  
 کی خانقاہ میں اُترا۔ ان ایام میں مالہ کی جاگیر دار اور امیران اعظم ایک اہم کام کے واسطے  
 شہر کی حدود میں خمیے لگا لگا کر ایک جگہ جمع ہوئے تھے۔ شہر کے مشائخ اور عالموں نے  
 جاہا کہ میری ملاقات ان اصحاب سے کر دین اور میں نے علم۔ پرہیز۔ فقر۔ اور فنا غرض کہ جو کچھ  
 ہی اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی خوشنودی کے واسطے حق پیشانی سے فراہم کیا ہے۔ ہو کو  
 قلیل المقدار تنخواہ کے عوض بیع دین۔ سبحان اللہ

راقم گلزار بھی ان ایام میں وہاں موجود تھا۔ آپ کے دیدار سے بہرہ یاب ہوا تھا۔ اہ بیچنے والوں کے

حالات اسے دی تھی۔ چونکہ لوگوں کے قرارداد کو آپ کے امام پذیر ضمیر نے پسند نہیں کیا۔ لہذا دوسرے روز پیغام کے ذریعہ سے سب کو رخصت کر کے۔ سازنگ پور کا راستہ لے لیا۔ آپ کہتے تھے۔

جب میں سازنگ پور پہنچا۔ تو شیخ عبدالملک شطاری کی ملازمت میں حاضر ہوا۔ شیخ عبدالملک شطاری شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کے خلیفہ تھے۔ اور ساک تھے۔ مگر اہل توحید و تحقیق بہت کچھ مہربانی فرمائی۔ اور معرفت کی باتیں تعلیم کیں۔ میرا ایک رفیق تھا۔ جس کا دست راست کارآمد نہ تھا۔ کچھ متا۔ جب کمانا سامنے آیا۔ تو اُس نے بیان ہاتھ خرقہ کے اندر سے نکالا۔ اور مذاق سے کہا۔ روایت کے بموجب عیسیٰ کے ساتھ اندھا شخص

ہو چاہیے۔ نہ کچھ ہاتھ والا۔ تھوڑی دیر اسی قسم کی باتوں سے دل بہتا رہا۔ پھر جب میں گوالیار کو گیا۔ تو یہ چاہا۔ کہ اسی مجذوب سید کپور حسینی کی قبر پر جاؤں۔ فوراً دل میں یہ بات آئی۔ کہ جب تک حضرت غوث الاولیا کے روضہ کی آستانہ بوسی سے سعادت حاصل نہ کروں گا۔ تب تک کسی دوسری جگہ نہیں جاؤں گا۔ جب میں قبلہ خدا پرستان حضرت غوث الاولیا کے حظیرہ میں پہنچا۔ تو دل میں امام اور بصیرت پیدا ہو کر کچھ ایسا جما۔ کہ ہمیشہ فاتحہ کو حضرت غوث الاولیا کی روح پر فتوح کا تحفہ کرتا رہتا ہوں۔ پھر گوالیار سے روانہ ہو کر دارالسلطنہ آگرہ میں آیا۔ یہاں پرفاضی جلال الدین طنائی علمی مدرسہ کے استاد اور خانقاہ کے صوفی تھے۔ ان سے ملا۔ انہوں نے اول ہی۔ رئیس المحدثین عمی شیخ طاہر کے حالات دریافت فرمائے۔ میں نے جواب میں مانڈو کی کیفیت بیان کی۔ اُس وقت مولانا ابو بکر عطار السد۔ اور حکیم اسحق لاہوری بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا۔ یہ مہمان شیخ طاہر کے بہائی کا بیٹا ہے۔ بہت خوش ہوئے۔ اور بہت دلجوئی کی۔ میں نے چند روز پرانی کہانی پر۔ چند تارکان دنیا کے ساتھ لبر کئے۔ ہر روز کسی قدر نقد ہاتھ آجاتا تھا۔ اور شکم پروری کے شاہرہ جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر دل میں خدشہ پیدا ہوا۔ شاید میری ودویشی۔ ایزدی دگاہ میں قبول نہیں ہوئی۔ جو ہر روز تو نگرانہ۔ سیری کے ساتھ گزرتی ہے۔ اس اندیشہ بد میں دلیل نہ آزمایا گیا۔ اس آزمائش میں ظاہر ہوا۔ کہ اس طرح کا توکل ہی شرک خفی ہے۔ اور قوت انقلاب میں جو التوکل هو الافراد عن التوکل کا بیان ہے۔ وہ ہمیں سے ہے۔ جب اس قضیہ

من ہی خوب اندیشہ کیا گیا۔ تو تسلسل کی صورت معلوم ہوئی۔ پس حیرت ہوئی۔ کہ توکل کیا چیز ہے۔ بحکم الہی۔ نفس مہم نے آگاہ کیا۔ کہ اسم قوی اور متین کی اُس تجلی کو توکل کہتے ہیں۔ جو سالک کے دل پر پڑے۔ یعنی جب تک درویش کا دل ان دونوں بزرگوار اسموں کا تجلی گاہ نہیں ہو جاتا ہے۔ تب تک اوسکو متوکل نہیں کہتے ہیں۔ اور یہ توکل۔ توحید حق اور فنا سے خلق کے معنی میں ہے۔ قصہ کوتاہ۔ میں نے برہان پور کو باز گشت کی۔ بیان آکر ایک حسین منظر کے حسن پر دل مائل ہوا۔ اور محویت کی ذہبت بیان تک پہنچی۔ کہ کتاب پڑھنے کے وقت صحیفوں کے حروف اور خطوط سے۔ نام محبوب کے نقش کے سا۔ کچھ نظر میں یا اندیشہ میں نہیں آتا تھا۔ اور نماز کی محراب میں محبوب کی صورت نے صنم ہونے کی شان اختیار کی۔ بلکہ اور رکات اور حواس اپنے مدارک سے بیکار ہو کر محبوب کے سوا کچھ معلوم نہیں کر سکتے تھے۔ قوۃ ذائقہ۔ پانی کو دودھ سے جدا نہیں کر سکتی تھی۔ اور کان۔ نغمہ کو نوحہ سے علیحدہ نہیں پہچانتے تھے۔ میرے سودا کی کسی قدر کیفیت استاد ی عم مکرم کو معلوم ہوئی۔ تو فرمایا۔ ایسی استعداد والا اگر رسمی علم کی طلب چھوڑ کر ایزد شناسی کے دامن سے ٹک جاوے۔ تو سب سے زیادہ جلدی مقصد میں کامیاب ہو جاوے۔ بالجملہ چونکہ محبوب کی صورت نظر کے سامنے سے بالخصوص نماز کے اندر۔ تغافل کرنے اور لاجول پڑھنے پر ہی دو نہیں ہوئی۔ اور میں نے اس بات کو از روئے شریعت ناروا جانا۔ لہذا شیخ شکر محمد عطار شطاری قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اصلیت گمراہی بیان کی۔ ان ایام میں طالبان ہدایت کی عنان شیخ شکر محمد عارف کے دست رہنمائی میں تھی۔ شیخ شکر محمد عارف نے فرمایا۔ تین روز روزہ رکھو۔ اور چوتھے روز تلقین ذکر کرو۔ ذکر کے نور سے۔ یہ دسواں نیستی کی طرف کوچ کر جاوے گی۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ ہنوز تیسرا روزہ انظار نہیں کرنے پایا تھا۔ کہ میرا دل اُس تعلق سے یکبارگی ہٹا۔ اور تلقین کے روز دل کے اوپر ذکر نے ایسی جگہ پکڑی کہ گھر کی طرف واپس آنے کے وقت بلا ارگے چراغوں سے اس جل شانہ کے نام کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ اولین جلد کے آغاز میں تمام بی بی اعضا سے بلکہ ہر ایک بال کی جڑ سے

ذکر مذکور میں نے گوش خیال سے سن لیا۔ اسی جلد کے انجام میں توحید کا تخم۔ زمین دل پر بکیرا گیا۔ اور دوسرے جلد کی بہار کے گلستان بنا دیا گیا۔ اب میں اسی گلستان سے بے شمار پھول۔ تعریف اور تلقین کے ذریعہ سے۔ دوستان حال و استقبال کے واسطے ذخیرہ کرتا ہوں۔

ایک روز یاد کر کے آپ فرماتے تھے۔

صوم رمضان کا مہینا اور ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ تھا۔ ایک رات امکان کے اندر مجھ سے محکمہ سر پاپا عبودیت کی خاطر میں یہ بات آئی۔ کہ اس وقت میں تمام اصحاب کو جمعیت اور حضور حاصل ہے۔ اور حصن حصین کی حدیث میں لکھا ہے۔ کہ رقت قلب کا وقت دعا کی قبولیت کا محل ہے۔ لہذا مجھ کو دعا کا ہاتھ قبولیت کی امید پڑا اٹھانا چاہیے۔ بہنوز جینیل نفس ناطقہ سے آگے بڑھ کر زبان تک نہیں آنے پایا تھا کہ میں نے حق سبحانہ تعالیٰ کو ان تمام مظاہر سے آشکارا دیکھ لیا جو نظر آتے تھے مع ذلک سوال کا خیال اس بنیاد پر دل سے دور نہیں ہوا۔ کہ مرتبہ عبودیت اسی صورت میں ثابت ہوتا ہے۔

<p>بندہ دعا صرف تعمیل حکم کے واسطے کرتا ہے جو اسد جل شانہ کے قول ادھون استجب لکم میں واقع ہوا ہے۔ کیونکہ خالص اسد جل شانہ کا بندہ وہی ہو سکتا ہے۔ جس میں ربوبیت کا لگاؤ۔ اور اسد تعالیٰ جل شانہ کے سوا کسی اور شے کے ساتھ پناؤ نہ ہو۔ مذکورہ بالا سائل کا قصد اور ارادہ اس غے کے متعلق نہیں ہوتا ہے۔ کہ جس کے بارہ میں اس کا سوال ہوتا ہے۔ خواہ وہ مسئول معین ہو۔ یا غیر معین ہو۔ سائل کا قصد تمام مکالم صرف تعمیل حکم کی طرف متوجہ</p>	<p>انما يسال العبد امثالاً للامر الذي وقع في قوله تعالى ادعوني استجب لكم فالعبد المخلص لله سبحانه من هوليس فيه شوب ربوبية وشائبة رفينه لا مرسواة وليس لهذا الداعي همة وروم متعلقة فيما سال فيه من مسئول معين وغیر معین وانما همتہ مصروفہ الی الامتثال فقط غیر متجاوزة</p>
---	---

ہے۔ ہم سے جا لگے۔ ہم تمہاری دعا قبول کریں گے۔



الی مطلوب سواہ فانہ لا یجوز  
 ان یكون مطلوباً لان من شان المطلوب  
 ان یكون موجوداً فی نفس الامر  
 ومفقوداً عند الطالب باعتبار  
 والغیر ما سواہ معدوم فی  
 نفسه فلا یكون من شانہ  
 ان یطلب فلا ینبغ ان یطلب احد احد  
 سواہ فاذا اقتضی الحال السؤال اللفظی سأل  
 عبودیة واذ اقتضی التفویض و  
 السکوت عن الدعاء سکت عنه  
 فسمع هذا المرجوفی صورة التیز  
 علی خاطرہ عند تخیل السؤال معاً  
 الیست الموجودات یمکن ان تصف  
 بالرحمة الرحمیة كما تصفت بالرحمة  
 الرحانیة علی مقضی رَحْمَتِي وَسِعَتْ  
 كُلَّ شَيْءٍ لِان الشیء اذا تصف بالرحمة  
 الرحانیة التی هی عبارة عن نفس الرحمن  
 وہو تجلی الوجود الواجب تعالی  
 فلا یلیق ابتلاءه بالقرم والعذاب  
 لان صفة الرحمة ثابتة لحق  
 سبحانہ بالذات وبالقصد  
 وصفة القرم بالعرض وبالتبع

ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے شانہ کے سوا کسی دیگر مطلوب کی طرف  
 مستجاز نہیں ہوتا کیونکہ غیر اس کا مطلوب بنانا جائز نہیں ہے  
 کس واسطے کہ شان مطلوب یہ ہے۔ کہ وہ نفس الامر میں ضرور  
 موجود ہو۔ مگر طالب کے نزدیک اُس کے اعتبار سے مفقود ہو  
 اور غیر اس اور ما سواہ کے مدنی نفس  
 معدوم ہیں۔ لہذا اُن کی شان میں یہ بات داخل نہیں ہے  
 کہ مطلوب بنائے جاوین۔ پس ہرگز یہ بات سزاوار نہیں ہے۔ کہ  
 کوئی شخص بھی اللہ جل شانہ کے سوا کسی اور شے کو مطلوب بناوے  
 اس صورت میں اگر حال۔ لفظی سوال کا مقضی ہو۔ تو  
 عبودیہ کی راہ سے سوال کرے۔ اور اگر حال تفویض اور سکوت  
 عن الدعاء کا مقضی ہو۔ تو دعائے سکوت کرے۔  
 پھر متاخیال سوال کے ساتھ ہی تمیز  
 تفریق کے طور پر میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا  
 کہ اگرچہ تمام موجودات بمقتضائے رحمتی وسعت کل شے  
 رحمتہ رحمانیہ کے ساتھ متصف ہیں۔ اور دلیل اس کی  
 یہ ہے۔ کہ جب کوئی شے رحمتہ رحمانیہ کے ساتھ متصف ہوگی  
 جو عبارت نفس رحمن سے ہے۔ اور نفس رحمانی بعینہ وجود واجب  
 تعالیٰ کی تجلی ہے۔ تو پھر یہ بات کب موزوں ہے کہ وہی شے تہراؤ  
 عذاب میں مبتلا ہو۔ لیکن کیا یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ موجود جس طرح  
 رحمتہ رحمانیہ کے ساتھ متصف ہوئی ہیں۔ اسی طرح وہ  
 رحمتہ رحیمیہ کے ساتھ بھی متصف ہوئی ہوں۔ کیونکہ  
 حق سبحانہ کے واسطے صفتہ رحمتہ بالذات اور بالقصد  
 ثابت ہے اور صفتہ قرم بالعرض اور بالتبع۔

وَعَلَىٰ هَذَا مَا قَالَ الْبَيْهَقِيُّ فِي  
قَوْلِهِ تَعَالَىٰ إِنَّ تَعَدُّ بِهَمٍّ فَإِنَّهُمْ  
عِبَادُكَ وَوَإِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَإِنَّكَ  
أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَعَدَمُ  
غَفْرَانِ الشَّرِكِ مَقْتَضِي الْوَعِيدِ فَلَا مَضَاعِ  
فِيهِ لِذَاتِهِ لِيَمْتَنِعَ التَّرْدِيدُ وَالتَّعْلِيْقُ بِأَنَّ  
تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ بِالْحُسْنَىٰ

اور اسی اصول پر مبنی ہے۔ یہ جو قاضی بیہاوی نے فرمایا ہے  
الہ جل شانہ کے قول پاک ان تعد بھم فانہم عبادک  
وان تغفر لہم فانک انت العزیز  
الحکیم کی تفسیر میں عدم غفران لشک مقضی  
الوعید (ترجمہ) یعنی شرک کا نہ بخشا مقضی ہے وہید ہے۔ اس  
بیان میں بذاتہ کوئی تناقض نہیں ہے۔ کہ جس کی وجہ سے ترویج  
اور کلمات تمت کلمۃ ربک بالحسنی کے ساتھ تعلیق ممتنع ہو۔

آپ کی تصنیفات کا شمار یہ ہے (۱) روضۃ الحسنی (۲) اور عین المعانی یہ دونوں رسالے نو و نہ نام آہی  
کی شرح ہیں۔ اول اول ہے۔ اور ثانی کا ثانی نہیں ہے۔ (۳) انوار الاسرار۔ قرآنی تاویلات کے بارہ  
میں دوسری ذی تاویل اور حقائق نام تفسیروں پر نظر کر کے ثانی نقش ہے جس کو آپ کی فطرت کے نقاش نے  
معانی کے بدیع نگار قلم سے لکھا اہل زمانہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ (۴) رسالہ جو اس پنجگانہ۔ جس میں  
آپ نے حضرات جنس کے ساتھ مطابقت دی ہے۔ شیخ صدق جہان دہار وال۔ آپ کے برگزیدہ خلفائے  
سے ہیں۔ ان کی التماس قبول فرما کر لکھا تا۔ (۵) حاشیہ براشارۃ غریبہ کتاب انسان کامل جو شیخ عبدالحکم  
جیلی قدس سرہ کی تصنیفات میں سے ہے۔ یہ حاشیہ اپنے اُس وقت تحریر فرمایا تا۔ کہ جب آپ  
شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کے خلیفہ سید احمد دکنی کی شاگردی میں داخل تھے۔ (۶) مخرج فارسی برقصیدہ  
برودہ (۷) رسالہ قبلۃ المذہب الاربعہ مع اشارات اہل التصوف (۸) حاشیہ برشرح ضیائیہ۔ ایک مخرج ہے  
جس کو حقائق آگاہ مولانا عبد الرحمن جامی نے کافیہ پر لکھا تا۔ اس شرح پر آپ نے حاشیہ چڑھایا ہے۔ یہ اُس  
وقت کی بات ہے۔ کہ جب آپ اپنے بڑے صاحب زادہ شیخ عبد التبار کو درس دیتے تھے۔ مولانا  
عبد الغفور اور مولانا عصام الدین کے حاشیوں کے مقابلہ میں بڑی میٹھی میٹھی باتیں لکھی ہیں۔ (۹) فتح محمدی  
در علوم ما يتعلق بہ التفسیر۔ یہ کتاب شیخ فتح محمد کے واسطے تالیف فرمائی تھی۔ جو آپ کے چھوٹے فرزند

لے اگر وہ ان کو مذابوے۔ تو جبکہ اختیار ہے۔ یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو ان کو معاف کرے۔ تو کوئی تیرا ہاتھ نہیں چھو سکتا  
کیونکہ) بھشک تو ہی سب پر) غالب (اور) حکمت والا ہے ۱۲۱۵ الترویج دار زمین النبی والا شایع ۱۲۱۵ (۱۱) اے  
یہ غیر ہمارے پردہ گار کے کلمات سب کے سب خوبون پر ہی تمام ہوئے ہیں ۱۲۔

ہین (۱۰) تتمیم شرح ماتہ عامل جبکو میر فتح اللہ شیرازی نے آغاز فرمایا تھا۔ مگر زمانہ کی بیوفائی کے سبب سے انجام کو نہیں پہنچی تھی۔ اس کتاب کو اپنے میر سید علی ابن عم قاضی نور اللہ کی آرزو پر انکشاف فرما کر آغاز کی طرح انجام کو پہنچایا ہے۔ قاضی نور اللہ۔ عرش آستان اکبر شاہ کے لشکر کے قاضی تھے۔

(۱۱) رسالہ عقود جس کو سب سے زیادہ مختصر عبارت میں لکھا ہے۔ ارباب حدیث گنیون کا شمار اپنے ہاتھ کی انگلیوں پر رکھتے ہیں۔ اس کو عقود کہتے ہیں۔ (۱۲) دور باعی کی دو شرح (۱۳) ترجمہ اسرار الہمی بھی آپ ہی کا ترتیب دیا ہوا ہے۔ تقدیری کرشموں سے امید ہے۔ کہ ان سر تا پاکشف سے برے ہوئے سالون کے نام سننے والے کو اگر ان کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوگا۔ تو میرے ستائش نام بیان کو لاف و گزاف نہ سمجھے گا۔

اس میں شک عین۔ اگر تمام معاملہ ذی انصاف گروہ کے ساتھ ہی ہوتا۔ تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں تھی۔ لیکن کیا کیا جادوے۔ چند غریب منش اور صافی طینت لوگوں سے بھی کام پڑنے والا ہے۔ اس واسطے ہر ایک رسالہ میں سے نمونہ کے طور پر ایک ایک نقل تحریر کرتا ہوں۔ تاکہ جن اصحاب نے دعوت قبول کر لی ہے۔ وہ میری ستائش نامی کے خوان پر سے صرف چاشنی چکھ کر نارمنہ نہ اٹھ جاویں۔

یہ انوار الاسرار کے دیباچہ کی نقل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 لك الحمد يا من دعوتك لطالبية  
 الى جمال عزتہ فامتحت السلا بواب  
 خرائسہ و كان دعوتہ موفور  
 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے مقدس اور بابرکت خداوند حمدتہ مع تمام اور اشکال تیرے ہی لئے شایان اور موردن ہیں جس ذات والا صفات کی دعوت (طلب) اس کے جمال عزت کے طالبین کے واسطے اس کے خزانوں کے دروازوں کی کنجی ہو سکتی ہے۔ نیز جس کی دعوت (طلب) نہایت زیادہ ہے وہ تو ہی ہے۔

ولك الشكر يا من لا وسيلة  
 الی اظہار نعمہ الا بسعی  
 بقلبہ ومن كان ساعياً بقلبه  
 يری كان سعياً مشكوراً  
 اور اسے کثیر النعم منعم۔ شکر کے جملہ افراد اور انواع تیرے ہی لئے زیادہ سنراوا رہیں جس منعم کی نعمتوں کے اظہار کے واسطے سوائے قلبی سعی کے کوئی وسیلہ نہیں ہو سکتا ہے۔ بیا منعم تو ہی ہے۔ اور یہ مسلم ہے۔ کہ جو شخص دل کے ساتھ سعی ہوتا ہے۔ وہ دیکھ نہتا ہے۔ کہ اس کی سعی مشکور ہوتی ہے۔

وعليك الصلوة والسلام  
يا من حقيقة فجمع حقائق  
جميع المراتب والمجالي وحو  
منبع العوالم والمعالي و  
وجوده لحضرة العوالم رحمة الله المتعالى و  
كتاب مشورا

اور نامی رود صلوة و سلام آہی نازل ہو آپ پر اسے ذات  
پاک محمدی۔ جس شخص کی حقیقتہ جملہ مراتب اور مجال کی حقیقت  
کا مجمع۔ جس کی روح پر فتوح۔ عوالم اور معالی کا پشمہ جس کا  
وجود باجود۔ ظہور عوالم کے واسطے۔ اللہ جل شانہ کی رحمت  
اور جس کی کتاب۔ منشور (واضح) ہے وہ آپ ہی کی ذات  
عالی درجات ہے۔

وعلى الذين فضلوا بالصحة  
الرفيعة الصورية والمعتق  
وكان صحبة تم به صلعم وعل  
اله مسورا

اور ان اصحاب پر بھی صلوة و سلام نازل ہو۔ جو صوری  
اور معنوی رفیع الشان صحبت کے ساتھ فضیلت دئے گئے  
ہیں جن کی صحبت رسول مقبول صلعم کے ساتھ رہتی تھی۔  
اور رسول مقبول صلعم کی اولاد امجاد پر بھی صلوة و سلام نازل  
ہو۔ اور یہ نزول صلوة و سلام حمایہ آل و اصحاب کے مسرور الوقت  
ہونے کا باعث بنے۔

وبعد فهذه مشاعل  
انوار الاسرار في المشاهدة  
الابكار لتقوى برعيون الفحول  
الاحرار عن رقية التقلية  
والاكد ارفقد لاحت من حضرة  
العتد ير على المذنب الفقير  
من غير تامل وكسب بل الهمة بعين  
غايته عند الكتابة ومرار يقول النفس  
ايها الفضول الى اين تذهب اندس الكنا  
وما الايمان بظاهرة وباطنه قنقف  
عنده وتقول ما ادر ما يفعل

بعد حمد و صلوة التماس یہ ہے۔ کہ یہ عنایین گویا انوار  
اسرار کی شعلیں ہیں جو دست نارسیدہ محکون میں ان جوان  
مردوں کی آنکھیں منور کرنے کے واسطے رکھی ہوئی ہیں۔  
جو تقلید اور کدورتوں کی قید سے آزاد ہیں مذکورہ بالا اسرار جناب  
باری عوالم کی طرف سے۔ فقیر مذنب پر بغیر تامل اور کوشش  
کے وارد ہوئے ہیں۔ بلکہ یہ کنایے محل نہیں ہے۔ کہ  
اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنی عین عنایت سے کتابت کے  
وقت صدر الذکر اسرار کو الہام فرمایا اور ایسی حالت میں  
الہام فرمایا۔ کہ فقیر مذنب (میں) اپنے نفس سے بار بار کہتا  
ہوں اے بوالفضول کدہر جاتا ہے۔ کہا تو جانتا ہے۔ کہ کتاب  
کیا ہے۔ اور ظاہر آدراطناً ایمان کیا ہے۔ کہ اس تک

بی فالہمنے اللہ تعالیٰ منو دیت من  
 سری۔ مَا كُنْتَ تَدْمِرِي مَا  
 الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانَ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ  
 نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ  
 عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لِنَهْدِي إِلَى  
 صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي  
 لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ  
 آيَاتُ اللَّهِ تُصَيِّرُ الْأُمُورَ لُبَيَانَ  
 بعض اسرار الكتاب البشير النذير  
 غير مبينة فيها اسرار الفصاحة و  
 انوار البلاغة ولا مشرحة فيها غرائب  
 اللغة والعربية لما قننت الوطر  
 من تنبيه العلماء الراسخون في الظاهر  
 ومن قرءه واوله على الباطن ولم  
 يلتفت الى ظاهره اصلا كاذهبا  
 الى فرعون انه طغي يراد بها  
 ان موسى روحه وفرعون نفسه  
 من غير ملاحظة المعنى الاصل  
 الذي لا جلد نزل فهو باطني  
 لبطونه في احد معانيه ومن فسر  
 على الظاهر الصرف من غير ايمان وقرآ  
 بالاشارات والنكت التي هي  
 عين البلاغة الى سر بهر و محض

پہنچ کر تجکو وقوف حاصل ہوگا اور نفس مجکو جواب دیتا تھا۔  
 کہ میں "نہیں جانتا۔ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا" ایسی  
 حالت میں اللہ تعالیٰ اس شانہ نے مجکو الہام فرمایا۔ یعنی  
 میرے باطن سے آیت کریمہ ما کنت قد سری ما الكتاب  
 ولا الايمان ولكن جعلناه نوراً نهدی به من  
 نشاء من عبادنا و انک ل نهدی الی  
 صراط مستقیم۔ صراط اللہ الذی لہ ما فی  
 السموات وما فی الارض الا الی اللہ تصیر الامور  
 کی نذر مجکو ہوئی۔ اور یہ نذر اس واسطے ہوئی کہ میں بشارت نبوی  
 والی اور نذر ڈرانے والی کتاب (قرآن کریم) کے ایسے بعض  
 اسرار بیان کروں جن کے اندر فصاحت کے اسرار اور بلاغت  
 کے انوار بیان نہ ہوں نہ غریبہ اور عربیہ لغات کی تشریح  
 کی جاوے۔ کیونکہ یہ ضرورت بڑے بڑے علماء ظاہر  
 کی کوشش سے پوری ہو چکی ہے۔ نیز جس شخص نے قرآن  
 پڑھ کر اس کی تاویل صرف باطن پر کی۔ اور ظاہر کی جانب قطعی  
 ملتفت نہیں ہوا۔ جیسے آیت کریمہ اذہب الی فرعون انه طغی  
 میں بغیر لحاظ اصل معنی کے۔ جس کے واسطے یہ آیت کریمہ نازل  
 ہوئی ہے۔ یہ معنی مراد لئے جاتے ہیں۔ کہ موسیٰ۔ روح  
 انسان ہے۔ اور فرعون نفس انسان ہے ایسی تاویل  
 کرنے والا شخص باطنی ہے۔ کیونکہ وہ منجملہ دو معانی کے  
 صرف ایک معنی کے اندر گہسا ہے اور جس شخص نے  
 تفسیر قرآن صرف ظاہر پر کی۔ اور جو اشارات اور نکات اس  
 میں شانہ کی طرف نگاہ کر کے عین بلاغت۔ اور نفس انسانی

الفصاحة من نفسه فهو حشوی خارجی لا یری من جلال قرعته الاسرافات عزته ولم یظفر بدخوله فی مجلس وقوفه علی جماله المندرج فیہ والمندرج تحتہ ومن جمع بینہما فهو العارف الکامل الواقف بالکتاب وبملا نزوله ولذا اکثر ما یدکر من الاشارات بتعلل ومجتمل لادب ادب الله سبحانه العلماء الواقفین بجمیع مراتب التذکر والمتشبیه واسأل الله ان يجعلنی ومن سلك طریقہ من الذین لیس للشیطان علیہم سبیل

کی طرف نظر کر کے محض فصاحت ہیں۔ ان اشارات اور نکات پر وہ شخص نہ ایمان لایا۔ نہ اقرار کیا۔ وہ حشوی خارجی ہے۔ کہ جلال قرآءت میں سے صرف پرواہ سے عورت کے سوا۔ کچھ نہیں دیکھ سکا ہے۔ اور جو خوبیان قرآن مجید کے اندر یا اس کے ذیل میں نزع ہیں۔ ان کی واقفیت کی مجلس میں داخل نہیں ہو سکا ہے اور جس شخص نے ظاہری اور باطنی دونوں معانی جمع کئے۔ وہی عارف کامل ہے جو کتاب سے۔ اور نزول کتاب کی مراد سے واقف ہے۔ اسی واسطے جہاں کہیں اشارات کا ذکر کیا گیا ہے۔ لفظ "تعلل" کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ "تعلل" کے ساتھ ذکر۔ ادب کے خیال سے کیا گیا ہو جس کی تعلیم اللہ سبحانہ نے ان علما کو فرمائی ہے جو تشبیه اور تشبیه کے جمیع مراتب سے واقف ہیں۔ اور میں اللہ جل شانہ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ مجھ کو اور میرے پے رواصحاب کو ان لوگوں کے گروہ میں داخل کر دے۔ جن پر شیطان کا زور نہیں چل سکتا ہے۔

اعوذ باللہ من اللہ المتحلل بصفته  
الجمال والجلال من الشیطان  
البعث وهو البعد الذی وقع بین  
العبد وربہ وهما ولیس فی  
الحقیقة او البعد الموهوم  
والخلاء المتوہم فی محل وجود العالم  
یعنی العالم ظاہر خارج عن حضرة

اعوذ باللہ من اللہ متحلی بصفته  
الجمال والجلال من الشیطان  
البعث وهو البعد الذی وقع بین  
العبد وربہ وهما ولیس فی  
الحقیقة او البعد الموهوم  
والخلاء المتوہم فی محل وجود العالم  
یعنی العالم ظاہر خارج عن حضرة

اعوذ باللہ من اللہ متحلی بصفته  
الجمال والجلال من الشیطان  
البعث وهو البعد الذی وقع بین  
العبد وربہ وهما ولیس فی  
الحقیقة او البعد الموهوم  
والخلاء المتوہم فی محل وجود العالم  
یعنی العالم ظاہر خارج عن حضرة

الغیب المتعلی فی الخلاء المتوہم۔ الرحیم المہد  
 عن حد الوجود الاصلی فی الحقیقۃ وان  
 ظہر بالاعتبارات الوجودیۃ۔  
 کی رو سے ظاہر ہے۔

بسم اللہ ملتبساً باسم اللہ الذی  
 تجلی بالاسماء والصفات المقتضیۃ  
 لحقائق الاسماء الکوئیۃ بعلم الیقین  
 یعنی شرعت فی حال التحاق علی  
 باسماء اللہ بالذوف والوجدان  
 او قل متحققاً باسم اللہ الذی تجلی  
 بالاسماء الالوہیۃ والصفات الربانیۃ  
 بعین الیقین یعنی شرعت فی حال  
 تحقق بالاسماء والصفات  
 یعنی معہا۔ او قل ملتبساً باسم  
 اللہ الذی تجلی بالنسب الوجودی  
 ولا وصف الفعلیۃ بحق الیقین  
 یعنی شرعت بحال اظہاری و تحقیقی  
 الاسماء الالہیۃ الفعلیۃ علی الحقائق  
 الکوئیۃ الانفعالیۃ بالخلافۃ بالا  
 فان لا قدم للممکن کائناً  
 ما کان فی الوجوب الذاتی  
 ولا یكون هذه الا للمکمل  
 والقی فوقہا للکامل والقی  
 فوقہا للواصل المبتدی

بسم اللہ۔ میں اللہ تعالیٰ شانہ کے نام پر شروع کرتا ہوں۔  
 کہ میں علم الیقین کے ساتھ اللہ پاک کے نام سے ملتبس ہونا ہونا  
 جنے ایسے اسماء اور صفات کے ساتھ تجلی فرمائی ہے جو اسماء کوئیہ  
 کی حقیقتوں کے مقتضی ہیں۔ یعنی میں نے ایسی حالت میں شروع  
 کیا ہے۔ کہ جس حالت میں میرا علم۔ آہی اسماء کے ساتھ ذوق  
 اور وجدان سے ملحق ہوا ہے۔ یا یون کہئے۔ میں اللہ جل شانہ  
 کے نام پر شروع کرتا ہوں۔ درانحائے کہ میں عین الیقین کے  
 ساتھ اللہ پاک کے نام سے متحقق ہوتا ہوں۔ جس نے اسماء  
 الوہیہ اور صفات ربانیہ کے ساتھ تجلی فرمائی ہے۔ یعنی میں نے  
 ایسی حالت میں شروع کیا ہے کہ جس حالت میں میرا عینی  
 (ذاتی) تحقق اسماء الوہیہ اور صفات ربانیہ کے ساتھ  
 ہوا ہے۔ یا یون کہئے۔ میں اللہ جل شانہ کے نام پر شروع کرتا ہوں  
 درانحائے کہ میں حق الیقین کے ساتھ اللہ پاک کے نام  
 سے ملتبس ہوتا ہوں جس نے جوہی نسبتوں اور فعلی اوصاف  
 کے ساتھ تجلی فرمائی ہے یعنی میں نے ایسی حالت میں شروع  
 کیا ہے۔ کہ جس حالت میں اسماء الہیہ فعلیہ کا فعل۔  
 حقائق۔ کوئیہ انفعالیہ پر بالخلافۃ ظاہر اور تحقیق کرتا ہوں  
 نہ بالاصارۃ کیونکہ ممکن کو خواہ وہ کسی وقت تک رہے  
 وجوب ذاتی کے اندر قدم نہیں ہو سکتا ہے۔ اور یہ تلبیس  
 بس کمال کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور جو تلبیس اس سے

فی العرفان بالاحدیة الذاتیة

بالا تر ہے۔ وہ کامل کو حاصل ہوتا ہے۔ اور جو تلبس اس کو ہی  
بالا تر ہے۔ وہ اُس شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ جو و اہل ہے۔ اور  
اوس نے احدیة ذاتیہ کے عرفانی مقام میں قدم رکنا ابی ابی  
آغاز کیا ہے۔

والاسم باصطلاحہم اعداہل  
التصوف لیس هو اللفظ بل هو  
الذات المسماة باعتبار صفة وجود  
کالعلم والقدير او عد صیة  
کالقدوس والسلام واقحام الاسم  
بین الباء واللہ لرفع الالتباس  
بالقسم عند اهل الظاهر والامر  
اخر وهو المشهور فی کتبہم  
اما عندی فوجہ الاقحام ان  
التحقق والتلبس والالتباس  
والتبرک انما ہی عبرتہ الالوہیة  
المقتضیة بذواتها حقائق العالم  
المعبر عنہا باسم اللہ فاذا لم یفحم  
توہم از التحقق وغیرہا بذات اللہ سبحانہ  
وذات اللہ متعالیة من ان  
ینسب الیہ وصف او یلحقہ  
حدا او یقیدہ رسم فانه  
هو الوجود المطلق والعین البحت  
ومتبریة من ان یحیط بہ علم

اسم۔ اُن کی یعنی اہل تصوف کی اصطلاح میں صرف  
لفظ نہیں ہے۔ بلکہ ذات ہے۔ جو وجودی صفت کے  
اعتبار سے مثل علیم اور قدیر کے اور عدمی صفت کے  
اعتبار سے۔ مثل قدوس اور سلام کے نام زد کی جاتی ہے  
حرف (ب) اور لفظ (اسم) کے درمیان میں لفظ۔ (اسم)  
داخل کرنا اہل ظاہر کے نزدیک تو واسطے زرع التباس کے  
ہے جو بے قسم کے ساتھ ہوتا اور نیز ایک اور وجہ سے  
ہی ہے۔ جو کتب صوفیہ میں شہرت کے ساتھ مذکور ہے  
لیکن میرے نزدیک لفظ (اسم) داخل کرنے کی وجہ یہ ہے  
کہ تحقق۔ تلبس۔ التباس اور تبرک جو کچھ ہی ہوتا ہے بعض  
مرتبہ الوہیہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو بذاتہ۔ حقائق عالم کا  
مقتضی ہے۔ اسی کی تعبیر اسم سے کی جاتی ہے۔ پس  
اگر لفظ (اسم) داخل نہیں کیا جاوے گا۔ تو وہم پیدا ہوگا۔ کہ  
تحقق اور تلبس وغیرہ وغیرہ اسم سبحانہ کی ذات کے ساتھ  
ہے۔ حال آنکہ اسم جل شانہ کی ذات اس امر سے عالی  
ہے کہ اُس کی جانب کسی وصف کی نسبت کی جاوے  
یا اُس کو کوئی حد لاحق ہو۔ یا اُس کو کوئی رسم مقید کرے  
کیونکہ اسم پاک کی ذات۔ وجود مطلق اور عین بحت ہے اور  
حال آنکہ اسم جل شانہ کی ذات اس امر سے بالا تر ہے۔ کہ اُس کو



او عقل او کشف و متذکرہ من ان  
 ینہہ منزہ بالاطلاق والافتقار  
 والتعین او بجددہ مشبہ فی حجتہ  
 من الجہات تعالی اللہ عن ذالک  
 علواً کبیراً و هو اخفی من کل شیء <sup>لہ</sup> حقو  
 و حقیقۃً و اظہر من کل شیء انبئ  
 و تحقیقاً و لہ مراتب باعتبار انبساط  
 علی اعیان الممكنات و ظہورہ بمراتب  
 الالہیات و الکنات فاول تعین  
 یتعین منہ بذاتہ فی ذاتہ ہوا لحد  
 ثم الوحدۃ تنقسم بقوسین قوس  
 الاحدیۃ و قوس الواحدیۃ ثم  
 الواحدیۃ تلتشب بسہمین ظاہر  
 الوجہ و ظاہر العلم و الحقیقۃ  
 الجامعۃ بینہما و الحد الفاصل  
 بینہما حقیقۃ الانسان لا غیر و  
 من واجبات الاول الی جوب  
 الذاتی و التاثیر و الفعل و غیرہا  
 المسمی باللہ و بالاشتراك الملفظ یطلق  
 لفظہ اللہ علی ہذا المرتبۃ و علی الوجہ  
 المطلق ایضاً من غیر ملاحظۃ مفہوم  
 من المفہومات و من لوازم الثا  
 الاستعداد و القابلیۃ و الانفعال

کوئی علم یا عقل یا کشف احاطہ کر سکے۔ اور حال آنکہ اللہ جل شانہ  
 کی ذات اس امر سے پاکیزہ تر ہے۔ کہ کوئی تزییہ بیان کرنے والا  
 شخص۔ اطلاق افتقار۔ اور تعین کے ساتھ اس کی تزییہ کر  
 یا کوئی تشبیہ بیان کرنے والا شخص منجملہ جہات کے کسی جہت میں  
 اس کو محدود کرے اللہ تعالیٰ جل شانہ ان تمام باتوں سے بالاتر ہے  
 نیز وہ ہر ایک شے سے ہوتیہ اور حقیقۃ کے اعتبار سے  
 مخفی تر۔ اور انبئہ اور تحقیق کے اعتبار سے ظاہر تر ہے  
 اور نیز چونکہ ذات باری عز اسمہ کو اعیان ممکنات پر انبساط  
 اور مراتب الہیات و کنات پر ظہور حاصل ہے۔ اس  
 اعتبار سے اس کے کئی درجہ ہیں۔ پس اول تعین جس کے  
 ذریعہ سے اللہ عز اسمہ بذاتہ اپنی ذات کے اندر متعین ہوتا ہے  
 وہ وحدۃ ہے۔ پھر اس کے بعد وحدۃ دو قوسوں پر منقسم ہوتی  
 ہے۔ ایک قوس احدیۃ ہے۔ اور دوسری قوس و احدیۃ۔  
 اس کے بعد و احدیۃ کی دو شاخیں ہوتی ہیں۔ ایک ظاہر الوجود  
 اور دوسری ظاہر العلم۔ ان دونوں شاخوں کے درمیان میں  
 حقیقۃ جامعہ یا یون کہتے۔ ان دونوں کے درمیان میں حد فاصل  
 بس انسانی حقیقۃ ہے۔ نہ کچھ اور۔ اولین قسم کے واجبات  
 میں وجوب ذاتی۔ تاثیر۔ اور فعل وغیرہ وغیرہ داخل ہیں۔ اسی  
 کا نام اللہ ہے۔ لفظ اللہ کا اطلاق اس مرتبہ پر تو آتا ہی ہے  
 مگر لفظی اشتراک کی وجہ سے یہ لفظ وجود مطلق پر بھی بولا جاتا  
 ہے۔ بدون ملاحظہ کسی مفہوم کے اور دوسری قسم  
 کے لوازم میں استعداد۔ قابلیتہ۔ انفعال۔ اور  
 تاثر وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ اسی کا نام اصطلاحاً تعین ثانیہ

والتاثر وغيره بالجمع بالغیر للسور الاصطلاح ثم  
للتبليغ الموثرة اذا ظهرت تفصيلا لیسمی ربا۔

الرحمن الذي تعين بمراتبه وكما لا  
في جميع إمكاناته ثم اذا تجل الواحدية  
بالاحكام والآثار بالفيض المقدس  
والنفس الرحمانی لیسمی رحمانا والنفس  
الرحمانی عبارة عن انبساط وجود تعالی  
وامتداد علی مراتب إمكاناته فكما  
ان كلمات الانسان عبارة عن انبساط  
نفسه علی فحارجة ويظهر من كل فحرجة  
بحسب استعداد حروف ثم اذا اجتمعت  
الحروف لیسمی كلمات كذلك النفس الرحمانی  
لسبب مروعة وظهوره علی مراتب يظهر  
من كل مرتبة بحسب استعدادها تعینات  
كلية وجزئية ثم باجتماعها لیسمی مرتبة  
كلية اولية روحا ومثالا وشهادة  
وشخصا جامعا وليس لها في الخارج وجود  
يتميز عن تعیناتها خارجا كما السلطنة  
مثلا فان تعین كل سلطان متعین  
في السلطنة وليس للسلطنة  
وجود ممتاز عن

الرحيم الذي تجل علی المؤمنین

اور سوی اللہ رکھا گیا ہے۔ پر جب موثر درجہ تفصیلاً ظاہر  
ہوا۔ تو اُس کا نام رب ہوا۔

الرحمن جو رحمن ہے۔ یعنی جس نے اپنے مراتب اور  
کلمات کے ساتھ اپنی جمیع ممکنات میں تعین فرمایا۔ جانا  
چاہیے کہ جب واحدیت نے احکام و آثار کے ذریعہ سے  
فیض مقدس اور نفس رحمانی کے ساتھ تجلی فرمائی۔ تو اس وقت  
میں اُس کا نام رحمن رکھا گیا۔ وجود باری تعالی نے اپنے  
مراتب ممکنات پر جو انبساط اور امتداد فرمایا ہے۔ نفس  
رحمانی اسی سے عبارت ہے جس طرح کلمات انسانی عبارت  
ہے مخارج حروف پر نفس کے انبساط سے۔ اور ہر مخرج سے  
اُس کی استعداد کے موافق حروف ظاہر ہوتے ہیں  
اور ہر جب حروف جمیع ہو جاتے ہیں۔ تو اُن کا نام کلمات  
ہوتا ہے۔ اسی طرح نفس رحمانی کا حال ہے کہ مراتب ممکنات  
پر اُس کے مورد اور ظہور سے حسب استعداد ہر ایک مرتبہ  
سے کلی اور جزئی تعینات ظاہر ہوتے ہیں۔ ہر ان کلی و جزئی  
تعینات کے جمیع ہونے سے مرتبہ کلیہ اولیہ کا نام روح۔  
مثال۔ شہادۃ یا شخص جامع رکھا جاتا ہے۔ اور اس مرتبہ  
کلیہ کا وجود خارج میں نہیں ہوتا ہے۔ جو اپنے تعینات  
سے باعتبار خارجی وجود ہونے کے متمیز ہو سکے۔ جیسے  
مثلاً سلطنت۔ کہ ہر ایک سلطان کا تعین سلطنت  
کے اندر ہوتا ہے۔ اور با اینہم سلطنت کا اُس سے  
کوئی علیحدہ وجود نہیں۔

الرحیم۔ جو رحیم ہے۔ یعنی جس نے مؤمنین پر اپنی

بوحثہ الخامة

(الف) باعلام ایاہم هذه المراتب والجماع  
التي ظهرت من كمال الاسماء الالهية<sup>المقتضية</sup>  
للفهور بانہ ہوسا ربكيتہ فی جميع  
مراتبہ و مرایاہ۔

(ب) او باعلام علم الرجوع عن النفس  
المدمومة الى الحقيقة في مقام  
العبودية۔

(ج) او باعلام ان هذه المراتب باسرها  
كلها وجزءها سارية بالوجود في الكل  
باعتبار كل شئ في كل شئ او ظاهرة<sup>عط</sup>  
في الشهوة في حقيقة الانسان  
الكامل المنزاجية كمالية عن  
مآثر المكنونات۔

(د) او باعلام ان الانسان الكامل  
ان ابلغ غاية الكمال الممكن في  
حق البشرية ذاته مدبرة لجميع  
العوالم والراتب ویری او صاف  
سبحانه او صاف نفس سوى الوجوب  
الذاتي بمرتبة جمع الجمع + وهذا سر لا يجوز  
كشفه الا لاهل الكمال البالغ مرتبة  
الرجال

الحمد لله الذي نورا وجود

خاص رحمت سے تجلی فرمائی۔

(الف) یا تو اس طرح بکہ رحیم نے مومنین کو ان مراتب اور  
مجاہد سے آگاہ کیا۔ جو اسما سے الہیہ کے کمال سے ظہور پذیر  
ہوئے ہیں اور اسما سے الہیہ خود مقتضی ظہور ہیں باہن طور  
کذات باری تعالیٰ اپنے تمام مراتب اور مراتب میں کلیہ ساری ہے  
(ب) یا اس طرح پر تجلی فرمائی کہ رحیم نے مومنین کو مذموم  
نفسانیت سے مقام عبودیتہ میں حقیقتہ کی طرف رجوع کرنے  
کا علم تسلیم کیا۔

(ج) یا اس طرح پر تجلی فرمائی کہ رحیم نے مومنین کو آگاہ کر دیا  
کہ کلیتہً اور جزئیتہً یہ تمام مراتب وجود کے ساتھ کل کے اندر  
ساری ہیں۔ اس طور پر کہ ہر ایک شے ہر ایک فہم میں  
ساری ہے یا کلیتہً اور جزئیتہً یہ تمام مراتب انسان کامل  
کی حقیقتہ میں مشاہدہ کے اندر ظاہر ہیں۔ اور انسان کامل  
اپنی کمالات کے اعتبار پر تمام کوئی اشیا سے ممتاز ہے۔

(د) یا اس طرح پر تجلی فرمائی کہ رحیم نے مومنین کو آگاہ فرمایا۔  
کہ جب انسان کامل۔ غایت کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ جو حق  
بشر میں ممکن ہے۔ تو اپنی ذات کو جمع عوالم اور مراتب کا مدبر  
دیکھتا ہے۔ نیز اسد سبحانہ کے اوصاف کو سوائے وجوب  
ذاتی کے اپنے ذاتی اوصاف دیکھتا ہے مرتبہ جمع الجمع  
میں۔ اور یہ ایک ایسا راز ہے جس کا کشف اہل کمال کے  
سوا۔ دوسرے پر جائز نہیں۔ اہل کمال ہی وہ ہونا چاہیے۔  
جو مرتبہ رجال کو پہنچا ہوا ہو۔

الحمد لله الذي نورا وجود

الحمد لله الذي نورا وجود

کے لئے شایان ہیں۔ جس نے ممکنات کے وجود کو اپنی قدرت کے نور سے منور فرمایا۔ اور اپنے وجود کی لوح میں اپنے شرف و منزلت کے اسرار مطالعہ کئے۔ اور ہر گاہ کہ حمد اور ثنا کمال کے اوپر مرتب ہوتی ہے۔ اور حقیقی کمال سوائے اللہ سبحانہ کے کسی فرد کو حاصل نہیں ہے لہذا حمد محض خصوصیات الہیہ میں سے ہے۔

پس حمد کی تعریف اہل ظاہر کے نزدیک یہ ہے۔ کہ زبان کے ساتھ بارادہ تعظیم ثنا کی جاوے۔ اور اپنی کے نزدیک اس کے چار مرتبہ ہیں (۱) ایک یہ کہ اللہ سبحانہ کی ثنا اپنے بندہ کے لئے ہو اس کے حسن اقوال اور حسن افعال پر۔ (۲) دوسرے یہ کہ بندہ کی ثنا۔ اللہ سبحانہ کے لئے ہو۔ اس کے کمالات پر جو بندہ کی طرف حاصل ہوتے ہیں جیسے وجود اور بقا۔ (۳) تیسرے یہ کہ اللہ سبحانہ کی ثنا خود اپنے لئے ہو۔ جس طرح خود اللہ تعالیٰ شانہ فرماتا ہے احمده رب العالمین۔ (۴) چوتھے یہ کہ بندہ کی ثنا بندہ کے لئے ہو۔ اس کے ان کمالات پر جو اس کی ذات میں اللہ سبحانہ کے حکم سے ظاہر ہیں۔ اس مذکورہ بالا بنیاد پر کل محامد راجع اللہ سبحانہ کی ہی طرف ہیں۔

تعریف حمد اہل سلوک کے نزدیک چہرہ قسم پر ہے فعلی۔ قولی۔ اور حالی۔ اور یہی تین قسمیں طرفین کے اعتبار سے چہرہ قسمیں ہوجاتی ہیں۔ (۱) بندہ کی طرف سے قولی حمد اس طرح پر ہے۔ کہ بندہ "اُحمد لعلہ" ایسی حالت میں کہ اس کا کوشش کرتے وقت اس کا قلب اس کے موافق ہو۔ (۲) بندہ کی

الممكنات بنو رذاتہ وتلافی لروح وجو دہ سرسور رتہ ولما كان الحمد والثناء مترتباً على الكمال والكمال الحقيقي ليس الا الله سبحانه كان الحمد كله لله خاصة

ف عند اهل الظواهر تعريفه هو الثناء باللسان على قصد التعظيم له مراتب اربع عندهم اما ان يكون ثناء له بعدة على حسن اقواله وافعاله او يكون ثناء العبد له سبحانه على کمالاته التي اصلتها اليه من الوجوه والبقاء او يكون ثناء له كقول له تعالي الحمد لله رب العالمين او يكون ثناء العبد للعبده على کمالاته الظاهرة فيه باذن الله سبحانه فكل المحامد راجعة اليه

اما عند اهل السلوك فتنه لقا فعله وقولي وحالي من كلا الجانبين فاما القولي من العبد فيان يقول الحمد لله موافقاً للقلب عند القول به واما الفعل فلهي الايتان بالاعمال البدنية من العبادات

والخیرات ابتغاء لوجه الله ولو تجا  
 الی جنابہ الکریم لان الحمد کما  
 یجب علی العبد باللسان یجب بحسب  
 کل عضو وذلك لا یمکن الا باستعمال  
 کل عضو لما خلق لاجلہ علی الوجه  
 المشروع عبادة للحق سبحانه و  
 انقیاد الا وامرہ لا طلباً للمحفوظ  
 النفسانیة من اللذات العجیبة  
 فی الدنیا ومن الجنة والنعیم فی الآخرة  
 واما الحالی فهو الذی یکون بحسب  
 الروح والقلب کالاتصاف  
 بالکمالات العلمیة والتخلق  
 بالاخلاق الملکیة والربانیة  
 من الرضا فی الطاعات والجد  
 عند العطیات اما القوی منہ  
 سبحانہ بان حمد نفسه فی کتب الانبیاء  
 الی منزلة عن النقائص والفعل منہ  
 سبحانہ بان یسلم افعالہ من الشر  
 نفسه ان تکرهوا شیئا وهو خیر لکم  
 وعسی ان تحبوا شیئا وهو شر لکم  
 والحالی منہ سبحانہ بان ینظر  
 فی کل من امکانات بالکل  
 من المحامد والخیرات

طرف سے فعلی حمد اس طرح پر ہے کہ وہ عبادات اور خیرات  
 وغیرہ بدنی اعمال محض لوجہ اللہ اور اس کی جناب کریم کی طرف  
 متوجہ ہو کر عمل میں لاوے۔ کیونکہ بندہ پر حمد جس طرح زبان کے  
 ساتھ واجب ہے۔ اسی طرح ہر ایک عضو کے ساتھ واجب  
 ہے اور ہر ایک عضو کے ساتھ حمد کرنا ممکن نہیں ہے جب  
 تک بندہ ہر ایک عضو کو جس کام کے واسطے وہ پیدا  
 کیا گیا ہے۔ اس کام میں مشروع طور پر استعمال نہ کرے۔ یہ  
 استعمال محض حق سبحانہ کی عبادت کے واسطے۔ اور احکام  
 الہی کی بجا آوری کے واسطے ہونا چاہیے۔ نہ نفسانی حظ  
 کی غرض سے۔ جس سے مراد دنیا میں عجیب و غریب لذتیں  
 اور آخرت میں جنت اور نعیم جنت ہیں۔ (۳) بندہ کی طرف  
 سے حالی حمد اس طرح پر ہے۔ کہ وہ روح اور قلب کے  
 ذریعے ہو۔ جیسے کہ علمی کمالات کے ساتھ موصوف  
 ہونا۔ اور ملکی اور ربانی اخلاق سے مزین ہونا ہے  
 طاعات کے اندر رضا۔ اور عطیات ملنے پر جود کام میں لانا  
 اس اتصاف میں داخل ہے (۴) اللہ سبحانہ کی طرف  
 سے قولی حمد اس طرح پر ہے۔ کہ اس نے خود اپنی کتب  
 میں اپنی انبیاء کو مخاطب کر کے اپنی ذات کی تعریف کی ہے  
 کہ میں نقائص سے منزہ (پاک) ہوں۔ (۵) اللہ سبحانہ  
 کی طرف سے فعلی حمد اس طرح پر ہے کہ وہ اپنے افعال  
 شر محض سے منزہ قرار دینا ہے۔ نفسه ان تکرهوا شیئا  
 وهو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا  
 وهو شر لکم (۶) اور اللہ سبحانہ کی طرف سے

حالی حمد اس طرح پر ہے۔ کہ وہ کل کمالات میں کل محامد اور انبیا  
خیرات کے ساتھ ظہور کر رہا ہے۔

حمد کی تعریف اہل معرفت کے نزدیک ہی چہہ قسم پر  
ہے۔ قول۔ فعلی۔ اور حالی۔ کون اہل معرفت جس کا سفر  
اور سیر اس کے نفس سے اس کے رب کی طرف ہو۔ اور

حمد کی تعریف ارباب معرفت کے نزدیک کمالات خداوندی  
کا ظہور ہے۔ (۱) عبد کی طرف سے قول حمد اس طرح پر ہے

کہ عبد ہنگام نطق خواہ وہ نطق اسی کے نفس سے ہو۔ یا  
اس کے غیر سے۔ علم الیقین کے ساتھ یہ سمجھے۔ کہ یہ تمام

کمالات صفت کلام کے ذریعہ سے منجانب حق ظاہر ہوتے  
ہیں (۲) عبد کی طرف سے فعلی حمد اس طرح پر ہے۔ کہ جب

ہنگام تصرف و تعریف (کام میں لاتے وقت) اعضا حرکت  
کریں تو یہ صدور فعل خواہ عبد کے خود نفس سے ہو۔ یا

اس کے غیر سے عبد اپنی ذات سے عین الیقین کے ساتھ  
باجہزم یہ سمجھے۔ کہ یہ تمام کمالات سالک کے حواس اور جوارح

کے ذریعہ سے حسب حصول قرب نوافل منجانب حق  
ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔

بی یسمع و بی یمنطق الحدیث (۱) (حدیث) عبد کی طرف سے  
حالی حمد اس طرح پر ہے کہ بندہ کلیتہً اور کامل توجہ سے حق

الیقین کے ساتھ اپنی ذات کو اس طور پر اپنے رب کی  
طرف پلٹ دیوے۔ کہ عبد کی ذات میں مسیح حواس۔ قوی

اور جوارح کے ذریعہ سے حسب حصول قرب فرائض  
اللہ سبحانہ ہی متصرف ہے جیسے خود اللہ جل شانہ کا

و اما عند اهل المعرفة الذي

سفرة وسيرة من نفسه الى ربه

فايضا سته اقسام وتعرف الحمد

عندهم ظهورا للكمالات لله

تعالى فهو قولي وفعل وحالي

فاما القولي من العبد فان يعلم

عند المنطق اي نطق كان من

النفس او من غير ان هذه

كمالات ظاهرة من الحق بصفة

الكلام بعلوم اليقين واما الفعل

منه فان يتمكن عن نفسه بجزا

كل عضو من اعضائه عند التصرف

والتشريف، اي فعل كان سواء

من نفسه او من غير ان هذه

كمالات ظاهرة بجوارح السالك

و بجوارحه بحسب قرب النوافل بعين

اليقين كما ورد في الصحيح بي يسمع و بي

ويينطق (الحديث) واما الحو الي منه فان

يقول عن نفسه بالكليته وبكل التصرف الى ربه

لان يتصرف فيه بجميع حواسه وقوا

جوارحه بحسب قرب الفرائض بحق اليقين

کقولہ تعالیٰ وادعیت اذہر میت ولكن الله  
 رعی واما القولی من الله سبحانه فان  
 يظهر كما لا تہ الوجودیة عن نفسه وبقول  
 هو الاول والاخر والظاهر والباطن  
 الباطن وهو بكل شئ عليم واما الفعل  
 منه سبحانه فان ينسب اليه كل فعل  
 والله خلقكم وما تعلمون ما كان لهم  
 الخیرة سبحانه الله وتعالی عما یشرکون  
 من نسبة الفعل الى الغير واما الحالی  
 منه سبحانه فان یلتذ بكل لذة یجد  
 الممكن یظہورہ فی مرتبہ التفرقة  
 ولعلک تقول ان الحق منزہ واللذات  
 من لوازم الممكنات المحدثات  
 فكيف یضاف الیه نجوابہ الشافی  
 انه من المتشابهات ستقف  
 علیہ قریباً فی اول البقرة  
 انشاء الله تعالی ولعلک  
 لم تتجد احد اسبق لبيان  
 هذا الاقسام الستة الخیرة  
 عبارة وان سبق وحیداً

کا قول پاک ہے۔ وادعیت اذہر میت ولكن الله  
 (۱۴) اسد سجانہ کی طرف سے قول حمد اس طرح پر ہے کہ وہ  
 اپنے وجودی کمالات خود بہ نفس نفیس ظاہر فرماتا ہے اور  
 کتاب ہو الاول والاخر والظاهر والباطن و  
 ہو بكل شئ عليم (۵) اسد سجانہ کی طرف سے  
 فعلی حمد اس طرح پر ہے۔ کہ وہ کل افعال اپنی طرف منسوب  
 کرتا ہے (قرآن کریم میں اس قسم کی متعدد آیتیں موجود ہیں) م  
 والله خلقکم وما تعلمون۔ ما کان لهم الخیرة۔  
 سبحان الله تعالی عما یشرکون۔ من نسبة الفعل الى الغير  
 (۶) اور اسد سجانہ کی طرف سے حال حمد اس طرح پر ہے۔ کہ  
 حق سبحانہ ہر اس لذت سے لذت پاتا ہے جس کے  
 ظہور سے مرتبہ تفرقہ میں ممکن پاتا ہے۔ اور اسے مخاطب  
 غالباً تو یہ کہے گا۔ کہ حق سبحانہ منزہ (پاک) ہے۔ اور  
 اور لذت ممکنات محدثات کے لوازم میں سے ہے۔ پھر  
 لذت حق سبحانہ کی طرف کیونکر منسوب کی جاسکتی ہے۔  
 اس کا شافی جواب یہ ہے۔ کہ یہ بات تشابہات میں سے  
 ہے انشاء الله العزیز تو عنقریب سورہ بقرہ کے اول  
 میں ہی اس رمزیہ آگاہ ہو جاوے گا۔ اور اسے مخاطب  
 تو غالباً کسی ایک کو بھی ایسا نہ پاوے گا۔ کہ جس نے ان  
 اقسام سے اخیرہ کے بیان کی طرف قبل ازین عبارتہ سبقت

لہ (ترجمہ) اور اسے پیغمبر) جب تم نے تیر چلائے۔ تو تم نے تیر میں چلائے۔ بلکہ اسد نے تیر چلائے ۱۳ لہ (ترجمہ) وہی شروع ہوئی  
 اور وہی آخر تک رہے گا۔ اور وہ (قدرتوں سے) ظاہر اور (ذات صفات سے) پوشیدہ ہو۔ اور وہ ہر چیز سے واقف ہے ۱۴ لہ (ترجمہ) ہم  
 اور جن چیزوں کو تم نہاتے ہو (سب کو) اسد ہی نے پیدا کیا ہے ۱۵ لہ (ترجمہ) لوگوں کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ لوگ جیسے جیسے فرکے  
 کرتے ہیں اس سے یعنی فعل کی نسبت غیر کی طرف کیونکہ اسد نے اسے (ذات) پاک اور (اس کی شان بہت) بلند ہے۔

واشارۃ

کی ہو۔ اگرچہ وجہاً اور اشارۃ سبقت کی ہے۔

اس مقام پر ایک راز اور ہے۔ جس طرح اُس کا کشف

جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اُس کے اہل سے اُس کا اخفا

بھی جائز نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ قول۔ فعلی۔ اور حال

حمد میں ایک اور معنی نکلتے ہیں۔ یعنی (۱۱) قولی حمد اس طرح

پر سمجھی جاوے۔ کہ عارف خلیفہ ہر اُس شخص کے ذریعہ

سے تکلم کرتا ہے۔ جو کلام ازلی وغیرہ کے ساتھ تکلم کرے

(۱۲) فعلی حمد اس طور پر سمجھی جاوے۔ کہ عارف خلیفہ ہر اُس

شخص کے ذریعہ سے فعل کرتا۔ سنتا۔ اور دیکھتا ہے جو

فعل کرے۔ سنے۔ اور دیکھے۔ (۱۳) اور حالی حمد اس وقت

پر سمجھی جاوے۔ کہ عارف خلیفہ ہر اُس شخص کے ذریعہ

سے لذت پاتا ہے جو لذات عالم طایم طبع سے لذت پاسکتا ہے

اور غالب یہ ہے۔ کہ حمد کے ان اقسام ثلاثہ کے بیان کی

طرف بھی مجاہد سے قبل کسی نے سبقت نہیں کی۔

یا سبقت کی ہو۔ تو وہ بیان مجاہد تک نہیں پہنچا۔

واللہ اعلم بالصواب۔

جمہور صوفیہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک

معانی کے بیان میں چار صورتیں ہیں۔ جمع۔ جمع

تفرقہ بتفرقہ جمع بتفرقہ۔ اور تفرقہ جمع۔ (۱) حمد

جمع علی الجمع۔ اس طرح ہے۔ کہ حق سبحانہ کی ذات پاک

اولین اور ثانوی تعین و تجلی کے ساتھ متعین اور

تجلی ہوتی ہے۔ اور نیزہ تعین و تجلی فیض باقدس کے

ذریعہ سے جن شیون اور اعتبارات پر اولاً۔ اور جن حقائق

وہ عناصر آخر کما لا یجوز

کشفہ لا یجوز کشفہ من اہلہ و

ہو ان فی الحمد القولی والفعلی والحا

معنی آخر اما فی القولی فبان ینطق

العارف الخلیفۃ بکل من ینکلم بالکلام

الانزلی وغیرہ و فی الفعل بان

یفعل ویسمع ویبصر بکل من

یفعل ویسمع ویبصر و فی الحالی

بان یتلذذ بکل من یتلذذ

من اللذات الملائمۃ للطبع

ولعلہ لم یسبق بیان ہذہ

الاقسام الثلاثۃ من الحمد

ایضاً احد من قبلہ او سبق

ولم یبلغ لنا واللہ اعلم

بالصواب

وللجمہور من الصوفیۃ

رضی اللہ عنہم فی بیان معنی الحمد

اربع معانی جمع بجمع اور تفرقہ بتفرقہ

اور جمع بتفرقہ اور تفرقہ بجمع

فاما الجمع علی الجمع فبان یتعین

ویتجلی بالتعین والتجلی الاول

والثانی وما اشتمل علیہ من الشیون



والاعتبارات اولاً والحقائق الالهية  
والكونية ثانياً۔ بالفیض الاقدس  
والتفرقة علی التفرقة کاظہار المخلوق  
بکمالات المخلوق وتبیین الاحد  
بجمال الآخر بل بان هذا الجمال ظل  
من جمال لله تعالى بل عینه وجمع علی  
التفرقة بان یفیض نور وجوده  
علی حقائق الممكنات واعیان الموجودات  
بالفیض المقدس والتفرقة علی الجمع بان یكون  
جميع مراتب الوجود رُحاً ومثلاً و شخصاً  
جما حاملاً لخصرة الحق سبحانه قولاً وفعلاً  
حالا بحسب استعدادهم  
وعندی حمد الجمع علی التفرقة  
بان یری الحق سبحانه ذاته وصفاته  
مفصلاً من رتبة الغیب فی مراتب جميع  
العوالم المراتب جماعاً وفرادی فی عالم الشهادة  
وحد التفرقة علی الجمع بان یری التفرقة الجمع فی  
المراتب والمجالی  
وههنا وجوه اخر القیت من  
القدیم القدیر علی العدیم الفتیر  
بمحض العناية والتقدیر اُحداها  
حمد الجمع فی تفرقة الكل علی  
نفسه بان یری الحق سبحانه کمالاً

الہیہ اور کونسیہ پر ثانیاً شامل ہیں۔ ان کے ساتھ تعین اور  
تجلی فرماتی ہے (۲) حمد تفرقة علی التفرقة اس طرح ہے کہ مخلوق  
کا اظہار کمال خلقت کے ساتھ اور ایک کا ظہور۔ دوسرے  
کے جمال میں حق سبحانہ کے علم سے ہے باین طور کہ یہ جمال  
اسد تعالیٰ جل شانہ کے جمال پاک کا ظل ہے۔ بلکہ  
عین وہی ہے (۳) حمد جمع علی التفرقة اس طرح ہے۔ کہ  
وجود باری تعالیٰ کا نور۔ حقائق ممکنات اور اعمیان  
موجودات پر فیض مقدس کے ذریعہ سے فالض ہوتا  
ہے (۴) اور حمد تفرقة علی الجمع اس طرح ہے۔ کہ وجود  
کے جميع مراتب کیا روح۔ کیا مثال۔ اور کیا شخص۔ تو  
فعلاً۔ اور حالاً۔ حسب استعداد خود ہا۔ حضرت حق  
سبحانہ کے ثنا خوان حسب بنین۔

اور میرے نزدیک حمد جمع علی التفرقة اس طرح ہے  
ہے۔ کہ حضرت حق سبحانہ اپنی ذات اور صفات کو  
مرتبہ غیب سے جميع عوالم اور مراتب کے آئینوں میں  
بالتفصیل مجموعی طور پر۔ اور فرداً فرداً عالم شہادۃ کے اندر  
دیکھے۔ اور حمد تفرقة علی الجمع اس طرح ہے کہ تفرقة  
مراتب اور مجالی میں جمع کا مشاہدہ کرے۔

اس مقام پر کچھ وجوہ اور بھی حسین جو  
قدیم اور تدریجی حق سبحانہ کی طرف سے  
قدیم اور فتیر (مصنفت) کے دل میں محض  
عنایت اور تقدیر سے اظہار ہوئے ہیں۔ بیجملہ ان کے  
(۱) حمد الجمع فی تفرقة الكل علی نفسہ اس طور پر ہے

مع ذاتہ فی حقیقتہ جمعیۃ  
 مظہریۃ تفریقیۃ کلیۃ انسانیۃ  
 وثانیہا حمد تفرقة الكل  
 علی عین الجمع بان یری الانسان  
 الکامل جمیع التعینات مع النفس  
 عین الواحد وثالثہا حمد  
 تفرقة الكل علی التفرقة المطلقة  
 بان یری الانسان الکامل کل  
 الکمال ذاتہ مدبرۃ تجمیع  
 التعینات والاعتبارات جامعۃ  
 بکلیۃ جمیعہ بأحسب استدلالہا  
 ورابعہا حمد التفرقة  
 المطلقة علی عین تفرقة الكل بان یجمیع  
 الممكنات والموجودات فی ذات الانسان  
 الکامل لسائلک فافہم انت

تنبیہ

الحمد مصدر الحمد والمحمود بالمراد  
 والمجهول فالحمد قد یكون من منۃ الجمع  
 علی عین التفرقة فیكون الله سبحانه جل  
 لمرتبة الجمع وهو المرتبة التفرقة وقد یكون  
 بالعکس فهو الحمد والمحمود فی الحقیقتہ  
 فصلت ثلثین وعشرون تقساماً من الحمد  
 فان ضربت هذه الاقسام فی الاسماء

کہ حق سبحانہ اپنے کمالات کو مع اپنی  
 ذات کے ایسی حقیقتہ کے اندر دیکھے۔  
 جو صفات جمعیہ۔ مظہریہ۔ تفرقیہ۔ کلیہ  
 اور انسانیہ کو شامل ہو۔ (۲) حمد تفرقة  
 انکل علی عین الجمع اس طور پر ہے کہ انسان  
 کمال جمیع تعینات کو مع نفس کے عین واحد۔  
 کے دیکھے (۳) حمد تفرقة انکل علی التفرقة  
 المطلقة اس طور پر ہے۔ کہ انسان جو کمال کمال  
 ہے۔ اپنی ذات کو جملہ تعینات اور اعتبارات  
 کا مدبر۔ اور نیز ان تعینات اور اعتبارات کی ہنقد آؤ  
 کے موافق۔ ان تمام کا بالکلیہ جامع سمجھے  
 (۴) اور حمد التفرقة المطلقة علی عین تفرقة انکل اس  
 طرح پر ہے۔ کہ جمیع ممکنات اور موجودات  
 انسان کی ذات میں جو کمال اور سالک ہے موجود ہیں  
 بس اسے مخاطب تو اس کو سمجھو گے۔

تنبیہ

الحمد حامد اور محمود کا مصدر ہے معروف اور  
 مجهول دونوں صیغوں پر۔ اس بنیاد پر حمد کبھی تو مرتبہ جمع  
 عین تفرقة کی نسبت ہوتی ہے۔ اس صورت میں اللہ سبحانہ  
 مرتبہ جمع کا حامد اور مرتبہ تفرقة کا محمود ہوگا۔ اور کبھی اس کے  
 برعکس ہوتا ہے۔ اس صورت میں فی الحقیقتہ حق سبحانہ ہی حامد اور  
 سبحانہ ہی محمود ہوتا ہے پس حمد کی انتیس قسمیں ہوئیں۔ اور  
 اگر یہ انتیس قسمیں بنیاد میں ناموں میں ضرب دی جائیں

التسعة والتسعين حصلت احد سبعين  
 زمان فائة والفاقم من المحامد وانض  
 في الاسماء الالف والواحد حصلت تسعة  
 وعشرون احاد وتسعة وعشرون الفا  
 ومعها اسم ما ذكرت انفا لا تقفل عنه  
 حق لو يشكل عليك في لضرب لصفات  
 على سبيل السلام والقدوس  
 ان دو - تین نقلوں کے بعد ایک نقل عین المعانی میں سے ہدیہ ناظرین ہے۔ اسم الولی کی  
 شرح میں آپ لکھتے ہیں۔

عالی شان امام اسوۃ الہدیٰ میں شیخ محی الدین عربی کے کلام سے ایسا مفہوم ہوتا ہے۔ کہ  
 ہمارے نبی کو جو خاتم الانبیا علیہ وعلیہم السلام کہتے ہیں۔ یہ اس معنی کر کے ہے۔  
 کہ آنحضرت صلیم کی بعثت کے وقت تک انسانی نوع کے افراد میں سے جو کوئی شخص کمال  
 کے درجہ کو پہنچ جاتا تھا اس کو نبی کہا کرتے تھے۔ کہ یہ نام اسمائے الہی کے مغائر ہے۔ مگر  
 آپ کی بعثت کے بعد آپ کی امت میں سے جو اصحاب کمالات کے درجات کو پہنچتے ہیں  
 ان کو اس نام کے ساتھ نام زد نہیں کہتے۔ کیونکہ آنحضرت صلیم کی بعثت نے خاقیت کی ہر  
 اس نام کی گویائی کے منہ پر لگا کر دے کر نام کی تجویز جو اسم الہی کے موافق ہے۔ فرمائی ہے۔  
 اور وہ ولی ہے۔ یعنی آنحضرت صلیم کی بعثت کے بعد کمال کو ولی کہتے ہیں۔

جو اصحاب انفس و آفاق (عالم ارواح اور عالم اجسام) کے رموز فہم اور موشگاف ہیں۔ وہ  
 سد را لذر کلام کی اصل اور خلاصہ کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلیم کی بعثت کے زمانہ تک  
 کالموں کو نبی یا رسول کے نام کے ساتھ نام زد کرنے میں اسمی اور رسمی مغائرت باقی تھی۔ لیکن جب سے  
 نور معرفت کا اولین چراغ روشن ہوا ہے۔ جس سے مراد حقیقت محمدیہ ہے علیہ السلام تب سے  
 اس چراغ کی روشنی کی بدولت۔ مغائرت اور منافات کی تمام تیرگیوں اور تاریکیوں دنیا کی اعتباری سرا  
 سے عالم عدم کو ستر باندہ گئیں۔ بیان تک کہ اسمی مغائرت بھی باقی نہیں رہی۔ جس سے اعتبار دہنی

وہم ہوتا ہے۔ یعنی جب سے آپ کے عنصری وجود کے زیر اعظم نے جمال و جلال کے افق سے آئی اسما کے آسمان اور کون مکان کی منزل میں طلوع فرمایا ہے۔ تب سے آپ کی اُمت اور ملت کے خاص بزرگوں کو لے کر عند وصول الیٰ درجۃ الکمال دل کہتے ہیں۔ جو ازیدی اسم اقدس کے مطابق ہے۔ اور خلیفہ اور خلیفہ کرنے والہ کی درمیانی مغائرت دہر کرنے کا واجب التعمیل زمان اسما اور سنا خاتم النبوة علیہ السلام کی مہر اور نام ولایت کے نگینہ سے کمل کر کے عطا فرمایا گیا ہے۔ کہ آج سے پیچھے۔ کسی شخص کے واسطے مغائرت کا کاغذ نہیں لکھا جاوے گا۔

اللہ۔ رحمن۔ اور رحیم یہ تین جلیس اشان اسما۔ تمام امور کے دروازوں کی کنجی ہیں۔ ان کی شرح جہان پر ختم کی ہے۔ اُس مقام پر آپ لکھتے ہیں۔

حدیث ابتدا کے بموجب کمل ارذیٰ بال الخ ہے۔ ان تینوں اسما کی تقدیم کے بدو

اقوال اور افعال میں شروع کرنا۔ حسن ادب سے دور ہے۔ اور تمام ارباب تقوت خواہ

عربی ہون یا زولی۔ دریائے توحید کے خواص ہوتے ہیں۔ ان کی اصطلاحات کے

جو اہر ان تینوں اسما کے ڈبہ میں رکھے ہوئے ہیں۔ واضح ہو۔ کہ اسم اللہ کا جیسا اطلاق

رتبہ الوہبت پر آتا ہے۔ اسی طرح مرتبہ لائقین پر بھی آتا ہے اور لائقین سے۔ تعین اول

پیدا ہوتا ہے۔ اور جب تعین اول کی تعیین ہوگئی۔ تو یہی فیض اقدس ہے۔ اور فیض

اقدس کی دو طرفین ہوتی ہیں۔ ایک احدیۃ دوسری واحدیۃ۔ انہیں دونوں طرفوں کے

اعتبار سے فیض اقدس۔ وحدت فانی و ساتھ موصوف ہوتا ہے۔ احدیۃ جو وحدت کی

باطنی طرف ہے۔ یہ اولین درجہ اور باطنی سمت قبول کر کے اسما اور صفات کے

علاقہ سے بالکل مجر د ہوگئی اور واحدیۃ جو وحدت کی ظاہری طرف ہے۔ یہ دوسرے درجہ

میں ہے۔ اور یہی ظاہری سمت کے میدان میں سیر و سلوک کرتی ہے۔ اور نیز الہی کمالات

کو اپنی یورش کا مقدمہ بناتی ہے۔ کیونکہ صفات فعلیہ کا تعلق اسی مقام سے ہے۔ سہر جب

صفات فعلیہ کو یہ منظور ہوتا ہے۔ کہ سلطنت کے لوازم اور اپنی مقتضیات کو ظاہر کریں۔

لے درجہ کمال پر ان کے فائز ہونے کے وقت ۱۲ لکھ پوری حدیث ہے۔ کل ارذیٰ بال لم یبدأ بسم اللہ فواخرجہ

(ترجمہ) جو ختم با نشان کلام بسم اللہ کے ساتھ شروع نہ کیا جاوے۔ وہ ناقص اور ابر ہوتا ہے۔ ۱۲

تو وہ فیض مقدس کی امداد سے نفس رحمانی کے درمیان حصہ شکر کو ترتیب دیکر آگے  
 روانہ کرتی ہیں۔ اور عدم کی فوجوں کو درہم برہم کر دیتی ہیں۔ تاکہ سلطان وجود کا علم فیروزی  
 نصب ہو۔ یعنی صفات فعلیہ ماہیات کو وجود خارجی کی شان میں لاتی ہیں۔ اور اسماء  
 متقابلہ کو جلوہ گر کرتی ہیں۔ جب صورت فتح نمایان ہو جاتی ہے تو لوازم اور مقتضیات  
 جو اسماء کے زبردست شکر کا پچھلا حصہ ہے ہر طرف سے سر اٹھا کر ظہور کرتے ہیں۔ اور جس  
 راستہ سے منزل بمنزل آئے تھے۔ اسی راستہ سے وحدت کی دار السلطنت کو بازگشت  
 کر جاتے ہیں۔ کیونکہ جیہی تجلی۔ اس گروہ کے حال کی پاسبان ہے۔ اس وقت میں کسی  
 شخص کو غنیمت۔ اموال۔ انفال۔ خود رانی۔ اور خود داری میں مشغول نہیں ہونا چاہیے  
 کیونکہ ایسے امور میں مشغول ہو جانے سے عظیم شکست پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے جنگ  
 احد میں بعض اصحاب کو خود رانی کی وجہ سے پیش آیا جو کچھ پیش آیا۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ نبی  
 علیہ السلام یا نائب نبی (ولی) کے قرارداد کے جو صراط مستقیم ہے۔ اوپر استحکام کے  
 ساتھ قدم جا کر اپنے مقام سے تجاوز نہ کریں۔ اور نیز ان کے حکم سے ایک قدم بھی  
 آگے پیچھے نہ رکھیں۔ کام کی حقیقت ان اشعار کے مضمون سے معلوم کرنے چاہیے

### اشعار

من الملك الاعلى اليك رسائل  
 الاكل شيء فاحلا الله باطل

قائل سطور الكائنات فانها  
 وخطيها لو تاملت خطها

اور پروانہ وار اڑ کر اپنے تئیں اُس بزم میں پہنچا دینا چاہیے۔ جس میں اسماء اور صفات کے  
 اجتماع کی شمع روشن ہے شاید لیس فی جہنتی سوی اللہ کا ہی نعمت تحت الذکر  
 پردہ میں گایا جاتا ہے ۵

نیت اندر دلق من غیر از خدا

ہم ازین رو گفت آن بحر صفا

۱۵۔ اے مخاطب تو کائنات کی سطور بتائل کی نظروں یہ سطرین ملک اعلیٰ کی طرف سے تیرے نام رسائے میں۔ اودان میں ایک خط ہے  
 اگر تو اس خط میں تامل کر کے دیکھے۔ تو معلوم ہو جاوے کہ اللہ جل شانہ کے سوا تمام اشیا باطل ہیں۔ ۱۲۔ میرے جیہ  
 کے اندر امد کے سوا کچھ نہیں ہے ۱۲

آپ کے حالات کا کسی قدر بیان اس طرح پر ہے۔ کہ جن پردوں کے سبب اخفا اور امتیاز تھا۔ ان پردوں کے اٹھ جانے سے جب آپ کے وجود شریف پر ذات احمدی علیہ السلام کی حقیقت جامعہ کا عکس پڑا۔ تو قرآن مجید جس شان کے ساتھ لوح محفوظ پر عالم غیب میں تھا۔ اسی شان کے ساتھ آپ کے یاد کرنے سے پھر عالم شہادت میں آپ کے دل کی لوح محفوظ پر جاگزیں ہوا۔ بلکہ ایزدی اسما اور الہی صفات کے سبب سے آثار و احکام جو کمالات اسمائی کے حصول کے واسطے عالم امکان میں آئے تھے۔ اور ان آثار و احکام کو مایتوت علیہ المعاد کے نہ ملنے کی وجہ سے اپنے وطن کی طرف بازگشت میں نہیں ہوتی تھی۔ وہ آپ کے وجود عزیز میں عالم قید سے نکل گئے اور اپنے مدعا کو پہنچ کر عالم اطلاق کی طرف رجوع ہونے کی استعداد ان میں پیدا ہوئی۔ جس کے سبب سے جو بی اور امکان مرتبہ میں اتصال نمایاں ہوا۔ اس سخن سرائی کا حاصل یہ ہے کہ جو اہل سفر۔ الہی علم کی آباد بستی سے نکل کر امکانی مخلوق آباد کی قید میں مقید تھے۔ یہ تمام اصحاب۔ آپ کی ولایت و ارشاد اور ہدایت و تلقین کے زمانہ میں از روے دانش و نبی ش عروجی اور نرذلی سیر و ساوک کا سرمایہ فراہم کر کے فرق کے صحرا سے جمع کے شہر میں آمد و رفت کرنے لگے۔ یہ عجیب و غریب لطیفہ ہے۔ کہ مذکورہ بالا واقعہ لکھتے وقت جب میں یہ بات کہ آپ کا دل قرآن مجید کے نور سے لوح محفوظ ہو گیا۔ اور قرآن ہی اپنے اصلی وطن میں پہنچ گیا۔ جو عالم صورت میں مسافر تھا لکھ ہی رہا تھا۔ کہ یکایک شیخ صدر جہان دہار و آل کے بیٹے شیخ فرید برہان پور سے راقم کے مالان میں آکر اترے اور مسیح الاولیا کا گرامی نامہ مجھ کو دیا جب میں نے خط کی تہ کمولی تو اس کے عنوان میں یہ بیت لکھی تھی۔ بیت

ہست دروس سر جانان آشکار

لوح محفوظ است پشانی یار

اور خاتمہ میں نسخہ گلزار ابرار کی خواہش کا مضمون تھا۔ امید ہے کہ آپ کے ساتھ میری کچھ جتنی احاطہ کا کاراز اور المؤمن مرآة المؤمن کی رموز اس سرگزشت کے پڑھنے سے ارباب دانش کو روشن ہو جاویں گے۔

تم کلامہ۔

جو اصحاب۔ تاویل۔ اور توجیہ کے جوہر شناس ہیں۔ ان کو واضح ہو۔ کہ الولاية افضل من النبوة اس قول کے معنی اگرچہ تاویل نگاروں نے بہت کچھ وجوہ کے ساتھ دائرہ اشکال سے نکل کر

جواز و صحت کے درجہ کو پہنچائے ہیں۔ لیکن منجملہ توجیہات کے اس توجیہ سے زیادہ کوئی توجیہ اقرب بہ حق اور شاداب نہیں ہے۔ کہ نبی کی نبوت پر نبی کی ہی ولایت کی تفصیل مراد ہے۔ کیونکہ ارباب تحقیق کے لطیف و ماخون کو تمام توجیہات میں مبتوع پر تابع کی۔ اور اصل پر فرع کی ترجیح کی ہو آتی ہے۔

## کمالِ خمبندہ

طعم چنان بہ نکست زلف تو شد لطیف | اگر زیادہ مشکبوے تو ام در در شود

اور تمام وجوہ سے دلی ولایت نبی کی ولایت کے تابع پائی جاتی ہے۔ البتہ نبوت پر ولایت کی تفصیل کی وجہ یہ ہے۔ کہ ولایت عبارت قرب حق سے ہے۔ اور نبوت حکم رسانی ہے۔ معجزہ۔ قدرت مطلق کا اثر ہے۔ اور نبی۔ حق سبحانہ اور خلق کے درمیان میں برزخ ہے۔ پس یہ بات ظہیر چکی کہ جب تک بندہ کو قرب نہیں ہوتا ہے۔ تب تک قدرۃ مطلق کے مقنیات کا اظہار ظہور نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ اس وقت تک فیض مطلق مقید کو نہیں پہنچا سکتا ہے۔ اور مقید کو ہدایت کی امداد سے عالم مطلق کا راستہ نہیں دکھا سکتا ہے۔ نیز تویم کی اصطلاح میں نبوت ایک واسطہ ہے رسالت اور ولایت کے درمیان میں اس معنی کر کے۔ کہ نبوت صرف حقائق الہی کی خبریں اُمت کی طرف پہنچانا ہے۔ یعنی ذات صفات۔ اور اسما کی معرفت سے بہرہ یاب کرنا ہے۔ یہ خبر رسانی دو طرح پر ہوتی ہے۔ (۱) صرف علم دیدینا۔ اور معرفت مذکور کے طریق سے محض خبردار کر دینا۔ اور یہ قسم۔ ولایت مطلق کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۲) تمام خبریں دینا جن کے ساتھ احکام شرعیہ پہنچانا۔ اخلاق سکھانا۔ اور حکمت تعلیم کرنا وغیرہ وغیرہ اور یہی شامل ہیں۔ اور یہ خاصہ رسالت کا ہے۔ اس دوسری قسم کو نبوت تشریحی کہتے ہیں اور اولین قسم کا نام نبوت تعریفی ہے، چونکہ تشریحی نبوت بعثت احمدی علیہ السلام والصلوٰۃ کے سبب ختم ہو گئی۔ تو حضور نے فرمایا لا نبی بعدی اور تعریفی نبوت جو مطلق ولایت کو لازم ہے۔ باوجود خاتم النبیین ہونے کے باقی رہی۔ کیونکہ حضور نے فرمایا ہے۔ علماء امتی کا بنیاء بنی اسرائیل اس توجیہ سے یہ بات مفہوم ہوئی۔ کہ ولایت تو رسالت اور نبوت سے عام ہے۔ اور نبوت۔ رسالت سے عام اور ولایت سے خاص ہے۔ کیونکہ ہر ایک رسول نبی ہے۔ اور ہر نبی ولی ہے۔ اور لازم نہیں ہے کہ ہر ولی کے بعد نبی نہیں ہے۔ انا لہ میری امت کے علما۔ بنی اسرائیل کے نبیوں کے مثل ہیں۔

نبی ۶۶۔ پس لفظ نبی کا اطلاق انسان کامل پر ہونا۔ منسوخ ہوا۔ اور نبوت کا دعویٰ۔ کفر شریعت قرار دیا گیا اور اسم ولی کا اطلاق۔ حق سبحانہ کے بندگان خاص پر ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ بندگان خاص۔ اخلاق انہی کے ساتھ تہذیب یافتہ۔ فنا فی اللہ کے بعد بقا باللہ کے مرتبہ کو پہنچے ہوئے۔ اور محو کے بعد صحو کے درجہ میں ہوتے ہیں۔ اور ولایت عبارت ہے حق کے ساتھ بندہ کا قائم ہونا۔ اور یہ ایک عظیم نعمت اور بڑی سعادت ہے دیکھا جائے کس دروند کو نصیب ہو۔

بیدر اور شراب محبت کجا دہند	کیفیتے ست عشق بتان تا کرادہند
-----------------------------	-------------------------------

نیز ولی کا اطلاق قوم کی اصطلاح میں اُس فرد پر آتا ہے۔ جس کو حق سبحانہ کی حفاظت۔ عصیان اور مخالفت کے ارتکاب سے باز رکھے۔ تاکہ وہ اُس فرد کو ہستی موہوم کی جنگ سے بچا کر ولایت کے انتہائی درجہ کو پہنچا دیوے۔ جو حق سبحانہ تک پہنچتا ہے۔ اس اعتبار سے ولی فعلی سفوں کے معنی میں ہوتا ہے۔ اور اس اعتبار سے کہ ولی ایک بندہ قائم بحق ہوتا ہے۔ فعلی فاعل کی معنی میں ہے اس بنیاد پر مناسبت معلوم ہوتا ہے کہ ولی قرب فرائض کے اندر اولین معنی میں سمجھا جاوے۔ اور قرب نوافل کے اندر دوسرے معنی میں تصور کیا جاوے۔ دوسرے یہ کہ نبی کے تصرفات کا مرجع اور ماخذ اپنی ولایت کے اندازہ پر ہوا کرتا ہے۔ نبی کا قرب حق کے ساتھ ہی نبی کی ولایت ہے۔ **يَهْدِيكَ اللَّهُ إِلَى صِدْقٍ**۔ نبی کا قرب اس مقدار پر ہوا کرتا ہے کہ جس مقدار پر اُس کو اپنے نبی کے ساتھ قرب ہو۔ اور یہی اُس کا قرب اپنے نبی کے ساتھ اُس کے اُس قرب کی میزان ہے۔ جو حق کے ساتھ ہے۔ **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ** پس آفتاب کو مانند نبی سمجھنا چاہیے۔ جو اپنے ذاتی نور سے منور ہے۔ اور وہ کو مانند ولی تصور کرنا چاہیے۔ جو آفتاب کے فروغ سے نور کا اقتباس کر کے روشن ہوتا ہے والاعلم **عند اللہ**۔

یاد شیخ احمد ابن شیخ عبدالاحد

بنی۔ حضرت محمد

آپ فاروقی سرہندی ہیں۔ محبوبیت۔ وحدانیت۔ اور فردیت کی محفلوں میں بالانشینی کا مرتبہ آپ کو حاصل ہے صوفی محمد صدیق ہدایت تخلص۔ ظہیر الدین حسن کسمی کے فرزند۔ اور مولانا خواجہ باقی نقشبندی کے۔ بین سے معلوم ہوا۔ کہ سب اختیار خدا سے برحق کو ہی ہے۔ لہٰذا سے پیغمبر کبریا کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو۔ تو میری برپدی کرو۔ کہ اللہ ہی تم کو دوست رکھے۔ ۱۲۔



اویسی کے مرید ہیں۔ انہوں نے ہجری سنہ ایک ہزار اٹھارہ میں ہلی سے سیاحی کے اہل قدم اٹھایا۔ تاکہ  
 خیر بلاؤں سے نجات لے سکیں اور ایک دفعہ زیارت سے۔ اور ہر ایک سرزمین کے مشائخ کی صحبت سے فیض  
 حاصل کیا جاوے۔ جب مدونی صاحب ملک خاندیس میں پہنچے۔ تو آگے بڑھنے کی توفیق بہراہنہ  
 ہوئی۔ بلاگشت کے وقت منڈو (مانڈو) کے عبرت کدہ میں جہان غوثی کی زاد بوم ہے۔ چند روز توقف  
 فرمایا۔ ایک روز شیخ احمد کے بالکمال حالات میں دریافت کئے۔ تو مدونی صاحب نے آپ کی تصنیف  
 کا ایک رسالہ جس کے اندر مصنف نے اپنی خاص واردات اور مکاشفات کو درج کیا ہے۔ راقم کے  
 مطالعہ کے واسطے دیا۔ رسالہ کا حاصل خلاصہ یہ ہے کہ

درویش کے دل میں جب خدا شناسی کے سلوک کا شوق پیدا ہوا۔ تو ایزدی عنایت نے  
 سلسلہ نقشبندیہ کے ایک خلیفہ کی خدمت میں جگہ پہنچایا۔ اور ان کی دانش تفریح  
 سے اس خانوادہ کے بزرگوں کا طریقہ اختیار کر کے چند روز ان کی خدمت میں  
 بسر کئے۔ ان کے انفاس اور توجہ کی برکت سے۔ اور بزرگوں اور خواجوں کے جذبہ سے  
 جو قومیت کے وصف میں اپنے تئیں فنا کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ طالب کا حال  
 پختہ گیا۔ اور اندراج النہایتی الابدائیہ کی بھی چاشنی چکھی۔ جب صدرالذکر جذبہ مستحق  
 ہو گیا۔ تو زہدیت بہ سلوک پہنچی۔ سلطان دلایت محمدی امیر مردان علی ابن ابی طالب  
 کرم اللہ وجہہ کی روحانی پرورش نے مجباً اس اسم کے مرتبہ کو پہنچایا۔ جو ان بزرگوں  
 خلیفہ کا رہتا۔ اور اس اسم سے خواجہ بہار الدین نقشبند کی روحانی امداد اور رہنمائی  
 کی بدولت قابلیت اولیٰ کو عروج کیا۔ جس سے مراد حقیقت محمدی ہے علی صیبا  
 افضل الصلوٰۃ اور حضرت فاروق اعظم کی روحانی امداد ہونے پر اس قابلیت اولیٰ  
 سے بھی ترقی میسر ہوئی۔ پھر حضور خاتم النبوة علیہ السلام کی روحانی پرورش کا فیض  
 ہوا۔ تو سابقہ قابلیت اور مرتبہ سے ایسے مقام کی طرف صعود ہوا۔ جو اقطاب محمدی  
 کے واسطے مخصوص ہے۔ سابق کا مقام گویا اس مقام کی تفصیل ہے۔ اور جس وقت  
 اس مقام پر رو دہوا تھا۔ تو اس وقت میں کسی قدر امداد خواجہ علاء الدین عطار کی  
 روحی حقیقت سے بھی اس درویش کو پہنچی تھی۔ خواجہ علاء الدین عطار خواجہ بزرگ

نقشبند کے بڑے خلیفہ ہیں۔ اور اپنے وقت کے قطب ہدایت تھے۔ اقطاب کے  
 عروج کی نہایت اسی مقام تک ہے۔ اور ظلمت کا دائرہ بھی اسی جگہ منتهی اور تمام  
 ہو جاتا ہے۔ اس کے آگے یا تو اصل خالص ہے۔ یا مترج بہ ظن ہے۔ افراد کی جماعت  
 کو اس مرتبہ پر پہنچنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اور افراد کی صحبت کے ذریعہ سے  
 بعض اقطاب کو بھی مقام مترج تک عروج میسر ہوتا ہے۔ اور امتزاج کے مرتبہ سے  
 اصل پر بھی نظر پڑتی ہے۔ لیکن اصل خالص کو پہنچنا۔ یا اس پر نظر کرنا۔ باعتبار تفاوت  
 درجات۔ افراد کا ہی خاصہ ہے۔ **لَا ذَلَّ فَضْلُ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ مَنْ يُشَاءُ وَاللَّهُ ذُو  
 الْعَظِيمِ** پھر اقطاب کے مقام پر پہنچنے کے بعد اس درویش کو دین و دنیا کے  
 سردار علیہ السلام نے قطبیت ارشاد کا خلعت عنایت فرما کر اس مبارک  
 منصب سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد ازل عنایت نے دستگیری فرمائی۔ کہ اس مقام  
 سے ایک دفعہ ترقی اصل مترج تک عطا کی۔ قنات بقا جیسی اور جس طرح سے ہر ایک  
 سابقہ مقام پر پیش آتی تھی۔ اس جگہ بھی پیش آئی۔ اور بیان سے اصل کے مقام پر  
 صعود حاصل ہوا۔ حتیٰ کہ اصل الاصل تک پہنچ گیا۔ اس آخرین عروج میں جو اصل  
 کے مقامات میں واقع ہوا۔ اسوۃ العرفان غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلی  
 کی روحانیت سے مدد ملی۔ انہوں نے کامل تصرف کی طاقت کام میں لاکر ان مقامات  
 سے عبور کر دیا۔ اور اصل الاصل سے آگاہ کر کے بیان سے عالم شہادت کی طرف  
 مراجعت کا حکم فرمایا۔ اس طرح سے۔ کہ میں ہر ایک مقام سے دو سبب مقام کو نزول  
 کے طور پر بازگشت کروں۔ اگرچہ اس درویش کو فردیت کی نسبت جو عروج اخیر سے  
 مخصوص ہے۔ اپنے پدر بزرگوار سے ارثاً تھی۔ اور پدر بزرگوار کو ایک قوی الجذبہ  
 عزیز سے۔ اور نیز ایک بزرگ سے جو خرق عادات میں نامور تھے حاصل ہوئی  
 تھی۔ لیکن منازل سلوک قطع کرنے سے پیشتر اپنی ضعف بصیرت کے سبب یا قلت حسا  
 کے سبب سے اس نسبت کا اپنی ذات میں قطعاً طور نہیں پایا تھا۔ اور نیز عبادت نافذ خصوصاً

تاز فضل کی توفیق۔ پذیر بزرگوں کی امداد سے ہے۔ اور پذیر بزرگوں کو اپنے شیخ سے تھی۔ چھوڑنے  
سلسلہ میں تھے۔ اس درویش کو علم لدنی خضر علیہ السلام کی روحانیت کے فیض سے  
حاصل ہوتا رہا اس وقت تک کہ قطاب کے مرتبہ سے آگے نہیں بڑھا۔ لیکن جن عالی مقامات  
کا حال صدر میں لکھا گیا ہے۔ ان مقامات سے عروج اور عبور کے بعد تمام وہی اور کبھی علوم  
یہ وہیش ہمیشہ اپنی حقیقت سے اخذ کرتا ہے۔ یعنی تمام علوم اپنی ذات میں خود بخود پاتا ہے  
کسی غیب کو کون کون نہیں ہے۔ نیز اس درویش کو نزول کے وقت جو عبارت السیر من اللہ  
باللہ سے ہر تمام سلسلہ سلسلوں کے مشائخ کے مقامات پر عبور حاصل ہوا۔ اور ہر ایک  
مقام سے کچھ نہ کچھ حصہ ہاتھ آیا۔ اور ہر مقام اور سلسلہ کے مشائخ سے بے شمار امداد ملی۔ اور  
ہر ایک صاحب نے اپنی نسبتوں کے خلاصہ سے مجھ کو آگاہ اور محرم فرمایا۔ اولاً بزرگان خانوادہ  
چشتیہ قدسنا اللہ تعالیٰ بذکرہم۔ کے مقام پر گزر ہوا۔ اہل اس مقام سے اہل صحاب  
مقام سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا اور منجملہ ان کے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی روحانیت  
نے سب سے زیادہ اتفادات فرمایا۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ خواجہ کی ذات شریف کی شان  
اس مرتبہ میں نہایت رفیع ہے۔ جب بیان سے آگے بڑھا۔ تو اکابر سلسلہ کبرویہ کے  
مقام کی طرف روحنا اللہ تعالیٰ بریا حدین اسرارہم راستہ ملا۔ یہ دونوں مقام  
عروج کے اعتبار سے برابر ہیں۔ لیکن مقامات مذکورہ بالا سے نزول کے وقت۔ اولین  
مقام۔ اس صراط مستقیم کے بائیں جانب اور دوسرا مقام داہنی جانب رہتا ہے۔ اور  
یہ شاہراہ ایسا راستہ ہے کہ بعض اکابر دین یعنی اقطاب ارشاد فرودیتا کے مقام کو اسی  
راستہ سے جاتے ہیں۔ اور نہایت نہایت کو پہنچتے ہیں۔ تنہا افراد کا راستہ دوسرا ہے  
بدون قطبیت کے اس شاہراہ پر ہو کر گزر نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مقام ایک قسم کا برزخ ہے  
اس شاہراہ کے اور مرتبہ صفات کے درمیان میں۔ یعنی دونوں طرف سے بہرہ یاب ہے  
اولین مقام۔ اس مبارک راستہ کی دوسری جانب میں واقع ہوا ہے۔ جس کو مرتبہ صفات  
سے آمیزش اور مناسبت بہت کم ہے۔ سلسلہ کبریہ کے مقام سے آگے بڑھ کر ان مشائخ  
کا ہر دور یہ کے مقام پر لغنا اللہ بركات حقاً یقیم عبود ہوا۔ جو شیخ الشیخ

شہاب الملک والدین شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے اس جامع میں۔ یہ مقام پیروی  
سنت نبوی علیہ السلام کے فروغ سے آراستہ۔ اور مجال فوق الفوق کے مشاہدہ سے  
پیراستہ ہے۔ عبادات کی توفیق۔ اور خدا پرستی کی طاقت اس مقام کے ساتھ ساتھ ہے  
بعض ناریدہ سالک جو عبادات نافذ میں سخت تنہک میں ہیں۔ اور اسی خشک پرستش سے  
آرام پارہے ہیں۔ ان کو فی الجملہ حصہ عجب مناسبت اسی مقام سے ملتا ہے۔ غرض یہ ہے  
کہ نفل عبادت سے یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔ المقصد یہ ایک بے نظیر مقام ہے۔  
ایزدی فروغ جو اس مقام پر نظر آتا ہے۔ دو سکر مقامات پر نظر نہیں آتا۔ اور اس  
مقام کے لوگ کمال متابعت اور پیروی سنت کی وجہ سے۔ دو سکر عالی مقام خدا  
شناسوں سے قدر اور شان میں اعظم اور ارفع ہیں۔ اگرچہ عروج اور فوقیت کے اعتبار  
سے دو سکر مقامات بلند زیادہ ہیں۔ لیکن جو کچھ اس مقام والوں کو حاصل  
ہے دو سکر مقامات والوں کو میسر نہیں ہے۔ سہروردی مقام کے بعد۔ جذبہ کے  
مرتبہ پر اتر آیا۔ یہ مقام بے شمار جذبات کے مقامات کو جامع ہے۔ پہر مجبواً اس مقام  
سے بھی اترنا پڑا۔ مراتب نزول کی نہایت۔ مقام قلب تک ہے۔ جو حقیقت جامع  
ہے۔ اور ارشاد و تکمیل اسی مقام پر اترنے سے داہتہ ہے۔ اس مقام پر تکمیل حاصل  
ہونے کے بعد پہر ایک دفعہ عروج واقع ہوا۔ اس دفعہ اصل کو بھی ظل کی طرح سے چھوڑنا پڑا  
جب پہر نزول ہوا۔ تو اس دوسری دفعہ میں مقام قلب پر تکمیل حاصل ہو گئی۔ اچھوڑ دے

## علی کل حال و مقال

ایک کتاب معارف لدنیہ آپ کی تصنیفات سے ہے۔ اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

خدا شناسوں کی جماعت کو کامل توجہ اور خاص حضور کے اعتبار سے بحکم <sup>فطر</sup> فطرۃ اللطیف  
الناس علیہا ایسا عالی درجہ حاصل ہے۔ کہ جس میں سالکوں میں سے کسی سالک کا  
نہ گزرے۔ اور نہ نظر ہے۔ اس تفرقہ کا اصلی راز یہ ہے۔ کہ جب تک الارواح کا تعلق اور  
تعلق بدن کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ تب تک الارواح کو حق سبحانہ کے ساتھ معنوی حال تھی۔ پہر جب  
حسب فطرت ایمان ثابتہ الارواح کا تعلق اور تعلق۔ ابدان کے ساتھ ہوا۔ تو وہ زمین پیدا ہوئی۔ (۱) بعض کا تعلق

بالکل موقوف ہو گیا۔ اور توجہ تو دو۔ اور اُس کے لوازم۔ صرف پیکر کے ساتھ رہ گئے (۲) اور بعض کی سابقہ توجہ جو مبدوء کے ساتھ تھی۔ بالکل فراموش نہیں ہوئی۔ یعنی عالم اجسام کے ساتھ وابستگی ہونے کے بعد بھی اُس نسبت کا اثر باقی رہا۔ اس بنیاد پر جب قدیمی توجہ کا فراموش کرنے والا اولین گروہ۔ پہو مبدوء کی طرف عروج کرتا ہے۔ تو اُس کو حق کے ساتھ ایسی خاص نسبت اور قرب حاصل ہوتا ہے۔ کہ پچھلے گروہ کو عروج اور سلوک کے ذریعے سے اگرچہ ترقی حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن اُس خاص مرتبہ کی ہوا تک اُن کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔ کیونکہ صد الذکر معاملہ اور مقولہ سے ایسا مفہوم ہوا۔ کہ اولین فرقہ کا طریقہ استعداد اس طور پر ہے۔ کہ جس شے کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اُسی کا رنگ پکڑ لیتا ہے۔ اور احوال۔ بق کا کوئی اثر اُس کے ساتھ باقی نہیں رہتا ہے۔ اور دوسرے فرقہ کی صورت علمیہ کا اقتضا اس طرح پر نہیں ہے۔ بلکہ جس امر کی طرف رخ کرتا ہے۔ حالت سابقہ سے کچھ حصہ اپنے ساتھ محفوظ رکھ کر لائق لباس میں ظہور کرتا ہے۔ اس عقلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس گروہ کی سرشت۔ قصور توجہ پر۔ اور دوسری جماعت کی خلقت کمال معشوق پر واقع ہے۔ باہی معشوق کان۔

ارباب معرفت جو دور میں نظر رکھتے ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ اس فرقہ کے راز کی بنیاد۔ کشفی شہادت کے بدون۔ صرف عقلی دلائل پر قائم کرنا۔ کوئی استحکام کی بات نہیں ہے۔ دورانِ حالے کہ عقل اس مدعا کے خلاف اس قضیہ اور تفرقہ میں اس طور پر دلیل قائم کرتی ہے۔ کہ مبدوء کو بالکل فراموش کرنے سے۔ اور عنصری ابدان کے لوازم کی طرف ہمہ نوع متوجہ ہونے سے۔ ایسا پایا جاتا ہے۔ کہ عالم و جوب کے ساتھ مناسبت قلیل۔ اور عالم کون و مکان کے ساتھ خصوصیت زیادہ ہے اور جہان امکان کی طرف نزول کرنے کے بعد۔ حضرت باری تعالیٰ کے ساتھ فی الجہد تعلق باقی رہنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذات باری عزہ آسمہ کے ساتھ حد درجہ پر القصال۔ اور عالم امکان کی طرف سے بالکل بے تعلق ہے۔ لیکن اس گروہ کے حقائق کا عالم امکان میں نزول بمقتضائے حکمت آتی ہے پس اس تقدیر پر عقل کی رو سے عروج اور صعود کے بعد مقام خاص کو دوسری

وجہ والا شخص پہنچ سکتا ہے۔ نہ پہلی وجہ والا واللہ اعلم بحقیقہ الحال  
خلاصہ کلام یہ۔ کہ دونوں توجہ میں باہم ایک دوسرے کو ہٹاتی ہیں۔ لہذا ان دونوں  
فرقوں میں سے کسی فرقہ کو عقلیہ دلائل کی رو سے۔ صدر الذکر وہ وحدت کے ساتھ  
مخصوص نہیں کر سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ تخصیص کی کچھلی وجہ میں از رو  
تحقیق۔ علم ازلی کی شان پیدا ہے۔ یہ وہو اعلم بمن ضل عن سبیلہ و هو  
اعلم بالملہتدین اور دونوں گروہوں کو افراد میں مذکورہ بالا خاص مرتبہ کے عام کرنے  
اور دائرہ کتنے کے ساتھ اعتقاد رکھنا۔ اقرب بہ صواب ہے۔

دوسرے ظاہر حال پر۔ اور ماہ شاہد من الافرادہ پر قیاس کر کے ایسا  
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمام نوع انسان چار قسم پر منقسم سمجھی جاوے اس طور پر۔ کہ مذکورہ صند  
دو گروہوں میں سے جو گروہ ابدان کے ساتھ تعلق پیدا ہونے کے بعد اپنے تئیں مع  
تمام گزشتہ حالات کے بھول جاتا ہے وہ منجمد چار قسم کے قسم اول میں شمار کیا  
جاوے۔ اور اس مقام وائے عام لوگ اور اہل تقلید ہیں۔ اور ترکیبی صورت کے  
ساتھ تعلق پیدا ہونے کے بعد جن اصحاب کا حضور اپنے مبداء کے ساتھ باقی رہتا  
ہے۔ یہ اصحاب مقدار تعلق کے اعتبار سے تین اقسام پر منقسم ہیں۔ یعنی ان لوگوں  
کا تعلق دونوں طرف برابر ہے یا نہیں ہے۔ جن لوگوں کا تعلق طرفین کے  
ساتھ برابر نہیں ہے۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ کیونکہ راجح تعلق یا تو قدم کی طرف ہوگا  
یا حدوث کی طرف ہوگا۔ پس جو لوگ حدوث کی طرف تعلق راجح رکھتے ہیں۔ وہ  
اصحاب استدلال۔ اور ارباب براہین علمیہ و عقلیہ ہیں۔ اور جو لوگ قدم کی جانب  
زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ذاتی احدیۃ کے اندر مستغرق اور اہل جذبہ ہیں۔ اور  
جو لوگ دونوں طرف برابر تعلق رکھتے ہیں وہ صاحبان کشف و تحقیق ہیں۔ اور

۱۱۔ حقیقت حال کو اللہ جل شانہ ہی خوب جانتا ہے۔ ۱۲۔

۱۳۔ جو شخص خدا کے راستہ سے ہٹکا۔ اُس کو وہ خوب جانتا ہے۔ اور نیز وہ ادن کو بھی خوب جانتا ہے

جو راہ راست پر ہیں ۱۲۔ ۱۳۔ افراد میں سے جو نظر آتے ہیں ۱۲۔

اسی شکل کی تقسیم آئی کریمہ ثورثنا الکتب سے ہی مفہوم ہوتی ہے۔ اس طور پر کہ اولاً

اصطفیٰ کے لفظ سے جمہور نام کی دو تین کین۔ ایک جماعت غیر مختار۔ دوسری

جماعت مختار۔ اور پھر مختار جماعت کو تین اقسام پر تقسیم کیا لقولہ **فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ**

**مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ** پس غیر مختار قسم اول ہے کہ وہ گرفتار ان تقلید

ہیں۔ ظالم لنفسہ وہ اصحاب ہیں جو جذب اور استلاک کے دریا میں مستغرق ہیں۔ اور

مقتصد وہ لوگ ہیں جو اعتقاد اور استدلال کے پرفضا محل میں آسودہ ہیں۔ اور

سابق بالخیرات وہ جماعت ہے جو شاہدہ اور معائنہ کے گلزار کی تماشائی ہے۔

اس میں شک نہیں۔ نقل کی مگر ای۔ نظر اور عقل کی امداد سے جس قدر تانا تن کر بانا

ہن سکتی ہے۔ اس بنے ہوئے کپڑے کا طول اور عرض اس سے زیادہ نہیں ہوگا۔ اگر

کسی شخص کے دل میں اس مقام کی تحقیق کا درد ہو۔ اور وہ چاہے۔ کہ مجرب علاج سے

کامل شفا پا کر تن دست ہو جاوے۔ تو اس کو سیح الاولیاء کی خدمت اور ارشاد سے چارہ جوئی

کرنی چاہیے۔ کیونکہ آج کل دراصل ایسے درویشوں کے حاذق طبیب ہی ہیں اور خلفائے

حضرت غوث الاولیاء میں سے ایک اور جماعت بھی اس شطاریہ سلسلہ میں پہنچی ہے۔

جس کی ولایت اور ہدایت کے آثار باقی ہیں۔ جیسے حبیب الملہ والدین علوی گجراتی

شیخ شکر محمد عارف شیخ شمس الدین شہیرازی۔ شیخ صدر الدین محمد شمس بردرہ (بڑودہ)

گجرات۔ شیخ عبدالحی جو شیخ جیوہ کر کے مشہور ہیں۔ اور نیز دیگر بزرگوار اصحاب ان ارباب

شہود اور اصحاب یقین کے کسی قدر حالات اس مختصر کتاب کی گنجائش کے موافق ہر ایک بزرگوار

کے ذکر فریضہ لکھے گئے ہیں۔ حافظ

نہ ہر کہ سر برتر اشد قلت دری داند

ہزار نکتہ باریک تر ز مواہب است

۵۔ پوری آیت اس طور پر ہے۔ ثم اورثنا الکتب الذی اصطفینا من عبدنا فمنهم ظالم لنفسہ ومنهم مقتصد سآبوا الخیرات

ترجمہ۔ پہر ہم نے اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو اس کتاب کا وارث تہیرایا۔ جنکو ہم نے (اہل سمجھداری کی خدمت کے

لئے) منتخب فرمایا۔ (یعنی مسلمانوں کو پہر ان میں سے بعض تو اس پر عمل نہ کر کے) اپنی جانوں پر ہم کو ہے ہیں۔ اور بعض

ان میں سے سچ کی چال چلے جاتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے (ایسے ہی ہیں جو) خدا کے حکم سے نیکوں میں (ادوں سے ہم

## یاد شیخ خدابخش سندھوی

آپ کے آبا و اجداد ہجری آٹھویں صدی کے سنوآت میں عربستان سے ہند میں آئے تھے۔ آپ کے پیر بچیت شیخ فضل اللہ ابن شیخ حسین ہمتانی چشتی ہیں۔ آپ تہائی اور گنامی کے محب۔ گوش نشینی اور خلوت کے مشاق۔ مراقبہ اور محاسبہ کے دیبا میں مستغرق اور آثار سوز و گداز کے مجموعہ ہیں۔ سلم اللہ تعالیٰ اگرچہ علوم مستداوہ کی مختلف فروع اور اصول کے میدان یا خاکستان میں آپ کی عند لیب طبع پر واز نہیں کرتی ہے لیکن اعتقادات کے معانی اور عبادات کے ارکان کی اصلاح کے واسطے جیسے کانے میں نمک اس قدر علم فقہ سے آگاہی ضرور ہے۔ آپ کی تجزیہ کا بیان۔ تفسیر کا اظہار۔ مخلوق کے ساتھ بیگانگی اور حق کے ساتھ بیگانگی کی تشریح ان میں سے کوئی چیز۔ عبارت۔ اشارت۔ بیان۔ یا زبان میں نہیں آسکتی۔ محض معانی اور معقول ہیں۔ لہذا ان کا اور رک اہل حال و عرفان اور اصحاب ذوق و وجدان کے حوالہ کر کے آپ کے ماجرا میں سے چند باتیں لکھا ہوں اور یہ چند باتیں وہی ہیں۔ جو راقم کو بلا واسطہ معلوم ہوئی ہیں۔

ابتدا ابتدا میں آپ کا پیشہ مذہبانی تھا۔ حریر فروش کی بھی دوکان کر رکھی تھی۔ اور الکاسب حبیب اللہ کے لباس میں بیکتا درویش تھے۔ سرمایہ میں سے روزانہ محنت کا فائدہ حاصل کر کے ایک حصہ تو مستحق فقرا کی نذر کر دیتے تھے۔ ایک حصہ عیال و اطفال کی معاش کے نام زد کرتے تھے۔ اور ایک حصہ اپنی قوت اور ہمانوں کی ضیافت کے نام سے اٹھاتے تھے۔ اس درویشانہ انتظام کے ساتھ چند سال کی عمر سے چالیس سال تک بسر کی اور ترک خانہ نشینی اور اختیار گوشہ گزینی کی آرزو کو اپنے دل کے اندر پرورش دیتے تھے۔ اسی کشکش میں جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہو گئی۔ تو بجز گزینی کا نشہ ادبہرا۔ ایکسارگی خدا طلبی کا جوش۔ اور حق شناسی کی خواہش کا سیلاب آیا۔ اور اونے آپ کے صنوبری دل کو شوق کا فوارہ بنایا۔ جو کچھ گزرا اوقات کے واسطے باٹ میں تھا۔ وہ تمام دکمال اپنے بے اختیار ہو کر عام محتاجوں پر ٹا دیا۔ اور خود خاص درویشی کا جامہ پہن کر مقصد اور الہی معرفت کی یافت کے واسطے ہر ایک دل سے اور ہر ایک دروازہ سے گدائی کرنے لگے ایک مدت تک اس طریق میں ہی عمر گزار دی۔ پھر آخر کار ہجری سنہ نو سو اکیاسی میں خضر سیرت مرشد کی بابرکات صحبت سے کسی قدر گوناگون اضطراب کا جوش تسکین اور تکلیف کے ساتھ دل میں فرو ہوا۔ ساگر تالاب کے کنارہ ایک پشتہ پر ایک کمنہ مسجد تھی۔ اُس کی مرمت فرما کر قبر کی طرح ایک چوٹا سا حجرہ اُس کی چوٹ کے



پیچھے بنایا۔ یہ حجرہ آبادی سے ایک کوس دور ہے۔ اس تاریخ سے ہجری سنہ ایک ہزار بائیس تک  
 ازیدی عنایت سے حجرہ مذکور میں استقامت کے ساتھ تنہا بیٹھے رہے۔ اور آخر کار فقر و سببوائی کے  
 بارہ میں جس درجہ کے آپ متلاشی تھے۔ وہ درجہ آپ کی استعداد کے موافق حاصل ہوا یا منت اور  
 شناخت کی بخیہ جو آپ کی گدڑی پر لگی۔ تو گدڑی مذکور شاہی سوزنی بن گئی۔ اب آپ کی زبان حال نے  
 لیس فی جلتی سوی اللہ کا تراء گانا شروع کیا۔ گو چند سال سے آپ کا آستانہ اکابر اور اصغر  
 کا مرجع ہو گیا ہے۔ لیکن آپ کی ملازمت حاصل ہو جانا۔ عالی شان سلاطین اور سپہ سالار امرائے عظم  
 کے بھی اختیار اور قبضہ قدرت میں نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی عنایت اور ارادت کے متعلق ہے۔ تنہا بیٹھے  
 رہتے۔ اور لوگوں سے نکلنے کی عادت جو ابتداء زمانہ ترک سے تھی۔ وہی عادت آج تک روز افزون ترقی  
 پر ہے۔ یعنی ملاقات چاہنے والوں سے ایک لمحہ کا بھی ملنا آپ اپنے اوپر جائز نہیں رکھتے ہیں۔ ضرورتاً صرف  
 بمقدار ایک فاتحہ پڑھنے کے۔ باخلاص آنے والوں کے نزدیک بیٹھے جاتے ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات کھڑے  
 ہی رہتے ہیں۔ اور جو کچھ خشک و تر اس وقت ہاتھ میں موجود ہوتا ہے۔ پیش کر کے رخصت کر دیتے ہیں  
 زیادہ تعجب کی یہ بات ہے کہ آپ مخلوقات سے علیحدہ رہنے کو تنہائی اور گناہی کا جز جانتے ہیں۔ بالآخر یہی  
 شیوہ آپ کی ناموری اور شہرہ کا باعث ہوا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ یہ ظاہری اور باطنی موجودات کا مبد  
 ہی ہے۔ جو نور سے طوفان کا نکلنے والا ہے۔ اور ہیشہ تقدیر سے تدبیر منفعیل رہتی ہے۔ **لَا عِشَاءَ لَنْ  
 تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ**  
 الحمد لله والمنة کہ با اینہم۔ ازلی محافظت۔ مصاحبت چاہنے والے اور خدمت کرنے والے امور  
 کی لوٹ سے آپ کی اوقات شریف کی نگہداشت فرماتی ہے۔ اور آپ کو صرف یاد حق کی طرف متوجہ اور مشغول  
 رکھتی ہے۔ سبحان اللہ سوائے گوشہ نشینی کے۔ مرید کرنا۔ خانقاہ بنانا۔ خادم رکنا۔ ہنگامہ عرس کو رونق دینا۔ اور  
 سرود و سماع کی مجلس گرم کرنا وغیرہ سلسلہ دست مشائخ کے کسی طور اور طریقہ سے آپ کی آزاد اور  
 تنہائی پسند طبیعت مقید نہیں ہے۔ اس پر ہی آپ اپنے نفس مطمئنہ سے خطاب کر کے اس مضمون  
 کے ساتھ مترجم رہتے ہیں۔ **سزہت**

باین صفت کہ تواری بدان صفت نبرند

بجران طریقت جماعتی دگر اند

عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو مری لگی۔ اور وہ تمہارے حق میں تھی۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو میلی لگی۔ اور وہ تمہاری حق میں تھی۔

ان تمام حقائق کے بیان کا خلاصہ یہی ہے۔ کہ آپ مشیخت کا بناؤ سنگھار بے تعینی کی سادگی کے عوض فروخت کر کے میدان فنا کے شہسوار اور رسوم شکنی کے مددگار بن کر صفت شکن ہیں۔ **وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ هُوَ فَا نِي فِي اللَّهِ وَعَاشَىٰ فِي لَمَزَاتِهِ إِنَّهُ جِي عَلَىٰ مِثَالِ انْفُسِكُمْ بَلْ هُوَ غَرِيقٌ فِي بَحْرِ الْفَنَاءِ وَانْتُمْ**

### کالشنرون

آپ کی سعید اولاد میں اڑ کے اور دو لڑکیاں ہیں۔ بڑے شیخ عبدالرحیم ہیں۔ جنہوں نے اپنے تین عین جوانی میں پیری کے کمالات سے آراستہ کیا ہے۔ اور جو مشائخ اور طبقہ صوفیہ علیہم الرحمۃ کی اصطلاحات میں فہم درست اور اسبق اور روشن رکھتے ہیں۔ منجملہ اڑ کے عبداللطیف ہیں۔ حسن سیرت۔ اور حسن صورت دونوں میں متوسط ہیں۔ سب سے چوٹے تھے محمد لطیف ہیں۔ باادب جوان ہیں۔ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت با عظمت میں تبولیت کا مرتبہ پائے ہوئے ہیں۔ چوٹی لڑکی مریم نام راقم کے فرزند۔ برخور دار عبدالاول کے حوالہ نکاح میں ہے۔ **قَالَ اللَّهُ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ** نے ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ میں پشتر غرہ صفر ۱۰۰۰ ختم اللہ بالخیر والظفر ایک لڑکا برخور دار عبدالاول مد عمرہ کے گھر عطا فرمایا۔ اور ہر آپ کی بے پردائی۔ اور ایدہر ولادت کی خوشی۔ اس میں راقم کی غفلت سے کچھ ایسا ہوا۔ کہ جد مادری کے اتفاق کے بدون اس مبارک نوزاد کا نام شیخ طہ رکھ دیا۔ بدین وجہ شیخ کی خدمت سے کمال خجالت ہوئی۔ پھر جب واجب العطا یا کی عنایت سے تاریخ بیسویں رمضان المبارک ہجری سنہ ایک ہزار اکیس کو دو سے فرزند کی علیہ صورت۔ عینی وجود کے لباس میں ظہور پذیر ہوئی۔ توشیح کی ملازمت میں راقم نے حاضر ہو کر مبارک باد کے رسم ادا کئے۔ اور تجویز نام کے واسطے اتنا س کیا۔ آپ نے فرمایا نام رکھنا آپ کو ہی مبارک ہے۔ اور تصدیق کرنا۔ اور مبارک باد دینا ہمارا حق ہے۔ حسب الارشاد میں عیسیٰ نام تجویز کیا۔ آپ نے مسکرا کر دعا دی اور فرمایا **الاسماء یُنزَلُ مِنَ السَّمَاءِ** بہت ہی مناسب اور خوب واقع ہوا۔ کیونکہ اس کی مان کا نام ہی مریم ہے

۱۰ جو شخص اس کی ذات میں فنا اور ازرد سے فزاح زندہ ہو۔ اس کو یہ نہ کہو۔ کہ وہ تم لوگوں کی طرح قید حیات ہے۔ بلکہ وہ دریا کے قائم مستغرق ہے۔ مگر تم نہیں سمجھ سکتے ہو ۱۲ ۱۰ میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں ۱۲ ۱۰ اس کے لئے اوس کو بخیر اور ظفر کے ساتھ ختم کرے ۱۲ ۱۰ اسم آسمان

پہ فرمایا۔ کہ شیخ ماہ آپ کا ہے۔ اہ شیخ عیسیٰ جہا۔ اہ یہ کہکرو نون کو سعادت بخش و عاؤن کے  
ساتھ سر بلند فرمایا۔ خدا کے سب کو علم کے اور عمر کے بہرہ دہی نصیب ہو۔ بحرمۃ النبی والہ  
الاعباد صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین الی یوم الرشاد۔

## یاد شیخ عبد القادر

آپ۔ ابی محمد۔ ابن ابی احمد۔ ابن ولی ہامون بغدادی کے فرزند رشید۔ اہ سید جمال تہری کے  
مرید ہیں زاد بوم باب اللزج۔ جس کو اہل زمانہ بغداد جدید کہتے ہیں۔ اسی میں قطب الاقطاب سید محی الدین  
عبد القادر جیلانی کی خواب گاہ ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ اور پل کی اُس طرف دالی آبادی کا نام بغداد قدیم ہے  
اس میں امام موسیٰ کاظم کی آسائش گاہ ہے رضی اللہ عنہ اور اہل بغداد اسی کو برج اولیا کہتے ہیں  
جس کے اندر ایک روایت سے چوبیس ہزار نامدا و شاخ سوئے ہوئے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔  
جب باحقیقت خدا شناس لوگ۔ چاند سورج کی طرح سالک درویشوں کے رہنما ہیں تو اس با فروغ گروہ کی  
آسائش گاہ کا نام برج قرار دینا اہل مدلق سخن آفرینوں کو بہت کچھ فرہ دیتا ہے۔ عیوبی اگرچہ اس نعمت میں  
دل ربانی کی طرز ضرور ہے۔ لیکن یہ نعمت۔ پردہ آغاز کے ہم آواز نہیں ہے۔ لہذا ایسی لئے اٹھا جس کا  
راستہ اصل مقام کی طرف پلٹ جاوے۔ ایک روز آپ کے حالات راقم نے دریافت کئے تو فرمایا۔

ایزدی مشیت کے چوبیس اپنی زاد بوم میں ڈھائی برس کی عمر کو پہنچ کر بے باپ ہو گیا۔ لہذا عم مکرم نے  
میری پرورش اپنے ذمے لی۔ نو برس کی عمر میں کلام ربانی حفظ کر لیا۔ جب گیارہویں سال کا آغاز  
ہوا۔ تو عم مکرم مجھ کو اپنے ہمراہ بند گودہ کو لے گئے۔ وہاں برعم مکرم سامان سفر باندھ کر اُس  
جہان کو روانہ ہوئے۔ میں جب تک سولہ برس کا نہیں ہو لیا تب تک اُس بندر سے باہر نکلنا  
نہیں ہوا۔ القصۃ ہجری ستہ نو سو چیا سٹھ میں کہ یہی سال سلطان مظفر ابن محمود کے  
جلوس کا ہے احمد آباد گجرات میں آیا۔ یہاں پر چند روز سرکچ کے مدرسہ میں فقہیہ حسن عرب کی  
ملازمت میں علوم ادب کی تحصیل کی فقیہ صاحب۔ داہولی کر کے مشہور ہیں۔ اس کے بعد

لے۔ نبی۔ اور نبی کے بزرگ اولاد کی عزت کے طفیل میں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نبی پر اور اولاد نبی بر غرض کہ سب پر  
یوم قیامت تک رہے۔ ۱۲۔

شیخ حسین بغدادی کی شاگردی سے عقلی علم حاصل کیا۔ اسی اثنا میں قاضی عطار الدین

عیسیٰ احمد آبادی کی خدمت میں علم کلام کی کتابیں نکالیں۔ بالآخر اپنی جلد تحصیل کو شیخ

وجیہ الدین علوی شطاری کی خانقاہ میں رہ کر کمال کے درجہ پر پہنچا ہجری سنہ نو سو پانچ

میں جب کہ عرش آستانہ اکبر شاہ نے گجرات فتح کیا ہے۔ مینے تحصیل علم کے واسطے

دارالسلطنہ آگرہ کی طرف سامان باندھا۔ چند روز بعد شرح تجرید کا قدیم حاشیہ تحریر اقلیدس

مبطلی۔ شرح تذکرہ مولانا نظام اعرج۔ اور نیز دیگر بعض عربی علوم۔ علامی میر فتح اللہ شیرازی

کے درس میں سنکر شہرستان خاطر کی آئینہ بندی کی۔ پورے ایک ہزار سال ہجری میں ملک اشعرا

شیخ فیضی فیاضی ابن شیخ مبارک فخر۔ نہایت خواہش کر کے مجھے اپنے ہمراہ دکن کو لیکے

راقم ہی اپنے وطن سے جو دکن کے عین راستہ پر واقع ہے۔ طوغاؤ کرنا ہمراہ ہو کر اس جانے

میں شریک تھا۔ جب بازگشت ہوئی تو آپ اُجین کے اندر ملک اشعرا کی ہمراہی سے رہ گئے تھے۔ بیان

پر اس شہر کے طالبان علم کی فیض رسانی شروع کی ہجری سنہ ایک ہزار اکیس تک آپ کے وجود سے مندر

فیض رسانی رونق پر ہے۔ اسی جگہ عقدہ بھی کر لیا ہے۔ دو لڑکے۔ اور ایک لڑکی اس بیوی سے ہیں۔ ابو علی

اور اباحسن فیاض نام ہیں۔ اور نیز ان دونوں تاج دانش کے گویوں کی تاریخ ہے۔ ولادت ہی ہیں۔

اور میں فرزند نے ہجری سنہ ایک ہزار اسیس میں عالم روحانی کو کونج کیا۔ دو سے فرزند بقید حیات ہیں۔ اللہ

جل شانہ عمر طبعی کو چو پچاؤ سے قصائد نثری کا ایک دیوان بتیانہ طرز پر۔ ہر ایک فن کی کتابوں پر حبت

جت حاشئے۔ عربی عبارت کا ایک رسالہ جو نہایت سنجیدگی اور تازگی کے ساتھ ملک اشعرا کے بعض

حالات کے بیان میں ہے۔ اور ایک رسالہ علم کی تعریف میں متکلم اور حکیم کی طرز پر جو شیخ ابوالفضل مبارک

کے نام سے معنون ہے۔ اس قدر آپ کی تصنیفات ہیں۔ ناظرین پر مخفی نہ رہے۔ ایصد رالذکر نایشی حالات

بعض تو خود صاحب حالات کے بیان پر۔ اور بعض راقم کی معلومات پر لکھے گئے ہیں۔

مصراع آب حیوان تو امان علم ابست

حضرت یاسید احمد دافغان اولیٰ بجواروسی

پنجاب کے پرگنات میں ایک بستی نصیبہ بجوارہ ہے۔ اُس میں آپ گوشہ نشین تھے۔ شیخ محمد ابن یاس

شیون غوغشتی کے فرزند ہیں۔ صدی اور معنوی فضیلت کی تحصیل میں اپنے اپنی استعداد پوری کر لی تھی۔ جب آپ کے پدر بزرگوار ہجری سنہ ایک ہزار ایک میں فرق کے ویران گوشہ سے جمع کے آباد صحن میں چلے گئے۔ توجا نشینی کی سند کو آپ کے وجود سے شرف حاصل ہوا۔ آپ نے آباد اجداد کے مراسم سلوک کو اپنا دستور العمل بنایا۔ کہتے ہیں۔ آپ نے دانش و نبیش زیادہ تر۔ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت سے۔ اور کتر شیخ الہدایہ اور لاہوری کی شاگردی سے حاصل کی تھی۔ جب ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ میں شہنشاہ کشورستان اکبر شاہ نے اقلیم زندگانی کے تصرفات۔ اور عنصری کشور کے تمتعات رخصت فرمائے۔ تو اس کے پورے نور نور الدین جہانگیر شاہ سے تلج و تحت سلطنت کو رونق ہوئی۔ جس کے گرامی نام پر اس کتاب کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس اثنا میں شہنشاہ نور الدین کے بیٹے سلطان خسرو کو چند امرا جو عقل میں جوان مگر بے قوت تھے۔ دارالسلطنت سے نکال کر لاہور کی طرف چلے گئے۔ پیچھے سے ہوشیار فرزانہ مدعا بھی تعاقب کیا۔ جاہ پوچھا۔ اس غرض سے کہ نصیحت کو کام فرما کر اس کو ناہموار بے راہی سے بازر کھے۔ اور ادب اور فرمان برداری کے راستہ میں لے آوے۔ مگر سلطان خسرو نے حقوق کا کچھ بھاننا کر کے جنگ کی طرح ڈالی۔ بالآخر اس کی سپاہ نے شکست کھائی۔ المقصد اس فتنہ انگیز سال میں ہر ایک تقریب سے شہنشاہ کی محض میں باوجود کمال انسانی کے اسی قسم کی گفت و گو کا رخ بڑھ گیا تھا۔ ایک روز ایک ندیم نے سادات صفویہ کے سلسلہ میں سلطنت ایران کے انتقال کا باعث عرض کیا۔ اس اثنا میں ایک اور شخص بول اٹھا۔ کہ اس وقت میں ہی چند دہائیوں میں صورت اشخاص ایسے ہیں۔ جو ایک ولایت کی فوج کی برابر اپنے فرمان بردار معتقدین رکھتے ہیں۔ انہیں میں سے اس جماعت کے سرگروہ سید احمد افغان ہیں۔ جو بجوارہ کی افغان قوم کے اندر جنگ و شورش کا باعث ہوتی ہے۔ اور تمام جماعت آپ کے حکم سے سر تابی نہیں کرتی ہے۔ فرمان صادر ہوا۔ کاچھا سید احمد افغان دربار معلیٰ میں حاضر کئے جاوین۔ قصہ کوتاہ جب آپ شاہی حضور میں پہنچے۔ تو ملازم شاہی کے آداب بجا نہیں لائے۔ بادشاہ نے فرمایا۔ اس دیوانہ کو چند روز قلعہ گوالیار کے اوبستان میں محفوظ رکھو۔ بیان تک کہ حسن سلوک کے گلو بندین اپنی گردن دینا گوارا کرے۔ تین برس تک آپ اس عالی شان قید خانہ میں کشادہ پیشانی سے خد کے ساتھ مشغول رہ کر زندہ رہے۔ اور ولایت کے متعلق بہت سی نتوہات اور پہلو نشین دشمن پرفیروزی حاصل کی۔ اتفاقاً ہجری سنہ ایک ہزار انیس میں خان جہان جن کا قدیمی نام پیرخان ابن دولت خان لودی ہے۔ صوبہ خاندیس اور دکن کے حاکم مقرر کئے

گئے۔ اور انہیں حدود کی لشکر کشی ان کے ذمہ کی گئی۔ جب خان جہان قلعہ گوالیار کے نیچے پہنچے۔ تو واجب العرض حضور شاہ لکھنؤ کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے فوری طور پر جواب دیا۔ یہ گزارش حضور شاہ شاہی میں قبول ہوئی۔ اس سبب سے آپ خان جہان کے ہمراہ خاندیس تک گئے۔ اور چند روز برہان پور میں رہے۔ آخر کار یہ ہوا۔ کہ خان جہان کے واسطے دارالسلطنت سے فرمان طلب صادر ہوا۔ اور وہ برہان پور سے دارالسلطنت آگرہ کو روانہ ہوئے۔ آپ بھی ہمراہ تھے۔ جب تاریخ چبیسویں شعبان ہجری سنہ ایک ہزار بیس میں اپنے اپنی قدوم کی برکات سے منڈو (مانڈو) کو سرفراز کیا۔ تو راقم حروف بھی آپ کی ملاقات سے بہرہ یاب ہوا۔ جب راز کی باتیں ہونے لگیں۔ تو آپ کی گفتگو کا سلسلہ اس تقریب پر مائل ہوا۔

۴ ایک روز خان جہان پسر دولت خان لودھی احمد کے مکان میں آئے۔ اور شیخ علاء الدین سمنانی کی چیل مجلس ان کے ہاتھ میں تھی۔ اس کتاب میں شیخ محی الدین عربی کی یہ روایت درج تھی۔ یہ روایت ساری جالساً علی الكرسي وقام بين يدي واجلس وقال انت سراجي وانا عبدك۔ یہ روایت مجھ کو دکھائی۔ اور میرا دامن پکڑ لیا اس مشابہ قول کے معنی ذہن نشین کئے جاوین۔ لاچار احمد نے جواب دیا کہ رب اول سے مراد نفس امارہ ہے۔ جب یہ۔ عالم کالبدر قبضہ پالیتا ہے۔ تو قوی۔ حواس۔ اعضا۔ اور جوارح کا ملک و ملکوت اس کے زیر حکم آجاتا ہے۔ دل کی کرسی پر نشست کرتا ہے۔ جو روح کی نشنگاہ ہے۔ اور علی الاعلان ربوبیت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور عنصری اقلیم کے دیگر باشندوں کی طرح روح کو بھی اپنی عبودیت میں لینا چاہتا ہے۔ پھر جب صوفی مجاہدہ اور ریاضت کی بدولت نفس پر فتح پاتا ہے۔ تو ناچار کرسی نشینی روح کی طرف عود کر آتی ہے۔ اور نفس اطاعت اور پرستش کے مقام پر کھڑا ہو کر انت سراجي وانا عبدك کلمہ اسم بندگی بجاتا ہے اور روح کے اوپر نفس کی طرف سے رب کا اطلاق اور اقرار یہی شیطان رحیم کا فریب ہے۔

۵ میں نے اپنے رب کو دیکھا۔ کہ کرسی پر بیٹھا ہے (مجھ کو دیکھا) میرے سامنے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور مجھ کو بٹھایا۔ اور کہا۔ تو میرا رب ہے۔ اور میں تیرا بندہ ہوں ۱۲۔

یہ تاویل بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

”میں نے مکاشفہ ابن عربی کی عبارت شیخ عیسیٰ کی خدمت میں بھیجی تھی۔ شیخ عیسیٰ نے بھی اپنا مافی الضمیر کئی طرح کی توجیہ اور تاویل کے ساتھ لکھ کر میرے پاس روانہ فرمایا۔ چونکہ ان تاویلات کی نامقبولیت کا حرف میری زبان سے نکلا۔ اور یہ حال شیخ عیسیٰ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنا نوشتہ مکرر واپس طلب فرمایا۔ اور پیغام طلب کے ساتھ اس کے چاک کر دینے کی بھی التماس کر کے آزر وگی ظاہر فرمائی۔ لیکن باوصف چند تلاش کے اس نوشتہ نے واپسی کی راحت یا چاک ہونے کا رنج نہیں دیکھا۔ اب وہ نوشتہ میرے ہمراہ ہے۔ اگر آپ کہیں تو منگائیں“

میں نے جواب دیا۔ آپ کو اختیار ہے۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ مسیح القلوب کا نوشتہ میں نے بڑا۔ اس میں شک نہیں۔ مسیح القلوب کا جامع ذل۔ وحدت وجود کے فروغ سے منور ہے۔ جس کے کمال کا شاہ عدل یہ توجیہ نامہ ہے۔ اس توجیہ نامہ کے مطالعہ نے خوانندہ کے حسن اعتقاد کی بنیاد میں گویا استحکام کا سیسہ پلا دیا۔ اور جو اعتراضات تاویل کی ہوئی ظاہر روایت پر از رو سے شریعت و طریقت وارد ہوتے تھے۔ ان اعتراضات کو عقلی و نقلی دلائل۔ اور کشفی و یقینی براہین کے ساتھ دفع کرنے سے ابن عربی کے کشف کی صحت پر ایک محبت قاطع اور اکابر صاف کے ساتھ مشارالہ کی پیردی پر ایک دلیل واضح ہاتھ آئی۔

الحمد لله الذي هدانا لهذا	جمیع اقسام والذوات حمد اسی اللہ جل شانہ کو منزاوار ہیں جس نے ہم کو
كما كنا لو ان هدانا الله - اعلم ان	یہ ہدایت دی۔ اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت پانے والے نہیں
توجيه السيد احمد ناظر الى ان قابل هذا	تھے۔ واضح ہو۔ کہ سید احمد کی توجیہ سے یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ اس
للقول للتشابه! ثم مبتدئ في السلوك	تشابہ قول کا کہنے والا۔ ایسا شخص ہے۔ جو راہ سلوک میں مبتدی
فارغ عن تركية النفس متصف به فية	ہے۔ تزکیہ نفس سے فارغ ہے۔ تصفیہ قلب کے ساتھ متصف
القلب شارع في تجلية الروح و تخلينا	ہے اور جس نے روح کی جلا۔ اور اسرار کے چھپانے کا کام شروع کیا
و تاويل مسيح قلوبنا ناطق بان من صدر	اور ہمارے مسیح القلوب کی تاویل یہ کہتی ہے۔ کہ جس شخص سے یہ مبتدئ
هذا البارة هو رجل كامل واصل	سار ہوئی ہے۔ وہ شخص کامل ہے۔ اور درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہے

بدرجۃ الکمال فی الفناء من  
لعازم الامکان و فی البقاء  
بحقیقۃ الربوبیۃ فی مقام  
الجمع و فی التخلق باخلاق الرحمن  
الذی علی العرش استوی ثولا ینحی  
علی ذاتی عیلة انراب الکلام فی  
خلوات التشابه بفحولیتہ التاویل  
فافی هذا التعمین والتفریق من  
نکتہ وہی ان الکلام المتشابه  
سواء نزل من اللہ المرسل الی  
المرسل الیہ۔ او صدر منہ الی الصحاب  
او وقع منهم بالتابعین۔ او وصل  
منہم الی مشائخنا ومنہم الینا مرآة  
ینطبع فیہا حقائق مراتب المترجمین  
بمفہوماتہا۔ وھکذا یظہر عیان معارج  
المترجمین بمعانیہ الایادیہ من تکلم  
الکلام لان مرادہ لا یعلی الاھو بدلی  
قوله تعالی فی حق الایات المتشابھات  
لا یعلمنا ویلہ الا اللہ فظہر بعد بن  
التاویلین ما ظہر من حقیقۃ مرتبہما  
سلمہما اللہ تعالیٰ و فیہما من لہ  
رحم اللہ من انصف۔

فنا کے اندر درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہے اسکا فی لوازم جوہر کربقا کے اندر  
درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہے حقیقت ربوبیت کے ساتھ جمع کے مقام  
پر۔ اور تہذیب اخلاق میں درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ اخلاق رحمن  
کے ساتھ۔ جو عرش پر بران رہا ہے جو اصحاب متشابہات کی خلوت  
میں۔ تاویل کی جو انفرادی کے ساتھ۔ دو شیرگان کلام سے لذت پانے  
دائے ہیں۔ ان پر وہ نکتہ مخفی نہیں ہے۔ جو اس تعین اور تفریق کے  
اندر ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ کلام تشابہ خواہ بھیجے دار اللہ تعالیٰ جل شانہ  
کی طرف سے مرسل الیہ بندہ پر نازل ہوا ہو۔ یا مرسل الیہ بندہ کے  
صحابہ کو پہنچا ہو۔ یا صحابہ سے یا تابعین کو پہنچا ہو۔ تابعین سے  
ہمارے مشائخ کو اور مشائخ سے ہم کو پہنچا ہو۔ غرض کہ تشابہ کلام ایک  
آئینہ ہے جس کے اندر ترجموں کے درجات کی حقیقتیں مفہومات کلام  
کے ذریعہ سے منعکس ہوتی ہیں۔ اور نیز تشابہ کلام ایک کسوٹی ہے  
جس سے طبع آزمائی کرنے والوں کی انتہائی پرواز کی مقدار۔ معانی کلام  
کی رو سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ تشابہ کلام کے وہ مراد نہیں ہے۔ جو  
یہ کلام کے ساتھ تکلم کرنے سے ارادہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ تشابہ  
کلام کی مراد اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے اس کی  
دلیل خود اس جیل شانہ کا ارشاد آیات متشابہات کے بارہ میں ہے۔  
لا یعلمنا ویلہ الا اللہ پس ان دونوں تاویلوں سے جو کچھ ظاہر  
ہوا۔ وہ صدر الذکر دونوں اصحاب کے درجات کی حقیقت ہے  
اللہ تعالیٰ ان دونوں صاحبوں کو سلامت رکھے۔ اور اس بات  
کو سمجھا ہی وہی شخص ہے جو منصف ہے۔ جس نے انصاف  
کیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

معدرت پذیر اصحاب کو واضح ہو کہ مسیح القلوب کے حفاک نقل اس واسطے جزر گزار زمین



کی گئی۔ کہ یہ ماجرا سید احمد کی خدمت میں اخیر صحبت کے وقت پیش آیا تھا۔ اور رات زیادہ گزر جانے کے  
 سبب برخواست مجلس کے مقدمات کا آغاز ہو گیا۔ تکلیف وہی کا خیال ہی مانگیے ہو۔ اگرچہ نقل کر لینا  
 ممکن تھا۔ لیکن دوبارہ مجلس کی نوبت پہنچنے کا ہی گمان تھا۔ اس گمان نے کوشش کے چہرہ پر یوں  
 ہی سستی کا نقاب ڈالا۔ اور مسافر عزیز کا کوچ علی الصباح ہی ہو گیا۔ اس سبب یہ اندیشہ جو دل کے اندر تھا۔  
 پورا نہ ہو سکا۔ ایک مدت تک یہ دود اندیشی دل کے اندر کھلتی رہی۔ (۱) ایک سوچ الغلوب کے خط کی نقل :-  
 یعنی کی پیشانی (۲) اس خط پر سید احمد کا اعتراض اکھڑ لگا کہ غیبی صفائی اور ارادت کی برکت  
 سے مذکورہ بالا خس و خاشاک۔ سلوک کے راستے سے دور ہوا۔ بلکہ اس تجربہ کے سبب یہ ہوش اول سے  
 ہی زیادہ ہوا۔ کہ جو شخص۔ زمانہ حال کی قدر نہ جانے۔ شک میں رو کر نیک کام کرنے کو زمانہ استقبال پر  
 موقوف رہے۔ اور آج کا کام کل پر چھوڑے۔ وہ شخص جلد عظیم نقصان کی پیشانی اٹھاوے گا۔ بقیۃ الامر  
 اس کو نایابی کی حسرت میں گزارنا پڑے گی۔ اور الوقت سیف قاطع کا زخم کھا کر۔ مرہم نہ ملنے کے سبب  
 اس کے التیام کی آرزو میں۔ ہمیشہ گرفتار رہے گا۔ اور وقتاً فوقتاً ہمیشہ آگا ہی نئے سے یہ ہدایت ہوئی کہ  
 جس کسی کے قول و فعل کا مضمون تجھ کو ناگوار گزرے۔ اس کو سب سے ملکی طرف سے تصور کر کے۔ نکتہ چینی  
 اور اعتراض کا ذریعہ نہ بنانا۔ اور عقیدت کے بازار میں جو فروش گندم مانا بنا۔ کیونکہ ما ایداب علی الارض  
 تمام۔ الی تقدیر کے قبضہ قدرت میں ہیں حرکات اور سکونات میں خود کوئی اختیار نہیں رکھتے ہیں بالخصوص  
 آدمی زاد۔ جو کمال اسمانی کا منظر سے ہر چو بزرگوار اصحاب از روی اخلاق کے ساتھ تہذیب یافتہ ہیں  
 اس کے حالات اور افعال کو الہی شان اور اتھی اور سمجھ کر دل کے اندر روگردانی کا خیال نہ آنے دینا۔ کیونکہ  
 باحقیقت خدا شناسوں کے اقوال اور افعال۔ مخاطبین کے مختلف اور اکات اور استعدادات پر لیا گیا کہ  
 بعض کی نسبت جان گزا۔ اور بعض کے حق میں جان بخش کا حکم رکھتے ہیں۔ ان کی مثال قرآن مجید کی جیسی  
 ہے۔ جس کے مخصوص احکام بعض کے اعتبار سے نافع۔ اور بعض کے اعتبار سے ضار واقع ہوئے  
 ہیں۔ یُعِیلُ بِہِ کَثِیرًا وَ یُکِیْلِ بِہِ کَثِیرًا پس اس جگہ کسی قدر دور بینی کو کام فرمانا چاہیے۔ تاکہ جلد  
 معلوم ہو جاوے۔ کہ جس قدر اوراق فرقانی کے اندر وعدہ اور وعید کی آیتیں آج کے روز موجود ہیں۔  
 تمام خاتم النبوة علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے پروردگار جل اسمہ کی بھی

ہوئی ہیں۔ اب انصاف کے گریبان میں سر جھکا کر معلوم کرنا چاہیے۔ کان لکھے ہوئے قرآنوں کے دشمن ماننے سے۔ امدان کا جڈنا۔ اور دھونا دل میں لانے سے کس قدر کفر اور ضلالت کا نتیجہ پیدا ہوگا۔ اور اس کا ثمرہ کیا ہے۔ اسی طرح سمجھنا چاہئے۔ کہ ہر ایک شخص کے حالات کی حقیقتیں۔ اس کی صورت پر کے موافق ہوتی ہیں۔ باہر ہند لوگوں کے اقوال اور افعال کی عیب گیری کی جالی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اس سے کس قدر گمراہی اور سیاہ دل پیدا ہوگی۔ اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ کیونکہ صاحبان نبوت کی آیات اور معجزات کا نزول۔ ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی وحی سے ہوا ہے۔ اور انہی بولایت کے معاملات اور ملاحظہ کا درود صرف باطنی وحی سے ہوتا ہے۔

اب حرف پچکس منہ انگشت اعتراض ؛

آن نیت کلک منع کہ خطا کشر

کتے ہیں۔ سلطان سادات۔ اور برہان مشائخ شاہ محمد بخاری۔ جن کی اخروی خوابگاہ دارالاسلام لاہور میں ہے ایک دفعہ شیخ محمد افغان کی ملاقات کے واسطے قصبہ بجوارہ میں آئے تھے۔ جب معرفتوں کے بیانات کا ہنگامہ گرم ہوا۔ تو ایک تقریب سے اس قسم کی بات نکلی۔ کہ باوجود شرف و تہمت حاصل ہونے کے اپنے تئیں قوم غرغشتی سے ظاہر کرنا۔ کس غرض سے ہے۔ اور یہ بھی دریافت کیا کہ یہ نوید اس جانب کی ہے۔ یا اُس جانب کی۔ جواب دیا۔ کہ فقیر دو جانب جانتے سے ایک طرف ہے۔ کل امور جانب حق سے بیان کر لیتے ہیں۔ اور آج کے بعد جو لڑکا پیدا ہو۔ اُس کا نام سید احمد رکھا جاوے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یہ خدا پرست بزرگوار اس لقب کے ساتھ مخصوص ہیں۔ کسی قدر اجمال بیان آپ کے حالات کے متعلق یہ ہے۔ کہ آپ وحدت وجود کے باغ کی فضا سے اپنے عقیدہ کے گہڑے کی باگ کشیدہ رکھتے ہیں آپ کے سلوک کا طریقہ شیخ علاء الدولہ سمنانی کی پیروی ہے۔ اور اپنے تئیں اولیٰ سلسلہ میں سے شمار کرتے ہیں۔

## یاد سید ابراہیم نوری

آپ کا سابقہ نام شیخو ہے۔ زاد بوم غیاث پور۔ جو کبھی نہ کر کے مشہور ہے۔ حویلی حصار کے تعلق ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار سولہ میں بہار میں بیچ انسانی ایک روز راقم نے آپ کے مکان پر جا کر آپ کے حالات کی حقیقت دریافت کی تھی۔ تو فرمایا۔

” ابراہیم کی بارہ سال کی عمر تھی۔ کہ مکتب کے اندر کلام ربانی کی تصحیح کرتا تھا۔ ناگاہ سیاحی  
 کی شورش اور اہی طلب کی خلش۔ سو دلی دل میں پیدا ہوئی۔ لہذا وطن چھوڑ کر دیونون کی  
 طرح چل کھڑا ہوا۔ دہلی میں پہونچ کر بیار اولیا بخاری کے صوفیوں کی ایک جماعت کے  
 ساتھ لاہور چلا گیا۔ بیان پر مولانا اسحق کا کو کے درس میں کسی قدر فقہ سیکھی۔ بیان سے  
 ملتان کو گیا۔ شیخ کبیر بخاری کی خدمت میں مراسم ارادت بجا لاکر پھر دہلی چلا آیا۔ اور حضرت  
 غوث الاولیا کی ملازمت سے شرف یاب ہوا۔ حضرت غوث الاولیا نے مجھ کو شیخ مبارک  
 مہنش مند کے حوالہ فرمایا۔ جو ادن کے بڑے خلیفہ ہیں۔ شیخ مبارک کے نزدیک جو اہر  
 خمسہ بڑھ کر کمالات طریقت حاصل کئے۔ پھر حجاز کے ارادہ پر لاہور۔ ملتان۔ ایران  
 توران۔ اٹھ تیراڑ ہوتا ہوا۔ لار کے راستہ سے بغداد کو چلا گیا اس جگہ سید زین العابدین  
 امام اور متولی روضہ محی الملہ۔ غوث العرفا جیلانی کے دیدار سے بہت کچھ فیض حاصل  
 کیا۔ بیان سے مرسل میں پہونچ کر پوس علیہ السلام کے روضہ کی زیارت کی اور شام کے  
 اندر جتہ النساء میں شیخ حسن چشتی کے دیدار سے باطنی فروغ لیا۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ  
 السلام کے روضہ کی زیارت کر کے تحت رب العالمین کی طرف نکل گیا۔ بیان سے قدس  
 خلیل کی طرف جا کر مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی۔ اس کے بعد تمام حصہ جات زمین کی سیاحی کرتا  
 ہوا اسکندریہ کے راستہ سے مصر میں جا پہونچا۔ بیان پر چند روز رئیس المدین شیخ محمد مگری  
 کی ملازمت سے حدیث اور تفسیر کا استفادہ کیا۔ پھر مصر سے دریائے شوریٰ میں فارم رکھا۔  
 اتنا سے راہ میں شیخ ابوالحسن شاذلی کی خاک پاک کی زیارت کی اس کے بعد دریائے  
 شیرین پور سے عبور کر کے۔ مدینہ مکرمہ میں حضور کے آستانہ کی خاک پر ناک رگڑی پھر میان سے  
 قافلہ کے ہمراہ مکہ معظمہ کو روانہ ہو کر ارکان جمع ادا کئے۔ شیخ عالی متقی کی ملازمت سے بھی بیان  
 مشرف ہوا۔ چونکہ کوہ نور میں بارہ سال خلوت کے اندر رہ چکا تھا۔ لہذا شیخ نے جلد ہی ہی  
 خرقہ خلافت پہنا دیا۔ اور ابراہیم نوری خطاب ملا۔ بعدہ جدہ کے راستہ سے روپار بل حجاز  
 پودار ہو کر باب مندب کے جزیرہ میں جا اترے۔ بمن دیکھنے کا شوق ہوا۔ تو اس سرزمین کی  
 ہی سیر کر کے عدن کے جہاز میں سوار ہوا اور اکیس روز کے اندر دیوبند میں جا پہونچا چند روز

سورت کی سیر کی اس سیر کے اندر شیخ جمال نوری اور سید حبیب کی ملازمت سے جو نگہ  
 میں فیض پایا۔ قصبہ لاٹھی میں ایک بزرگ سید کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر سلطان خواجہ احمد دانش  
 سے بھی ملاقات کی۔ جو سید محمد گیسو داز کے با واسطہ خلفا سے اعظم میں سے ہیں۔ بیان  
 غیبی اشارہ ہوا۔ تو ان کی تلقین میں داخل ہو کر بہت کچھ فائدہ حاصل کیا۔ پھر ڈونگر پور  
 کے راستے سے بانسواڑہ ہو کر مندسور کو دیکھا۔ اور ہجری سنہ نو سو اٹھتر میں اجین مالوہ  
 کے اندر آ گیا۔ اور میں بویا بچھا اقامت کر لیا۔ اس کے بعد تین دفعہ بیان سے اپنے قدیمی  
 وطن کو قدم بڑھایا ہے۔ ایک دفعہ والدین کی پابوسی کے واسطے۔ دوسری دفعہ مان کی  
 رحلت کے بعد فاتحہ کے واسطے۔ تیسری دفعہ پدربزرگوار کی وفات کے بعد۔ ان کی خاک  
 پاک کی زیارت کے واسطے۔ ان تین سفروں کے سوا کبھی اپنے خلو عاکدہ سے  
 نکل کر کسی شخص کے گھر جانے سے پانون خاک آلود نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر ہے۔ کہ دل اور پانون دونوں شکستہ ہیں۔ اور سید جمال  
 (معیین وجہ معاش) کے طبر پر حکم صوبہ اور گمشدگان حاکم کی طرف سے کوئی چیز قبول نہ کر کے۔ روزی  
 کی طرف سے تمام عمر آسانی کے ساتھ بوری کر دی۔ آپ کی دل افزو باتوں میں سے یہ بات بھی ہے۔  
 خداوند اقبلہ کی طرف یا قید (پدری خاندان) کی طرف قدم فرسائی کی توفیق عطا فرما۔ اور اس کے  
 سوا دوسری جگہ جانے سے بندہ کے پانون میں تنگ پیدا کر دے گا۔ آپ نسب کے اندر سید شاہ  
 اجلی سامانی ترمیزی کو پہنچتے ہیں۔ اور یہ بات تحقیق ہے۔ کہ سید شاہ سادات ترمیزین سے ہیں  
 آپ کے بزرگوار آبا و اجداد کے انساب اور حالات کی تفصیل تاریخ اشتر دشتی میں لکھی ہے۔  
 خدا عمر دراز کرے۔

## یاد شیخ عبداللطیف

آپ شیخ نور محمد احمد آبادی کے بیٹے ہیں۔ جب پانچ چھ سال کی عمر تھی اس وقت میں حضرت  
 غوث الاولیاء نے شیخ نور محمد کو خدمت کے طور پر اپنے فرزند شیخ منیار اللہ کی پرورش کے لئے۔ شہر  
 نیرالہ میں بھیج دیا تھا۔ کتے ہیں۔ شیخ عبداللطیف کی ولادت۔ فقر و فاقہ کے زمانہ میں ہوئی تھی۔

جب آپ کے ہوش کا زمانہ آیا۔ تو وہ ایام طفولیت میں فقر و فاقہ کے اندر پائی ہوئی پرورش آپ کے سلوک کے واسطے۔ اختیاری مقررین معین ہوئی۔ اور اس نے آپ کے پانوں میں ثابت قدمی پیدا کی۔ ایام کی گردش اور نفس نافر جام کی رنگ آمیزی ہی اپنے فریب اور انہوں سے آپ کے استقامت پسند پانوں کے لئے سنگ راہ یا باعث لغزش نہ ہو سکی۔ الحمد للہ علی نعمتہ جمال صورتہ۔ العلیۃ ہوش اور اختیار و رویشی کے وقت سے ہجری سنہ ایک ہزار اٹھارہ تک کہ اس وقت میں آپ کی عمر لطیف چوبیس سال کی میزان کو پہنچی ہے۔ اپنے حجرہ سے وجہ معاش کی تجویز کے لئے۔ باہر نکل کر نصف قدم ہی تردد کے راستہ میں نہیں چلے۔ اور معین وجہ معاش کے طور پر۔ اُس نواح کے والی اور امرا سے کوئی روپیہ قبول نہیں کیا۔ کتے ہن۔ آپ کے عمیال اور اطفال کی یومیہ قوت جب تک شیخ ضیاء مسند حیات پر جلوس فرما رہے۔ تب تک فتوحات ضیاء سے متعلق تھی یعنی دار السلطنت آگرہ سے دارالاسلام احمد آباد میں پہنچتی تھی۔ اس کے بعد کے چند سال کا حال معلوم نہیں ہے۔

شیخ داؤد شطاری بیان کرتے ہیں۔ ایک روز شیخ عبداللطیف نے فرمایا۔ چونکہ قوت ہم پہنچانے کے واسطے میں ظاہری بے سببی کی گمائی کے اندر نشیب و فراز بہت سے ہیں۔ اس وجہ سے چند روز تک آزمائش کا پلہ بہاری ہو گیا تھا۔ اور میں بدستور اپنی ہمت کا پانوں صبر و شکیبائی کے دامن میں سیٹے ہوئے تھا۔ لیکن متعلقین کی بے طاقتی پر رحم آتا تھا۔ ایک رات عالم خواب میں حضرت غوث الاویا نے فرمایا۔ عبداللطیف۔ فلان طاق میں ایک سکہ درشتے ہے۔ وہ لے لو۔ جب عبادت صبح کے وظیفوں سے فارغ ہوا۔ تو اس طاق کو جا کر دیکھا۔ نقرہ ایک درم ملا۔ جس سے دو تین روز کی قوت نکل آئی۔ اس تاریخ کے بعد پر کبھی آزمائش نہیں کی گئی۔ اور روزمرہ خرچہ میں تنگی نہیں آئی پس معلوم ہوا کہ روزی آسمان میں ہے وَ قَامِنْ دَابَّتْ فِي الْاَرْضِ مِنَ الْاَلَاءِ عَلَيَّ اللهُ يَرُفُّهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرًّا هَا وَمُسْتَوْدَعًا هَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ روئے زمین پر کوئی جنبش کرنے والا ایسا نہیں ہے۔ جس کی روزی پروردگار کی جامع الکلمات ذات پر اس کے فضل سے اور اس کے وعدہ کے بموجب نہ ہو۔ وہ ہر جنبش کرنے والے کی فرار گاہ کو جانتا ہے۔ کہ زمین میں کمان پیدا ہوا ہے۔ اور کمان آرام کرتا ہے جب مڑتا ہے۔ تو کمان مڑتا ہے۔ کس صورت سے اور کس حالت سے اس کی پیکر تبدیل ہو جاتی ہے۔ نیز جانتا ہے۔ کہ استقرار سے پہلے کمان رکھا گیا تھا۔ آیا دواب کے صلب میں۔ رحم میں۔ یا اٹلے میں

امتنق - استقرار - اور استیادع - تمام چیزیں لوح محفوظ کے اندر کہی ہوئی ہیں۔

دافع ہو۔ کہ لفظ علی لانے سے کچھ تفضیل کی منافاة نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ وعدہ کی ایفاء اور نفی کے ایصال میں مبالغہ ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کتب ربکم علیٰ نفسہ الرحمۃ اور

ایسے لفظ کا لانا جس سے وجوب کا مفہوم پیدا ہو۔ اس غرض سے ہے کہ بندوں کو اعتماد ہو۔ وصول

ذوق کا یقین ہو۔ اور ان کے قلوب کو اطمینان حاصل ہو۔ اور اس میں اشارہ توکل کی طرف ہے۔

اور استیادع کے علم کا جو ذکر ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ ایصال رزق یقینی طور پر ہوگا۔ اور کتاب

جبین میں ان تمام امور کے لکھے ہونے کا جو ذکر ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ بڑھنے۔ گھٹنے

اور کم و بیش ہوجانے کا وہم نہیں آنے پاوے گا۔ کیونکہ ایک تو وَمَا يَبْدَلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَاقِعٌ

وَوَجِبَ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَا مَن مَوْجُودٌ هِيَ بِيْت

جامی مکن اندیشہ کہ تفسیر نیاید

در روز ازل انچہ مقدمہ رشده باشد

قال بعض المحققين اسراح بعض عارفین نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے رزق کے

القلوب عن تعب التقسيم والافكا بارہ میں رحم کو کام فرما کر تقسیم اور افکار کی تکلیف سے قلوب کو راحت

دی ہے جب کہ ارشاد فرمایا ہے الاعلیٰ اللہ رزقہا عن نصب الترحم فی باب الرزق

قال الاعلیٰ اللہ رزقہا فسكنت یعنی مخلوقات کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس واسطے قلوب نے

القلوب لما تحققت ان الرزق علیہ علیہ وبقی ان اذ ان الرزق

تسکین پائی۔ جب کہ تحقیق کر لیا۔ کہ رزق بے شک اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اور بعض کا کناہ ہے۔ کہ جب رزق اللہ جل شانہ کے ذمہ قرار

پایا۔ تو غیر اللہ سے اس کا طلب کرنا محال ہے۔ اور بعض کا کناہ ہے

غیر اللہ وبقی ان اذ ان الرزق ہے جب رزق اللہ جل شانہ کے ذمہ قرار پایا ہے تو وہ کا شمار رزق

علی اللہ فصاحب الحانوت فی کے حساب کی وجہ سے غلطی میں پڑا ہوا ہے۔ پر جو رزق اللہ سبحانہ

غلط من حسابہ۔ ثمر ان اللہ کے ذمہ ہے اس کا کیا حال ہے۔ یہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

بسبحانہ بلی الرزق الذی علیہ کر فی السماء ثم یعنی تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ اور جو شے آسمان

ما حالہ فقال وفي السماء رزقکم میں ہوگی وہ بانا زمین نہیں پائی جاسکتی ہے۔ اور نہ مشرق و مغرب

وما كان في السماء لا يوجد في السوا کے اندر گشت لگانے سے مل سکتی ہے۔ اور بعض کا کناہ ہے۔

ولا في التطواف في الغرب و  
الشرق ويقال الاذراق  
مختلفة فرزق كل حيوان  
على ما يليق بصفته ويقال  
للنفوس رزق وهو غذاء  
طريقه الحلق والقلوب  
رزق موحدة الحق - و  
لم نقل ما يشترهيه ومقدار  
ما يكفيه بل هو موكل الى مشيئة  
من موصى عليه ومن مقرر عليه

ارزاق مختلف ہیں۔ پس ہر ایک حیوان کا رزق اُس طور پر ہے جو اُس  
کی شان کے مناسب ہے۔ اور بعض کا کما یہ ہے۔ نفوس کا رزق علیحدہ  
معیں ہے اور یہ ایک غذا ہے جس کا راستہ مصلوق ہے۔ اور قلب کا رزق  
علیحدہ ہے جس کا موجود حق سجا نہ ہے۔ اور ہم نے وہ شے بیان نہیں کی  
ہے جس کی خواہش رزق کمانے والا کرے۔ اور نہ وہ مقدار بیان  
کی ہے جو رزق کمانے والے کو کفایت کرے۔ بلکہ یہ دونوں باتیں  
مشیت الہی کے سپرد ہیں۔ پس ذی مقدور کا رزق اُس کی مقدار  
کے موافق اور غیر ذی مقدور کا رزق اُس کی مقدار کے موافق اللہ تعالیٰ  
کے ذمہ ہے۔

## یاد شیخ عبدالستار

آپ علم و عمر سے برخوردار۔ ربانی دانش کے حاکم پسندیدہ افعال۔ اور مسیح القلوب کے بڑے  
بیٹے ہیں۔ امر ایجاد کی رہنمائی سے عالم جوانی میں ہی ترک اور توبہ کی توفیق ہوئی تھی۔ آپ کا طریقہ سلوک  
خدا طلب ریاضت مندوں کے واسطے دستور العمل ہوا ہے آپ کے چوٹے بہائی شیخ فتح محمد ہیں۔  
فتح اللہ علیہ ابواب کل خیر کما فتح علی اولیائہ برخورداری۔ کامیابی۔ اداک۔ اور فراست  
کے آثار و احکام ان کی پیشانی سے بہت کچھ نمایاں ہیں۔ مصرع بادعش عمر شیخ المرسلین۔  
ایک شخص صوفی کر و علی عرب مسیح الاولیاء کے برگزیدہ درویشوں میں سے ہیں۔ ایک روز کہتے تھے  
ایک مدت تک شیخ عبدالستار نے۔ ریاضت کی غرض سے کمانے پینے کا راستہ اپنے اوپر روک دیا تھا۔ جب  
یہ خبر آپ کے والد ماجد کو پہنچی۔ تو ایک پیالہ شوربا کا دیکر مجھ کو پکے پاس بھیجا۔ اور دَمَا جَعَلْنَا هُمْ جَسَدًا  
لَا يَأْكُلُونَ الْقُلْعَامَ کے مضمون سے متنبہ کیا۔ اور سنون ریاضت کے واسطے پیغام فرمایا۔ جو  
افراط اور تفریط کے درمیان میں ہے۔ ناچار ہو کر اپنے یہ ارشاد قبول کیا۔ اور تھوڑا تھوڑا کمانا شروع کر دیا  
تا کہ تن گدازی کی مشق بھی قائم رہے۔ جو خاص آپ کی نیت تھی۔ اپنے ظاہری علوم۔ اور معنوی معارف  
کی اکثر تحفیں تو اپنے پدر بزرگوار کی خدمت سے کی ہے۔ اور ریاضی کے بعض فنون میں نیز اشکرا شہ

شیرازی کے شاگرد ہیں۔ جب میرزا شکر اللہ ملک فارس سے ہندوستان میں آئے تھے۔ تو چند سال  
برہان پور میں افاغہ اور افادہ کی انجمن گرم رکھی تھی۔ عبدالرحیم خان خانان ان ایام میں صوبہ دکن کے  
حاکم۔ اور چارون ارکان فضیلت کے مالک تھے۔ ایدہ مسیح الاولیا۔ ولایت معرفت کے والی۔ اور رسوم  
کثرت کے مٹانے والے موجود تھے۔ ان دونوں اصحاب کی محبت اور ہمسائیگی کے ذوق نے میرزا کو  
قیام برہان پور پر مجبور کیا۔ ہجری سنہ ایک ہزار بیس میں سپہ سالار کے ہم کاب دار السلطنت آگرہ کو چلے گئے  
اور بیان فرمان روا کے زمانہ کی ملازمت میں پہنچ کر ان کے اقبال کا درجہ۔ ترقی پا گیا۔ خدا عمر کرے۔

## یاد شیخ فیض اللہ نارنولی

آپ نے جب تک ترک و تجرید اختیار نہیں کی تھی۔ تب تک آپ خوراک حمالی کے ذریعہ سے ہم  
پہنچاتے تھے۔ ایک بارگی۔ آپ کو توفیق شیخ نظام نارنولی چشتی کے دربار میں موکشان لے گئی۔ بیان پر  
آپ لوازم ارادت بجالا کر شیوہ درویشی میں گرم ہوئے۔ اور پیر کی روشن تلقین کی امداد سے اپنے آبا و اجداد  
کا پیشہ ترک کر کے توکل کا خرقہ پہن لیا۔ ناگاہ ایک کبھی کے جمال سے دل بستگی پیدا ہوئی اور بڑھتے بڑھتے آخر کار  
اوس کے سودا میں بے خودی۔ گرفتاری۔ اور عاشقی کی نوبت بیان تک پہنچی۔ کنگ و ناموس کا خیال  
بھی پس پشت ڈال دیا۔ کبھی کا طبلہ اور سازنگی کندھے پر اٹھا کر ہمراہ رہنا لازم کر لیا۔ القصہ اسی شکل کے  
ساتھ آپ ایک روز پیر بزرگوار کی خدمت میں بھی پہنچے۔ چونکہ آپ عشق کی شورش میں محو۔ اور حسن کے  
ملاطم میں مضطرب تھے مجلس کی کیفیت معلوم نہ ہوئی۔ اور یہ نہ جانا۔ کہ میں کون ہوں۔ کمان آیا ہوں  
کس کے ہمراہ ہوں۔ کس کے سامنے کھڑا ہوں۔ میرا کیا طریقہ تھا اور اب کیا حال ہو گیا ہے۔ پیر بزرگوار  
یہ محویت دیکھ کر حیرت میں ہوئے۔ اور کہا۔ فیض اللہ۔ تم دور چلے گئے۔ اور دیر کر دی۔ اور بھول گئے  
لوٹ آؤ۔ ہماری یاد تم کو۔ اب تمہارے اوپر نہیں رہنے دیگی۔ یہ دل آویز گفتار سن کر معنوی دلدار کے  
قدموں پر سر رکھا۔ اور ایک عرصہ دراز تک خودی سے گزرے رہے۔ جب پیر ہوش آیا۔ تو سر اٹھا کر ارشاد  
پیر کے گردیدہ ہوئے۔ اور سلوک کا قدم بزرگون کے راستہ میں اتھکام کے ساتھ رکھ کر فریبی نفس کی لڑائی  
اور ہوسناک تن کے گھلانے میں مشغول ہوئے۔ رہنما پیر نے ان الفاظ کے ساتھ آپ کی دلاسا فرمائی  
جس گروہ والا معشوق کے ساتھ تم کو دل بستگی تھی۔ وہ گروہ واپسین نفس تک تمہارا مطیع فرمان رہے گا۔



چنانچہ آج کے روز تک کہ ہجری سنہ کچھ اوپر ایک ہزار ہین۔ گروہ مذکور آپ کی پرستاری میں اپنا مال و  
منال صرف کر کے آپ کی خوشنودی کا جو بیان رہتا ہے۔ خدا عمر کرے۔

## یاد شیخ نعمۃ اللہ شیخپوری

آپ۔ وحید العصر شیخ فرید گنجشکر کی نسل سے ہیں۔ نیز قرآن مجید کے حافظ۔ ارباب توحید میں منتخب  
اور ظاہری و معنوی مسالک کے واقف کار ہیں۔ آغاز جوانی میں حرمین شریفین کی زیارت کا شوق آپ کی  
آئینہ نما صاف طبیعت میں پیدا ہوا۔ تو والدین کی اجازت سے توکل اور تسلیم کو زاد راہ بنا کر دریا کے  
راستہ سے روانہ ہوئے۔ اور طواف حرمین سے زواہر شرفا سعادت حاصل کر کے قبول اہد  
اقبال دونوں پائے۔ چند سال بعد خبر یہ واہوں کے جہاز میں سوار ہو کر ہند کی طرف لوٹ آئے۔  
مذکورۃ الصدقہ بندر میں سیح الاولیا کے خلیفہ شیخ محمد نامی اس نواح کے لوگوں کی رہنمائی کے واسطے نام  
تھے اور ان کے دیدار سے آنکھوں کو منور کیا۔ جب مرشد کے اوصاف کا حسن شیخ محمد خلیفہ کی براہ نظر پر  
از راہ گوش۔ مہمان کے دل میں جاگزیں ہوا۔ تو دولت ملازمت اور سعادت پا بوسی حاصل کرنے کا  
و لولہ شورش میں آیا۔ بے اختیار صاحب خانقاہ سے۔ سفر پر ہان پور کی اجازت چاہی۔ جہاں سیح الاولیا  
کا ہدایت خانہ ہے۔ مقیم نے اس خیال سے۔ کہ چند روز کا توشہ ضرور ہونا چاہیے۔ کچھ نقد مسافر کی ہمت  
میں پیش کش کیا آپ کی ہمت نے اس کو منظور نہ کیا۔ اور کہا۔ مجھ کو آپ درویشی کے باسعادت گھر کی  
طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔ جہاں سب چیزوں سے زیادہ پسند چیز فقر اور نیستی ہے۔ لہذا یہی بہتر ہے  
کہ آپ میرے ہمراہ جو کریں۔ وہ تناعت کا توشہ اور توفیق کا نقد ہونا چاہیے۔ نہ کہ چند پتھر کر من بانہ کر  
دل کو دنیا کا صنم خانہ بناوین۔

القصد۔ و راستگی اور آزادی کی رفاقت میں آپ چل کر سیح الاولیا کی خدمت میں پہنچے  
اور نشاط دیدار پایا۔ چند روز گرامی صحبت میں رہ کر اذکار اور اشغال کی مشق کی۔ اور دانش و نبیشت۔ اور  
ظاہری و باطنی صفائی کا سرمایہ فراہم کر کے اپنے وطن کی اجازت لی۔ بالآخر حسب اجازت پیر۔ اپنا  
کمالاتی سامان بے شمار لیکر قافلہ معرفت کی معیت میں اپنے ملک کو چلے اکھڑے۔ والمنتہ کراچی  
آراستگی اور پیراستگی کے ساتھ ایک عمر کے انتظار کے بعد پیر بزرگوار کی قدم بوسی حاصل کر کے بہرہ یاب

ہوئے۔ اور اسی قدیمی باپ دادوں کے گہرین ایک مجرہ تجویز کر لیا۔ کتے ہیں۔ بہت سے ذی استعداد اور صاحب حوصلہ لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ چونکہ لوگوں نے آپ کی وفات میں آثار گنجشکری مشاہدہ کئے اس واسطے اس نواح کے تمام چوٹے بڑے آپ کی ولایت کے گرویدہ ہوئے اور فرید ثانی لقب دیا۔ خدا کرے۔ مبارک ہو۔

## یاد شیخ صالح حافظ

آپ خان محمد ابن تاج کے بیٹے۔ اور شیخ نور الدین ضیاء السد ابن حضرت غوث الاولیاء کے مرید ہیں۔ زاد بوم جانپانیر گجرات صلح اور صلح۔ نگہداشت اور برگزیدگی۔ طریقت کی طلب۔ اور طبیعت کی طرب۔ یہ تمام خوبیان آپ کے خمیرین داخل۔ اور سرشت کے اعتبار سے ملک کا حکم رکھتی ہیں۔ ملک علام کے کلام کی عبارت حفظ یاد ہے۔ اور اد۔ اذکار۔ اشغال۔ اور مراقبہ کی مداومت رکھ کر اپنے اوقات عمر زندہ رکھتے ہیں۔ ہمیشہ ربانی کلام کی تلاوت کرتے ہیں۔ جس کے سبب سے موسیٰ کی طرح کلیم اللہی خلعت زیب بدن ہے۔ روایت ہے۔ آپ کلمات عیسوی کے حافظ لافظ۔ اور ولایت موسوی کے والی ثانی ہیں۔ جبکہ آپ نے عاقل باغ ہو کر خدا طلبی کے راستہ میں قدم رکھا ہے۔ تب سے ہمیشہ سفر اور حضر میں شریعت کی صراط مستقیم پر چلتے رہے ہیں۔ اور ہمیشہ استقامت کے ساتھ توکل۔ اور قناعت کے ساتھ تسلیم۔ مد نظر رکھی ہے۔ چالیس سال تک عالم تجرد کا تاشا کیا۔ اس کے بعد محمود العاقبتہ شیخ محمود جلال شطاری کی خدمت میں رہ کر منڈو۔ (مانڈو) میں تاہل اختیار کر لیا۔ لڑکے ہو گئے۔ اور سامان خانہ داری ہی بزم پونج گیا۔ تقریباً پندرہ سال تک دار السلطنت آگرہ کے اندر اپنے پیر کی ملازمت میں رہ کر فقر و درویشی کے اسباب تحصیل کئے۔ جب پیر بزرگوار کا وصال ہوا تو روح پرفتوح سے اجازت لیکر منڈو (مانڈو) میں چلے آئے۔ بیان پر سفر کا خیال دل سے نکال دیا۔ گوشتہ نامزدی اختیار کیا۔ آپ کو چند اولیاء اللہ سے خرقہ ہائے خلافت حاصل ہیں انہیں میں تین خرقے حضرت غوث الاولیاء کے فرزندوں سے ہیں۔

(۱) اپنے پیر سے (۲) شیخ اکمل الدین برہان سے (۳) شیخ اولیس سے (۴) شیخ محمود جلال سے۔

(۵) شیخ انقلاب کی خدمت سے ابن اصحاب کے علاوہ دوسرے مشائخ کی طرف سے بھی درجہ مقبولیت

حاصل ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار یا تیس میں چالیس سال سے زیادہ عرصہ گزرا کہ آپ راقم  
گلزار کے ساتھ سفر میں رفیق شفیق - اور وطن میں ہمسایہ مہربان ہیں۔  
مصرع بمن تا عمر باشد بچنین باد۔

## یاد سید احمد قادری

آپ سیدالاولیاء جیلان کی نسل سے ہیں قدس سرہما آپ اپنے وقت کے پیشوا اور  
رہنما ہیں ظاہری علم کے بعد ضرورت حسبہ ملا ہے۔ شہر ٹانڈہ میں وطن اختیار کر لیا ہے۔ اور  
ہیلن والے آپ کے فیض پرورش سے روشن ضمیری حاصل کرتے ہیں۔ آپ کے درویشوں کے  
رہنے کی خانقاہ عرفان اور عبادت کا خزانہ ہے۔ خدا کرے۔ عمر ہو۔

## یاد حسین حسینی منڈوی

آپ الہ بخش حشتی کے بیٹے۔ اور سید علی حشتی کے مرید ہیں۔ جو چہ واسطے سے سید محمد گیسو دراز  
کو پونچتے ہیں۔ زاد بوم منڈو (مانڈو) ہجری سنہ نو سو اڑسٹھ میں پیرخان نے جو اکبر شاہی امرا کا عظمیٰ میں سے  
ہیں۔ اور مالوہ کو۔ اور پیردارا الخلفۃ منڈو (مانڈو) کو فتح کیا۔ یہ دستور ہے۔ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا خَلُوْا  
فَسَرِيَةً اَفْسَدُوْهَا شہر کے باشندے۔ مغلوں کے ڈر سے پریشان ہو کر باگے اس شورش میں سید کے پدر  
بزرگوار ہی اپنے فرزندوں سے کہیں علیحدہ جا پڑے۔ اور باوصف کوشش کے بھی ایک دوسرے  
کو نہ پاسکا۔ اس وقت آپ کی عمر دس برس کی تھی۔ اس کے بعد آپ کے بہنوئی شیخ فیروز نامی نے آپ کی  
پرورش کی۔ اس سبب سے رسمی فنیتیں آپ تحصیل کر سکے۔ جب زمانہ عقل و ہوش آیا۔ تو آپ کی بہن  
نے آپ کو کہ خدا کر دیا۔ اس اثنا میں خدا جوئی کا دلور آپ کو پیدا ہوا۔ مرید ہو گئے۔ مگر آپ کے پیر نے دینا  
سے جلد کوچ فرمایا۔ آپ کو پاس بڑھی۔ لہذا جمال الاولیاء شیخ محمود جلال شطاری کی خدمت میں پہنچنے  
علم طریقت حاصل کیا۔ جب پچیس سال کی عمر ہوئی۔ تو لوگوں سے کنارہ کر لیا حدود شہر کے کنارہ حجرہ بنایا

۱۵ بادشاہ جب کسی شہر (کو بزور فتح کر کے اُس میں داخل ہوا کرتے ہیں۔ تو اُن کا دستور ہے کہ) اُچس کو خراب

کر دیا کرتے ہیں ۱۲

آج کے روز تک کہ اٹھائیس سال ہوئے۔ توکل پر گنہان کی امیر یا فقیر جو کوئی آپ کی ملازمت میں جاتا ہے ایک پیالہ چہایج پیش کرتے ہیں۔ اس مدت میں کبھی دولت مندوں کے دروازہ پر نہیں گئے۔ لکڑی اور گمال جنگل سے لاکر فروخت کرتے ہیں۔ اور اس سے اپنے عیال و اطفال کا مصروفہ نکالتے ہیں۔ تمام سال روزہ رکھتے ہیں اور انظار کے وقت خشک روٹی کے ٹکڑہ سے روزہ کو وصل سے جدا کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بہت سے آثار ولایت آپ میں موجود ہیں۔ راقم ادکار مشائخ کے ہم عمر اور ہم ہم ہیں۔

مصروع خدا بر عمرش افزونی فرستاد

## یاد شیخ بابو ابن جیون ابن بھائی خان بھلیم

آپ سید اجن ابن شاہو کے مرید ہیں۔ نیز شاہ عالم بخاری گجراتی کے پوتوں میں سے ہیں۔ عمیق فروش کے لڑکے ہیں برہان پور میں چند روز اسی پیشہ سے زندگی گزارے۔ اس کے بعد ایزدی جذبات کے سبب سے فقیری لباس پہن لیا۔ جو گیہ رنگ کے کپڑے رکھتے تھے۔ کمانے کی قسم کی کوئی چیز اپنے کچھول میں بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ نیستی کا کلیان۔ تواضع کے بارے میں دبا رہتا ہے از روئے تعظیم کتے سے بھی لفظ جمع کے ساتھ ہی خطاب کیا کرتے تھے۔ ذرات کائنات کے ساتھ ادب سے رہتے تھے۔ ایک روز آپ سے ایک سحر مہ نے اعتراض کیا۔ جب آپ گفت و گو میں کتے اور آدمی دونوں کو لفظ جمع کے ساتھ بولتے ہیں۔ تو بس ان دونوں کے مرتبہ میں آپ کے نزدیک کوئی فرق نہیں پھیرا۔ اس طرز سے حفظ مراتب کی رعایت نہ رکھنے کی بو۔ سننے والوں کو آتی ہے فرمایا جمع کے مقام پر کوئی فرق نہیں ہے۔ حفظ مراتب کی رعایت جو کچھ ہے فرق کے ہی مقام پر ہے ہیئت۔

اگر در نقش خوبان چین و چنگل

محقق همان میند اندر ابل

اور یہ اعتراض صرف لفظ جمع پر وارد ہوتا ہے۔ اور اگر دونوں کلام کے مجموعہ پر۔ اور ادن کے مقاصد پر نظر کی جاوی۔ تو لامحالہ کوئی فرق نہیں ہے۔ حسین مظاہر کے نظارہ میں آپ کو فرو آیا کرتا تھا۔ ادنیٰ حسن صورت پر آپ کا دل ٹھکانے نہیں رہتا تھا چند سال تک آپ سفر میں اور حضرتین راقم کے ہم دم رہے تھے۔ عرس و سماع کے ہنگامہ سے۔ رقص و جشن کے معرکہ سے اور حسینوں کی مجلس سے آپ کو بڑا ہلاکت کر یا زنجیرون میں باندھ کر بھی ہم باز نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور ہمیشہ آپ کی صحبت سے دست

خوش وقت رہتے تھے۔ مہر ع وقت اور خوش باد وقت ما خوش ست۔

## یاد زندہ حاجی

آپ ذی عقل مجذوب شیخ معروف دہاروال کے مرید۔ اور پاپیک رامراج کے بیٹے ہیں جو بیجا نگر کا راجہ تھا۔ بیجا نگر ایک بڑا شہر ہے اخیر حدکن پر ملک سرانڈیب سے ملا ہوا۔ جس سال میں شاہ احمد نگر حسین نظام الملک نے رامراج کو مار ڈالا۔ اور ملک لوٹ لیا تھا اس سال میں آپ خرد سال تھے قید میں جا پڑے۔ اور مشیت ایزدی نے آپ کی پرورش چند گہون کے ذریعے مقرر کی جب آپ حد بلوغ کو پہنچے۔ تو بند و چیمون میں نوکر ہو گئے۔ یہاں محنت معلوم ہوئی تو فقر کی پناہ میں باگ کر گس بیٹھے۔ دار الملک کجراتی کی آستانہ بوسی سے شرف پایا۔ قصبہ دہار مالوہ میں آئے شیخ معروف سعد اللہ چشتی کے مرید ہوئے۔ پھر پیر سے آسودگان ہند کی زیارت کے واسطے اجازت لی۔ اور اس شرف سے مشرف ہو کر لوٹ آئے۔ ہجری سنہ نو سو ستاون میں پیر کے ساتھ سفر حجاز میں جانے سے معذور رہے۔ لہذا پیر کی اجازت سے راقم کی ہمراہی قبول کی۔ ایک عجیب مزہ دار آدمی ہے۔ اپنے تین ساتوں ولایت کا بادشاہ سمجھتا ہے۔ اور اس سمجھنے پر ناز کرتا ہے۔ کسی شخص کو مرتبہ میں اپنے سے بڑا تصور نہیں کرتا۔ سب کو پست نظر سے دیکھتا ہے دنیاوی سربر آوردہ لوگوں کے سامنے سر نہیں جھکاتا ہے۔ کسی طرح سے ہی لقمہ ہم پونچاتا ہے۔ گفتار کبھی وحشت اور کبھی نشاط پیدا کرتی ہے۔ پریشان گوئی میں بھی نفس الامر کی خبر ملتی ہے۔ بے نیازی میں بناوٹ نہیں ہے۔ جب راقم آپ کے حالات قلم بند کر رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ لکھے جانے کے قابل بزرگوں کے حالات ہوتے ہیں۔ حالات لکھے جانے سے ہم بزرگ نہیں ہو سکتے۔ اور کاغذ پر سوار ہو کر شمسواروں کے ہم رکاب نہیں ہو جائیں گے۔

مہر ع نصیبش باد پندارے کہ وارد دے

## یاد شیخ عبداللہ مجذوب تباری بغدادی

آپ کے اقوال اور افعال۔ ہوش اور دیوانگی کے ہاتھوں کشاکش میں رہتے ہیں اور آپ کا دلغ مستی اور ہوشیاری کی آمد و رفت کے لئے سراے ہے۔ آپ دولت پرست زمانہ ساز لوگوں سے کوئی تقدیر کر

بار اسلمن نہیں اٹھاتے۔ اور اپنی نیاز و آرزو کے چہرہ سے نقاب نہیں اٹھنے دیتے۔ کلام مجید کی تلاوت میں خوشی کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔ قرآن کا ترجمہ کبھی کبھی عبارات میں جو نظم قرآنی سے نزدیک ہیں۔ اور کسی قدر ایسے اشاروں میں جو فہم سے بالکل دور ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔ شیخ محمد برقع پوش کے مرید ہیں۔ جو سید محی الدین جیلانی قدس سرہ کی نسل سے تھے۔ جب بغداد سے ہند کی طرف آئے۔ تو ایک مدت تک سیالکوٹ میں۔ اور چند روز فتح پور میں بسر کی۔ سخن کوتاہ ہجری سنہ نو سو چالیس کے اندر قصبہ دسور (مندسور) میں پہنچ کر حجرہ اقامت تجویز کیا۔ کہتے ہیں۔ ایک رات ایک حسین و جمیل عورت اس ارادہ پر۔ آپ کے مکان کے صحن میں پہنچی۔ کہ شیخ کی خلوت میں جاوے۔ اور ہوا دوس کا پیانا۔ شہوت کی شراب سے لبریز کر کے کام دل حاصل کرے۔ کیا دیکھتی ہے۔ ہر ایک سمت سے کچھ لوگ بالکل کشتہ اور چند اشخاص نیم کشتہ۔ خون نشان زخم کھائے ہوئے پڑے ہیں۔ سر سے پانوں تک لرزہ پیدا ہوا۔ بیان تک کہ ٹوک کر کے بدون صحن کے اندر ایک قدم بھی نہ رکھ سکی۔ پھر دس روز آئینہ سے رنگ صاف کر کے۔ پاک دل کے ساتھ آپ کی ملازمت میں گئی کسی قسم کی زحمت نہ دیکھ کر مجلس میں جا پہنچی۔ آپ نے فرمایا۔ کل کی رات جو وحشت اور آشوب کا سامنا تھا۔ یہ نفسانی دوس اس کا عکس تھا۔ اور آج کے روز جو دیدار کی حلاوت۔ اور خاطر کا آرام حاصل ہے۔ یہ تو بہ اللہ شیبانی کی صورت ہے۔ لہذا حکم ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ تک آپ کے وجود سے شہر والوں کے دل سعادت کے ساتھ آباد ہیں آرزو یہ ہے۔ کہ **أَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَعَلَّكَ فِي الْآرْضِ** آپ کی حیات میں اثر بخشنے۔ پیت

نیمی بدست مستی و نیمی بدست ہوش

خوش قسمت است ہستی اور ابدور عشق

## یاد شیخ چندن

آپ کی زاد بوم لاہور ہے۔ شروع شروع میں صابون فروشی سے آپ اپنی قوت بہم پہنچاتے تھے۔ جب خدا طلبی کی روشنی روز افزون بڑھتی گئی اور اس نے بالآخر دل کو سر سے پانوں تک گھیر لیا۔ تو اپنے صابون فروشی سے قطعی ہاتھ اٹھا کر درویشی اور بے سببی کا گریبان پکڑا۔ لیکر ایک

۱۲ لیکن جو لوگوں کے کام آتا ہے وہ زمین میں ٹھیرا رہتا ہے ۱۲

ایسا اتفاق پیش آیا۔ کہ ازلی ہدایت اور آسمانی کرشمہ کے بموجب آپ وطن سے کوچ کر کے شہر بردوان میں چلے آئے۔ جو سوہ بنگالہ کا باعث رونق گویا نگینہ ہے۔ اور شیخ بہرام سقا کے روضہ کے برابر میں ایک سخن کے اندر عبادت کے واسطے مقیمانہ بیٹھ گئے۔ لیکن ہمیشہ دل میں یہ آرزو آیا کرتی تھی۔ کہ میان پر کوئی درخت ہوتا۔ جس کے سایہ کے اندر کبھی آفتاب کی گرمی سے بچنے کا موقع ملتا۔ چند روز بعد اس سرزمین میں ایک پودہ اُگا۔ اور وہ زمانہ کی پرورش سے سایہ دار درخت ہو گیا۔ آپ نے اُس کی جڑ میں ایک دالان بنایا۔ پھر اسی طرح ایک ایک درجہ کے دالان کی عمارت بلند ہوتی چلی گئی۔ چنانچہ اب بیٹل سیدھیان چڑھ کر اوپر پہنچتے ہیں۔ آپ نے اُس جگہ اپنی قبر بنالی ہے۔ اور ہر شب جمعہ کو اوس کے اندر گتے ہیں اس اُمید پر۔ کہ اسی شب کے اندر جانا نصیب ہو جاوے۔

رفیق دہاے راست روان۔ عزیز خاطر ہاے خداجویان میر فروری کا بیان ہے۔ ایک روز میں آپ کی ملازمت میں پہنچا زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ دو سہ روز وہاں جانے سے میں اپنے تین صبیحین کر سکا۔ لہذا بے ارادہ اُس جگہ گیا۔ چونکہ صدرالذکر مقام مظاہر جمیلہ اور شاہد ان دل ربا کا گرا گاہ ہے۔ لہذا نظریں گرمی پیدا ہوئی۔ اس اثنائے اپنے فرمایا۔ شروع زمانہ میں جب میں نے یہ گوشہ اختیار کیا تھا۔ تو بہت سے نظر باز بوالہوس لوگوں کو درویش کے موجود ہونے سے اس چستان میں آنے کا ہمانہ ہو جاتا تھا اور بندہ کو ہمیشہ اس سبب سے خجالت ہوتی تھی۔ کہ میں ایسا نہ ہو۔ تا شائی آنے والوں سے کوئی نام نہا۔ حرکت سرزد ہو جاوے۔ جو آخری حساب گاہ کے اندر جواب دہی اور گرفتاری کا سبب ہو۔ چونکہ مبدوء کے ساتھ خیر لگی ہوئی ہے۔ نسبتی شر کو باز رکھ کر مجازی نظر بازوں کو توبہ اور نیکی کی توفیق نے شرف سعادت بخشا۔ راوی کا بیان ہے۔ یہ تقریر سنکر انفعال کے سبب میرے چہرہ پر آثارِ پشیمانی ظاہر ہوئے جب میری صورت حال سے اپنے اندر دنی مخفی بات معلوم کی۔ تو فرمایا۔ سخن معترضانہ نہیں کہی گئی ہے۔ اور دیکھنے دیکھنے میں بہت فرق ہے مصرع نازنین جسد نازنین مبینہ :

القصدہ اس طرز کے ساتھ تسلی بخشی۔

کم و بیش چالیس سال اسی گوشہ میں توکل تسلیم۔ طاعت۔ اور طہارت کے ساتھ گزارے۔ کسی شخص سے کسی قسم کا نقد۔ اپنے اختیار سے نہیں لیا۔ اس سبب سے لوگ نذر کا نقد اور جنس

دالان کے صحن میں ڈال آیا کرتے تھے۔ اُس کو اگر کوئی اٹھالیتا تھا تو کچھ پوچھ پچھا نہین ہوا کرتی تھی اگر اتفاقاً آپ کو بھی کوئی ضروری احتیاج پیش آجاتی تھی۔ تو دالان پر نظر ڈالتے تھے۔ اور وہاں کی چڑی ہوئی چیز سے مایحتمان رفق کر لیا کرتے تھے۔ خدا عمر کرے۔

## یاد شیخ تاج

آپ کی زاد بوم فتح آباد ہے۔ تقدیری کرم سے آپ شہر ٹانڈہ میں سامان اقامت لے گئے سلطان محمود فتح آبادی کی نسل سے اور سلطان غیاث بنگالہ کے ہم عصر ہیں۔ اور سلطان غیاث شہر ہیں۔ جن کے نام خداوند سان الغیب خیرازی نے ایک غزل بھی تھی یہ دو بیت اسی غزل کی ہیں

اکش کاروان حسن بربنجالہ میرود

آن چشم جادو از عابد فریب بین

زین قند فارسی کہ بہ بنگالہ میرود

شکر شکن شونڈ ہمہ طوطیان ہند

آپ کے کسی قدر حالات اس طرح پر ہیں راہ و روش سنجیدہ۔ اور ماند لہو و پسندیدہ ہے۔ مشائخ زمانہ کی بارگشت آپ کی تلقین و رہنمائی کی طرف۔ اور دلدادگی۔ آپ کی مصاحبت اور ملازمت پر بہت کچھ ہے۔ توکل کو بیٹا کے ساتھ اس طرح فراہم کیا ہے کہ آپ کا تمام زمانہ ان دونوں طریقوں کے بارہ میں خرق عادت سے منسوب ہے۔ خدا عمر کرے۔ مصرع توکل جند اتان سرش باد؛

## یاد شیخ ہمایون مجذوب باری

آپ۔ افغانان سور کے گروہ میں سے ہیں۔ عمر انسی سے اوپر نکل گئی ہے۔ آپ کی بلودگی میں بہت ہی شہرہ ہے۔ گفتار تقدیری نسخہ ہے۔ اور موثر انفاس میں اثرات اُس سے زیادہ ہیں جو محرمین آسکین۔ چھری سنہ ایک ہزار پندرہ میں انصاف روزگار مقبول دلہا کے کامگار میر محمد اشرف فروغی ابن نظیر الدین علی اشرف بلخی کا گزشتہ دور (مانڈ) کی طرف ہوا تھا۔ ایک روز بیان کیا۔ فروغی۔ شہر ہار میں اسی مجذوب کی خدمت میں گیا تھا۔ آپ ایسی مہربانی اور عطوفت سے پیش آئے۔ جس کی امید مجذوبوں سے نہیں ہو سکتی ہے۔ میرے دل میں سفر کا ارادہ معم تھا۔ اپنے صلحت کے ساتھ منع فرمایا۔ آپ کے پیروی لوگوں کی زبان زد نہیں ہیں۔ اکثر حالات میں آپ مدناک نغمہ کرتے رہتے ہیں۔ جس سے



عام سننے والوں کے ہوش جاتے رہتے ہیں۔ اور محویت پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا عمر کرے۔

## یاد شاہ عمیر خوشی گری

آپ چشتیہ سلسلہ میں مرید۔ اور اصلی درہمی علوم کی کوٹھی ہیں۔ خانقاہ و مدرسہ ہی رکھتے ہیں جس صوبہ کے اکثر لوگ علمی اور عملی معاملات میں آپ کے فرمانے پر کام کرتے ہیں۔ آپ کے جاذبہ کے زور سے شہر والوں کے دل کی کشش ہمیشہ آپ کی مجلس کی طرف رہتی ہے۔ جو لوگ آپ کی خدمت میں کھڑے رہتے ہیں وہ آپ کی بزرگی اور خرق عادت کی بہت سی باتیں بیان کرتے ہیں۔ دیروزہ گرازاہہ دلان میر فروری اشرف کہتے تھے۔ مولانا مغیث کا کوئی نسل کا ایک جوان میرے ہمراہ تھا۔ جب شاہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ کی ملازمت سے اس کو ایسا ذوق حاصل ہوا۔ کہ وہ میری ہمراہی سے رہ گیا۔ توڑے ۶ صیر میں آپ کی فیض رہنمائی سے انسانی کمالات حاصل کر کے بہرہ یاب ہوا۔ خدا عمر کرے۔

## یاد شیخ جمال سیابانی

آپ اعلیٰ پور بنگالہ میں گوشہ گزین ہیں۔ دنیا کے علم اور زبانی محاورات سے اس قدر وقفیت ہے۔ کہ دینی مطالب اور دنیاوی مقاصد۔ صحیح صورت کے ساتھ ذہن میں آجاتے ہیں۔ بہت مدت تک آبلوی سے علیحدہ ہو کر صحرائی جان داروں کے ساتھ نشست برخواست رکھی۔ بیان تک کہ ہر ایک کے ساتھ باہم آرام کا داد دستہ تھا۔ اور نیز وہ آپ کے رام تھے۔ جب ایزدی سما کی تجلیات سے حسب فرمان صورت علیہ۔ یہ جذبہ ہوشیاری کے ساتھ تبدیل ہو گیا۔ تو اپنے سلوک کے راستہ میں قدم رکھا۔ اور لوگوں کے ساتھ محبت رکھنے سے جو ناگوارائی تھی۔ وہ دور ہوئی۔ اس سبب شہر کے کنارہ آپ نے مکان تجویز کیا۔ میر فروری اللہ جل شانہ اپنا فروغ ان کے راستہ کی شمع بناوے۔ ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ میں رات سہ گھنٹہ سے ملائی ہوئے تھے۔ جب یہ خبر میر صاحب کو ملی۔ کہ میں خدا پرستوں کے حالات لکھ رہا ہوں۔ تو جن چند باصفا درویشوں کی ملازمت سے میر صاحب اٹھائے سیاحی میں بہرہ یاب ہوئے تھے۔ ان کے حالات بیان کرنے کی تحریک میر صاحب کو ہوئی۔ بیان کیا۔ شیخ سیابانی نے ایک خوش رنگ بلی جکود دی تھی جس کو میں سفر ادھر حضرت کے اندر اپنے ساتھ رکھا کرتا تھا ایک سال جکود

غازی کہتے کی طرف جانے کا اتفاق ہوا۔ اس راستے میں شیر کا خوف بہت تھا۔ پشیمان ہوا۔ رات کو خواب میں دیکھا شیخ نے مجھ کو چند نصیحتیں ایسی نصیح البیان سے فرمائیں۔ جس کو نصیحا سے زمانہ کی عبارت آرائی میں پہنچ سکتی ہے۔ پھر فرمایا۔ آزمودہ کار قافلہ والوں سے یہ بات کان میں بڑی ہوئی ہے کہتے ہیں۔ جس راستے میں شیر کا خوف ہو۔ اُس راستے میں بلی کو ہمراہ رکھنا چاہیے۔ جب تم کو یہ فہم حاصل ہے۔ تو شیر کی طرف سے خوف نہیں کرنا چاہیے۔ آخر کار میں اُس کے دو سکر روزہ راستے امن کے ساتھ طے کر کے خیر و عافیت سے مقصد کو پہنچ گیا۔

## یاد شیخ الہدایا ساکن ٹانڈہ

آپ چشتیہ سلسلہ میں سے ہیں۔ کتابی علوم کی سمجھ آپ کو اُس قدر حاصل ہے۔ جس سے اعتقاد اور عبادت کی درستی ہو جاوے۔ ابتدا سے حالات میں آپ کو جذبہ تھا۔ اب سلوک میں آکر شریعت اور طریقت کے عقائد سے آراستگی ہو گئی ہے۔ لوگوں کو آپ کی صحبت میں دلچسپی ہے۔ اور آپ کو لوگوں کے اوپر مہربانی بہت کچھ ہے۔ خدا عمر کرے۔

## یاد شیخ کرم اللہ ملتان

آپ سہروردیہ سلسلہ میں شیخ داؤد ملتان کے مرید ہیں۔ شروع شروع میں آپ کا سلوک جذبہ کے لگاؤ سے خالی نہ تھا۔ حسین مظاہر پر نظر رہتی تھی۔ صورت داروں کی خوشی بیان تک مد نظر ہوتی تھی۔ کہ اپنی شیخی کی طرف قطعی نظر نہیں کرتے تھے۔ بالآخر آپ اپنی زاویہ سے شہر ٹانڈہ کی طرف چلے گئے۔ بیان کے لوگوں کی دوستی دامنگیر ہوئی۔ ناچار سامان اقامت کھول دیا۔ اس صوبہ کا جاگیردار راجہ مان سنگھ کچھواہہ تھا۔ اس نے آپ کی بہت کچھ عزت اور تعظیم کی۔ اس وقت آپ کے پاس شہر مذکور میں اکابر و اصاغر کی رجوعات ہے آپ کے شیرین حالات بہت سے ہیں قلم ان کے بیان سے عمدہ برائیں ہو سکتا ہے۔ خدا عمر کرے۔

## یاد شیخ گدائی پانی پتی

آپ کو آغاز جوانی میں خدا جلہی کی شورش۔ اور دریافت پیر کا شوق ہوا جس نے آپ کو وطن سے

جہان پیمائی کے جنگل میں نکال کٹا کیا۔ جب آپ کا گریبا میرین ہوا۔ تو جس کسی کے منہ میں زبان گویا تھی۔ اُس سے آپ کے کان میں یہی آواز پہنچی۔ کہ آج کے روز رہنمائی اور خدا شناسی کی روشنی سید حسین کے حالات سے عیاں ہے جو خواجہ عمر بال ہتی کے جانشین ہیں۔ رحمہما اللہ

بلے باشد شنیدن تخم دیدن

بدین میلش افتاد از شنیدن

آپ نے نہایت خواہش کے ساتھ ملازمت میں پہنچ کر اولین دیدار میں ہی رسم ارادت ادا کی۔ چند روز بیہر کی خدمت میں رہے آخر کار پیر کی اجازت سے سفر کے واسطے کر باندھی۔ کم و بیش بیس سال ہوتے ہیں کہ قصبہ برادرہ کی مسجد میں آگر گوشہ گزین ہیں۔ قصبہ برادرہ دسور (منڈسور) کے پرگنات میں ہے راقم نے ہجری سنہ ایک ہزار چودہ کے آخرین حصہ میں آپ سے ملاقات کی تھی۔ اور حالات بھی ٹوٹے تھے ایک مجذوب پایا محفوظ الاوقات لیکن گانون دوائے آپ کی خرق عادات بہت کچھ بیان کرتے ہیں نبجوان کے یہی بیان کیا۔ ہمارے آموں کے باغ میں ایک درخت جس نے چالیس سال کے اندر ایک پہل ہی نہیں دیا تھا۔ ایک روز ہم لوگ نمبردار کی کنے سے اُس کے کاٹنے کے واسطے گئے شیخ کو بھی خبر لگی۔ کہلا بیجا۔ کہ اس سال کاٹنا ملتوی رکھو۔ اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حکم سے یہ درخت اس سال پہل نہ لاوے۔ تو آئندہ سال کاٹ ڈالنا کہتے تھے۔ اس درخت نے اسی فصل میں دو سو درختوں سے زیادہ پہل دئے۔ اُس تاریخ سے اس درخت کے آم فقرا کے واسطے وقف ہیں القصدہ جو بات باشدگان و یہ کی زبانی سنی تھی لکھدی۔ بیت

از نسیم نفسش تا با بدخسرم باد

نخل وجدان و ہنال طلب و شاخ بقا

## یاد شیخ بر خوردار گجراتی

آپ۔ صاحب تجرید و تفرید ہیں ہمیشہ سیاحی میں زمانہ گزارتے ہیں۔ اکثر مختلف ادیان کے اصول اور فروع سے واقف ہیں باور دیگر مذاہب والوں کی تحقیقات کے اندر سچ سمجھ کے ساتھ آمدورفت رکھتے ہیں۔ ہجری سنہ نو سو بانوین کے آغاز سے راقم کے دل میں اس باصفادات کی ہشائی کی بنیاد و احکام کے ساتھ رکھی گئی ہے۔ اتفاقاً ہجری سنہ ایک ہزار بیس میں آپ حاجی پور پٹنہ سے میرا کرتے ہوئے شہر بہان پور کی طرف جاتے تھے۔ اس سلسلہ میں ماہ صفر کی چاند رات کے روز آپ کا گواہ

مشکو (مانڈو) میں ہوا۔ قدیمی یگانگی کے سبب فقیر کی مسجد میں اترے۔ محبوب القلوب شیخ و اور شطار  
 جی ان ایام میں اسی حجرہ کے اندر عبادت اہل دیانت میں مشغول تھے۔ ایک رات چند تو نگر اور  
 درویش حجرہ مذکور میں حاضر تھے۔ چونکہ شیخ پر خور و ازبچگانہ فرائض ادا کرنے کے پابند نہیں تھے۔ لہذا  
 حاضرین میں سے ایک شخص نے نصیحت آغاز کر کے بہت کچھ بیوقتی باتیں کہیں۔ آپ نے جواب  
 دیا۔ کہ مجھ کو اپنی حالت معقول بنانے کی طاقت نہیں ہے۔ اور تم کو بھی ان مقدمات کی قابلیت  
 کی قوت اور طاقت نہیں ہے۔ لہذا یہی بہتر ہے۔ کہ اس قسم کی گفت و گو کا دروازہ مقفل رہے میرے  
 گناہ پر تمہاری گرفت نہیں ہوگی۔ اور آئیہ کریمہ دکلا زور و اذراۃ و دسراۃ خرمے کا ترجمہ اس ذیل  
 کے مطلع میں پڑھ کر سنایا حافظاً۔

اگر گناہ دگران بر تو نہ خواہند نوشت

عیب زندان کن ای زاہد پاکیزہ شرت

فقیر ہی اس باب میں زبان حکمت بیان سے معترض ناصح کی تقویت کرتا تھا۔ القصہ اگر چہ ظاہری  
 صفائی اور شگفتگی کی نگہبانی بہ تکلف کی گئی۔ لیکن حاضرین انجمن کے دل میں دوسرا ہی رنگ پیدا ہو گیا  
 تھا۔ بقیہ شب شورش میں گزری۔ علی الصباح اس ارادہ پر کہ دل کا میل صاف کیا جاوے۔ راقم نے  
 تذکرہ مشائخ علیہم الرحمۃ کو لکر پڑھنا شروع کیا۔ اولین صفحہ کے آغاز میں شیخ شرف الدین ابو علی قلندر  
 کا ماجرا نکلا۔ جس کو شیخ شرف نے اپنے مقامات کے بارہ میں اس طرح پر لکھا ہے۔

ایک روز شیخ نظام الاولیا سے میری ملاقات ہوئی۔ اتفاقاً اس روز شیخ کی ایک نماز

فرض قضا ہو گئی تھی۔ اور اس سبب شیخ کے مزاج میں عصبہ اور غم کی موجیں کی موجیں  
 آتی تھیں۔ یہ آگاہی دینے کے واسطے۔ کہ میری فرض نماز قضا ہو گئی ہے۔ شیخ نظام الاولیا

نے ایک ہندی بیت اس مضمون کی پڑھی کہ مجھ کو مجبوزا کے ساتھ ایک لحظہ کی بھی جلدی  
 بے انتہا بے آرامی کے شکنجہ میں دباتی ہے۔ افسوس ہے ان لوگوں کی جان پر۔ جو

ہمیشہ دوری میں خاک خواری پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور جنہوں نے بیکاری کو اپنا شغلاً  
 بنا لیا ہے۔ چونکہ مہر و آشنا کی طرف سے رخ پیر لپنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ لہذا شورش

عشق سے مجبور ہو کر مینے ہی ہندی عبارت میں ایک بیت کہی۔ جس کا مضمون

یہ ہے۔ کہ تمہاری انگشت۔ خون وصال کے نمک سے آشنا نہیں ہے۔ نہ تمہاری نگاہ  
 کا آئینہ اُس جہاں سے انعکاس قبول کرتا ہے۔ کیونکہ ایسے صاحبِ کمالات کی باتوں کا  
 رنگ ڈھنگ کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ دوئی کی بوجہ جان والوں کے دماغ میں نہیں آتی  
 ہے۔ میں اُمیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ اصل شانہ تم کو ذرہ برابر اپنی محبت کا سوز عطا  
 فرماوے۔ اسی رات آتشِ عشق مشتعل ہوئی۔ بیان تک کہ سوختگی کے آثار شیخ کے  
 جسمِ اقدس پر دیکھے گئے۔ اور کسی تدبیر سے دل میں صبر نہیں آیا۔ میر خسرو یہ حال  
 دیکھ کر سخت بیتاب ہوئے۔ معذرت کے طور پر ایک رنگین غزل کہی۔ اور اس بچارہ  
 کو سنا کر دعا کے لئے عرض کیا۔ بالآخر اسی دم ایزدی بخشش نے شیخ کے باطن میں تکمیل  
 اور ظاہر میں تسکین بخشی۔

باقی شیخ شرف کے حالات فریفتہ اُن کے ذکر میں لکھے گئے ہیں مطالعہ میں آدین گئے۔  
 اس ہوش آفرین بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو چاہیے۔ اولاً اپنی آنکھوں کو دوسروں کی  
 عیب بینی سے بند کرے۔ پھر ہر بینی کی عینک اُن آنکھوں پر لگا کر چھوٹا سا ہنر ہی۔ جو خطا غبار کی طرح  
 افعال کے ورقوں پر لکھا ہوتا ہے۔ خطا جلی کی مانند بڑا کر کے دیکھے۔ بالخصوص اُس گروہ کے حالات  
 کا مشاہدہ جو پیشینہ پوش اور از خود رفتہ معلوم ہوتا ہے۔ تجسس کی نظر سے نہ کرے بلکہ اعتقاد اور حسن ظن  
 کی نظر سے دیکھے۔ اور دکھاوے۔ امید ہے۔ کہ ایسی نظر برادرانِ طریقت کی اندرونی اور بیرونی شہادتوں  
 کا سرمایہ ہو کر عقل اور اعتبار کی جلا اور رونق کا باعث ہوگی۔ اور جو شخص سوختگان ایزدی محبت کے اسرار  
 کی نسبت حسن عقیدت اپنے دل کے اندر استواری کے ساتھ قائم کرے گا۔ وہ شخص تو فیق کی برکت  
 سے۔ اپنی دو جہان کی مرادات میں کامیاب ہوگا جس کی کسی کے دل میں اُنجھے ہوئے بالوں والے  
 درویشوں کی نسبت ناقص اندیشہ پیدا ہو۔ اُس کو چاہیے۔ کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ جل شانہ سے پناہ  
 مانگتا رہے۔ اور پناہ باطن اس تیرگی سے توبہ کے پانی اور پشیمانی کے آنسوؤں سے دہوتا رہے  
 تاکہ یہ فعل سوز خاتمہ سے اُس کی نجات کا سبب ہو۔ اور اس عذر پذیر گروہ کے مقابلہ میں۔ قیامت کے  
 روز عند گوئی کے دست آویز ہاتھ آوے۔

طالبانِ صحبت کو واضح ہو۔ کہ گڈڑی پوشوں کی مصاحبت میں سلامتی کے ساتھ رہنے والوں کی

شاہراہ یہ ہے کہ اگر خاکسارانِ نیتی کے ساتھ نشست و برخاست کی خواہش کسی شخص کے دل میں استحکام کے ساتھ قائم ہو۔ تو اُس کو چاہیے۔ کہ اولاً محبت کی فون کو عقل اور خیال کے شکر پر غائب اور فتح مندر کرے۔ جس کو حقیقی تمیز پر مطلق نگاہ نہیں ہے۔ اس فون کشی میں خیر اندیشی کے شکر سے کمک مانگے اور اس فون پر نگرانی بھی درکار ہوگی۔ سو یہ کام۔ لوگوں کے اخفائے حالات سے بیوے دوسے **حُبُّكَ الشَّيْءُ بَعِيٌّ وَيُعِيْمُ** کے دریا میں غزلیق ہو کر دستِ ہم نشینوں کے عیب دیکھنے اور سننے سے اپنی آنکھوں اور کانوں کو بینائی اور شنوائی کے فعل سے معزول کرنے۔ کیونکہ یہ جماعت باطن میں جلال۔ اور ظاہر میں جمال رکھتی ہے اور ایسے مظاہرین جلالِ ظہور کو۔ اور جمالِ بطون کو چاہتا ہے۔ دراصل ان کی صحبت کی مثال۔ پتھر اور لوہے کی مانند ہے۔ کہ اگر کوئی رگڑ یا ٹکڑ۔ درمیان میں نہ لگے۔ تو شعلہ نہ اُٹھے۔ اور الحیا و بالعدا اگر صورتِ صحبت برعکس پیدا ہوئی تو جہل جانے کے خوف کے سوا۔ کوئی فائدہ کسی قسم کا نہیں ہے۔ حافظ

خاکسارانِ جہان را بجز قارت منگر | تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

پس معصاجت کے اندر صحیح و سالم رہنے کی صورت اگر ہے۔ تو اصحابِ مجلس کی رضا اور تسلیم میں ہی ہے۔

آتشے را کند گے تسلیم | داغ غرود و بارغ ابراء تسلیم  
دل قوی کیے کند ز رحمت و بہیم | جز شراب و فسج تسلیم

آن شرابے کہ اولیا سازند  
از شفا خانہ رضا سازند

القصہ اگر دو مصاحب باہم موافق ہو جادین تو الحمد للہ و المنة انہ اگر مقابل ہوں۔ تو اس صورت میں نجات کی شکل یہ ہے۔ کہ انصاف کر کے اپنی حقیقت حال پر واقف ہوں۔ اس میں میلان میں جزا شت ہے۔ اُس کو شکر خدا بجا ناچاہیے۔ کہ ایسے پسندیدہ بہدم کی نعمت سے مشرف ہے۔ اور جو خوب ہے۔ اُس کو صبر کرنا چاہئے۔ کہ وہ الکی مشیت سے ہم نشین کی بلا میں مبتلا ہے۔ اس طریقے سے دونوں مصاحب۔ ایک دوسرے کی صحبت سے خوش اور نیز سود مند رہیں گے۔ اسی قسم کی ایک حکایت جو مناسب مقام ہے۔ مدارک سے نقل کی جاتی ہے۔

کان عمران الخادی من آدم بنی آدم نزا و جنة  
 من اجلهم فلما نظرت الیه فقالت  
 انی وانک من اهل الجنة قال فکیف  
 قلت انک درزقت مثلے وشکرت  
 وانی سزقت مثلك وصبرت والجنة  
 موعودة للشاکرین والصابرین -  
 عمران خارجی گندمی رنگ وال نبی آدم تھا۔ اور اس کی عورت  
 جمیل ترین نبی آدم تھی۔ جب اس عورت نے اپنے شوہر  
 کو دیکھا۔ تو کہا۔ میں اور تم دونوں اہل جنت ہیں۔ عمران نے  
 یہ کیونکر عورت نے کہا۔ مجھ جیسی سینہ تم کو دی گئی اور  
 تم نے شکر کیا۔ اور تم جیسا گندمی رنگ والہ شوہر مجھ کو  
 دیا گیا اور میں نے صبر کیا اور جنت کا وعدہ شاکرین اور صابرین  
 کے واسطے کیا گیا ہے۔

## شعر

اور جزت فکری وفی الایجاز فائدة  
 وللكرام من التلویل مقدیع

## ضمیمہ

ضمیمہ۔ جس کو اس کتاب کا خاتمہ۔ تکمیل۔ نیز تتمہ کہہ سکتے ہیں۔ اس طور پر ہے۔ کہ حمد و ستائش کے  
 ہوں صورت علمی کی چمن بندی کرنے والی حکمت اور قدرت پر شمار ہیں۔ جس نے اس خاکسار کی طبیعت  
 کی نو بہار میں۔ کتاب گلزار کے آغاز کا گلہ دستہ۔ مقامات مشائخ کے باغی ہولون سے۔ ازلی عنایت  
 کے تاگہ میں پرو کر۔ ترتیب دیا۔ جن کو عالم شہادت کی سیر کے وقت۔ یہ خاکسار تلاش کے ہاتھ سے  
 چمن کر۔ دامن اداک میں فراہم لایا تھا اور اسی طرح جس نے صورت بنانے والے قلم کو جو درویشوں کے  
 حالات کے چار چمنوں کا انجمن آرا ہے۔ عنصری عالم میں روان کیا۔ تب کہیں قلم۔ غیبی تصور خانہ میں  
 ہشتی ناظمی گلہ دستہ کی تقاشی کر سکا ہے۔ اور نیز عالم عبرت و عبارت کا تا شا کرے والون۔ اور عالم  
 غیب و شہادت کے سیاحوں کی چشم شہود کو مالاعین رات کا ہنگامہ دکھا سکا ہے۔ اب یہ  
 خاکسار ایزدی تقدیر اور الہی توفیق سے یہ امید رکھتا ہے کہ اس گلہ دستہ کے انجام میں اپنے حوال  
 کے تصویر۔ بقدر گنجائش۔ اور باننازہ فرصت آغاز کے رنگ میں۔ کینچنچر دکھا سکے۔ اور پھر فراغ الیالی  
 اور آٹاوی کی نعمت ملنے کی شکرگزاری۔ ابدال آباد تک کرتا رہے۔

چونکہ دفتر کا تمہہ۔ بجائے خود۔ ایک جداگانہ رسالہ ہوتا ہے۔ لہذا اس خوف سے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کوئی انتخاب دوست نکتہ بیخ۔ گل کی طرح۔ اس تمہہ کو گلزار سے جدا کر کے۔ جمہور اہل ولایت اور ایسا کی نیم رکابی سے محروم کر دیوے اور اس سبب سے یہ تمہہ تنہائی کے ہولناک جنگل میں۔ بے رہبر۔ بے سر و سامان۔ اور بے دانہ پانی رہ جاوے۔ اس واسطے میں نے اپنے حالات کی تحریر کو۔ ایسے چند سو حد بزرگان و مشائخ کے اذکار کے تابع کیا ہے۔ جو بعض تو عالم عنصری سے ہستی جان کی سیرگاہ کو چلے گئے ہیں۔ اور بعض زمانہ کے خلوت خانہ میں۔ شاہد زندگانی کے ساتھ ہم آغوش ہیں۔ خدا کرے۔ تابع ہی رہیں۔

## یاد شیخ نظام انبیطھی

آپ۔ عالم۔ عامل۔ عابد۔ عاشق۔ اور عارف تھے۔ خواجہ مودود چشتی کی پاک نسل سے اور شیخ معروف کے بامراد مریدوں میں سے ہیں۔ آپ ہمیشہ اخلاق کی دستی میں انزوی حفاظت اور اخلاق کی جلا میں مصطفائی بصیرت کام میں لاتے تھے۔ اور نیز ہمیشہ تمام حرکات و سکنات کے آغاز میں بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے۔ ہمیشہ اس طرح مستعد اور مہیار تھے۔ کہ جیسے کوئی سفر پر ہمہ وجوہ تیار ہو۔ وہاں کی خدمت گزری انجی ذات خاص سے کرنا۔ یہ آپ کی تو اضع کا طریقہ تھا۔ بلکہ تمام اہل دنیا کے ساتھ۔ آپ شفقانہ عام مہربانی۔ اور مشدانہ خاص عنایت فرماتے تھے۔ اور معروف حرمت کی شان میں۔ اور نہی منکر مروت کے لباس میں کیا کرتے تھے۔ القصد آپ کی صحبت کی چاشنی میں ربوہ کی کا بے شمار ذوق ہوتا تھا۔ اور آپ کی خدمت کی حلاوت میں اکیس کی جیسی بے انتہا تاثیر ہوتی تھی۔ آپ کے باصفا حالات کی شرح۔ عبارت کے حوصلہ میں نہیں آسکتی ہے۔ آپ کے اوصاف کی حقیقت دانستنی ہے۔ گفتنی اور نوشتنی نہیں ہے۔ بیت

بہ گفتن یا نوشتن چون سپارم

چون یار سے دانستن ندارم

امیر سید شاہ محمد ایک بزرگ تھے۔ اکثر کتب متداولہ محقق استادوں کو درس میں پڑھی تھیں اور کیا عرب کیا جم۔ کیا ہند۔ دسویں دور کے تمام مشائخ کی فیض بخش صحبت سے پورا حصہ لیا تھا۔ ظاہر اور باطن دونوں آراستہ تھے۔ جیب حرمین شریفین کی زیارت سے لوٹ کر آئے۔ تو چند روز ملک گجرات



میں افادہ استفادہ کے طور پر گزارا وقت کی انہیں ایام میں اطراف ہند کی سیو سیاحت کر کے منڈو (مٹھ) میں آئے۔ وہ کے اندر قیام کا شوق جاگزیں ہوا میرزا جمال الدین ترکستانی پیر عراک کے مشہور۔ اور شہر منڈو (مٹھ) کے قاضی ہیں۔ ان کی لڑکی کے ساتھ عقد کر لیا۔ کم و بیش سات سال راقم کی مسجد میں درس دیا۔ فقیر نے بھی کشف منار اور تلویح اصول فقہیہ کتاب میں اس عرصہ میں سید کی با عظمت خدمت میں نکالی ہیں۔ سید صاحب ایک روز فرماتے تھے۔

”مسافرت کے زمانہ میں قصبہ انبٹھی میں گھر ہوا تھا جو شیخ نظام کا وطن ہے۔ میں آپ کی خدمت میں گیا۔ جب شام ہوئی۔ تو نماز میں خود امام ہو گئے۔ پہلی رکعت میں سورہ کافرون ملائی میرے دل میں یہ خیال آیا۔ کہ جو دوسری صورتیں نسخ سے سالم ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی سورہ پڑھے۔ تو اولیٰ ہوتا اپنے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔ سید۔ اگرچہ یہ سورہ نسخ کو شامل ہے۔ لیکن قرآن کی رو سے چوتھائی قرآن کا ثواب اس کے پڑھنے میں ہوتا ہے۔ اگر اس نکر سے یہ سورہ نماز میں پڑھی جاوے۔ تو اولیٰ معلوم ہوتا ہے۔ نیز فرماتے تھے۔ کہ آپ کی پیشانی میں ایمانی فرست کا نور۔ اور مصطفائی کرامت کی صفائی پائی جاتی تھی تخت لقاوا باخلاق اللہ کا دروازہ آپ کے چہرہ پر کشادہ تھا“

ہجری سنہ نو سو نو سے میں اس عالم سے اخروی سفر اختیار کیا۔ قبر اسی قصبہ میں بنائی گئی۔ اس سے زیادہ آپ کے با صفا حالات پر اطلاع نہیں ملی ہے۔ اور طبیعت ہمیشہ آپ کے مفصل حالات معلوم کرنے کی تشنہ ہے۔ ناچار یہ خدمت خیال کے سپرد کی۔ کہ کسی آشنا یا بیگانہ کو پیدا کرے۔ جو دل کی یہ پیاس بجھا کر حصول آرزو سے سیراب فرماوے۔ بہت سے غور کرنے کے بعد یہ بات خیال میں آئی کہ شیخ علم اللہ سلمہ اللہ عزوجل ہری و باطنی علم کے عالم عبدالرزاق کے فرزند۔ اور شیخ نظام کے سالر ہیں۔ شاید شیخ نظام کے حالات سے واقف ہوں۔ ان کی خدمت میں دو کلمہ لکھ کر تحقیق احوال کرنی چاہیے۔ جب نامہ اتنا اس شیخ علم اللہ کے مطالعہ میں پہنچا۔ تو جواب دیا کہ اس درویش کو ابتداء سے زمانہ ہوش سے کتاب دانی کا شوق۔ اور خدا شناسی کا جوش تھا جس نے مجھ کو اپنے وطن سے نکال کر جہان چہائی کی سرگردانی گوارا کر دی تھی۔ بالآخر کامل اٹھارہ سال عربستان میں رہ کر دینی علوم اور یقینی معرفتیں تحصیل کرنے میں افادہ استفادہ وطن ملی پر گزارے۔ جب وہاں سے معاودت نصیب ہوئی۔ تو گجرات کے راستے سے

خانہ میں آیا۔ اس وقت میں علی عادل شامقاری والی برہان پور تھا۔ بہت

چونست دار فاروق ست باوا جادوان حدش

بلاہل خوردگان مسلم راتریاک فساروقی

اس کی ملاقات کی گرمی اور اخلاق کی شیرینی نے دارالاسلام برہان پور کے قیام کے لئے بانوں میں زنجیر ڈالی۔ جب بہت کچھ حیلہ و حوالہ سے وطن کی اجازت لیکر جس حالت سے وطن میں پہنچا۔ اس حالت میں ایسی تلاش کا خیال ہی نہیں آیا۔ اس میں شک نہیں کہ زبانوں پر رسمی حکایتوں کے سوا۔ کوئی حرف نہیں ملا۔ اب بہت سی ہندی باتیں ناگفتہ رہ گئیں۔ اب کہ آپ کو اس قسم کا خیال دامن گیر ہے۔ تو اس نواح کے آنے والوں سے جو اس قسم کے حالات سے واقف ہیں تحقیق کر کے خدمت میں لکھوں گا، سبحانہ اللہ یہ وعدہ ہی پورا نہیں ہوا۔ کیونکہ ان سنوات میں سفر حجاز کا خیال شیخ علم اللہ کے دل میں پیدا ہوا۔ اور اس کی تیاری میں بالکل اپنے تئیں منہمک کر کے جس طرح سے ممکن ہوا۔ بند رہا۔ دکن کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس سال ہجری سنہ ایک ہزار بائیس ہے چونکہ حجاز کا موسم گر گیا تھا۔ لہذا بیجا پور دکن میں قیام فرمایا۔ بیان کا حاکم آپ کی تشریف آوری کو اپنے پرگنہ کی سعادت سمجھ کر معتقدانہ پیش آتا ہے مصرع در طریقت ہر صبح پیش مالک آید خیر است

## یاد شیخ جلال محمد دھقانیری

آپ۔ عالمانہ کمالات۔ اور درویشانہ مقامات کے جامع۔ دریاے توحید کے خواص۔ اور کشتی تحقیق کے معلم تھے شیخ عبدالقدوس حنفی کے مرید ہیں۔ رسمی علم کی فروع و اصول میں آپ کے مطالعہ کو ید بیضا حاصل تھا۔ اکثر کتب متداولہ پر شکل کشا حاشیے لکھے ہیں۔ اور تعلیقات لگائی ہیں۔ روز۔ روزہ میں گزرتا تھا۔ اور شب نماز میں گزرتی تھی۔ نماز تہجد ادا کرنے کے بعد کمانا گمایا کرتے تھے۔ ہر روز رات دن میں خانقاہ کے حافظوں کے ساتھ دو دفعہ قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ نماز ظہر سے فارغ ہونے کے بعد درس میں مشغول ہو جاتے تھے۔ آپ کی صحبت باطنی فروغ۔ اور ظاہری فیض زیادہ کرتی تھی۔ آپ درویشانہ سلع کے حریص تھے۔ آپ کے نواجہ میں آپ کی سوزناک حالت سے حاضرین کے دل کو بھی حصہ پہنچتا تھا۔ جب دور عمر ضعیفی کو پہنچا۔ استغراق اور استہلاک کی حالت آپ کے تمام اوقات پر حاوی ہو گئی۔ لیکن جب نماز کا وقت آتا تھا۔ توجو

پرتا ہا نہ ہوتا تا وہ بلند آواز سے حق حق کہتا تھا۔ اُس وقت آپ عالم استغراق سے سر ہونچا کر کے نماز کی تیار ہی کیا کرتے تھے۔ جماعت کے ساتھ فرض ادا کر کے۔ پھر سابقہ حالت کی طرف پلٹ جاتے تھے۔ کتھیں۔ کم و بیش ایک سو دس سال کی عمر پائی۔ ہجری سنہ ۱۰۰۰ھ کو پر نو سو میں عالم صورت سے معنوی روضہ کی سیر کو چلے گئے۔

آپ کے پیر بزرگوار۔ حضرت شیخ الاسلامی بہاء الاولیاء ملتانی کو پہنچتے ہیں اس ترتیب کے ساتھ شیخ عبدالقدوس شیخ درویش قاسم بن شیخ برہان الدین اودھی شیخ۔ شیخ بدین بڑاچی شیخ۔ شیخ سید احمد شیخ۔ مخدوم جمانیان سید جلال بخاری شیخ۔ شیخ رکن الدین ابوالفتح شیخ۔ ابوہ شیخ صدیق الدین عارف شیخ۔ ابوہ بہاء الاولیاء۔ قدس سرہم شیخ عبدالعزیز شیخ جلال کے فرزند رشید ہیں۔ والد ماجد کے سجادین ہیں۔ اور آپ کے مریدان کاملین سے شیخ بہاء الدین احمد سہرندی ہیں جو اہم متنفذوں میں آتے۔

## یاد شیخ نظام تھانی سہری

آپ۔ صاحب توکل و تسلیم ہیں۔ علم لدنی سے تعلیم پائی ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار سات میں اپنے وطن سے سفر حجاز کو دریا کے راستے سے کیے تھے۔ اور وہیں محترمین کا طہانہ کر کے سعادت دارین حاصل کی تھی۔ پھر ہجری سنہ ایک ہزار بیس میں بندہ دکن کے جہاز پر سوار ہو کر شہر جالپور میں پلٹ آئے۔ بیان کے سہاگم نے۔ اور نیز دیگر بزرگان دین و دولت نے آپ کی تشریف آوری کو مبارک سمجھ کر۔ نہایت تعظیم اور تواضع کی۔ جب بیان سے روانہ ہوئے۔ تو اپنے وطن ملوٹ میں چو پئے۔ پھر ملک عجم اور بلاد شمال کی سیر و سیاحت کا شوق دل سے اٹھ کر اٹھا ہوا۔ بے اختیار بلخ اور بدخشان کی طرف روانہ ہو گئے۔

مصرع ہر کجا دست خدایا سلامت داریش

## یاد شیخ درویش قاسم

کتے ہیں۔ آپ چشتیہ سلسلہ میں شیخ سعد الدین بدایونی کے مرید تھے۔ نیز اپنے پیر بزرگوار اصاون کے پیر شیخ فتح اللہ بابونی سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔ شیخ فتح اللہ کو خلافت کا ظمت شیخ سعد الدین امیر شہاب قریشی نگوری سے حاصل ہوا تھا۔ اور نیز شیخ صدر الدین احمد کے پیر شیخ نصیر الدین محمود جلالی

کی صحبت سے ہی باطنی روشن کر کے فروغ خاطر پایا تھا۔

القصد درویش قاسم تین واسطے سے حضرت چراغ دہلی کو پہنچتے ہیں قدست اسرار ہم  
درویش خانوادہ چشتیہ اور سہروردیہ بانیہ میں ایک بلند اور بیش بہا شان رکھتے تھے۔

## یاد شیخ کمال الدین کمال مالوہ

آپ شیخ بایزید ابن شیخ نصیر الدین نصر اللہ کے بیٹے ہیں۔ معرفت شیخت۔ کشف و کرامت  
فنیلت۔ اور فراست۔ یہ جملہ صفات آپ کی ذات میں موجود تھیں۔ آپ کے جد امجد حضرت گنجشکر  
کے بڑے بیٹے ہیں۔ آپ کو شیخ نظام الاولیا نے خلعت خلافت عطا فرما کر۔ مردمان مالوہ کی رہنمائی کے  
واسطے دہلی سے بھیجا تھا۔ ہجری سنہ کچھراہ پر نو سو نوے میں جب کہ پیکر پست راجہ پور نل نامی حاکم صوبہ مالوہ  
تھا۔ شیخ قصبہ دہار میں تشریف لائے۔ عبادت اور ریاضت کے واسطے حجرہ تجویز کر کے۔ اقامت کا سبب  
پہچایا۔ مجاہدہ اور مراقبہ کا سلسلہ شروع کیا۔ ہمیشہ مناجات میں رہتے تھے۔ بحکم وَالَّذِينَ جَاهَدُوا  
فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ غیبی فیض اور فتوح کے دروازے آپ کے چہرہ پر کشادہ ہوئے۔ بالآخر  
گناہی کا نقاب۔ شہرت کے ہاتھ نے۔ آپ کے حالات کے چہرہ پر سے حیات میں اور نیز رحلت کے  
بعد ایک مدت تک نہیں اٹھایا جب ملک مالوہ کی حکومت غوری اور خلجی سلاطین کے قبضہ میں آئی۔  
تو بہت اچھے لوگ فراہم ہوئے۔ اسلام نے قوت اور رونق پکڑی۔ چوٹے اور بڑے سب نے  
آپ کے مرقد قدس کی طرف توجہ کی آپ کے فرزندان کرام کے اعزاز اور تعظیم کا درجہ ترقی پا چلا۔ اور نذرات و فتوحات  
کے بازار میں گرمی پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ حکومت کی نوبت سلطان محمود ابن ناصر الدین خلجی کو پہنچی۔ اور  
پہر سلطنت خلجی کا زمانہ اخیر ہو گیا۔ اپنے زمانہ میں سلطان محمود نے شیخ کی قبر پر ایک گنبد۔ ایک خانقاہ۔  
اور صوفیوں اور فرہنگوں کے واسطے ایک بڑا دالان بنوا دیا۔ بیت

اکہ جز نکوبی اہل کرم نحو اہد مساند

اورین رواق زہجد نوشته اند بزر

آپ کی نسل میں سے کچھ لوگ تو مرحوم ہیں۔ اور کچھ لوگ ماؤن قصبہ دہار میں اپنے آبا کے کرام کے قبضہ خواہ گاہ  
پر بنجا اور ہیں۔ مشروع نذرات اور نفقات کے مصرف اور محل مقبول ہیں۔ دیکھیں۔ توفیق کون سے دو تمند کو

۱۳ اور جن لوگوں نے ہمارے دین (کے کام) میں کوششیں کی ہیں ہم (یہی) ان کو ضرور اپنے رستے دکھائیں گے۔

رہنمائی کے ذریعہ سے ان تک پہنچا کر سعادت کو نین بخشے۔

## یاد شیخ محمد ابن شیخ عارف حقیقی

آپ معروف و محمود۔ اور احمد و عارف تھے۔ آپ کی صورت اور سیرت سے خرق عادات کی جھلک۔ اور برق حالات کی دھمک عیان تھی۔ مسند جانشینی کا منصب اپنے والد ماجد کی خدمت کی برکت سے پایا تھا۔ احوال اور مراقبات ایسے مشابہ اور مناسب تھے کہ ان کے اعتبار سے آپ اپنے باپ کے بہائی ہو گئے تھے۔ ہجری سنہ ۱۲۸۷ھ سو اٹھاسی میں معنوی ولایت اور خلافت کا ڈنکا بجاتے تھے۔ ان ایام میں سلطان بہلول لودی۔ دارا بخلافہ دہلی کے شہزادوں میں ظاہری سلطنت کر رہا تھا۔ آپ کے کلمات میں عیسوی معجزات کا اثر تھا۔ تحت الکرچند جملے آپ کے مکتوب میں سے ہیں۔

”اے عزیز۔ ارادہ۔ سالک کی سواری ہے۔ یہ ارادہ جس قدر زیادہ قوی اور مستحکم ہوگا۔ اسی قدر طریقت اور طریق شریعت کا سلوک اور اس کے پیچھے پیچھے۔ منزل حقیقت کو وصول زیادہ آسان اور جلد ہوگا۔ سالک کو چاہیے کہ کشش کے بعد کوشش کرے۔ اپنے تئیں۔ مرشد و انا کے پاس پہنچا دے جس کو انسان کامل کہہ سکیں اور جو حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال۔ افعال۔ اور احوال سے آگاہ۔ اور ان کے ساتھ متحقق ہو۔ سالک ایسے مرشد کے تحت فرمان ہو جاوے۔ اپنی ظاہر و باطن کو مرشد سے پوشیدہ نہ رکھے۔ اور تقویٰ۔ بہوک۔ بیداری۔ قلبی خاموشی۔ اور باطنی تنہائی کو عمل میں رکھے۔ تاکہ ابرار کے مقام اور احرار کے درجہ کو حاصل ہو جاوے گا“

اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل و عنایت سے شیخ عارف کو فرقہ خلافت اپنے پدر بزرگوار شیخ احمد

عبدالحق ردولی سے ہے۔ جن کا علم اور معرفت میں پایہ۔ اور استقامت و کرامت میں سرمایہ بہت بڑا تھا۔ ہمیشہ اپنا سر۔ مراقبہ فنا کے گریبان میں رکھا کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت آتا تھا۔ تو خدمت گزار صوفی لوگ کا حق حق لکھراں کو آگاہ کیا کرتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تھے۔ تو پیر بدستور و وحدت کے قعر عمیق میں غرق ہو جاتے تھے شیخ احمد خلیفہ شیخ جلال پانی پتی کے ہیں جو ایسے آفتاب تھے۔ جس کی شعاع۔ کمالات تھے۔ ادب۔ الہی جمال۔ اور شرف۔ ایزدی جلال تھا۔ نیز اپنے وقت میں

عالیشان درویشوں مرکز تھے۔ خوابگاہ پانی پت میں ہے۔ کہتے ہیں۔ خوابگاہ کے طواف سے اس قدر فیض اور فتوح دلون کو پہنچتا ہے۔ کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ لرا سمہ

در سینہ ہائے مردم دانا مزار راست

بعد از وفات تربت من از زمین مجو با

شیخ جلال کے مفید کلام میں سے کسی قدر نمونہ یہ ہے۔ فرماتے تھے۔

”طریقت میں منزلین اور مقامات ہیں۔ اور ہر منزل اور مقام کی ایک ابتدا اور ایک انتہا ہے۔ نہایت کو پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ جب تک ابتدا صحیح نہ ہو۔ اگر اصول ضائع ہو جاویں گے۔ تو وصول سے بھی حرمان ہو جاوے گا۔ اور اصول بعض کے نزدیک پابندی ہیں۔ اور بعض کے نزدیک سأت ہیں“

عوارث میں لکھا ہے۔ مرید کو چاہئے کہ اللہ کے

فالعوارض فالمرید یبتغی ان ینجی الی طریق القوم

واسطے قومی طریق اختیار کرے۔ اس کے اندر اگر مرید

فانہ ان وصل الی نہایات القوم نقد یلحق بالمنزل

قومی طریق کی غایت کو پہنچ جاوے گا۔ تو منزل کو پہنچ

ادکرکہ المون قبل الوصول الی المنزل فاحرہ علی

گیا۔ اور اگر اس کو منزل پر پہنچنے سے پہلے موت

اللہ وکل من کانت بدایتہ احکم۔ کانت نہایت برتر

نے آلیا تو اس کا اجر اللہ عزوجل کے نزدیک بڑا ہے

اور جس شخص کی ابتدا زیادہ محکم ہے۔ اس کی انتہا

تمام ہو جاوے گی۔

انجرا بوزرعہ اجازة عن ابن خلف عن ابی

ابوزرعہ سے روایت ہے۔ جن کو اجازت ابن

عبدالرحمن عن ابی العباس بغدادی عن جعفر الحدادی

خلف سے ابن خلف کو ابی عبدالرحمن سے ابو عبدالرحمن

قال سمعت الجعفیہ یقول اکثر العوائق والعلائق

کو ابی العباس بغدادی سے۔ اور ابو العباس کو جعفر

والحوائل والموانع من فساد الا بتدلیہ فالمرید

حدی سے ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے جنید رضی اللہ

اول سلوک هذا الطريق یتحتاج الی احکام

سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے۔ اکثر عوائق۔ علائق

واحکام النیة تنزیہا من دواعی الهوی

حوائل۔ اور موانع۔ فساد ابتدا سے ہوتے ہیں۔ لہذا

وکل ما کان فیہ للنفس حظ عاجل

مرید کو اس طریق کی ابتدائی حالت میں استواری

حق یكون خروجہ خالصا لله تعالیٰ۔

نیت کی احتیاج ہے۔ اور نیت کی استواری۔

ہوا وہوس کی مقتضیات سے۔ اور ہر اُس شے سے اُچکا دیتی ہے جس کے اندر نفس کے لئے فوری حظ ہو۔ اس قدر اُچکا دیتی ہے کہ مرید کو خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے خروج حاصل ہو جاتا ہے۔

سالم ابن عبداللہ نے عمر ابن عبدالعزیز کے پاس ایک دفعہ اس مضمون کی تحریر بھیجی تھی۔ سنو عمر۔ بندہ کو اللہ جل شانہ کی مدد بقدر نیت ہوتی ہے۔ جس شخص کی نیت کام کا قصد کرے گی۔ اُس کو آہی مدد پوری ہوگی۔ اور جس شخص کی نیت کام میں قصور کرے گی۔ اُس کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی مدد ہی کوتاہی کرے گی بقدر تصور نیت ایک صالح شخص نے اپنے بہائی کو لکھا تھا تم اپنے اعمال میں خلوص نیت سے کام لو۔ تم کو خلوص نیت کا توڑا سا عمل ہی کفایت کرے گا۔ اور جو شخص خلوص نیت کی طرف خود ہدایت نہ پاوے۔ اُس کو چاہیے کہ اُس شخص کی صحبت اختیار کرے جو حسن نیت کی تعلیم کر دے۔

سہل ابن عبداللہ تستری کا قول ہے۔ مبتدی مرید کو جن باتوں کی نسبت امر کیا جاتا ہے ان میں اولین بات یہ ہے۔ کہ مذمومہ حرکات سے بچے۔ پھر محمودہ حرکات کی طرف انتقال کرے پھر صرف ایک اللہ تعالیٰ کے حکم کا ہی ہو جاوے۔ پھر راہ راست پر توقف کرے۔ پھر اس پر ثابت قدم ہو جاوے۔ پھر اس کے بعد قرب حاصل ہے جب مرید صدق اور اخلاق کو مضبوط پکڑے گا غرور درجہ رجال کو پہنچے گا اور صدق و اخلاص کے ساتھ تحقق مرید کو دو ہی چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔ (۱) شرعی امور کی متابعت (۲) خلق کی طرف سے قطع نظر کرنا۔ اور جس قدر آفتیں مبتدیوں کو عارض ہوتی ہیں سب خلق کی طرف توجہ رکھنے سے عارض

وكتب سالم ابن عبد الله الى عمر ابن عبد العزيز اعلم يا عمران عون الله للعبد بقدر النية فمن همت نيتته تم عون الله - ومن قصرت عنه نيتته قصر عنه عون الله بقدر ذلك

وكتب بعض الصالحين الى سيده خالص النية في اعمالك يكفيك قليل من العمل ومن لم يهتد الى النية بنفسه ليعيب من تعلمه حسن النية

قال سهل ابن عبد الله الفسري اول ما يومر به المرید المبتدئ التبري من الحركات المذمومة ثم التفتل الى الحركات المحموده - ثم التفرده لامر الله تعالى ثم التوقف في الرشاد ثم القرب الحاصل من تسلك المرید بالصدق والاخلاص بلغ مبلغ الرجال ولا يتحقق صدق و اخلاص الا بشيئين متابعه امر الشرع وقطع النظر من الخلق وكل الاغاث

علی اهل البدایات لموضع نظرهم  
 الی الخلق ولبعضنا عن رسول الله  
 صلی الله علیه وسلم۔ حدیث۔ انه  
 قال لا یكمل ایمان المرء حتی یتکون  
 الناس عنده کالاباء یشارة الی  
 قطع النظر عن الخلق والخروج بهم  
 وترك التقید بعاداتهم ونقل فی معنی  
 اصدق ان عاید امن بنی اسرائیل  
 راودته ملکة من نفسہ فتال  
 اجعلوا لی ماء فی الخلاء تظف  
 به ثم صعد عن موضع فی القصر  
 فرمی بنفسه فاوحی الله تعالی  
 الی ملک الهواء الزم عبدک  
 قال فلزم ووضعه علی الارض  
 ومنذ انیتا فقل لا یلس الا  
 اغویته فقال لیس لی سلطان علی  
 من خالف هواه وبادل نفسه لله  
 عز وجل۔ تم

ہوتی ہیں۔ اور ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث  
 پہنچی ہے۔ وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انسان کا  
 ایمان کامل نہیں ہوتا ہے جب تک اُس کے نزدیک تمام لوگ  
 اونٹوں کی مثل معلوم نہ ہوں۔ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ مخلوق  
 سے قطع نظر کی جارت۔ مخلوقات میں اپنے تئیں خارج کرے۔  
 عادات مخلوقات کی پابندی سے آزاد ہو جاوے اور رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے صدق کے بارہ میں ایک نقل فرمائی کہ نبی اسرائیل  
 میں ایک عابد تھا جس پر ایک ملکہ عاشق تھی۔ اُس عابد نے کہا  
 میرے واسطے خالی مکان میں پانی رکھ دو تاکہ میں اُس سے  
 صفائی جسم کروں۔ پھر عابد کو رحیل کے اندر ایک مقام سے  
 دیوار پر چڑھ گیا۔ اور وہاں سے نیچے کودا۔ تو اللہ تعالیٰ نے  
 ہوا کے فرشتہ کو حکم فرمایا۔ میرے بندہ کو تمام  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اُس فرشتہ نے اُس کو تمام لیا  
 اور اُس کو زمین پر نہایت سہولت کے ساتھ لاکر کھڑا کیا۔  
 پھر ابلیس کو کہا گیا۔ کیا تو اس کو گمراہ نہیں کر سکا۔ اُس نے  
 جواب دیا۔ میرا کوئی زور اُس شخص پر نہیں چل سکتا ہے جو  
 اپنی خواہش نفسانی کی مخالفت کرے اور جس نے  
 اپنا نفس اللہ عزوجل کے واسطے وقف کر دیا ہو۔

یہ چند باتیں بھی شیخ جلال کے اقوال میں سے ہیں۔ عمل بے علم سقیم ہے۔ علم بے عمل عقیم ہے۔  
 اور علم باعمل صراط مستقیم ہے۔ اللہم اهدنا الصراط المستقیم، شیخ جلال۔ خلیفہ شیخ شمس الدین  
 ترک پانی پتی کے ہیں۔ حالات کے شغلون کو مخفی رکھنا۔ اور ظہور کے اسباب کو بہم کرنا۔ شیخ شمس الدین  
 کا مشرب تھا۔ شیخ شمس الدین سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں مفقود انجیر ہو کر شہر دہلی میں سرایہ مفت



جمع کرتے تھے۔ چونکہ ان کی خدمت میں سلطان وقت کی آمد و رفت زیادہ ہوتی۔ تو لوگوں کے  
 هجوم سے ان کی گنماہی اور خاموشی میں خلل واقع ہوا۔ بیت

پہنچ کئے بے دو و بے دام نیست | جز بہ خلوت گاہ حق آرام نیست

بالآخر اپنے مرشد شیخ علی صابر کی اجازت لیکر وہلی سے قصبہ پانی پت میں چلے گئے۔ اور وہاں  
 پر گوشہ گنماہی اختیار کیا۔ باقی ماجرا شیخ شمس الدین کا جیسے سرزمین پانی پت کے مشائخ۔ علما۔ اور حکما  
 کا حلقہ بگوش ہونا۔ ایام زندگی ختم ہونا۔ اُس جگہ خواہ گاہ ہونا۔ اور نیز دیگر سوانح کسی قدر مولانا علی کاہلی  
 گلہاری کے تذکرہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ وہاں سے مطالعہ کر لئے جاویں۔  
 شیخ علی صابر۔ خلیفہ۔ اور بہن کے بیٹے حضرت گنجشکر کے ہیں۔ وصال شیخ علی صابر کاہجری  
 سنہ چہ سو نوے کے کسی مہینے میں ہے۔ خواہ گاہ کوہ پاپہ کے تواج میں سے کسی مقام پر ہے۔

## یاد سید الواحد

آپ۔ سید ابراہیم قنوجی اور بلگرامی کے بیٹے ہیں۔ صاحب مجاہدہ و شاہدہ تھے صحت حال اور  
 فصاحت مقال بھی رکھتے تھے سید حسینی کی نزہۃ الارواح پر ایک شرح لکھی ہے۔ جو قابلِ تمنا ہے۔  
 بہت سی توجیہات اور تاویلات کام میں لاکر عبارت کے تمام مقاصد کو حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے۔  
 آپ شیخ حسین اسکندر آبادی کے مرید ہیں۔ جب ایک بارگی ترک و توبہ کی توفیق نے مال و منال اور  
 عود و جاہ کا رد فرمایا۔ شیخ حسین اسکندر آبادی کے اعتقاد کے نذر کیا۔ تو آپ کسی عالی مرتبہ صاحب معرفت  
 کی تلاش کرتے ہوئے شیخ صفی الدین عبدالصمد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مراد اسم ارادت بجا لاکر ذکر و  
 فکر۔ مراقبہ۔ اور تصور میں مشغول ہو گئے اور اپنے مطلوب پر کامیابی چاہی۔ شیخ صفی۔ شیخ محمد قطب لکھنوی  
 کے بزرگ خلیفہ ہیں۔ جو اس وقت کے لوگوں کی زبانوں پر شیخ مینا کر کے مشہور تھے۔ سہروردیہ اور چشتیہ  
 سلسلہ میں لوگوں کو کلاہ ارادت۔ اور مریدوں کو خلعت خلافت بخشا کرتے تھے اور طالبوں کو ایزدی  
 وصول کے کمالات پر پہنچا دیا کرتے تھے۔

## یاد امیر سید صبغۃ اللہ

آپ بڑوچی مولد۔ شطاری مشرب۔ اور وجیہ الملتہ احمد آبادی کے حالی فطرت شاگرد صاحب

ولایت خلیفہ ہین۔ فضیلت اور فصاحت کے قرآن کا آغاز۔ کشف و کرامت کی کتاب کا خاتمہ۔ انس و قرب کی نفحات کا کلمہ۔ اور صدق و صفا کی رشحات کا حشر پہ تے۔ چند سال تک مرشد کی اجازت سے اپنے وطن میں رہ کر امر معروف اور نہی منکر کی ہدایت اور علوم کی تعلیم میں مشغول رہے۔ حجاز کے مبارک سفر کی توفیق۔ حرمین شریفین کی زیارت کا سبب ہوئی۔ جب آپ کو حرمین کی بہشت نماز میں سے آبِ دانہ کی کشش۔ صلہ رحمی کی رعایت اور فرزندوں کی اور وطن کی محبت کے پردہ میں آکر ہند کی طرف لوٹا لائی۔ تو اس پر آپ ہمیشہ دل ہی دل میں رویا کرتے تے۔ بیت

کے بودیاریب کہ رودر شرب و بطحی کنم	اگر بکہ من منزل و گہ در مدین جا کنم
------------------------------------	-------------------------------------

اتفاقاً ہجری سنہ نو سو نیا نوین میں اپنے وطن سے تمام حنیرون کو اور تمام لوگوں کو خیر باد کہہ کر بے اختیار تنہا۔ حسب مشیت ایزدی ملک مالوہ میں چلے آئے۔ اسی اثنائے میں ایک بارگی۔ مدینہ مصطفویہ کی زمین بوسی کا شوق علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ آپ کی آرزو مند خاطر سے جوش کراٹھا۔ عمان اختیار ہاتھ سے نکل گئی۔ ہند یورش کر کے ہجری سنہ ایک ہزار میں خاندیس کے راستہ سے احمد نگر دکن میں پہنچے۔ اس ملک کے فرمان روا برہان الملک نے عرض کیا تو کچھ کم ایک سال تک یہاں پر توقف فرمایا زمانہ کے حسن اتفاق سے یہ بات ہے۔ کہ راقم ماجرا کے درویشان ان ایام میں اس مقام پر فقرا اور فضلا کی خدمت سے فیض حاصل کر رہا تھا۔ نیز شعرا اور ظرفا کی صحبت میں بھی شامل نشاط و طرب ہو کر رہا تھا۔ القصد آپ کے تشریف لانے۔ اور درویش کے موجود ہونے نے دونوں کو غریبی اور تنہائی کے اندوہ سے نجات بخشی۔ اور چند روز مصاحبت غنیمت سمجھی گئی بیت

چند روزے کہ غمت مونس جان بود مرا	خاطر جمع دول شاد مہسان بود مرا
----------------------------------	--------------------------------

دو سے سال جزیرہ ہاے دریا کے عزم پر سامان باندہ کرتیا ہو گئے۔ جب بیجا پور پہنچے۔ تو یہاں کے حاکم نے نہایت تواضع کے ساتھ دل ہاتھ میں لے کر اور تعظیم مالا کلام سے پیش آکر کچھ مدت تک ٹھہرایا۔ پھر سفر مبارک کا سامان کر دیا۔ اور جہاز خاصہ پیش کیا۔ تاکہ صوفیوں اور درویشوں کی جماعت فراغ خاطر کے ساتھ جمع کر کے۔ دَمَنْ دَخَلَ بَاكَانَ اَمِنًا کی بشارت سے کامیاب

۱۲ جو شخص اس میں داخل ہو گیا۔ وہ امن میں آ گیا ۱۲

جو جب حسب دلخواہ مشائخ آنکھیں مدینہ الحرام کے دیدار سے منور ہوئیں۔ تو آپ نے بقیۃ العمر میں رہنے کی نیت کر کے اسی نبوت کے شہر میں گمراہ خانقاہ بنالی۔ ہر چند سلطان روم کی جانب سے نامہ و پیام آیا اور منت و معذرت کی گئی۔ مگر آپ نے سیور فال (معاش کی وجہ معین) قبول نہ فرمائی۔ اور بقیۃ العمر توکل اور تسلیم میں گزار دی۔

کہتے ہیں۔ آپ کی زیادہ خواہش پر نظر کر کے ایک رات خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والسلام نے اپنے خدام حرم کو اجازت فرمائی۔ کہ سید صبغۃ اللہ۔ ہمارا فرزند ارجمند ہے۔ عرب اور عجم کے دیگر تمام زائرین کی طرح نہ سمجھ کر اس کو ہمارے حرم سے باہر نہ کرنا۔ چوڑ دینا کہ شب جمعہ کو ہماری خدمت میں رہ کر صلوات اور صلوات صبح کی سفیدی نمودار ہونے تک ادا کرتا رہے۔ یہی ہم نے اجازت دی ہے۔ کہ اپنے یاروں میں جس کسی کو چاہے اپنے ہمراہ حرم شریف میں رکھے۔ جس روز سے کہ حضور نبوی نے خاک کیوں کی نظر سے عنصری پیکر کا ظاہری چہرہ حجاب اور عورت کے برقع میں چھپا کر مدینہ و حدت میں خوابگاہ اختیار فرمائی ہے۔ اُس روز سے آج تک کسی زرد بشر کو ایسی خاص عنایت کا خلعت عطا فرما کر۔ فرما رہیں فرمایا ہے۔

احمد سعد علی ذلک۔

آپ کے کمالات۔ حالات۔ اور خرق عادات کتابت کی امداد سے انجام پذیر نہیں ہیں۔ اور اس کتاب کا اختصار مفصل حالات کی برداشت کر ہی نہیں سکتا۔ اس وجہ سے ان معانی کا ادا۔ ایما۔ اشارات اور اجمال کے سپرد کیا جاتا ہے۔ بالآخر اسی تفویض اور توکل پر استقامت اختیار کر کے ہجری سنہ ایک ہزار چھترہ کے کسی مہینے میں مدینہ معظمہ کی زمین امین کے اندر دفن کئے گئے رحمہ اللہ تعالیٰ۔

## یاد شیخ شمس الدین جاندی

آپ ہندوستان کے اندر مشائخ نامدار کے سردتر۔ اولیاء کا مگار کے سرگروہ۔ دانش مندان روزگار کے سر حلقہ۔ اور صلحائے تقویٰ شعار کے سردار تھے۔ جس وقت انسان منظر۔ مراتب الہی کے ساتھ متصف ہوتا ہے۔ تو باعتبار کمال اس کے مدارج مختلف ہوتے ہیں اس کمال کے جامعیت کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں۔

الصوفی محقق بعض الصفات والاصول صوفی کچھ ایسا اور صفات کے ساتھ تو خصوصیت رکھتا ہے

فَاخْلُقْ لِي فِي حَيْبِ الْغُرَّةِ تَعَالَى وَقَدْ  
 وَمَخْلُوقِ بِالْأَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ الْهَيْئَةِ  
 فَاَنْ الصَّوْفِي مَعِ كَانِ حَزِينًا فِي الْقَلْبِ  
 عَلِيًّا فِي الْبَدَنِ وَامْعَانِ الْعَيْنِ  
 خَالصًا فِي الْعَمَلِ جَاهِدًا فِي الدَّعَاءِ  
 خَلْقًا فِي الثَّوْبِ بَانِيًّا فِي الْمَسْجِدِ نَزِيًّا  
 مَعَ الْفُقَرَاءِ بِأَكْبَادِ الْذُنُوبِ مُنْسِيًّا  
 بِالرُّبِّ مَزِينًا بِالزُّهْدِ أَكْلًا لِلغُضْبِ هَادِيًّا  
 لَطَالِبًا قَائِمًا لِلْقُرْآنِ كَوَيْلًا عَلَى الْخَلْقِ  
 عَالِمًا بِأَحْكَامِ الشَّرْعِ وَدَقَائِقِهَا  
 رَاحِمًا عَلَى النَّاسِ رَحِيمًا عَلَيْهِمْ لَبِئْسَ  
 عِيُوبُهُمْ مَا لَكَ عَلَى النَّفْسِ الْإِمَارَةُ  
 مُتَكَبِّرًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ خَالِقًا لِأَخْلَاقِ  
 الْحَمِيدَةِ بَادِيًا لَهَا بِالرُّتْبَةِ خَلَاقًا  
 لِأَخْلَاقِ الْحَسَنَةِ الْكَلِمَةِ مَصُورًا  
 لِأَفْعَالِهِ وَاقِفًا عَلَى الْبَاطِنِ غَفَّارًا  
 لِذُنُوبِ رَعِيَّتِهِ مِنْ عِبِيدَةٍ وَأَهْلَةٍ  
 وَهَابًا عَلَى النَّاسِ رِزَاقًا لِأَوْلَادِهِ  
 وَلَمَنْ كَانَ فِي عِيَالِهِ فِتْنَةً عَلَى الْخَلْقِ مَوْتًا  
 عَلِيمًا لِعِيُوبِ نَفْسِهِ قَابِعًا عَلَى الْغَلْمَةِ  
 بِأَسْطَا عَلَى الطَّلِبَةِ خَافِضًا لِلْجَهْلَةِ  
 دَاخِلًا بِبَابِ الْعِلْمِ مَفْرَا لِمَوَابِ الْحَقِيقِ قَدْ  
 لِكُفْرَةٍ وَبِاللَّاحِظَةِ سَمِيحًا لِدُكْرِ اللَّهِ بَصِيرًا

کہ وہ جناب باری قدس و تعالیٰ شانہ کی شان کے لائق  
 نہیں ہیں اور باقی اسما و صفات الہی کے ساتھ تہذیب  
 یافتہ ہوتا ہے۔ پس صوفی وہ ہے جو دل کے اندر حزمین  
 ہو۔ بدن کے اعتبار سے عیسیٰ ہو۔ آنکھوں کے اعتبار سے  
 روتا ہو اور عمل کی رو سے خالص ہو۔ دعا کے اندر گوشش  
 کرنے والا ہو۔ کپڑے پٹے پرانے رکھتا ہو۔ رات کو سبچینا  
 رہتا ہو فقرا کا رفیق ہو۔ گناہوں کے خیال سے روتا ہو  
 رب کا مونس ہو۔ زہد کے ساتھ زینت یافتہ ہو۔ عقدہ کھاتا ہو  
 طالب الیک ہادی ہو۔ قرآن کا پڑھنے والا ہو۔ مخلوق پر کریم ہو۔  
 احکام شریع اور ان کے دقائق کا عالم ہو۔ لوگوں پر رحم  
 کرنے والا ہو۔ اور ان پر ان کے عیوب کے چھپانے سے  
 رحیم ہو۔ نفس امارہ پر مالک ہو۔ سوال کرنے سے تکبر کرتا ہو۔  
 اخلاق سیدہ کا خالق ہو۔ نیز رتبہ کے اعتبار سے ان کا  
 آفرینندہ ہو۔ تمام اخلاق حسنہ کا خالق ہو۔ اپنے باطن کے  
 اندر اپنے افعال اور اقوال کی تصویر کھینچنے والا ہو۔ اس کے  
 بوڈی غلام جو اس کی رعیت ہیں ان کے گناہوں کو معاف  
 کرتا ہو۔ لوگوں کے اوپر بخشش کرتا ہو۔ اپنی اولاد کا۔ اور جو  
 اس کے عیال میں ہے۔ اس کا رزاق ہو۔ خلقت پر  
 اس کی مشکلات کا حل کرنے والا ہو۔ اپنے نفس کے عیوب  
 کو جانتا ہو۔ ظالموں کے حق میں قابض اور ظالموں کے  
 حق میں باسط ہو جاہلون کا درجہ پست اور ارباب علم کا درجہ  
 بلند کرنے والا ہو۔ اصحاب حقوق کو عزت اور کافروں اور  
 ملحدوں کو ذلت دینے والا ہو السبیل شانہ کا ذکر سنئے۔

اور اُس کا احسان سمجھے۔ مخلوقات کے اوپر حق کے ساتھ حکم ہو۔ اور اُس کے احوال اور اقوال کے بارہ میں عادل ہو۔ غایت درجہ لطیف ہو۔ فقر کے احوال سننے بانجبر ہو لوگوں کے جو تجاوز ہو جاوے۔ اُس پر حلیم ہو۔ خلقت کے تعدی اور ظلم کا بخشنے والا ہو۔ اللہ جل شانہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر کرے۔ بہت عالی رکنے اور تکاب معاصی سے محفوظ رہے۔ اپنے افعال اور اقوال کا حساب کرتا ہو۔ صاحبان دولت سے بڑا اور علیحدہ رہتا ہو۔ ظالم کے ظلم سے اپنی رعیت کا محافظ ہو۔ سائلین کے سوال کا مجیب ہو۔ جو لوگ اُس کے عیال میں ہیں ان کے رزق میں اپنی قوت سے دست دیوے۔ اپنے بارہ میں حکیم ہو۔ تکلیف والوں کا دوست ہو۔ اپنی پرہیزگاری میں بزرگ ہو۔ اپنے نیک افعال اور اقوال کا باعث ہو۔ صدق کے ساتھ لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو۔ طاعت کے اندر دست ہو۔ دنیا اور دین کے کاموں میں ذمیل ہو۔ اپنی ذات سے قائم ہو۔ عبادت کے اندر متین ہو۔ ارباب خیرات کا دوست ہو۔ صفات کے اندر محمود ہو۔ جو حرکات اور سکناات دن اور رات میں نفس امارہ سے صادر ہونے والے ہوں۔ ان کا ضبط ہو جب شہوات کا درود ہو۔ تو روزوں کے واسطے اور نماز کے واسطے تیار ہو۔ اخلاق حمیدہ کا زندہ کرنے والا ہو۔ افعال رویہ کا نیست و نابود کرنے والا ہو۔ روح کے ساتھ زندہ ہو۔ عبادات باقیات کے واسطے قوی ہو چنانچہ کا حاصل کرنے والا ہو۔ اغنیا کے سوال سے مستغنی ہو۔ گوشہ کے اندر اکیلا رہتا ہو۔ خلق کے اندر ایک ہو کر رہے

لا حسانہ حکماً علی الخلق بالحق عدلاً  
فی احوالہ واقوالہ لطیفاً فی غایتہ  
نجیباً عن احوال الفقراء حلیماً  
عن جواز الناس غفوراً والتعدی  
الخلق وظلمہم شکوراً عن نعم  
الہادی علیاً بالہمة حفیظاً عن  
ارتکاب المعاصی حبیباً لافعالہ  
واقوالہ جلیلاً متزہاً عن  
اصحاب الدول رقیباً لرعیۃ  
من ظلم الظالم حبیباً لبسوال  
السائلین واسعاً بقوۃ من فی  
عیالہ حکیماً فی امرہ ودوداً  
لاصحاب الزحمة حمیداً فی ورعہ  
باعثلاً لافعالہ واقوالہ الحسنۃ  
شہیداً علی الناس بالصدق حقاً  
فی الطاعة وکیلاً فی الامر الدنیا  
والدین قیوۃ فی الذات متیناً فی  
العبادات ولیاً لارباب الخیرات  
حمیداً فی الصفات محصیاً  
للمحركات والسکناات الواردة  
من النفس الامارة فی الیوم  
واللیلۃ معید اللصیام والصلوة  
باعتبار تحقق الشہات محیباً

رعیت کی کاربراری میں مرجع ہو۔ الہی قدرت کے اندر صحت  
مقدرت ہو۔ لوگوں کی ضروریات کو آگے رکھے۔ اپنی  
ذاتی ضروریات کو پیچھے ڈالے اور امر کی تعمیل میں اول ہو۔  
مسجد کے باہر نکلنے میں آخر ہو۔ فرائض کو ظاہر ظہور اور  
کریں۔ نوافل مخفی پڑھے۔ اپنے نفس کے اوپر غالب ہو  
خلق کے اوپر کثرت طاعات میں در ہو۔ معاملات میں  
نیک ہو۔ عاصیوں کے عصیان پر توبہ قبول کرے۔ اپنے  
نفس سے انتقام لیوے۔ اور لوگوں کو معاف کرے۔ چھوٹا  
کے اوپر مہربان ہو۔ اپنے جمیع امور میں نفس کے اوپر مالک  
ہو خلق کو طاعت کی طرف ہدایت کرے۔ لوگوں سے غنی  
ہو۔ سائلین کے سوال پورے کرے۔ نفس کو ارتکاب  
معاصی سے باز رکھے۔ خیرات کا عمل نئی نئی طرح سے کرے  
غیروں کو نفع پہنچاوے۔ گمراہوں کے واسطے اعمالِ حمید  
کے ذریعہ سے نور ہو۔ زمین پر صلاحیت کے ساتھ وارث  
ہو۔ اصحابِ ارادہ کا مرشد ہو۔ اون کو ظلم خلق سے نیک ہوتا  
دیوے اصحابِ وعظ کے حقوق کا محافظ ہو۔ اور مذکورہ  
بالا اعمال پر عمل کرنے سے ایسے اسرار ظاہر ہو۔ کئے میں جن  
کے سبب سے اہل تصوف الہی اخلاق سے متصف ہو گئے  
ہیں۔ اور یہ معنی امامِ غزالی سے پہنچے ہیں۔ قدس القادری  
روحہ کہ بندہ ربوبیت کے اسما اور صفات میں سے ہر ایک  
اسم و صفت میں شرکت رکھتا ہے۔ اور نیز بعد ہی اس  
اعتبار سے رکھتا ہے۔ کہ اللہ جس کی شان اور آیات عالی میں  
اور جس کے اسما اور صفات پاک ہیں اُس کو پوج نہیں سکتا ہے۔

للاطلاع الحمیدۃ میتی للافعال الربیۃ حیاً  
بالروح قویاً للعبادات الباقیاً واجداً للحنان جاداً  
عن سوال الاغنیاء احداً بالغزلة احداً  
فی الخلق صمداً فی حوائج الرعیۃ مقتدر  
بالقدرة الهیۃ مقدراً لحوائج الناس مؤخر  
لحوائج النفس اولاً فی الایمان بلا واسطہ  
فی الخرج عن المسجد ظاهر فی الفرائض باطناً  
فی النوافل عالیاً علی النفس متعالیاً علی الخلق  
بکثرة الطاعات بر فی المعاملات تواباً فی عصیان  
العصاة منتقاماً من النفس عفواً من الناس  
علی الصغائر ولیکاً علی النفس کبیراً  
هادیاً للخلق الطاعاً غنیاً عن الناس معطياً  
لسائلین سواهم مانعاً للنفس عن ارتکاب  
المعاصی بدیعاً فی الخیرات نافعا للذیور  
لا مضا الضلالتۃ بالافعال الحمیدۃ وادانی الامور  
بالصلاحیۃ راشد الاضواء الارادۃ شدید المہم  
عن ظلم الخلق حافظ الحقوق اصحاب الوعظ عند  
ظہر السمر تخلقوا باطلاق اللہ وهدا معنی  
من الامام القدر اقدس لله تعار ورحہ ان  
للعبد شریکۃ فی کل اسم وصفۃ من اسماء  
الربوبیۃ وصفاتھا وعدا من غیر واصل  
باللہ تعالیٰ شانہ بقالت آیاتہ و  
تقدست اسماءہ وصفاتہ

## یاد شیخ جلال واصل رحمہ اللہ

آپ کا پس کے باشندہ - مولانا خواجگی بخوی کی نسل سے - اور حضرت غوث الودیاء کے خلفائین سے ہیں - آپ کے دل کا سویا - مشاہدہ اور مراقبہ کا مرکز اور آپ کا باخبر ضمیر معارف اور مواجید کا مزرعہ تھا آپ کی باصفا آنکھوں کو انکشاف کے روز میں احدیت کے آفتاب سے اور استقار کی رات میں وحدت کے چراغ سے بینائی ملتی تھی - سرود و سماع کی بزم پر آپ عاشق تھے - آپ کے وجد اور حالت کا سوز - قلوب کی وسعت اور قابلیت کے موافق - حاضرین انجمن میں سرایت کر کے ان کو خود بینی سے رہائی دیتا تھا ہجری سنہ ۱۳۰۰ء کو آپ نے سو سو سے تہا - کہ آپ کے جسمانی آئینہ میں اسم مجیدی کے جمالی انعکاس کے جگہ اسم حمیت کا جلالی عکس نمودار ہوا - عیال کا مسکن - عبارت کا حجرہ - اور عاقبت کا مرکز میں کا پس میں ہے - آپ کے فاضل اور اہل فصاحت فرزند موجود ہیں - خدا کرے - ان کو آباہ کرام کے مکاشفات کی ترقی نصیب ہو - سب سے بڑے شیخ افضل تھے - درحقیقت یہ اپنے وقت کے علمائین افضل تھے - پدربزرگوار کے بعد ان کو عالم فرق میں قیام کے لئے دو سال کی مہلت ملی - پھر ہجری سنہ ایک ہزار ایک میں عالم جمع کی جمعیت آباد کو کوچ فرمایا - دو سال فرزند شیخ اجل جمیلی تخلص ہیں - فارسی شعر میں ان کی مشق نعتیگی کے درجہ کو پہنچ گئی ہے - تیسرے فرزند شیخ معین الدین ہیں - فضیلت اور دانش مندی کا فروغ ان کی پیشانی میں تابان ہے - درویشی کے طریقہ میں ثابت قدم ہیں - توکل - تسلیم - عزت - خلوت - گزشتگی - اور بے نیازی کے طریقے کمال کے ساتھ رکھتے ہیں - خدا کرے - اکمالت کے درجہ کو پہنچیں -

## یاد شیخ بابو سنہی

محبت اور حیرت کے بیابانوں میں تنہا قدم اپنے ہی کہا ہے - فنا کے صحرا - اور بقا کی شاہراہ کے اندر چلنے میں آپ کو آندھی یا بگولہ کمانا موزون نہیں ہے - شیخ شکر محمد عارف شطاری کے اچھے مرید ہیں - شہر برہان پور کے اندر سندھیوں کے محلہ میں آپ کی عبادت کا حجرہ تھا - جب حجرہ منکوردونوں طرف سے گر گیا - اور اس کی مرست کا ارادہ دل کے اندر مستحکم ہوا - تو اپنے چاہا - کہ راقم گلزار سے اس بارہ میں شواہد کے لئے انکشاف اور استقار - اصطلاحات موفیہ میں مقامات کے نام ہیں ۱۲ -

طور پر کچھ بات چیت کریں۔ اور اس ذریعہ سے پریشانی خاطر دور فرما دین اسے جیال کے اندر ناگاہ یا بندش  
ہو۔ کہ اولاً اس باب میں استخارہ کرنا درویشوں کی حالت کے اعتبار سے بہتر ہے۔ ثنوی منطلق الطیر  
ہاتھ میں تھی۔ اُس کو تفاعل کے طور پر کہولا۔ یہ ابیات برآمد ہوئیں۔ ابیات

قصر تو چندست ازین گلخن کنون  
باجل زندان محنت آمدست  
لائق افتادے درین منزل نشست

گلخن ست این جملہ دنیا سے دون  
قصر تو گر خلد جنت آمدست  
اگر بودی مرگ را بر خلق دست

ان واقعات کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے۔ کہ اس کے بعد چند تعمیر درو دیوار کے واسطے التماس کی  
آوازین بلند کی گئیں۔ لیکن قبولیت کا رعبہ نہ ملا۔ اور ہجری سنہ ایک ہزار تین سے لیکر ہزار کی عمارت تیار  
ہونے تک جس کا سنہ ایک ہزار پندرہ ہے بے درو دیوار اسی ویران گمرن عمر گزاری۔ بیت

بے پاس متاعش رخنہ دیوار بر بستن

اور این خانہ بے لوح مست غوثی از خرد نبود

## یاد شیخ بدھا طیب بھاری

آپ اپنے زمانہ میں ظاہری معلومات کی۔ اور رسمی علم کی مجلس کے ہم نشینوں میں سر حلقہ۔ اور معنوی  
وحقیقی محفل کے محرموں کے اندر قطب تھے۔ محقق دانشوران ہند۔ مولانا حاتم سہنلی فرماتے تھے شیخ بدھا  
کی بزرگی اور شان کے بارے اکثر بزرگان وقت کی طاقت کی پشت خم تھی۔ ان میں سے چند بداندیش سیاہ باطن  
لوگ۔ آپ کی خدا داد رونق توڑنے کے واسطے ہمیشہ فلک سے بہانہ دریافت کرتے تھے۔ کیونکہ وہ بھی خسیگی  
پشت میں اس جماعت کی مثل تھے۔ اور فرمان روایان ملک۔ دولت کے نشہ اور خود بینی کی مدہوشی میں  
سرشار ہوتے ہی ہیں۔ ان کے ساتھ وہ بگ موافق ہو کر قرار دیتے تھے۔ کہ امتحان کی انجمن ترتیب  
دیجیاد سے تاکہ جو دعویٰ بلابرہان رکھتے ہیں۔ وہ الزام اور انفعال کے گوشہ میں خاموش ہو کر بیٹھیں اور  
اور ہر ایک کی حقیقت کا جو ہر کس جاوے۔ چاہتے تھے کہ اس حیلہ سے شیخ کی بات میں فرق پیدا کریں۔  
ہر چند یہ منصوبے۔ زمانہ پرستوں کی خواہش کی بساط پر مکر رہائے گئے۔ لیکن کسی شخص کو کسی مجلس میں آپ  
کے متین کلام میں معارضہ اور نقص کے طور پر بات کرنے کی گنجائش نہیں ملی بلکہ معرفتوں کے بیان کرنے کی  
قوت۔ آپ کی ذات شریف کے سوا۔ دوسرے کو میسر ہی نہیں ہوئی۔ اور تمام امتحانات کے مقامات سے



آپ نے فتح اور فرخندگی کے ساتھ اپنے مکان کو بازگشت فرمائی۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا۔ کہ حاضرین انجمن نے آپ کی گفتار کے شاہوار ہوتیوں سے سمعنا و اطعنا کا گوشوارہ بنا کر ارادت اور اطاعت کے کان میں پہنا۔ اور ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگائی۔ حافظ

باؤردکشان ہر کہ در آفتاب برافتاد

بس تجر بہ کریم درین دیر مکافات

## یاد شیخ بدھا حقانی جو پوری

آپ شیخ بدھا طیب بہاری کے ہم نام ہیں۔ علوم متعارفہ کے اندر آپ کے مطالعہ سے فنون کے اعتراضات اور مشکلات حل ہو کر بالکل روشن ہو جاتی تھیں۔ چونکہ آپ کی صحبت سے حق ثابت اور باطل معدوم ہو جاتا تھا۔ آپ سخن حق کو خدا و ملائین پوشیدہ نہیں رکھتے تھے۔ اور بلند آواز کے ساتھ۔ نماز کی اذان کی طرح لوگوں کے کان میں پہنچاتے تھے۔ اس واسطے آپ حقانی لفظ کے ساتھ مشہور ہوئے۔ باطنی کلمات کا کسب شیخ محمد عیسیٰ جو پوری کی خدمت با عظمت سے کیا تھا۔ آپ کا امر منیٰ طب کو قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقاً تھا۔

ادباً الحق ہر ہذا الاسلام والدین و  
بالباطل لکفر الشریع والحق المطلق ہو موجود  
والحق المقید ما کان حسناً فی العقیدۃ والفعل  
والنطق والباطل نقیض الحق واللہ حق علی معنی  
موجود وانہ قول الحق وانہ محقق الحق یقال الحق ما  
کان للہ والباطل ما کان لغير اللہ ویقال  
الحق من الخواطر ما وعی الی اللہ والباطل  
ما وعی الی غیر اللہ

اس مقام پر لفظ حق سے مراد اسلام اور دین ہے۔ اور  
باطل سے مراد کفر اور شرک۔ مطلق حق موجود ہے اور  
مقید حق وہ ہے۔ جو عقیدہ میں۔ فعل میں۔ اور نطق میں  
یک ہو۔ اور باطل نقیض حق ہوتا ہے اور اللہ حق ہے  
اس اعتبار پر کہ وہ موجود ہے۔ اور وہ ذوا الحق ہے۔ اور وہ  
احقاق حق کرنے والا ہے۔ یہی ایک قول ہے کہ حق وہ ہے جو  
اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔ اور باطل وہ ہے جو غیر اللہ کے  
واسطے ہو۔ اور یہی ایک قول ہے کہ بجز خواطر حق وہ ہے  
بجز اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور باطل وہ ہے جس طرح غیر اللہ کی طرف ہو

لہ۔ یعنی سنا۔ اور قبول کیا۔ اور اسے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو۔ کہ (بس دین حق آیا اور دین) باطل  
نیست و نابود ہوا۔ اور (دین) باطل نیست و نابود ہونے والا ہی تھا ۱۲

## یاد شیخ دولت ابن شیخ عبد الملک منیری

آپ علم آموز - عمل اندوز - دانش گستر - اور نبیش پرور تھے۔ جب آپ حروف کی اور کتابی نقوش کی شناسائی مسائل اور مقاصد کتب کی تحصیل - میان بدن منیری سے کر کے - ظاہری آراستگی کماں دھج پر کر چکے - تو یہی ارادت کے مراسم ہی میان بدن کی خدمت میں ہی ادا کئے۔ جب رہنمائی کی بدولت سلوک کے پانوں سے - طریقت کا راستہ چل کر - درویشی کی منزلین اور مقامات طے فرمائے اور تلویح احوال کے گرداب سے نکل کر ساحل تکین کے عالی مقام کو پہنچے - تو خلافت کا فرقہ - اور اجازت کا فرمان بھی ملا - آپ کی مانند فطرت میں - فراست میں - فنائین اور نفس پر فیروزی پانے میں - میان بدن کے ہاں دوسرا کوئی خلیفہ اور شاگرد نہیں تھا آپ کے درس کے حلقہ میں یہ اصحاب حاضر ہوتے تھے - شیخ اجمل - شیخ عبدالکریم - سید احمد باری - شیخ احمد چشتی جو حضرت گنجشکر کی نسل سے ہیں شیخ خلیل بٹنی - جن کے نام سے موضع نوادہ منسوب ہے - شیخ حافظ سارنی - شیخ یعقوب - جن کے نام ایک مدت تک دارالسخلافہ آگرہ کی تصفا کا عمدہ رہا - اور نیز اس جماعت کی مثل دیگر بزرگان نامور بھی حاضر ہوتے تھے - اس حلقہ میں آپ شمال مرکز تھے - شاہ ابوالفتح ہدیہ المدرست ابن شیخ قاضی شطاری کی خدمت اور ملازمت سے بہت کچھ کامیابی اور فیض حاصل ہوا تھا -

آپ کی ایک سرگزشت بطریق اختصار اس طرح پر ہے - کہ ایک روز ایک امر شروع کی تقریب سے آپ قلعہ رہتاس کی طرف گئے تھے - اثنای راہ میں ایک شخص ملا - اُس نے کہا - میری لڑکی کے کا رخیر (شادی) کا وقت نزدیک آگیا ہے - جس نے مجھ کو سوال پر مجبور کیا ہے - اور آپ کے چہرہ سے میں الہی بخشش کا فروع مشاہدہ کرتا ہوں - لہذا آپ میرے حق میں کیا فرمانے ہیں - آپ نے مرحبا لکر خادم کو فرمایا - جس قدر نقد جیب میں موجود ہو - اس سائل کے سامنے رکھ دو - خادم نے عرض کیا - ایک سو دو روپے مسکوک موجود ہیں - اگر ارشاد ہو - تو کل کے لائق بچا کر باقی اس سائل کو دیدن - آپ نے فرمایا - غم نہ کرو - کل کا آنا اور روزی کا پہنچنا - دونوں ساتھ ساتھ ہیں - کوئی فردا سے روزی کے نہیں

ہوگی۔ تمام نقد بغیر توڑے پوڑے اس شخص کو دیدو۔ ہنوز وہ شخص نقد مذکور لیکر ایک تیر کے فاصلہ پر نہیں گیا تھا کہ دو سو اسی طرف سے دوڑتے ہوئے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور میں دینار زر سرخ۔ یومیہ فردا کے نام سے پیش کئے۔ اور کوئٹی ہوئی بجلی کی طرح چمک کر نظر سے غائب ہو گئے۔

دیگر قاضی عبدالمد نامی ایک عالم تصبیہ منیرین رہتے تھے۔ مشائخ طریقت کی راہ و روش۔ بیعت خلافت۔ اور فرقہ پوشی ہے۔ اس سے انکار رکھتے تھے۔ ایک رات قاضی صاحب کو عالم خواب میں معلوم ہوا کہ کوئٹہ کے اوپر مخدوم شیخ شرف الدین شیخ احمد چرم پوش مولانا عبدالرحمن جامی۔ اور امیر خسر بیٹے ہوئے معرفت کی باتیں کر رہے ہیں۔ اور فقیر اور شیخ دولت ہم دونوں نیچے کٹرے ہوئے ہیں۔ مولانا جامی نے ہم نشینوں سے شیخ دولت کے اوپر چڑھ آنے کے واسطے اجازت مانگی۔ جب شیخ دولت اوپر چلے گئے۔ تو انہوں نے کہا۔ قاضی عبدالمد بھی حاضر ہیں۔ حضور کی خدمت کی ان کو آرزو ہے۔ شرف الاولیاء نے فرمایا۔ یہ ازل سے ساکن کے حوالہ ہیں۔ اپنا مرید کر لینا چاہیے۔ چنانچہ شیخ دولت نے حسب اشارہ میرے سر کے تھوڑے سے بال مقراض سے کتر لئے۔ اور مراسم ارادت ادا کئے صبح کو جب میں مراسم ارادت بجالانے کے لئے شیخ کی ملازمت میں گیا۔ تو مسکرا کر فرمایا۔ عبدالمد تکرار بیعت کی حاجت نہیں ہے۔ اس بارہ میں مشائخ کی رسمیں جو کچھ تین رات کو ادا ہو چکی ہیں۔ یہ پوشیدہ بات سن کر سخت حیرت میں رہا۔ بالآخر شجرہ اور ٹوپی جو ظاہری ارادت کا قاعدہ ہوتا ہے۔ لے کر اعتقاد اور اخلاص سے خوش اور سیراب ہو گیا۔

کہتے ہیں شیخ دولت کی تمام عمر آسمانی روزی پر گزری۔ اُس ملک کے حکام اور فرمان روا۔ آپ کے ساتھ معتقدانہ سلوک کیا کرتے تھے۔ اور بار بار سیورغال (معین وجہ معاش) قبول فرمانے کے لئے التماس کرتے تھے۔ لیکن ان سے آپ کی فاقہ دوست اور فقر پرور طبیعت نے لینا گوارا نہیں کیا۔ اور مضمون التماس پر کان ہی نہیں دئے۔ بلکہ زمانہ سابق کے فرمان اور اسناد جو اباضی کے بارہ میں آپ کے آباد اجداد کے پاس تھیں۔ ان سب کو لپیٹ کر اپنے آگ دکھا دی۔ اور دل کو دافوض امر علی اللہ کے سپرد کر کے اس سرچشمہ سے شاداب کیا۔ کہتے ہیں۔ جب آپ کے گوشہ خلوت میں اسم القابض کی تجلی سے دل کے اوپر۔ تنگی اور تیرگی کا پرتو پڑتا تھا۔ تو دور و دراز جنگل بیابان کی طرف جو آپ کی عمر کے اعتبار سے زیادہ دور ہوتا تھا۔ تنہا چلے جایا کرتے تھے۔ اور چند روز ایسی جگہ میں جہان سراغ

ہین لگ سکتا تھا۔ واقعہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔ تاکہ سابقہ تجلی اپنے مقابل کی طرف تبدیل ہو جاوے۔ بیت

ان کے جو گنج غوثی ویرانہ دوست باشی

شد سودہ در رہ تو پاسے سرخ مردم

جب کامل طور پر انشراح پیدا ہو جاتا تھا۔ تب آپ اپنے مقام کو معاودت فرماتے تھے جب آپ کو پیری نے آدبایا تو استغراقی حالت نے آپ کے تمام اوقات کو گھیر لیا۔ لوگ نماز کے وقت کلمہ حق حق کہتے تو تب کہیں بستی کا ادراک لالعیین کے مرتبہ سے نزول فرما کر اس تعینی منظر کے ساتھ تعلق پکڑتا تھا۔ اور اس وقت ماہو الملکتوب کے ادا کرنے میں مشغول ہوتے تھے۔ ایک سو سات برس کی عمر اسی مستقل نشست و برخاست کے ساتھ پوری کر کے ہجری سنہ ایک ہزار انیس کے کسی مہینے میں ربانی بہشت کی سیر کے واسطے چلے گئے۔ خواجگاہ منیر۔

## یاد شیخ محمد ابن فضل اللہ

آپ کی زاد بوم گجرات ہے نشوونما دارالامان احمد آباد میں پایا ہے تسلیم۔ توکل۔ تقویٰ۔ اور ظاہری و معنوی علم کی فضیلتوں کے مالک ہیں۔ رسمی علم میں وجیہ المذا احمد آبادی کے شاگرد۔ اور طریقت میں شیخ ماہیر پوری کے مرید اور خلیفہ ہیں جن کو خلافت کا خلعت اور اجازت کا فرقہ شیخ من السعرف شیخ ادہن۔ ابن شیخ بہاوالدین جو پوری کی خدمت سے ملا تھا۔ شیخ محمد۔ محمد شاہ ابن مبارک شاہ فاروقی کے دور دولت میں گجرات سے خاندیس میں آئے ہیں۔ ادہ برہان پور میں مسجد اور خانقاہ بنالی ہے۔ ہمیشہ حدیث۔ تفسیر۔ اور دیگر دینی علوم کو درس میں مشغول رہتے ہیں۔ ست سے طالب آپ کی رہنمائی کی برکت سے حق شناسی کے درجہ کو پہنچ گئے۔ آپ کے کسی قدر حالات اس طرح ہیں۔ آپ از بس کریمہ بنوی علیہ السلام کی زیارت پر والاد شیفہ ہیں۔ اس واسطے ہر سال اپنے وطن سے ہماز کے موسم پر دیوانہ وار اٹھ کر دیہ کے کناروں پر پہنچ جاتے ہیں۔ اگر کوئی مانع پیش آجاتا ہے۔ تو آئندہ موسم تک صبر کرتے ہیں۔ مدد اپنے مطلوب مقصد کی طرف متوجہ ہو کر روانہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طریق سے کئی دفعہ سفر حجاز کو دریا کے راستے سے گئے۔ اور حرمین شریفین کے طواف سے دونوں جہان کی سعادت حاصل کر کے اپنے وطن کو لوٹ آئے۔ ہمت کا قدم سنت کے راستے میں استواری کے ساتھ رکسکر

صلوات مستقیم پر چل رہے ہیں۔ سماع و سسرود کی طرف میلان نہیں کرتے ہیں۔ اور ماہ ربیع الاول کے اولین بارہ روز میں روزمرہ رات کو حدیثیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت میں عربی اور فارسی تصدیق سے۔ ذاکرین کی جماعت۔ آواز خزین کے ساتھ پڑھتی ہے۔ اور جو کچھ آپ کی بساط میں ہوتا ہے وہ ان ایام میں حلوی۔ عطریات۔ اور صلیحا۔ فقرا۔ مجلس سیلاو کے ذاکرین اور حاضرین ان اصحاب کی خدمت کرنے میں عزم ہو جاتا ہے۔ اور کوڑی پیسہ جو کچھ آپ بجاتے ہیں۔ اُس کا سبب ابن چند روزوں میں انہیں چند مبارک ایام کا خرچ ہے۔ یا کسی مستند شخص کے ہاتھ حرمین محترمین کو بھیج دینا۔ جو لیجا کر اُس ملک کے فقرا کو تقسیم کر دیوے۔ ان دو اہم کاموں کے سوا دوسری آرزو۔ اشیاء کے جمع کرنے اور لینے کی عین ہوتی ہے آپ کی عمر عزیز اس ہجری سنہ ایک ہزار بائیس میں ستر کو پہنچ گئی ہے۔ امید ہے۔ کہ باقی ماندہ سنوں تک گذرے ہوئے سنوں سے زیادہ ہونگے۔ آپ کے کامگار اور ذی معرفت متعدد فرزند اور مرید ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ سب کو رشد کے بلند مرتبہ پر پہنچا دے۔

شیخ ادہن جو شیخ ماہ کے پیر تھے۔ مشائخ وقت کے انیس۔ اولیاء زمانہ کے جلیس اور بزرگان دین دولت مند رئیس تھے۔ کہتے ہیں۔ مولانا علاء الدین محمد لاری۔ نوع انسانی کے بڑے جوہر شناس اور دقائق سخندانہ کے بال کی کہاں نکالنے والے تھے۔ فرماتے تھے شیخ ادہن۔ اپنے زمانہ میں بے نظیر ہیں۔ مولانا محمد برغلی کے بہائی مولانا حافظ برغلی کو جنت آشیانی کی رکاب میں جب ہجرت کی توفیق نہیں ہوئی۔ اور جو بنور میں رہ گئے۔ تو ارادت مند ان شیخ ادہن کے حلقہ میں داخل ہو کر ہمیشہ ان کی خدمت کرنا اپنے اہم لازم کر لیا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس جنت آشیانی کے امیر اعظم اور عالی فطرت خان تہان علی قلی نے جب ہجری سنہ نو سو پینسٹھ میں جو بنور کو افغانوں کے قبضہ سے نکال لیا تھا تو شیخ ادہن کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت کچھ مراسم عقیدت مندی ادا کئے تھے۔ القصد سبب تم کے لوگوں نے اپنی گردن شیخ ادہن کی ارادت کے طوق میں دے رکھی تھی۔ تمام اقسام عمر کے حقوق کافی طور پر حاصل کر کے اطوار زندگانی کی حقیقتیں معلوم کی تھیں۔ بعدہ ہجری سنہ نو سو ہتر میں حقیقی محبوب کے وصال کی مجلس میں جادخل ہوئے۔ خواہنگاہ جو بنور۔

یاد شیخ عبدالحق حقی تخلص

آپ حقی تخلص۔ قادری مشرب۔ دہلوی مسکن۔ علوم متداولہ اور فنون متعارفہ کے دقیقہ شناس۔

عالم ارواح کی اور کتاب اور عالم اجسام کے موالید نامہ کی رموز سے واقف ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ آپ کے کسی قدر مجتہد حالات۔ جو کسی تذکرہ نویس کی سابقہ گزارش کے بدون راقم گلزار کی صورت علیہمین۔ عیان کے تختے پر لکھتا ہوں۔ ہجری سنہ نو سو پچانوین کے آغاز میں سفر حجاز کے شوق کے جذبات آپ کو اپنے وطن سے نکال کر مالوہ کے راستہ سے بندر گجرات کی طرف لے آئے، ان ایام میں مرکز مدار مردمی و مروت۔ نرسپہر مجدد و مکرمت۔ مروج مراسم ملک و ملت۔ بزرگ کو کہ عرش آستانی اکبر شاہ۔ حاکم ممالک صوبہ مالوہ۔ مرزا عزیز محمد الملقب بہ خطاب اعظم خان مدظلہ۔ شہر اجمین میں بطریق قیام تشریف رکھتے تھے۔ جب آپ مزا کی ملازمت اور اجازت سے راستہ چل کر دار العبرۃ مشد (مانڈو) میں آئے۔ تو اون ایام میں راقم گلزار نے بھی آپ کے بافروغ دیدار سے بہت کچھ فیروزی اور فرخندگی کے فوائد حاصل کئے تھے۔ بالآخر آپ گجرات میں ایسے وقت پہنچے۔ کہ موسم حجاز گزار چکا تھا۔ میرزا نظام الدین احمد اُس صوبہ کے بخشی تھے۔ انہوں نے بے حد التماس کر کے آئندہ موسم تک بطیرایا اور نہایت خواہش کے ساتھ آپ کی خدمت میں انجام دین۔ پر جب دوسرا سال آیا۔ تو اسی مشیت کی کار سازی سے آپ حرمین شریفین کے طواف سے مشرف ہوئے۔ وہاں پر کہ معظمہ میں شیخ علی متقی کے خلیفہ اور جانشین شیخ عبدالوہاب رہتے تھے۔ ان کی سعادت تلقین سے خلعت پایا۔ اور نیز اس محل مقام کے دیگر عالی اسناد بزرگوں سے بھی کتب احادیث کی تصحیح فرمائی۔ القصۃ بطول ما جب آپ مراجعت کر کے اپنے وطن مالوف میں پہنچے۔ تو خلوت اور وحدت کی حلاوت نے سیر و سیاحت کا اندیشہ عزم کے مذاق میں تلخ کر دیا۔ آج کے روز تک کہ ہجری سنہ ایک ہزار بائیس ہے۔ آپ ہیٹھ صبر و سکون کا ہالون۔ آسودگی کے دامن میں پٹنا ہوا رکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ طالبان علم و عرفان کے درس اور تلقین میں مشغول رہ کر اپنے بابرکات اوقات کے عامرین۔ اور با اینہما الحکمہ لشد اپنے اس فرصت کے اندر عالم باطن کی پردہ نشینوں کی تصویر ہی قلم کی نقاشی سے کہینچ کر کتب تصنیف کو معرفت بیانی کے تصویر خانہ میں جگہ دی ہے۔ بالخصوص تذکرہ مشائخ جو اخبار الاحیاء کے نام سے نام زد ہے۔ اس کتاب کی خوبیان۔ تعریف کے قالب میں نہیں سما سکتی ہیں۔ چونکہ آپ نے اس تذکرہ کے ضمن میں اپنے آبائے کرام اور اقربا سے عالی مقام اور حضرات مرشدین کے باحقیقت حالات تحقیق اور تفصیل کے ساتھ لکھی ہیں۔ اس واسطے راقم نے اس حامل الاختصار نسخہ میں صمد الذکر حالات کا اعادہ نہیں کیا۔ بلکہ تمیناً نہرست کے طور پر۔

اور عنوان کی طرح۔ اس عزیز باجرا میں سے چند حرف لکھے ہیں آپ کے عالی فطرت فرزند ان رشید سب کے سب دانشوری اور سخندانہ کے درجہ کو پہنچ کر راہ طریقت پر چل رہے ہیں۔ خدا کرے۔ پدر بزرگوار کی مشاطگی سے سب کی عمر دن کی نو عروس۔ علم و عمل کے زیور سے۔ ہمیشہ روز افزون بناؤ سنگھار کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

## یا مولانا محمد رضا

آپ شکیبہ تخلص۔ اور خواجہ عبد الصغریٰ کے فرزند ہیں۔ فنون معقولہ کے مسائل کے ذاکر اور طبقات سلف کے ان حالات کے بیان کرنے والے ہیں جو اصحاب سیونایح کی کتب میں مسطور ہیں۔ آپ فارسی شعر کو اعلیٰ درجہ پر پہنچا کر فن انشائین آثار استادی۔ ظاہر کرتے ہیں۔ اور جو کچھ آپ کی معنوی خوبیاں ہیں۔ وہ الفاظ اور تعبیر کے کلبد میں نہیں آسکتی ہیں۔ کسی قدر آپ کے حالات بیان کئے جاتے ہیں۔ آپ کے مورخان عسلیٰ خواجہ عبد اللہ نامی کی پاک نسل سے ہیں۔ جن کے باکمال حالات۔ نفحات الانس میں حقائق پناہی مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی نے لکھے ہیں۔ خواجہ عبد اللہ امامی خواجہ امین الدین حسن کے فرزند ازجہند تھے اور خواجہ امین الدین حسن وہ ہیں۔ جن کے مبارک نام پر سان الغیب خواجہ حافظ شیرازی نے ایک غنزل موشح کی تھی۔ یہ جو تین اسی غنزل میں سے ہیں حافظ

نہ میل لاد نسرت نہ برگ نسرین دارم

چہ غم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم

چو در گلزار اقبالش خراما نم مجسم اللہ

برندی شہر شد حافظ پس از چندین درع سکین

دوسرے یہ ہے۔ کہ اجری سنہ ایک ہزار چار کے آغاز میں آپ خانخانان مدظلہ کی سپہ سالاری کی ملازمت میں دکن کی پیدش پر عازم ہو کر آئے تھے۔ مولانا نظیری پشاپوری۔ بو یقلی بیگ انیس ملاج علی سندھی۔ شریف کاشی۔ ملا کامی بندراری ملا بقائی۔ یہ تمام اصحاب۔ اور نیز اہل سخن کی دیگر جماعت بھی۔ رفاقت میں تھی۔ یہ جملہ اصحاب منڈو (مانڈو) کے راستے گورے بجور اقم کا غریب خانہ ہے۔ روحانی شناخت تو اول ہی سے تھی بلکہ اکثر واضح جنود فجددہ قیامی عارف مینہا ایتلف اب یہ موقع آیا۔ تو صدر الذکر شناسائی۔ غیب کے تہ خانے سے نکل کر وجود کے جلوہ گاہ میں آئی۔ اور پھر دونوں جانب سے ہوئی اس کی پیدش۔ لہذا نوزادگی کے درجہ سے اوہر کمال کے درجہ کو پہنچی نیکن اس تربیت کی مدد میں

معرفت کے جسم پر مفارقت کی بیماری مکرر عارض ہوئی۔ اس کا علاج یہ تھا کہ بغیر آنت دیکھے ہوئے۔ ہر دفعہ عرض مفارقت صحت قرب کے ساتھ تبدیل ہوتا رہا۔ القصمہ لبطولہما ہجری سنہ ایک ہزار ستترہ میں پیر آپ کا عبور منٹو (مانڈو) پر ہوا۔ چونکہ ایک مدت کے بعد اپنی ملاقات پہنچی۔ اور یہ وقت وہ وقت تھا کہ راقم مشائخ وقت اور بزرگانِ عمر کے باصفا حالات لکھ رہا تھا۔ لہذا گریہ ہوئے خاص خاص واقعات دریافت کئے گئے۔ فرمایا۔

”ہجری سنہ نو سو چونتیس میں میری علمی صورت۔ عالم عین میں آئی۔ جب زمانہ ہوش آیا۔ تو کچھ علوم تو شیراز میں۔ اور کچھ اپنی زاد بوم میں تحصیل کر کے۔ مطالعہ کے ذریعہ سے عبارت پڑھنے میں مہارت پیدا کی۔ جب عمر نے چونتیس سال کی بساط پر قدم رکھا۔ تو کلام کا وزن برابر کرنے کا ملکہ پیدا ہوا۔ اور جوانی نے قوت جسمانی بخشی۔ اس بیاد پر یہ بندوستان کی ہوا۔ سر میں بری۔ زبانِ دل کی اطاعت کر کے اپنے مکان سے لار ہو کر ہرمز میں آیا۔ ہرمز سے بند چوچول کی کشتی میں بیٹھ کر دریا پار کے کنارہ آ۔ اتر۔ بیان سپہ سالاری کی ملازمت کا شوق مجھ کو کشتی احمد آباد گجرات میں لے گیا۔ ان ایام میں نواب کام بخش دار الخلافہ شاہنشاہی میں تشریف رکھتے تھے۔ لہذا جس طرح سے ممکن ہوا۔ احمد آباد سے روانہ ہو کر اپنے تئیں نواب مظہر کی گرامی خدمت میں پہنچایا۔ ہرمز میں اپنے دامن سے گدراہ نہیں جھاڑنے پایا تھا۔ کہ ہمراہ دلدستہ کے لشکر میں فوراً جانے کا عزم باجزم ہو گیا۔ اسی تائید شامل حال تھی کہ فتح کا چہرہ نظر آیا۔ اور اس صوبہ کا دالی میرزا جانی جوتا۔ اس کو ہمراہ لیکر شاہی دربار میں حاضر ہوا۔ انہیں ایام میں دکن کی لڑائی ہی حسب مشیت ایزدی نواب کی خدمت میں ہگتئی تھی۔ سو بااوقف اور ہر روانہ ہونا پڑا۔ قصہ کوتاہ ہجری سنہ ایک ہزار چوبیس میں سہیل مقنود کی لڑائی کے بعد حسب قرار وادبیان سے فارغ ہو کر لشکر سرخ زمین آیا۔ ناگاہ خونِ شکر کی بیماری عارض حال ہوئی۔ بیان تک کہ دوست زندگی سے ناامید ہو کر اخوی سفر کے سامان میں مشغول ہوئے۔ اس حالت میں یہ ارادہ مصمم ہوا۔ کہ اگر صحت حاصل ہو جاوے تو آئندہ دنیا کے کام کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا اور اخروی سامان کو راہ حجاز میں صرف کروں گا۔ اسی بعد سے شفا کا ستارہ طلوع ہو کر اونچا ہونا شروع ہوا۔ چونکہ تعلقات کا سلسلہ بے انتہا مستحکم تھا۔



اس واسطے شمسی چڑھنے دور میں تدبیریں کرتے کرتے بتدریج منقطع کیا۔ اور دل کو کامل طور پر دنیا کی گرفتاری اور آلائش سے نجات دی۔ پھر ہجری سنہ ایک ہزار بارہ میں حجاز کے مبارک سفر کا ارادہ ہوا۔ تین سال کے اندر دشواریاں اور سختی کی گھاٹیاں طے کر کے۔ اس باسعادت سفر کو انجام دیا۔ وہاں سے مراجعت کر کے بندر سورت کے کنارہ پر آترا۔ جب بہان پور میں پہنچا۔ تو وہی خانخانان کی محبت کی زنجیر آزادی کے پانون میں پڑ گئی۔ بے اختیار ایک مدت تک ملازمت میں جس طرح مقدر تھا۔ بسر کیا۔ چونکہ یہ بات تجربہ میں آچکی ہے۔ کہ جو کام صفائے طبیعت کے ساتھ کیا جاوے۔ اس کی تاثیر ضرور ہوتی ہے۔ لہذا ہجری سنہ ایک ہزار انیس میں نواب نے میری گوشہ نشینی کی درست خواہش پر اطلاع پائی اور آزادی کی اجازت دیکر اندوئی ناسور پر مہم رکھا۔ اور جہانگیری عالی شان دربار سے سیدہ خال جو درویشانہ معیشت کے واسطے مکتفی ہو۔ لیکر دہلی میں گوشہ اختیار کر لیا ہے گا

اب آپ صدارت کا خلعت پہنکر فقراے دہلی کی خدمت میں فراغ دل سے خدا کے ساتھ مشغول ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو نشاط حضوری نصیب فرماوے ایہا السامعون ان ایام میں خانخانان انجمن کے اندر۔ اور سپہ سالاری کی مسند پر صاحب مجلس کی توجہ سے سخن بیج اور عالی فطرت آدمیوں کا ایک ایسا دائرہ فراہم ہوا تھا۔ کہ اگر ایران اور توران جیسے بڑے بڑے ملکوں کے سلاطین کوشش کریں۔ تو ایسی خوبی اور خوشی کی جامع مجلس کو برہن میں ہی منعقد نہ کر سکیں۔ آپ لوگ۔ اس راست کلام کو صرف آواز اور مدح کا نقش نہ سمجھیں۔ کیونکہ اگر آپ لوگ منجھانہ معاملہ پیش کریں گے۔ تو اس مدعا پر عادل شاہ۔ قاضی وقت کے حضور میں بہت سے پیش کئے جاسکتے ہیں بالخصوص یہ سربراہ دون کی جماعت جس کے نام اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ اس جماعت کی گفتار۔ اور اس کا شعار۔ اپنے خداوند دن کی فضیلت اور فصاحت پر خود گواہ ہے۔ بہرحال ان اصحاب کے مولانا نظیری نیشاپوری ہیں۔ حاجی اکرمین درویش طبیعت۔ صوفی سیرت۔ اور مہذب الاخلاق تھے۔ آپ کے کلام کی مجوں میں تاثیر کی تلخی۔ سوشنگی کی شورش۔ اور چوٹ کمانے ہوئے دل کا تالہ۔ یہ صفات۔ فصاحت کی شیرینی۔ اور عبارت کی ترتیب سے زیادہ پائی جاتی ہیں۔ انہوں نے زندگانی کے آخرین حصہ میں نظم کا رخ۔ موصوفیوں کی گفتار کی طرف بہرہ دیا تھا۔ اولاً عربی عبارت میں مہارت راقم کلمہ

کی مصاحبت سے پیدا کی تھی بعدہ بارہ سال جو بقیہ عمر کا حصہ رہتا اس کے اندر احمد آباد میں قیام کر کے دینی علوم تحصیل کئے تفسیر و حدیث کی تصحیح - مولانا حسین جوہری دائرہ والکی خدمت میں کی تھی - ۱۰۰ ہجری سنہ ایک ہزار بیس میں عالم قدس کو کونج فرما گئے بیت

لا ینفع العلم والاداب والعبی  
وصاحبہا عند الکمال یوت

## یاد شیخ فرید

آپ شیخ عبدالحکیم ابن شاہ باجن حشتی برہان پوری کے فرزند ہیں فضل و فراست کی فصل کی نوہار رقتا دریا ضست کی بریج کے نوروز - کشف و کرامات کی کتاب کے شاگرد - اور حالات و مقامات کے خداوند ہیں - شروع ہوش کے زمانہ سے آپ سچ القلوب کی خدمت پر شیفہ ہیں - علوم ستادوں کی تحصیل ان کے درس میں کر کے عیانی اور بیانی علوم کے کمالات کو پہنچے ہیں - فارسی اور عربی کی بیت سی بسوط کتابوں کا اختصار اور انتخاب اس طرح سے کیا ہے - کہ وہی انتخاب ان بسوط کتابوں کے معانی کا فائدہ دیتا ہے - آپ فارسی شعر درویشانہ کہتے ہیں - آپ کی حالت دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ فکر کی زبان - شعر کو ذکر میں ادا کرتی ہے - یعنی ذکر ہونا - شاع ہونے سے بہتر ہے - اکثر سرد کی مجلسوں میں دیکھا گیا ہے - کہ جب سماع کے وقت آپ تو اجد کے ہاتھوں کو جنبش دیتے ہیں - تو اہل انجمن کے لب پر - شوق کا لغزہ - اور سر پر حیرت کا ہاتھ ہوتا ہے - آپ کی ظاہری صفائی اور باطنی نور سے آبا سے کرام کی معرفت کے چراغ میں ہاں نور و روشنی پیدا ہو گئی ہے مصراع کجا خدمت حسنش را ہنوز آغاز می بینم -

سچ القلوب اپنے بڑے بیٹے شیخ عبد الستار کی پرورش - اور آپ کی تربیت یکسان فرماتے ہیں - اور آپ ہی اپنے مرشد کی نسبت نہایت اطاعت اور ادب کے مقام میں رہتے ہیں بیت

میان عاشق و معشوق صحبت عجب است  
اگر فرشتہ بود غیر در نمی گنج

خدا کرے - ان دونوں اوج شرف کی نیرین - اور دونوں برج سعادت کے قمرین کی تربیت کا برتو - ابن الاشفاق کے سر پر ابدال آباد تک رہے -

## یاد خواجہ علی مسیحی تخلص

آپ کی زاد بوم احمد آباد ہے - قادری سلسلہ - حسین رومی کے فرزند - اور گجرات کے بڑے دولت مند

میں سے تھے طریقت کی تلقین مسیح الاولیا سے تھی۔ راقم گلزار کے ساتھ بہت کچھ رسم دوستی رکھا کرتے تھے  
 رسمی علوم کی کلیات سے آگاہ تھے فارسی زبان میں صوفیانہ اشعار لکھا کرتے تھے۔ آزاد خاطر۔ فلغ ابال  
 نوعی خیر کا سے بے نیاز قسام لاشریک لہ کے دئے ہوئے حصہ پر خوشنود تھے۔ اپنے مرشد کے  
 فرق عادات کے متعلق حالات کے چند اوراق لکھ کر راقم کے پاس بھیجے تھے۔ منجملہ ان کے چند بیانات  
 کا خلاصہ تو عبارت میں لاکر راقم نے اپنے گلزار کی بہار بنایا۔ باقی چند بیانات کو عذر اختصار کر کے دیگر تذکرہ  
 نویسوں کی کتابت پر موقوف رکھا۔

رومی نگار خانہ میں سے ایک بات ہے۔ کہ سید محمد قادری کے بیٹے۔ سید عبداللطیف نے شیخ عبدالرحیم  
 چشتی عادل پوری کی روایت کے حوالہ سے فرمایا ہے۔ کہ شیخ عبدالرحیم کہتے تھے۔ ایک رات اعتکان کے  
 اندر خواب اور بیداری کے درمیان مجھ کو ایسا معلوم ہوا۔ کہ چار نورانی اشخاص نے مسیح الاولیا کے بیٹھنے کے واسطے  
 ان کے مکان میں ایک تخت آستانہ کیا ہے اور اون کے نام سے قطبیت کا ترانہ گاتے ہیں۔ اور مسیح الاولیا  
 سکر اتے ہوئے فرماتے تھے۔ مجھ جیسے شخص کو اس تخت کی نشست کے لائق نہ سمجھو۔ قصہ کوتاہ۔ ان چاروں  
 شخصوں نے مسیح الاولیا کے ہانہ پر خیال نہ کر کے تخت کے اوپر بٹھایا۔ اور سب ازراہ طرب سامنے اویسے  
 ہاتھ باندھ کر مبارک بلو میں خوشی اور نشاط کی آوازیں بلند کیں۔ جب میں صبح کے وقت مسیح الاولیا کی خدمت  
 میں گیا۔ تو میرے بشرہ سے رات کی دیکھی ہوئی حالت کے آثار معلوم فرمائے۔ اجازت کے واسطے لب نہ ہلایا۔  
 اور مجھ کو کئے سے روک دیا۔ درس سے فارغ ہونے کے بعد جب خلوت ہوئی۔ تو وہی خواب کی سرگزشت  
 مجھے بے کم و کاست خود ظاہر فرمائی۔ میں اسے جل شانہ کا شکر بہت زیادہ کیا۔ کہ میری خواب اضغاث  
 احلام (پریشان خوابوں) میں سے نہ تھی۔

## یاد شیخ کا جا

آپ کا نام الہداد ہے۔ اور نسل اغوان سے ہیں۔ بے خودی۔ بے نیازی۔ اور آزادی۔ آپ کا  
 شہر ہے۔ جب جوانی تھی۔ تو آپ نے ایک عمر یاد گیری میں ہی گزار دی۔ انہیں ایام میں ایک حسینہ عورت پر  
 بھی نظر جا پڑی تھی۔ اور آپ اسیر نگاہ ہو گئے تھے۔ مجازی محبت کا غلبہ ظاہری اسباب روزگار چھوڑنے کا  
 سبب ہوا۔ اور رفتہ رفتہ نسبت بہ جذبہ پونجی۔ سارنگ پور ماوہ میں رہتے ہیں۔ حصار اور وارو لوگ ہمیشہ اپنی

خدمت میں جاتے ہیں۔ اور آپ کے ایسے عجائبات دیکھتے ہیں جو خرق عادات تو نہیں۔ البتہ قریب بہ خرق عادات ضرور ہیں۔ القصہ آپ شراب جذبات سے مست۔ اور خجائیکہ آزادی میں مدہوش ہیں جب راقم نے آپ کے حالات تحریر فرمانے کے واسطے عارف وقت اور عارف تخلص صورتہ اور معنی سید مولانا محی الدین سازنگ پوری کے خدمت میں مدظلال افاوتہ یاد دہانی کی۔ تو مولانا نے آپ کے اسرار کچھ ایسے لکھے کہ کانوں سے سن کر سخت تعجب ہوا۔ باوجود پانچ منزل کی مسافت کے۔ اور باوصف غلبہ شوق کے۔ آپ کی صورت جودوں کے اندر ہے۔ آنکھوں کی منزل میں نہ لاسکا۔ اس میں خشک نہیں جو شے مرہون وقت ہوتی ہے۔ اس کا انفکاک نقد وقت خرچ کرنے کے بدون۔ صرف کوشش سے نہیں ہو سکتا ہے۔

## یاد شیخ داؤد شطاری

آپ کے پدر بزرگوار کا نام شیخ خان محمد ہے۔ آپ کی حقیقت حال۔ صبر اور شکر کے مرتبہ سے بڑی ہوئی ہے راقم آپ کی از خود فرست گئی۔ اور شگفتگی کا حال کیا لکھے آپ شہر اور جنگل کو بے تفاوت ایک سمجھتے ہیں۔ درویش اور تو نگر میں فرق نہیں کرتے ہیں۔ آباد اور ویرانہ کو یکساں جانتے ہیں۔ سب کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آتے ہیں۔ اظہار احتیاج کو کفر طریقت شمار کرتے ہیں۔ ایثار (دوسروں کی مصالحت کو اپنی منفعت پر مقدم رکھنا) اور نثار کو فرض سمجھتے ہیں۔ آپ کے کسی قدر حالات اس طرح پر ہیں۔ آپ کے پیر خرقہ اور صحیحبت محمود العواقب شیخ جلال محمود شطاری ہیں۔ عین جوش شباب میں ترک وتوبہ کی توفیق نے آپ کے آرزو مند دل کی فریادرسی کی۔ اور رہنما بزرگ کی تلاش کے ارادہ پر گھر سے نکال کر مسافرت میں ڈال دیا۔ ہر ایک آبادی اور ویرانہ میں پہنچ کر۔ ان بزرگوں کی ملازمت حاصل کی۔ جو ارشاد کی عام شاہراہ پر بیٹھ کر طالبوں کی ہدایت کا سامان فرماتے تھے۔ کسی شخص کے دیدار سے اپنی پرورش کا کاغذ اپنے مطالعہ نہیں کیا۔ اسی طریقہ پر قدم لسانی کرتے کرتے شہر منڈو (مانڈو) میں آئے ازل عنایت کے پر تو سے راستہ محمود العواقب کی خدمت میں ملا۔ اور اولین مشاہدہ میں ہی دل بستگی کی توڑی سی چمک نایاب ہوئی۔ بہر حق شناسی کے آثار روز افزوں بڑھنے شروع ہوئے۔ چنانچہ بہت توڑے عرصہ میں اذیمرو اشغال کی تعلیم اور مراقبات صوفیہ کے تصورات کا نشیب و فراز طے کر کے شطاری راہ درویش سے آشنا ہو گئے تین سال بعد محمود العواقب نے صورت کا برقع حقیقت کے چہرہ پر سے دور کیا۔ اور ان کا آفتاب عمر خردی مغرب میں ڈوب گیا۔ آپ نے

یہ تقاضا سے وقت مکان مرشدین جب تک مقید رہے۔ گزراں کی۔ جب حضرت غوث الاولیا کی زیارت اور عالی قدر مخدوم زادون کی ملازمت کا شوق ہجوم کر کے آیا۔ تو باطنی جذبات کے ساتھ روانہ گولیا ہوئے۔ گولیا پہنچ کر بہت برسوں تک شیخ عبدالمد۔ اور شیخ ضیا اللہ کی صحبت سے اسی معرفت کا فیض حاصل کیا۔ اس درمیان میں صوبہ دہلی۔ اور مالک شرقی و شمالی کی سیر و سیاحت کر کے۔ شہر نشین فانشورون اور صحرانگردین خدا پرستوں کے دیدار باطن کی تشنگی کو دبا یا۔ اور صفائی قلب کی بدولت سرخوشی و وحدت کے آثار سے۔ کامیابی کے ساتھ سیراب ہوئے۔ کم و بیش بیس سال بعد ہجری سنہ ایک ہزار اسیس میں بزرگوار کی زیارت کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ منڈو (مانڈو) کی طرف آئے۔ یہاں پر کچھ اور ایک سال بسر کرنے کے بعد۔ پھر شوق گولیا۔ گولیا۔ کو لے گیا۔ جب بمقام گولیا پہنچے۔ تو حضرت غوث الاولیا کے جانشین شیخ عبدالمد کو مرض الموت میں مبتلا پایا۔ چنانچہ شیخ عبدالمد دس روز بعد آخری سفر کو روانہ ہوئے۔ آپ نے چند روز تو شیخ عبدالمد کے فرزندوں اور ملازموں کے ساتھ افسوس اور تاسف کے اظہار میں شریک رہ کر مراسم تعزیت ادا کئے۔ پھر اجازت لیکر منڈو کی طرف مراجعت فرمائی ہجری سنہ ایک ہزار اکیس میں ماہ ذی قعدہ اپنے شہر مالون میں داخل ہوئے۔ جو کچھ آپ کے ظاہری ماجرا کا خلاصہ تھا۔ اختصار کے طور پر لکھا گیا۔ لیکن آپ کی باطنی حقیقت جو کچھ ہے۔ اس کے بیان کرنے کی طاقت عبارت میں نہیں ہے۔

## یاد شیخ اولیس پور غوث الاولیا

آپ نے ہنگام جوانی میں عزنی زبان کی مہارت پیدا کر کے ظاہری علم تحصیل کیا تھا۔ نیز سلوک کے راستہ میں قدم رکھ کر پانچون جوہروں کو کدہ یہ ہیں۔ عبادات۔ اور او۔ دعوات۔ اذکار۔ اور اشغال عمل میں لاکھے ہیں۔ اور اپنے تمام اوقات کو مشائخ کے معمولی کاموں پر تقسیم کر کے ایک لحظہ بھی بیکار نہیں جانے دیتے ہیں۔ احمد آباد کی خانقاہ اور مسجد آپ کے پدربزرگوار کی تعمیر کرائی ہوئی ہے اس کو ظاہری اور باطنی مرتبہ سے معمور رکھتے ہیں۔ آپ کی طبیعت اخفا و دست واقع ہوئی ہے۔ اس نے شہرت کے مقابلہ میں گناہی کو اختیار کیا ہے۔ ظاہر کرنے والی رسمیات کو دل میں گمنے نہیں دیتے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ افضل علم روزگار امیر شاہ میر شیرازی کی سادات نسل سے ہیں۔ جنہوں نے بزرگ سلطان محمود کی سلطنت کے زمانہ میں گجرات میں آکر جاپانیر میں قیام فرمایا تھا۔ امیر شاہ میر۔ صدر الدین محمد شیرازی۔ اور مولانا جلال الدین گجراتی

دوانی یہ تینوں بزرگ ایک ہی زمانہ کی مجلس میں صدر نشین تھے۔ جب راقم کلمہ ہجری سنہ ایک ہزار تین  
 میں وجیہ الملتہ کے مقدس روضہ کا طواف کرنے کے ارادہ پر خاندان سے احمد آباد گیا تھا۔ تو اس وقت  
 میں شیخ اویس سے ملا تھا۔ حالات بیان کرنے کے ضمن میں ایک تقریب سے گزارش کیا۔ کہ علی العموم  
 مشائخ اور بالخصوص آسودگان ہند کے بالکمال احوال کی جمع اور تالیف کا خیال ایک مدت سے دل میں  
 ہو رہا ہے۔ دعا سے امداد فرمائیے تاکہ ذہن کی خلوت میں بیٹھنے والیاں تحریر کے کلمے ہوئے میدان  
 میں نکل کر اپنا جلوہ دکھائیں۔ اپنے دعا دیکر فرمایا۔ اگرچہ یہ منصوبہ دیر سے ظہور پذیر ہوگا۔ لیکن بہت اچھا  
 ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ دس سال تک اس مسودہ کے تیار کرنے کے واسطے قلم اٹھانے کی توفیق ہی نہیں ہوئی  
 بالآخر جب ہجری سنہ ایک ہزار چودہ میں شیخ ابوالخیر مبارک خضر جن کی پیشانی سے فلاح اور اخلاق کے  
 بہت سے آثار نمایاں تھے۔ بطریق سفارت میرزا شاہ رخ والی ملک بدخشان کی ملازمت میں جانے کے  
 واسطے اجین مالوہ میں آئے تو غولئی شاہی ان ایام میں مولانا کمال محمد عباسی کے عرس کے واسطے اجین  
 کو گیا تھا۔ چونکہ شیخ ابوالخیر مبارک خضر کو راقم کے مذکورہ بالا ارادہ پر۔ اور اس کے آغاز اور انجام پذیر ہونے پر  
 اطلاع تھی۔ تو ہنگام ملاقات کمال آرزو اور اخلاق کے ساتھ زمانہ کی بیوفائی۔ عمر کی کوتاہی۔ اور مافی الضمیر  
 معلوم ہونے کے متعلق بہت سی باتیں کر کے اس کے اہتمام کے واسطے غایت درجہ راقم کو آمادہ  
 کیا چونکہ اہتمام پر آمادہ کرنے والی شیخ ابوالخیر کی گفتار الہی تقدیر کے موافق تھی۔ تو کوشش کا دامن خدمت  
 گزاری کے ہاتھ نے پکڑ لیا۔ اور شیخ کی ہمت اور امداد کی برکت سے اولین نسخہ دو سال کے اندر کتابت کی  
 صورت میں آیا لیکن اس کی تصحیح اور صاف کرنے میں بہراٹکا کی شکل پیدا ہو گئی۔ آخر کار بیچ القلوب  
 کے پیامی اور زبانی تازیانے جو غیبت اور حضور میں وقتاً فوقتاً لگتے رہے یہ تازیانے ندم تسبیح کی روانی  
 کا باعث ہوئے۔ اور بیچ القلوب کے با تاثر انفاس کی برکات سے بیاضی نسخہ ہجری سنہ ایک ہزار تین  
 کے رجب مہینے میں اتمام کو پہنچا۔ اس ماجرا کے بیان کرنے کی علت غائی یہ ہے۔ کہ فرزند غوث الاولیاء  
 (شیخ اویس) کے فرمانے کے بموجب اس مجبوعہ کے فراہم کرنے کا تخم ناماندیشہ۔ نوہار زبان کی امداد۔  
 کلک بیان کے سینچنے۔ اور دستوں کی مددگاری سے۔ کاغذی صفحوں کے باغچہ میں اٹھارہ سال بعد  
 درخت کی مانند بار آور ہوا۔

الحمد لله المعین وحسن لقاہ۔ | جمیع اقسام حمد اللہ جل شانہ کے واسطے ہی میں جو معین ہے اور اس کا حسن

من سوا فیہ قولہ تعالیٰ ومن اراد  
 الاخرة وسعی لها سعیہا وهو مؤمن  
 فاولئک کان سعیم مشکورا۔ علاقتہ  
 من اراد الاخرة علی الحقیقتہ ان  
 یسعی لها و ارادۃ الاخرة اذا تجردت  
 عن العمل لها کانت تعبیا  
 لا ارادۃ

ان اصحاب کے واسطے ہے جنہوں نے اُس کے واسطے سعی کی ہے  
 قولہ تعالیٰ ومن اراد الخ جو شخص طالب آخرت ہو۔ اور آخرت کے واسطے  
 جیسی کوشش کرنی چاہیے ویسی کوشش ہی کرے اور وہ ایمان ہی  
 رکھتا ہو۔ تو یہی لوگ ہیں جن کی محنت خدا کے ہاں مقبول ہوگی۔  
 جس شخص نے فی الحقیقتہ آخرت چاہی۔ اُس کی علاقت یہ ہے کہ  
 آخرت کے واسطے کوشش کرے اور ارادہ آخرت جب عمل آخرت  
 سے خالی ہوگا۔ تو یہ صرف تمنائی ارادہ ہے۔

قوله تعالیٰ وهو مؤمن ای فی المال  
 کما انه مؤمن فی الحال ویقال  
 وهو مؤمن بان نجاة بفضلہ  
 لا بسعیہ

قوله تعالیٰ وهو مؤمن۔ ترجمہ۔ اور وہ ایمان ہی رکھتا ہو۔ یعنی عاقبت  
 کے بارہ میں جیسے کہ وہ ایمان رکھتا ہے حال میں۔ نیز کہا جاسکتا ہے کہ  
 وہ ایمان رکھتا ہو اس طور پر کہ اُس کی نجات نفس الہی سے وابستہ ہے نہ  
 اُس کی سعی سے۔

قيل السع المشكور المقبول ومع القبول  
 یكون فی التضعیف موفورا کما  
 ان صدقة العبادیربہا ویکثرها  
 فذلک طاعة العباد اذا اشکرها۔  
 یمیرها ویکثرها۔

کتے ہیں۔ سعی مشکورہ ہے جو مقبول ہو۔ اور قبول کے ساتھ دو چند  
 ہونے میں زیادہ ہو۔ جیسے کہ بندہ کا صدقہ مقدار صدقہ کو بڑھاتا ہے  
 اور زیادہ کرتا ہے۔ اسی طرح بندہ کی طاعت۔ جب بندہ شکر گزار ہو  
 تو نتیجہ طاعت کو بڑھاتی ہے۔ اور زیادہ کرتی ہے۔

## یاد شیخ حسن ابن موسیٰ احمد آبادی

آپ راقم کلوار کے پدربزرگوار ہیں۔ کلام مجید کے حافظ۔ اور رسمی علم کے عالم تھے۔ آپ کے والد ماجد  
 نے چار سال کی عمر ہونے کے بعد آپ کو استاد کے سپرد کیا تھا۔ اسی سال میں ربانی کلام حفظ کر لیا۔ اور رسمی علوم  
 کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ ان ایام میں آپ کے پدربزرگوار کی موسوی روح۔ عیسوی کالبد کی طرح۔ آسمان کو  
 چلی گئی جس کے سبب آپ کی بہت جمعیت۔ فراغت اور کوشش کی چار دیواری میں رخنہ پڑ گئے۔  
 میں آپ کسی قدر نحو۔ فقہ۔ اور حدیث کے سوا کچھ تحصیل نہ کر سکے۔ مراسم ابوات سید جلال ابن سید احمد  
 جعفر رفاعی کی خدمت میں ادا کر کے خانقاہ میں رہتے تھے۔ ہجری سنہ ۱۰۵۰ کو سو اکتالیس میں جب آپ کی

عمر جو بیس سال کی تھی۔ جنت آشیانی ہمایون شاہ نے گجرات فتح کرنے کے واسطے لشکر کشی کی تھی۔ اور سلطان  
 خیمے احمد آباد میں آکر نصب ہوئے تھے۔ صوبہ مذکور کا حکمران سلطان بہادر دریا پار کے سواصل کی طرف بہاگا۔  
 ان حوصلہ آزما اور خرد ربا حادثات کے پیش آنے سے گجراتیوں پر پریشانی کی نوجین یورش کر کے آئین۔ قاعدہ  
 کی بات ہے ان الملوک اذا دخلوا قریباً انسدوا وھا بیان تک کہ تریا کے متصل چہ ستارون کی طرح جو  
 لوگ اجتماعی حالت میں آباد تھے۔ وہ نبات النعش کے منتشر سات ستارون کی طرح متفرق ہو کر تمام ہند کے  
 شہروں میں پراگندہ ہو گئے۔ موسیٰ کے فرزند کا دل خانان کی خرابی۔ اور ہمارا صوفیوں کی مفارقت کے سبب  
 جو پریشان خاطر تھی۔ اُس سے پہلے ہی باختہ تھا۔ اب یہ تنہائی کا درد۔ اور اہل قبیلہ کی جدائی کا رنج۔ مذکورہ  
 بلا واقعات پر فرید ہوا۔ جس نے نہایت حسرت کے ساتھ گہرے ہی آوارہ کر دیا لہذا آپ ہمایونی باظفر شکر کے  
 ہمراہ خاندیس سے چل کر مالوہ کی طرف آئے۔ ایک موضع لونہرہ نامی شہر منڈو (مانڈو) سے شمالی سمت میں  
 تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اس موضع میں قیام کرنے کا ارادہ کیا۔ چند روز تک رسمی اسباب کو ہاتھ نہیں لگایا  
 صرف ظاہری توکل پر گزاران کی۔ اور دوبارہ نامی ایک عمارت قصبہ اور آبادی کی حدود سے دور ہے۔ اس عمارت  
 میں آپ قیام فرما کر تن کے گھلانے۔ اور جان کی پرورش کرنے میں راتوں کو سبج کیا کرتے تھے اور دن کے  
 اندر آبادی میں آکر آزادگان زمانہ کی صحبت میں گزارتے تھے۔ جو لقمہ بسواں ہم پونچھتا تھا۔ چونکہ اُس کے  
 روا۔ و ناروا۔ اور حلال و حرام کی تمیز اور پہچان میں قوت شناخت کا رگ نہیں ہوتی تھی۔ اور دل شریعت  
 پسند کمانے کو چاہتا تھا لہذا اپنے فتوحات لینے سے ہاتھ آستین میں کھینچ لیا۔ اور روزی کے واسطے  
 ناچار یہ تجویز نکالی۔ کہ آپ کی شب باشی کے گناہ گوشہ کی ہمسائی میں کاغذیوں کا ایک محلہ بنا۔ وہاں جا کر چند  
 کاغذ قرض خریدے۔ اور کاغذ فروشی کے پردہ میں روزی دہندہ پروردگار کے کمال کا مشاہدہ کر کے اپنی  
 حقیقت بین آنکھوں میں بصیرت کا سرمہ لگایا۔ اس پیشہ کے ذریعہ سے وسعت رزق کا دروازہ آپ کے  
 چہرہ پر کشادہ ہوا۔ بیان تک کہ اس ملک کے تمام سوداگروں کے معاملات کا انحصار آپ کے مشورہ پر ہو گیا  
 اور آپ رجال لا یتھم تجارتاً ولا بیع عن ذکر اللہ کے حلقہ میں سرگروہ قرار دئے گئے۔ اور بہت  
 مدت تک ایک جگہ رہنے سے ایسا ہوا۔ کہ بلخ دوستی کے تازہ کھیلے ہوئے بیولون کے ہاتھ اپنے اپنا  
 ملے بادشاہ جب کسی شہر کو بزرگ فتح کر کے اُس میں داخل ہوا کرتے ہیں۔ تو ان کا دستور یہ کہ اُس کو خراب کر دیا کرتے ہیں  
 ۱۵۔ ایسے لوگ جن کو سوداگری اور خرید و فروخت خدا کے ذکر سے غافل نہیں کرتے پاتی ۱۲۔



دل اور آنکھیں فروخت کر دین - اور اس حالت کے اقدنا سے کہ خدا ہونے کا مہولی ضمیر کے اندر  
اٹھ کھڑا ہوا۔

جب اس ناشگفتہ بچوں کی نمک - دلسوز ہمدیوں کے دماغ کو پہنچا - تو انہوں نے اس اندرونی  
خیال کو عمدہ سے عمدہ صورت کے ساتھ تکمیل کو پہنچایا۔ اور تنہائی کے وحشت کدہ سے رہائی دیکر خانہ باوی  
کا سامن دیکر سعید کہ خداؤن کی طرح کیا۔ آخر کار سمد ہیانہ والون کی کشش اور کوشش کے اثر سے آپ  
لونہرہ میں رہنے سے دل تنگ ہو کر مندو (مانڈو) میں رہنے لگے۔ چند روز بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام  
نور محمد رکھا گیا۔ ہنوز دو سال کی عمر میں ہونے پائی تھی۔ کہ اُس بچہ کی ہستی کا سامان آسمانی ہوا۔ پہر ایک مدت  
ہزار تک کسی فرزند کی ولادت کی نوید۔ گوش امید کے کان میں بنین پہنچی۔ اجری سنہ نو سو ساٹھ میں  
شیخ میان جیو جو سید جلال ابن سید احمد جعفر کے مرید شیخ صدر الدین ذاکر کے خلیفہ۔ اور راقم  
گلزار کے مامون بن تجارت کے طور پر احمد آباد گجرات میں گئے تھے۔ ایک دفعہ شب جمعہ کو اپنے پیر کے  
روضہ میں گئے۔ رو مراقبہ کے زانو پر۔ جو آرزو مندوں کے اونگھنے کا تکیہ ہے۔ اس ارادہ پر سر رکھ کر محو ہو گئے  
کہ میری فلان ہمیشہ جو بچہ ہونے سے نا امید ہے۔ ان بزرگوں کی برکت سے نشاط خوشخبری کے ساتھ  
امیدوار ہو۔ الحاصل عالم مثال میں ایسا نظر آیا۔ کہ ایک نہایت منور فانوس میرے ہاتھ میں دیا گیا ہے  
جس کی روشنی کے اندر میں اُس جگہ باسانی پہنچ گیا ہوں۔ کہ جہان کا غم تھا۔ اور جہان راستہ کی تنگی و  
تاہواری اور رات کی تاریکی اور خون سے بنین پہنچ سکتا تھا بیدار ہو کر اصل شانہ کا شکر حد سے زیادہ کیا۔  
شیخ میا بخیو وطن کو لوٹ کر آئے۔ تو اس بشارت سے ہمیشہ کے مغموم دل کو مسرور کیا۔ اور اسی واقعہ  
کی تعبیر سے جو تقدیر کے موافق تھا۔ راقم گلزار کی علمی صورت نے اطوار سببہ پر سے عبور کر کے جمعہ کی رات  
تاریخ کیا ہوین رجب ہجری سنہ نو سو باسٹھ میں عنصری پیکر کا لباس زیب بدن کیا۔

اس خوشی کی روح فزا ہوا سے گھر کے درو دیوار شگفتہ ہوئے۔ اور تمام خوشیوں اور عزیزوں کے  
گہروں میں نوروزی اور آرایش کی صورت پیدا ہوئی۔ جس طرح باغ - ہزار داستان کے ترنم سے براہنگ

۱۰ اطوار سببہ صوفیہ اصطلاح میں یہ ہیں - طبع - نفس - قلب - روح - سر - حقی - اور اخفی اور بیان پر اطوار سببہ  
سے مراد مضمون آیت قرآنی ہے۔ جو اٹار ہوین پارہ کے اول رکوع میں ہے۔ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم  
جعلنا نطقه فی قلبہ مکین ثم خلقنا النطقه علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فانکنا العظام لحمًا  
ثم افشانا بہ ذواتنا الخ ۱۲

ہوتا ہے۔ اسی طرح نشاط اور خوشی دل کے نعمتوں سے مکان مال مال ہو گیا۔ سعادت لگا لگا انہوں نے زانچہ کے اعتبار سے محمد نام رکھا۔ پرستارین خانہ محبت اور تعظیم کی راہ سے راجہ محمد کہنے لگے۔ (راجہ ہندی لغت میں شاہ کو کہتے ہیں) اور پربزرگوار نے یعقوبی محبت سے یوسف نام رکھا جس قدر نقد و جنس قبضہ میں تھا۔ نیز جس قدر نقد اور کپڑا و منس سے ہم پہنچ سکا۔ تمام کٹاواہ پیشانی سے۔ اور عذر و معذرت کے ساتھ معزین کی تواضع اور تکریم میں۔ آزادہ دلون کی تدرین۔ عزیزون کو خلعت میں۔ مسطر بون کے گانے بجانے کے انعام میں۔ اور باد فوٹون کی سخن آرائی کے صلہ میں صرف کیا عقد کوتاہ۔ ہر ایک گروہ کے ساتھ جس طریقہ سے کہ مناسب معلوم ہوا۔ خدمت گزاری کرنے میں نیم قدم ہی پیچھے ہٹا کر نین رکھا چنانچہ صدالذکر لاف و گداز کی صورت راقم کے وطن میں گونا گون رنگ کے ساتھ شہرت رکھتی ہے اس ہمت آزما خوشی کے اند مال لٹانے میں جو ڈھیلی چٹکی سے کام لیا گیا۔ اس سبب اپنے پر دو بارہ مال و منال فراہم کرنے میں کبھی تنگ و دو کر کے اپنا پانوں غبار آلود نہیں کیا۔ صرف توت کی مقدار سے ضروری الوقت چیرنے پسند ہیں۔ بالخصوص جب راقم کی عمر کم و بیش پانچ سال کی ہوئی۔ تو گردش زمانہ سے سلطنت میں صورت تحویل پیدا ہوئی۔ اس شورش کے سبب سے کیا سوداگر۔ اور کیا سپاہی۔ جملہ ارباب و اہل دستد ہجرت اور فرار کر گئے۔ اور نہ بیان زدگی کی ترقی ہونے کے سبب سے تہی دستی کا بازار گرم ہوا۔ چونکہ خدا طلبی اور رویشی کی سابقہ عادت پید بزرگوار کی ذات میں استحکام کے ساتھ قائم تھی۔ اس واسطے کام کرنے والا ہاتھ بیکاری کی آستین میں اور پانوں گوشہ گزینی کے دامن میں کہینچ لیا۔ آپ کا واپسی ہنر شب جمعہ تاریخ چودھویں صفر ہجری سنہ ۱۰۵۰ ہجری میں ہوا ہے۔ اس وقت تک کسی حاجت اور کسی کام کے واسطے اپنے مکان اور مسجد سے بازار کی طرف یا کسی کے مکان کی طرف باہر نکل کر نہیں گئے۔

## مصنف گلزار کے حالات

تقریب کی تلاش نہیں کرنی پڑی۔ اور اس کے بدون سخن کا گور۔ درویش کی سرگزشت پہنچا جس کو سنگلاخ کنانا مورد عین ہے۔ پانچویں سال میں انہیں میرے مامون (شیخ میاں جیو) نے مجھ کو شیخ کمال علی قریشی کے مکتب میں داخل کیا۔ ان دنوں بزرگوار کا کسی قسم کا حال چوتھے چھپن میں گزارش ہو چکا ہے۔ آٹھویں سال کے آغاز میں تجوید قرآن کی صفائی کی۔ ہر فارسی خوانی میں کوشش کی گئی۔ جب زبان دانی کے

کوچہ میں نوزنار طفل کی مانند چلنا سیکھا۔ اور عمر نے گیارہ سال کے دائرہ میں قدم رکھا۔ تو پیدہ بزرگوں کی حیات کی حرکتی تمام ہوئی۔ کوچہ کے وقت فرمایا۔ میرے دل میں ایسا خیال تھا۔ کہ تیس سال تک اس خرد سال لڑکے کو جس کے خوردہ دوزخوں ترقی پر ہے۔ ہوشیار و انا دلون کی خدمت سے۔ اور اہل علم عالی فطرتوں کی ملازمت سے وہ نہیں ہونے دین گا۔ تاکہ گوناگون درستی فنون اور النوع و اقسام کے ملکی اور انسانی علوم کی تحصیل میں سرگرم ہو کر اپنا تقدیری جو ہر اونچے درجہ پر ظاہر کرے۔ لیکن اُخروی سفرِ عجلت پیش آجانے کے سبب سے یہ اندیشہ اندرون باطن سے ظہور میں نہیں آیا۔ اور دل کے ارمان دل میں ہی رہے۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ اپنے اپنے قلبی نقش کے قرارداد کو زبانی تقریر میں ایسی خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ کہ سننے والے کو نئے کی طرح اندر سے خالی کر کے۔ اپنے با اثر تر تم سے ملامت کر دیا اور راقم کے دل میں استحکام کے ساتھ یہ بات جمی۔ کہ اگر تقدیر بتیر کے ساتھ موافق آوے۔ تو والد ماجد کے قائم کئے ہوئے خیال کے موافق کار بند ہو کر اس کام کو میں اس طرح انجام دین گا۔ کہ جس طرح این و آن کی صورت علمِ عینی لباس میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اور پیدہ بزرگوں کی روح اس تعلق سے آزاد ہو کر بے رنگی اور آسودگی کی بہشت میں خرامان خرامان پھرے گی۔

بالآخر۔ سوائے اُن چند روزوں کے جو پابندی رسم و عادات کے لحاظ سے۔ لوازم سوگواری ادا کرنے میں گزرے راقم نے ایک سانس بھی طلب علم کا راستہ چلنے کے بدون نہیں لیا۔ اور بقرمان من استوی یوماً فہو مضمون ہر ایک دن کو اس کے آگے آنے والے دن کے ساتھ ایک حالت پر نہیں ملایا۔ بلکہ روز بروز دریافت مطالب کی فتوحات دوڑنے کے اندازہ سے سو حصہ زیادہ اپنی ذات میں پاتا تھا والدہ ماجدہ ہر چہ بچے ناخوش اور رنجیدہ واردل تنگ رہتی تھیں کہ شاید یہ حال دیکھ کر میں دردِ شون کی خدمت اور مدرسوں کی ملازمت سے دل برداشتہ ہو کر دنیا داروں کے کام اور کسب میں ادبجہ جاؤں اور اسی خیال سے مجھ کو سترہ سال کی عمر میں کد خدا ہی کر دیا۔ اس امید پر کہ اس زنجیر کے سبب سے جو پانوں دانش و نبیش طلبی کے کوچہ میں آمد و رفت رکھتا ہے وہ سست قدم ہو جاوے گا۔ اور اس کندہ کے ذریعہ سے ہماری اور نیز دیگر اپنے عزیزوں کی طرف کنبج آوے گا لیکن اس جہنم منتر کرنے پر ہی اس استغراقی حالت سے جو تحصیل معرفت کے غرقاب میں حاصل تھی۔ ایک بال برابر ہی کمی نہیں آئی جب بیس سال کی عمر ہوئی۔ تو کسی قسم تو نگری جو ظاہر میں تھی۔ ہزار حصہ زیادہ ہو کر تعمیر باطن کی طرف لے۔ جس شخص کے دودن برابر ہوں۔ وہ نقصان میں ہے ۱۲۔

متوجہ ہوئی۔ اور تمام فقر و نیستی جس نے دل کے اندر۔ اور اک اور علم کا دامن ہاتھ سے پکڑ رکھا تھا۔ صرف  
 دسواں حصہ باقی رہ کر وہ معاش کے گریبان سے لٹک گئی۔ یہاں تک کہ دن میں تنہا اور محض طور پر جنگل میں  
 جا کر پتے اور خود روگھاس لے آتا تھا۔ اور اس ذریعہ سے درگزرنگی کا علاج کرتا تھا۔ اور رات میں گھر کے اندر دل  
 کی رومشنی چراغ کا کام۔ اور ہاتھ کی ٹٹول بینائی کی نیابت کرتی تھی۔ کیونکہ میری طبیعت کو ماہوا الواقع کے  
 اظہار میں ننگ معلوم ہوتی تھی۔ اور زبان کو بہت فروشانہ گفتار سے آشنا نہیں کرتا تھا۔ آخر کار یہ شیوہ  
 بڑھتے بڑھتے۔ اس درجہ پر پہنچا۔ کہ میری استغنا اور بے نیازی کے سبب سے چند لوگ ارباب تجارت کے  
 ساتھ میری ملاقات دیکھ کر مجھ کو مال دار تاجر کہتے تھے۔ بعض لوگ میری سوزون طبیعت پر نظر کر کے۔  
 صلہ لینے والا شاعر جانتے تھے۔ بعض لوگ جوہر لون کے ساتھ میری ہمراہی دیکھ کر مجھ کو کمیاگر تصور کرتے  
 تھے بعض لوگ دولت مندوں کے ساتھ میری آشنائی دیکھ کر میرے اوپر ان سے بہت کچھ فائدہ حاصل کرتے  
 کا گمان کرتے تھے۔ بعض لوگ عمال اور پرگنات کے کلان افسیرون کے ساتھ میری امداد دہی دیکھ کر۔  
 مال گزاری کے کاموں میں شریک سمجھ کر مجھ کو مٹھی کہتے تھے۔ القصہ لباس پست لوگوں کے نزدیک  
 سب قسم کے لوگوں سے ان کی صورتوں میں میری آمیزش اس قسم کے خلاف ظنون اور خیالات کا منشا  
 ہوتی تھی۔ اور نیز لوگ اسی طرح کے مختلف تصورات میری تو نگری کے بارہ میں۔ ظاہری وہم سے قائم کر کے  
 ہمیشہ مجھ کو ذی ثروت دینا دار جانتے تھے۔ مردت اور جو امردی کے ساتھ پیش آنے سے جس کی کچھ قدر  
 و قیمت عوام کے نزدیک نہیں ہے۔ مجھ کو اور نیز خود کو فرسندہ نہیں کرتے تھے۔ خشک و خالی آشنائیوں کو  
 خدائی صحبت اور ربانی مجلس قرار دیکر کبھی اجازت کے ساتھ۔ اور کبھی تغافل کے ساتھ ہم ایک دوسرے  
 سے خوش و غرم جدا ہوتے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک بحسب ظاہر خوش دماغ کے ساتھ اپنے اپنے کام کا  
 راستہ لیتا تھا لیکن جو اصحاب محرم ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ ہمیشہ رازداری کی بائین رہا کرتی تھیں۔ اور  
 میں ہمیشہ اپنی خاطر کو رضا و تسلیم کا گلستان۔ اس تصور کی بہار سے بنائے رکھتا تھا۔ **اللهم صل علی**  
**سیدنا محمد و آلہ الطیبین الطہارین** کے ساتھ مجھ کو متصف فرما  
**آیہ کریمہ للفقراء الذین احروا فی سبیل اللہ لا یتسعیون قرباً لئلا یذوقوا من الجاہل اغنیاء**  
**من التعفف لعلہم یتبواہم لا یتسولون الناس الخافا**

۱۰ خیرات (تو) ان حاجت مندوں کا حق ہے۔ جو اللہ کی راہ میں گھرے بیٹھے ہیں ملک میں کسی طرف کو

کے عام مفہوم میں اتباعاً شامل کیا۔ اور جس نے صدر الذکر نسبتاً نکلتے سمجھا کر اہل زمانہ کے سداک کو چہمت  
 سی شکایتوں کا سبب بنا۔ ہزاروں شکر کا باعث بنایا۔ القصۃ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ  
 وہاں داری۔ مروت۔ اور تقلیدی داد ستمین خویش و ہمسایہ کے ساتھ برتاؤ۔ اور آشنا و بیگانہ کے  
 ساتھ معاملہ جس طرح سے اور جس درجہ پر پہنچا گیا کہ اس کے زمانہ میں اور فرخ دستی کے وقت تھا۔ بالکل بے  
 کم ولایت اسی طرح سے اور اسی درجہ پر عمل میں آتا تھا۔ ایزہی پوشش کی وسیع پردہ داری کی ستائش سے  
 کیونکہ عمدہ برا ہو سکتا ہوں۔ کہ اُس نے وقت بے وقت کام پیش آنے پر۔ کمال ضرورت کے موافق  
 نقد و جنس میں حیثیت لایحسب عطا فرما کر عادت کار براری فرمائی۔ کیونکہ اگر سابقہ طریقہ پر کوئی کام  
 نہیں کیا جاتا ہے۔ تو نلاداری اور درویشی کے چہرہ پر سے نقاب دور ہوا جاتا ہے۔ اکیاؤ با لشد  
 کہ میں اس حالت کی مشق کو غنیمت نہیں جانتا تھا اور قدم ڈگمگا جاتا تھا۔ کہ عزیزوں کی طرف بازگشت کرتا  
 تھا۔ اگرچہ معاش میں تنگی نہیں آتی تھی۔ لیکن من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا کے  
 پیچھا سے تدریجاً اسفل سافلین کی گراہی کے گڑھے میں سرنگون جا پڑتا تھا۔ بہر تقدیری  
 کرشمہ سے اس دشوار زمانہ میں والدہ ماجدہ کی خوشنودی کا باعث ہے کہ مقلب القلوب نے مد فرمانی اس  
 طور پر۔ کہ مان نے اپنے بیٹے کو مدد فی اختیار کرنے پر دلا دیا۔ جس کے سبب ستوں کی قوت یکدلی برپا کر  
 خدا شناسی اور تحصیل علم کی شاہراہ میں پہلے سے زیادہ استواری کے ساتھ قدم رکھا۔ اور اس لغزش گاہ  
 سے بہت جلد آگے بڑھ کر ساز و سامان والی عزیزوں کو مشرق میں۔ تو خود کو مغرب میں سمجھا۔ اور ظاہری  
 توجہ کو ان کی طرف محال جان کر اپنے تئیں برگزیدہ کام میں تیز رو کیا۔

اللہ تعالیٰ اہل شانہ کی عجب شان ہے۔ جس خسوف نامشور نے۔ والدہ ماجدہ کی

دل تنگی کے سبب سے بیٹے کی خاطر کے آفتاب کو سر سے پانون تک گیر لیا تھا۔ اُس کا ہنوز پورا پورا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۴ - (جنا چاہیں۔ تو) جانہیں سکتے۔ (جو شخص ان کے حال سے) بے خبر ہے وہ) ان کی

خوداری (کی وجہ سے) ان کو غنی سمجھتا ہے۔ (لیکن اے مخاطب) تو (انکو کیسے۔ تو) ان کی صورت سے ان کو صاف

پہچان جائے (کہ محتاج ہیں مگر ان) لگ پٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے ۱۲

۱۵۔ جس کو بات کی سمجھ دی گئی۔ اور سب سے شک بڑی دولت پائی۔ ۱۶۔ پر ہم اُس کو (لوڈ ہا کر کے) کترے کے مخلوق

کے درجہ میں لوٹا لائیں گے ۱۷۔

انکشاف نہیں ہونے پایا مگر اجلاے باطن کے آغاز میں ہی۔ ایک وبال میں گرفتار ہو گیا۔ یعنی اس کی آنکھ ایک نورانی صورت جمیلہ کے دیدار سے گرم نگاہ ہوئی۔ اور ایک زمانہ دراز تک طرفین سے سوال و جواب کا کام۔ گوش و زبان کی نیابت کی حیثیت سے نگاہ کرتی رہی۔ بوستان ۵

حکایت کنانند و لبہا خموش

دوکس را کہ باشد ہم جان و ہوش

اس آفت کے نازل ہونے سے کوفین کے اسباب اور دفتون جہان کی کامیابی حاصل کرنے سے دل سرد ہوا۔ تصدیر الذکرین شیخ صدر الدین محمد شمس ذاکر۔ برودرہ (ٹبرودہ) گجرات سے حضرت غوث الاولیاء کی آستانہ بوسی کے واسطے گواہیا گئے ہوئے تھے۔ بیان سے ان ایام میں تلج العرفا شیخ سراج الدین خان اپنے پیر صدر الذکرین کی خدمت سے واپسی کی اجازت لیکر براہ مالوہ اپنے وطن کو جاتے تھے۔ جب شہر مندو (مانڈو) میں گزر ہوا۔ تو راقم گلزار کے مکان میں نزول فرمایا۔ راقم کو سوز عشق اور شور شوق میں بالکل مستغرق پایا۔ ایک رات میر ہاتھ پکڑ کر اپنی ارادت میں لینے کے واسطے دعوت دی۔ میں نے جی قبول کر کے اَنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُونَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُونَ اللّٰهَ پڑھا۔ اور رسمی بیعت انجام کو پہنچائی۔ میری دیکھا دیکھی میرے بہت سے ہم عمر اور دوست بھی مرید ہوئے۔ تاج العرفاء عرض معروض کرنے پر دو تین روز مہمان رہ کر۔ روانہ وطن ہوئے۔ عوثی کا غزی نقوش والون کی دیرینہ رسم عہدہ ہر ایک نامہ نگار تقریبی واقعات درمیان میں لاکر بیان کا اولین سلسلہ توڑ دیتا ہے۔ اور جب تقریبی واقعہ سے فراغت ہو جاتی ہے۔ تو اسی سابقہ تمام تقریب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جیسے کوئی راہ رو۔ راستہ چلا جا رہا ہے راستہ کے درمیان میں اگر دائیں بائیں دیکھنے کے قابل کوئی چیز نظر آ جاتی ہے۔ تو فوراً اُس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے لگتا ہے۔ اور اُس دلکش منظر کے دیکھنے سے ایزوی آفرینش کے عجائبات پر عبرت کی نظر ڈال کر سمت مقصود کو چل نکلتا ہے۔ علیٰ ہذا۔ اب تم کو بھی اسی سابقہ واقعہ نگاری کی طرف رخ کرنا چاہیے ایک سال نہیں ہوا تھا۔ کہ اُس جمیلہ کے شوہر کا ارادہ۔ دارالسلطنہ آگرہ کے سفر کا ہوا۔ راقم کو ایسا کوئی بہانہ نہیں ملا۔ جس کے سبب سفر کرنے کی صورت میں سفر کی اصلیت پر نکتہ چینیوں کی رسائی کا تہہ چوہنچنے سے کوتاہ رہے۔ ناچار ہمراہی سے باز رہا۔ صبر و سکون کی دیوار پر تکیہ لگا کر۔ اور تحمل کے زانو پر سر رکھ کر جہاں کے غم کا بے انتہا بار۔ جو صمد کے دوش پر اڑھانا مارا۔ جو گھاس کے تنکے کا وزن بھی

۱۵ جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ تودہ (تم سے نہیں بلکہ) خدا ہی سے بیعت کر رہے ہیں ۱۲

نہیں اٹھا سکتا تھا۔ لرا سمہ

باین خیال کہ تن درد ہم بہ تنہا  
سزائے آنک گند تکیہ بر عکبیان

قرار صبر بخود داده باز ماند م ازو  
فراق میکشدم ہر زمان و میگوید

چند مدت اسی طریقہ پر خون جلگہ کا عمر گزارا۔ بالآخر معلوم ہوا کہ محبت کے درد اور دوری کی تکلیف کے واسطے ملائمت کا سفوف نصیحت کی گویان۔ شرم کا لعوق۔ دوستی وطن کا ضماؤ۔ دیدار والدہ کا شربت۔ ہم نشینوں کی مفاہقت کا داغ۔ عزت کی معجون۔ عقل کا تریاق۔ طعن کا نشتر۔ اور آسودگی کا لعل۔ یہ چیزیں فائدہ بخش نہیں ہیں۔ اور کسی افسوس و انسانہ سے۔ کسی تعویذ و طومار سے۔ اور کسی قسم کے تصدق و خیرات سے اس درد اور تکلیف سے نجات کی صورت ممکن نہیں ہے لرا سمہ

روزے کہ ہمچو پوسل دوا د اشتہر کشد

دیگر برقع درد محبت دلا بکوشش

ناچار یہ بات دل میں ٹھانی۔ کہ جو سمت اپنے مسافر کی ہے۔ اُس طرف آوارگی کا سامان کرنا چاہیے۔ یہ خیالات ہو ہی رہے تھے کہ اس دوریان میں صدر الذاکرین ہی حضرت غوث الاولیاء کی روح پر فتوح سے اور ان کے حقیقی جانشین شیخ عبداللہ سے قدس۔ ہمارا رخصت ہو کر براہ مالوہ گجرات کی طرف لوٹ کر آئے جو ان کا خاص وطن ہے۔ جب منڈو (مانڈو) میں پہنچے۔ تو غریب خانہ کو اپنے بابرکت قدم سے سعادت خانہ بنایا۔ راقم نے اپنے سابقہ واقعات تحصیل علم کی کیفیت۔ اسی کے برابر میں والد ماجد کا ضمیر چومعیت کے وقت زبان پر لائے تھے۔ اس تعمیل کے ضمن میں جو واقعات پیش آئے۔ اور برداشت کرنے پڑے۔ عشق کی بلا میں مبتلا ہونے کا ماجرا۔ ضحائی کی آفت۔ ہمراہ نہ جاسکے کا حرمان۔ ان گناہوں کے طے کرنے میں جو کچھ سرچو گزرا۔ اور اٹھانا پڑا۔ اس اشامین شیخ سراج الدین کے پہنچنے اور اپنے مرید ہونے کی کیفیت۔ اور اس سلوک کے اندر جو کچھ عمل میں لایا۔ اور قرار دیا۔ غرض کہ یہ تمام حالات ایک ایک کر کے تفصیل نار ان بزرگوار کے سامنے عرض کئے۔ صدر الذاکرین نے فرمایا۔ جب تک آب و گل کی دوری (ظاہری بعد) درمیان میں تھا۔ تب تک شیخ سراج الدین کے ساتھ ہماری ارادت۔ صورت اور معنی کے اعتبار سے سراج اور صدر کے درمیان میں منقسم تھی۔ جب تقسیم کا سبب۔ جو مکانی بعد ہے۔ باقی نہیں رہا۔ تو وہ نسبت بھی جو صورت کے اعتبار سے تھی۔ صدر کی ہی طرف لوٹ آئی۔ بیان سے ظاہر ہوا کہ جس شخص کا شیخ زندہ ہو۔ اُس شخص کا مرید جب تک شیخ (دوا د اپرا) سے دور ہے۔ تب تک صدر الذاکر شیخ

(دادا پیر) کے ساتھ ارادت معنی رکھتا ہے۔ اور جب وہ مرید شیخ (دادا پیر) کی صحبت میں پہنچ جاتا ہے تو ظاہری تصرف ہی انسی شیخ (دادا پیر) کی طرف بازگشت کر جاتا ہے۔ اور وہ شخص (مرید کا اصلی پیر) اس معاملہ میں محض سفیر رہ جاتا ہے۔

درویش کے اعمیان ثابۃ (صور علیہ) کی عجب سعادت ہے۔ کہ وطن کی طرف جانے والا مسافر کو جن کا ایک روز کا مقام ہی ذی عزت اصحاب کی التماس سے۔ یا کسی مانع کے پیش آنے سے ہی۔ ظہور پذیر ہو سکتا ہے۔ سبب الاسباب نے بدون اس بہانہ کے ایک سالہ قیام کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اُن کی زبان کو اس دل نواز بیان کے ساتھ شکر نشان کیا۔ کہ اس شہر کا قیام۔ اس نیک مزاج جوان کی خوش قسمتی نے میرے حق میں عزیز کیا ہے اور مسافر کے معنوی تصرف کی عجب کرامات ہے۔ کہ کوچ کا ارادہ کرنے والا مجبور کو جو اپنے سفر کو گئے ہوئے دلدار کے پیچھے آوارگی کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس قدر عرصہ دراز تک اپنی ملازمت کے اندر کام میں لگائے رکھا۔ اور باوجود اس قدر پرانگندہ دلی اور پریشان خاطر ی کے اُس کے ادراک کے ڈبہ کو نہ بچگانہ جواہر کے اسرار سے مالا مال کیا۔ جو حضرت غوث الاولیاء کی عمدہ تصانیف میں ہے جنہر در بعد جب ایک دل پر چوٹ مارنے والی خبر صدر الزاکرین کو پہنچی۔ تو گجرات جانے کا پرانا عزم جو ضمیر کے تہ خانہ کے اندر خواب فراموشی میں تھا۔ بیدار ہوا۔ مرغ دل بھڑ بھڑایا۔ اور دماغ چکر کھا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کالبد کے نفس کو جنبش ہوئی۔ ناچار سکون کا پلہ سفر کے پلہ سے ہلکا پڑ گیا۔ صدر الزاکرین نے محمود العواتب سعود المآرب شیخ ظہور الدین محمود جلال کو درویش کی باطنی پرورش کے واسطے جو اُس وقت تک اتمام کو ہمین پہنچی تھی۔ ہمیشہ منٹو (مانڈو) میں رہنے کی اجازت دی۔ سبب الاسباب کے الطاف کی ستائش سے کیوں کہ عمدہ برا ہو سکتا ہوں۔ کہ جن ایام میں ظاہری و باطنی جو اس کے بانیوں نے میری روح کے یوسف کو۔ نفسانی ہوا و ہوس کے کنوین میں ڈالا تھا۔ اُن ایام میں صدر الزاکرین کے دل میں اپنے وطن سے حضرت غوث الاولیاء کی زیارت کا عزم باجبرم قائم کر کے روانہ کیا گیا۔ اور پھر قافلہ الون کی طرح گوالیار سے براہ مالوہ لوٹا کر اس تباہ کاری کے کنوین میں ڈوبے ہوئے شخص کے سر پہنچایا۔ تاکہ صدر الزاکرین۔ توجہ کے ڈول میں تلقین کی رسی کے ساتھ غریق کو مجازی گرفتاری کے کنوین سے نکال کر مصحح حقیقت کی طرف رہنمائی فرمادین۔ اب راقم امیدوار ہے۔ کہ وہی سبب الاسباب۔ پہر مالک نشائین۔ اور صاحب ریاستین کو مہربان کر دیوے۔ کہ اس گرفتار کے حق میں تھوڑی سی توجہ کو کام فرما کر انانیت کے قید خانہ سے



رہائی بخشین۔ اور تحت خلافت کی کرسی پر پونچا دیوین۔ اور مذکورہ بالا بہائیوں کا سجد و بنا دیوین۔ سبحان اللہ  
اس قدر کلام کے واسطے کس قدر اسباب انگیزی اور پردہ داری کام میں لائی گئی ہے۔ اسی معنی میں ہی جس  
کسی نے یہ کہا ہے رَبِّ سَاعِ لِقَائِ عِدِّ تَرْجَمَہ۔ ایک بیٹھنے والے کے لئے۔ کئی خدمت  
کنندہ ہوتے ہیں۔

قال بعض المحققین فی تفسیر فقرہ تعالیٰ  
وجاءت سیارۃ فارسلا واردم فادلی  
دلوعہ الآیۃ۔ لما اراد اللہ خلاص یوسف  
عن العجب از عجز خواطر السیارۃ فی قصۃ  
السفر واعدہم الماء حتی اخلجوا الی  
الاستسقاء لیصل یوسف علیہ السلام  
الی خلاصہ ولہذا اقبل  
بعض محققین نے قور تھا۔ وجاءت سیارۃ فارسلا واردم  
فادلی دلوعہ کی آیت کی تفسیر میں ایسا کہا ہے۔ ہر گاہ کہ اللہ تعالیٰ  
جل شانہ نے کنوئین میں سے یوسف علیہ السلام کی رہائی کا ارادہ  
فرمایا تو ارباب قافلہ کے قلوب کو قصد سفر پر برانگیختہ کیا۔ اور پھر  
ان کے پاس سے پانی معدوم کر دیا۔ یہاں تک کہ قافلہ واسے  
پانی بہم پہنچانے پر مجبور ہوئے۔ اور یہ سب سامان اللہ تعالیٰ  
نے اس واسطے کیا کہ قافلہ والوں کو یوسف علیہ السلام کے پاس  
تک اون کی رہائی کے واسطے پہنچا دیوے۔ اسی معنی میں یہ  
شعر بھی کہا گیا ہے۔ ترجمہ

سنجی بعض متعدد تشویشیں عالم میں ایسی واقع ہوتی ہیں۔  
جن سے سکون واحد مقصود ہوتا ہے

الارب تشویش یقع فی العالم  
والمقصود منه سکون واحدا

## بیست

ازصلو اذ بان یکے خوش کنند

بجلا پزی سدلس آتش کنند

یہ سب کچھ تو ہوا۔ مگر وہ دیرینہ پریشانی۔ جس نے دل کو کھسی کی طرح عنکبوتی تانے بانے میں بیٹھا  
کھاتا اس پریشانی کا ہر ایک تار۔ آزادی کی گردن کے واسطے بہانسی کی رسی ہو گیا۔ اور وہ بُرائی آگ  
جو شوق و جدائی کی بجلی سے ہستی کے خرمن میں آٹری تھی۔ اُس آگ کو پیر بزرگوار کے مشدانہ تصرف نے  
خاکسری کیا۔ (راکہ میں دبا یا) انجام یہ ہوا۔ کہ مفارقت کی ہوا جو دور دیو چلی۔ تو اُس نے اُس آگ کے  
جو گیانہ رخسارہ پر شعل ہونے کا ادبنا ملا۔ اور بدن کے ہر ایک سام سے پسینہ کی جگہ شعلے نکلنے لگے۔  
طاقت کیمیا ہوئی۔ اور صبر سکون عنقا ہوا۔ ہر چند اس مجازی عشق سے اپنے تئیں باز رکھنے کے لئے

جواہر خسرہ کے اوراد - اذکار - اشغال - اور نیز تمام اعمال عمل میں لایا - لیکن جمعیت حاصل نہیں ہوئی  
پہنچیاں کیا - کراگر پریشانی کے چہرہ پر نقاب و الکر اس دیوانگی کے ساتھ تنگے سر - اور اس آشفگی کے  
ساتھ آبلہ پا - اپنے سفر کو گئے ہوئے دلدار کے راستہ میں چل کھڑا ہوتا ہوں - تو ناتوان والدہ کی زندگانی  
کا سرمایہ جو کچھ ہے - لڑکے کا ہی دیدار ہے - بیشک لڑکے کی آوارگی کا وقت والدہ کے واسطے  
واپسین نفس ہوگا - ناچار اس ملک سے نکل بہا گئے کی تدبیریں رفتار زمانہ سے تلاش کرنے لگا - سو اس  
اس کے کوئی راستہ نہیں ملا - کہ اپنے تین سابقہ طرز معیشت اور اولین راہ و روش سے لوگوں کے نزدیک  
پشیمان ظاہر کرنا چاہیے - اور قبیلہ قرابت کی طرف توجہ کر کے تجارت کرنے اور سامان تجارت بہم پہنچانے  
کی آرزو پیش کرنی چاہیے - جب اس فریب دہ بازگشت پر اطلاع ہوئی - تو تمام لوگوں کے دل دیرینہ  
پژمردگی سے نکل کر - تازہ اور شگفتہ ہونے لگے - اور خواہش کی مقدار سے زیادہ سوداگری کا سامان فراہم  
ہو گیا - ہجری سنہ نو سو تراسی میں دیار یار کی طرف کوچ ہوا - اور بجلی کی طرح دوڑ چلنے کو زحل کی دہیمی رفتار  
کے عوض فروخت کر کے اُس بیل کی مثل جاتا تھا جس کو قفس کے اندر بند کر کے باغ کی طرف لے جائیں  
اوہو - بات بڑھ گئی - جب دارالسلطنہ آگرہ میں پہنچا - تو سراغ لگانے میں سخت انقباض پیدا ہوا - ناگاہ عشق  
کے شعلہ نے آفتاب کی شعاع جیسی روشنی سامنے کی ایک آشنا ملا - اور یکے با دیگرے پر شش حالات  
میں اہل مدعا سے محروم رہا - آشنا نے کہا - بروز فردا جست و جوئی پریشانی یافت مقصود اور دیدار کی  
تسلی سے دور کر دی جاوے گی - چونکہ عجمت کرنے سے مستندانہ شوق کی پردہ کشائی ہونے کا خیال  
تھا - لہذا اپنے تین قرار داد کے حوالہ کر کے صبر کے ساتھ لوٹ آیا - دوسرے روز علی الصبح خواہش کا  
نقد ہاتھ پر لئے ہوئے - سراغ رسان کے گھر گیا - وہ بھی کشادہ پیشانی اور شگفتگی کے ساتھ پیش آیا - اور  
اس نے رہنمائی کر کے منزل مقصود کو پہنچایا خدا سخن کی عمر دراز کرے - جس کی امداد کے ذریعہ سے  
طرفین کی سرگزشت ظاہر ہو کر دل دہی - دل بری - دلسوزی - اور دل آویزی کے ساتھ یکے با دیگرے  
واقفیت حاصل ہوئی - اور خوشی و خورمی کے ساتھ ملاقات - اور ملاقات کے ساتھ دلاسا اور دیدار  
نصیب ہوا - اسی طریقہ پر ہلالی پانچ دور تک رازداریاں روز افزون رہیں - اور آمد و رفت کی کمی - جو ہجران  
کی اندرونی گذارش سے تھی - یہی بالکل حصول مراد - اور کامیابی کا سرمایہ ہوئی - جدائی کے داغ جو دل اور  
جلگڑ میں فراہم تھے - یہی اخیرین درخت آسودگی کا ہیولی ہوئے جس نے رنگین سے زیادہ رنگین شان میں

یک رنگی کے پہول۔ خفیہ رازداری کے دامن میں بہرے۔ **يُوجِ الْاَيْلَ فِي النَّهَارِ** نے تمام اُفق ہائے ہائیکہ کو چکی کی طرح چکر دیکر ہجران کے قوس اللیل کو تہامہ وصل کے قوس النہار میں داخل کیا۔ اندھ فزا الفاظ۔ اس نقد معانی حاصل ہونے کی نشاط میں لٹائے گئے۔ اور ہم دو تن کی ہم کلامی کی بلند پائگی کے مقابلہ میں الفاظ غم کا گردہ بالکل سست ہو کر مہجوری کے غار میں گرا گیا۔

مدت پانچ سال تک مجازی محبت کی رونق افزائی رہی۔ اس عرصہ میں طبیعت طح طرح کی شقائق نظمین ترتیب دیتی تھی۔ اس سے پیشتر کہ میں دل بنا دو ہو کر سلسلہ کوشش میں اپنے تین ڈالون۔

سخندانی۔ اور عبارت سنجی کے سامان سے فطرت کا علمی مکان چپت تک بہ گیا۔ یہاں تک کہ ناطقت سخن آفرینی کے درجہ پر پہنچا۔ اور بہت کو اس درجہ تلاش میں ڈالا۔ کہ کلام۔ قد یا نہ قابون میں نہ ڈھالاجا و غور و فکر کی چلنی میں چہان کراسترامی غالب ہوجو پونچا یا جاوے۔ اور اس میں رنگ برنگ کی ریختہ گری کام میں لائی جاوے۔ باوجودیکہ میں جانتا ہوں۔ عنقا طلب اندیشہ ہمیشہ باد بست ہوتا ہے۔ یہ بھی جاننا

ہوں کہ استعارہ دوست اصحاب کے کلام کی تدر و عننا گرم رفتار ہے۔ اور اس قسم کی اشعار گوئی کی قوت راقم حروف کے عجائب نگار قلم میں بہت کچھ ہے۔ لیکن **اَلْاِسْقَاةُ فَوْقَ الْكِرَافَةِ** کے ذوق میں صدر الذکر فطری خیال سے باز نہیں آیا۔ کیونکہ برگزیدہ کام کے سر انجام کے واسطے آستین کے اندر سے ہاتھ خواہ نکلے ہی نہیں۔ مگر فی نفسہ ایسے کام سے یشیمان ہونا۔ عقل مند کے نزدیک علامت بے استقامتی

کی ہے۔ بالاخر۔ اس خیال سے کہ میں ایسا نہ ہو۔ فکر اور شعر کا راستہ چلنے والے مسافر۔ ہمراہی چہوڑ دینے کو چھپے رہ جانے کے سبب گمان کرین دو بین قدم پیچھے ہٹ کر وسط سخن کی آبادی میں نظم گوئی کا گرسپند کیا تاکہ مجوزہ گھر سخنوران عہد کے محلہ سے ایک کنارہ پر نہ رہے۔ نیز باوا اہم صغیر دن کا آشیانہ۔ اس شخص کی گفتار کے ترنم سے۔ بوجہ اپنی نے اُٹانے کے بے میل اور پستی میں واقع نہ ہو۔ اور جیسے مجنون گردہ کے ہجوم میں

عقل والا آدمی صرف اکیلا اور متم بنا دانی ہوتا ہے۔ اس طرح میرا حال نہ ہو۔ اس واسطے زیادہ تر عزوں کی نساہی (بناوٹ) میں دوسروں کے بنے ہوئے ردیف و قافیہ کے تانے بانے سے نہیں کی ہے۔

غولئی شاعرانہ تقریر کو لات و گراف کے منصب مغزول کر۔ اور دقائغ نگار قلم کو درست نویس راستی کی انگلیوں میں دو۔ اس انسانہ کا تمہ۔ ایسے الفاظ کے ساتھ جو توڑے ہوں مگر معنی بہت رکھتے ہوں۔ پیوند دیکر خوشی کے ساتھ پورا کر۔ اور دو سے واقعہ کی شلخ پر عند لیبا نہ آئین سے ضروری نوا کے ساتھ

تازگی پسید کرو۔ اس مجازی طفلانہ کہیل میں کمان تک بہاگ دوڑ کر گے۔ اپنے کلام کو لڑاکون کی اصطلاحی باتوں کے ساتھ جو کہیں کے وقت باہم پوتے ہیں۔ کمان تک برابر کہو گے۔ دیکھو۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔ حیا اور خجالت کو بلانے کے واسطے آواز دینے کا وقت ہے۔

القصہ جب دارالسلطنۃ آگرہ سے اپنے وطن کو لوٹ کر آیا۔ تو محمود العواتب کی صحبت کے دل ربانی کی بنیاد ڈالی جس کے سبب اس خام سودا سے دماغ نے اور اس سخت پریشان حالی سے سر نے نجات پائی اب راقم نے ایندھی معرفت کے دروازہ کی زنجیر ہلائی۔ ناطقہ کو آراستہ کرنے والے انواع و اقسام کے جبری ذکرون نے زبان کو کام میں لگایا۔ اور شطاری مشرب کے اشغال و افکار کی مشق نے دل کی تمام وسیع آبادی پر قبضہ کیا لیکن جسے قبا کو گوڑی کے عوض فروخت کر کے۔ اور صورت کو دگرگون بنا کر سیرت کی پردہ دری نہیں کی۔ البتہ یہ ضرور چاہا۔ کہ میں خدا شناسوں کا سا باطن۔ اور دنیا پرستوں کا سا ظاہر اپنا بناؤں اور اس بربخ نامدورنگی سے۔ صلح کل کے باغچے کے لئے شگفتہ و شاداب کرنے والی نسیم بنوں۔ تاکہ اگر اہل دل لوگوں کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہو۔ تو باطن کے ذریعہ سے آشتی کی بزم آرائی کروں۔ اور اگر صورت پرست آدمیوں کے ساتھ چلنے کا موقع پیش آوے تو ظاہر کے ذریعہ سے موافقت کی صورت قائم رہے اس عالم کو جس کا ظاہر خلق اور باطن حق ہے۔ معکوس کر کے جیسا ہو ویسا دیکھوں اور **أَحْسِنُ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ** کے فرمان پر کار بند ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ساتھ احسان کرو۔ اسی طرح کہ جس طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے۔ یعنی تمہاری علمی صورت عینی لباس پہنا کر اپنے تئیں تمہارے اندر چھپا یا ہے تم بھی اپنے اندر چھپی ہوئی شے کو عیان کرو۔ اور دیکھنے میں اپنے تئیں نہان کرو۔ تاکہ **كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ إِلَىٰ أَصْلِهِ** کا مشاہدہ نور بصیرت عطا فرماوے۔

## گجرات کی لڑائی کا بیان

جب راقم گلزار کی عمر چھبیس سال کی ہوئی۔ تو ایک نوزاد جہان کا لاقم کے ظاہری پرورش خانہ لے تھان کر بیٹا تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے **۱۲** ہر ایک شے اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے **۱۲**۔

میں درود ہوا۔ عبدالاول نام رکھا۔ میرے دو جہانی دوستوں کو مبارک ہو۔ جب عمر کا ستائیسواں سال ہوا۔ جو بھری سنہ نو سو نوے کی برابر تھا۔ تو علوم کی بقیہ تحصیل سے فراغت پانے کے واسطے احمد آباد کو گیا۔ دو سال بعد سلطان محمود گجراتی کا بیٹا سلطان مظفر اپنے صوبہ پر قابض ہو گیا۔ شہاب الدین محمد خان حسینی نیشاپوری جاگیر دار احمد آباد تھا۔ وہ تلاش اور پر خاش سے پہلے ہی اپنی دار الحکومت سے رخصت ہو کر پٹن کی طرف چل دیا۔ قطب الدین محمد خان۔ عرش آستان اکبر شاہ کا اٹک۔ اور قلعہ بڑپچ و برودرد (بڑوہ) وغیرہ کا جاگیر دار تھا۔ اس کے لشکر کے تمام سردار۔ اور امرابذ نصیبی سے روگردان ہو کر سلطان مظفر کے لشکر میں جا ملے۔ جب یہ ناگوار خبر دار السلطنہ آگرہ میں اکبر شاہی تخت پر پہنچی تو فوراً اٹکہ مذکور کے بڑے بیٹے نورنگ خان کو اور قلیج خان کو گجرات جانے کا حکم دیا گیا۔ اور مالوہ کی تمام سپاہ اور خوامین کے نام فرمان صادر ہوا۔ کہ ان دونوں امیران اعظم کے اتفاق سے ملک گجرات کی یورش پر دوش لے جاویں۔ قلیج خان ایک شخص انسانی اور ملکی کمالات کے جامع۔ اور ارضی و فلکی جواہر کے حقیقت شناس ہیں۔ تمام علوم مستداولہ اور غریبہ کا کئی دفعہ درس دیا ہوا ہے۔ اور بہت سے طالبان علم ان کی ملازمت سے مدرسے کے عالی درجہ کو پہنچ چکے ہیں۔ نیز قلیج خان۔ عرش آستان اکبر شاہ کے خوامین اعظم میں سے ہیں۔ عمر شریف اسی کے خانہ سے متجاوز ہو گئی ہے۔ ہمیشہ صوبہ کے مالک اور چند ہزار سوار کے سردار رہتے ہیں۔ قلیج خان کی دروات۔ سعادت۔ سامان۔ اور دینیوی شوکت کی تعریف ان کی معنوی بزرگیوں اور ذاتی خوبیوں کے مقابلہ میں کرنا۔ ایسا ہے۔ کہ جیسے آفتاب کے مقابلہ میں ستارہ کی تعریف کرنا۔

صدر الذکر واقعہ کا بقیہ بیان اس طور پر ہے۔ کہ تیرگرون کی سرہی کے راستے سے ایک لشکر اور ہی بڑپچا ابن بیرم خان خانخانان کی سرداری میں اسی مذکورہ بالا شورش کے فرو کرنے کی غرض سے صوبہ گجرات کے نام سے نام زد کیا گیا۔ چونکہ لکھ کے سرداروں کو ایک دراز راستہ درپیش تھا۔ اور اس سبب سے مقصد پر پہنچنا فرصت چاہتا تھا۔ لہذا یہ ضروری توقف اٹکہ مذکور پر بہت زیادہ معلوم ہوا۔ کیونکہ اٹکہ کو کمال انتظار تھا۔ بیان تک کہ توقف کا خیال بلکہ قطعی نہ آنے کا اندیشہ۔ اٹکہ کے دل میں کامل طور پر جاگزمین ہوا۔ چونکہ تنگی کی نوبت حد درجہ کو پہنچی تھی۔ اور گجرات والوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو جانے کا وہم زیادہ بڑھ گیا تھا۔ اس واسطے اٹکہ نے اپنی برائی سلطان مظفر کی ملازمت کر لینے کے اندہ ہی سوچی۔ اور کم بخت یہ نہ سمجھا۔ کہ اس ناصواب تریاق نا اندیشین

خانستان نہر ملا ہوا ہے۔ غیر۔ جب آکر۔ منظر کے دربار میں داخل یافتہ مدبلیوں میں سے ہو گیا۔ تو  
 گجراتیوں کی رائے۔ آکر کے ماڑا لے لئے میں ہوئی۔ اور اس کے نابود کروینے میں ملک کی بہتری سمجھی  
 لہذا خمیر تیز سے گردن مار کر خاک نیستی میں ملا دیا۔ اور اس بات کی تہ کو نہیں پونچھے۔ نہ کسی نے ان کو  
 آگاہ کیا۔ کہ فرمان پیر کا مار ڈالنا۔ بہت بڑا نتیجہ نکالتا ہے۔ خلاصہ اس پورش کی سرگزشت کا یہ ہے۔ کہ  
 مذکورہ صدر دونوں اشخاص نوزنگ خان اور قلیچ خان سرداران مالوہ کو اپنے ساتھ شامل کر کے۔ گجرات  
 کی طرف سلطان پور کے راستہ سے روانہ ہوئے۔ آدھے راستہ پر پونچھے تھے۔ کہ گجراتیوں کے غالب  
 اور انکے مارے جانے کی خبر سننے میں آئی۔ جس کے سبب سے ان کی تیز روی کے گھوڑوں کے بغل  
 گر گئے۔ اور ہر ایک کا دل بھاری پڑ کر گویا کہ شتر خانہ ہو گیا۔ ولوں کے اندر جو آگے بڑھنے کی ایک امانگ  
 تھی۔ وہ رک کر سکون کے مقام پر بیٹھ گئی۔ دو سو سپہ سالار (میرزاخان) نے عجلت کی درش  
 اور قاعدہ کو باہم ملا کر درمیانی رفتار کے ساتھ جنگل اور گھاٹیان قطع کرنا۔ شروع کین۔ اور احمد آباد سے  
 اس طرف بیس کوس کے فاصلہ پر شہاب الدین احمد خان (جاگیردار احمد آباد) اور نیز گجرات کی دیگر سپاہ  
 نے ملحق ہو کر تعداد شکر بڑھائی۔ کار سازی تقدیر سے اس جو انہر کی ہمرکابی میں شتر ولوں کا جگر شیرانہ  
 ہو گیا۔ تمام سپاہ نے یک دل اور یک رو ہو کر۔ دلیرانہ دوا دوش کی۔ دریا سے سانہر متی قلعہ احمد آباد کے  
 نیچے ایسی خوشمانی سے روان ہے۔ جس نے قلعہ کو جئات تھری من تختہ بالافساد بنا دیا ہے  
 اس دریا کے کنارہ سلطان مظفر سے جنگ کا موقع پیش آیا۔ اگرچہ دشمن کا لشکر ساٹھ ہزار سوار سے زیادہ ہی  
 زیادہ تھا۔ اور شاہنشاہی سپاہ کی تعداد دس ہزار سے بھی کم تھی۔ لیکن کمزور فتنہ قلیلائی غلبت فتنہ  
 کثیرتہ بیادین اللہ ط کی امید پر لڑائی کا آغاز کیا تھا۔ چنانچہ فتح اور فیروزی کے ساتھ سر فریزی  
 نصیب ہوئی۔ گجراتی سلطان نے قلعہ بڑو تھ کی جانب ہٹا جانے کو چند روزہ زندگانی کا ذریعہ سمجھا۔ قدم  
 بڑھایا۔ اور یہ فتح یاب شکر۔ آستگی کے ساتھ لتاقب میں جاتا تھا۔ اس فتح کی خوشخبری سننے سے مالوی سپاہ  
 کے دل۔ بظاہر تو بڑھے۔ مگر باطن میں تنگ اور شرمساری سے گھٹ گئے۔ بہ حال مالوی سپاہ  
 کوچ کر کے عجلت سے روانہ ہوئی۔ اور کلال باڑی میں جو برودہ (بڑودہ) کے حدود میں ہے۔ فیروز سپہ سالار  
 کے لشکر سے آملی مجلس شوری میں۔ ایسا قرار پایا۔ کہ مالوی سپاہ نے جنگ کی تکلیفات نہیں اٹھائی  
 ہیں۔ اور اس کا سامان بھی اچھا ہے۔ لہذا یہ سپاہ مغروروں کے لتاقب میں جاوے۔ اور جنگ کر کے

ان کو نیستی کی گماٹیوں میں ٹھکانے سے لگا دیوے۔ اور فتح یاب لشکر بازگشت فرما کر دارا بخلافہ احمد آباد میں قیام کرے۔

مذکورہ الصدر سال میں اس برہمنی داستان کا مجملہ نویس۔ اور سکندی واقعات کا مختصر نگار اسلامی شیخی وجیہ الملہ احمد آبادی کی خانقاہ میں دینی علوم کی تحصیل۔ اور حکمی فنون کی سماعت کے لیے ناوانشگی اور بے پٹی کی تیرہ و تار یک رات کو صبح سعادت بنا رہا تھا۔ اور جنگ احمد آباد کے تماشائیوں میں سے تھا۔

القصد جب اکتیسواں سال عمر کا آغاز ہوا۔ تو اپنے وطن کو لوٹ کر آیا۔ اُس کے دوسرے سال کہ عمر کا بیسواں سال تھا۔ تاریخ اکتیسویں ماہ صفر ختم پانچویں و العطر ہجری سنہ نو سو پچانوین کو الہی علم کے خلو تخانہ سے عین (وجود) کی بزم میں۔ ایک فرزند کے کمال سعادت کے ساتھ درود کیا۔ اور وہ اپنے ساتھ ساتھ خوشی لایا۔ ہر طرف سے مبارک باد کی آوازیں آئیں۔ کامگار بیرون کی بشارت کے بموجب۔ حسن محمد نام رکھا۔ علم عمیر۔ عزت۔ اور عرفان سے خداوند تعالیٰ برخوردار اور بہرہ یاب فرماوے۔

واقعہ گجرات کا تہہ اس طور پر ہے۔ کہ جب اس فتح کی خوشخبری اکبر شاہ کے حضور میں پہنچی۔ تو سپہ سالاری اور خانخانانی کے خطاب کا طغرا۔ جو پانچ کرسی سے اُن کا موروثی ہے۔ صوبہ گجرات کی جاگیر نام زد ہونے کی خوشخبری۔ اور فرید بران کہی طرح کی دیگر لوازشین۔ یہ تمام لوازم۔ میرزاخان کے نامی نام پر صادر ہوئے۔ اور شاہنشاہی التفات سے۔ نیز اس شجاعت و سنگاہ کے استحقاق سے روز افزون ترقیات نصیب ہوئیں اور تمام امرا سے اعظم جوہم رکاب تھے۔ اپنی کوشش اور کارگزاری کے موافق۔ نیز سپہ سالاری کی سفارش کے موافق۔ منصب کی ترقی۔ جاگیر کی بیشی۔ اور خسروانی بخشش سے ممتاز ہوئے۔

## میرزاخان خانخانان کی تعریف

سبحان اللہ تقریب طلب خاطر کو مدت دراز سے اس بات کی آرزو تھی کہ اس گلزار ابرار میں قدمی ہوا خواہی کے اعتبار پر میرزاخان سپہ سالار کے کسی قدر حالات ظاہر کروں۔ جن کے ذریعہ سے ملک و ملکوت (عالم شہادت اور عالم غیب) کی آرایش ہے۔ چنانچہ اب اس خواہش کا دہن

ہاتھ میں آگیا ہے۔ لہذا چند دل آویز جملے لکھ کر قلم کو گوہر فروش بنانا ہوں۔

اولاً۔ یہ کہ دسویں اور گیارہویں صدی کے دور میں ہر چند ملک عدم کو گئے ہوئے لوگوں کے حالات جست و جو کرنے والے کان اور آنکھ نے ٹٹولا۔ لیکن محمدی کمالات کے ساتھ متصف۔ اور بڑی اخلاق کے ساتھ موصوف ہونے میں کسی شخص کو آپ کی مثل صاحب سعادت پایا۔

ثانیاً۔ یہ کہ آپ کے سوا کسی دوسرے کو ایسا پایا۔ جس نے دولت کی عالی دستگاہ کو۔ اخروی نشاط ہم پونچانے کا بازو معنوی فقر کا پردہ دار۔ اور حقیقی تجرد کا چشم بند۔ (آنکھ باندھنے کی ٹپی) بنایا ہو۔ آپ ان لوگوں کے بالکل برعکس ہیں۔ جو بیٹھے ہوئے تو خلوت میں ہیں۔ مگر دل بازار بنا ہوا ہے۔ اور جوڑہ دور ویشی کی گرمی گوڑی کو دنیاوی سامان کی تحصیل کہانہ بنا کر باطن کے بر خلاف ظاہر کا چہرہ دکھاتے ہیں بیت

انکجا این اختلاف آئین کجا آن برده آرائی / اما شاکن تفاوت در روز نگہا تماشا کن

ثالثاً۔ یہ کہ نظم و نثر میں اقسام مفرد و مرکب کی۔ اور ان اقسام کی فصاحت کی جوہر شناسی۔ اور حقیقت و مجاز میں انواع و اقسام کے لطائف مدلولات۔ اور بلاغت ترکیب کی عیار روانی۔ جس قدر آپ کی فطرت اور فکر کی نوع و سوا کا زیور بنائی گئی ہے۔ اس میں سے ہزاروں حصہ ہی اس شخص کو نہیں مل سکتا ہے۔ جو تمام سخن آرائی۔ اور نکتہ طرازی کے دریائے فضیلت میں غواصی کیا کرے۔

رابعاً۔ یہ کہ بیان کے ذریعہ سے مدعا کی تصویر کھینچنے کے وقت جو عبارت کی رنگینی۔ آپ کی معجزہ نما بول چال کی زبان و دہان سے پیدا ہوتی ہے۔ بہتر ہے۔ کہ جمہور اصحاب بلاغت۔ اور ارباب معانی۔ اپنے صنائع و بدائع کی قلم سے اس کی نقل لیکر سخن سنج حوصلہ کا سرمایہ بناویں تاکہ قنیا نہ فطرت کے لوگ جو آئندہ آنے والے ہیں۔ ان کے ناطقہ ادگویائی کے واسطے وہ نقل قانون بن جاوے۔ بیت

ہزارت آفرین سعدی برین شیرین سخن گفتن / مسلم نیست در عہد تو طوطی را شکر خالی

خامساً۔ یہ کہ آپ کی خاص ہمت اور عام عطا کے ہاتھ کو بخشش اور بخشائش میں جو مرتبہ زرد جو اہر ٹانے کا حاصل ہے اگرچہ خار اور گل پوری کے مقام پر بلا لحاظ تفاوت ابرہی سرمایہ ثمرات عطا کرتا ہے مگر آپ کے سامنے فرم سار ہے۔ قطعہ

من نگویم کہ ابرمانندی / کہ نگو تا یاد آخر و مندی



تو ہمیں بخشی وہی خندی

ادہی بخشہ وہی گرید

ساوگسا۔ یہ کہ دشمن کشی خصم افگنی۔ عمرو آزمانی۔ اور جہان کشائی کے میدان میں دلیری اور لاوری آپ کی شمشیر اہل کمان کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اور تیزی و تندی۔ آپ کے حملہ و شوکت کے برابر برابر لگے ہوئے ہیں۔ اس طرح پر۔ کہ زمانہ قدیم کے کسی شجاعت شعار کے کارنامہ میں اس کی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی۔

سابلجا۔ یہ کہ آپ حبیبہ سعد عام مخلوق اور رعایا کی۔ اور ادن کے دلون کی پاسبانی اپنے ذمہ واجب سمجھ کر ہر ایک کے ساتھ اس طرح مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ کہ زبون ترین مخلوق کی بال برابر آزر دگی ہی آپ کے مہر آگین دل پر ایک پہاڑ سے بھی زیادہ وزن دار معلوم ہوتی ہے۔ اور حال و مقال کی زبان سے اس مضمون کے ساتھ آپ کا ترنم ہے۔ بیت

اک می ترسم در و جائے تو باشد

نیازم ز خودم گر دے را

ثامثا۔ یہ کہ تمام موجودہ جو اہر سے آپ کی بے نیازی اور بیخودی حد کمال کو پہنچ گئی ہے۔ اس مدعا کے ثبوت کی ادنیٰ دلیل یہ ہے کہ میں کئی طرح کے زیور اخلاص کے ساتھ۔ جو ساخت اور ریاضے معرابے۔ اور ہزاروں قسم کے لباس خدمت کے ساتھ جو تصنع اور خود نمائی سے مبرا ہے اپنے باطن اور اعتقاد و باطن کی نوعوس آراستہ رکھتا ہوں۔ با اینہم مجھ جیسے دعا گو کو اس طرح نظر سے گراہ کہا ہے۔ کہ میرا وجود۔ عدم کی برابر ہے۔ پھر دوسری چیزوں کے ساتھ آپ کی دل بستگی کا خیال کب ذی ہوش اصحاب کی تصور میں آسکتا ہے۔ اور اسباب تجمل۔ کو کبہ حشمت۔ و بدبہ شوکت۔ سامان منازل۔ اور ساز و نعت۔ غرض کہ جو کچھ ہی دنیاوی لوازم۔ آپ کی عشرت اور خدمت کی بارگاہ میں ازلی سپردگی کے بموجب ہیا رہتے ہیں۔ یہ آپ کے منصب اور مرتبہ کے اقتضا سے ہیں۔ اور انسان مصارف کی اشیاء کا موجود ہونا۔ کچھ صاحب تصرف کے تعلق خاطر کی دلیل نہیں ہے۔

تاسوعا۔ یہ کہ آپ کی قوت حافظہ کے آئینہ کی صفائی اس درجہ پر پہنچی ہوئی ہے۔ کہ اگر انعکاس کی شرطیں مہفقو وہی ہو جاویں۔ جو وہ کسی عکس اور آئینہ میں معتبر ہیں۔ تاہم آپ کی قوت حافظہ کے آئینہ میں۔ نور اور معانی کا عکس پڑنا زائل نہ ہو۔ اور آئینہ حافظہ۔ عالم مثال کی طرح۔ پیش شدہ مثال۔ معقولات اور محسوسات کی نگہبانی کرے۔ بیت

اور ہر مرض کردن النوع صانع خویش

از ذات او ساخت قضا بہتر آئینہ

چنانچہ آپ کے با فروغ دل کا صحیفہ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی یاد کر لینے سے ثانی لوح محفوظ ہے  
خونگی جن جو اہر اوصاف کا شمار عقل بنین کر سکتی ہے۔ ان کے شمار سے اپنے عجز کا اقرار کرنا۔

صواب اندیش عقل مندوں کا شیوہ ہے۔ لہذا تم ہی بجا کہ ان تَعَدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوہَا آپ کے  
اوصاف محصور نہ کر سکتے کا اور اپنے قصور کے وجود کا اقرار صحیح کرو۔ کیونکہ تمہارا ممدوح وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ  
الصُّدُورِ کا منظر ہے اب چند صفحہ ان لکھے ہوئے اوصاف کی برابر میں سفید سادہ چوڑو۔ تاکہ ممدوح اپنے  
اوصاف میں سے جو کچھ مناسب جانے۔ اس کے لکھنے کا حکم فرمادے۔ قطعہ

چہ فر کشتی بادستار سخن

کہ بیع تو از خزینہ اوست

پنخہ تو بردگان لب داری

آن ہمہ از دعای سینہ اوست

یہ تمہارا معاملہ اِنَّ اللّٰهَ اشَارِي مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ بَانَ لَهُمْ اَلْبَحْتِ ط  
کے بازار میں راست آنے والا ہے۔ کیونکہ بیع اور شمن کا مالک ان دونوں معاملوں میں ایک ہی طرح پر  
معلوم ہوتا ہے۔

قال للمفسرون في هذه الآية

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے۔ ہر گاہ کہ بجا کہ

كان من المؤمنين تسليم اموالهم

تبارک و تعالیٰ مومنین کی طرف سے ان کے نفوس اور اموال کی

لحک الله تطلق ومنه يسبح الثواب الجزاء

سپروگی۔ اور اللہ سبحانہ کی طرف سے ثواب اور جزا عطا فرمایا جانا۔ اس

شبه الشراء الذي فيه العوض للعوض

شری کے مشابہ ہے۔ جس کے اندر عوض اور معوض دونوں پائے جاتے

فما بينهما من المشابهة اطلق لفظ الاشتراء

میں اور وجہ مشابہ وہی ہے جو ان دونوں کے درمیان میں ہے۔ لہذا

وما قال هل ادلكم على تجارة وقال فاز

لفظ اشترے بولا گیا۔ اور نیز اس سبب سے لفظ اشترے بولا گیا۔

تجارتهم وفي الحقيقة لا يصح في وصف

کہ اللہ سبحانہ نے ایک جگہ فرمایا ہے۔ اهل اولکم الخ اور دوسری

الله سبحانه الا اشتراء لان لا مالک

جگہ فرمایا ہے۔ فمار بحت الخ در نہ فی الحقیقت اللہ سبحانہ کے وصف

۱۵ اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرتا چاہو۔ تو ان کو پورا پورا شمار نہ کر سکو ۱۲ اور اللہ (لوگوں) کی دل خیالات (تک) سے

(بھی) واقف ہے ۱۲ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال (اس وعدہ پر) خرید لئے

ہیں۔ کہ ان کی بدلے ان کو جنت دے گا ۱۲۔

سواہ وهو مالک لا عیان کلہا  
ومن لم یستحدث ملکاً لا یقال  
انہ فی الحقیقۃ اشترے  
وللمقال فی ہذہ الایۃ مجال

فیقال البائع لا یشترک الثمن اذا  
امتنع من تسلیم المبیع فکذا لک لا  
یشترک لعلہ الخراء للوعود الابدیۃ  
للمال والنفس علی حق او امر الشرع من  
اور شرط فہو غیر مستحق للخراء

وفی التوریت الجنۃ جنتی والمال مالی  
فاشتر واجنتی مالی فان ربکم فلکم  
وان خسرتم فعلی

وقال لا یبع للمومن ان یتصب لنفسہ  
بحال لا یخلیست لہ والذی اشتراھا  
اولی بھا من ما جہا الذی ہو  
اجنبی عنہا لانہ باعہا

وقال اجر انہ اشترھا لعلہ  
یدعی العبد فیہا ولا یساکنھا  
ولا یلا حظھا ولا یجب بھا

میں اشترے کا لفظ صحیح نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی  
مالک نہیں اور تمام اعیان کا مالک وہی ہے اور جو شخص جدید طور پر  
کسی شے کا مالک نہ بنے۔ اس کی نسبت نہیں کہا جاسکتا ہے۔ کہ  
اس نے فی الحقیقہ وہ شے خریدی۔ اور اس آیت میں گفت وگو کے  
لئے گنجائش ہے۔

پس بعض کہتے ہیں کہ بائع قیمت کا مستحق نہیں ہوتا ہے۔ اگر بازار  
مبیع کے سپرد کرنے سے۔ اسی طرح عبد۔ جزاے موعود کا مستحق نہیں ہوتا ہے  
مگر اپنا مال اور نفس بموجب احکام شرع سپرد کرنے کے بعد۔ اگر کسی  
شخص نے حکام شرعی کی شرط میں کمی کی۔ یا زیادتی کی۔ تو وہ جزا کا مستحق  
نہیں ہو سکتا ہے۔

اور توریت میں آیا ہے۔ جنت میری جنت ہے۔ اور مال میرا مال  
ہے پس تم میری جنت میرے مال کے عوض میں خریدو۔ اگر تم نے  
تجارت میں فائدہ اٹھایا۔ تو وہ تمہارا ہے اور اگر نقصان اوٹھایا  
تو وہ مجھ کو رہا۔

اور بعض کہتے ہیں۔ کہ مومن کے واسطے یہ صحیح نہیں ہے کہ اپنے  
نفس کے دینے میں کسی طرح بخل کرے کیونکہ نفس مذکور اس کا نہیں  
ہے اور جس نے اس کو خریدا ہے۔ وہ اس کے قابض کی  
نسبت اولیٰ ہے۔ کیونکہ وہ نفس سے اجنبی ہے۔ اور اس نے  
نفس کو بیچ دیا ہے۔

اور بعض کہتے ہیں۔ خبر دی گئی ہے کہ احد جل شانہ نے نفس کو  
خرید لیا۔ تاکہ عبد اس کی بابت دعویٰ نہ کر سکے نہ اس کے  
ساتھ مل جل کر رہے۔ نہ اس کا ملاحظہ کرے۔ نہ اس کی بنیاد  
پر غور کرے۔

بعض کہتے ہیں۔ اس جہل شانہ نے اشتر من المؤمنین انفسہم کہا اور قلوبہم نہیں کہا۔ کیونکہ نفس محل آفات ہے۔ لہذا جنت کو نفس کے مقابلہ میں قرار دیا۔ اور قلب محل قیام رحمن ہے۔ لہذا اس کی قیمت جنت کی بہ نسبت زیادہ شاندار قرار دی۔ اور وہ جناب باری عز و جہ کا عزیز و دیدار ہے جو جنت کے اندر باخصوص اس کے اولیا کو نصیب ہوگا۔

بعض کہتے ہیں۔ نفس سورد عیب ہے۔ اور کریم آدمی اس شے کی خرید کی طرف رغبت کرتا ہے جس کی خرید کا ارادہ کوئی نہ کرے۔ بعض کہتے ہیں۔ جو شخص کوئی شے اس غرض سے لینا چاہے کہ خود کو اس سے نفع حاصل ہو۔ اس کو ان سب چیزوں میں سے بہترین چیز خریدنی چاہیے جو ہجم پونچین اور جو شخص کوئی شے اس غرض سے لینا چاہے۔ کہ غیر شخص اس سے نفع پاوے۔ تو اس کو وہ شے خریدنی چاہئے۔ جو اس کے مالک کی طرف پلٹ جاوے تاکہ یہ شخص غیر کو اس شے کی قیمت سے نفع پہنچاوے۔

شیخ ابو علی دقاق نے کہا ہے کہ اس جہل شانہ نے اشتری قلوبہم نہیں کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ قلب اس کی محبت میں وقف ہے۔ اور وقف کا بیع و شری نہیں ہو سکتا۔

کہتے ہیں۔ ہوا میں پرندوں کا۔ اور بانی میں مچھلی کا شری صحیح نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ ان کی سپردگی ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح صاحب قاب کو قلب کی سپردگی ممکن نہیں ہے لہذا اشتری قلوبہم نہیں کہا۔ اس جہل شانہ نے فرمایا ہے۔ یہ جان لو۔ کہ اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے قلب کے درمیان میں حائل ہے

وینال اما قال اشتری من المؤمنین انفسہم ولم یقل قلوبہم لان النفس محل الآفات فجعل الجنة في مقابلتها والقلب محل استواء الرحمن فجعل ثمنه اجل من الجنة۔ وهو ما یخص به اولیاءہ فی الجنة من عزیزین ویتیمہ۔

وینال لنفس مود العیب الکریم یرغب فی شراہا فلا یرید فیہ غیرہ۔

وینال من اشتری شیئا لیتنفع بہ۔ اشتر خیر فلیجدہ ومن اشتری شیئا لیتنفع غیرہ فلیشتری فاروعی صاحبہ فینفع بہ ثمنہ۔

وقال لشیخ ابو علی الدقاق لم یقل اشترے قلوبہم لان القلب وقف علی الجنة والوقف لا یشرے۔

قیال الطیر فی الهواء والسماک فی الماء لا یصح شراہہ لانه غیر ممکن التسمیم کذلک القلب صاحبہ لا یمکن تسلیمہ فلم یقل اشتری قلوبہم قال اللہ تعالیٰ واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلوبہ

جو اصحابِ تشبیہ و مجاز کی فصاحتِ محل کی تعمیر کرنے والے ہیں۔ اُن کے ریاضی دانِ ضمیر کو واضح ہو۔ کہ حدیث **اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَى بَابِهَا اسْتَقَارَ قَوْلُكَ** کے محل کی بنیاد ہے۔ یعنی عبارت کا جہان جس کی حسی صورتوں کا ہیولی اُحدتِ تہجی ہیں۔ مرکبات اور موالیید کے جہان کی بہ نسبت فی الواقع بہت زیادہ اور بہت بڑا ہے۔ اولین جہان کے قطر اور ضلع جو انواع و اقسام کے فنون اور مختلف علوم ہیں۔ دوسرے جہان کی نواح اور ولایتوں کی بہ نسبت کہ عرب اور عجم ہیں۔ زیادہ خوش ہوا۔ اور شاداب ہیں۔

اولین جہان کی شہر اور قریے کہ مبسوط کتابین اور مختصر رسالے ہیں۔ دوسرے جہان کے شہروں اور موضعوں کی بہ نسبت کہ روم کا استنبول۔ اور ہند کا احمد آباد ہے۔ مقبولیت اور تحصیلِ محصول میں زیادہ ہیں اولین جہان کے گوشک۔ قصر۔ ریاض۔ اور رباط۔ کہ مقاصد اور مسائل کے ابواب اور فصول ہیں دوسرے جہان کی منازل۔ محلات۔ باغ۔ اور بازار کی بہ نسبت کہ طلائع چار دیواریں۔ رنگین چتھیں۔ طاقت دینے والے اشجار۔ اور ضلع دار و دکانیں ہیں۔ زیادہ خوش و صنع۔ زیادہ رعنا۔ زیادہ روشن۔ اور زیادہ اپنے ہنر ہیں۔

عالمِ کلام کے مکانات کے لکین۔ کہ اشیا کے معانی اور حقائق ہیں۔ کہ خاک کے باشندوں کی بہ نسبت کہ آدمیوں کی اقسام اور حیوانات کی انواع ہیں۔ زیادہ دیرپا۔ زیادہ لطیف۔ زیادہ موزون اور زیادہ نازک ہیں۔

اور عالمِ کلام کے سلاطین کہ اصحابِ دانش و نبی ہیں۔ کہ خاک کے بادشاہوں کی بہ نسبت کہ اربابِ جاہ و حشمت ہیں۔ زوال کے غم۔ اور انتقال کے اندیشہ سے زیادہ فارغ۔ اور زیادہ آزاد ہیں۔

یہ سچ بلکہ بالکل سچ ہے۔ کہ عالمِ اول کے تمام کواچ اور تمام لواحق۔ عالمِ ثانی کی بہ نسبت زیادہ سنجیدہ و پسندیدہ اور منفعت و درتیبہ میں اعظم و اعلیٰ ہیں۔ تم دیکھتے نہیں ہو۔ کہ جب ظاہری آفتاب اپنے اتق سے طلوع کرتا ہے۔ تو رات کی تیرگی۔ زائل ہو جاتی ہے۔ اور دن کی روشنی سے ظاہری آنکھ میں مخلوقات کے دیکھ سکنے کا فروغ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب معانی کا آفتاب حکمت بیان کرنے والی زبان کے مشرق سے طلوع فرماتا ہے۔ تو جہالت کی رات صنوبری قلب کے کرہ سے بستر باندہ جاتی ہے۔ اور ادراک کی

صبح کی سنت یا اوپر کر دل کی آنکھوں کو حق شناسی کا نور بخشتی ہے۔ بہت۔

۱۔ کجاو آفتاب طلعت جانان کجا  
۲۔ آن شب ست این روز روشن این کجا قان کجا

ایک روز چند خوبان صورت و معنی۔ بزرگان ظاہر و باطن۔ اور خاصان مسافر و مقیم کی جماعت و رویش کے مہلا خانہ میں گفت و گو کر رہی تھی۔ اور ہر ایک قسم کی باتیں گرا گری سے ہو رہی تھیں۔ منجملہ ان کے حضرت غوث الاولیاء کے بزرگ خلیفہ شیخ شمس الدین زندہ دل نے اس مجمع میں معرفت کے متعلق کچھ بیان کرنا شروع فرمایا۔ جس قدر باتیں کرنے والے کیمیا بیان لوگ انجمن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب زبان کو خاموش کر کے۔ سراپا گوش ہوئے۔ زندہ دل کے باعجاز کلام پر عاشق ہو کر سننے سے بیٹھیں ہوئے تھے۔ اور اسی طریقہ پر ان کا کلام کرتے رہنا دعا کے ساتھ خدا سے مانگتے تھے۔ اور اس بیت کا ترانہ گانے لگتے تھے۔

۱۔ وحدت تنی یا سعد عنہا فردستی  
۲۔ جودۃ منزدنی من حدیثک یا سعد

صدرالذکر انجمن کی تقریر درمیان میں لانے سے غرض یہ ہے۔ کہ زندہ دل نے فرمایا۔ کہ علوم۔ معارف۔ حقائق اور معنی کا ملک فتح کرنے کی نشاط بیان میں نہیں آسکتی ہے۔ کیونکہ جب مشکلات ننون کا عقدہ۔ مطالعہ اور تامل کی امداد کے بدون حل ہو جاتا ہے۔ تو چاروں طرف سے بے حد فوشی اس طرح سے میر سے متجسس دل پر نثار ہونے کو آتی ہے۔ کہ مجھ کو یقین ہو جاتا ہے کہ اتنی خوش دلی اور خوشحالی۔ کسی بادشاہ کی خاطر خاطر کو کسی جدید ملک فتح کرنے سے بھی نہیں ہوتی ہوگی۔ بہت اچھا ہے وہ گردہ۔ جو سخنوری اور سخن شناسی کے ملک میں صاحب خطبہ اور صاحب سکے ہے۔ اور بہت ہی اچھی ہے وہ جماعت جو عرفان اور علم کی اقلیم فتح کرنے کے واسطے کمر ہمت ماندہ کر جہاد اکبر میں مشغول ہے۔ نہیں نہیں۔ دولت مندی میں عالی مرتبہ وہ صاحب خانہ ہے جو سلیمانی طالع اور سکندری زناچہ کے ساتھ علم (عدم) کے آسمان سے عین (وجود) کی زمین پر آیا ہے۔ اور یہ دونوں زریا دلنشین (اہل سخن اور طالب عرفان) جس کے عشرت خانہ تفریح کی دل ربا بیبیاں ہیں۔ اکھبر لہو و المنة کہ ہمارے زمانہ کا شہنشاہ ابوالظفر نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی خلد الملک و سلطانہ ابداً ان دو جہاد سلطنتوں کی سعادت سے اور جن صدرالذکر دو عروسوں کو ارشاد استحقاق کی آرزو نے ناز کے ساتھ پرورش کیا ہے ان کے ہم خواہگی کی نشاط سے کامیاب اور کامران ہے۔ اور نیز تمام مقاصد کے حصول میں تمام

۱۔ سے سعد نے اس کی بات مجھ سے کر کے میری حیات زیادہ کر دی ہے۔ پس تو پھر بیان میری حیات زیادہ کرتا رہے۔

طالبان مقاصد کا کام بخش اور کام روا ہے۔ لہذا محمد فی الاولی والاخرہ کورس گلزار کا آغاز  
اور انجسام شاہنشاہی ستایش اور مدح کی ہوا کمانے سے نو بہار تازگی کی آغوش میں اور ابر سعادت  
کے سایہ میں ہے۔

## تاریخ اتمام

چون بزرگان دین ہمسار چمن  
سال اتمام این حدیقہ من

بے حجابانہ خلوتے دارند  
خلوت بے حجاب گشت ازان

بایں ..... ک ..... یں



تواریخ اذکار برابر من نتائج افکار گہر بار ابوالاعجاز زینتشی سید

محمد احسان علیچان صنا احسان شاہ جہا پوری

فقرات نثر تاریخی

مخزن الم شرح  
۱۳۲۶ھ

صحیفہ نیک بختان  
۱۳۲۶ھ

روضہ شہود  
۱۳۲۶ھ

قطع تاریخ

<p>مکرم زیدہ امثال و افراد بڑے بھرے تھے اس میں اچھے اچھے اوراد کیا یہ کام اونھوں نے قابل داد تھا گراون کے ہن عمباد و زہاد بیان منزل اقطاب و او تا و خوشی سے روح شبلی نے کیا صاد</p>	<p>(۱) فرید العصر حافظا فضل احمد (۲) تصوف میں تھانسخہ فارسی کا (۳) لباس اردو کا پنا یا جو او سکو (۴) بڑی محنت بڑی کوشش کا ہو کام (۵) حقیقت میں ہے وہ اذکار برابر (۶) مکمل طرح دیکھا جو اس کو</p>
---	--

(۷) ہوئی محبوب کو چونک سال احسان  
کیا میں نے رقم ایضاح ارشاد  
۱۳۲۶ھ

دیگر

<p>آن ز گلزار بر آورد اذکار باد این نسخہ قبول اختیار</p>	<p>(۱) فضل احمد کبر و فضل خداست (۲) ترجمہ کرد ز سعی و اند</p>
--	---

(۳) بہر تاریخ جہان تاب احسان  
آسمان گفت خجستہ الوار  
۱۳۲۶ھ

دیگر سال طبع

<p>فضل احمد خجستہ تقریر نظار گبان شدند تسخیر</p>	<p>(۱) آن حافظا بصفت المستی (۲) اذکار نوشت چون بہ اردو</p>
--	--



(۳) احسان بے سال طبع ہاتف  
خوش گفت مآثر المشاہیر

مصراع سال طبع

چھپ گیا صحف ابرار تقفہ آگین

فقہ نشر تاریخ

روضہ نوزانی

تواریخ ازکار ابرار اردو ترجمہ گلزار ابرار از محمد عزیز الدین رخشان انصاری چوری

قطعہ تاریخ

سوانح میں ادون کے کوئی تذکرہ ہوتا  
ہزار ادوس کے مانند بیس تھے شیدا  
زبانِ عربی بستی بلاغت میں طوبی  
عظیم الوجود ادوس کا تھا اصل نسخا  
خدا یار خان اور الہ یار خان ہیں  
جسے دیکھ کر ادون کے دل میں یہ گزرا  
لطیف و سلیس و نفیس اور آسان  
شریعت - طریقت - حقیقت کا رستا  
لے میرے خال معظّم سے آکر  
کہا ترجمہ کیجئے آپ اس کا  
حمیدہ خصائل گرامی محاسن  
وہ حافظ کلام اٹھاسی کے یکتا  
نہلتی تھی ادون کو کسی وقت فرصت  
مناسب نہیں اس سے انکار مہلا

سلف میں ہوا ہے مشائخ کافرقا  
جو گلزار ابرار تھا نام ادوس کا  
زبانِ عجم اس کی آسان نہیں تھی  
مصنایں تھے مشکل عبارت ادق تھی  
رہنمایاں اچھین میں دو برادر  
ملی اتفاقاً وہیں نقل اس کی  
اکرم ترجمہ اس کا اردو زبان میں  
مسلمان بھائی پڑھیں اور سمجھیں  
اسی دھن میں اک روز یہ دونوں بھائی  
سردادوں کے گلزار ابرار کر کے  
مرے قبیلہ نظر اہرو پیر باطن  
گران منزلت مولوی فضل احمد  
اگرچہ مشاغل کی تھی اتنی کثرت  
مگر عرض کی میں نے حضرت سلامت

یہ بجز حقیقت کے خوش آب موتی  
 زمانہ چھپانے گا کب تک اب انکو  
 خدا کا نہیں کام حکمت سے خالی  
 نہیں قابل اس کام کے اور کوئی  
 اور مہر تھیں رجز خوانیاں میری پیہم  
 بڑھایک بیک جوش خصال معظّم  
 جو دشواریاں ہوتی ہیں ترجمہ میں  
 مگر حضرت فضل نے یہ ہے  
 وہ علم دلپاقت کے جو ہر دکھائے  
 مرے اہل علم و تصوف کو آئے  
 مرانتہ نہیں داد دون ترجمہ کی  
 غرض ترجمہ کی تو ہے صرف اتنی  
 بصیرت جب ذات وحدت کو دیکھیں  
 نہ کیوں اپنی ہستی کو ہم پہنچ سکیں  
 یہ اب خاتمہ پر خدا سے دعا ہے  
 زمانہ میں یہ ترجمہ پاس شہرت  
 یہ توفیق دے اپنے بندوں کو یارب  
 ترا ذکر لب پر تری منکر دل میں  
 قبولیت عام دے ترجمہ کو  
 مظاہرین جلوہ نما تیرے ہر سو  
 بالآخر یہ کی منکر ہی میں رخشان

یہ کانِ طریقت کے انمول جو ہر  
 اٹھا دیجئے ان کے چہرے سے پردا  
 سعادت یہ ہے حصہ ذاتِ سامی  
 کرینگے اسے آپ ہی ختم چھپا  
 اور مہر خانِ ذی شان کا اصرار ہر دم  
 اٹھایا تسلیم ترجمہ اس کا لکھا  
 اور تھیں جاننے والے ہی جاننے ہیں  
 کیا ترجمہ نادر و صاف و زیبا  
 فصاحت سلاست کے سکے بھانے  
 غل احنت احنت کا خوب اٹھا  
 کرے گا تعجب پڑھے گا جو کوئی  
 کہ کھینچ جائے اصلی مقاصد کا نقشا  
 خدائی کا جلوہ نمودار پائین  
 قدیم وابد ہے وہی ذات یکیتا  
 کہ جب تک زمین و فلک کو بقا ہے  
 کرے اس کی ہر ایک دل سے تمنا  
 نہ تیرے سوا کچھ کسی سے ہو مطالب  
 نظرمین ہو تو سر میں ہو تیرا سودا  
 سبق ہم تصوف کا پاتے ہیں اس سے  
 مگر پہر ہی ثانی نہیں کوئی تیرا  
 کہ تاریخ ہو ترجمہ کی مسایان

مٹی مجبہ کو امداد فیض بزرگان

نیانام اذکار ابرار نکلا

مقدس کیوں نہ ہو گلزار ابرار  
عبارت فارسی کی ہے سراسر  
لباس اردو کا بنایا ہے اس کو  
بہت خوش ہونگے اس کے پڑھنے والے

وہ ہے اک تذکرہ خاصانِ حق کا  
بڑی دلکش بڑی دلچسپ و زیبا  
جناب فضل خوش گو نے سراپا  
کہ ایسا ترجمہ دیکھا نہ ہوگا

ہوئی محبت کہ جو فکری سال رخشان  
تو شوقِ دل سے ذکر شوقِ لکھا

## رباعی

یہ ترجمہ ہے نشانِ خاصانِ خدا  
بہت سنین عیسوی میں رخشان

دل سے پڑھیں طالبانِ خاصانِ خدا  
تاریخ ہے گلستانِ خاصانِ خدا

## رباعی

سب کے لئے وا ہے بابِ خاصانِ خدا  
نکلا ہے یہ سال طبع موزونِ رخشان

نایاب ہے یہ کتابِ خاصانِ خدا  
گلدستہ لاجواہرِ خاصانِ خدا

آئی قرآنی متضمن تاریخ از کار ابرار کہ مولوی اکبر حسن صاحب مجھ طریٹ

درجہ اول شہرِ حیدرآباد اور عالمِ خواب القاشدہ

ذِکْرُ مَبَارَکِ اَنْزَلْنَاهُ

۱۳۲۶ھ

پانے